6392

الدینوری

الاخبار الطوال

تصنیف : ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری

ترجمہ : مرزا محمد منور
ایم ۔ اے

مرکزی اردو بورڈ ۔ لاہور

۳۶ ۔ جی ، گلبرگ ، لاہور

جملہ حقوق محفوظ

بار اول

۱۹۶۶ء

135810

ناشر : احمدالدین اظہر

ڈائرکٹر ، مرکزی اردو بورڈ ، لاہور

طابع : نظر علی شاہ

منتظم ، میزان پرنٹنگ پریس ،

۲۷ - بی ، شاہ عالم مارکیٹ ،

لاہور

15/-

Marfat.com

ملاحظات مترجم

مشہور مستشرق طوطیو کراچ کوفسکی نے الاخبار الطوال پر فرانسیسی زبان میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ محاکمہ کیا تھا ۔ اس محاکمے کے تھوڑے سے حصے کا ملخص اور بیشتر حصے کا ترجمہ جناب ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب نے اس کتاب کے اردو ایڈیشن کی خاطر مرحمت فرمایا ہے جو مقدمے کی شکل میں نظرافروز قارئین ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے جا بجا کراچ کوفسکی کے محاکمے پر بہت سے قیمتی حواشی کا بھی اضافہ کیا ہے اور ایک قابل قدر ضمیمے کا بھی ، اس طرح انھوں نے کتاب کی قدر و قیمت بہت بڑھا دی ہے ۔

اب اگر میں بھی اپنی جانب سے کچھ " الاخبار الطوال " کے مافیہ پر روشنی ڈالوں تو یہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا ۔ ہاں چند باتیں عرض مترجم کے طور پر قارئین کرام کے گوش گزار کیے دیتا ہوں ۔

۱ ۔ میں نے ترجمہ کرتے وقت " الاخبار الطوال " کا وہ ایڈیشن اپنے سامنے رکھا جو دارالاحیاء الکتب العربیہ ، قاہرہ نے ۱۹۶۰ء میں شائع کیا ۔ اس ایڈیشن کو جناب عبدالمنعم عامر نے ایڈٹ کیا اور ڈاکٹر جمال الدین الشیّال نے نظرثانی کی ہے ۔

۲ ۔ عبدالمنعم عامر نے دیگر نسخوں سے بھی مدد لی ، مگر جس نسخے کو ایڈٹ کیا وہ سوہاج کے مقام پر معرضِ دریافت پر آنے والا نسخہ ہے جو ۵۷۹ھ میں نقل ہوا ۔ فی الحال اسی کو " الاخبار الطوال " کا قدیم ترین نسخہ قرار دیا جا سکتا ہے ۔

۳ ۔ ابو حنیفہ الدینوری کا اسلوب عالمانہ اور ادیبانہ ہونے باوصف داستان سرایانہ روح کا مالک ہے ۔ باتیں بڑی معلومات افزا ہیں مگر کہانی کے روپ میں بیان کی گئی ہیں ۔ جو ممکن ہے بعض جگہ بقول ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب مولانا محمد حسین کی " آب حیات " کے مندرجات

Marfat.com

کی طرح '' زیبائش '' کا تختهٔ مشق بھی بن گئی ہوں ۔ تاهم اس کا کیا علاج که ابو حنیفه نے '' تاریخ واقعاتِ شہاں '' کو '' افسانۂ نظیری '' کی طرح دلچسپ بنا دیا ہے ۔ عالم یه ہے که اسے کتنی ھی بار پڑھا جائے ھر بار نیا لطف آتا ہے ۔

۴ ۔ '' الاخبار الطوال '' میں طویل باتیں تو چند ھی موضوعات کے بارے میں ھیں ۔ ایران قبلِ اسلام ، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے باعث رونما ہونے والے فتنے ، جنگِ جمل و صفین ، خوارج ، واقعه کربلاء ، اور بنو امیه کے خلاف عباسی داعیوں کی سرگرمیاں — اور میں سمجھتا ہوں که اسلامی تاریخ کی تعمیر میں جن افسوسناک واقعات نے سنگ و خشت کا کام کیا ان کا نقطهٔ آغاز حضرت عثمانؓ کی شہادت اور عروج عباسی داعیوں کی سرگرمیاں تھیں — رھا انجام تو انجام کی تاریخ منتظر رہے گی ۔

۵ ۔ محسوس یه ہوتا ہے که ابو حنیفه نے اپنی اس کتاب میں فقط اُنھیں واقعات کو اهمیت دی ہے، جو اسلامی تاریخ کی راه کے خطرناک موڑ ھیں اور جن واقعات کے نتائج بہت دور رس تھے ، ورنه عام دلچسپی کے بڑے بڑے نمایاں حادثات '' کو نظرانداز کر دیا ہے ۔ مثال کے طور پر ھارون‌الرشید کے تذکرے میں برامکه کا نام تک نہیں آیا ۔

۶ ۔ عام پرانے عربی تذکره نگاروں نے خود حضرت آدم کی زبان سے بھی عربی زبان کے بڑے شستۃ اشعار کہلوائے ھیں ، ابو حنیفه نے بھی مؤرخ ہونے کے باوصف طسم و جدیس کے افراد سے عربی اشعار کی روایت کی ہے حالانکه وه اشعار خود ابو حنیفه کی معاصر زبان سے قطعاً مختلف نہیں ۔

۷ ۔ ابو حنیفه نے تاریخی حوالوں سے بہت کم کام لیا ہے ۔ ساری کتاب میں درآنے والے راوی بیس کے لگ بھگ ہوتے ھیں اور بس ، ان راویوں میں سے بعض مصنف بھی تھے ، مگر ان کی تصانیف ناپید ھیں لہذا حوالے کی صحت کے لیے خود ابو حنیفه ھی سند ره جاتے ھیں ۔

۸ - جہاں تک میرے ترجمے کا تعلق ہے میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ خود کو ابو حنیفہ بنا لُوں ، اُنھیں کی طرح سلیس و سادہ زبان کو کام میں لاؤں ، فقرے لمبے نہ ہونے دوں ۔ کوئی جملہ یا لفظ رہ نہ جائے جس کا معنی اردو میں منتقل نہ ہو ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ترجمہ آزاد نہیں ہے ۔ تاہم اتنی بڑی کتاب میں ممکن ہے سہواً کوئی لفظ یا جملہ رہ بھی گیا ہو ۔ مگر سہو و خطا کا کیا علاج ؟

لفظی ترجمہ کرنے کے باوصف میں نے اردو زبان کا کینڈا مجروح نہیں ہونے دیا ، کم از کم اپنی سی کوشش ضرور کی ہے ، کہ ایسا نہ ہونے پائے :

اگر فسانہ شمارم وگر ترانہ زنم
تو گوش دار کہ از روئے دروسی خیزد

جن بزرگوں نے " الاخبار الطوال " کے ترجمے کے سلسلے میری بے لوث حوصلہ افزائی اور مدد کی ہے ان پر میرے کلمات تشکر یقیناً گراں گزریں گے ، مگر میں مجبور ہوں اس لیے کہ " لاالشکراللہ من لا لشکر الناس " ۔ میں طبعاً کاہل ہوں اور " آبیل مجھے مار " کا تو بالکل قائل نہیں ، مطلب یہ ہے کہ الاخبار الطوال " کے ترجمے کی ذمہ داری مجھے سونپ دی گئی ۔ میں اس ضمن میں اپنے مشفق دوست کرنل مجید ملک صاحب اور پیر حسام الدین راشدی صاحب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے مجھے اس راہ پر ڈال دیا اور میں یہ خدمت انجام دے سکا ۔ راشدی صاحب مزاجاً مؤرخ و محقّق ہیں ، شعر و ادب کا بھی نہایت ستھرا ذوق رکھتے ہیں ۔ انھوں نے ترجمے کے ضمن میں مجھے قیمتی مشوروں سے نوازا ہے ۔ حق یہ ہے کہ میں اس ترجمے کے ضمن میں اگر سب سے زیادہ خائف ہوں تو راشدی صاحب ھی سے ، ان کے معیار پر پورا اترے گا یا نہ ؟

خرمنِ جاں بہم آوردہ ام ودر تابم !!!
در خورِ سطوتِ آں برقِ نظر ہست کہ نیست

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر صوفی ضیاء الحق صاحب صدر شعبۂ عربی گورنمنٹ کالج لاہور نے کتاب کے درجنوں مشکل فقرات و کلمات کی تشریح میں میری مدد کی اور نہایت حاتمانہ خندہ پیشانی کے ساتھ ــ استاد مکرم پروفیسر عبدالقیوم صاحب ، شعبۂ عربی گورنمنٹ کالج لاہور نے باضابطہ پورے ترجمے کی نظرثانی فرمائی ، بعض مشکلات کے حل میں ڈاکٹر عبداللہ چغتائی صاحب نے بھی مدد کی ، مسوداتِ ترجمہ کی صفائی میرے دوست اور بھائی صوبیدار ملک محمد الیاس صاحب اور پروفیسر محمد خورشید عاصم صاحب کیڈٹ کالج حسن ابدال کی مرہونِ منت ہے - عاصم صاحب نے ترجمے کی بعض گرھوں کو وا کرنے میں بڑی کاوش صرف کی ، پروفیسر صابر لودھی صاحب گورنمنٹ کالج لاہور اور پروفیسر محمد یوسف چودھری صاحب گورنمنٹ کالج میرپور آزاد کشمیر کی یہ عنایت ہے کہ انھوں نے مجھے '' الاخبار الطوال '' کے نسخے مہیا کیے رکھے :

میں ان جملہ حضرات کا بہ خلوصِ خاطر شکر گزار ہوں ، یہ الگ بات ہے :

چندیں سخنِ عشق کہ گفتند و شنیدند
کس حقِ محبت نتوانست ادا کرد

کتاب کی طباعت کے ضمن میں میرے کرمفرما دوست جناب اظہر صاحب ڈائرکٹر ، مرکزی اردو بورڈ لاہور نے جو دلچسپی لی وہ ان کے منصبی فرض سے بڑھ کر دوستانہ توجہ کا رنگ لیے ہوئے تھی - یہ '' خمار چشم ساقی نیز پیوست '' والی بات ہے -

بہر حال عمر ،
بضاعتِ سخن آخر شد و سخن باقیست

محمد منور

Marfat.com

ترتیب

ملاحظات مترجم	۱
مقدمہ ، محمد حمیداللہ	۵
پیش لفظ ، کراچ کوفسکی	ک
ضمیمہ ، محمد حمیداللہ	٦٦
اولاد آدم	۸۱
ادریس و نوح	۸۱
زبانوں کا اختلاف	۸۲
نسل سام	۸۳
ضحاک	۸۵
حضرت ہود کا مبعوث ہونا	۸٦
نمرود بن کنعان	۸٦
قحطان	۸۸
ثمود	۸۹
حضرت ابراہیم	۸۹
جرہم اور معتمد کی ہجرت	۹۰
نمرود اور اس کے فرزند	۹۱
فرزندان اسماعیل	۹۱
بنو قحطان	۹۲
منوچہر کی حکومت کا خاتمہ	۹۲
زاب بن بودگان	۹۳
کیقاد بن زاب	۹۴
ابرهه	۹۵
کیکاؤس بن کیقباد	۹٦
کیخسرو کی حکومت	۹۷
افریقیس اور یمن	۹۷
ابن افریقیس کی حکومت اور	
طسم وجدیس کی ھلاکت	۹۸
بادشاہ فند ذوالاذعار	۱۰۱
یمامۂ و بحرین کی طرف	
بنو ربیعہ کی ھجرت	۱۰۲
داؤد بادشاہ	۱۰۳
بلقیس کی حکومت	۱۰٦
حضرت سلیمان کی حکومت	۱۰۷
ارخبعم بن سلیمان	۱۱۰
حضرت سلیمان کی اسراطوریت	
کا خاتمہ	۱۱۰
شہر ایلیا کی تباھی	۱۱۰
اھل عجم و یمن کی حکومت	۱۱۱
زرتشت اور ان کی دعوت	۱۱۳
اھل یمن کی حکومت	۱۱۴
اھل عجم کی حکومت اور	
بنی اسرائیل کی رھائی	۱۱۵
خمانی زوجۂ بہمن	۱۱٦
دارا بن بہمن	۱۱۷
تبع بن ابی مالک کی حکومت	۱۱۷
دارا اور روم	۱۱۸
داریوش کی حکومت	۱۱۸
سکندر کی نشو و نما	۱۱۸
سکندر کا غلبہ	۱۱۹
دارا اور سکندر	۱۲۲
سکندر کی فتوحات	۱۲۴
سکندر مکہ میں	۱۲۵

Marfat.com

سکندر بلاد مغرب میں ١٢٥
سکندر مشرق بعید کے ممالک میں ١٢٧
یاجوج ماجوج ١٢٨
ملوک الطواف ١٣٠
سکندر کا انجام ١٣١
شاہ اردوان بن اشہ ١٣٣
اسعد بن عمرو ١٣٣
حضرت عیسیٰ کی بعثت ١٣٤
اردشیر بن بابک ١٣٥
شاہ موصل اور جرجیس ١٣٨
شاہ یمن ملکیکرب ١٣٩
شاہان تبّع ١٣٩
شاپور ١٤٠
مانی ١٤١
ہرمز ١٤١
ہرمز کے فرزند ١٤١
شاپور ذوالاکتاف ١٤٢
روم اور شاپور ١٤٣
بہرام بن شاپور ١٤٦
یزد جرد بن شاپور ١٤٦
عمرو بن تبّع کی ہلاکت ١٤٧
صہبان اور آل عدنان تہامہ میں ١٤٧
ربیعہ بن نصر لخمی کی حکومت یمن پر ١٥٠
عمرو لخمی کا حیرہ کی جانب کوچ ١٥٠
خذیمہ اور حیرہ ١٥١
عمرو بن عدی ١٥١
بہرام گور کی حکومت ١٥٢
یزد جرد بن بہرام ١٥٥
دونوں بھائیوں کا تنازعہ ١٥٥
فیروز بن یزد جرد ١٥٦
فرزندان فیروز ١٥٨
ذونواس اور یمن ١٥٨
اہل حبش اور یمن ١٦٠
اہلِ حبش اور انہدام کعبہ ١٦١
سیف بن ذی یزن ١٦١
اہلِ فارس اور یمن ١٦٣
مزد کی مذہب ١٦٤
کسریٰ نوشیروان ١٦٧
عہد کسریٰ میں ایرانی اور رومی سلطنتوں کا احوال ١٦٨
کسریٰ کے زمانے لگان ١٧١
تاریخ عجم اور سیرتِ نبوی ١٧٣
ہرمزد کی حکومت ١٧٥
کسریٰ پرویز کی عملداری ١٨٩
رومیوں سے پرویز کی جنگ ٢١٨
شیرویہ بن پرویز کی فرمانروائی ٢١٩
باپ اور بیٹے کے درمیان مراسلت ٢٢٠
شیرویہ کی موت کے بعد ٢٢٥
عربوں کی لڑائیاں ایرانیوں سے ٢١٦

Marfat.com

اسلامی فتوحات عہد عمرؓ بن خطاب میں	۲۲۸
معرکۂ قادسیہ	۲۳۷
معرکۂ جلولا	۲۵۱
جنگِ شہر تستر	۲۵۴
جنگ نہاوند	۲۶۰
حضرت عثمان بن عفانؓ کی خلافت	۲۶۹
عہد عثمانؓ کی فتوحات	۲۷۰
حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت	۲۷۱
جنگ جمل	۲۷۶
جنگ صفین	۲۹۲
عبیداللہ بن بدیل کا قتل	۳۲۹
عبداللہؓ بن عمرؓ کا قتل	۳۳۳
ذوکلاع کا قتل	۳۳۴
ہاشم بن عتبہ ابی وقاص مرقال کا قتل	۳۴۱
حوشب بن ذی ظلیم کا قتل	۳۴۶
وثیقۂ تحکیم	۳۵۸
تحکیم کے بعد کا اختلاف	۳۶۲
حکموں کا تبادلۂ خیال	۳۶۵
حکموں کے فیصلے کا اعلان	۳۶۸
امیر معاویہؓ کی بیعت	۳۶۹
فتنۂ خوارج	۳۷۰
جنگِ خوارج	۳۷۵
حضرت علیؓ بن ابی طالب کے آخری ایام	۳۸۴
حضرت علیؓ بن ابی طالب کی شہادت	۳۸۷
قصاص	۳۹۰
قتل معاویہؓ کی کوشش	۳۹۰
عمر بن عاص کے قتل کی کوشش	۳۹۱
حسنؓ بن علیؓ کی بیعت	۳۹۱
معاویہؓ کے عساکر کی پیش قدمی	۳۹۲
معاویہؓ کی بیعتِ خلافت	۳۹۴
زیاد بن ابیہ	۳۹۵
حسنؓ بن علیؓ کی وفات	۳۹۹
عمر ابن عاص اور امیر معاویہؓ کے مابین مکاتبت	۴۰۰
معاویہؓ کی وفات	۴۰۵
بیعتِ یزید	۴۰۷
اہلِ کوفہ اور حسینؓ	۴۱۱
مسلم کوفے میں	۴۱۳
مسلم بن عقیل کا قتل	۴۲۶
حضرت حسینؓ کا کوچ کوفے کی جانب	۴۲۹
حضرت حسینؓ کا انجام	۴۳۹
عبداللہ بن زبیرؓ	۴۵۳
خوارج	۴۶۲
خوارج کے خلاف مہلب کی صف آرائیاں	۴۶۶
مہلب اور حجاج	۴۷۸

Marfat.com

قطری بن فجاءۃ کا قتل	۴۸۲
ولایتِ خراسان	۴۸۲
یزید کی وفات کے بعد عراق کی حالت	۴۸۳
مروان بن حکم کی خلافت	۴۸۹
عبدالملک بن مروان کی خلافت	۴۹۰
عمر بن سعد بن عاص کا قتل	۴۹۱
علویوں کے حق میں دعوت و تبلیغ	۴۹۴
مختار کا قتل	۵۱۹
عبداللہ بن زبیر کا اقتدار	۵۲۲
عراق پر لشکر شام کا غلبہ	۵۲۶
حضرت عبداللہ بن زبیر کا قتل	۵۳۱
عربی سکوں کی ڈھلائی	۵۳۴
ابن اشعث اور اس کی فتنہ انگیزی	۵۳۴
عبدالملک بن مروان کا انجام	۵۴۵
ولید بن عبدالملک	۵۴۶
حرم نبوی کی اصلاح و ترمیم	۵۴۷
بخارا و سمرقند کی فتح	۵۴۷
حجاج کی موت	۵۴۹
سلیمان بن عبدالملک	۵۵۰
عمرؓ بن عبدالعزیز	۵۵۲
عباسیوں کے حق میں دعوت و تبلیغ	۵۵۴
ابو مسلم خراسانی	۵۶۱
امام کی وفات	۵۶۳
خالد اور ہشام کے مابین معرکہ	۵۷۰
ولید بن یزید بن عبدالملک	۵۷۳
یزید بن ولید	۵۷۸
ابراہیم بن ولید	۵۷۹
مروان بن محمد	۵۸۰
ابومسلم کی دعوت کا ظہور	۵۹۴
بنو امیہ کا خاتمہ	۶۰۲
ابوالعباس کی بیعت	۶۰۸
ابوجعفر منصور	۶۱۸
ابومسلم خراسانی کا قتل	۶۲۱
شہر بغداد	۶۲۵
فرقۂ راوندیہ	۶۲۶
ابوجعفر منصور کی وفات	۶۲۸
محمد المہدی کی حکومت	۶۲۸
موسیٰ الہادی کی حکومت	۶۲۹
ہارون الرشید کی خلافت	۶۲۹
محمد الامین	۶۳۶
عبداللہ المامون کی خلافت	۶۴۷
محمد المعتصم کی حکومت	۶۴۸
اشاریہ — الرجال ، اماکن	۶۵۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

دینوری کی الاخبار الطوال پہلی بار ۱۸۸۸ء میں لایدن (ہالینڈ) سے شائع ہوئی تھی - ایڈٹ کنندہ روسی مستشرق ڈبلیو گرگس نے اثنائے طباعت میں ۲۶ فروری ۱۸۸۷ء کو وفات پائی - اس لیے کتاب کا ابجدی اشاریہ اور ناشر کا مقدمہ ایک دوسرے روسی مستشرق اغناطیوس کراچ کوفسکی نے ۱۹۱۲ء میں ایک مستقل کتاب کی صورت میں لایدن ہی میں چھپوایا - یہ مقدمہ فرانسیسی میں ہے اور صفحہ ۷ تا ۵۶ پر مشتمل ہے -

گرگاس کا اڈیشن دو مخطوطوں پر مبنی تھا - ایک سینٹ پیٹرزبرگ (حال : لینن گراڈ ، روس) میں ہے ، اور دوسرا جو مدینۂ منورہ کے کسی محمد امین نے فروخت کیا ، لایدن یونیورسٹی میں (لانڈ برگ نمبر ۳۰۲ پر) ہے - مگر کتاب چھپ جانے کے بعد لایدن یونیورسٹی میں ایک تیسرا نسخہ (نمبر ۲۳۳۶/۹۹۳م) دستیاب ہؤا جو ہندستان (؟) سے آیا تھا - اسی لیے کراچ کوفسکی نے مطبوعہ نسخے سے مقابلہ کر کے اختلافاتِ روایت کی ایک جدول بھی شائع کی ہے جو صفحہ ۵۷ سے ۹۴ تک کی گئی ہے اور ستارے کی علامت لگا کر ان اختلافات کو نمایاں کیا ہے جو اس کی رائے میں اہم ہیں اور حسبہ مطبوعہ نسخے کی اصلاح کی جانی چاہیے - اہم غلطیوں کا یہ انتخاب یہاں شامل کیا جاتا ہے تا کہ اگر کبھی کسی کو ولایتی اڈیشن دیکھنے کا موقع ملے تو اس جدول سے استفادہ کر سکے -

Marfat.com

ابھی حال میں ایک چوتھا مخطوطہ دستیاب ہؤا ہے ۔ چنانچہ مجلة معهد المخطوطات العربية ، قاهره ، جلد اول حصہ دوم ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۵ء) صفحہ ۱۹۱ ، کتاب نمبر ۸ پر لکھا ہے کہ سوھاج (جنوبی مصر) کے کتب خانۂ بلدیہ میں الاخبار الطوال کا ایک مخطوطہ ہے جو ۵۰۹ھ کا لکھا ہؤا ہے ۔ خدا کرے اردو مترجم نے اس سے استفادہ کیا ہو کہ یہ قدیم ترین نسخہ ہے اور مصر سے فوٹو حاصل کرنا سفارتی ذرائع سے اب بہت آسان ہے ۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ کوئی پندرہ سال قبل ایک ضرورت سے میں نے اس فرانسیسی مقدمے کا اردو میں ترجمہ کیا تھا ۔ اس کی قسمت جاگی تو اب اس کی طباعت کا غیب سے سامان ہؤا ہے ۔ مگر اس فرانسیسی مقدمے کے ابتدائی تیرہ مطبوعہ صفحوں کا ترجمہ کرنے کی جگہ یہاں صرف خلاصہ پیش کیا جاتا ہے کیونکہ پہلے تین صفحوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ کن کن لوگوں نے اس کو شائع کرنے کی کوشش کی اور کیوں اس میں تعویق پر تعویق ہوتی گئی ۔ اس کے بعد کے دس صفحوں میں مخطوطۂ مدینہ اور مخطوطۂ ہندوستان کی صورتِ حال تفصیل سے بتائی گئی ہے ۔ پھر اس کے بعد دینوری کے حالات اور اس کی مختلف تالیفوں پر تبصرہ ہے ، اس حصے کا کامل ترجمہ پیش کیا جاتا ہے ۔

آخر میں ایک ضمیمے میں کراچکوفسکی کے معلومات کی تکمیل ، اور بعض بیانات کی تصحیح کی کوشش کی گئی ہے ۔ یہ ماحضر و ماتیسّر ہے '' وفوقَ کُلِّ ذی عِلمٍ علیمٌ '' ۔

پیرس
ربیع الانور ۱۳۸۵ء

محمد حمیداللہ

Marfat.com

جدول اختلافات

(لایدن کے ہندستان والے مخطوطے کے مندرجہ ذیل اختلافات مطبوعہ نسخے کی عبارت پر قابل ترجیح ہیں ۔)

صفحہ	سطر	بہتر عبارت
۶	۷	و نشره بمنشار
۱۹	c/۶	والبحران
۳۰	۱۷	''لنجدته'' کو ''تبع الأقران'' کے بعد لکھا جائے
۴۰	۷	یومئذ
۶۵	۱۱	بجیش
۷۰	۱۲	اوغل
۷۴	۱۸	بوتر یهما
۸۰	۱۲	الحروث
۸۱	۱۵	اوغل
۸۴	۷	بینهما
۸۸	d/۱۶	وأخذ
۸۹	۱۲	علیه
۹۲	c/۵	صیته
۹۹	۱۳	لجمیع
۱۰۰	۱۷	الذی کان یجلس فیه
۱۰۱	۷	وأقِف
۱۰۲	b/۱۶	عظم
۱۰۴	a/۳	لتقتله
۱۰۴	۱۱	ودخل أصحاب بهرام علیه
۱۲۵	۱۱	أحدثوا
۱۲۶	b/۱۶	وأراد

Marfat.com

جدول اختلافات (مسلسل)

صفحه	سطر	بهتر عبارت
١٢۷	١٢	ضنكته
١٣٠	٢	وأوقفوهم
١٣٩	٦	موسى وأصحابه
١۴٠	٦	نفسه فيهم
١۴١	١	اوغل
١۴٩	٢	اوغل
١٥٥	ε/١١	للمطّیٔ
١٦١	١۷	لا اعفيک منه
١٦٩	٢	وكتبا
١۷٠	a/٢١	سیٔ ء
١۷٦	١۴	وكان أول
١۷٨	٥	ينتطحان
١٨٥	١٣	للهُبَيرة
١٩٩	١٣	لو
٢٠۷	b/٦	تكتب
٢٢٥	١٨	منكم رجالا صالحين
٢٢٦	d/١٠	''و'' حذف کیا جاے
٢٣٩	٢١	ليس له فى نفسه
٢٥٥	c/١٨	فأدرک
٢٥٩	١٥	فليَقُم
٢٦٠	٢٠	ونستقبل القوم
٢٦٣	٣	اذا
٢٦۴	١۷	فأمر

Marfat.com

جدول اختلافات (مسلسل)

صفحه	سطر	بهتر عبارت
٢٧٩	٦/a	بیاسک
٢٨١	٢٢	من رأی
٢٨٦	٢	عن مکانه
٣١٠	١٨	ارتکبتم
٣٣٢	٢	شرطته
٣٤٥	٢١	وما لهشام
٣٤٧	٥	شرطته
٣٥٣	٦/a	رکب
٣٥٤	١٧	یوم
٣٥٩	١٩	یا محمد
٣٦٠	١١/c	غیبُ
٣٧٠	٢	مَتهشّم
٣٨٢	١٢	وبویع له
٣٨٧	٥	اوغل
٤٠١	٩-١٠	وحسبک أنت ایضا یا أ با عبدالله

Marfat.com

پیش لفظ

(از اغناطیوس کراچ کو فسکی)

تمہید

"کتابوں کی بھی اپنی اپنی قسمتیں ہوتی ہیں" (Habent sua fata libelli) لاطینی شاعر کا یہ مقولہ ہماری کتاب پر بھی صادق آتا ہے۔ ۱۸۷۷ء تک اس کا نام پڑھنے میں آتا تھا۔ سال مذکور میں بیرن (نواب) روزن (Rosen) نے لینن گراڈ کے مخطوطات کی فہرست شائع کی تو اس کے صفحہ ۱۴ تا ۱۷ پر اس کی تفصیل تھی۔ اس سے کئی علما نے طباعت سے قبل بھی استفادہ کیا، خاص کر نویلڈیکے Noeldeke نے اپنی جرمن تالیف "ساسانی دور کے ایرانیوں اور عربوں کی تاریخ" میں۔ روزن اسے خود ایڈٹ کرنا چاہتا تھا۔ پھر مصروفیتوں کے باعث اپنے رفیق پروفیسر گیرگاس سے یہ خواہش کی۔ اس اثنا میں لایدن میں محمدامین کا مخطوطۂ مدینہ پہنچ گیا جو قدیم تر اور بہتر تھا۔ اس کے باعث ایڈٹ کرنے کا کام آسان تر ہو گیا، مگر کتاب ابھی مطبع میں تھی کہ گرگاس کا انتقال ہو گیا اور کتاب بغیر مقدمے اور بغیر اشاریے کی شائع کر دی گئی۔ اب سال ہا سال کے بعد لایدن کے ناشر نے مجھ سے خواہش کی ہے تو میں خوشی سے اس کی تکمیل کر رہا ہوں۔

مخطوطے

مخطوطۂ پیٹرس بورگ [۱۰ تا ۱۹] کی (جو پہلے اطالنسکی (Italinsky) کے ذخیرے میں تھا) نواب روزن نے اچھی عالمانہ وصف نگاری کر دی ہے (دیکھیے فہرست مخطوطات لینن گراڈ، صفحہ ۱۴ تا ۱۷) اب اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

لایدن کا مخطوطۂ مدینہ قدیم‌تر ہے - ۲۵۰ ورق ، ۱۶ × ۲۳½ سم ، ۱۴ سطریں ، نسخہ ناقص تھا ، بعد میں کسی نے اس کی تکمیل کی ہے ، اور آغاز ، اختتام اور اوراق ۲ ، ۱۰ ، ۲۳۹ ، ۲۴۱ ، ۲۴۸ ، ۲۴۹ ، ۲۵۰ جدید الخط ہیں - تکمیل کنندہ نے اپنا نام السید عبداللہ احمد بن عزّالدین الناشری بتایا اور تاریخ کتابت بدھ کی رات ۲۲ ربیع الآخر ۱۱۳۹ھ لکھی ہے لیکن اصل مخطوطہ یقیناً قدیم تر ہے اور اتفاق سے ورق ۷۴/الف کے حاشیے پر یہ عبارت ملتی ہے :

فرغ من نسخه فی خمسة عشر یوما آخرها یوم الأحد مستهل صفر سنة ٦٥٥

اس سے پندرہ دن میں فراغت ہوئی یعنی اتوار یکم صفر ٦٥٥ھ کو

یہ مخطوطے کے کاتب ہی کے قلم سے معلوم ہوتا ہے - حاشیے پر جا بجا تصحیحیں بھی ہیں اور طویل نوٹ بھی جو محمد بن جعفر بن محمد بن عبداللہ بن بدر نے لکھے ہیں جو غالی شیعی معلوم ہوتا ہے -

[یہاں تین صفحوں میں یہ عربی عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں]

مخطوطے کے آغاز میں یاقوت اور ذہبی نے دینوری کے جو حالات لکھے ہیں ، ان کا خلاصہ بھی درج ہے -

لایدن کا مخطوطۂ ہندستان : ۲۱۹ ورق ، ۲۱ × ۱۵ سم ، ۲۱ سطریں شروع میں ، ۱۹ آخر میں - بابوں کے عنوان حاشیے پر ہیں - حضر موت والے کاتب نے نقل میں سہل انگاری کی ہے - تاریخ کتابت آخر میں یوں ہے :

تمّ الکتاب والحمدللہ رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آله الطاهرین وسلم تسلیما ، و فرغ من تعلیقه کاتبه أفقر عباد الله ءا لی لطفه و عطفه محمد بن عبدالرحیم الجابری عفا الله عنه بالبلدلحانوس المحروس بالله تعالی الشحر من أرض الأحقاف یوم الخمیس فی عشر من شهر الله الاصم الاصب رجب من سنة الالف احسن الله تقضّیها

Marfat.com

من الهجرة النبوية على صاحبها أفضل الصلاة والسلام حامد الله تعالى على نعمه و مصليا على نبيه محمد و على آله و سلما

کتاب تمام ہو گئی ، خدا کا شکر اور رسول اللہ پر درود و سلام ، اسے محمد بن عبدالرحیم الجابری نے علاقۂ احقاف کے شہر شحر میں جمعرات ۱۰ رجب ۱۰۰۰ھ کو — خدا یہ سال خیر و خوبی سے پورا کرے — لکھا ، تعریف اللہ کے لیے اور درود و سلام اس کے نبی پر۔

پروفیسر دخویے De Goeje نے ۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء کو نواب روزن کو ایک خط جرمن میں لکھا ہے : ''...میں نے یہ نسخہ ہندستان میں خرید کیا...'' مخطوطے پر مختلف مالکوں کے نام ہیں ۔ ایک یوں ہے :

احمد بن جعفر افندی الروسی الحنفی الواعظ المدرس بالمسجد الحرام و بالحرم الشریف المکی عام ۱۰۲۱

ایک اور یوں ہے :

ثم فی سلک عبداللہ امیرالمومنین اسماعیل بن امیرالمؤمنین رضوان اللہ علیه[1]

اس نسخے کے آخر کی عبارت اور لینن گراڈ کا اختتام یہاں متوازی پیش کیے جاتے ہیں :

مخطوطۂ ہندستان	مخطوطۂ لینن گراڈ
ونقلت هذه النسخة من نسخة جيّدة قديمة الخط	نقلتُ هذه النسخة من نسخة نقلت من نسخة قديمة الخط
وقد كتب كاتبه فى آخرها بخطّه وهو من الائمة المعتبرين	— ہو بہو —
وممن ترجم[2] له جمعٌ من المؤرخين مالفظه : فرغ من تعليقه	.... بلغ من تعليقه

۱ - یہ غالباً یمن کے زیدی حکمرانوں میں سے ایک ہے ۔ انسائکلو پیڈیا آف اسلام '' زیدیہ '' میں اس کے بیٹے کا ذکر معلوم ہوتا جو گیارھویں صدی ہجری میں حکمران تھا ۔

۲ - دیکھو مخطوطے کا ورق ۲۱۸/ب ، نیز الاخبار الطوال کا ولایتی اڈیشن ، صفحہ ۲ ، نوٹ d (مترجم)

Marfat.com

مخطوطۂ ہندستان	مخطوطۂ لینن گراڈ
بالجانب الغربی من بغداد الفقیرالی رحمۃاللہ تعالی عمر بن أحمد بن ہبۃاللہ بن محمد بن أبي جرادۃ فی خمسۃ عشر یوما آخر ھا یوم الأحد مستہل صفر من سنۃ خمس و خمسین و ستمائۃ حامداللہ تعالی علی نعمہ و مصلیا علی نبیہ محمد و علی آلہ و مسلمًا ۔ انتہی	الفقیرالی اللہ تعالی — (ہو بہو) —۔ — (ہو بہو) — — (ہو بہو) — سیدنا و علی آلہ وصحبہ وسلم [پھر یہ ہے کہ وہ ۱۰۶۱ھ میں نقل ہؤا]

مخطوطۂ ہندستان کی پہلی ہی سطر میں اعتراف کیا گیا ہے کہ وہ اس پرانے نسخے کی نقل ہے جو یکم صفر ۶۵۵ھ کو ختم ہؤا تھا ۔ یاد ہوگا کہ مخطوطۂ مدینہ پر یہی تاریخ درج ہے ۔ مخطوطۂ مدینہ کا آخری حصہ ضائع ہو جانے سے کاتب کا نام وہاں غیرموجود تھا اور یہاں وہ نام بھی معلوم ہو جاتا ہے ۔ اور نسخۂ لینن گراڈ یہ کہتا ہے کہ وہ ۶۵۵ کے نسخے سے نقل شدہ نسخے کی نقل ہے ۔

اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ مخطوطۂ مدینہ سے مخطوطۂ ہندستان نقل ہؤا ، پھر نسخۂ ہندستان سے مخطوطۂ لینن گراڈ نقل ہؤا ، اور بڑی عجیب بات ہے کہ منقول اور منقول عنہ یہ تینوں نسخے ہمارے سامنے ہیں[۱] ۔

لایدن کا مخطوطۂ مدینہ عمر بن احمد کا نقل کردہ ہے ۔ یہ شخص کمال الدین ابن العدیم کے نام سے زیادہ معروف ہے ۔ الکُتبی کی فوات الوفیات (طبع مصر ۱۲۸۳ ، ج ۲ ص ۱۲۶ و مابعد) کے مطابق وہ مشہور خطّاط بھی تھا ۔ ممکن ہے کہ اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی اور کتاب کہیں موجود ہو ۔ اگر وہ مل جائے تو اس نسخے کے خط سے

۱ ۔ یاد رہے کہ سوہاج (مصر) کا جدید دستیاب شدہ نسخہ ان سب سے قدیم اور ۵۷۹ھ کا لکھا ہؤا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہؤا ۔ (مترجم)

Marfat.com

مقابلہ کیا جا سکتا ہے ۔ البتہ لینن گراڈ میں مرقعات میں کمال الدین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی جو وصلی ہے ، وہ ابن العدیم کی نہیں کسی اور کمال الدین کی ہرات میں لکھی ہوئی ہے ۔ (دیکھو ڈورن (Dorn) کی روسی فہرست مخطوطات و منقوشات چوبی نمبر ۱۴۷ مطبوعۂ لینن گراڈ ۱۸۵۴ء) ۔

ابو حنیفہ اور اس کا علمی کارنامہ

عربی ماخذوں میں ابو حنیفہ دینَوَری [۲۰] کے سوانح حیات بہت ہی کم مایہ ہیں[1] اور یہی رائے یوروپی متلاشیوں کے ان بیات پر بھی صادق آتی ہے جو ان (عربی) ماخذوں پر مبنی ہیں[2] اس کا نام ابو حنیفہ

---

۱ - اہم معلومات فہرست ابن الندیم معجم‌الادبا یاقوت اور کشف الظنون حاجی خلیفہ کے ہاں ہیں ۔ اوروں کی اہمیت کم ہے [دیکھو ہمارا ضمیمہ (مترجم)] ۔

۲ - وہ یہ ہیں :

1. Silvestre de Sacy, Relation de l, Egypte, p. 47, 64 , 78.
   سلویستر دساسی کی فرانسیسی '' تاریخ مصر ''
2. F. Wuestenfeld, Geschichte der arabischen Aerzte, Goettingen, 1840, p. 38, N° 92.
   وستن فلڈ کی جرمن '' تاریخ اطبّائے عرب ''
3. F. Wuestenfeld , Die Geschichtschreiber der Araber und iher Werke, Goettingen, 1882, p. 27, N° 79.
   وستنفلڈ کی جرمن '' عرب مورخین اور ان کی تالیفیں ''
4. Ernst H. F. Meyer , Geschichte der Botanik, III, 163-167, Koenigsberg, 1856
   مایر کی جرمن '' تاریخ نباتیات ''

(بقیہ حاشیہ صفحہ ع پر)

Marfat.com

(صفحه س کا بقیه حاشیه)

5. G. Fluegel, Die grammatischen Schulen der Araber, Leipzig 1862, p. 190ff.

فلوگل کی جرمن " عربوں کے مکتب ھائے نحو "

6. J. Von Hammer, Literaturgeschichte der Araber, IV, 144.

فون هامر کی جرمن " تاریخ ادبیات عربی "

7. L. Leclerc, Histoire de la medecine arabe, Paris 1876, I, 298.

لکلیر کی فرانسیسی " تاریخ طب عربی "

8. H. Derenbourg, in: Revue Critique, 1888, XXVI, 61-64

ڈیرن بورگ کا مقاله فرانسیسی رساله " مجلهٔ تنقید " میں

9. T-n (=A. Mueller), in: Literarisches Centralblatt, 1889, p. 613-614.

میولر کا مضمون جرمن رساله " ادبی مرکزی صحیفه " میں

10. Haeser, Geschichte der Medizin, I, 558, Jena 1875.

هیزر کی جرمن " تاریخ طب "

11. N. Miednikoff, Palestina (in Russian), II, 91, St Petersburg 1897.

میڈنیکوف کی روسی کتاب " فلسطین "

12. H. Suter, Die Mathematiker und Astronomen der Araber und ihre Werke, Leipzig 1900, p. 31, N° 60

سوتر کی جرمن " عرب ریاضیات و هیئت‌داں اور ان کی تالیفیں "

13. C Brockelmann, Geschichte der arabischen Literatur, I, 123, Weimar 1898.

بروکلمان کی جرمن تاریخ ادبیات عربی " [اس کا ضمیمه اور نیا

(بقیه حاشیه صفحه ف پر)

احمد بن داود بن ونَنْد الدینوری[1] تھا - اس نسبت کے صحیح تلفظ کے بارے میں اب تک اختلاف پایا جاتا ہے - عام طور پر اسے دِینَوَرَی پڑھتے ہیں ، لیکن اکثر دَینَوری بھی[2] بلکہ

(صفحہ ع کا بقیہ حاشیہ)

* اڈیشن بعد میں نکلے - (مترجم)]

14. Cl. Huart, Litterature arabe, Paris 1902, P. 154.

ہیوار کی فرانسیسی کتاب '' عربی ادبیات ''

15. B. Silberberg, Das Pflanzenbuch des Abu Hanifa Ahmad ibn Daud ad Dinawari (in : Zeitschrift fuer Assyriologie, 1910, XXIV, 225 265; 1911, XXV, 39.88.

زِلبر برگ کا جرمن مقالہ '' ابو حنیفہ احمد بن داود الدینوری کی کتاب النبات '' جو اشتراسبورگ کے جرمن رسالے '' مجلۂ اشوریات '' ج ۲۴ تا ۲۵ میں دو قسطوں میں چھپا ہے اور بہت اہم چیز ہے -

ہم ان کا اور بعض دیگر مولفین کا جن کا یہاں ذکر نہیں ہؤا ، آئندہ کئی بار ذکر کریں گے -

۱ - ابن الأنباری کی '' نزھۃالأَلِبّاء ، طبع قاھرہ ۱۲۹۴ ، ص ۳۰۵ میں اس کا نام ابو حنیفة أحمد بن السکیت چھپا ہے - یہ یا تو کاتب کی یا مطبع کی غلطی ہے - یاقوت کی معجم الادباء ، شائع کردہ مارگولیوث ، ج۱ ، ص ۱۲۳ کو دیکھئے تو نزھۃالاءلباء کی عبارت میں ایک سطر چھوٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے - یاقوت کے ہاں عبارت یوں ہے : أحمد بن داود الدینوری ، أخذ عن البصریّین والکوفیین ، و أکثر أخذہ عن ابن] السکیت -

۲ - مثلاً فان فلوٹن کی ولندیزی کتاب Van Vloten, De opkomst der Abbasiden in Chorasan '' خراسان میں عباسیوں کا بول بالا '' ، لایدن ۱۸۹۰ء میں کئی بار ، یا برلن کے عربی مخطوطات کی فہرست ، ج ٦ ، ص ۲۳۷ ، نمبر ٦۹۵۰ ، فہرست نگار کا نام ہے آلشورٹ (W. Ahlwardt) -

دَیْنَوَری [۲۱] یا دَیْشوری بھی[1]۔ اول الذکر صحیح ترین ہے جس کی تائید ابن خلکان سے ہوتی ہے[2]۔ ثانی الذکر کی بھی کچھ نہ کچھ اساس ہے کیونکہ اس کی تائید سمعانی[3] سے ہوتی ہے۔ ثالث الذکر کو ترک کر دینا چاہیے گویا وہ محض بے اصل ہے۔ مولف کے دادا کا نام وَنَند[4] تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تیسری پشت (یعنی دادا) تک اس کا خاندان خالص ایرانی تھا[5]، جیسا کہ اس دور میں عربی ادب میں

---

۱ - مثلاً دساسی کی کتاب مذکور، ص ۶۴، ۷۸، نمبر ۲۶، اکلیر کی کتاب مذکور، ج ۱، ص۲۹۸، لانڈ برگ کی فہرست مخطوطات لایدن، ص ۷۲، نمبر ۲۳۰ (سہو قلم سے ہیزر کی کتاب بالا، ج۱، ص۵۵۸ میں ابو الدینودوری ہے۔ اسی طرح مایر کی کتاب مذکور میں بارہا Abu Hanifadt ہے) [مایر نے دال کے زبر سے دَینوری لکھا ہے (مترجم)]

۲ - وفیات الاعیان، شائع کردۂ وستنفلد، نمبر ۲۹۵، ص۱۱۸، اور نمبر ۳۲۷، ص ۱۶، نیز دیکھو حاجی خلیفہ کی کشف الظنون، شائع کردۂ فلوگل، ج ۷، ص۶۳۲ (=ج۱، ص۵۰۱، س ۷)، نیز ج ۵، ص ۶۵۲ (=ج ۲، ص ۱۰۵، س ۱۵)

۳ - جیسا کہ ابن خلکان نے حوالۂ بالا میں ذکر کیا ہے [سمعانی کی کتاب الانساب بعد میں چھپ گئی ہے (مترجم)] اس کے معنی شاید یہ ہیں کہ یہاں فارسی یاے مجہول تھا [=دے نَوَری] جو عربی میں غائب ہو گیا۔

۴ - غالباً اسے یوں Wanand ہی پڑھنا چاہیے۔ یاقوت کی معجم الادباء (ج۱، ص ۱۲۳، ۱۲۴) میں جسے مارگولیوث نے ایڈٹ کیا، وَنَند چھپا ہے۔ اگرچہ دوبار یوں ہی چھپا ہے مگر اسے مطبع کی غلطی سمجھنی چاہیے [مارگولیوث کی غلطی بھلا کیسے ہو سکتی ہے؟ کتاب کے طبع ثانی میں بھی وتند ہی ہے (مترجم)]

۵ - وَنَند یا تو ایک ستارے کا نام ہے یا اس ستارے کے دیوتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ق پر)

Marfat.com

امتیاز حاصل کرنے والے مولفوں کی اکثریت کا حال ہے - یہ ممکن ہے کہ دینوری کی نسبت ابو حنیفہ ھی نہیں بلکہ اس کے آبا و اجداد کی طرف بھی کی جاتی ہو - بظاہر وہ دینور میں پیدا ہؤا تھا ، کیونکہ اس کی زندگی کا بہت بڑا حصہ اسی شہر میں گزرا ، اور اس کی ملاقات اپنے ہمعصر مشہور لغوی المُبرّد سے وہیں ہوئی تھی[1] - وہاں سالہاسال تک وہ رصد و نجوم میں مشغول رہا - ۳۳۵ھ (۹۴۶ء) میں منجّم عبدالرحمٰن الصوفی نے وہاں وہ مکان دیکھا تھا جو دینوری کے لیے رصدگاہ کا کام دیتا تھا[2] - فطرةً اس کا علمی کام اس کے مسقطالراس ھی تک [۲۲] محدود نہ

(صفحہ ص کا بقیہ حاشیہ)

کا - پارسیوں کی مذہبی کتابوں میں یہ نام خاصی کثرت سے آتا ہے (دیکھو مثلاً بُنْدہِیش کا انگریزی ترجمہ از ویسٹ (E. West) آکسفرڈ ۱۸۸۰ء ، باب دوم آیت ۷ ، باب ہفتم آیت ۱ ، وغیرہ) یہ آدمیوں کا بھی نام ہے اور ہندی سیتھی (Indo-scythian) بادشاہوں کے سکّوں پر وہ یونانی میں Oaninda کی شکل میں ملتا ہے (دیکھو جرمن کتاب ایرانی لسانیات کا خلاصہ Grundriss der iranischen Philologie طبع اشتراسبورگ ، ج ۲ ، ص ۵۷

۱ - ابن فورجہ [صحیح : فرجّہ (مترجم)] شارح المتنبّی کا بیان جو یاقوت کی کتاب بالا میں ص۱۲۶ پر نقل ہؤا ہے ؛ نیز دیکھو [عبدالقادر البغدادی کی] خزانةالادب ، ج۱ ، ص ۲۶ ، س ۱۱ ومابعد -

۲ - عبدالرحمٰن الصوفی کی کتاب صورالکواکب ، شائع کردۂ Caussin در رسالۂ "Notices et Extraits" ج ۱۲ ، ص ۲۶۲ ، اسی کتاب کو فرانسیسی ترجمے کے ساتھ شیئل روپ نے بھی شائع کیا (Schjellrup, Description des etoiles fixes, دیکھو) St-Petersburg, 1874, p. 33 [اس کتاب کو اب حیدرآباد میں دائرۃ المعارف نے بہت عمدہ طور پر چھاپ دیا ہے - دیکھو ، ص ۷ تا ۸ (مترجم)] نیز لکلیر کی مذکورہ تاریخ طب ، ج۱ ، ص ۳۰۰ ، ۳۱۹

رہا ۔ اس زمانے کے اکثر نوجوان اہلِ علم کی طرح ، اس نے بھی اپنی جوانی سفروں میں گزاری ۔ وہ عرب تمدن کے عراقی مرکز کو گیا تھا ۔ یہاں اس نے بصرہ اور کوفہ ہر دو مکتبوں کے نمائندوں سے یکساں ذوق و شوق سے علم حاصل کیا ، اور خاص طور پر لغوی السِکّیت اور اسکے ممتاز بیٹے ابن السکیت[1] سے ۔ کہتے ہیں کہ اس کے اساتذہ بھی وہی تھے جو اس کے ہمعصر ابو علی حسن الاصفہانی کے تھے[2] ۔ اس کے ساتھ آئندہ ابو حنیفہ نے علمی مناظرے شروع کیے جن کے آثار ابو حنیفہ کی ایک کتاب میں باقی ہیں[3] ، مذکورہ اساتذہ کے علاوہ بظاہر اس کے اور بھی استاد تھے۔ کہتے ہیں کہ الفَرّاء کی روایت اس تک ابو عبداللہ الطوال کے واسطے سے پہنچی[4] ، مگر جس نے خود کوئی کتاب نہیں چھوڑی ہے[5] ۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ روایت زبانی ہوئی تھی ۔ اس کا سفر عراق سے باہر تک بھی ہؤا ہونے کا پتا چلتا ہے کہ کتاب النبات میں وہ مدینے کے مضافات کا بطور خاص ذکر کرتا ہے ، نیز حرمین کا علی العموم[6]۔

---

۱ ۔ الفہرست نشرۂ فلوگل ، ص۷۸ ، س ۱۰ تا ۱۱ ، یاقوت نشرۂ مارگولیوث ، ج۱ ، ص ۱۲۳ ، سیلوطی کی بغیۃالوعاۃ ، طبع مصر ۱۳۲۶ھ ، ص ۱۳۲ ، [البغدادی کی] خزانۃالادب ، ج۱ ، ص۲۵

۲ ۔ الفہرست ، ص ۸۱ ، س ٦ ، اور خاص کر یاقوت کی معجم الادباء ، ج ۳ ، ص ۸۲ ، س ۱ تا ۲

۳ ۔ یاقوت ، ج ۳ ، ص ۸۳ ، س ٦ تا ۷ نیز آگے ابو حنیفہ کی تالیفوں کی فہرست میں نمبر (۹)

۴ ۔ الفہرست ، ص ٦٦ ، آخری سطر

۵ ۔ ایضاً ، ص ٦۸ ، سطر ۱ تا ۲

٦ ۔ کتاب النبات الدینوری کی مطبوعہ جلد نیز اُن اجزاء میں جو میں نے دیکھے ہیں ، ایسا بالکل نہیں ہے ۔ حُمر یعنی ایملی کے ذکر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱ پر)

Marfat.com

ان علاقوں میں اس کا طویل قیام محض حج کے اغراض کے لیے نہیں ہؤا ہوگا[1] ۔ عُمان اور خلیج فارس کے ساحل کے حوالے[2] اس کا ایک مزید ثبوت ہیں ۔ اگرچہ اکثر یوروپی مولف[3] یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ۲۳۵ھ ، (۸۵۰ء) کے لگ بھگ وہ اصفہان میں تھا اور رصد و نجوم میں مشغول تھا ، لیکن اس روایت کے قبول کرنے میں احتیاط کی ضرورت ہے ۔ اس کا واحد ماخذ حاجی خلیفہ کا بیان ہے جو دینوری کی طرف منسوب [۲۳] ایک کتاب کے سلسلے میں ہے مگر جو یقیناً اس کی تالیف نہیں ہے ۔ جب ہم اس کی نجومیاتی تالیفوں کا ذکر کریں گے تو اس سے بھی بحث کریں گے ۔

ابو حنیفه کے متعلق جس واحد تاریخ کا ہمیں پتا چلتا ہے وہ اس کی تاریخ وفات ہے مگر اس میں بھی اختلاف ہے ۔ کوئی ۲۸۱ھ کہتا

(صفحہ ر کا بقیہ حاشیہ)

میں وہ صرف ایک بار کہتا ہے کہ میں نے اس کا درخت " فیمابین المسجدین " دیکھا ہے اور اس سے مکہ و مدینہ مراد لیا جا سکتا ہے ۔ اس کے سوا اپنے مشاہدات حرمین کا شاید ہی کہیں ذکر ہو (مترجم)

۱ - سایر کی کتاب بالا ، ص ۱۶۳ [ظاہر ہے کہ اس حوالے میں سوائے قیاس آرائی کے اور کیا مل سکتا ہے (مترجم)]

۲ - لکلیر ، تالیف بالا ، ص ۲۹۹ - [اس موضوع پر دیکھو ہمارا ضمیمہ (مترجم)]

۳ - وستنفلد کی جرمن " عرب مورخین " ، ص ۲ ، نمبر ۳ ، فلوگل کی جرمن " مکتب ہائے نحو " ، ص ۱۹۲ ، ڈیرن بورگ کا مقالۂ مذکور ، ص ۶۲ ، زلبر برگ کا مقالۂ مذکور ، قسط اول ، ص ۲۲۹

Marfat.com

ہے تو کوئی ۲۸۲ھ اور کوئی ۲۹۰ھ - یاقوت[1] نے یہ تینوں تاریخیں بیان کی ہیں اور ہر ایک کا حوالہ بھی - یہی حال سیوطی[2] اور حاجی خلیفہ[3] کا ہے - اکثر مورخ ۲۸۲ھ کی طرف مائل ہیں[4] - مجبوراً اسی کو زیادہ

---

۱ - معجم الادباء ، ج۱ ، ص ۱۲۳ [یاقوت نے ایک روایت ۲۸۰ھ کی بھی دی ہے اور ۲۹۰ھ نہیں بلکہ '' ۲۹۰ھ سے قبل '' لکھا ہے - ۲۸۲ کی روایت یاقوت نے کتاب النبات کے اس نسخے کی پشت پر لکھی دیکھی جو ابن المسبّح کے ہاتھ سے نقل ہؤا تھا - القفطی کی انباہ الرواۃ ، ج۱ ، ص ۲۴ کے مطابق مسبّح بن حسین دینوری کا بھانجا ہے - (مترجم)]

۲ - بغیۃالوعاۃ ، ص ۱۳۲

۳ - کشف الظنون ، نشرۂ فلوگل ، ج ۳ ، ص ۶۳ ، ج۵ ، ص ۶۷ نیز ۱۳۰ (۲۸۱) ، ج ۲ ، ص ۱۰۵ نیز ۶۴۴ (۲۸۲) ، ج۱ ، ص ۳۲۹ ، ج ۲ ، ص ۳۶۱ ، ج ۵ ، ص ۵۴ نیز ۳۰۸ (۲۹۰) ، زلبر برگ (مقالۂ مذکور ، ص ۲۳۰) نے غلط لکھا ہے - ۲۸۱ھ کا ذکر دو جگہ ہے -

۴ - عبدالقادر بن ابی الوفاء القرشی کی الجواھرالمضیئۃ کا اقتباس جو فلوگل نے ابن قطلو بغا کی تاج التراجم کے حاشیے میں ص ۹۵ نمبر ۱۱۹ میں نقل کیا ہے - [یہ کتاب اب دائرۃالمعارف نے حیدرآباد میں چھاپ دی ہے ، دیکھو جلد اول ، ص ۶۷ (مترجم)] - نیز دیکھو تاریخ ابن الاثیر ، نشرۂ ٹورن برگ (Tornberg) ، ج۷ ، ص ۳۲۹ ، ذھبی کی تاریخ الاسلام کا اقتباس الاخبار الطوال کے مخطوطہ مدینہ میں ورق ۱/ب پر ، العینی کی کتاب (؟) ، مخطوطہ لینن گراڈ ، مختصر تفصیل فہرست روزن (Rosen) ، ج ۲ ، ص ۷۰ ب میں ، تاریخ ابوالفداء نشرۂ رائسکے (Reiske) ، ج ۲ ، ص ۲۷۶ ، [عبدالقادر البغدادی کی] خزانۃ الادب ، ج۱ ، ص ۲۶ [بظاہر کراچکوفسکی کو خزانۃ الادب کے مولف کا نام معلوم نہیں ، وہ مولف خزانہ کہہ کر ختم کر دیتا ہے - (مترجم)]

Marfat.com

قرین صواب سمجھنا پڑتا ہے - اس لیے نہیں کہ اس کے حوالے زیادہ یقینی ہیں بلکہ اس لیے کہ یہ رائے زیادہ پھیلی ہوئی ہے[1] - چند مستشنیات[2] کو چھوڑ دیں تو یوروپی مولف اسی کی سفارش کرتے ہیں[3] -

اتنے ہی پر وہ سب معلومات ختم ہو گئے جو عربی مآخذوں میں ابو حنیفہ دینوری پر ملتے ہیں - حیرت اس بنا پر بڑھ جاتی ہے کہ خاصے ابتدائی زمانے ہی سے اس نے بطور عالم کے شہرت حاصل کر لی تھی -

---

۱ - زلبر برگ نے (ص ۲۳۱ پر) لکھا ہے کہ خزانة الأدب کے بیان اچھی تاریخوں کی صحت کے باعث سب سے زیادہ قابل اعتماد ہے'' - مگر اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا - خزانةالادب میں باب ابو حنیفہ کلیةً یاقوت پر مبنی ہے - خزانة الادب میں یاقوت کے اقتباسات بعض وقت بلا حوالہ بھی ہیں ، اگرچہ اس نے اپنے ماخذوں کی عام فہرست میں یاقوت کا ضرور ذکر کیا ہے (دیکھو خزانة الادب ، ج۱ ، ص ۱۱ ، س ۱۵) یہ قابل ذکر ہے کہ یاقوت نے تین تاریخیں دی ہیں جیسا کہ ہر کوئی دیکھ سکتا ہے [یہ کچھ ٹھیک نہیں دیکھو ضمیمہ (مترجم)] - مہینے کا ذکر البتہ سیوطی (بغیة الوعاة) کے ہاں بھی ملتا ہے (دیکھو اس کا مخطوطۂ لینن گراڈ کے متحف آسیائی نمبر ۲۱۵ میں ورق ۱۰۴/ب پر جہاں لکھا ہے : اس کی وفات جمادی الاول ۲۸۱ھ یا ۲۸۲ھ میں اور ایک روایت میں ۲۹۰ھ میں ہوئی)

۲ - فلوگل (جرمن کتاب مکتب ہائے نحو ، ص ۱۹۱) - تاریخ نہیں دی ہے - آلشوَرٹ نے عربی مخطوطات برلن کی فہرست ج ۶ ، ص ۲۳۷ ، نمبر ۶۹۵۰ میں ۲۸۱ھ کو قبول کیا ہے اگرچہ حوالہ نہیں دیا ہے -

۳ - پرانے مولفوں میں دساسی (کتاب مذکور ، ص ۶۴ ، ۷۸) ، نئے مولفوں میں بروکلمان (تاریخ ادبیات ج۱ ، ص ۱۲۳) اور زلبر برگ (مقالۂ مذکور قسط اول ، ص ۲۳۱)

Marfat.com

اس کے ساتھ اس سے بہتر سلوک ہونا چاہیے تھا - جیسا کہ ہم خود اس کا اندازہ آئندہ اس کی تالیفوں کی فہرست سے لگا لیں گے ، اس کی تالیفوں کی تعداد ہی نہیں ، بلکہ موضوعوں کی جدّت بھی ہمیں اس بارے میں اچھا اندازہ کرنے کا موقع دیتی ہے - اگرچہ اس کی بیس ایک کتابوں میں سے صرف ایک[1] الاخبار الطوال ہم تک پہنچی ہے . ابوحیّان توحیدی ایک ممتاز اور صاحبِ جدت لغوی تھا[2] اس نے جاحظ سے متعلقہ اپنی تالیف ['' تقریظ الجاحظ ''] میں یقیناً یہ بے وجہ نہیں

---

۱ اب کتاب النبات کی بھی دو جلدیں دستیاب ہوگئی ہیں - دیکھو ضمیمہ - (مترجم)

۲ - التباس نہ ہو کہ ایک اور ہمنام مولف اندلس میں بھی گزرا ہے - دیکھو پونس بویگیس کی ہسپانوی کتاب '' سپین کے عرب مورخین اور جغرافیہ نگاروں کے حالات اور تالیفات کے ذکر کی ایک سعی '' ،
(F. Pons Boigues, Ensayo bio-bibliographico sobre los historiadoresy geografos arabigo-espanoles, Madrid, 1898)
ص ۳۲۳ وما بعد - ہمارے ابو حیان کی وفات تقریباً ۳۸۰ھ میں ہوئی ، اس کا نام علی بن محمد تھا (دیکھو سیوطی کی بغیة الوعاة ، ص ۳۴۸ تا ۳۴۹) بروکلمان (ج ۱ ، ص ۲۴۴ ، نمبر ۲) کے ہاں تاریخ کم صحیح ہے - نیز کم و بیش پورے حالات ہی - [بروکلمان نے ابتداءً ۴۰۰ھ کو تاریخ وفات بیان کیا تھا اور کوئی حالات دیے ہی نہ تھے - پھر ضمیمہ اول نیز جلد اول کے نئے اڈیشن میں اس کی تلافی کر دی ہے اور ۳۸۰ھ سے واقفیت ظاہر کرتے ہوئے بھی ترجیح اس کو دی ہے کہ وفات ۴۰۰ھ کے بھی بعد کسی تاریخ کو ہوئی اور مدینة العلوم کا حوالہ دیا ہے (مترجم)] - سیوطی کا ماخذ یاقوت کے معجم الادباء کا وہ حصہ ہوگا جو ہم تک نہیں پہنچا ہے - بہر حال یاقوت نے جاحظ کے متعلق ابو حیان کی دلچسپ تالیف کا بارہا حوالہ دیا ہے مثلاً معجم الادباء ، ج ۳ ، ص ۸٦ ، حالات سیرافی ، ج ۱ ، ص ۴۱ ، حالات ابوزید -

بیان کیا ہے کہ دینوری ، جاحظ اور ابو زید بلخی ہم رتبہ لوگ تھے ۔ اور وہ کہتا ہے کہ اس مثلّثِ علمی کا ہر ایک زاویہ لاجواب اور بے عدیل تھا [1] ۔ لیکن یہ کس حد تک صحیح ہے ، اس کا ہم فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ آخرالذکر مولف یعنی بلخی کی تالیفیں ہم تک بہت کم پہنچی ہیں ۔ گذشتہ سال [۱۹۱۰ء] تک تو اس کی جغرافیہ [" صُورَ الاقالیم "] تک کا ایک سے زیادہ مخطوطہ معلوم نہ ہؤا تھا[2] ۔ اب جبکہ احمد زکی بک[3] [باشا مرحوم] نے اس کا ایک اور[4] نسخہ ڈھونڈ نکلا ہے تو [۲۵] توقع کرنی چاہیے کہ یہ نیز اسکے شاگردوں

۱ ۔ یاقوت معجم الادباء ، ج۱ ، ص ۱۲۳ تا ۱۲۵ ۔ (خزانۃ الادب میں لفظ بہ لفظ اس کی نقل ہے) ۔ ابو حنیفہ کو اس دور کے صف اول کے نمائندوں میں جگہ دینے کا رجحان کوئی انوکھی چیز نہیں ۔ اشٹاین شنایڈر (Steinschneider) نے (جرمن رسالہ ZDMG ، ج ۲۴ ، ص ۳۷۳ میں) ایک شہادت پیش کی ہے کہ مشہور منجّم الغزاری ، بانیٔ علم عروض الخلیل ، مشہور ابن المقفعؔ اور ابو حنیفہ دینوری کو یکساں درجہ دیا گیا ہے ۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے فن میں اپنی ذہنی پیداوار کے [لاثانی] آثار چھوڑے ہیں ۔

۲ ۔ آلوَرٹ کی فہرست مخطوطات برلن ، ج ۵ ، ص ۳۶۲ ، نمبر ۶۰۳۲

۳ ۔ دیکھو ان کی فرانسیسی یادداشت " مصر میں عربی علوم کی نشاۃِ جدیدہ کے وسائل " قاہرہ ۱۹۱۰ء ، ص ۱۹ ، نمبر ۱۰

۴ ۔ احمد زکی پاشا نے استانبول میں اس کتاب کے دو نسخے معلوم کیے تھے ، جیسا کہ ۱۹۳۲ء (۱۳۵۰ھ) میں انھوں نے مجھ سے بالمشافہ فرمایا تھا ۔ ان کے فوٹو بھی دارالکتب المصریہ میں آ چکے تھے ۔ اس کا ایک اچھا نسخہ اس ملاقات سے چند ہفتے قبل میں نے کتب خانہ شیخ الاسلام عارف حکمت بک ، مدینۂ منورہ میں دیکھا تھا ، جس میں ملکوں کے نقشے بھی تھے ۔ افسوس کہ سفرسوم ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۶ء) وہ وہاں سے لاپتہ ہو چکا تھا ۔ (مترجم)

Marfat.com

میں سے ایک کی ایک تالیف[۱] بھی زیور طباعت سے آراستہ ہو کر اس جدت پسند شخصیت پر کچھ روشنی ڈالیں گی - ویسے بلخی اتنا مقبول عام تھا کہ دوسروں کی تالیفیں بھی لوگ اس کی طرف منسوب کر دیتے تھے تاکہ ان کو مقبولیت حاصل ہو سکے[۲] - جہاں تک جاحظ کا تعلق ھے اس کی تالیفوں کی حالیہ سالوں میں اشاعت کے باعث، اس کے ادبی خد و خال پوری طرح معلوم ہو چکے ھیں - ابو حیّان نے اس کی جو پر جوش توصیف کی ھے، اس کی ان تالیفوں سے پوری تائید ھوتی ھے اور ساتھ ھی، ان سے بے شک و شبہ یہ بھی معلوم ھو جاتا ھے کہ جاحظ اور ابو حنیفہ دینوری میں علمی نوعیت کا کیا فرق تھا - یہ فرق ابو حنیفہ اور اس کے محترم استادوں [ابن السکّیت اور اس کے باپ' میں بھی کچھ کم نہیں پایا جاتا - اگر یہ دونوں مولف [السکّیت اور ابن السکیت] سوائے لغت کے کسی چیز سے اشتغال نہیں رکھتے تھے تو اس کے برخلاف دینوری کا دائرۂ عمل بہت زیادہ وسیع، اور اُس زمانے کے علوم کی ساری ھی شاخوں کو گھیرے ھوئے تھا - خیالات کی وسعت اور علم کے تنّوع میں وہ جاحظ سے مماثل تھا، تو تنظیم پسندی میں وہ جاحظ سے بھی آگے بڑھا ھؤا تھا - جاحظ صرف قبولیتِ عامہ کا متلاشی تھا، اور اس کی خاطر وہ ہر چیز کو قربان کر دیتا تھا - مثال کے طور پر اس کی قیمتی معلومات کی ایک معتدبہ مقدار ھمارے لیے عملاً اس طرح ضائع ھوگئی ھے کہ اس کی کتاب کے عنوانوں سے اس کا ذرا بھی پتا نہیں چلتا کہ اس میں کس چیز کا ذکر ھے - کیونکہ

---

۱ - مذکورہ یادداشت احمد زکی بک، ص ۱۲ تا ۱۳، یعنی جوامع العلوم لفریعین تلمیذ أبي زید البلخي -

۲ - جیسا کہ مطّہر بن طاھر المقدسی کی کتاب البدء والتأریخ کو بھی البلخی کی طرف منسوب کر دیا گیا ھے - دیکھو البدء والتاریخ، نشرۂ کلیاں ھیوار (Cl. Huart)، خاص کر ج ۲-۳ کا دیباچہ، مطبوعۂ پیرس ۱۹۰۱ تا ۱۹۰۳ -

Marfat.com

ھر ایک تالیف اپنی جگہ ایک جیتی جاگتی اور نہایت دلچسپ دائرۃ المعارف ھے جس میں [ھر قسم کے معلومات کا انبار تو ھے مگر جن کو چن کر الگ کرنے کے لیے] یوروپی اھلِ علم کو اکثر محنت شاقہ برداشت کرنی پڑتی ھے - جاحظ کی تالیفوں کا وھی حال ھے جو ان مماثل [فرنگی] تالیفوں کا جن میں " لکھے جانے کے قابل ھر چیز نیز کچھ اور بھی چیزوں " (de omni re scribili et quibusdam aliis) سے بحث ھوتی ھے - ابو حنیفہ دینوری کا ذھن نظام پسند تھا - اس کی وجہ یہ نظر آتی ھے کہ اسے ریاضیات سے رغبت تھی - افسوس کہ اس کی تالیفوں کے ھمیں صرف عنوانوں پر قناعت کرنی پڑتی ھے [اصل تو تاتاریوں اور فرنگیوں کے حملوں کی وجہ سے ناپید ھیں] - بہر حال ان عنوانوں سے معلوم ھوتا ھے کہ اس کی ساری ھی تالیفیں ایسی ھیں جن کو آسانی سے فن‌وار الگ کر لیا جا سکتا ھے اور اس کا پتا چلتا ھے کہ وہ خود اس کی امکانی کوشش کرتا تھا کہ مختلف موضوعوں کو [۲۶] ایک ھی تالیف میں ٹھونس نہ دے - اس سے بھی زیادہ حیرت اس پر ھوتی ھے کہ علوم و فنون کے اس تنّوع سے دلچسپی رکھنے کے باوجود، وہ ھر ایک میں یکساں مہارتِ تامہ رکھتا تھا، اور ھر ایک میں وہ جدّتیں دکھانے کے قابل تھا - یہ بات بعد کے علماء میں نظر نہیں آتی بلکہ خود اس کے ھمعصروں میں بھی کمیاب ھے - اس کا فیصلہ ھم اس کی اس یگانہ تالیف سے بھی کر سکتے ھیں جو ھم تک پہنچی ھے [یعنی الاخبار الطوال] نیز ان نادر و قلیل اقتباسات سے جو اس کی دوسری تالیفوں کے متعلق محفوظ رہ سکے ھیں - دینوری کا مقصد بھی، اپنے اساتذہ اور ھمعصروں کی طرح، لسانیاتی ھی تھا، پھر بھی اس نے اپنی " کتاب النبات " کو اس درجہ بلند پایہ کر دیا کہ یونان کی نباتیات بھی بہت پیچھے رہ گئی[۱] اور جس کے باعث اسے عظیم شہرت حاصل ھو گئی - حتٰی کہ اس کے

---

۱ - جیسا کہ زِلبر برگ نے (حوالہ مذکورہ میں) نہایت دلچسپ ملاحظات پیش کیے ھیں -

Marfat.com

نام کی جگہ صرف ''صاحبِ کتاب النبات'' کہہ دینا کافی ہو جاتا ہے۔ علم ہیئت میں اس کی ''کتاب الانواء'' (بارش کی کارتیوں کے متعلق) ہے اور اس کی بلند پایگی بھی ویسی ہی ہے۔ اول الذکر [کتاب النبات] کے بعد یہ اس کی مقبول ترین تالیف ہے جیسا کہ اس کے حوالوں اور تذکروں کی کثرت سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ علوم انسانی[۱] (humanitaires) میں بھی اس کی شہرت کم نہیں ہے، اور المبرّد تو اس کی مہارت لسانیات کے سامنے سر تسلیم خم کرتا تھا[۲]۔ مشہور و معروف ابن قُتیبہ کو بھی اس میں باک نہ تھا کہ ابو حنیفۂ دینوری کی بعض تالیفوں کو اپنی طرف منسوب کر لے[۳]۔ یہ امر مشکل ہے کہ ان تمام علوم کو گنایا جائے جن میں اس نے اپنے ذہن کی زرخیزی کے آثار چھوڑے ہیں۔ مثلاً اس نے قرآن مجید کی تفسیر کئی جلدوں میں لکھی ہے۔ ادبی اور لسانیاتی موضوعوں پر اس نے کثیر التعداد تالیفیں کیا چھوڑی ہیں کہ اپنے دور کے مطالبات کے سامنے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ مزید برآں، ضروریاتِ زندگی کے تقاضے سے فقہ پر بھی کتابیں لکھیں۔ پھر خالص ریاضیاتی اور ہیئتی کتابوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ مگر اسی پر اس کی تالیفوں کی فہرست ختم نہیں ہو جاتی۔ اگرچہ اس نے طب پر ایک رسالہ چھوڑا ہے، مگر اس سے

---

۱ - بظاہر یہ اصطلاح علوم طبیعی (نباتیات، ریاضی وغیرہ) سے امتیاز کے استعمال کی ہے۔ اس میں فلسفہ، تاریخ، دینیات وغیرہ بہت سی چیزیں شامل ہیں (مترجم)

۲ - ابن فُورجۃ (بحوالۂ معجم الادباء مولفۂ یاقوت، نشرۂ مارگولیوث ج ۱، ص ۱۲٦، نیز خزانۃ الادب، ج ۱، ص ۲٦، س ۱۱ ومابعد

۳ - یوروپی اہل علم میں عام طور پر شہرت رہی ہے کہ کتابوں کی یہ چوری تاریخی تالیفوں کے متعلق ہے مگر ایسا بالکل نہیں، جیسا کہ ہم آگے اس کے متعلق مزید بحث کریں گے۔

Marfat.com

اس کو طبیب [۲۷] نہیں خیال کر لینا چاہیے ، جیسا کہ مایر[1] نے خیال کیا تھا اور ایک حد تک لکلیر[2] نے بھی - اس کے طبیب ہونے کے ادّعا کی تردید اس سے بھی ہو جاتی ہے کہ ابن ابی اُصَیبِعہ اپنی '' طبقات الاطباء '' میں اس کا ذکر نہیں کرتا ، اگرچہ وہ اس کے خاصے کثیر حوالے دیتا ہے[3] - دینوری کو [صرف] لغوی بھی نہیں خیال کرنا چاہیے ، جیسا کہ زِلبربرگ اسے بتانا چاہتا ہے[4] اگر دینوری نے اپنی '' کتاب النبات '' محض لسانیاتی مفاد کے خاطر لکھی تھی تو بھی اس کی ہیئتی اور ریاضیاتی تالیفوں کو تو بہر حال لغوی ضرورتوں سے لکھا ہؤا نہیں کہا جا سکتا ، خواہ ہم اس بارے میں ہم تک پہنچے ہوئے اقتباسات ہی پر تکیہ کیوں نہ کریں - ابو حنیفہ ایک '' ہر فنی '' عالم تھا — یہ لفظ اپنے لفظی معنوں میں لیا جائے — محض ایک دائرة المعارف نویس (انسائکلوپیڈِسٹ) نہ تھا ، جیسا کہ عربی ادب کے اُس دور میں بہت سے لوگ تھے ، اور جیساکہ بعد کی صدیوں میں اور بھی گزرے ھیں - اسے فکرِ علمی کا بہرۂ وافر ملا تھا اور وہ ہر شعبۂ علم کا ماہر تھا - چنانچہ وہ اس پر قادر تھا کہ ان علوم و فنون میں سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ نئی چیزیں بیان کرے اور جدت پسندی دکھائے ، اور محض اپنے پیشروؤں یا ہمعصروں کو دھرا نہ دے - ابو حیّان کی [مذکورۂ بالا] رائے سے اتفاق کر کے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ عربی ادبیات کے اس درخشاں دور کے تاباں نمائندوں میں سے ایک تھا -

یہ خاصا افسوسناک ہے کہ غالباً وہ اب ہمیشہ ہمارے لیے کافی نامعلوم رہےگا ، کیونکہ اس کے زرخیز ذہن کی پیداوار میں سے ہم تک

---

۱ - تالیف مذکور ، خاص کر ص ۱۳۲ وما بعد

۲ - لکلیر کی تالیف مذکور (تاریخ طب پر) ، ج ۱ ، ص ۲۹۸

۳ - ہماری نا چیز رائے کے لیے دیکھو ضمیمہ (مترجم)

۴ - زلبر برگ کا مقالۂ مذکور ، قسط اول ، ص ۲۳۰

Marfat.com

صرف ایک تالیف پہنچی ہے اور ہم صرف اس کی مدد سے عربی ادبیات کے اس نمائندے کے متعلق صحیح فیصلہ کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے ، چاہے یہ اس کی ان تالیفوں میں سے ایک کیوں نہ ہو جس نے اسے عالمگیر شہرت عطا کر دی ہے ۔

اس کی تالیفیں

ابو حنیفہ کی تالیفوں کی ایک ایک کر کے جانچ پڑتال کرنے پر افسوس کے ساتھ یہ بیان کرنا پڑتا ہے کہ چند تالیفوں کی حد تک اختلاف پایا جاتا ہے ، جس کے باعث ان کی صحیح تعداد کا اندازہ مشکل ہو جاتا ہے ۔ ان میں سے متعدد کے ایک سے زیادہ نام مشہور ہیں ، اور حاجی خلیفہ کے بیانات سے ان میں مزید اُلجھن پیدا ہوگئی ہے ۔ اس لیے اس آخرالذکر کے بیانات کو قبول کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیے ۔ جیسا کہ ہم ثابت کرنے کی کوشش کریں گے ، ابو حنیفہ کی تالیفوں کی تعداد بیس [۲۸] تک پہنچائی جا سکتی ہے۔ مولفِ ''الفہرست''[۱] یاقوت[۲] ، نیز مولفِ ''خزانةالادب[۳]، ابن الانباری[۳] عبدالقادرمولفِ ''الجواهر المضیئة''[۴]،

---

۱ ۔ الفہرست ، نشرۂ فلوگل ، ص ۷۸ ، س ۱۲ تا ۱۶ (اس میں ۱۵ تالیفیں ذکر ہوئی ہیں)

۲ ۔ معجم الادباء ، نشرۂ مارگولیوث ، ج۱ ، س ۱۲۷ (۱۹ تالیفیں) اس کا اقتباس الاخبار الطوال کے مخطوطۂ مدینہ میں بھی ورق ۱/ب پر نقل ہؤا ہے ۔ اور وہاں ۱۸ تالیفوں کا ذکر ہے ۔

۳ - ج۱ ، ص ۲۶ ، (۱۸ تالیفیں)

۴ ۔ [نزھة الالباء] ، طبع مصر ، ص ۳۰۵ ، ۳۰۶ (۱۰ تالیفیں)

۵ ۔ اس کی عبارت دو فلوگل نے ابن قطلو بغا کی تاج التراجم کے اڈیشن میں بطور حاشیہ درج کیا ہے ، دیکھو ص ۹۵ ، نمبر ۱۱۹ (۸ تالیفیں) [الجواهر المضیئة کو اب دو جلدوں میں دائرة المعارف نے حیدر آباد میں چھاپ دیا ہے ، اس حوالے کے لیے دیکھو ج۱ ، ص ۶۷

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱ پر)

Marfat.com

سیوطی[۱] ، اور حاجی خلیفه[۲] نے جو فہرستیں دی ھیں ان میں سے بعض کم ، بعض زیادہ صحیح ھیں - یوروپی اھلِ علم میں سے صرف فِلُوگل[۳] نے اس کی کوشش کی ھے کہ دینوری کی تالیفوں کی ایک مکمل فہرست مرتب کرے ، مگر اس میں ھر جگه وہ احتیاط نہیں برتی گئی ھے جس کی ضرورت تھی - جیسا کہ ھم دیکھیں گے - دیگر مولف ضمناً ابو حنیفه کی اھم تالیفوں کا ذکر کرتے ھیں[۴] -

ابو حنیفه دینوری کی جمله تالیفوں کا فن آسانی سے معیّن کیا جا سکتا ھے ، بجز ایک کے جس کا منشا محض عنوان سے ٹھیک طور

(صفحه ۱۰ کا بقیه حاشیه)
یه امر قابل ذکر ھے که فلوگل کے اقتباس میں کتاب النبات کی جگه کتاب البیان ھے ، اور اس حیدر آبادی اڈیشن میں کتاب النبات - اسی طرح کتاب الانواء کی جگه کتاب الانوار چھاپا گیا ھے (مترجم)]

۱ - بغية الوعاة ، طبع مصر ، ص ۱۳۲ ، اسی کتاب کا مخطوطه لینن گراڈ کے متحف آسیائی میں ، ورق ۱۰۴/ب (۱۱ تالیفیں)

۲ - بحیثیت مجموعی مختلف مقاموں کی ذکر کرده تالیفیں سب ملا کر کشف الظنون میں کوئی چوده تالیفوں کا ذکر ھے - جب ھم ھر تالیف سے بحث کریں گے تو ان کے حوالے بھی آ جائیں گے - [کشف الظنون میں دینوری کی سب تالیفوں کا ذکر یکجا نہیں ھے بلکه فن وار مختلف ابواب میں (مترجم)]

۳ - مذکوره جرمن تالیف مکتب ھائے نحو ، ص ۱۹۱ تا ۱۹۲ (۲۰ تالیفیں)

۴ - انھوں نے زیاده تر حاجی خلیفه کی نقل کی ھے - مثلاً لکلیر ، ج ۱ ، ص ۲۹۸ تا ۲۹۹ ، مایر ، ص ۱۶۴ (۷ تالیفیں) ، وستنفلد کی مذکوره جرمن ”عرب مورخین“ ، ص ۲۷ ، نمبر ۹۷ (۵ تالیفیں) ، سوتر کی مذکوره جرمن تالیف ریاضیات و ھیئت داں ، ص ۳۱ تا ۳۲ (۹ تالیفیں) ، وغیره

پر معلوم نہیں ہوتا ۔ سہولت کی خاطر ہم جملہ تاریخی کتابوں کا ایک ساتھ ذکر کریں گے ، تاکہ زیر بحث '' الاخبار الطوال '' کا بھی اس کے بعد ھی فوراً ذکر کر دیا جا سکے ۔ مابقی تالیفوں کو ہم علوم انسانی اور علوم سائنسی[۱] میں تقسیم کریں گے ۔

دینیات اور فقہ کی تالیفوں کے آثار ہم تک سب سے کم پہنچے ہیں ، حالانکہ بحیثیت فقیہ کے دینوری کی اچھی شہرت تھی[۲] ۔ وہ غالباً حنفی المسلک تھا جیسا کہ عبدالقادر[۳] اور الذہبی[۴] بھی بیان کرتے ہیں ۔ لیکن اس کا [۲۹] بھی احتمال ہے ، لیکن کم قطعیت کے ساتھ ، کہ وہ امامیہ مسلک رکھتا ہو[۵] ۔ اس زمرے کی تین تالیفوں میں سے دو (جو تقسیم ِ ترکہ سے متعلق ہیں) ، بوقت ِ واحد فقہ اور ریاضیات دونوں سے تعلق رکھتی ہیں :

---

۱ ۔ علوم انسانی کی تشریح ہم اوپر ایک نوٹ میں کر چکے ہیں ۔ '' علوم سائنسی '' کی اصطلاح ہم بڑے تامل سے استعمال کر رہے ہیں ۔ اصل میں ہے : '' وہ علم جو صحیح معنوں میں علم ہیں '' ، اور اس سے مراد علوم طبیعی (کیمیا ، طبیعیات ، نباتیات نیز ریاضیات وغیرہ) ہیں ۔ ہمارے ہاں جامعات میں شعبۂ فنون اور شعبۂ سائنس کی جو تقسیم ہے وہ کم و بیش اسی معنوں میں ہے ۔ (مترجم)

۲ ۔ مثلاً دیکھو ڈیرن بورگ کا مذکورہ مقالہ ، ص ۶۲

۳ ۔ عبدالقادر القرشی کی الجواهر المضیئة جو فلوگل نے تاج التراجم کے حاشیے میں نقل کی ہے ، اس میں ہے : '' فقیہٌ حنفی المذہب ''

۴ ۔ اس کی تاریخ الاسلام کا اقتباس الاخبار الطوال کے مخطوطۂ مدینہ میں ورق ۱/ب پر ہے اور اس میں ہے : '' و قیل کان من کبار الحنفیة '' (یعنی : ایک روایت میں وہ بڑے حنفیوں میں سے ایک تھا) ۔

۵ ۔ الاخبار الطوال کے مخطوطۂ ہند ، ورق ۲۱۸/ب میں یہ بھی ہے :
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳ پر)

Marfat.com

۱ ۔ تفسیرالقرآن

قرآن مجید کی تفسیر[۱] بظاہر یہ کتاب کم معروف تھی ۔ ابو حیّان[۲] کا بیان ہے کہ یہ تیرہ جلدوں میں تھی ۔ مگر وہ ساتھ ھی یہ اضافہ کرتا ہے کہ خود اس نے اسے نہیں دیکھا ۔

۲ ۔ کتاب الوصایا

جائدادِ متروکہ کی وصیتوں کے متعلق[۳] اسلامی قانون سے بحث

(صفحہ ۱۲ کا بقیہ حاشیہ)

ظاهر ما ذکرہ‌اللفعمی رحمة الله فی حواشی الجنّة عن ابن ادریس الحِلی" رحمةالله أن أبا حنیفة الدینوری مصنف هذا الکتاب اءمامی المذهب ، والظاهر أنه‌حنفی والله سُبْحَانَهُ اعلم

حواشی الجنّة [الداقیة و الجنّة الباقیة ؟] میں ابن ادریس حلّی کے حوالے سے کفعمی نے جو بیان کیا ہے اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مولف دینوری امامی (شیعہ) تھا لیکن بظاہر تو وہ حنفی تھا اور خدا ھی بہتر جانتا ہے ۔

[ہماری ناچیز رائے کے لیے دیکھو ضمیمہ (مترجم)]

۱ ۔ یاقوت ، ج۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۷ (جو مخطوطہ الاخبار الطوال ورق ۱/ب پر بھی نقل ہوا ہے) ، حاجی خلیفہ ، ج ۲ ، ص ۳۶۱ ، نمبر ۳۲۷۰ ، سیوطی (بغیة الدعاۃ) ص ۱۳۲ ، نیز فلوگل [مکتب ہائے نحو] ص ۱۹۱ ، نمبر ۵ ، ڈیرن بورگ مقالۂ مذکور ، ص ۶۵

۲ ۔ بحوالۂ یاقوت ، معجم البلدان ، ج۱ ، ص ۱۲۵ ، س ۷-۸ ، [عبدالقادر البغدادی کی] خزانۃ الادب ، ج۱ ، ص ۲۶

۳ ۔ الفہرست ، ص ۷۸ ، س ۱۵ ، یاقوت ، ج۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۵-۶ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ، ورق ۱/ب ، [البغدادی کی]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴ پر)

Marfat.com

کرتی ہے - رایسکے[1] نے اس کتاب کے عنوان کا لاطینی ترجمہ seu mediorum vel et conjunctionum ["یا وسائل یا وسائط "] دیا ہے . جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کتاب کا نام " کتاب الوسائل " پڑھ لیا تھا -

اس کے ساتھ ھی اسی فن کے ایک خاص موضوع پر ایک اور تالیف کا اضافہ کیا جا سکتا ہے جو درج ذیل ہے :

۳ - کتاب فی حساب الدور

دَور پیدا کرنے والے مسائل ترکہ[2]- غالباً اسی کتاب کے متعلق حاجی خلیفہ نے اپنے باب [۳۰] "علم حساب الدور [۳۰] والوصایا" میں لکھا ہے کہ : " وفیه تألیفٌ لطیفٌ لأبی حنیفة الخ " [اس موضوع پر ابو حنیفہ کی ایک عمدہ تالیف پائی جاتی ہے] - اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ تالیف بالا [مذکورہ نمبر ۲] کا حاجی خلیفہ نے علیحدہ ذکر کیا ہے -

---

(صفحہ ۱۳ کا بقیہ حاشیہ)

خزانة الادب ، ج۱ ، ص ۲۶ ، س ۹ ، عبدالقادر بن ابی الوفاء القرشی کی الجواہر المضیئة ، بحوالہ حاشیۂ تاج التراجم ، ص ۹۵ ، نمبر ۱۱۹ ، حاجی خلیفہ ، ج ۵ ، ص ۱۶۹ ، نمبر ۱۰۶۱۱ ، نیز مایر کی تالیف مذکور ، ص ۱۶۳ نمبر ۲ ، فلوگل (مکتب ھائے نحو) ، ص ۱۹۲ ، نمبر ۱۵ ، ڈیرن بورگ کا مقالۂ مذکور ، ص ۶۲ ، سوتر کی کتاب مذکور ، ص ۳۱ ، نمبر ۶۰

۱ - تاریخ ابوالفداء ، ج ۲ ، ص ۲۶ ، حاشیہ ۲۴۳

۲ - یہ نام یاقوت ، ج۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۴ میں ہے - ابن الانباری ص ۳۰۶ اور خزانة الادب ، ج۱ ، ص ۲۶ ، س ۷ میں سہوطباعت سے " الذر " بجائے " الدور " ، الفہرست ص ۷۸ ، س ۱۳ ، عبدالقادر القرشی اور الاخبار الطوال کے مخطوطہٴ مدینہ ورق ۱/ب میں کتاب حساب الدور ، حاجی خلیفہ ج ۳ ، ص ۶۳ ، س ۲ تا ۳ میں بغیر نام کے ، مزید بر آن فلوگل (مکاتب نحو) ، ص ۱۹۲ ، نمبر ۱۴ ، سوتر کی تالیف مذکور ، ص ۳۱ ، نمبر ۶۰

Marfat.com

فقه اسلامی پر جتنی بھی چیزیں یوروپی زبانوں میں چھپی ھیں ، ان میں اصطلاح " دَور " پر مجھے کوئی چیز نہ ملی ۔ غالباً اس میں اس الجھن سے بحث ھوتی ھے جب موصیٰ‌له کی وفات کی بنا پر ترکے کا کچھ حصه متوفّی کے ورثه پر عود کر آتا ھے ۔ فلوگل نے جرمن میں اس کا مبہم سا ترجمه کیا ھے : die Erbschaftsausgleichungen unter verwickelteren Verhaeltnissen [یعنی الجھے ھوئے حالات میں وراثتی تسویے] حاجی خلیفه[1] کی تشریح سے بھی کوئی روشنی نہیں پڑتی ۔ جو چیز زیادہ سمجھ میں آتی ھے ، وہ وہ مثال ھے جو اس نے دی ھے که ایک شخص نے اپنے مرض الموت میں اپنے آزاد کردہ غلام کو اس کی ساری جائداد کے معاوضے میں مصالحت کرنے کے لیے سو درھم دیے ۔ آزاد شدہ غلام اس رقم پر قبضه تو کر لیتا ھے ، لیکن اپنے آزاد کنندہ سے پہلے خود ھی فوت ھو جاتا ھے ، البته اس کے ایک بیٹی پائی جاتی ھے ۔ اس لڑکی کو کتنا حصه ملےگا اور موصِی کے ورثه کو کتنا ؟ اس مسئلے کے حل کے لیے علم حساب الدّور کام آتا ھے[2] ۔

ابو حنیفه کی لسانیاتی تالیفیں تعداد میں اس سے بہت زیادہ ھیں جیسا که ہم بیان کر چکے ھیں ، اس کی شہرت بطور لغوی کے بہت

---

۱ - کشف الظنون ، ج ۳ ، ص ۶۳ ، س ۲ تا ۳ ، مزید برآں دیکھو روزن کی انگریزی کتاب محمد بن موسیٰ کا جبرو مقابله :

Fr. Rosen. The Algebra of Muhammad b. Musa London 1831,

ص ۱۱۹ ، س ۴ ، ص ۱۶۹ ، س ۷ نیز ص ۱۳۳ جہاں اس اصطلاح کا انگریزی ترجمه computation of returns دیا گیا ھے ۔

۲ - دیکھو سوتر کا جرمن مقاله " الفہرست میں ریاضیات دانوں کی فہرست " مجلد ریاضیات و طبیعیات میں

Das Mathematiker-Verzeichniss im Fihrist, in: Zeitschrift fuer Mathematik und Physik, 1892 supplement, XXXVII, p. 71, note 230.

زیادہ تھی ۔ اور مشہور المبرّد سے وہ اس بارے میں کم مقبول نہ تھا جہاں تک کتابوں کے ناموں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ، وہ ایک طرف لسانیات اور بلاغت سے بحث کرتا ہے تو دوسری طرف ادبیات اور تاریخِ ادبیات سے :

۴ ۔ کتاب مایلحن فیہ العامۃ

عوام الناس کی غلطیاں[1]

۵ ۔ [۳۱] کتاب اصلاح المنطق

زبان کی تصحیح کے بارے میں[2] بعض یوروپی اہلِ علم[3] نے خیال کیا ہے کہ اس سے مراد علم منطق ہے ۔ مگر اس گمان کی صحت پر شبہ کیا جا سکتا ہے ۔ ابو حنیفہ دینوری کے ایک استاد ابن السکیتؒ

۱ ۔ الفہرست ، ص ۷۸ ، س ۱٦ ، یاقوت ، ج ۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۱ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ورق ۱/ب ، ابن الانباری (نزھۃ الالبّاء) ص ۳۰۵ ، خزانۃ الادب ، ج ۱ ، ص ۲٦ (جہاں یلحن کی جگہ کتاب کا نام تلحن ہے) ، حاجی خلیفہ ، ج ۵ ، ص ۳۰۸ ، نمبر ۱۱۰۸۵ ، سیوطی (بغیۃ الوعاۃ) ، ص ۱۳۲ ، (جہاں نام کتاب لحن العامۃ ہے) ، نیز فلوگل (مکاتب نحو) ، ص ۱۹۱ ، نمبر ۳

۲ ۔ یاقوت ، ج ۱ ، ص ۱۲۷ ، نمبر ٦ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ورق ۱/ب ، خزانۃ الادب ، ج ۱ ، ص ۲٦ ، س ۱۰ ، الجواھر المضیئۃ ، بحوالۂ حاشیۂ تاج التراجم ، ص ۹۵ ، نمبر ۱۱۹ ، سیوطی (بغیۃ الوعاۃ) ص ۱۳۲ ، حاجی خلیفۃ ، ج ۱ ، ص ۳۲۹ ، نمبر ۸۲۹ ، نیز رائسکے کی تاریخ ابوالفداء ، ج ۲ ، ص ۲٦۷ ، وستنفلد کی مذکور جرمن تالیف اطبائے عرب ، ص ۳۸ ، نمبر ۹۲

۳ ۔ مثلاً سلویستر دساسی (تالیف مذکور ، ص ۷۸) ’’ رسالۂ علم منطق ‘‘ ، مایر (تالیف مذکور ، ص ۱٦۴ ، نمبر ۱) ’’ علم منطق کی اصلاح ‘‘ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں ۔

Marfat.com

کی بھی ایک تالیف اسی نام[۱] کی پائی جاتی ہے اور لسانیاتی مسائل سے بحث کرتی ہے - حاجی خلیفہ[۲] کا بیان ہے کہ بعد میں اس کتاب کی تصحیح مشہور عالم الوزیر المغربی نے کی ، مگر یہ بھی غالباً ان غلطیوں میں سے ایک ہے جو حاجی خلیفہ کے ہاں کافی کثرت سے پائی جاتی ہیں - اسی مولف ابوالقاسم (المعروف بہ الوزیر المغربی[۳]) نے ابن السکیت کی " اصلاح المنطق " کی شرح لکھی تھی جیسا کہ ابن خلکان[۴] نے بیان کیا ہے اور کتب خانہ ایسکو ریال (سپین میں اس کا ایک مخطوطہ پایا بھی جاتا ہے[۵] - اس آخری [یعنی ابن السکیت کی کتاب کی تصحیح] کا حاجی خلیفہ نے ذکر نہیں کیا ہے ، اور غالباً سہواً اس ہمنام کتاب کو ابو حنیفہ دینوری کی طرف منسوب کر دیا ہے -

---

۱ - بروکلمان کی جرمن تالیف تاریخ ادبیات عربی ، ج۱ ، ص ۱۱۷ ، نمبر ۷

۲ - حوالۂ بالا میں یہ الفاظ ہیں : وھذبہ ابوالقاسم حسین بن علی المعروف بالوزیر المغربی -

۳ - فوت ۴۱۸ھ (۱۰۲۷ء) ، بحوالۂ بروکلمان (تاریخ ادبیات عربی) ، ج۱ ، ص ۳۵۴

۴ - وفیات الاعیان ، ج۱ ، ص ۴۵۰ ومابعد [اسے " شرح " کہنا درست نہیں ، " خلاصہ " یا " تلخیص " زیادہ صحیح ہوگا - دیکھو حاشیۂ آئندہ میں اس کی تفصیل - (مترجم)]

۵ - ڈیرن بورگ کی مرتب کردہ فہرست مخطوطات ایسکوریال ، ص ۴۱۴ و ۴۱۵ کے مطابق یہ نمبر ۶۰۵ پر ہے - [اس میں لکھا ہے : کتاب کا نام "سیفرفیہ کتاب المنتخل و ھو مجرّد کتاب اصلاح المنطق المحیط بجمیع فوائدہ دون تکرارہ وشواھدہ ، اختصار الحسین بن علی بن الحسین المغربی الکاتب " - اصل اصلاح المنطق کے مولف کا نام ابو یوسف یعقوب بن اسحاق السکّیت ، المعروف بہ ابن السکّیت ، المتوفّی ۲۴۴ھ (۸۵۸ء)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸ پر)

Marfat.com

٦ ـ کتاب الفصاحة

علم فصاحت (Eloquece) پر تالیف[1] ـ پتا نہیں اس میں کس چیز سے بحث ہے ـ غالباً علم بلاغت کے مسائل پر مشتمل ہوگی ـ

۷ ـ کتاب الجمع و التفریق

جمع [۳۲] و تفریقِ الفاظ کے متعلق[2] ـ عنوان سے گمان ہوتا ہے کہ

(صفحہ ۱۷ کا بقیہ حاشیہ)

یہ نہایت نفیس نسخہ ہے ـ اختصار کنندہ (الوزیر المغربی المتولد ۳۷۰ھ (۹۸۰ء) ، المتوفّٰی ۴۱۸ھ (۱۰۲۷ء) ، بحوالۂ ابن خلکان ، جا ، ص ۴۵۰ ومابعد ، مگر حاجی خلیفہ کے ہاں اس کا ذکر ندارد ہے) نے اصل کی تقسیم برقرار رکھی ہے ـ اس مخطوطے میں شروع سے آخر تک پورا اعراب لگا ہؤا ہے ـ کتابت ۴۸۶ھ (۱۰۹۳ء) ، آغاز : الحمد للہ بقدر نعمتہ و حسبنا اللہ موفقا لطاعتہ...'' الخ کتاب کاغذ پر لکھی گئی ہے ـ خط مغربی ، ۸۷ ورق ، ۱۴ سطریں ، فہرست الغزیری (Casiri) میں نمبر ۶۰۲ ہے (مترجم)]

۱ ـ الفہرست ، ص ۷۸ ، س ۱۳ ، یاقوت ، جا ، ص ۱۲۷ ، س ۲ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ورق ا/ب ، خزانة الادب ، جا ، ص ۲۶ ، س ۷ ، عبدالقادر القرشی (الجواهر المضیئة) بحوالۂ حاشیہ تاج التراجم ، ص ۹۵ ، نمبر ۱۱۹ ، سیوطی (بغیة الوعاة) ، ص ۱۳۲ ، ابن الانباری (نذهة الالبّاء) ، ص ۳۰۶ ، حاجی خلیفہ ، ج ۵ ، ص ۱۳۰ ، نمبر ۱۰۳۷۰ ، نیز مایر کی تالیف مذکور ، ص ۱۶۴ ، نمبر ۳ ، فلوگل (مکاتب نحو) ، ص ۱۹۱ ، نمبر ۱ [اسے علم فصاحت کی جگہ فصیح اور رکیک و عامیانہ الفاظ میں امتیاز پر سمجھنا شاید صحیح تر ہوگا ـ (مترجم)]

۲ ـ الفہرست ، ص ۷۸ ، س ۱۵ ، یاقوت ، جا ، ص ۱۲۷ ، س ۵ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ورق ا/ب ، [عبدالقادر البغدادی کی] خزانة الادب ، جا ، ص ۲۶ ، س ۹ ، نیز فلوگل (کی مذکورہ مکتب ہائے نحو) ، ص ۱۹۱ ، نمبر ۲ ـ

Marfat.com

اس میں علم بلاغت کے اس حصے سے بحث ہے جس پر مولف کافی جگہ صرف کرتے ہیں[۱] ۔

۸ ۔ کتاب الشعر و الشعراء

شعراء اور شاعروں کے متعلق تالیف[۲] ۔ اس موضوع پر ابن قتیبہ کی [اسی نام کی] تالیف مشہور ہے[۳] ۔ غالباً اسی کے مماثل چیز ہوگی ۔

۹ ۔ کتاب الرد علی لغذة الاء صفہانی

لُغذة الاصفہانی نامی مولف کی تردید میں رسالہ[۴] ۔ اس کتاب کا صحیح نام متعیّن کرنے میں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑا ۔ لیکن اب مجھے توقع ہے کہ اس میں کسی بحث کی گنجائش نہ ہوگی ۔ عربی میں اس نام کی تصحیف ہو کر اتنی مٹی پلید ہوئی ہے کہ شاید اسی وجہ

---

۱ ۔ دیکھو مے رن کی جرمن کتاب عرب بلاغت

Mehren Die Rhetorik der Araber, Kopenhagen-Wien, 1853, p. 108

اسی طرح شیخو کی "علم الادب"، ج۱، ص ۱۸۴ تا ۱۸۵، طبع بیروت ۱۸۹۷ء

۲ ۔ الفہرست، ص ۷۸، س ۱۶، یاقوت، ج۱، ص ۱۲۷، س ۱ تا ۲، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ، ورق ۱/ب، خزانة الادب ج۱، ص ۲۶، س ۷، ابن الانباری، ص ۳۰۶، سیوطی (بغیة الوعاة) ص ۱۳۲، نیز وستنفلد کی مذکورہ عرب مورخین، ص ۲۷، نمبر ۷۹ (۳)، فلوگل (کی مذکورہ مکتب ہائے نحو) ص ۱۹۲، نمبر ۹

۳ ۔ بروکلمان (تاریخ ادبیات عربی)، ج۱، ص ۱۲۲ نمبر ۳ تا ۵، اسے دخویے De Goeje نے ایڈٹ کر کے ۱۹۰۴ء میں لایدن میں چھاپا ہے ۔

۴ ۔ الفہرست، ص ۷۸، س ۱۴، یاقوت، ج۱، ص ۱۲۷، س ۴ تا ۵، سیوطی (بغیة الوعاة) ص ۱۲۳

Marfat.com

سے اکثر مولفوں [سوانح نگاروں] نے اسے ابو حنفیہ دینوری کی تالیفوں کی فہرست ھی سے خارج کر دیا ھے - الفہرست کے مخطوطے میں وہ " لعرہ " بغیر کسی نقطے کے ھے - سیوطی کے مطبوعہ نسخے میں " لقدہ " اور متحف آسیائی [لینن گراد] کے مخطوطۂ سیوطی میں " لقدہ " سا ھے - بہر حال الاصفہانی کا زائد لفظ وھاں نہیں ھے - یوروپی اھل علم نے اس کو حل کرنے کی کافی کوشش کی مگر بے نتیجہ - فلوگل[۱] نے ، غالباً سیوطی کے ھاں کے لفظ کو لے کر بڑی جسارت سے اسے " الرد علی القدماء " پڑھنا چاھا ھے ، اور اس کی عجیب و غریب خود ساختہ وجہ یہ بتاتی ھے کہ " قدیم لوگوں کی تردید ، جن میں غالباً ھندو ، ایرانی [۳۳] اور یونانی شامل سمجھے جانے چاھیں " - فلوگل نے الفہرست دو طباعت کے لیے تیار کیا تو اس میں زیادہ احتیاط دکھائی مگر ایک نئی غلطی کا ارتکاب کیا - چنانچہ اس نے حاجی خلیفہ پر اعتماد کرتے ھوئے جس نے " رصد أبی حنیفة باصبھان "[۲] کا ذکر کیا ھے ، اب یہ فیصلہ کیا کہ اس کتاب کا نام " کتاب الرد علی رصد الاصفہانی " پڑھنا چاھیے - اب اس طرح نحوی بھی اور منطقی بھی دوھری حماقت ھو گئی ھے - اگر کسی الاصفہانی کی کوئی کتاب فلکی مشاھدات پر واقعی پائی بھی جاتی تو یہ عجیب سی بات ھوگی کہ ھمارا مولف [دینوری] اس کی تردید لکھے - مزید برآں صحیح عربی میں " الرصد الاصفہانی " ھونا چاھیے[۳] - مگر ایسا پڑھا جانا مخطوطے کے لفظ کے لیے بالکل ناممکن ھے - اس طرح فلوگل کی پہلی اور دوسری ھر دو تجویزیں غلط ھیں - " الفہرست " اور یاقوت کی " معجم الادباء " میں لفظ " الاصفہانی " کا وجود بتاتا ھے کہ اس سے پہلے کا لفظ دینوری کے کسی ھمعصر کا

---

۱ - فلوگل کی جرمن تالیف مکتب ھائے نحو ، ص ۱۹۲ نمبر ۱۲

۲ - کشف الظنون ، ج ۳ ، ص ۴۷۰ ، نمبر ۶۳۶۳

۳ - الرصد الاصفہانی صفت موصوف ھیں تو رصد الاصفہانی مضاف الیہ ، معنی میں کچھ فرق ھو لیکن صحیح دونوں ھونگے - (مترجم)

Marfat.com

نام یا لقب ہونا چاہیے - اور خود '' الفہرست ''[۱] میں ابو علی الحسن الاصفہانی '' کا جو نام بیان ہؤا ہے وہ ہم کو صحیح راستے پر لگاتا ہے - نام کا یہ جزو ہمارے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے - '' الفہرست '' نے مزید برآں یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس کے اساتذہ بھی وہی تھے جو ابو حنیفہ دینوری کے - اس طرح ہمارے لیے کوئی شبہ نہیں رہ جاتا جب ہم اول‌الذکر شخص کی سوانح عمری سیوطی[۲] کے ہاں پڑھتے ہیں اور وہاں یہ الفاظ ملتے ہیں :

> الحسن بن علی أبو عبدالله الاصفهانی المعروف بلکذة ، بضمّ اللام وسکون الذال[۳] المعجمة ویقال: لغذة ، بالغین۔

> حسن بن علی أبو عبداللہ اصفہانی معروف بہ لُکذہ (لام کے پیش کے ساتھ) ، بعض وقت غین سے لغذہ بھی کہتے ہیں -

یاقوت کے ہم پہلے ہی بہت ممنون ہیں - اب کی دفعہ بھی وہ ہم کو بہت تفصیلی معلومات مہیا کرتا ہے ، جن سے اس تالیف کی نوعیت کا فیصلہ کرنے میں بھی مدد ملتی ہے - چنانچہ اس مولف کے حالات[۴] میں وہ علاوہ اور معلومات کے یہ[۵] لکھتا ہے :

> کان فی طبقة أبی حنیفة الدینوری - مشائخهما سواء و کان بینهما مناقضات

> یہ ابو حنیفہ دینوری کا ہمعصر ہے - دونوں کے استاد بھی ایک ہی تھے - ان دونوں میں باہم تردید بازی بھی ہوتی رہی -

---

۱ - الفہرست ، ص ۸۱ ، س ۱۶

۲ - بغیة الوعاة ، ص ۲۲۲ و ۲۲۳

۳ - یہ طباعت کی سہواً غلطی ہے - اسے یوں پڑھنا چاہیے : '' بضمّ اللام و سکون [الکاف و فتح] الذال المعجمة ''

۴ - معجم الادباء ، نشرۂ مارگولیوث ، ج ۳ ، ص ۸۱ تا ۸۴

۵ - ایضاً دیکھو ، ص ۸۲ ، س ۱ و ۲

Marfat.com

[۳۴] یہ بیان خود اپنی جگہ ثبوت کے لیے کافی ہونا چاہیے مگر مزید یہ کہ یاقوت اس کی تالیفوں کا ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے "کتاب الرد علی الشعراء" کا نام لیتا ہے پھر ان الفاظ[۱] کا اضافہ کرتا ہے:

نقضه علیه أبو حنیفة الدینوری

اس کتاب کی ابو حنیفہ دینوری نے تردید لکھی

اس طرح اب یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ زیرِ بحث کتاب اصل میں الحسن معروف بہ لغذہ[۲] کی تالیف کی تردید میں لکھی گئی تھی۔ "کتاب الرد علی الشعراء" کسی قدر عجیب سا نام ہے۔ لُغذہ نے غالباً اسے ابو حنیفہ کی سابق الذکر تالیف "کتاب الشعر و الشعراء" کی تنقید میں لکھا تھا۔ یاقوت نے اس سلسلے میں "مناقضات" (تردید بازیوں) کا جو لفظ استعمال کیا ہے، اس سے بھی اس گمان کو تقویت ہوتی ہے، کیونکہ ان دونوں اہلِ علم کے مباحثوں کا ذکر کرتے ہوئے یاقوت نے "مناقضات" کا لفظ بہ صیغہ جمع استعمال کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب تردید کا جواب یا جواب الجواب بن جاتی ہے[۳]۔

---

۱ - معجم الادباء، نشرۂ مارگولیوث، ج ۳، ص ۸۳، س ۶ تا ۷

۲ - شاید یہی نام ہے جو (الفہرست، ص ۲۸۲، ابن القفطی، نشرۂ لیپرٹ (Lippert) ص ۲۸۷، س ۱۰ ومابعد، نیز سوتر کی مذکورہ ریاضیات و ہیئت داں، ص ۶۶، نمبر ۱۴۸) محمد بن لدّہ الاصفہانی کی صورت میں ملتا ہے۔ افسوس ہے کہ اس کا تعین کرنے کی ہمارے پاس کوئی صورت نہیں۔

۳ - اسی مولف الحسن بن عبداللہ الاصفہانی المعروف بلغذۃ کی ایک اور تالیف "کتاب بلاد العرب" کا مخطوطہ حمد الجاسر النجدی کے پاس ہے جیسا کہ دمشق کے مجلہ المجمع العلمی العربی، ج ۲۷ نمبر ۱، ص ۱۴۸ (بابت ربیع الآخر ۱۳۷۱ھ) میں ذکر ہوا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے دیکھو دمشق کا رسالہ التمدن الاسلامی بابت ذی حجہ ۱۳۶۸ء اور مجلہ المجمع العراقی کی اولین نمبر میں محمد رضا الشیبی کا مضمون۔ (مترجم)

135810

Marfat.com

۱۰ - جواہر العلم

معلومات کے جواہر[۱] - گمان ہوتا ہے کہ یہ کتاب بھی اسی زمرے سے تعلق رکھتی ہے - مگر مزید معلومات کی غیر موجودگی میں کوئی قطعی رائے نہیں دی جا سکتی - شاید وہ کوئی چھوٹی سی ہرفنی دائرۃ المعارف ہو - یہ بھی ممکن ہے کہ وہ حکیمانہ اقوال کا محض ایک مجموعہ ہو - بہر حال یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ " ماہیئت عالم " پر کوئی رسالہ ہو جیسا کہ لکایر[۲] اس نام کا ترجمہ un traite de la substance de I' univers کرتے ہوئے خیال کرتا معلوم ہوتا ہے - اس کتاب کے بارے میں ہمیں کسی قدر شبہ پیدا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کا ذکر صرف حاجی خلیفہ کرتا ہے - ہم دیکھ چکے ہیں کہ ابو حنیفہ کی تالیفوں کے بارے میں اس کی سند کچھ بہت زیادہ قابلِ اعتماد نہیں -

تاریخی تالیفوں کو چھوڑ کر، جن کا ذکر ہم آخر میں کریں گے[۳] اس تالیف کے ساتھ ابو حنیفہ کی وہ تالیفیں ختم ہو جاتی ہیں جو " علوم انسانی " پر تھیں -

---

۱ - حاجی خلیفہ کی کشف الظنون، ج ۲، ص ۴۴۴، نمبر ۴۲۸۵، نیز فلوگل کی مذکورہ مکتب ہائے نحو، ص ۱۹۱، نمبر ۶ [دیکھو ہمارا ضمیمہ(مترجم)]

۲ - لُکلیر کی مذکورہ فرانسیسی " تاریخ طب "، ج ا، ص ۲۹۸ اسے غلطی شاید یوں لگی کہ " العلم " کی جگہ اس نے " العالم " پڑھ لیا -

۳ - حاجی خلیفہ (ج ۵، ص ۱۰۳، نمبر ۲۱۸) اور فلوگل (مکتب ہائے نحو) ص ۱۹۰ تا ۱۹۱ میں جس کتاب البیان کا ذکر ہے وہ غلط ہے - وہ اصل میں کتاب النبات کی خرابی ہے - ہم اس کا آگے کتاب النبات کے سلسلے میں ذکر کریں گے -

Marfat.com

علوم طبیعی میں سب سے زیادہ مقبول :

۱۱ ۔ کتاب النبات

ہے جو نباتات کے متعلق ہے[1] ۔ یوروپی اہلِ علم کے ہاں یہ کتاب معروف ہے تو عربی ادبیات میں بھی یہ کچھ کم مقبول نہیں ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بہ کثرت اقتباس ملتے ہیں ، جن کی مدد سے کافی طویل قطعات دوبارہ مرتب ہو جاتے ہیں ۔ نیز یہ جملے جسے تقریباً ہر مولف من وعن دھراتا ہے :

لم یصنّف فی معناہ مثلہ — اس موضوع پر ایسی کوئی اور کتاب تالیف نہ ہوئی

ابو حنیفہ کا ذکر اکثر صرف " صاحب کتاب النبات " کہہ کر کر دیا

---

۱ ۔ الفہرست ، ص ۷۸ ، س ۱۲ ، یاقوت ، ج۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۴ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ، ورق ۱/ب ، سیوطی (بغیة الوعاة) ، ص ۱۳۲ ، ذہبی کا اقتباس ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ، ورق ۱/ب ، خزانة الادب ، ج۱ ، ص ۱۱ ، س ۱۸ و ۱۹ نیز ص ۲۶ ، س ۸ محمد الا شبیلی (مخطوطات ایسکوریال کی فہرست Bibliiotheca arabico hispana 1894) ج ۹ ، ص ۳۷۶ ، [مجھے یہ فہرست تاحال مل نہ سکی ، اس لیے میں نہیں جانتا کہ یہ کس کتاب سے متعلق ہے (مترجم)] ، ابن الانباری ، ص ۳۰۶ ، ابن ابی اصیبعہ (طبقات الاطباء) ، ج ۲ ،ص ۴۷ ، س ۱۵ ، ص ۲۱۱ س ۱۵ اور ص ۲۴۳ ، س ۲۸ ، مزید حوالوں کے لیے دیکھو دساسی کی تالیف مذکور ، ص ۷۸ ، ۵۸ فلوگل (مکتب ہائے نحو) ، ص ۱۹۱ ، نمبر ۷ ، وستنفلد (اطبائے عرب) ، ص ۳۸ ، نمبر ۹۲(۳) ، اسی کی مورخین عرب ، ص ۲۷ ، لکایر کی مذکورہ تاریخ طب ، ج۱ ، ص ۲۸۸ تا ۳۰۰ ، مایر کی تالیف مذکور ، ص ۱۶۴ ، نمبر ۶ ، ڈیرن بورگ کا مقالۂ مذکور ، ص ۶۲ تا ۶۳ ، بروکلمان (تاریخ ادبیات عرب) ، ج۱ ، ص ۱۲۳ نیز ج ۲ ، ص ۶۹۲ ، ہیوار کی مذکورہ تاریخ ادبیات عربی ، ص ۱۵۴ ، اور خاص کر زلبر برگ کا مذکورہ مقالہ ۔

جاتا ہے [نام نہیں لکھا جاتا] - اس کتاب نے عرصے سے اہلِ علم کی توجہ منعطف کر رکھی ہے - مایر اور لکلیر نے اس موضوع سے بحث کی ہے - ڈیرن بورگ نے اس کی مقبولیت کے متعلق نہایت دلچسپ ملاحظات پیش کیے ہیں - پھر زِلبر برگ کی تحقیقات عمل میں آئی، جس نے کوشش کی کہ اس کے جو اقتباسات محفوظ ہیں، ان کی مدد سے اس کتاب کی ماہیت اور اس کے موضوع کا پتا چلایا جائے[1] - جہاں تک مواد کا تعلق ہے، اس کے بعد سے صورت حال میں تا حال کوئی تبدیلی نہیں ہوئی[2]، اس لیے اس تالیف پر کسی نئی بات کا اضافہ کرنا ممکن نہیں - میں صرف اس پر قناعت کروں گا کہ اس پر چند تفصیلات کا ذکر کر دوں -

یہ کتاب اصل میں لسانیاتی مباحث کے سلسلے میں تالیف ہوئی - اس میں اس کی کوشش کی گئی ہے کہ پرانی عربی شاعری میں جن نباتات کا ذکر آیا ہے، ان کی تشریح کی جائے[3] - لیکن وہ ساتھ ہی [۳٦] تاریخ نباتیات ہی ایک اہم اور اپنی نوعیت کا انوکھا واقعہ بھی ہے - اس قسم کی کوئی اور کتاب لکھی نہیں گئی - اور غالباً اسی سے اس بات کی وجہ معلوم ہو سکتی ہے کہ بعد کی صدیوں میں اس کی مقبولیت کیوں کم

---

۱ - قدیم تر مولفوں میں سے، معلوم ہوتا ہے کہ، زلبربرگ کو سوتر اور ڈیرن بورگ کا پتا نہ لگا - اول الذکر کی تالیف کو اس میں شک نہیں کہ اس کتاب سے کوئی تعلق نہیں، لیکن ڈیرن بورگ نے جو معلومات جمع کیے ہیں ان سے مشرق میں کتاب النبات کی مقبولیت کا اچھا اندازہ ہوتا ہے، اور زلبر برگ کی تالیف کے دیباچے کا اچھا تکملہ بن سکتا ہے -

۲ - یہ بیان کرتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ کتاب النبات کی جلد سوم و پنجم کے مخطوطے اب دستیاب ہوگئے ہیں - دیکھو ضمیمہ - (مترجم)

۳ - اصل کتاب کی دو جلدوں کی دستیابی کے بعد اب اس گمان کو ترک کر دینا پڑتا ہے - دیکھو آگے ہمارا ضمیمہ (مترجم)

Marfat.com

نہیں ہوئی[۱] ۔ خود سترھویں صدی عیسوی میں مشہور سوانح نگار عبدالقادر بن ابی الوفاء القرشی نے اس کا نسخہ دیکھا تھا اور وہ لکھتا ہے کہ یہ چھ ضخیم جلدوں میں تھا[۲] ۔ بعض اہلِ علم ، جنھیں علم نباتات سے کوئی تخصص نہ تھا ، وہ بھی اس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے[۳] ۔ بعض مولفوں نے اس کا اختصار کیا ، بعض نے اس کی تردید لکھی ۔ اول الذکر زمرے میں مشہور عبداللطیف[۴] کا ذکر کیا جا سکتا ہے ، اور آخرالذکر میں خاص کر ابوالقاسم البصری[۵] ممتاز ہے ، جس کی تالیف

---

۱ ۔ یہ کتاب اندلسی یہودیوں کی عربی تالیفوں میں بھی معروف ہے ۔ مثال کے طور پر ابو ابراہیم بن ہارون [الیہودی] اس کا ذکر کرتا ہے ۔ دیکھو کوکوف زوف کی روسی تالیف

P. Kokowzoff, Kniga sravnenija jevrejskago jazyka s arabskim, St. Petersburg, 1893, note 376.

۲ ۔ ”کتاب النبات فی مجلدات کبار ستة“ (یعنی کتاب النبات چھ ضخیم جلدوں میں ہے) ، خزانة الادب ، جلد اول صفحہ (۱۱) سطر ۱۸-۱۹

۳ ۔ مثلاً ابن ابی اُصیبعہ (طباعت الاطباء ، ج ۲ ، ص ۲۴۳ ، س ۲۸) نے مہذب الدین کے متعلق ایسا ذکر کیا ہے ۔ [مگر وہ طبیب تھا اور طبیب کو اس کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے (مترجم)

۴ ۔ ابن ابی اُصیبعہ ج ۲ ، ص ۲۱۱ ، س ۱۵ ، حاجی خلیفہ (کشف الظنون ، ج ۵ ، ص ۱۶۲) ، ڈیرن بورگ کا مقالۂ بالا ، ص ۶۲ حاشیہ ۵ ۔

۵ ۔ مثلاً خزانة الادب ، ج ۳ ، ص ۳۴۴ ، س ۲ تا ۲۵ میں اس طرح کا ایک طویل اقتباس ہے ۔ اسی کتاب میں (ج۱ ، ص ۱۲ ، س ۱) ”اغلاط النبات لابی حنیفة“ کا جو ذکر ہے ، اس میں غالباً اسی کی طرف اشارہ ہے (دیکھو بروکلمان کی جرمن تاریخ ادبیاتِ عربی ، ج۱ ، ص ۱۲۳ نیز ۱۱۴) ۔ حاجی خلیفہ (ج ۵ ، ص ۱۶۲ ، نیز ج۱ ، ص ۳۲۸) میں ابو نعیم علی بن الحسن البصری کا جو ذکر ہے اس سے غالباً یہی مولف مراد ہے ۔ مزید برآں دیکھو مایر (تالیف بالا ، ص ۱۶۴) ، اور اُشکلیر (تالیف بالا ، ج۱ ، ص ۳۰۰)

Marfat.com

اگر شائع هو جائے[1] تو یقیناً نه صرف زیر بحث کتاب پر روشنی ڈالےگی بلکه عربی ادبیات کے دیگر نمائندوں مثلاً المبرّد یا خود ابن السکّیت پر بھی - ابو حنیفه کی اس تالیف کی عظیم مقبولیت یوروپی ادبیات میں بہت سی غلطیوں کے نمودار ہونے کا باعث بھی بنتی ہے - ہم ان سے صرف دو کے ذکر پر اپنے کو محدود رکھیں گے -

'' الجواهر المضیئة'' کے مولف عبدالقادر[2] نے ابو حنیفه دینوری کی سب سے مقبول تالیفوں میں ایک '' کتاب البیان'' کا نام لیا ہے [۳۷] جس کا ذکر کوئی اور مولف نہیں کرتا بجز حاجی خلیفه کے ، اور جیسا که ہم پہلے بھی دیکھ چکے ہیں ، اس بارے میں [کشف الظنون کے یوروپ میں مطبوعه اڈیشن پر] اعتماد کرنے میں بہت زیادہ اعتماد کرنے کی ضرورت ہے[3] - وہ اس کتاب کی ایک شرح کا وضاحت سے ذکر کرتا ہے :

> کتاب الشرح الکبیر لأبی عبدالله محمد بن سلیمان الالقی المتوفی سنة ۵۲۵ ، وهوفی ثلاثین مجلدا ، شرح به کتاب البیان لأبی حنیفة الدینوری - ذکره الذهبی فی تأریخ الاسلام
>
> '' شرح کبیر '' ، مولفۂ ابو عبدالله محمد بن سلیمان الالقی جس کی وفات ۵۲۵ھ میں ہوئی - یه تیس جلدوں میں ہے اور ابو حنیفه دینوری کی کتاب البیان کی شرح پر

---

۱ - یوروپ میں اس کے متعدد مخطوطے ہیں - دیکھو جرمن رساله ZDMG ، ۱۸۸۶ء ، ج ۴۰ ، ص ۳۱۳ میں نویلڈیکے کا مضمون - بروینلے (P Broenle) اسے قاهره کے ناشر Diemer (؟) کے ہاں شائع کر رہا ہے - [مگر یه اشاعت عمل میں نه آئی - دیکھو ضمیمه (مترجم)]

۲ - اس کا ذکر فلوگل کی شائع کرده تاج التراجم لابن قطلوبغا میں صفحه ۹۵ ، نمبر ۱۱۹ پر ہے -

۳ - کشف الظنون ، ج ۵ ، ص ۱۰۳ ، نمبر (۱۰۲۱۸)

Marfat.com

مشتمل ہے ، جیسا کہ ذہبی نے اپنی '' تاریخ الاسلام ''
میں ذکر کیا ہے -

مورخ الذہبی کے حوالے پر اعتماد کرتے ہوئے ، فلوگل[1] یہ یقین کرتا ہے کہ کتاب البیان کا کوئی وجود ہے ، اور گمان کرتا ہے کہ وہ تاریخ کی کوئی بڑی کتاب ہے جس کا حاجی خلیفہ نے ایک دوسری جگہ ذکر کیا ہے اور ابن قتیبہ پر چوری کا الزام لگایا ہے[2] - ہم اس مسئلہ پر آئندہ بحث کریں گے - یہاں ہم صرف یہ بیان کرنے پر اکتفا کریں گے کہ فلوگل کا گمان کسی سنجیدہ اساس پر مبنی نہیں ، اور یہ کہ ابو حنیفہ نے '' کتاب البیان '' نام کی کوئی کتاب کبھی نہ لکھی - اصل میں یہاں صرف کتابت کی ایک غلطی سے سابقہ ہے ، اور '' النبات '' کے عوض '' البیان '' لکھ دیا گیا ہے - اس شارح [المالقی] کی سوانح عمری دیتے ہوئے المقّری[3] نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے ، اگرچہ وہ شرح کے ساٹھ جلدوں میں ہونے کا ذکر کرتا ہے ، البتہ وہ اصل کتاب کا نام صحیح دیتا ہے - الذہبی کے نام سے زیادہ فائدہ نہ اٹھانا چاہیے [جن کی '' تاریخ الاسلام '' اس وقت تک شائع نہیں ہوئی تھی] ، کیونکہ اس میں دینوری کی صرف تاریخی کتابوں کا ذکر نہیں ہے - مزید برآں

---

۱ - دیکھو اس کی جرمن کتاب '' مکتب ہائے نحو '' ص ۱۹۰ و ۱۹۱

۲ - کشف الظنون ، ج ۲ ، ص ۱۰۵ ، نمبر (۲۱۱۷) [فلوگل نے کشف الظنون ، ج ۵ ، ص ۱۰۵ ، نمبر ۱۰۲۱۸ ، عربہ جی باشی لکھا ہے - [مترجم]

۳ - نفح الطیب (طبع لایدن ۱۸۵۸ ، ج ۲ ، ص ۲۷۰ ، س ۱۰) : '' ولہ توالیف ، منها شرح کتاب النبات الدینوری فی ستین مجلدا ، وغیرذلک '' (یعنی اس کی کئی تالیفیں ہیں مثلاً ابو حنیفہ کی کتاب النبات کی شرح ساٹھ جلدوں میں ، وغیرہ) - نیز دیکھو ڈیرن بورگ کا مقالۂ بالا ، ص ٦۳ ، حاشیہ (۱)

ذہبی کا اقتباس خود الاخبار الطوال کے مخطوطۂ مدینہ پر موجود ہے اور وہاں صاف '' کتاب النبات '' لکھا ہے - (دیکھو ورق ا/ب)

ایک دوسری غلطی کا آغاز یوروپ میں ہؤا ، اور اس کی ابتداء [لبنانی پادری] الغزیری (Casiri) سے ہوئی - ایسکوریال (سپین) کے عربی مخطوطات کی [لاطینی میں] مفصل فہرست مرتب کرتے ہوئے اس نے ان مولفوں کی فہرست دی ہے جن کا حوالہ ابن [۳۸] العوّام نے [کتاب الفلاحۃ میں] دیا ہے - چنانچہ الغزیری[۱] نے اور سب مولفوں سے پہلے یہ لکھا :

> ابو حنیفہ دینوری شامی (جس نے دو کتابیں لکھیں ایک جنگلی چیزوں [نباتات ؟] پر اور ایک بیطاری [علاج حیوانات] پر - اس کی وفات ۲۹۰ھ میں بیان کی جاتی ہے)
>
> Abu Hanipha Aldainuraeus Assyrius (qui volumina duo de re rustica ac veterinaria conscripsit annoque Aegirea 290 traditur).

جس قطعیت اور اذعان کے ساتھ وہ دو تالیفوں کا ذکر کرتا ہے ، اس سے گمان ہوگا کہ اس کے پاس قابل اعتماد حوالے موجود تھے - علم کی جو مسلسل ترقی ہو رہی ہے ، اس سے خیال کرنا پڑتا ہے کہ الغزیری سے ایک غلطی ہوئی ہے اور اب سے ڈیڑھ [بلکہ دو] سو برس پہلے اس کا ارتکاب ہؤا ہو تو حیرت کی بات نہیں - ان دو تالیفوں کا کہیں بھی پتا نہیں چلتا - اس لیے اس کا موقع ملتا ہے کہ ان کے وجود پر شبہ کریں - مزید برآں ابن العوّام کی کتاب پر بعد میں جو تحقیقات عمل میں لائی گئی ، اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ ابو حنیفہ کا جب کبھی ذکر کرتا ہے تو اس کی کسی تالیف کا نام لیے بغیر ، اور اس نے جتنے اقتباسات

---

۱ - اس کی فہرست مخطوطات Bibliotheca Arabico Hispana Escurialensis ، طبع مجریط (میڈریڈ) ۱۷۶۰ء جلد اول ، ص ۳۲۳ -

Marfat.com

دیے ھیں وہ پودوں کی تشریح کے متعلق ھیں[1] - اس طرح یہ قطعی اور یقینی ھے کہ ابن العوّام نے کتاب النبات کے سوا دینوری کی کسی اور تالیف سے استفادہ نہیں کیا - ابن العوّام نے فلاحت الارض (کاشتکاری) اور بیطاری پر ایک کتاب تالیف کی - اس سے اس بات کی وجہ معلوم ھو جاتی ھے کہ کیوں الغزیری نے ابن العوّام کے ماخذ [دینوری] کے متعلق بھی یہ فرض کر لیا کہ اس نے بھی انھیں دو موضوعوں پر کتابیں تالیف کی ھوں - اس غلطی پر سلوِسٹر دساسی کو بھی تنبّہ ھو گیا تھا ، اور اس نے الغزیری کی بیان کردہ تالیفوں کی صحت پر شبہ ظاھر کیا ھے[2] - مایر نے بھی [سلویستر دساسی کی] اس رائے سے اتفاق کیا ھے[3] ، اگرچہ وستنفلد[4] اور لکلیر[5] نے الغزیری کی تائید کی ھے - اوپر جو بحث کی گئی اس کے بعد ان لوگوں کے بیانات کے متعلق یہ گمان کرنا مشکل ھے کہ وہ مستحکم ثبوتوں پر مبنی ھوں -

۱۲ - کتاب الباہ

Liber Coitus[6] (یعنی جماع پر کتاب) - اس کتاب کا بہت کم

---

۱ - کلیماں مولے نے اس کا فرانسیسی ترجمہ کیا - دیکھو

Clement-Mullet, Le livre d' agriculture d' Ibn an-Awwam, Paris 1864, p. 76-77.

۲ - اس کی تالیف مذکور ، ص ۷۸

۳ - اس کی تالیف مذکور ، ص ۱۶۴ و ۱۶۵ [مگر مایر کی اس کتاب میں ھمیں ایسی کوئی رائے نہیں ملی (مترجم)]

۴ - اس کی جرمن تالیف " تاریخ اطبائے عرب " ، ص ۳۸ ، نمبر (۱/۹۲)

۵ - اس کی تالیف مذکور ، ج۱ ، ص ۲۰۹

۶ - اس کتاب کا نام " الباہ " یاقوت کی معجم الادباء (ج۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۱) اور ابن الانباری (ص ۳۰۵) میں ھے - الاخبار الطوال

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱ پر)

Marfat.com

ذکر آتا ہے - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کتاب کو زیادہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی - حاجی خلیفہ[۱] کے بیان کے مطابق وہ ایک طبّی رسالہ تھا ، نہ کہ رنڈی بازی کی تفصیل جیسا کہ بعد کے زمانے میں اس نام کی اکثر کتابوں کا حال ہے[۲] -

عرب مولفوں نے جو حالات دیے ہیں ، ان کی روشنی میں ابو حنیفہ کی ریاضیاتی تالیفیں بھی اتنی ہی کثیر ہیں جتنی اس کی لسانیاتی تالیفیں - اس میں ایک طرف حساب اور جبر و مقابلہ شامل ہیں تو دوسری طرف علم ہیئت -

۱۳ - کتاب البحث فی حساب الهند

ہندی حساب کی تحقیق[۳] - اس طرح کے نام کی دیگر تمام تالیفوں

(صفحہ ۳۰ کا بقیہ حاشیہ)

کے مخطوطۂ مدینہ میں (ورق ا/ب) "کتاب المیاہ" ہے - سیوطی کی بغیة الوعاة کے مطبوعہ نسخے میں "کتاب والباہ" (کذا) ہے اور اس کے مخطوطے میں جو لینن گراڈ کے متحف آسیائی میں ہے "کتاب المیاہ" ہے - خزانة الادب (جا ، ص ۲۶ ، س ۶) میں "کتاب والباءة" بیان ہؤا ہے — [باہ اور باءة عربی میں مترادف ہیں (مترجم)] — نیز دیکھو فلوگل (ابن قطلو بغا کی سرتاج التراجم ، ص ۱۹۲ ، نمبر ۸) جس نے اس نام کا جرمن ترجمہ صرف "مقوّیات" Ueber die Stimulantia کیا ہے -

۱ - کشف الظنون ، ج ۲ ، ص ۷ نمبر ۱۶۱۵ ، اور خاص کر ۸ ، ۴ و مابعد

۲ - اس ادّعا کا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا - (مترجم)

۳ - الفہرست ص ۷۸ ، س ۱۴ ، یاقوت ، جا ، ص ۱۲۷ ، س ۳ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ، ورق ا/ب ، ابن الانباری ، ص ۳۰۶ ، خزانة الادب ، جا ، ص ۲۶ ، س ۸ ، تاج التراجم (شائع کردہ فلوگل) ، ص ۱۹۲ نمبر (۱۶)

Marfat.com

کی طرح غالباً یہ بھی حساب (آر تماطیقا) پر ہوگی ۔ سوتر[۱] نے اپنے پیش کیے ہوئے نظریے کو مسلسل باقاعدگی سے نباہتے ہوئے، چاہا ہے کہ اسے [البحث کی جگہ] '' التخت '' پڑھے ۔ اس کی جو وجہ وہ بیان کرتا ہے وہ ایک طرح اس کے پیشرو وُوپکے (Woepke) کی توجیہ کے مماثل ہے[۲] اس میں کافی وزن ہوگا لیکن راقم الحروف اس فن کا متخصص نہ ہونے کے باعث اس بارے میں جھگڑ نہیں سکتا کہ وہ صحیح اساس پر مبنی ہے یا نہیں ۔ لیکن سوتر کی توضیحوں کو ایک طرف رکھ دیں تو، اس کی مہارت فنی کا پورا احترام کرتے ہوئے بھی، میرے خیال میں اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ابو حنیفہ کی اس تالیف کے متعلق ہمارا دیا ہؤا نام صحیح تر ہے ۔ تمام ہی ماخذوں میں یہ نام اسی طرح دیا گیا ہے اور نحوی لحاظ سے اس نام میں سادگی ہے ۔ یہ دونوں باتیں ہم کو لفظ '' بحث '' کو قبول کرنے پر مائل کرتی ہیں ۔ یہی نہیں، مزید برآں '' الفہرست '' میں ایک مقام پر، جس کا حوالہ سوتر[۳] نے دیا ہے، ناقابل فہم '' التحت '' کا لفظ برتا گیا ہے اور جسے سوتر '' التخت '' پڑھنا لازمی سمجھتا ہے ۔ مگر عجیب سی بات ہے کہ الفہرست کا مولف ہماری زیر بحث [دینوری کی] کتاب کے متعلق بھی

---

۱ ۔ اس کی جرمن کتاب عرب ریاضیات وہیئت داں ''، ص ۳۱، نمبر ۶۰ ۔

۲ ۔ اس نظریے کی تشریح اس نے اپنی ایک دوسری جرمن تالیف میں کی ہے یعنی '' الفہرست میں ریاضیات دانوں کی فہرست '' جو بطور مقالۂ رسالہ Zeitschrift fuer Mathematik und Physik ۱۸۹۲ء، ج ۳۷ ضمیمہ، ص ۷۰ میں شائع ہؤا ۔ دیکھو نمبر ۲۳۹ کے تحت ۔

۳ ۔ دیکھو مقالۂ مذکور '' الفہرست میں ریاضیات دانوں کی فہرست ''، ۳۷، ۴۰، ۴۱ ۔

Marfat.com

وھی [نا قابل فہم] لفظ استعمال نہیں کرتا بلکہ بہت صاف '' البحث ''[۱] لکھتا ھے - علاوہ ازیں اس نام میں [۳۰] اور اسی موضوع سے متعلق نظر آنے والی دو اور تالیفوں کے ناموں میں ایک نسبت قائم کی جا سکتی ھے - البتہ آخرالذکر دو تالیفوں میں وہ ناقابل فہم اصطلاح استعمال نہیں ھوئی ھے جو سوتر نے تجویز کی ھے - پہلی تالیف مشہور محمد بن موسی الخوارزمی کی ھے ، اور اس کا نام '' کتاب حساب العدد الھندی ''[۲] دیا گیا ھے - دوسری '' کتاب الحساب الھندی '' سند بن علی کی طرف منسوب ھے[۳] - اس مواد کی روشنی میں اس کا کوئی امکان نہیں معلوم ھوتا کہ ابو حنیفہ کی تالیفوں کے متعلق اس نظریے کو قبول کریں جو سوتر نے تجویز کیا ھے - اس کے نظریے دیگر مواقع پر بابنیاد ھو

---

۱ - الفہرست شائع کردہ فلوگل میں '' البحث '' ھے نہ کہ ''البخت'' جیسا کہ سوتر نے غلطی سے پڑھ لیا ھے [دیکھو اس کی جرمن کتاب '' عرب ریاضیات وھیئت داں '' ، ص ۳۱ ، حاشیہ (د)] - یہ قابل ذکر ھے کہ وہ اپنی پہلی کتاب کے آخر میں '' تصحیحات '' کے سلسلے میں [دیکھو ص ۷۸ ، حاشیہ (ز)] وہ اپنے نظریے کی صحت پر کچھ تردد اور شبہات ظاھر کرتا ھے ، مگر کتاب ثانی میں وہ (ص ٦۳ ، حاشیہ ب) مکرر پہلا نظریہ ھی پیش کرتا ھے - اگر اس لفظ کو وہ صحیح پڑھتا تو وہ اس قطعیت کے ساتھ اپنا خیال ظاھر نہ کرتا -

۲ - نالینو کی اطالوی تالیف '' الخوارزمی اور اس کی تصحیح جغرافیہ بطلیموس ''

C. A. Nallino, Al Huwarizmi e il suo rifacimento della geographia di Tolomeo, Roma 1895, p. 10, N 2

نیز دیکھو سوتر کی مذکورہ جرمن تالیف '' ریاضیات و ھیئت داں '' ، ص ۱۱

۳ - الفہرست ، ص ۲۷۵ ، سوتر کا مذکورہ جرمن مقالہ '' ریاضیات دانوں کی فہرست '' ، ص ۲۹

Marfat.com

سکتے ھیں -

ابو حنیفه کی جو تالیفیں جبر و مقابله پر ھیں ، ان کے متعلق محض نام کے سوا ھمیں اور کچھ معلوم نہیں :

۱۴ - کتاب الجبر و المقابله

جبر و المقابله پر کتاب[۱] ، اور

۱۵ - کتاب نوادر الجبر

جبر و مقابله کے نادر مسئلے[۲]

ابو حنیفه دینوری کو اس کی علم ھیئت کے تالیفوں کے باعث بھی ، کتب نباتیات کی طرح ، کچھ کم مقبولیت نہیں حاصل ھوئی :

---

۱ - الفہرست ، ص ۷۸ ، س ۱۵ ، یاقوت کی معجم الادباء ، ج۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۳ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینه ، ورق ۱/ب ، خزانة الادب ، ج۱ ، ص ۲۶ ، س ۸ ، کشف الظنون ، ج ۵ ، ص ۶۷ ، نمبر (۱۰۰۰۱۲) ، سیوطی کی بغیة الوعاة ، ص ۱۳۲ ، عبدالقادر القرشی کی الجواھر المضیئة ، بحواله تاج التراجم شائع کردۂ فلوگل ، ص ۹۵ ، نمبر ۱۱۹ ، ابن الانباری ص ۳۰۶ ، مزید برآں دیکھو رایسکے کی مذکوره تاریخ ابو الفداء ، ج ۲ ، ص ۲۶۷ ، فلوگل کی جرمن تالیف " مکتب ھائے نحو " ، ص ۱۹۲ ، نمبر (۱۸) ، سوتر کی مذکوره تالیف ، ص ۳۱ ، نمبر (۶۰)

۲ - الفہرست ، ص ۷۸ ، س ۱۶ ، یاقوت ، ج۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۶ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینه ، ورق ۱/ب ، خزانة الادب ، ج۱ ، ص ۲۶ ، س ۱۰ ، نیز دیکھو فلوگل کی جرمن تالیف " مکتب ھائے نحو " . ص ۱۹۲ ، نمبر (۱۸) ، سوتر کی مذکوره تالیف ، ص ۳۱ ، نمبر (۶۰) -

Marfat.com

۱٦ - کتاب الأنواء

نوء یعنی بارش کی کارتیوں[۱] پر تالیف[۲] - اس کے [۱۳] اقتباسات سے اندازہ لگایا جائے تو یہ تالیف ، "کتاب النبات" کے بعد ، سب سے زیادہ مقبول ہے - ابو حیّان نے اس کے متعلق جو بیان دیا ہے ، وہ

---

۱ - عربی لفظ "نوء" جس کی جمع "انواء" [اور جسے خاص کر جنوبی ہند کی اردو میں کارتی کہتے ہیں] ، اس کے معنی ہیں منازل قمر کے مواقع (occasus cosmicus stationis lunaris) تفصیلوں کے لیے دیکھو لفظ "نوء" کے تحت نالینو کی کتاب

C. A. Nallino, Al-Battani Opus astronomicum, II, Milano 1907, p. 354-355

۲ - الفہرست ، ص ۸۷ ، س ۱۳ نیز ص ۸۸ ، س ۱۷ تا ۱۸ ، یاقوت ، ج ۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۲ ، کشف الظنون ، ج ۵ ، ص ۵۴ ، سیوطی کی بغیة الوعاة ، ص ۱۳۲ ، ابن سیده کی کتاب المخصّص ، ج ۱ ، ص ۱۱ ، س ۱۲ ، الجواهر المضیئة ، بحواله تاج التراجم ، ص ۹۵ ، نمبر ۱۱۹ ، ذهبی کی تاریخ الاسلام کا اقتباس الاخبار الطوال کے مخطوطهٔ مدینه میں ورق ۱/ب ، خزانة الادب ج ۱ ، ص ۲٦ ، س ۷ ، البیرونی کی الآثار الباقیة ، ص ۳۳٦ ، س ۱۰ نیز ص ۳۴۷ ، ابن الانباری ، ص ۳۰٦ ، محمد الاشبیلی (الغزیری کی فہرست مخطوطات ایسکوریال ، ج ۹ ، ص ۳۷٦ میں) ؛ عبدالرحمٰن الصوفی کی صور الکواکب کا اقتباس فرانسیسی رساله Notices et Extraits کی ج ۱۲ ، ص ۱٦۲ پر ، پر [یه کتاب اب دائرة المعارف نے حیدر آباد دکن میں چھاپ دی ہے - وهاں دیکھو ص ۷ و ۸] ، نیز فلوگل کی جرمن "مکتب ہائے نحو" ، ص ۱۹۱ ، نمبر ۷ ، رینو کی کتاب "ابو الفداء" ، ص ۱۸۷ : (Reinaud, Aboulfeda, CLXXXVII) ، مایر کی مذکوره کتاب ، ص ۱٦۴ ، نمبر ۵ ، سوتر کی مذکوره کتاب ، ص ۳۱ ، نمبر ٦۰ .

Marfat.com

بہت دلچسپ ہے ، اور یاقوت[1] نے اسے نقل کیا ہے ۔ اس کے بیان کے مطابق ، اس تالیف سے پتا چلتا ہے کہ دینوری کو علم ہیئت (نجوم) اور '' آسمان کے رازوں '' کے متعلق وسیع معلومات حاصل تھیں ۔ حاجی خلیفہ کی ثنا خوانی تو اور بھی زیادہ پرجوش ہے ۔ وہ کہتا ہے[2] کہ دینوری نے اس تالیف میں عربوں کا پورا علم بھر دیا ہے ۔ منجّم عبدالرحمٰن الصوفی اپنی رائے میں زیادہ محتاط ہے ۔ وہ بے پس و پیش اس تالیف کو اپنی نوعیت کی بہترین توقرار دیتا ہے اور یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ دینوری کو اس موضوع کے سابقہ ادبیات پر عبور حاصل تھا ، لیکن پھر بھی وہ دینوری کے مشاهدات رصدی کے متعلق کسی قدر بے اعتمادی ظاہر کرتا ہے ، اور کہتا ہے کہ وہ مشاهدات تعداد میں قلیل اور بنیاد میں کم مستحکم ہیں[3] ۔ بعض وقت تو وہ اپنی تنقید میں قطعی فیصلے کا رنگ اختیار کر لیتا ہے[4] ۔ لیکن عبدالرحمٰن

---

۱ ۔ معجم الادباء ، ج۱ ، ص ۱۲۵ ، س ۵ : '' وھذا کلامه فی الانواء یدلّ علی حظّ وافر من علم النجوم و أسرار الفلک '' (یعنی کارتیوں کے متعلق اس کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے علم نجوم اور اسرار فلک سے بہرہ وافر ملا تھا) ۔ یہی الفاظ ھُو بہو خزانة الادب ، ج۱ ، ص ۲٦ میں بھی دھرا دیے گئے ہیں ۔ [ناظرین کو غلطفہمی نه ہو ۔ دینوری نے ستاروں کی مدد سے غیب کی باتیں اور آدمی کی آئندہ قسمت بتانے کی بالکل کوشش نہیں کی ہے بلکہ یہ بتایا ہے کہ بدویوں کے تجارب میں کس ستارے کے کس منزل قمر میں ہونے کے وقت بارش کی توقع کی جاتی ہے اور کب نہیں ۔ (مترجم)]

۲ ۔ کشف الظنون ، ج ۵ ، ص ۵۴ ، خاص کر سطر ۷ ومابعد ، فلوگل کی کتاب بالا ، ص ۱۹۱

۳ ۔ صور الکواکب کا حوالۂ بالا [مطبوعه حیدر آباد ، ص ۷ و ۸]

۴ ۔ صدر الکواکب کا اقتباس بالا ، ص ۲٦۲ ، ۲٦۵ (متن ، یا ص ۲۴۵ ، ۲۴۷ ، ۲۴۸ ترجمه)

Marfat.com

صوفی کی اس رائے کو فیصلہ کن اہمیت نہیں دی جا سکتی کیونکہ دینوری کے کام کی تائید میں البیرونی کی ناقابل تزلزل سند پائی جاتی ہے ، کیونکہ نہ صرف اس نے اس کا ذکر کیا ہے[۱] بلکہ اپنے جداول میں سے ایک میں اس نے ابو حنیفہ کا ایک پورے کا پورا اقتباس بھی نقل کر دیا ہے[۲] - غیر متخصصین کی تالیفوں میں تو دینوری کو بہت بڑی وقعت حاصل ہے - چنانچہ مشہور لغت نویس ابن سیدہ[۳] نے اصطلاح " نوء " (کارتی) کی تاریخ اسی سے اخذ کی ہے -

[۴۲] علم ہیئت کے متعلق اس کی دو اور تالیفوں پر ہمیں نام کے سوا اور کچھ معلوم نہیں :

۱۷ - کتاب القبلة والزوال

قبلۂ نماز اور [ظہر کی نماز کے لیے] سورج کے ڈھلنے کے متعلق[۵] - جن حوالوں سے اس تالیف کا پتہ چلا ہے ، ان میں سے بعض میں اس کتاب کا مخفف صرف " کتاب القبلة " نام دیا گیا ہے[۳] -

---

۱ - الآثار الباقية ، ص ۳۳۶ ، س ۱۰

۲ - ایضاء ، ص ۳۴۶ : " جداول احوال المنازل : أنواؤها على ما ذكرها أبو حنيفة الدينوري "

۳ - کتاب المخصص ، ج ۹ ، ص ۱۳

۴ - الفہرست ، ص ۷۸ ، س ۱۳ ، یاقوت کی معجم الادباء ، ج ۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۶ و ۷ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ورق ۱/ب ، خزانة الادب ، ج ، ص ۲۶ ، س ۱۰ ، فلوگل کی مذکورہ مکتب ہائے نحو ، ص ۱۹۲ ، نمبر (۱۳)

۵ - عبدالقادر کی الجواهر المضیئة ، بحوالہ تاج التراجم ، ص ۹۵ ، نمبر ۱۱۹ ، الاشبیلی کی تالیف مذکور ، فہرست ایسکوریال ج ۹ ، ص ۳۷۶ ، نیز سوتر کی تالیف مذکور ، ص ۳۱ ، نمبر ۶۰ -

Marfat.com

۱۸ - کتاب الکسوف

سورج گرہن کے متعلق[۱] - اس کا ذکر صرف خزانۃ الادب میں ھے - فلوگل نے اس کا ذکر نہیں کیا ھے - اسی بنا پر زلبربرگ کا خیال ھے کہ یہ ان کتابوں میں سے ایک ھے جن کا حاجی خلیفہ نے ذکر کیا ھے اور جن پر ھم ابھی بحث کریں گے - میں نہیں خیال کرتا کہ یہ رائے با بنیاد ھے - جیسا کہ ھم کئی بار دیکھ چکے ھیں ، خزانۃ الادب کا مولف یاقوت کا خوشہ چین ھے ، یاقوت کی یہ سند اتنی کافی اھم ھے کہ اس کی موجودگی میں اس پر شبہ کرنے کی وجہ نہیں کہ ابو حنیفہ دینوری ھی اس کتاب کا مولف ھو - یاقوت اس کا ذکر کرتا ھے اور یاقوت نے اس کی جن دیگر تالیفوں کا ذکر کیا ھے ان کا ثبوت دیگر قابل اعتماد ماخذوں سے حاصل ھو چکا ھے -

جہاں تک ان ھیئتی تالیفوں کا تعلق ھے جن کا ذکر صرف حاجی خلیفہ کے ھاں ھے ، ان کے متعلق ھمیں گہرا یقین ھو چکا ھے کہ ھمارے مولف کی طرف ان کی نسبت محض ایک افسوسناک سہو ھے - اس نظریے کو پیش کرتے ہوئے ھم نہ صرف اس پر مجبور ھیں کہ وستنفلڈ[۲] یا فلوگل[۳] جیسے مورخین ادبیات سے اختلاف کریں بلکہ سوتر[۴]

---

۱ - یاقوت کی معجم الادباء ، ج۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۷ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ورق ۱/ب ، خزانۃ الادب ، ج۱ ، ص ۲۶ ، س ۱۰ ، نیز زلبر برگ کی تالیف مذکور ص ۲۳۱ [قفطی نے اپنی اءنباہ الرواۃ ، ج۱ ، ص ۲ ، میں لکھا ھے کہ اس کے پاس اس کا نسخہ بخط مولف ھے (مترجم)]

۲ - وستنفلد کی جرمن تالیف '' مورخین عرب '' ، ص ۲۷ ، نمبر ۷۹ ، س ۴-۵

۳ - فلوگل کی مذکورہ '' مکتب ھائے نحو '' ، ص ۱۹۲ ، نمبر ۱۹ ، ۱۰

۴ - سوتر کی تالیف مذکور ، ص ۳۲ ، نمبر ۶۰

Marfat.com

اور زلبر برگ[1] جیسے متخصصین علوم طبیعیه سے بھی۔ ان سب کا ماخذ حاجی خلیفه کے دو اقتباس هیں ، اور مزید وضاحت کے لیے هم ان کو لفظ به لفظ نقل کیے دیتے هیں :

(۱) کشف الظنون شائع کردہ فلوگل ، ج ۳ ، ص ۴۷۰ ، نمبر ۶۴۶۳ ،

رصد ابی حلیفة أحمد بن داود الدینوری باصبهان سنة ۲۳۵ خمس و ثلاثین ومائتین۔

ابو حنیفه کے مشاهدات فلکی اصفهان میں ۲۳۵ھ میں

(۲) ایضاً ، ج ۳ ، ص ۵۵۸ ، نمبر ۶۹۳۶

زیج أبی حنیفه الدینوری صاحب الرصد با صبهان فی سنة ۳۳۵ خمس و ثلاثین و ثلاث مائة لرکن الدولة حسن بن بویه الدیلمی ذکره صاحب الگزیده۔ قلت: وقد أرّخ أصحاب التواریخ وفاة أبی حنیفه الدینوری المهندس المنّجم سنة ۲۸۱ ، وقیل سنة ۲۹۰ فاذاً لا یصح قول صاحب الگزیده فتأمل ۔

مشاهدات فلکی کرنے والے ابو حنیفه دینوری کی زیج جو اصفهان میں ۲۳۵ میں بو یهی رکن الدوله کے لیے تیار کی گئی ۔ تاریخ گزیده کے مولف نے اس کا ذکر کیا هے ۔ [حاجی خلیفه] کهتا هوں که مورخین نے دینوری کی وفات ۲۸۱ یا ۲۹۰ میں بیان کی هے اس لیے تاریخ گزیده کے مولف کا بیان صحیح نهیں هو سکتا ۔ توجه فرما لیں ۔

ان اقتباسات کی تنقیح کرنے سے پهلے یه امر قابلِ ذکر هے که اس کا ذکر حاجی خلیفه کے سوا کهیں اور نه هونا خاصا حیرتناک هے ۔ دینوری کی تالیفوں کے سلسلے میں هم ایک سے زائد بار رائے ظاهر کر چکے

۱ - زلبر برگ کی تالیف مذکور ، ص ۲۲۹

Marfat.com

ھیں کہ حاجی خلیفہ کے بیان پر بہت زیادہ اعتماد نہ کیا جائے ۔ دینوری کی تاریخی تالیفوں کے سلسلے میں ہم اسے مزید دیکھیں گے ۔ اس کے ماسوا یہ بھی عجیب ہے کہ اس کا ذکر نہ تو دینوری کی تالیفوں کی فہرستوں میں ہے اور نہ علوم نجوم کے نمائندوں سے کسی کے ہاں ۔ البیرونی ، البتّانی ، اور عبدالرحمٰن صوفی جیسے منجّم ابو حنیفہ کی نجومیات سے متعلق تالیفوں سے اچھی طرح واقف تھے اور ان کی تالیفوں میں اگرچہ اکثر اقتباسات مثلاً دینوری کی کتاب الانواء کے آتے ھیں ، مگر ان کے ھاں حاجی خلیفہ کی بیان کردہ ان دو تالیفوں کا قطعاً کوئی نام و نشان نہیں ۔ اس طرح یہ اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ حاجی خلیفہ کی باتوں کو بہت زیادہ احتیاط سے قبول کرنے کی ضرورت ہے ۔

اوپر کے دیے ہوئے اقتباسوں کے سلسلے میں ہمیں یہ بیان کرنا پڑتا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہاں دو تالیفوں کا ذکر ہو ۔ اور ہمیں زلبر برگ کے خلاف احتجاج کرنا پڑتا ہے جس نے (حوالۂ بالا پر) لکھا ہے کہ : ”کتاب الرصد . میں اس نے ۲۳۵ھ ھی میں اپنے مشاھدات اصفہان میں منضبط کر لیے تھے“ ، کشف الظنون میں لفظ ”کتاب“ نہیں ہے ، بلکہ صرف ”الرصد“ ، اور کتاب ھو بھی نہیں سکتی ۔ رصد کے معنی کبھی ”مشاھدات فلکی کی کتاب“ کے نہیں ہوتے ، بلکہ اس کے معنی خود مشاھدات کے ہوتے ھیں[1] ۔ چنانچہ اس اصطلاح کا مفہوم خود حاجی خلیفہ وضاحت کے ساتھ مامونی جداول[2] کے سلسلے میں معین کرتا ہے :

---

۱ ۔ رَصْد (جس کی جمع ہے أرصاد = فلکی مشاھداہ) اور رَصَد (= فلکی تخمین) ۔ ان اصطلاحوں کے متعلق دیکھو نالّینو کی مذکورہ تالیف ”ابتّانی“ ۱۹۰۷ء ، ج ۲ ، ص ۳۳۴ ۔

۲ ۔ اسے فلوگل نے شائع کیا ۔ دیکھو تفصیلیں ج ۳ ، ص ۳۶۶ ، ”علم الرصد“ کے تحت ۔

فقیّدوا ما انتهوا اعلیه وسمّوه الرصد الأمونی....وألّف
کل منهم فی ذلک زیجا منسوبا اعلیه وکان أرصاد هؤلاء
أول أرصاد کان فی مملکة الاسلام ۔

انھوں اپنے حاصل کردہ نتائج کو لکھا اور اسے رصد
مامونی سے موسوم کیا...ان میں سے ایک نے ایک زیج
تالیف کی جو اس کی طرف منسوب ھے اور ان کی رصدیں
ھی عہد اسلامی کی اولین رصدیں ھیں ۔

خود اسی عبارت سے بہت اچھی طرح وہ فرق واضح ھو جاتا ھے جو زیر بحث دونوں اصطلاحوں میں پایا جاتا ھے : یعنی '' رصد '' (=مشاھدات فلکی) اور '' زیج '' (وہ جدولیں جو ان مشاھدات کی بنا پر مرتب ھوں)[1] ۔ چنانچہ ایک مشاھدۂ فلکی (رصد) کی اساس پر متعدد مولف اس قابل ھوتے ھیں کہ متعدد جدولیں تیار کریں ، جس طرح خود ایک تنہا مولف اس قابل ھوتا ھے کہ کسی اور کے مشاھدات کی اساس پر مختلف جدولیں تیار کر ڈالے ۔ اس آخر الذکر امکان کا ذکر حاجی خلیفہ[2] نے کیا ھے :

زیج ابن حمّاد الاندلسی بن علی ، علی أرصاد ابراھیم بن
یحیی النقّاش ، فعمل علیھا ثلاثة أزیاج...الخ

ابن حمّاد کی زیج جس نے ابراھیم بن یحیٰی النقاش کے

---

۱ - '' زیج کا ترجمہ عام طور پر '' جداول نجوم '' کیا جاتا ھے ۔ مگر یہ ٹھیک نہیں ۔ بلکہ زیج میں کروی نجومیات کا وہ پورا نظام داخل ھے جو جدولوں کے ذریعے سے واضح کیا جاتا ھے ، جیسا کہ نالینو نے (البتّانی ، ج۱ ، ص XXXI فقرہ ۴ میں) ثابت کیا ھے ۔ یہ امر قابل ذکر ھے کہ ۱۸۹۵ء تک خود نالینو بھی یہی ترجمہ کرتا رھا اور کتاب الزیج کو (اطالوی میں) tavola astronomiche کہتا رھا ۔ دیکھو اس کی کتاب '' الخوارزمی '' ، ص ۱۰ ، نمبر ۴

۲ - کشف الظنون ، ج ۳ ، ص ۵۵۶ ، نمبر ۶۹۳۲

کے فلکی مشاهدات کی اساس پر تین زیچیں تیار کیں
...وغیره[۱]

غرض اس طرح یه یقینی هے که لفظ ''رصد'' کسی کتاب کا نام نهیں هوتا ۔ اس کا مزید ثبوت اس سے ملتا هے که وه تمام اهلِ علم جو '' رصد '' (یعنی مشاهدات فلکی) کرتے رهے ، ان کے متعلق متعلقه باب میں لکھا جاتا هے که وه '' صاحب الزیچ '' تھے[۲] ۔ مزید برآں ان کی [۴۵] تالیفوں کی فهرست میں کبھی یه نهیں بیان کیا گیا هے که '' رصد '' نام کی ان کی کوئی تالیف هو[۳] ۔ اس طرح رصدِ ابی حنفیه '' کے لفظ سے یه سمجھنا کسی طرح ممکن نهیں که وه کوئی خاص تالیف هو ، جیساکه مذکوره یوروپی اهلِ علم نے فرض کر لیا هے[۴] ۔ حاجی

---

۱ ۔ یه بیان ایک نمونه بن سکتا هے ، اور اس کا کافی یقین دلا سکتا هے که هیئتی تالیفوں کے متعلق حاجی خلیفه کے دیے هوئے معلومات کے سلسلے میں احتیاط برتنے کی ضرورت هے ۔ (نیز دیکھو سوتر کی تالیف بالا '' ریاضیات و هیئت دان '' ، ص ۱۳۶ ، نمبر ۳۸۷) ۔

۲ ۔ اس کے ثبوت کے لیے ان منجمین کے حالات کو جو حاجی خلیفه نے '' باب علم الرصد '' میں دیے هیں ، دیکھنا اور ان کا سوتر کی کتاب کے متعلقه مقامات سے مقابله کرنا کافی هوگا ۔

۳ ۔ ایضاً ۔

۴ ۔ سوتر جیسا متخصص تاریخ هیئت اس کتاب کو das Buch der astronomischen Beobachtungen (فلکی مشاهدات کی کتاب) سے تعبیر کرتا هے تو اس کی وجه یه معلوم هوتی هے که یه قابل احترام صاحبِ علم اصل ماخذوں تک نهیں گیا بلکه اس نے صرف وستنفلد کی (جو لاطینی نام observationes astronomicae دیتا هے) اور فلوگل کی (جو اس کو زیچ سے الگ ایک کتاب سمجھنے پر اصرار کرتا هے) سند پر تکیه کر لیا هے ۔ اگر سوتر نے جانا هوتا که اصل ماخذ میں لفظ '' رصد '' هے تو یقیناً وه اسے کوئی مستقل تالیف نهیں قرار دیتا ۔

Marfat.com

خلیفہ کے مطابق ابو حنیفہ نے فلکی مشاہدات اصفہان میں ۲۳۵ھ میں کیے ۔ اس سے زیادہ اس نے اور کچھ نہیں بیان کیا ہے ۔ بدقسمتی سے یہ بیان اس قابل نہیں کہ ہم اس پر اعتماد کر سکیں ، جیسا کہ ہم آگے دیکھیں گے ۔

]دینوری کے] ان فلکی مشاہدات کے نتائج بھی دیگر مولفین کی طرح جداول (زیچ) ہی ہو سکتے ہیں ۔ ایک بیان میں ، جو ہم اوپر نقل کر چکے ہیں ، حاجی خلیفہ نے ایسی ایک زیچ کے وجود کا ذکر بھی کیا ہے ، لیکن ایسی بد وقتی (anachronism) کے ساتھ کہ یوروپی اہل علم ہی نہیں ، یہ مشرقی مولف[1] (حاجی خلیفہ) بھی کھٹکے بغیر نہ رہ سکا[2] ۔ جیسا کہ معلوم ہے ، رکن الدولہ بویہی نے ۳۲۱ھ سے ۳۶۶ھ تک حکمرانی کی ۔ ابو حنیفہ دینوری اپنی کتاب اس کے نام معنون نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ ۲۸۲ھ کے لگ بھگ ہی فوت ہو چکا تھا ۔ حاجی خلیفہ کے ہاں دی ہوئی تاریخ کو ایک سہو

---

۱ ۔ مغرب کی فوقیت اور مشرق کی فطری فروتری کے مغرورانہ ادعا کا خدا نے مزا چکھایا ۔ مشرقی مولف ہی نے اس تضاد بیانی کو محسوس کیا ، اور مغرب میں کراچکوفسکی کے سارے ہی پیشرو بھٹکتے رہے جیسا کہ کراچکوفسکی خود بیان کرتا ہے لیکن اسے اپنی تضاد بیانی پر تنبّہ نہیں ہوتا ۔ غلطی سے مبرّا صرف خدا کی ذات ہے ۔ (مترجم)

۲ ۔ ان بیانات نے نہ صرف فلوگل اور وستنفلد کو غلطی میں مبتلا کیا ، بلکہ اس سے رائسکے (Reiske) کو تاریخ ابی الفداء کے لاطینی ترجمے (ج ۲ ، ص ۲۶۷ تا ۲۷۷) حاشیہ ۲۷۷ میں شدید مشکلیں پیش آئیں ۔ رائسکے کو کشف الظنون سے آگاہی نہ تھی اور جب اس نے ڈیربلو D' Herbelot, Bibliotheque Orientale کے ہاں (ص ۹۳۴ ، تحت کلمہ زیچ) ۶۳۵ء کی غلط تاریخ دیکھی تو سخت الجھن میں پڑ گیا ۔

Marfat.com

قرار دے سکتے ہیں ، مگر اس کے بعد رکن الدولہ سے متعلقہ پورا جملہ حذف کر دینا پڑے گا ۔ اس غلطی کے علاوہ ، جو حاجی خلیفہ کی شہادت پر شبہ پیدا کرتی ہے ، بعض اور شبہے بھی پیدا ہوتے ہیں ۔ چنانچہ " صاحب الرصد باصبهان " کا جملہ اپنی ساخت کے لحاظ سے ایک اور ثبوت مہیا کرتا ہے کہ اس کا اطلاق کسی کتاب بلکہ خود فلکی مشاہدات پر بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ بہ ظاہر اسے [۳۶] "صاحب الرَّصَد" پڑھنا چاہیے ، نہ کہ " صاحب الرصَد " ، اور معنے یہ ہونگے کہ وہ رصد گاہ کا مہتمم تھا ۔ ابن رُستہ[۱] نے اس کا صراحت سے ذکر کیا ہے کہ اصفہان میں ایک رصدگاہ پائی جاتی تھی ۔ اگر حاجی خلیفہ کے بیان پر واقعی اعتماد کیا جائے تو یہ باور کرنے کی طرف میلان ہو کہ ابو حنیفہ اس رصدگاہ کا کچھ عرصے تک مہتمم رہا ۔ یوروپی اہلِ علم نے کم و بیش ایسا ہی خیال کیا ہے ، اور [تاریخ گزیدہ کے] بیان کردہ سنہ میں سے سو سال حذف کر کے انھوں نے بیان کے جزء دوم [یعنی رکن الدولہ سے معنون کیے جانے] کو رد کر دیا اور یہ باور کرنے لگے کہ ابو حنیفہ ۲۳۵ھ میں اصفہان میں تھا ۔ براؤن (Browne) کی مہربانی سے اب حاجی خلیفہ کا ماخذ یعنی تاریخ گزیدہ ہماری دسترس میں ہے ، اور جس عبارت پر اس نے تکیہ کیا تھا وہ فی الحقیقت اس میں " حصّۂ علماء " میں موجود ہے[۲] ۔ اس میں دینوری کے متعلق حسب ذیل بیان ہے[۳] :

---

۱ ۔ شائع شدہ بہ سلسلۂ جغرافیہ ہائے عرب ، نمبر ۷ ، ص ۱۶۲

۲ ۔ تاریخ گزیدہ ، مولفۂ حمداللہ مستوفی قزوینی ، طبع لایدن ۱۹۱۰ ، ج ۱ ، ص ۸۰۲ ، س ۸ تا ۱۰ ، اس کے علاوہ اس تاریخ میں دینوری کا کہیں اور ذکر نہیں ، حتٰی کہ رکن الدولہ کے حالات (ص ۴۱۷ وما بعد) میں بھی کہیں اس کا نام نہیں ۔

۳ ۔ اصل فارسی عبارت یہ ہے : " ابو حنیفہ دینوری ، منجّم ، معاصر رکن‌الدولہ حسن بویہ دیلمی بود ۔ درسنہ خمس و ثلاثین و ثلثمایہ در اصفہان جہت او رصد بست و زیج ساخت " ۔

Marfat.com

" منجم ابو حنیفه دینوری ، جو رکن الدوله حسن بویه دیلمی کا همعصر تھا ، اس نے [رکن الدولہ] کے لیے ۳۳۵ھ میں اصفہان میں فلکی مشاهدے کیے اور ایک زیج مرتب کی " ۔ یہ شہادت اس اذعان کے ساتھ دی گئی ہے کہ اس میں کسی سہو کا امکان نہیں ، اور ہمیں دو میں سے ایک بات قبول کرنی پڑتی ہے ، یا تو یہ تسلیم کریں کہ تاریخ گزیدہ ایک ناقابلِ یقین طور شدید التباس میں مبتلا ہے (مگر یہ تسلیم کرنا دشوار ہے کیونکہ [رکن الدولہ اور ۳۳۵ھ کی] تاریخ بالکل ٹھیک بیٹھتی ہے ، اور اس طرح کوئی اندرونی تضاد بیانی نہیں پائی جاتی) ، یا یہ تسلیم کریں کہ ابو حنیفہ دینوری نام کا کوئی اور منجم بھی گزرا ہو (اور یہ زیادہ قرین قیاس ہے)[۱] ۔ اس دوسری متبادل صورت کو قبول کریں تو حاجی خلیفہ کو جو سہو ہؤا ہے ، اس کی وجہ سمجھ میں آ جاتی ہے ۔ چنانچہ اس نے اپنے مذکورۂ بالا اقتباس دوم میں [۴۷] لفظ زیج کے تحت تاریخ گزیدہ کا بیان ٹھیک نقل کیا ہے ۔ کشف الظنون نے باب " علم‌الرصد " میں ابو حنیفہ کی طرف ایک کتاب منسوب کر دی ہے اور اس کا نام تک بیان کر دیا ہے ، مگر حمداللہ مستوفی قزوینی اس حد تک نہیں گیا تھا ۔ البتہ [حاجی خلیفہ کے لیے] یہ ناگزیر تھا سو سال تاریخ میں سے کم کرے ۔ ۳۳۵ھ کا ذکر کرنے سے ایک توارد کا مشاہدہ نہ کرنا ناممکن ہے ۔ یہ توارد شاید اتفاقی ہی ہے ، لیکن ہے بہر حال عجیب ۔ یاد رہے کہ عبدالرحمٰن صوفی کا بیان ہے کہ وہ ۳۳۵ھ ہی میں دینور گیا تھا جہاں لوگوں نے اسے وہ مکان بتایا جس کی چھت پر سے ابو حنیفہ دینوری سالہاسال تک ستاروں کے مشاهدوں میں مشغول رہا ۔ اس عجیب و غریب توارد سے گمان ہوتا ہے کہ شاید عبدالرحمٰن صوفی کی شہادت نے حمداللہ مستوفی اور حاجی خلیفہ کے بیانات کے تیار کرنے میں اس سے زیادہ حصہ لیا ہو جتنا بادی النظر میں خیال

---

۱ ۔ لیکن بدقسمتی سے سوتر کی تالیفوں میں اس کے مماثل کوئی اور نام نہیں ملتا ۔

هو سکتا ہے[1] ۔

بہر حال ، جو کچھ ذکر ہؤا اس سے یہ ظاہر ہے کہ ابو حنیفہ دینوری کی اس کی دیگر بیان کردہ ہیئتی تالیفوں کے علاوہ ان دو میں سے پہلی کا کوئی وجود نہیں ، کیونکہ لفظ '' رصد '' سے کبھی کوئی کتاب مراد نہیں ہوتی ۔ اور جہاں تک دوسری کا تعلق ہے ، یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حاجی خلیفہ کے ذہن میں وہاں ہمارا مولف نہیں بلکہ کوئی اور مولف ہے ۔ ان بیانات ہی کی بنا پر یوروپی اہلِ علم نے یہ خیال کیا تھا کہ ابو حنیفہ اصفہان گیا تھا ۔ اب اس نظریے کو ترک کر دینے کی ضرورت ہے کیونکہ نہ اس کا کوئی ثبوت ہے اور نہ وہ کسی مستحکم اساس پر قائم ہے ۔

اب ہم دینوری کی تاریخی تالیفوں پر پہنچتے ہیں ۔ ان کی تعداد دو ہے :

۱۹ ۔ کتاب البلدان

ملکوں کے متعلق کتاب[2] ، اور

---

۱ ۔ غالباً کہنا یہ مقصود ہے کہ غائب دماغی اور سہو قلم سے حمداللہ مستوفی نے بجائے عبدالرحمٰن صوفی کے دینوری کا نام یہاں لکھ دیا ہے ۔ (مترجم)

۲ ۔ الفہرست ، ص ۷۸ ، س ۱۴ (جہاں لکھا ہے : '' کتاب البلدان کتاب کبیر '' یعنی کتاب البلدان ایک بڑی کتاب ہے) ، یاقوت کی معجم الادباء ، ج ۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۳ (: '' کتاب البلدان ، کبیر '' یعنی : کتاب البلدان جو بڑی ہے) ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ورق ۱/ب ، ابن الانباری ص ۳۰۶ ، سیوطی ، ص ۱۳۲ ، خزانۃ ادب ، ج ۱ ، ص ۲۶ ، س ۸ ، نیز وستنفلد کی جرمن کتاب '' عرب مورخین '' ، ص ۲۷ ، نمبر ۷۹ (۱)

۲۰ - کتاب الاخبار الطوال

طویل خبروں کی کتاب[۱]

[۴۸] ان میں سے آخر الذکر ہی وہ کتاب ہے جو تماماً ہم تک پہنچی ہو اور جس کو ہم اچھی طرح جانتے ہوں - اس دوسری کے برخلاف اول الزکر[۲] [کتاب البلدان] خاصی بڑی کتاب رہی ہوگی کیونکہ ہر [سوانح نگار] باقاعدہ طور پر اس کتاب کے لقب و صفت کے طور پر لفظ " کبیر " کا اضافہ کرتا ہے - یہ صفت شاید اس لیے ہے کہ اس کتاب کو اسی موضوع کی ایک چھوٹی کتاب سے ممتاز کیا جائے[۲] - اس کتاب کے بارے میں بھی کچھ شبہے پائے جاتے ہیں - دیگر ماخذوں میں " کتاب البلدان " کا ذکر ہے تو حاجی خلیفہ[۳] اس کی جگہ صرف

---

۱ - الفہرست ، ص ۷۸ ، س ۱۵ ، یاقوت ج۱ ، ص ۱۲۷ ، س ۵ ، الاخبار الطوال کا مخطوطۂ مدینہ ورق ا/ب ، دمیری کی حیاۃ الحیوان ج۱ ، ص ۸۱ ، س ۲۸ نیز ص ۹۸ ، س ۹ ، خزانۃ الادب ج۱ ، ص ۲۶ ، س ۹ ، نیز وستنفلد کی جرمن " عرب مورخین " ص ۲۷ ، نمبر ۷۹ (۲) ، فلوگل کی مذکورہ جرمن " مکتب ہائے نحو " ص ۱۹۲ ، نمبر ۱۷ ، بروکلمان کی جرمن تاریخ ادبیات عربی ، ج۱ ، ص ۱۲۳ ، ہیوار (Huart) کی فرانسسی تاریخ ادبیات عربی ، ص ۱۵۴ ، ڈیرن بورگ کا مقالۂ مذکور ، ص ۶۳ تا ۶۴ ، مولر کا مضمون در جرمن رسالہ (Mueller, Lit. Centralblatt) ۱۸۸۹ء ص ۶۱۳ و ۶۱۴ ، زلبر برگ کا مقالہ مذکور ، ص ۲۳۱ -

۲ - یہاں کراچکوفسکی کو غلط فہمی ہوئی ہے - اگر کتاب البلدان الکبیر " نام ہوتا تو ایک " کتاب البلدان الصغیر " کا امکان پیدا ہو سکتا - یہاں صفت موصوف نہیں ، مبتدا خبر کی صورت ہے - غالباً اس سے کوئی جغرافیہ کی کتاب مراد ہے (مترجم) -

۳ - کشف الظنون ، ج ۲ ، ص ۱۰۵ ، نمبر ۲۱۱۷ : " تاریخ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸ پر)

'' تاریخ ابی حنیفه '' کا ذکر کرتا ہے ۔ انہیں وجوہ سے ، یہ خیال کرنا که اس سے دو الگ الگ تالیفیں [کتاب البلدان اور تاریخ ابی حنیفه] مراد ہیں ، کچھ ضروری نہیں ، اور صفت '' کبیر '' سے ان کے ایک ہی ہونے کا تعین ہو جاتا ہے ۔ مزید برآں کسی ماخذ میں بھی به یک وقت ان دونوں تالیفوں کا ذکر نہیں : کسی میں ایک کا تو کسی میں دوسری کا ۔

'' کتاب البلدان '' کی اشاعت کم ہوئی تھی ۔ اس کے اقتباسات ہمیں کہیں نہیں ملتے ۔ شاید وہ کتاب '' الاخبار الطوال '' سے قبل تالیف ہوئی تھی ، کیونکه اس آخرالذکر کتاب میں دینوری جہاں یمن کے بادشاہ اسعد کا ذکر کرتا ہے تو جس کتاب کا حواله دیتا ہے وہ غالباً یہی کتاب البلدان ہے[1] ۔

ابن قتیبه کا دینوری کی کتابوں کو چوری سے اپنی طرف منسوب کر لینا

ابو حنیفه دینوری کا تاریخی تالیفوں کے ذکر میں اس مسئلے سے چپ نہیں رہا جا سکتا که ابن قُتیبه نے دینوری کی کتابیں چوری سے اپنی طرف منسوب کر لی ہوں ، جیسا که تمام ہی اہلِ علم[2] اس کی ایک تالیف کے متعلق بیان کرتے ہیں ۔ اس مسئلے سے کوئی حیرت نه

(صفحه ۳۷ کا بقیه حاشیه)

ابی حنیفة أحمد بن داود الدینوری المتوفی سنة ۲۸۲ ، قال المسعودی : هو کبیر الخ '' (یعنی دینوری کی تاریخ ، مسعودی نے کہا ہے که یه بڑی ہے ۔۔الخ '')

۱ ۔ الاخبار الطوال کا شائع کردہ گرگاس ، ص ۳۴ ، س ۱۶ و ۱۷ : '' فکان من قصتّة ماهو مشهور قد کتبناه فی غیر هذاالموضع '' (یعنی اس کا قصه مشہور ہے اور ہم نے اسے ایک اور مقام پر لکھا ہے) ۔

۲ ۔ دیکھو مثلاً ڈیرن بورگ کا مقالهٔ مذکور ، ص ۶۳

Marfat.com

ہوگی جب ہم اس امر کو پیش نظر رکھیں کہ ادبیات کی مملکت کے متعلق عربی ادبیات کا نقطۂ نظر کتنا وسیع تھا[1] ۔ مسئلہ زیر بحث میں حالات بہت زیادہ ممد و معاون تھے ، کیونکہ ابن قتیبہ جو ابن حنیفہ دینوری کا ہمعصر تھا ، طویل عرصے تک دینور میں ، جہاں ہمارا مولف بھی اس زمانے میں سکونت پذیر تھا ، قاضی تھا ۔ [۴۹] مگر یہ امر ذرا مشکل ہی سے کہا جا سکتا کہ ان دونوں اہلِ علم میں تاریخی تالیفوں کی حد تک علمی سارق و مسروق ِمنہ کا رشتہ تھا ۔ وستنفلد[2] کا گمان رہا ہے کہ یہ شاید [ابن قتیبہ کی] '' عیون الاخبار '' سے متعلق ہے ۔ لیکن اب '' الاخبار الطوال '' اور '' عیون الاخبار '' دونوں کے چھپ [کر ہمارے سامنے آ] جانے کے باعث یہ خیال ترک کر دینا پڑا[3] ۔ بے شبہ دینوری کی تاریخی کتابوں میں سے جو ہم تک نہیں پہنچی ہیں ، مثلاً کتاب

---

۱ ۔ اس کا شکریہ ۔ لیکن ہمارے مشرق ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ علمی چوری مغرب میں بھی کم نہیں ، بلکہ کچھ زیادہ ہی رہی ہے (مترجم)

۲ ۔ وستنفلد کی جرمن '' عرب مورخین '' ، ص ۲۷ ، نمبر ۷۹ (۲) ۔

۳ ۔ بروکلمان کی جرمن ادبیات عربی ، ج۱ ، ص ۱۲۳ ، حاشیہ (۱) ۔ بروکلمان نے بے بنیاد طور پر فرض کر لیا ہے کہ حاجی خلیفہ نے کتاب الاخبار الطوال کے متعلق یہ ذکر کیا ہے ، وہ تو تاریخ ابی حنیفہ کا ذکر کر رہا ہے ۔ [کراچکوفسکی کا یہ اعتراض ٹھیک نہیں معلوم ہوتا ۔ ناظرین خود اندازہ کر لیں ۔ بروکلمان کے الفاظ ہیں : '' مسعودی کے بیان کو حاجی خلیفہ ج ۲ ، ص ۱۰۵ ، نمبر ۲۱۱۷ دہراتے ہوئے ابن قتیبہ پر اعتراض کرتا ہے کہ اس نے اسے نقل کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا تھا ۔ یہ الزام مشکل سے درست ہے ۔ ابن قتیبہ کی کونسی کتاب مراد ہے ؟ اس کی عیون الاخبار تو یقیناً نہیں ہو سکتی '' ۔ [مترجم]

Marfat.com

البلدان ، ان کے متعلق علمی سرقے کا احتمال رهتا هے - اگرچه هماری اپنی رائے یه هے که تاریخی کتابوں کی حد تک اس خیال کو ترک کر دینا هی بهتر هوگا کیونکه وه حاجی خلیفه کے ایک سهو پر مبنی هے ، اور یوروپی اهلِ علم اس پر ضرورت سے زیاده اعتماد کرتے رهے هیں - جس فقرے[۱] سے یه غلط فهمی پیدا هوئی وه یه هے :

تأریخ ابی حنیفة الخ قال المسعودی هو کبیر أخذ ابن قتیبة ما ذکره وجعله عن نفسه

تاریخ ابی حنیفه... مسعودی نے کہا هے که وه بڑی هے اور اس میں ذکر شده باتوں کو لے کر ابن قتیبه نے اپنی طرف منسوب کر لیا هے -

مسعودی کا یه بیان ، جس پر حاجی خلیفه تکیه کرتا هے ، معلوم هے - وه ''مُروج الذهب''[۲] میں موجود هے ، لیکن ایک خاص فرق کے

۱ - کشف الظنون ج ۲ ، صؐ ۱۰۵ ، نمبر ۲۱۱۷

۲ - فرانسیسی ترجمے کے ساتھ شائع کردهٔ باربیے دمینار (Barbier de Meynard) ، ج ۳ ، ص ۴۴۲ میں عبارت یوں هے :

''...ذکرنا جمله من ذلک فی کتابنا فی أخبار الزمان وقد جرّد ذلک فی کتابه أبو حنیفة الدینوری - وقد سلب ذلک ابن قتیبة فنقله الی کتبه نقلا و جعله عن نفسه - وقد فعل ذلک فی کثیر من کتب أبی حنیفة الدینوری هذا - وکان أبو حنیفة ذامحل من العلم کبیر''

هم نے ان مسائل کا مجمل ذکر اپنی کتاب '' فی الاخبار الزمان '' میں کیا هے - ان مسائل کو ابو حنیفه دینوری نے بطور ایک تجرید کے اپنی کتاب میں بیان کیا تھا مگر ابن قتیبه نے اسے سلب کر لیا اور اپنی کتابوں میں نقل کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا - ابن قتیبه

(بقیه حاشیه صفحه ۵۱ پر)

Marfat.com

ساتھ - وہ کسی معیّن کتاب کے متعلق اس کا ذکر نہیں کرتا ، اور مزید برآں وہ کتاب کا نام نہیں لیتا — یہ سب کشف الظنون کے مولف کی اپنی ایجاد ہے - بہر صورت یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسعودی کے ذہن میں ان دونوں مولفوں کی تاریخی کتابیں نہ تھیں - مسعودی کا یہ بیان اس موقع پر ہے جہاں اس نے مختلف مظاہر فلکی کا ذکر کیا ہے ، مثلاً ستاروں کا اثر [۵۰] دنیا اور آدمیوں کی طبیعت پر ، وغیرہ[۱] - ہم جانتے ہیں کہ عرب "انواء (کارتیوں) کو ایک خاص اہمیت دیتے تھے ، اور اس بارے میں ابو حنیفہ کی تالیف کو تو ادبیات عالیہ میں داخل کر دیا گیا ہے - اس سے یہ گمان کرنا مشکل نہیں کہ اس طرح کی ھی کوئی کتاب ہوگی جو ابن قتیبہ کی طرف منسوب ہو گئی ہو - مورخ کی حیثیت سے ابو حنیفہ دینوری کو کوئی مقبولیت حاصل نہ تھی کیونکہ اسے جو جو القاب دیے

(صفحہ ۵۰ کا بقیہ حاشیہ)

نے اس ابو حنیفہ دینوری کی بہت سی کتابوں کے متعلق ایسا ھی کیا ہے حالانکہ ابو حنیفہ بڑا علمی پایہ رکھتا تھا -

[مسعودی کی عبارت کا آخری حصہ بھی توجہ طلب ہے کہ " دینوری کی بہت سی کتابوں کے متعلق " ابن قتیبہ نے ایسا کیا ہے - کراچکوفسکی نے اس پر مطلق توجہ نہیں کی ہے - ہمارا خیال ضمیمے میں درج کیا جائے گا (مترجم)]

۱ - مروج الذھب کے جس باب میں یہ ذکر ہے ، اس کا عنوان ہے :
الباب الحادی والستون ذکر القول فی تأثیر النیرّین فی هذا العالم و جمل مماقیل فی ذلک ممالحق بهذا الباب -
اکسٹھواں باب اس بات کے ذکر میں کہ چاند اور سورج کا اس عالم پر کیا اثر پڑتا ہے ؟ اور اس باب سے ملحق چیزوں کے متعلق کہے ہوئے امور کا اجمالی بیان -

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۲ پر)

Marfat.com

جاتے ہیں ان میں مورخ کا لفظ نہیں پایا جاتا - اسے زیادہ تر نباتاتی یا لغوی کہا جاتا ہے ، نادر صورت میں منجّم بھی ، لیکن مورخ کبھی نہیں - اس کے باوجود ابن قتیبہ کی نجومیاتی تالیفوں کے نام معلوم ہیں ، اور ان کے گمنام رہ جانے کی وجہ شاید وہی ہے جو مسعودی نے بیان کی ہے اور جو جلدی ہی یعنی دونوں مولفوں [دینوری اور ابن قتیبہ] کی وفات کے بعد ، بمشکل پچاس سال[1] کے اندر دریافت ہوگئی - ابن قتیبہ کی نجومیاتی تالیفوں میں سے ایک کا نام ''کتاب الانواء''[2]

(صفحہ ۵۱ کا بقیہ حاشیہ)

[کراچکوفسکی کے اس بیان سے غلط فہمی پیدا ہوگی کہ دینوری یا ابن قتیبہ کے ہاں ستاروں کی تاثیر سے بحث ہوئی ہے - اس سے اوپر کے حاشیے کی عبارت کو کراچکوفسکی نے نامکمل نقل کیا ہے - اصل عبارت مسعودی کے ہاں یوں ہے :

فأما قبلة أهل المشرق المغرب والتيمن والجدى فقد ذكرنا جملا من ذلک فی کتابنافی أخبار الزمان....

جہاں تک مشرق ومغرب اور شمال و جنوب والوں کے قبلے کا تعلق ہے ، ہم نے اس کا مجمل ذکر اپنی کتاب فی اخبار الزمان میں کیا ہے ..

اس کو '' تاثیر النیّرین '' کے خرافات سے کوئی تعلق نہیں - غالباً اس سے دینوری کی '' کتاب القبلة والزوال '' مراد ہے '' - (مترجم)]

۱ - ابن قتیبہ کی وفات اور مروج الذہب کی تالیف کے مابین کی مدت مراد ہے (مترجم)

۲ - بروکلمان کی جرمن تاریخ ادبیات عربی ، ج۱ ، ص ۱۲۲ نمبر ۸ ، سوتر کی مذکورہ '' ریاضیات وہیئت داں '' ، ص ۳۱ نمبر ۵۷ - [یہ کتاب اب حیدرآباد میں دائرة المعارف نے چھاپ دی ہے (مترجم)]

Marfat.com

ھی ھے ، اور دوسری کا " کتاب فی علم الفلک "[۱] ۔ ظاھر ھے کہ یہ اذعان کے ساتھ تو نہیں کہا جا سکتا کہ مسعودی کے ذھن میں یہی دونوں تالیفیں رھی ھوں ۔ لیکن مسعودی کے بیان کا اطلاق تو تاریخی تالیفوں کے متعلق اس سے بھی کم یقین کے ساتھ ھو سکتا ھے ، جیسا کہ حاجی خلیفہ کی بنا پر سارے یوروپی اہلِ علم یقین کر بیٹھے تھے "[۲] ۔

کتاب الاخبار الطوال

اب ھمیں صرف یہ باقی رہ گیا ھے کہ کچھ الفاظ اس کتاب کے بارے میں بھی کہیں جس کے باعث ھی یہ ساری بحث چھڑی اور یہ یادداشت مرتب ھوئی ، " یعنی کتاب الاخبار الطوال " ۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ یہ کتاب مشرق میں کبھی زیادہ مقبول نہ رھی ، اگرچہ [ابو حنیفہ دینوری کی] تالیفوں کی فہرست میں [۵۱] حاجی خلیفہ کو چھوڑ کر باقی سارے ھی سوانح نگار اس کا ذکر کرتے ھیں ۔ یہ خیال کیا جا سکتا ھے کہ حاجی خلیفہ بھی دینوری کی " تاریخ " کے لفظ سے اسی کتاب کا ذکر کرنا چاھتا تھا ۔ بہر حال اس کتاب کے مخطوطوں کی قلیل

---

۱ - سوتر کتاب بالا ، حوالۂ بالا ۔ [یہ کوئی الگ کتاب نہیں ۔ کتاب فی الانواء ھی کو کتاب علم الفلک — یا زیادہ صحیح لفظوں میں کتاب علم الفلک — کہا جاتا رہا ھے ، جیسا کہ کتاب الانواء کے مقدمے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ھے ۔ (مترجم)]

۲ - مسعودی کا یہ چاھنا کہ اس باب میں علوم طبیعیہ سے بحث کرے ، ان ناموں سے ثابت ھوتا ھے جو وہ ابو حنیفہ کے بعد سائنسی علوم کے متعلق بطور سند ذکر کرتا ھے (دیکھو صفحہ ۳۴۴) ۔ چنانچہ یہاں وہ نام ملتے ھیں جو عربی نجومیات میں مشہور و معروف ھیں (یعنی بطلیموس ، الکندی ، ماشاءاللہ [نو مسلم یہودی] ، ابو معشر ، محمد بن کثیر ، الفرغانی ، البتّانی وغیرہ) ۔

Marfat.com

تعداد[1] سے اس کا کافی ثبوت ملتا ہے کہ وہ زیادہ پھیلی نہیں ، اور مورخ ابن العدیم نہ ہوتا ، اور اس تاریخی کتاب کی قدردانی نہ کرتا تو اس کا ایک نسخہ بھی باقی نہ رہتا ۔ ایک مزید ثبوت یہ ہے کہ اس کے

---

۱ ۔ اس دلیل سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا ۔ تین چار نسخے تو اچھی خاصی تعداد ہیں ۔ کتنی ہی مشہور اور مقبول کتابیں ہیں کہ ان کا اب دنیا میں وجود نہیں ۔ کتنوں ہی کو محض واحد نسخے کی بنا پر چھاپا گیا ۔ ہر قوم کی زندگی میں بیرونی حملوں کی صورت میں ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ علم ضائع ہو جائے ۔ یہودیوں میں, توریت سے زیادہ مقبول و محترم کتاب کونسی ہوگی ؟ بابل کے بخت نصّر اور روما کے ٹیٹس نے ان پر حملہ کیا تو چن چن کر توریت کے مخطوطے جلا دیے اور اس طرح اصل توریت دنیا سے ناپید ہو گئی - مسلمانوں میں چھاپے کے رواج سے پہلے اولاً حروب صلیبیہ میں فرنگی قتل و غارت سے سابقہ رہا ۔ پھر تاتاری سیلاب میں سقوط بغداد ہؤا ۔ اُدھر اندلس و صقلیہ میں بھی فرنگیوں کو عربی کتابوں سے خاص کر بغض رہا ۔ معتبر لوگوں کی چشم دید بات سنی گئی کہ ۱۸۵۸ء جیسے روشن زمانے میں لال قلعے پر قبضے کے بعد انگریز کمانڈر نے مغلیہ شاہی کتب خانے کی ساری کتابیں نکلوا کر ہولی جلائی ــ صرف چند طبّی کتابیں حکیم اجمل خاں مرحوم کے والد یا دادا کو اٹھا لیجانے کی اجازت دی ۔ ابھی ۱۹۶۴ء میں پارلیس کے اخباروں میں یہ خبر چھپی کہ روسیوں نے وسطایشیا میں بدھ مت کی ایک خانقاہ کے کتب خانے کو خاکستر کر دیا جہاں ایسی کتابیں بھی تھیں جن کا دنیا میں اب کوئی اور نسخہ باقی نہیں ۔ قسمت کے ان حوادث کو کتاب کی مقبولیت سے کوئی تعلق نہیں ۔ الف لیلہ سے زیادہ مقبول عوام کتاب کونسی ہوگی ؟ اس کا بھی کوئی کامل نسخہ اب تک نہیں ملا ۔ یا صلحنامۂ ورسای کے اصل دستخط شدہ نسخوں میں سے اب دنیا میں کوئی باقی نہیں حالانکہ یہ ۱۹۱۹ء کی چیز ہے ۔ (مترجم)

Marfat.com

حوالے یا اقتباس دیگر کتابوں میں نہیں ملتے ، سرگرم تلاش پر شاید ایسی کچھ مثالیں ملینگی لیکن اب تک تو ہمیں صرف دو اقتباس ملے ہیں جو الدّمیری کی کتاب کے تاریخی حصے میں ہیں[1] ۔ یہ مولف علوم طبیعی کا ماہر تھا ، اسی لیے[۵۲] ابو حنیفہ دینوری کی دیگر تالیفوں سے بہت اچھی طرح واقف تھا اور غالباً اس کی کتاب النبات سے استفادہ بھی کر چکا تھا ۔ اشاعت سے قبل '' الاخبار الطوال '' یوروپی ادبیات میں بہت کم

---

۱ - حیاۃالحیوان ج۱ ، ص ۸۱ ، س ۲۶ تا ۳۱ ، نیز ص ۹۸ ، س ۹-۱۳ ، پہلے اقتباس میں خلیفہ عبدالملک کی وصیت کا ، اور دوسرے میں خلیفہ مامون کے اوصاف کا ذکر ہے ۔ ہم انھیں یہاں کا ملاً نقل کرتے ہیں اور مربع قوسین میں ان الفاظ کو نمایاں کرتے ہیں جو الاخبار الطوال میں نہیں ہیں یا اختلاف کے ساتھ ہیں :

پہلا اقتباس ، دمیری ۱/۸۱ ، س ۲۶ تا ۳۱ = الاخبار الطوال ص ۳۲۸ ، س ۱۱—۱۳ [ذکر ابو حنیفة فی الاخبار الطوال أن عبدالملک بن مروان أوصی ابنه الولید لماثقل فی مرضه فقال] یا ولید لا ألفینک اذا وضعتنی فی حفرتی [دینوری + أن] تعصر عینیک کالأمة الواهاء [دینوری : الورهاء] بل اتزر و شمّر والبس جلد النمر وادع الناس الی البیعة فمن قال برأسه کذا [أی لا] فقل بالسیف کذا [أی اضرب عنقه انتهی] ۔

دوسرا اقتباس دمیری ۱/۹۸ س ۹—۱۳ = الاخبار الطوال ص ۳۹۶ ، س ۳ تا ۸ : [قال فی الاخبار الطوال] کان [المأمون] شهما بعید الهمه ، أبیّ النفس وکان نجم بنی [دینوری : ولد] العباس فی العلم والحکمة ـ وکان قد [دینوری : وقد کان] أخذ من دینوری + جمیع] العلوم بقسط و ضرب فیها بسهم ـ وهو الذی استخرج کتاب اقلیدس [دینوری + من الروم] وأمر بترجمة و تفصیله وعقد المجالس فی خلافه للمناظرة فی الادیان والمقالات ـ وکان استفاذه فیها أبا الهذیل محمد بن الهذیل [البصری المعتزلی الذی یقال له] العلاّف ـ

Marfat.com

معروف تھی اور خود ۱۸٦۲ء میں فلوگل گمان کرتا رہا کہ اس کتاب سے مراد ''لمبی خبریں (حضرت محمدؐ کے ملفوظات)''[۱] ہونگے ۔ یہ صحیح ہے کہ اس کتاب کے چھپنے کے بعد بھی اس کی طرف توجہ زیادہ منعطف نہ ہوئی[۲] ۔ لیکن جب چند تاریخی کتابوں کی تالیف میں اس سے استفادہ عمل میں آیا تو پھر اس کے مندرجات کی قدر و قیمت کو پوری طرح تسلیم کیا گیا ۔ [لینن گراڈ کے] مخطوطات کی تفصیلی فہرست مرتب کرتے وقت ھی و۔ کٹور روزن نے اس کی ساری اهمیت جانچ لی تھی[۳] ۔ پھر مذکورہ تاریخی تالیفوں میں ان سارے مباحث کی تحلیل کی گئی جن کا دینوری نے ذکر کیا ھے چنانچہ سکندر اعظم کا افسانہ[۴] ، ساسانی[۵]

---

۱ ۔ فلوگل کی مذکورہ جرمن '' مکتب ھائے نحو '' ، ص ۱۹۲ ، نمبر (۱۷) ۔

۲ ۔ ھمیں صرف دو تنقیدوں کا پتا چل سکا ھے ، ایک ایچ ڈیرن بورگ کی جس سے ھم نے استفادہ کیا ہے ، اور دوسری اے میولر کی ۔

۳ ۔ اس کی فہرست مخطوطات لینن گراڈ ، ص ١٦

۴ ۔ نویلڈ یکے کی جرمن کتاب '' افسانہ سکندر کی تاریخ پر تازہ مواد '' ، ویانا ۱۸۹۰ء ، ص ۳۵ ومابعد

Th. Noeldeke, Beitraege zur Geschichte des Alexanderromans

۵ ۔ نویلڈیکے کی جرمن '' ساسانی دور کے ایرانیوں اور عربوں کی تاریخ '' ، لایدن ۱۸۷۹ء

Th. Noeldeke, Geschichte der Perser und Araber zur Zeit der Sasaniden

اس کے علاوہ روٹ شٹائن کی جرمن '' حیرہ کا لخمی خانوادہ '' ، برلین ۱۸۹۹ء

Rothstein, Die Dynastie der Lahmiden

اور کرسٹنسن کی فرانسسی '' ساسانیوں کی شہنشاھی کو پنہاگن ۱۹۰۷ء

A. Christensen, L'Empire der Sassanides

Marfat.com

دور حکومت ، [مسلمانوں کی] ابتدائی فتوحات[1] ، بنی امیہ کی عام تاریخ[2] ، اور اس خانوادے کے ابتدائی خلفاء[3] ، اس عہد کی مذہبی تحریکیں[4] ، بنی عباس کے لیے دعایہ[5] ، وغیرہ - ان مولفوں کے طفیل اب اس کی

---

۱ - ولہاوزن کی جرمن " اسلام کی قدیم تاریخ کا مقدمہ " ، جو اس کی تالیف " خاکے اور پیش عملیاں " کی جلد ششم میں ہے ، طبع برلین ۱۸۹۹ء

J. Wellhausen, Prolegomena zur aeltesten Geschichte des Islams (in : Skizzen und Vorarbeiten)

اور کائتانی کی اطالوی " تاریخ اسلام " تین جلدیں ، میلان ۱۹۰۵ء تا ۱۹۱۱ء [اس کی بعد میں مزید جلدیں چھپیں (مترجم)

L. Caetani, Annali dell'Islam

۲ - ولہاوزن کی جرمن " عربی سلطنت اور اس کا زوال " ، برلین ۱۹۰۲ء

J. Wellhausen, Das arabische Reich und seine Sturz

۳ - لامنس کے مقالے بیروت کے فرانسیسی رسالے " کلیۂ شرقیات کا مجموعہ " جلد دوم تا پنجم ، بیروت ۱۹۰۶ تا ۱۹۱۱ء میں -

H. Lammens in : Melanges de la Faculte Orientale

۴ - فان خلدر کی ولندیزی کتاب " مختار جھوٹا نبی " لایدن ۱۸۸۸ء

Van Gelder, Mohtar de valsche profeet

اور ولہاوزن کی جرمن " قدیم اسلام میں مذہبی اور سیاسی مخالفت کی پارٹیاں " ، برلین ۱۹۰۱ء

J. Wellhausen, Die religioes-politischen Oppositionsparteien im alten Islam

۵ - فان فلوٹن کی ولندیزی " خراسان میں عباسیوں کا بول بالا " ، لایدن ۱۸۹۰ء

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸ پر)

ضرورت نہ رہی کہ الاخبار الطوال کے ہر باب کی تفصیل سے تحلیل کی جائے اور یہ امر مشتبہ ہی ہے کہ اب بھی ایسا کوئی شخص پایا جاتا ہو جو [۵۳] موِلر کی طرح یاس انگیز ہو ۔ مولف مذکور[1] نے ۱۸۸۹ء میں لکھا تھا کہ تاریخ ابو حنیفہ دینوری کی اہمیت اسی وقت تک کے لیے تھی جب تک کہ طبری کی تاریخ شائع نہ ہو گئی ، اور یہ کہ یہ اہمیت اس بات کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے کہ [الاخبار الطوال سے] تاریخ ابن الاثیر کے متن کی تصحیح میں مدد ملتی ہے ۔

الاخبار الطوال کے مندرجات سے اب سب واقف ہو چکے

(صفحہ ۵۷ کا بقیہ حاشیہ)

G. van Vloten, De opkomst der Abbasiden in Chorasan

اور اسی مولف کی فرانسیسی " عربی غلبہ ، شیعیت اور اموی دور خلافت میں مسیح موعود کے متعلق اعتقادات " ، اسٹرڈام ۱۸۹۴ء

Recherches sur la domination arabe, le Chiisme et les croyances messianiques sous le khalifate des Omsyades

۱ ۔ اس کا مقالہ جرمن رسالہ Literarisches Centralblatt ۱۸۸۹ء ص ۶۱۴ میں ۔ مگر یہ رائے خود اس مقالے کے آخری ریمارک سے کچھ زیادہ ہم آہنگی نہیں رکھتی کہ : " ایسے پرانے مولف کی کتاب کی بہر حال لسانیاتی اور تاریخی تلاش و تحقیق کے سلسلے میں قدر و قیمت ہوتی ہے "۔ رہا موِلر ، اس کی ناموافق رائے خاص کر فان خلدر کے مذکورہ ولندیزی رسالے پر مبنی ہے جو اسی سال شائع ہؤا تھا ، لیکن اب اس کے جواب میں ولھاوزن کو پیش کیا جا سکتا ہے جس نے اپنی جرمن " عربی سلطنت اور اس کا زوال " میں اس بارے میں اپنی رائے ظاہر کی ہے اور جو دینوری کے بیانات کو زیر بحث (اموی) دور کے متعلق زیادہ موافقانہ طور پر جانچتا ہے ۔

Marfat.com

ہیں[1]۔ دیگر عرب مولفوں کی طرح، دینوری کے ہاں بھی تاریخ حضرت آدم سے شروع ہوتی ہے - پیغمبروں کے قصوں اور ایران و یمن کی خرافات بھری تاریخ کو اس کتاب میں کوئی اساسی اہمیت نہیں دی گئی ہے اگرچہ جگہ جگہ اس میں بھی بعض اہم واقعات مل جاتے ہیں - مثلاً وہ قصہ جو یقیناً فرضی ہے[2]، اور جس میں حضرت عبداللہ بن الصامت نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت میں ان کو قیصر روم کے ہاں بطور سفیر بھیجا گیا (مطبوعہ عربی متن، ص ۲۱) - سکندر اعظم کے عہد کے حالات بہت بڑی قدر و قیمت کے حامل ہیں اور مولف نے اس افسانے کو تفصیل سے بیان کیا ہے (ص ۳۱-۴۱) - اس نے اہم اہم واقعات کو لے کر ساسانی دور کے بڑے خد و خال بیان کیے ہیں تاآنکہ ساسانی حدود پر عربی حملے شروع ہوں - اس لمحے سے دینوری کی تاریخ درجۂ اول کی اہمیت اختیار کر لیتی ہے (ص ۱۱۶) - یہ قابل ذکر ہے کہ دینوری حضرت محمد ؐ کے حالات بیان نہیں کرتا اور صرف چند سطروں

---

۱ - مثلاً روزن کی فہرست مخطوطات، ص ۱۵، ڈیرن بورگ کا مقالۂ مذکور، ص ۶۳، بروکلمان کی تاریخ ادبیات عربی، ج ۱، ص ۱۲۳ [اس میں مینڈنیکوف کی روسی کتاب ''فلسطین'' کا بھی اضافہ کرنا چاہیے کہ اس میں دینوری کے بہتر مختصر حالات دے کر الاخبار الطوال کی تحلیل کر دی گئی ہے - (مترجم)]

۲ - اس قصے کا اساسی مسئلہ کہ پیشینگوئیوں کو تصویروں کی البم کی صورت میں تیار کیا گیا ہو، اب خود بیزنطینی تاریخوں میں بھی مل گیا ہے - اسلامی حالات بھی حدیث کی مختلف کتابوں میں ملتے ہیں - ان پر میں نے فرانسیسی میں ایک تفصیلی مضمون لکھ کر کراکو (پولینڈ) کے رسالۂ مستشرقین میں شائع کیا ہے: ''حضرت ابو بکر کی سفارت ہرقل کے ہاں اور بیزنطینی کتاب پیشینگوئی ہا'':

Une ambassade du calife Abu Bakr aupres de l'empereur Heraclius et le livre byzantin de la prediction des destinees, in : Folia Orientalia, II, 29-42, 1961.

Marfat.com

پر اکتفا کرتا ہے[1] - تاریخ خلفاء سے اسے دلچسپی صرف اس حد تک ہے که ایران کس طرح فتح ہؤا - چنانچه وہ حضرت خالد بن الولید کی مہم کو زیادہ تفصیل سے بیان کرتا ہے (ص ۱۱۷ الخ) - اسی طرح حضرت ابو [۵۴] عبیدہ کی مہم کو (ص ۱۱۹ الخ) قادسیه اور نہاوند کے معرکے (ص ۱۲۷ تا ۱۳۳ اور ص ۱۴۱ تا ۱۴۵) - ایرانی شہنشاہی کے زوال کے ذکر کے بعد وہ مسلمانوں کی اس خانه جنگی کی طرف متوجه ہوتا ہے جو حضرت عثمان کی وفات کے بعد وقوع پذیر ہوئی - پھر جنگ صفّین کے حالات (ص ۱۶۴ ومابعد) سے اس تاریخ کا اہم ترین حصه شروع ہوتا ہے - حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی باہمی حریفی اور حضرت علیؓ کی خوارج سے جنگ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور ان دونوں خلیفوں کی وفات تک اس تفصیل کا سلسله جاری رہتا ہے (ص ۲۳۷ اور ص ۲۴۰) - پھر اموی تاریخ سے اس کو دلچسپی صرف اس سلسلے میں ہے که اس عہد کی مذہبی اور سیاسی تحریکوں کو نمایاں کرے - پھر وہ زیادہ تفصیل سے امام حسینؓ کے حالات (ص ۲۵۷ ومابعد) اور ان کی شہادت کو (ص ۲۷۰ ومابعد) بیان کرتا ہے - پھر آزارقه (خوارج) کی بغاوت (ص ۲۷۸) اور خاص کر مدعی نبوت مختار کے (ص۲۹۶ تا ۳۱۴) حالات ہیں - عبدالملک (ص ۳۲۸) اور ولید (ص ۳۳۱) کے حالات میں گویا صرف ان کی موت پر اکتفا ہے - پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ذکر ہے (ص ۳۳۳) - پھر شیعی بغاوت کے آغاز کا ذکر (۳۳۴ ومابعد)، خاص کر اس کے قائد اعظم ابو مسلم خراسانی کے حالات (ص ۳۳۸ ومابعد) - تاریخی نقطۂ نظر سے اس سے کسی کو اختلاف نه ہوگا که ابو حنیفه دینوری کی کتاب کا یه حصه یعنی ساسانیوں کی تاریخ اور دور اموی کے وسط کی بغاوتیں ہی وہ حصه ہیں جو سب سے زیادہ اہمیت

---

۱ - روزن نے اپنی فہرست (ص ۱۵) جس میں عبارت کا اس سلسلے میں ذکر کیا ہے، اس کے علاوہ عہد نبوی کے کچھ تاریخی حالات ص ۷۵، س ۱۷ تا ص ۷۶، سطر ۶ تک میں بھی ہیں -

Marfat.com

کی حامل ہے[1] - مروان کی وفات (ص ۳۶۵) اور ابو العباس السفّاح کے انتخاب (ص ۳۶۸) سے عباسی خانوادے کی تاریخ شروع ہو جاتی ہے - اور اس سلسلے میں بھی دینوری مسلسل حالات کی جگہ صرف خاص خاص واقعات پر اکتفا کرتا ہے - چنانچہ شہر بغداد کی تعمیر (ص ۳۷۹)، ابو مسلم خراسانی کی موت (ص ۳۷۸)، نفس زکیّہ کی بغاوت (ص ۳۸۱)، امین اور مامون کے حالات (ص ۳۸۳ تا ۳۹۵)، بابکِ خُرّمی کی بغاوت (ص ۳۹۷) دیگر حالات کی طرف محض اشارہ ہوتا ہے - اور جتنا جتنا وہ اپنے ہمعصر زمانے سے قریب آتا جاتا ہے، حالات اتنے ہی مختصر ہوتے چلے جاتے ہیں اور معتصم کی وفات پر جو ۲۱۸ میں ہوئی، اور جو ابو حنیفہ کی ولادت سے کچھ بہت پہلے کا واقع نہیں، یہ قصہ یکا یک ختم ہو جاتا ہے -

عرب اہلِ علم کے لیے تاریخ ایک من بھاتا موضوع ہے - مذکورہ بالا خلاصے سے معلوم ہوگا کہ اس علم میں بھی ابو حنیفہ دینوری نے اپنی جدت پوری طرح برقرار رکھی ہے - اس کی تاریخ بے شبہ "طویل خبروں" پر مشتمل ہے - وہ حالات کبھی سنہ‌وار نہیں بیان کرتا - کسی واقعے میں یہ بھی کبھی نہیں بتاتا کہ اس میں کوئی اختلاف روایت ہو - وہ ہمیشہ حالات کو ایک مسلسل قصے کے طور پر بیان کرتا چلا جاتا ہے، لیکن صرف ان امور کے متعلق جن سے اسے دلچسپی تھی - اس طرح اس کتاب کو ایک واقعی ادبی قدر و قیمت حاصل ہو جاتی ہے - اس نقطۂ نظر سے وہ شروع سے آخر تک ایسی ہی ہے - اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ، اگرچہ دینوری کو زیادہ‌تر سائنس (ریاضی، نباتیات وغیرہ) سے دلچسپی تھی، اسے بڑا ادبی ملکہ بھی حاصل تھا - ثبوت کے طور پر مختار کے حالات، یا خراسان میں امویوں کا زوال، اور نصر بن سیار کی جنگ قابل ذکر ہیں - اس آخر الذکر میں خود ہم

---

۱ - فان فلوٹن کی مذکورہ ولندیزی "خراسان میں عباسیوں کا بول بالا"، ص ۹۸، ۱۰۱ مع نوٹ ۱، ص ۱۳۸ مع نوٹ ۴ وغیرہ -

Marfat.com

جدید مغربیوں کو اعلیٰ ترین ڈراماٸی منظر نگاری نظر آتی ھے - بعض وقت قصے کی پر جوش کیفیت سے خود بھی متاثر ھو کر وہ اپنی راۓ بیان کرنے پر مجبور ھو جاتا ھے[۱] - ادبی مہارت کے باوجود وہ بعض وقت کوئی واقعہ " ثم کان "[۲] (پھر یوں ھؤا کہ) سے شروع کرنے میں تامل نہیں کرتا ، خواہ یہ نیا واقعہ اس کے عین پہلے سے واقعے سے قطعاً بے تعلق ھی کیوں نہ ھو -

مزید برآں ، ابو حنیفہ کا اسلوب یوروپی اھل علم کے لیے زیادہ سہولت بخش نہیں - وہ کبھی کسی واقعے کی کامل سند نہیں بیان کرتا اور شاذ ھی اپنے ماخذوں کا ذکر کرتا ھے جیسا کہ اس اشاریے (انڈکس) کی ورق گردانی سے نظر آ جاۓ گا - ماخذوں میں زیادہ معروف مولف ھی ھیں[۳] - لیکن جو اقتباسات وہ دیتا ھے ان سے یہ پتا چلانے کا قطعاً امکان نہیں ھوتا کہ کس نوبت تک کس اقتباس سے اس نے استفادہ کیا ھے - ایران کے حالات پر عربی ماخذوں کے علاوہ وہ ایرانی ماخذوں سے بھی استفادہ کرتا ھے ، اور یہ ھمارے لیے بہت زیادہ اھمیت کا حامل ھے - نویلڈیکے[۴] کی تحقیقات سے ثابت ھو گیا ھے کہ دینوری نے افسانوی [۵٦] کتابوں کو کم یا زیادہ تصحیح کر کے بطور ماخذ استعمال کیا ھے[۵] - اس نے سندباد

---

۱ - مثلاً عربی متن کا صفحہ ۸۵ ، س ۴ ، ص ۱۰۳ ، س ۱۳

۲ - مثلاً ص ۱۳۱ ، س ۷ ، ص ۱۳۸ ، س ۵ ، ص ۱۳۹ ، س ۹ ، ص ۱٦۴ ، س ۱۱ -

۳ - مثلاً ھیثم بن عدی ، الکلبی ، الکِسائی ، الشعبی ، الأصمی ، عَبید بن الشریّۃ وغیرہ

۴ - نویلڈیکے کی مذکورہ جرمن " ساسانی دور کے ایرانیوں اور عربوں کے حالات " ، صفحہ XXV ومابعد

۵ - کیا اچھی دلیل کہ مجوسیوں کے افسانوں کا محرّف تذکرہ مسلمانوں کے سنجیدہ اور حوالوں کے ساتھ بیان شدہ حالات سے بھی زیادہ اھم ھیں ! (مترجم)

Marfat.com

کے قصے کے پہلوی ایڈیشن کے بعض آثار بھی محفوظ کیے ھیں[۱] - اور اسے قصۂ کلیلہ و دمنہ سے بھی اچھی واقفیت ہے[۲]- اس کے فارسی زبان سے واقف ہونے کا کافی ثبوت اس سے ملتا ہے کہ وہ اپنی کتاب میں فارسی اقتباسات بہت کافی دیتا ہے[۳] - اس کے فارسی الاصل ہونے کا اس سے مزید ثبوت مل جاتا ہے ، ورنہ اس کے دادا کا نام وَنَنْڈ ہونے کے باوجود بعض اہلِ علم نے اس پر شبہ ظاہر کیا تھا - یہ مسئلہ کہ اس نے اپنی کتاب کے دیگر حصوں کے متعلق معلومات کہاں سے حاصل کیے ھیں ، اس کا پتا چلانا کافی مشکل ہے - اس کے لیے ہر ہر مسئلے کے متعلق مستقل تلاش کرنی پڑے گی - اوپر جن [فرنگی] تاریخی تالیفوں کا ذکر ہؤا ، ان میں ایک حد تک یہ کام انجام دیا جا چکا

---

۱ - صفحہ ۱۴۵، س ۱۳ ومابعد [بظاہر اس حوالےمیں طباعتی غلطی ہے (مترجم)] اس بارے میں ہورو وِٹس (J. Horowitz) نے جرمن رسالہ ZDMG ۱۹۱۱ ج ۶۵ ، ص ۲۸۷ تا ۲۸۸ میں جو ریمارک کیا ہے وہ متاخر چیز ہے - دینوری کی اساس پر یہ قصہ اس سے بھی پہلے نوینڈ یکے نے ZDMG ھی کی جلد ۳۳ ص ۵۱۳ ومابعد میں شائع کر دیا تھا - (دیکھو اولڈن بورگ S. Oldenburg کا بیان ZDMG ھی کی ج ۶۵ ، ص ۶۲۰ میں)

۲ - عربی متن ، ص ۸۰ ، س ۱۲

۳ - ص ۳۲ ، ۵ ، ص ۶۰ ، س ۱ ، ص ۷۳ ، س ۱۰ ، ص ۱۰۵ ، س ۱۸ ، ص ۱۳۰ ، س ۳ ، ص ۱۳۳ ، س ۲۱ ، ص ۳۵۱ ، س ۲۱ ، ۲۲ ، ص ۳۶۰ ، س ۳ ایک مرتبہ تو اثنائے عبارت میں وہ فارسی لفظ " باغ " بھی استعمال کرتا ہے (ص ۱۱۴ ، س ۱۹) ایک اور مرتبہ اس میں ایک نبطی اقتباس بھی آیا ہے (ص ۷۵ س ۱۵)

۴ - اشتر اسبورگ کا [مرحوم] جرمن رسالہ Zeitschrift fuer Assyriologie ۱۹۱۰ء ، ج ۲۶ ، ص ۲۲۹ -

Marfat.com

ہے۱۔ اور جن کو اس سے دلچسپی ہو وہ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں ۔

اوپر جو کچھ بیان ہؤا اس سے بہ آسانی یہ نظر آ جاتا ہے کہ جس موضوع میں دینوری کو زیادہ شہرت نہ تھی ، خود اس کے متعلق بھی اس کی واحد کتاب سے نہ صرف ہمیں بڑے قیمتی تاریخی معلومات حاصل ہوتے ہیں ، بلکہ اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ابو حنیفہ دینوری اپنی جدت برقرار رکھنے میں کس طرح کامیاب ہوتا ہے ۔ اسی بنا پر ہمارا افسوس اور بڑھ جاتا ہے کہ ان موضوعوں پر جن میں وہ سند سمجھا جاتا تھا ، اس کی کتابیں ہم تک نہیں پہنچ سکیں ، خاص کر اس کی بے مثل ''کتاب النبات''۱ ۔

سینٹ پیٹر سبورگ [حال : لینن گراڈ] دسمبر ۱۹۱۱

---

۱ ۔ مثلاً اب ہم جانتے ہیں کہ ۱۳ تا ۲۳ھ کے حالات پر ابو حنیفہ نے زیادہ تر مکتب ہائے مدینہ کی روایتوں پر اعتماد کیا ہے ۔ دیکھو کائتانی کی اطالوی تاریخ اسلام ، ج ۳ ، ص ۷ ، ف ۵ ، (نیز ص ۱۵۱ ، ف ۱۵۸) ، وغیرہ

۱ ۔ اس کتاب کی دو جلدیں مل گئی ہیں اور تادم تحریر کچھ حصہ چھپ بھی گیا ہے ۔ تفصیل کے لیے دیکھو آگے ہمارا ضمیمہ (مترجم)

Marfat.com

ضمیمہ

(از محمد حمید اللہ)

تمہید

تالیف اور ترجمے میں فرق ھوتا ہے - مجھ سے کراچ کوفسکی کے ترجمے کی خواھش کی گئی اس لیے مختصر حاشیوں کو چھوڑ کر اسی کے خیالات کو اسی کی ترتیب کے ساتھ من و عن پیش کرنا پڑا - لیکن اردو بورڈ نے از راہ عنایت اس کی بھی اجازت دی ھے کہ ضروری باتوں کا اضافہ کروں اس لیے یہ ضمیمہ مربوط بیان کی جگہ مختلف مسائل کا مجموعہ ھوگا -

الاخبار الطوال کی اھمیت اور خامی

یہ ایک تاریخی کتاب ھے جس کا ترجمہ پیش کیا جا رھا ھے - اس کا مولف ایک مسلمان تھا - اس لیے اولاً یہ یاد دلانا شاید بے جا نہ ھوگا کہ مسلمانوں نے علم تاریخ کی کیا خدمت کی ، اور اس میں دینوری کا کیا حصہ ھے ؟

جیسا کہ اِشپرنگر نے اب سے صدی بھر پہلے اعتراف کیا تھا ، حق و باطل میں امتیاز کے لیے قانونِ شہادت انسانی سماج میں بہت عرصے سے پایا تو جاتا ھے ، لیکن سابق میں وہ صرف عدالتوں میں برتا جاتا تھا ، مسلمان ھی وہ پہلی قوم ھیں جنھوں نے قانونِ شہادت کو تاریخ پر بھی منطبق کیا تاکہ ھر ھر تاریخی واقعے کے ایک ، دو ، تین جتنے چشم دید اور گوش شنید گواہ مل سکتے ھیں ان کے بیان کی اساس ھی پر اس واقعے کو نقل کیا جائے - اس طرح تاریخ ، افسانوں کی جگہ ، قابل اعتماد حقائق کا مجموعہ بن سکی ، اور ھر ناظر کے لیے اس کا موقع

Marfat.com

رہا کہ بیان شدہ ماخذوں کو پرکھ کر خود مولف کے خلاف بھی رائے قائم کر سکے ۔ مسلمانوں نے ہر ہر واقعے کی " مکمل " سند پیش کرنی ضروری قرار دی یعنی حادثے کو بر موقع معلوم کرنے والے سے لے کر مولف کے زمانے تک کے سارے درمیانی وسائل روایت اور واسطہ ہائے خبر رسانی صراحت سے بیان ہوں ۔ تاریخ کا یہ بلند معیار حق یہ ہے کہ آج بیسویں صدی میں بھی کسی اور متمدن قوم میں نہ آ سکا ۔ اس نقطۂ نظر سے الاخبار الطوال کی قیمت ابن اسحاق ، طبری وغیرہ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ۔ تسلی کا واحد امر یہ ہے کہ دینوری کو ثقہ راوی تسلیم کیا جاتا ہے ، اس نے یہ چیزیں خود گھڑی نہ ہوں گی ۔ دوسروں سے سنے ہوئے واقعات کو محمد حسین آزاد کی قصص ہند کی طرح اچھے ادیبانہ انداز میں ، کسی قدر نمک مرچ کے ساتھ پیش کر دیا ہوگا ۔

دوسری اہم خدمت مسلمانوں نے تاریخ کی یہ کی کہ اس کو مینڈک کے کوئیں اور گرگٹ کی باڑ کی جگہ ایک انسانیت کے شایان شان اور عالمگیر چیز بنایا ۔ ان سے پہلے کی قوموں کو بھی تاریخ سے دلچسپی تھی لیکن تنگ نظری اتنی تھی کہ اپنے سوا گویا دنیا میں کسی اور قوم ، کسی اور ملک کا وجود ھی نہیں ۔ تاریخ کو ابتدائے آفرینش سے شروع کرنا ، پھر اولین انسان حضرت آدم سے لے کر (اپنے اپنے وسائل اور امکانات کے مطابق) دنیا کی ساری قدیم اور ھمعصر قوموں کے حالات کو بیان کرنا ، یہ مسلمانوں نے شروع کیا ۔ یہ اس حقیقت کو یاد دلانا تھا کہ بنی آدم اعضائے یکدیگراند ۔ بین الاقوامی عمل و رد عمل سے تاریخی دھارا جس جس جگہ رخ بدلتا ھے ، اس کو سمجھنے کا موقع ملنے لگتا ھے ۔ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا ۔ اسلامی تعلیم کے باعث اس کے سوا ھو بھی نہیں سکتا تھا ۔ اسلام میں خدا " رب بنی فلاں " نہیں بلکہ ' رب العالمین " کہلاتا ھے ۔ پیغمبر " فلاں گھرانے کی کھوئی ھوئی بھیڑوں " کے لیے نہیں " کافةً للناس " اور " رحمةً للعالمین " ھوتا ھے ۔ عالمگیر تاریخوں میں رشیدالدین بن فضل اللہ

Marfat.com

کو بڑی اہمیت رہے گی کہ اس نے خلفاء کے ساتھ پوپوں ، سلاطین کے کے ساتھ پیغمبروں ، مسلمانوں کے ساتھ رومی ، بیزنطینی ، ہندی ، چینی ، ایرانی ، تورانی غرض دنیا کی ساری ہی متمدن قوموں کے باتصویر حالات ، ان کے اپنے مولفوں کی لکھی ہوئی تاریخوں سے اقتباس کر کے بیان کیے ہیں - یہ ذرا بعد کی چیز ہے - اس سے قبل طبری (وفات ۳۱۰ھ) نے بھی اپنے محدود تر وسائل سے ایسی ہی کوشش کی تھی - لیکن دینوری (ف ۲۸۲) کا زمانہ تو اس سے بھی پہلے کا ہے — اس طرح دینوری کو ان اولین مولفوں میں شمار کرنا پڑتا ہے جنھوں نے تاریخ میں عالمگیریت پیدا کی اور عالمگیریت والی قوم کے شایانِ شان بنایا -

الاخبار الطوال سے قطع قطر ، دینوری کو ایک اور اہمیت حاصل ہے - اسلام سے قبل یونانیوں نے نباتیات کو کافی ترقی دی تھی - لیکن ان کی شہرۂ آفاق کتابوں کے عربی ترجمے سے بھی قبل دینوری نے چھ ضخیم جلدوں میں ایک نباتیاتی انسائکلوپیڈیا لکھا تھا اور زلبربرگ وغیرہ مغربی مولف بھی اب تسلیم کرتے ہیں کہ یونان کے ہزار سالہ علم کا نتیجہ ، مسلمانوں کے دو سو سالہ علم کے مقابلے میں پھیکا پڑ گیا - لیکن نباتیات سے بحث کا محل دوسرا ہوگا - نُشکلیر نے تاریخ طب عربی میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یونانی تراجم کے شروع ہونے سے بھی پہلے مسلمانوں کے علم کی یہ ترقی غالباً جندیسا بور کے ایرانی مدرسۂ طب کی رہینِ منت ہوگی - لیکن یہ مدرسہ دینوری کی ولادت سے دو ڈھائی سو سال پہلے بند ہو چکا تھا - اس لیے کسی بیرونی تاثیر کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملتا -

دینوری کے حالات

اوپر کراچ کوفسکی کا مقدمہ پیش کر دیا گیا - یہ اب سے نصف صدی سے بھی زیادہ عرصہ قبل ، اس کی نوجوانی اور پروفیسر بننے سے بھی پہلے کی علمی کاوش ہے - اس کا تو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس میں مذہبی تعصب اور اسلام دشمنی نہیں ہے ، لیکن مشرق و مغرب کا

Marfat.com

تعصب بڑا شدید ہے جو اس کے علم و فضل پر ایک داغ بن گیا ہے - خیر اس کی یادداشت کی اشاعت کے بعد سے کچھ نئے ماخذ معلومات دستیاب ہوئے ہیں - مثلاً القفطی کی " انباہ الرواۃ فی اخبار النحاۃ " چھپ گئی ہے[۱] - التمیمی الغزی کی " الطبقات السنیة فی تراجم السادة الحنفیة " میں حنفی فقہاء کے حالات میں دینوری کا بھی تفصیلی ذکر ہے اور ابن شہبہ کی " طبقات اللغوین والنحاۃ " کے اقتباسات بھی دیے ہیں - (اس کے مخطوطے استانبول وغیرہ میں ہیں) - کراچکوفسکی نے ایک کتاب کا سرسری ذکر کیا ہے - ابو القاسم علی بن حمزہ البصری نے " التنبیہات علیٰ أغلاط الرواۃ " لکھی - اس کا قدیم ترین نسخہ مصر میں ہے - اس کی نقلیں لندن ، اِشٹر اسبورگ اور ییل Yale (امریکہ) میں ہیں - اس میں حسب ذیل باب ہیں :

۱ - التنبیه علیٰ مافی نوادر أبی زیاد الکلابی الأعرابی
۲ - " نوادر أبی عمر والشیبانی
۳ - " کتاب النبات لأبی حنیفة الدینوری
۴ - " کتاب الکامل للمُبرّد
۵ - " کتاب الفصیح لأبی العباس ثعلب
۶ - " کتاب غریب المصنّف لأبی عبیدالقاسم بن سلّام
۷ - " کتاب اصلاح المنطق لابن السکیت
۸ - " کتاب المقصور و الممدود لأبی العباس بن محمد بن ولّاد

اس کا تیسرا باب کلیۃً دینوری کی بعض صرفی نحوی غلطیوں کے متعلق ہے - مگر متعدد دیگر ابواب میں دوسروں کی غلطیاں دکھانے کے لیے دینوری سے استدلال بھی کیا گیا ہے - ابن سیدہ کی کتاب المخصّص

---

۱ - اس کی جا ، ص ۳۱ تا ۳۳ پر دینوری کے حالات ہیں وہاں ایڈیٹر نے تلخیص ابن مکتوم ، اور حاجی خلیفہ کی سلم الوصول میں بھی سوانح عمری کے ہونے کا ذکر کیا ہے

Marfat.com

میں " قال المتعقّب " کر کے اس کو کئی بار نقل بھی کیا گیا ھے۔ ایک اشتہار میں ذکر ھؤا تھا کہ مولانا عبدالعزیز میمن اسے ایڈٹ فرما رھے تھے لیکن پتا نہیں ابھی چھپی یا نہیں۔ لگے ھاتھوں یہ اشارہ کرتا چلا جاؤں کہ تاج العروس میں لفظ " نضب " نضب کے تحت اور نبض کے ھم معنی ھونے کی ایک توجیہ دینوری کے حوالے سے کرتے ھوئے مولف نے کہا ھے کہ دینوری کو نباتیات کی بے شک مہارت تھی مگر صرف و نحو میں وہ کوئی سند نہیں، اس کا بیان اس سلسلے میں غلط اور بے بنیاد ھے۔

دینوری کے حالات انسائکلوپیڈیا آف اسلام کے طبع اول اور طبع دوم میں بھی ھیں۔ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ کے لیے بھی ترجمے کی جگہ اس پر ایک خصوصی مضمون لکھوایا گیا ھے۔ الاخبار الطوال سے متعلق تو نہیں لیکن دینوری کی کتاب النبات کے متعلق حالیہ سالوں میں اردو، عربی، انگریزی، فرانسیسی اور ترکی میں بہ کثرت مقالے چھپے ھیں۔ طوالت کا خوف نہ ھوتا تو ان کی یہاں تفصیل دیتا۔ البتہ خود کتاب النبات کی دستیابی کا ذکر نامناسب نہ ھوگا۔

۱۹۳۶ء میں مجھے اس کا ایک ٹکڑا مدینۂ منورہ میں کتب خانہ عارف حکمت میں ملا۔ دو سال بعد یورپ میں اس کی اشاعت کی کوشش کی تو معلوم ھؤا کہ اس کی جلد پنجم جامعۂ استانبول کے کتب خانے میں ملی ھے اور ایڈٹ ھو رھی ھے۔ چند سال بعد جلد سوم کے بھی جامعۂ ییل Yale امریکہ میں ھونے کا پتا چلا۔ حلب کے ایک کتب خانے کی فہرست میں اس کے کامل نسخے کا ذکر ھے لیکن پہلی جنگ عظیم کے بعد سے وہ لا پتا ھے، معلوم نہیں کسی علمی چور کے ھاں ھے یا تلف ھو گئی۔ اس کی تحلیل ضروری ھے۔

جلد پنجم کے شروع میں چند ابواب ھیں مثلاً کہان بنانے میں کونسے پودے استعمال ھوتے ھیں، وغیرہ۔ تقریباً وسط میں حروف تہجی پر قاموس نباتات شروع ھوتی ھے۔ الف سے زے تک یہ سلسلہ چلتا ھے جلد ششم میں سین سے یے تک کے پودے ھونے چاھیں، لیکن وہ جلد

Marfat.com

تا حال ملی نہیں ہے ۔ اس طرح اب اس کا اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے کہ دینوری کی کتاب کی ساڑھے چار جلدیں چھوٹے چھوٹے ابواب پر مشتمل تھیں ، مثلاً پہاڑی پودے ، میدانی پودے ، رنگ کے پودے ، مسواک کے پودے وغیرہ وغیرہ ، اور ڈیڑھ جلد حروف تہجی پر سارے پودوں کو ایک قاموس کی شکل میں مرتب کرنے پر مشتمل تھی ۔ اس میں ہر پودے کی شکل ، مسکن ، خاصیتیں وغیرہ بھی بیان ہوئی ہیں اور عربی ادبیات ، نظم و نثر میں اس کا ذکر ہؤا ہے تو اس کی بھی تفصیل ہے ۔

ایک آخری قابلِ عرض چیز یہ ہے کہ عربی کی ساری لسانی ، طبّی اور نباتی لغتوں میں دینوری کے اقتباسات ہیں ۔ مجھے اس سے دلچسپی ہوئی تو ایسے سارے اقتباس جمع کیے جو بحذفِ مکررات ڈیڑھ ہزار صفحوں میں آئے ہیں ۔ چونکہ الف سے زے تک کی قاموس چھپ گئی ہے اس لیے اپنے مواد سے مقابلے کا موقع ملا ۔ میں نے دیکھا کہ میرے اقتباسات میں اصل کتاب کا پچاس فی صد مواد اور نباتاتی معلومات کا تقریباً سو فی‌صد حصہ موجود ہے ۔ اب اگر س تا ی کا حصہ بھی جو میں نے مرتب کیا ہے چھپ جائے تو نباتات کی ایک مکمل اچھی عربی قاموس ہاتھ آ جائے ۔

اس ذرا بہ ظاہر غیر متعلق ذکر کا منشا یہ ہے کہ دینوری کے کچھ حالات اگر اس کی سوانح عمریوں میں ملتے ہیں تو کچھ اس کی تالیفوں کے اندر کی خود نوشتہ سوانح حیات اور اشارات سے بھی ۔ اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ کتاب النبات کی اندرونی شہادت سے اس کی سوانح عمری کی تکمیل کی جائے ۔

پاکستان کی سیاحت ؟

دینوری کئی بار صراحت سے " ہمارے ملک جبَل میں " کا ذکر کرتا ہے ۔ جبَل ، جسے عربی میں قوہستان یا قہستان (کوہستان کا معرب) بھی کہتے ہیں وہی ملک ہے جہاں دینوری بستا ہے ۔ اس کی

Marfat.com

تعلیم بصرہ ، کوفہ اور بغداد میں ہوئی ۔ اس لیے دینور تا بغداد کا وہ سفر کے دوران میں مشاہدہ کر چکا تھا ۔ کوفے کا پرانا حصہ حیرہ کہلاتا ہے ۔ بظاہر وہ ادھر کی سیر کر چکا تھا کیونکہ وہ کہتا ہے '' ذُرَق ' کو حیرہ والے حندقوقا کہتے ہیں '' ۔

سچ پوچھو تو خالص علمی انداز سے دیکھنے پر سوائے عراق کے کسی اور ملک کی سیاحت کا صریح ذکر اس کے ہاں نہیں ہے ۔ چنانچہ اسی '' ذُرَق '' کے باب میں وہ کہتا ہے '' قدرأیته بالعراق یبیعه الأنباط ویسمونه حندقوق '' یعنی میں نے عراق میں دیکھا ہے کہ نبطی قوم والے [تاجر] اسے بیچتے اور اسے حندقوق کہتے ہیں) ۔

اس کے علاوہ حُمر (املی) کے باب میں بھی صراحت ہے '' و قد رَأَیتُه' فیما بین المسجدین'' (یعنی میں نے املی کا درخت دو مسجدوں کے مابین بھی دیکھا ہے) ۔ اس کا امکان ہے کہ اس سے مراد مکہ اور مدینہ ہوں ، کیونکہ یہ عرب کے ذکر میں ہے اور اس سے عین اوپر ہے '' وہ سرات میں بہت ہے اور اسی طرح علاقہ عمان میں '' اور بہ حیثیت مسلمان اس نے حج کرنے کی پوری کوشش کی ہوگی ۔

اس کے علاوہ سارے حوالوں میں نرمی سے بلکہ خوشی فہمی سے جانچو تو کہنا ممکن ہوگا کہ وہ فلاں فلاں علاقے کی سیاحت کر چکا ہے ۔ چنانچہ اس طرح کے ذکر کے سلسلے میں :

شام :

'' مجھ سے ایک شام والے نے کہا کہ '' (اثل) '' مجھ سے ایک شام والے بدوی نے کہا کہ '' (رند) '' اجّاص کو شام والے کمثری کہتے ہیں '' (اجاص) '' شام والے خوخ کو دراقن کہتے ہیں '' (خوق ، دراقن) ۔

سرات

یعنی جنوبی فلسطین : ''مجھ سے سرات کے ایک بدوی نے کہا کہ ''

Marfat.com

(تین ، حرسل ، حلق ، حتّنون ، خزم ، خطر ، ذبنان ، رقع) ۔ " ایسے سرات والے مناور کہتے ہیں " (ارز) ۔ " میں نے ایک سرات والے سے پوچھا " (جوز) ۔ " مجھے ازدِ سرات کے ایک بدوی نے بتایا کہ " (زقوم) " مجھے ازدِ سرات کے ایک بدوی نے بتایا کہ " (خروع)

دروب الروم

یعنی بیزنطینی سرحد ، انا طولیا ولبنان : کرم کا درخت سرحدی پہاڑوں میں اُگتا ہے " (اثل) " تنّوب کے اُگنے کا مقام دروب الروم کے پہاڑ ہیں " (تنّوب)

یمن و حضرموت :

" جوز کا درخت یمن میں بہت ہے " (جوز ، اثل) " تالب کے اُگنے کا مقام پہاڑ ہیں " (تالب) ۔ " مجھے ایک یمنی بدوی نے بتایا کہ " (خُشیشبرم) " دارم کے اگنے کا مقامِ شحر کے قریب کا ریگستان ہے " (دارم) ۔

عمان

(جنوب مشرقی عرب) : " پان کی کاشت عمان کے اطراف میں عرب میں ہوتی ہے " تامول " آم کا درخت عمان کے اطراف عرب میں بہت ہے " (انبج) ۔ " املی کا درخت عمان میں بھی بہت ہے " (حمر) ۔ " مجھے عمان کے ایک بدوی نے بتایا کہ " (حمر ، حبن ، خرزه ، دفلی) ۔

ایران و خراسان

" حمصیص کو جبَل اور خراسان والے ترف کہتے ہیں " (حمصیص) ۔

افغانستان و پاکستان :

حلتیث اُس ریگستان میں ہوتی ہے جو بُست اور قیقان کے مابین ہے ۔ وہاں والے اسے پکا کر کھاتے ہیں (حلتیث ــ) یہ سارا مواد کتاب

Marfat.com

النبات کی مطبوعہ جلد سے لیا گیا ہے۔ ذیل کا ذکر دینوری کی طرف منسوب ہے اور مختلف مصادر سے حاصل کیا گیا ہے: ـ " ابو حنیفہ کا بیان ہے کہ کندلی کا درخت علاقۂ دیبل میں ہوتا ہے اور سمندر کے پانی کے اندر ہوتا ہے۔ وہاں اس سے موٹے دیبلی چمڑے کی دباغت کی جاتی ہے جس سے وہ سرخ ہو جاتا ہے "۔ [مفردات غافقی ، لفظ کندلا ، نیز مفردات ابن البیطار ، لفظ کندلا] پروفیسر نبی بخش بلوچ نے اس کی تحقیق میں بڑی محنت اور رقم صرف کی اور اس کا پتا چلایا کہ یہ اب بھی موجود ہے۔ اور ان کا بیان ہے کہ یہ کنڑڑ کا درخت ہے۔ " دینوری کا بیان ہے کہ کندلی عرب میں نہیں ہوتا...قرم اور کندلا دونوں سمندر کے پانی میں اگتے ہیں۔ سمندر کا پانی نباتات کا دشمن اور ان کے لیے مہلک ہے، مگر یہ دونوں پودے اسی میں اگتے اور اسی سے غذا حاصل کرتے ہیں " (عباب صاغانی ، لفظ کدل ، تاج العروس ، لفظ کدل)۔ " ابو حنیفہ نے بیان کیا ہے کہ کندلی ایک درخت ہے جس سے سندھ میں دباغت کی جاتی ہے۔ اس سے چمڑا سرخ ہو جاتا ہے۔ ایک اور مقام پر ابو حنیفہ نے کہا کہ اسے کندلاء بھی کہتے ہیں اور یہ کہ سمندر کا پانی سارے درختوں کا دشمن ہے بجز کندلا' اور قرم کے " (لسان العرب ، لفظ کندل)۔ " کندلی...ابو حنیفہ کا بیان ہے کہ یہ ایک ایسی نباتات ہے جو سمندر کے پانی میں اُگتی ہے۔ اسے شورہ کہتے ہیں۔ اس کی چھال کو ایدع کہتے ہیں جس سے دباغت کی جاتی ہے۔ اس کا گوند قوت باہ کے لیے مفید ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ سندھ میں دباغت کے لیے استعمال ہوتا ہے جس سے چمڑہ سرخ ہو جاتا ہے۔ ایک اور جگہ اسی نے کہا ہے کہ سمندر کا پانی سارے درختوں کا دشمن ہے بجز کندلی اور قرم کے " (تاج العروس ، لفظ کندل)۔ " کندلی ایک درخت ہے جس سے دباغت کی جاتی ہے۔ اس سے دباغت سندھ میں ہوتی ہے اور اس سے چمڑا سرخ ہو جاتا ہے۔ یہ ابو حنیفہ کا بیان ہے۔ اسی نے ایک دوسری جگہ اسے 'کندلا' کہا ہے اور بتایا ہے کہ سمندر کا پانی ہر درخت کا دشمن ہے بجز کندلا' اور

Marfat.com

Marfat.com

ذرا دور ہی سے تعلق ہے - یہ اردو دانوں کی دلچسپی کے لیے ہے -

کیا دینوری ایک طبیب تھا ؟

کراچ کوفسکی کو اس سے شدت سے انکار ہے - اور اس واقعے کے باوجود کہ دینوری کی تالیفوں میں ایک خالص طبّی کتاب بھی ہے ، وہ اپنے انکار پر مصر ہے اور متعدد یوروپی موافقین کی رائے کو رد کرتا ہے - واحد ثبوت وہ یہ پیش کرتا ہے کہ ابن ابی اصیبعہ نے " طبقات الاطباء " میں دینوری کی سوانح عمری شامل نہیں کی ہے -

چند امور قابل ذکر ہیں : طب پر ایک مستقل رسالہ لکھنے کے علاوہ ، اپنی " کتاب النبات " میں وہ بیسیوں پودوں کی توصیف میں ان کے طبعی خواص کا بھی ذکر کرتا ہے - جو شخص علم طب سے بے بہرہ ہو ، اسے یہ دلچسپی نہیں ہو سکتی - اگر وہ پیشہ ور طبیب نہ بھی ہو تو اس نے طب کی تعلیم پائی ہوگی -

نباتیات کو طب سے بہت گہرا تعلق ہے - پرانے زمانے کی طب مفردات پر قائم تھی اور مفردات میں پودے ہی غالب تعداد میں استعمال ہوتے تھے جیسا کہ ابن سمجون ، الغافقی ، ابن البیطار اور ابن سینا کی " کتاب المفردات " نامی تالیفوں سے ہویدا ہوتا ہے -

اسی طرح پرانے زمانے میں ـــ بلکہ ہمارے بچپن تک ـــ اسلامی مدرسوں میں کوئی تعلیم اس وقت تک مکمل نہ سمجھی جاتی تھی جب تک کہ دینیات اور فلسفے کے ساتھ طب کا درس بھی نہ لیں - ہمارے مفتیوں اور مرشدوں سے لوگ دکھ درد بیان کر کے طبّی مشورے بھی مانگتے تھے - پارلیمنٹ کے ارکان سے زیادہ ان لوگوں کو عوام سے تماس رہتا تھا - طبّی واقفیت تبلیغ میں بھی بڑی کارآمد ہوتی تھی -

مفردات طب کے سارے مولف ابن سمجون ، ابن البیطار ، ابن سینا وغیرہ جب بھی دینوری کا بیان ملتا ہے ، اسے سرفہرست جگہ دیتے ہیں - کیا طبیب کسی اناڑی کو یہ عزت دیں گے ؟

Marfat.com

لیکن قصه یه ہے که اگر دینوری نے کتاب النبات چھ جلدوں میں لکھی ، اور ابن قتیبه نے اپنی " ادب الکاتب " میں تین چار صفحوں کا ایک باب نباتات پر دیا ہو تو ایک قابل غور امر یہ ہے کہ ابن قتیبه کا استاد ابن حبیب بھی ایک کتاب النبات کا مولف ہے ۔ اس لیے یه کیوں نه سمجھا جائے که ابن قتیبه نے دینوری سے نہیں بلکه ابن حبیب سے معلومات لیے ؟ دینوری اور ابن قتیبه ھمعصر ھیں ۔ ابن قتیبه کی وفات دینوری سے پانچ چھ سال پہلے ھوئی ۔ گمان ھوتا ہے که ابن قتیبه معمر تر تھا ، اس طرح دینوری سے اقتباسات کا امکان کسی قدر گھٹ جاتا ہے ۔

کتاب الشعر والشعراء دونوں نے لکھی ہے ۔ ابن قتیبه کی موجود ہے ، دینوری کی تا حال دستیاب نہیں ھوئی ۔

ھم اوپر کراچکوفسکی کے ترجمے میں ایک حاشیے میں بتا چکے ھیں که دینوری کی کتاب القبلہ سے بھی ابن قتیبه کے اقتباسات کا امکان ہے ۔ اس موضوع پر معلومات ایک ھیئت داں ھی بہتر جمع کر سکتا ہے ، ابن قتیبه ان سے استفادہ کر سکتا ہے ۔

دینوری کی قدر دانی اندلس میں

تاریخ اسلام کا یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے کہ بغداد سے بغاوت کر کے قرطبه نے خودمختاری تو حاصل کر لی لیکن مشرق کے علم کو اندلس ھمیشه ادب و احترام سے دیکھتا رھا ۔ اس کے مخفی یا علانیه کارندے ھمیشه مشرق آتے اور کتابیں خرید کر یا نقل کر کے اندلس لیجاتے رہے ۔

دینوری کی بھی اندلس میں غیر معمولی قدر و قیمت ھوئی ۔ مقّری کے مطابق ابنِ اُختِ غانم نے کتاب النبات کی شرح ساٹھ جلدوں میں لکھی ۔ دینوری کے حنفی المذھب ھونے کا ذکر بھی " الجواھر المضیئه " (طبقات احناف) کے مولف کو ایک اندلسی ماخذ ابوالقاسم مسلمه بن القاسم الاندلسی کی " ذیل علی أسماء المحدثین " ھی سے معلوم ھو سکا ۔

دینوری کا مذھب

مجھے شخصی طور پر اس مسئلے سے دلچسپی نہیں ۔ سنّی ھو یا شیعہ یا خارجی ، ھر شخص اپنے اپنے اعتقادات اور اعمال کا انفرادی طور پر خدا کے پاس جوابدہ ھے ۔ لیکن کراچکوفسکی نے یہ بحث چھیڑی ھے تو کچھ توضیح نامناسب نہ ھوگی ۔

ابھی ھم نے بیان کیا کہ ابوالقاسم اندلسی نے اسے حنفی قرار دیا ھے ۔ لیکن مجھے پتا نہ چل سکا کہ ان کا زمانہ کب کا ھے ؟ ان سے اور ان کی کتاب کے وجود سے برو کلمان ناواقف ھے ۔

ذھبی (ف ۷۴۸ھ) نے جو لکھا ھے اسے اوپر کراچکوفسکی نے نقل کیا : " اور کہا جاتا ھے کہ وہ بڑے حنفیوں میں سے تھا " ۔

ابن ابی الوفاء (ف ۷۷۵ھ) نے اپنی " الجواھر المضیئہ " میں ابو القاسم اندلسی کے حوالے سے اسے " فقیہ حنفی الفقہ " بیان کرنے پر اکتفا کی ھے ۔

التمیمی الغزّی (ف ۱۰۱۰ھ) نے الطبقات السنیّۃ فی تراجم السادۃ الحنیفۃ نے ابوالقاسم الاندلسی ھی کے بیان کو دھرایا ھے ، معلوم نہیں براہ راست مطالعہ کر کے یا " الجواھر المضیئہ " میں دیکھ کر ۔

" الاخبار الطوال " کے مخطوطۂ ھند کے سرورق پر کسی مالک نے کفعمی کا حوالہ دینوری کے شیعہ ھونے کے متعلق دیا ھے ، جیسا کہ کراچکوفسکی نے نقل کیا ۔ کفعمی نے اپنی کتاب "الجُنّہ الواقیہ والجنّہ الباقیۃ" ۸۹۵ھ کے لگ بھگ تالیف کی ۔ اس کا حاشیہ انھیں کا ھے یا کسی اور کا معلوم نہیں ۔ پھر یہ الفاظ : " حلمی کے حوالے سے کفعمی نے جو بیان کیا ھے اس سے ظاھر ھوتا ھے کہ دینوری امامی تھا " ، بہ ظاھر استنباط پر مبنی ھیں ۔ یعنی دینوری کی کتابوں میں خاص کر حضرت علی و حضرت معاویہ کی کشمکش کے متعلق دینوری کے رجحان سے یہ گمان کیا ھے کہ وہ شیعہ تھا ۔ ایک مماثل چیز سے ھم توجیہ کرینگے ۔

Marfat.com

کون نہیں جانتا کہ زیدیہ فرقے کی کتابوں میں امام ابو حنیفہ کو بھی زیدیہ کہا جاتا ہے - بات یہ ہے کہ بنو امیہ کے روز افزوں ظلم و ستم پر امام زین العابدین کے بیٹے زید نے بغاوت کی ٹھانی تو امام ابو حنیفہ نے ان کی مالی مدد کی اور فرمایا : " اگر مجھے یقین ہوتا کہ تمہیں جو لوگ مدد کا وعدہ کر رہے ہیں وہ دم آخر دغا نہ دیں گے تو میں بھی تمہاری فوج میں بھرتی ہو کر ہتھیار چلاتا " - (واقعۃً تیس ہزار بیعتیوں میں سے جنگ کے وقت صرف تین سو آئے اور زید شہید ہوگئے) - اسی طرح امام شافعی کو بھی شیعی کہا جاتا تھا - اس پر خود ان کا مقولہ ہے " اگر رسول اللہ کی آل سے محبت کا نام شیعیت ہے تو میں سب سے پہلا شیعی ہوں " -

غرض ان معنوں میں سنّی رہتے ہوئے بھی دینوری کا سیاسی حیثیت سے اہلِ بیعت کی طرف میلان ہو سکتا ہے کہ کاش بدکار ظالم حکمرانوں کی جگہ متقی و پرہیزگار افراد اہلِ بیت حکومت کریں - اس میں کوئی امر مانع نہیں - (سنا ہے کہ احمدی حضرات بھی حنفی فقہ پر عمل کرتے ہیں) -

لیکن کچھ داخلی شہادت کا بھی جائزہ لیں - " کتاب النبات " میں شیعہ سنّی جھگڑا کبھی نہیں ملتا - اب لے دے کر صرف " الاخبار الطوال " رہ جاتی ہے - اگر کوئی اس تاریخ کو پڑھتا ہے تو اسے تاثّر یہی ہوتا ہے کہ اس کا مولف شیعی میلان رکھتا ہے - وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو برا تو نہیں کہتا لیکن اموی دور میں وہ واقعات کے متعلق شیعہ نقطۂ نظر ہی پیش کرتا ہے - اس کی توجیہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت تک تاریخ سے زیادہ تر شیعی مولفوں نے دلچسپی لی تھی - ابو مِخنَف ، کلبی وغیرہ اس بارے میں قابل ذکر ہیں - ابھی طبری وغیرہ پیدا نہ ہوئے تھے اور خود طبری کو بھی اس میں باک نہیں کہ ابو مخنف ، کلبی اور دیگر شیعہ مورخوں کی روایتیں نقل کرے - دینوری نے کوفے میں ، جو شیعیت کا مرکز ہے ،

Marfat.com

تعلیم پائی تھی ۔ ممکن ہے تاریخ کے درس اس نے کسی شیعہ استاد سے لیے ہوں ، اور اس موضوع میں اختصاص نہ کرنے کے باعث مزید تحقیق و تلاش نہ کی ہو اور انہی پڑھی ہوئی باتوں کو حرفِ آخر سمجھ لیا ہو ۔

غیر متعلق ہی سہی ، ایک ذاتی تجربے پر اس بحث کو ختم کیا جاتا ہے ۔ میرے کچھ مضمون ووکنگ کے اسلامک رویو میں چھپے ، اور مندرجات نہیں رسالۂ مضمون کی بنا پر مجھے احمدی سمجھا جاتا ہے ۔ مجھے کراچی میں کسی نے نماز میں رکوع کے بعد ہاتھ اٹھاتے دیکھ لیا اس پر ایک اہلِ حدیث مدرسے سے خط پیرس آیا ہے کہ ” آپ ہمارے میں سے ہیں اس لیے ہمارے مدرسے کی سہتممی قبول فرما لیجیے “ ۔ پیرس کے ایک یہودی بلکہ صیہونی رسالے میں میرا ایک مضمون چھپا ۔ اس کی بنا پر پیرس میں شہرت ہوئی کہ میں نو مسلم یا نیم مسلم یہودی ہوں ۔ غالباً دینوری بھی ” شعرِ مرا بمدرسه که بُرد “ کہہ کر ” جواب جاہلان...الخ “ پر عمل کرے گا ۔

بعمل کوش ، بعمل کوش ، بعمل کوش فقط ۔

۲۹ ربیع الانور ۱۳۸۵ھ
پیرس

محمد حمید اللہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ

(میں نے اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا)

اولاد آدم

ابو احمد بن داؤد الدینوری مرحوم نے بیان کیا ہے کہ دنیا کی قدیم ترین آبادی کے بارے میں لکھنے والوں کی تحریروں سے مجھے یہ پتا چلا کہ حضرت آدمؑ کا مسکن حرم تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مہلیئیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم کے زمانے میں اولادِ آدم کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ یہ مہلیئیل اپنے زمانے میں نسلِ آدم کا سردار اور سربراہ کار تھا۔ اس کے آبا بھی حضرت آدمؑ تک سردار ہی تھے، —— اب ان لوگوں میں یہ جھگڑا پیدا ہو گیا کہ کس کا وطن کونسا ہے لہذا مہلیل نے انہیں چاروں ہواؤں کے رُخ بکھیر دیا، —— عراق جو سب سے اچھا علاقہ تھا، شیث کی اولاد کے لیے مخصوص کر دیا اور انہیں وھاں بسا دیا۔

ادریسؑ و نوحؑ

حضرت شیث کے بعد پہلے نبی ادریس تھے، جن کا نام اخنوخ بن یرد بن مہلیل تھا، انہیں انکی کثرتِ تدریس و درس کے باعث ادریس کہا جاتا تھا —— حضرت ادریسؑ کے بعد اللہ نے حضرت نوحؑ کو انکے اھلِ زمانہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا، ان کا مسکن سر زمینِ عراق اور نام نوح بن لمک بن متوشلح تھا، لوگوں نے حضرت نوحؑ کو جھٹلایا

Marfat.com

اور اللہ نے انھیں غرق کردیا ، حضرت نوح؏ کو بچا لیا ۔ ان لوگوں کو بھی بچا لیا جو حضرت نوح کے ساتھ سوارِ سفینہ تھے ۔ وہ سفینہ جودی کی چوٹی سے لگا اور رک گیا ۔ جودی الجزیرہ کے اضلاع بقرْدِی اور بازبدی کا پہاڑ ہے ــــــ جب حضرت نوح؏ فوت ہوئے تو اپنے فرزند سام کو اپنا جانشین چھوڑ گئے ۔ سام کے بعد جم بن ویر نجہاں بن ایران پہلا شخص ہے جس نے سلطنت کی داغ بیل ڈالی اور مملکت کا مینار استوار کیا اور وہی ارفخشذ بن سام بن نوح ہے ۔ اللہ نے حضرتِ نوح؏ کے تین فرزندوں سام ، حام اور یافث کے سوا باقی نجات پانے والے رفقائے سفینہ کو اولاد عطا نہ کی نوح؏ کا چوتھا بیٹا جس کا نام یام تھا غریق یم ہوگیا تھا ، اس نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہ چھوڑی ، باقی تینوں نے اولاد چھوڑی ۔

حضرت نُوح؏ کے بعد الٰہی کا سلسلہ سام کی تحویل میں آیا ۔ وہ موسمِ سرما جُوخی میں اور گرما مَوصَل میں بسر کرتا تھا ۔ اس کی روانگی اور واپسی کی راہ دریائے دجلہ کا مشرقی کنارہ تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نام ''سام راہ'' پڑ گیا ۔ سام ہی کو اہلِ عجم ایران کہتے ہیں ۔ اس نے عراق میں ڈیرہ ڈال کے اس سر زمین کو اپنے لیے مخصوص کر لیا تھا ۔ چنانچہ اس جگہ کا نام ''ایران شہر'' پڑ گیا ۔ سام کے بعد اس کا بیٹا شالِخْ سر براہِ کار ہوا، اس نے وفات کے وقت زمامِ کار اپنے بھتیجے جَم بن ویشنجہاں بن ارفخشذ کے سپرد کر دی ، جس نے سلطنت کی بنیاد مستحکم کی ، اس کے ستون گاڑے ، نشانات استوار کیے اور نَو روز کو یومِ عید قرار دیا ۔

زبانوں کا اختلاف

کہا جاتا ہے کہ عہدِ جم میں بابل کے اندر زبانیں گڑبڑا گئیں ۔ سبب یہ ہوا کہ وہاں حضرت نوح؏ کی اولاد بہت پھیل گئی ، تل دھرنے کو جگہ باقی نہ رہی ۔ وہ سب سریانی بولتے تھے ۔ یہی حضرتِ نُوح؏ کی بھی زبان تھی ۔ اب جو وہ لوگ ایک صبح جاگے تو پتہ چلا کہ ان کی زبانیں

Marfat.com

گڑ بڑائی ہوئی ہیں ، الفاظ میں تبدیلی رونما ہو چکی ہے ، چنانچہ وہ ایک دوسرے سے الجھنے لگ پڑے ، ہر گروہ نے الگ بولی بولنا شروع کر دی، اور وہی ان کی نسلوں میں آج تک رائج ہے ۔

آخر وہ لوگ سر زمین بابل سے نکل گئے ۔ جس گروہ کا جدھر کو منہ اٹھا ادھر کو چل دیا ۔ سب سے پہلے یافث بن نوح کے سات بیٹے نکلے اور وہ تھے ترک ، خزر ، صقلاب ، تاریش ، مشنسک ، کمارّی ، اور چین ۔ انھوں نے مشرق و شمال کے علاقوں پر قبضہ جما لیا ، ان کے بعد حام بن نوح کے بیٹے روانہ ہوئے ، وہ بھی سات تھے ، سند ، ہند ، زنج قبط ، حبش ، نوبہ اور کنعان ۔ یہ غرب و جنوب کے منطقوں پر چھا گئے ، البتہ سام بن نوح کے بیٹے اپنے چچا زاد بادشاہ جم کی معیت میں تبدیلئ زبان کے باوصف بابل ہی میں مقیم رہے ۔

نسلِ سام

سام بن نوح کے پانچ بیٹے تھے : ارم—اور یہ سب سے بڑا تھا ، ارفخشذ ، عالم ، الشیفذ اور اسوَر ۔ جب زبانیں گڑبڑائیں تو فرزندانِ ارم کے پلے عربی پڑی ۔ فرزندانِ ارم سات بھائی تھے، عاد ، ثمود ، صُحار ، طسم ، جدلیس ، جاسم اور وبار ، —عاد اپنے جتھے کے ہمراہ نکل کے سر زمین یمن میں جا بسا ، ثمود بن ارم نے حجاز سے شام تک کے علاقے میں ڈیرہ ڈال دیا ، طسم بن ارم عمان و بحرین میں فروکش ہوا ، جدیس بن ارم یمامہ میں بس گیا ، صُحار نے طائف سے لے کر طے کی دو پہاڑیوں تک کے علاقے میں بسیرا اختیار کیا ، جاسم نے حرم سے لے کر سفوان [1] تک کے نواح کو مسکن ٹھیرا لیا ، اور وبار بن ارم ریگستان کے پار ان اضلاع میں جا مقیم ہوا جو وبار کے نام سے مشہور ہیں—اس طرح یہ قدیم عرب ایک دوسرے سے کٹ کر رہ گئے ۔

کہا جاتا ہے کہ جب یہ سارے لوگ چلے گئے تو نوح کی باقی اولاد کا بھی بابل سے نکل جانے کو جی چاہا ۔ چنانچہ خراسان بن عالم بن سام

---

۱ ۔ بدر کے پاس ایک وادی

نے خراسان کو دیس بنا لیا ، فارس بن اسور بن سام ، روم بن یَنفشر بن سام ، اِرْمین بن نَورَج بن سام (صاحبِ اِرمینیہ) کرمان بن تارح بن سام ، ہَیْطَل بن عالم بن سام ، اور اس کے اخلاف دریائے بلخ کے پار جا اترے، اسی لیے یہ علاقہ بلادِ ہیاطلہ کے نام سے موسوم ہے - پھر ان میں سے ہر شخص اپنی اولاد کے ہمراہ ان علاقوں میں بس گیا جو اس کے باعث موسوم اور اسی سے منسوب ہیں۔۔۔غرض یہ کہ بادشاہ جم کے پاس بابل میں اَرفخشذ بن سام کی اولاد کے سوا اور کوئی نہ رہ گیا -

کہا جاتا ہے کہ جب قومِ عاد یمن میں پھیلی تو منہ زور اور سرکش ہو گئی ، اس وقت ان کا سردار شَدید بن عِمْلیق بن عاد بن ارم بن سام بن نُوح تھا ، چنانچہ اس نے اولادِ سام کی طرف اپنے بھتیجے ضحاکؔ بن عُلوان بن عملیق بن عاد کو بھیجا ، اس کو اہلِ عجم بیوراسپ کہتے ہیں ، چنانچہ ضحاک نے سرزمینِ بابل کا رخ کیا ، بادشاہ جم اس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا - ضحاک نے تعاقب کیا اور گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا ، پھر اسے آرے سے چِروا دیا اور اس کے ملک پر قبضہ کر لیا -

دوسری طرف وہ شخص جس کو شدید بن عملیق نے حام بن نُوح کی اولاد کی جانب روانہ کیا تھا وہ اس کا ابنِ عم ولید بن ریّان بن عاد بن ارم تھا - ان دنوں حامیوں کا بادشاہ مصر بن قبط بن حام تھا جس نے مصر کو وطن بنا لیا تھا - ولید بن ریّان نے اس پر چڑھائی کی اور اسے موت کے گھاٹ اتار کے اس کے ملک پر مسلط ہو گیا -

حضرت یوسفؑ والا عزیزِ مصر ریّان بن ولید ، اسی ولید بن ریّان کی نسل سے تعلق رکھتا ہے - حضرت موسیٰؑ والا فرعونِ مصر ولید بن مصعب انہی دونوں کی اولاد میں سے تھا - جالُوت جابر بھی جسے حضرت داؤدؑ نے قتل کیا تھا ولید بن ریّان ہی کی نسل سے تھا -

وہ شخص جسے شدید بن عملیق نے یافث بن نوح کی اولاد کی طرف روانہ کیا تھا وہ اس کا بھتیجا غانم بن عُلوان ، ضحاک بن عُلوان کا بھائی تھا - اس زمانے میں یافث بن نوح کی نسل کا بادشاہ افراسیاب بن

Marfat.com

تُورِذل بن تُرک بن یافث بن نوح تھا۔ غانم نے فتح پائی اور افراسیاب کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ بادشاہِ ہند فُورؔ (پورس) جسے سکندر نے مبازرت میں مار ڈالا تھا غانم بن عُلوان ھی کی نسل سے تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رستم پہلوان بھی غانم ھی کے اخلاف میں سے تھا۔

ضحاک

کہا جاتا ہے کہ ضحاک نے جسے اھلِ عجم بَیوؔراسپ کہتے ھیں بادشاہ جم پر فتح پانے، اسے قتل کرنے، سلطنت کی طرف سے مطمئن اور دیگر ہر فکر سے آزاد ھو جانے کے بعد اپنی سلطنت کے گوشے گوشے سے جادوگروں کو بلا کر اکٹھا کرنا اور ان سے جادو کا علم حاصل کرنا شروع کر دیا، حتّٰی کہ اس علم کا امام بن گیا۔ پھر اس نے شہر بابل کی بنا ڈالی۔ رقبہ اس کا چار فرسخ مربّع تھا۔ اس شہر کو دیووں کے لشکر سے بھر کے نام اس کا ''خوب'' رکھ دیا۔ اس بادشاہ نے ارفخشذ کی نسل پر بے پناہ ظلم کیے۔ آخر اس کے ھر دو کاندھوں میں سے ایک ایک جونک ابھر آئی جو سانپ سے مشابہ تھی۔ یہ جونکیں بہت ستاتی تھیں اور جب تک انھیں انسانی مغز نہ کھلایا جاتا آرام نہ کرتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ روزانہ چار بھاری بھر کم مرد لا کے ذبح کیے جاتے اور ان کے مغز سے ان دونوں کو خوراک مہیا کی جاتی۔ اس کا وزیر بھی اسی قوم سے تھا۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے وزارت ارفخشذ کی اولاد میں سے ایک شخص اَرْمِیَایِیْل نامی کے سپرد کر دی۔ اَرْمیایِیل کا عمل یہ تھا کہ جب ذبح کی خاطر چار مرد اس کے پاس لائے جاتے تو وہ دو کو بچا لیتا اور انکی جگہ دو دنبے ذبح کرا دیتا اور بچ جانے والوں سے کہتا کہ وہ کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں ان کا کھوج نہ مل سکے۔ چنانچہ وہ پہاڑوں کی جانب نکل جاتے اور وھیں مقیم رہتے۔ نہ کسی گاؤں کے قریب پھٹکتے نہ شہر کے۔ کہا جاتا ہے کہ یہی لوگ کردوں کے مورث تھے۔

Marfat.com

حضرت ہودؑ کا مبعوث ہونا

شدید بن عملیق کے بعد اس کا بھائی شدّاد بن عملیق بن عاد بن ارم بادشاہ بنا اور ظلم و زیادتی پر کمر باندھی۔ لہذا خدا نے حضرت ہودؑ کو اس کی طرف رسول بنا کر بھیجا ۔ ہودؑ کا تعلق شدّاد ہی کی قوم کے عالی خاندان اور معزز لوگوں سے تھا ۔ نسب یہ تھا ، ہود بن خالد بن الخلود بن العیص بن عملیق بن عاد ۔ مگر شدّاد نے ان کی باتوں پر کان نہ دھرا۔ لہذا ہود نے اسے اور قوم عاد کے دیگر کافروں کو ھلاک کر دیا ۔ اس واقع کا ذکر خدائے تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ کتابِ الٰہی صادق ترین بیان ہے[۱] ۔

کہا جاتا ہے کہ عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوحؑ نے اسی زمانے میں نشو و نما پائی تھی ۔ عابر کے یہاں فالغ پیدا ہوا ۔ فالغ کے بعد قحطان نے جنم لیا ۔ کہا جاتا ہے کہ اسے قحطان کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ وہ قحط پر شدّت سے وار کرتا تھا اور اسے بخشش و عطا کی مدد سے مار بھگاتا تھا ۔ قحطان کے بعد عابر کا بھائی لامؔ تولد ہؤا ۔ وہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا عابد تھا ۔ حضرت آدم ، شیث اور نوح کے صحیفے اس کے ہاتھ لگ گئے تھے ۔ جنھیں وہ خود بھی پڑھتا تھا اور دوسروں کو بھی پڑھاتا تھا ۔

کچھ عرصے کے بعد ضحاک (بیوراسپ) نے لامؔ کو بلایا تا کہ اسے اس کے دین سے منحرف کر دے مگر لامؔ نے اھل و عیال سمیت بابل سے بھاگ کر ارضِ روم کے کسی بیاباں میں جا ڈیرے ڈالے ۔ اس کی قبر وھیں ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ اسکی قبر کی جگہ سے لوگ اب تک آشنا ھیں۔

نمرود بن کنعان

جب اللہ نے عاد کو شدّاد سمیت نابود کر دیا تو ضحاک بھی ڈول گیا ۔ اقتدار میں کمزوری در آئی اور اسکے خلاف ارفخشذ بن سام نے

۱ ۔ سورۂ احقاف ، آیات ۲۱ تا ۲۶ ۔

Marfat.com

علم اٹھا لیا ۔ اس کے لشکری بھی وبا میں مبتلا تھے اور اس کے دیوهیکل سردار بھی ۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی غانم بن علوان کی طرف روانہ ہؤا جسے شدید نے اولادِ یافث کا بادشاہ بنا دیا تھا ۔ مقصد یہ تھا کہ مصیبت میں اس سے مدد حاصل کرے ۔ اس کے کوچ کو ارفخشذ بن سام کی اولاد نے غنیمت جانا اور نمرود بن کنعان بن ملک جم کی طرف بلاوا بھیج دیا ۔ وہ اپنے باپ سمیت ضحاک کے دورانِ حکومت میں کوہ دماوند[۱] میں روپوش تھا ۔ چنانچہ وہ اهلِ بابل کے پاس پہنچ گیا اور اسے بادشاہ بنا لیا گیا ۔

بادشاہ بننے کے بعد نمرود نواحِ بابل میں بس جانے والے ضحاک کے اعزہ کی طرف متوجہ ہوا اور سب کو تہ تیغ کر کے ضحاک کی سلطنت پر باقاعدہ قابض ہو گیا ۔ ضحاک کو یہ خبر ملی تو اس نے نمرود پر چڑھائی کی - نمرود نے اسے گرفتار کر کے کھوپڑی پر گرز کی زور دار ضرب لگائی ۔ وہ زمین پر جا پڑا ۔ اس کی مشکیں کسوائیں اور لیجا کر کوہ دماوند کے غار میں ڈال دیا اور غار کا منہ بند کرا دیا ۔ اب نمرود کی حکومت خوب مستحکم و معمور ہو گئی ۔ یہ نمرود وهی شخص ھے جسے اهلِ عجم فریدوں کہتے هیں ۔

کہا جاتا ھے کہ جب ہود[ع] نے وفات پائی تو ارم بن سام کے اخلاف ادھر ادھر سے نکل کر پھر جمع ہو گئے اور مرثد بن شدّاد کو اپنا بادشاہ بنا لیا ۔ یہ نمرود بن کنعان کے آغازِ حکومت کا قصّہ ھے ۔ نمرود نے اپنی سلطنت کے آخری ایّام میں ان سے جنگ کی ۔ وہ اس وقت تک کمزور ہو چکے تھے ۔ لہذا نمرود ان پر غالب آگیا ۔ کہا جاتا ھے کہ فالغ اور قحطان ، عابر کے بیٹے اور بھائی بھائی تھے ۔ یہ فالغ حضرت ابراهیم[ع] کا دادا تھا ۔ رہا قحطان تو وہ یمن کا مورثِ اعلے تھا ۔ روایت ھے کہ ابن المقفّع کہا کرتا تھا ''عجم کے جاهل اور بے دانش لوگ سمجھتے هیں کہ بادشاہ جم هی سلیمان بن داؤد[ع] تھا ۔ یہ بات غلط ھے کیونکہ سلیمان اور جم کے مابین تین هزار سال سے بھی زیادہ کا عرصہ حائل ھے''۔ یہ

---

۱ ۔ علاقۂ رے کا ایک پہاڑ ۔

Marfat.com

بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراھیمؑ والا فرعون نمرود بن کنعان ، جم ھی کی نسل سے تھا ۔ اور وہ حضرت ابراھیمؑ کے باپ آذر بن تارح کا چچا زاد بھائی تھا ۔ حضرت ابراھیمؑ کا شجرۂ نسب یہ ہے ، ابراھیمؑ بن آزر بن تارح بن ناخورُ بن ارغوا بن شالخ بن ارفخشذ ۔ ارفخشذ وھی ہے جسے اھلِ عجم نے ایران کے نام سے موسوم کیا ہے ۔ تمام عرب ارفخشذ کی اولاد سے ھیں ۔ ملوکِ عجم اور اشراف اھلِ عراق وغیرہ بھی انھی میں سے ھیں ۔

قحطان

کہا جاتا ہے کہ جب یمن میں قوم عاد کا اقتدار ختم ھو گیا اور وہ نابود ھو گئے (یہ نمرود بن کنعان کے عہد کا ذکر ہے) تو نمرود نے اپنے ابنِ عم قحطان بن عابر کو وہ علاقہ بطور جاگیر دے دیا ۔ لہذا قحطان نے اپنی اولاد سمیت یمن کی جانب کوچ کیا ۔ اور جا کے ڈیرے ڈال دیے ۔ ابھی وھاں قوم عاد میں سے کچھ ایسے لوگ موجود تھے جو حضرت ھودؑ پر ایمان لے آئے تھے ۔ قحطان نے انھی کی ھمسائیگی اختیار کی مگر وہ لوگ جلد ھی بے دست و پا ھو کر مر مٹ گئے اور علاقہ کاملاً قحطان کا ھو کر رہ گیا ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یمن جانے والا یَعْرُبْ بن قحطان تھا ۔ جو اپنے باپ کی وفات کے بعد اپنے بھائیوں اور ان کی اولاد سمیت وھاں جا کر آباد ھو گیا تھا ۔ دوسرے بھائیوں کے مقابل یعرب کی ماں قوم عاد سے تھی ۔ چنانچہ وہ اپنی مادری زبان ھی میں گفتگو کرتا تھا ۔

ابن الکیّس النَّمِری سے مروی ہے کہ قحطان نے قوم عملیق کی ایک عورت سے شادی کر لی تھی ۔ جس کے بطن سے یعرب ، جُرھم ، سَعتمَر ، مُتَلمّس ، عَاصِم ، سَبِنْع ۔ قُطامی ، عاصی اور حِمیر پیدا ھوئے ۔ وہ سب کے سب اپنی مادری زبان عربی ھی میں گفتگو کرتے تھے ۔ نیز یہ کہ قحطان نمرود کا ھم عصر تھا ۔ ابن الشَّریہ سے روایت ہے کہ یمن کی راہ لینے والا شخص یعرب بن قحطان ھی تھا ۔ وھی اپنے بھائیوں کے ھمراہ وھاں گیا تھا ۔ وہ سب بھائیوں سے عمر میں بڑا اور منزلت میں برتر تھا ۔

Marfat.com

ثمود

کہا جاتا ہے کہ قوم ثمود نے بھی کفرِ الٰہی میں قوم عاد ہی کی پیروی کی ۔ انھوں نے بھی احکامِ خداوندی کے خلاف سر اٹھایا ۔ لہذا خدا نے ان کی طرف حضرت صالح؊ کو رسول بنا کر بھیجا ۔ صالح قوم ثمود کے سب سے زیادہ گرامی مرتبہ اور عالی نسب لوگوں میں سے تھے ۔ انھوں نے قوم کو توحیدِ الٰہی کی طرف بلایا ۔ مگر قوم نے ان کی ایک نہ مانی ۔ ان کا قطعاً کوئی لحاظ نہ کیا ۔ اس لیے خدائے عزوجل نے انھیں ہلاک کر دیا ۔ جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں بصراحت بیان کیا ہے اور وہی صادق ترین بیان ہے[۱] ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عاد اور ثمود کی ہلاکت کے مابین پانچ سو سال کا فاصلہ حائل ہے ۔ ثمود کی ہلاکت کا واقعہ حضرت ابراہیم؊ کے زمانے میں رونما ہؤا تھا ۔

حضرت ابراہیم؊

نمرود نے جسے اہلِ عجم فریدوں کہتے ہیں اپنی حکومت کے آخری ایام میں ظلم و تعدّی پر کمر باندھ لی ۔ علمِ نجوم کا بھی شوق چرایا اور دنیا کے گوشے گوشے سے منجم اکٹھے کر کے انھیں عطیات سے نوازا ۔ علاوہ ازیں اپنے اعزّہ میں سے سات افراد کو منتخب کر کے ان کا نام "الکنو ھشبا ریشن" رکھا اور در و بست امور ان کے سپرد کر دیا ۔ ہر ایک کسی ایک خاص کام کا ذمہ دار تھا ۔

جن سات اشخاص کو نمرود نے منتخب کیا تھا ان میں حضرت ابراہیم؊ کا والد آزر بھی شامل تھا ۔ اس وقت تک نمرود کے سامنے مشرق بھی سر تسلیم خم کر چکا تھا اور مغرب بھی ۔ ازاں بعد حضرت ابراہیم؊ کی پیدائش کا معاملہ ہے جس کا ذکر تواریخ و روایات میں ملتا ہے ۔ بہر حال جس شخص نے حضرت ابراہیم؊ کو سب سے پہلے مانا وہ ان کی اہلیہ سارہ تھیں ۔ وہ اس دور کی حسین ترین عورتوں میں شمار کی جاتی تھیں ۔

---

۱ - سورۂ نمل آیات ۴۵ تا ۵۳

Marfat.com

حضرت لوطؑ حضرت ابراهیمؑ کے بھانجے تھے - جب تک اللہ کو منظور تھا اس وقت تک حضرت ابراهیمؑ اپنے والد کے یہاں مقیم رہے - پھر اس سے علیحدگی اختیار کی اور چل دیے - حضرت سارہ بھی آپ کے همراہ تھیں - حضرت لُوط کے والد کا تعلق شہر سدوم[۱] سے تھا - ان کی والدہ آزر کی دختر تھیں - اور اس وقت وہ (حضرت لُوط) بابل میں نانا ھی کی ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے - چنانچہ وہ بھی حضرت ابراهیمؑ پر ایمان لے آئے اور بابل میں اقامت اختیار کر کے ان کا هاتھ بٹانے لگے - پھر جب حضرت ابراهیم نے هجرت کی تو وہ بھی ان کے همراہ روانہ ہو پڑے اور شہر سدوم میں اپنے والد اور اعزّہ کے یہاں مقیم ہو گئے - سدوم سر زمینِ اردن و عرب کی سرحد پر واقع تھا ــــ رہے ابراهیم تو انھوں نے سفر جاری رکھا تا آنکہ سر زمینِ مصر میں جا پہنچے -

جُرهم اور مُعتَمَر کی هجرت

کہا جاتا ہے کہ سر زمینِ یمن میں قحطان کی نسل بہت پھیل گئی اور باہم بغض و عداوت کا سلسلہ شروع ہو گیا - یَعشرب بن قحطان کے اخلاف نے جرهم بن قحطان اور سَعشَتَمر بن قحطان کی اولادوں کے خلاف ایکا کر لیا اور انھیں سر زمینِ یمن سے جلا وطن کر دیا - جرهم نے حرم کی راہ لی اور بنو سَعشَتَمر حجاز کی سمت چل دیے - بنو جرهم کا سر براہ مُضاص بن عمر بن عبداللہ بن جرهم بن قحطان تھا - جب انھوں نے حرم کو مسکن بنانا چاها تو عمالقہ نے مزاحمت کی - لہذا جنگ ہوئی جس میں بنو جرهم غالب آئے اور حرم پر قابض ہو گئے - قابض ہونے کے بعد انھوں نے عمالقہ کو جلا وطن کر دیا اور خود حرم میں آباد ہو گئے -

جب وہ حرم میں رس بس گئے تو بنو سَعشَتَمر بن قحطان کو بھی

---

۱ سدوم ــ فلسطین کے علاقہ کا ایک شہر جو باشندوں کی بدکاری کے باعث آسمانی آگ کے ذریعے راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا - سدوم نام وهاں کے ایک ظالم قاضی کے باعث پڑا -

یہ اطلاع مل گئی - لہذا وہ بھی سر زمین حجاز سے حرم کی طرف بڑھے اور بنو جرہم سے ان کی ہمسائیگی میں بس جانے کی اجازت چاہی - بنو جرہم نے انکار کر دیا - بنو مَعشَمر کا سر براہ السَّمَیْدَعْ بن عمرو بن قنطور بن المعتمر بن قحطان تھا - فریقین جنگ پر تل گئے - ان کی اس جنگ کو جنگِ غوغا ، جنگِ تپاں ، جنگِ گردن رُبا اور جنگِ رُسواکن کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے - اس جنگ میں بنو معتمر کی بڑی رسوائی ہوئی ، السَّمَیْدَع مارا گیا اور جرہم فتحیاب ہوئے -

نمرود اور اس کے فرزند

کہا جاتا ہے کہ نمرود کے تین بیٹے تھے - آیرج ، سلم ، اور طُوس - حکومت کے عام اختیارات اس نے آیرج کے سپرد کر کے سَلْم کو قوم حام کی نسل کا حاکم مقرر کر دیا - اور طوس کو قوم یافث پر مسلط کر دیا - مگر دونوں بھائیوں کے دل میں آیرج کے خلاف حسد پیدا ہو گیا کیونکہ اسے والد نے ان دونوں کو نظر انداز کر کے حکومت کا تحویلدار بنا دیا تھا حالانکہ وہ ان سے عمر میں چھوٹا تھا - چنانچہ دونوں اس کی تاک میں رہے اور اسے تہ تیغ کر دیا - یہ دیکھ کر نمرود نے سلطنت اپنے پوتے اور آیرج کے بیٹے منوچھر کے سپرد کر دی - سَلْم و طوس کو محروم رکھا - ازاں بعد وہ وفات پا گیا اب منوچھر پسرِ آیرج بادشاہ بن گیا - منو چھر کے عہد میں یمن کے اندر قحطان کی نسل بہت پھیل گئی تھی اور انہوں نے اپنا بادشاہ سباء بن یَشْجُب کو بنا لیا تھا - نام اس کا عبدالشمس تھا -

فرزندانِ اسماعیل

کہا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیمؑ کی وفات ہوئی - انہوں نے تین بیٹے چھوڑے تھے - ایک قَیْذَر بن اسماعیل ، دوسرا نابت بن اسماعیل ، (حضرت ابراہیمؑ کے بعد حرم و مکہ کی زمام اقتدار نابت ہی کے ہاتھ میں تھی -) تیسرا مَدین بن اسماعیل سر زمینِ

مدین کی طرف چلا گیا تھا اور وهیں بس گیا تھا ۔ حضرت شعیب[۴] اور ان کی قوم جس کی طرف انهیں رسول بنا کر بهیجا گیا تھا مدین هی کی اولاد میں سے تھے ۔

کہا جاتا ہے کہ جب نابت بن اسماعیل فوت هؤا تو بنو جرهم کعبه و حرم پر پھر قابض هو گئے ۔ لهذا قَیذَر بن اسماعیل اپنے اعزّه و اموال کو لے کر کاظمهٔ غَمرذِی کِینده اور شَعشَمیثن کے مابین واقع بارشی مقامات کی سمت نکل کھڑا هوا ۔ اس سر زمین میں آباد هوے تھوڑا هی عرصه گزرا تھا کہ اسکی اولاد بہت بڑھ گئی اور حجاز و تہامه کے سارے نواح میں پھیل گئی ۔

بنو قحطان

شاہ منوچہر کے ایک سو بیس ساله دورِ حکومت میں سباء بن یَشجُب بن یَعرب بن قحطان سرزمینِ یمن کا تاجدار رہا اور جب موت آئی تو اپنے بیٹے حِمیر بن سباء کو بادشاہ اور کَہلان کو اسی کا وزیر بنا دیا ۔

منوچہر کی حکومت کا خاتمه

کہا جاتا ہے کہ جب شاہ منوچہر کو حکومت کرتے ایک سو بیس سال هو گئے تو افراسیاب بن فایش بن تُوذَسَف[۸] بن ترک بن یافث بن نوح نے اس کا رخ کیا ۔ اسی زمانے میں حِمیر نے یمن کی زمامِ حکومت سنبھالی تھی ۔ افراسیاب یافث بن نوح کی اولاد کا لشکر لے کر مشرق کی طرف سے کوچ کر کے بابل کے علاقے میں جا پہنچا ۔ منوچہر اپنا لاؤ لشکر لے کر مقابلے کے لیے نکلا ۔ مگر اس کا لشکر تتّر بتّر هو گیا ۔ افراسیاب نے منوچہر کا تعاقب جاری رکھا یہانتک کہ اسے گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتارا اور سلطنت پر قبضه کر کے تخت پر جلوه افروز هوا ۔

افراسیاب نے ارفخشذ کی نسل پر بڑا ستم ڈھایا ۔ علاوه ازیں سر زمینِ بابل میں جتنے بھی قلعے تھے سب منہدم کرا دیے ۔ پانی کے چشمے

Marfat.com

بھروا دیے۔ نہروں کو خشک کر دیا۔ چنانچہ لوگ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے۔ غرضیکہ اس کے عہدِ حکومت میں ایران شہر کے باشندے سب سے زیادہ ستم رسیدہ تھے۔

زاب بن بودگان

جب افراسیاب کو حکومت کرتے نو برس ہو گئے تو سر زمینِ فارس میں زاب بن بودگان بن منوچہر بن آیشرج بن نمرود نے سر اٹھایا اور افراسیاب کی اطاعت سے رو گردان ہو کر اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ سام بن نوح کی ساری اولاد پر افراسیاب کے عہدِ حکومت میں قہر نازل ہوتا رہا تھا۔ لہذا وہ سارے زاب بن بودگان کی طرف جھک گئے۔ زاب نے افراسیاب پر چڑھائی کی اور اسے مملکت سے نکال باہر کیا۔ پھر جن شہروں اور قلعوں کو افراسیاب نے منہدم کرا دیا تھا دوبارہ تعمیر کرایا۔ اور نہروں اور سوتوں کو جنہیں اس نے پاٹ دیا تھا دوبارہ کھدوایا۔ غرضیکہ افراسیاب کی پیدا کردہ ہر خرابی کو درست کر دیا۔ نیز عراق میں وہ عظیم سلسلۂ انہار جاری کرایا جنہیں ''زوابی'' کہا جاتا ہے۔ جو اس کے اپنے نام زاب سے مشتق ہے۔ ان نہروں کے نام یہ تھے، بالائی زابی، وسطی زابی اور زیریں زابی۔ طَیشَسفُونْ کا قدیم شہر اسی نے تعمیر کیا تھا۔ نام بھی اسی نے رکھا تھا۔ ازاں بعد وہ افراسیاب کے تعاقب میں نکلا۔ وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت خراسان میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ آہستہ آہستہ افراسیاب بھی اس کی طرف بڑھا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ اتنے میں آرَشناس بھی جسے منوچہر نے لوگوں کو تیر اندازی کی تعلیم پر متعین کر رکھا تھا کمان زہ کیے آن پہنچا اور افراسیاب کے قریب قدم جما لیے۔ پھر ایک ایسا تیر پھینکا کہ افراسیاب کے دل میں پیوست ہو گیا۔ افراسیاب ڈھیر ہو گیا۔ یافث کی اولاد نے اپنے بادشاہ کے مارے جانے کے بعد جنگ سے منہ موڑ لیا اور اپنے علاقے میں جا پہنچے۔ زاب کے بھی بہت سی چوٹیں آئی تھیں۔ انہیں کے باعث مرگِ افراسیاب کے کوئی ایک ماہ بعد وہ بھی چل بسا۔ اسی سال حمیر بن سباء نے بھی انتقال کیا۔

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا فرعون ملک الولید بن مصعب اس سارے علاقے پر قابض تھا جہاں حام کی نسل آباد تھی - یہی وہ مملکت تھی جسے مصر بن حام کی مملکت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے -

کہا جاتا ہے کہ جب حضرت یوسفؑ بن یعقوبؑ اور ان کے بھائیوں نے مصر میں انتقال کیا تو ان کی اولاد وہیں مقیم رہی - اور اتنی پھلی پھولی کہ حضرت موسیٰؑ کے وقت چھ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی- حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں یمن کا بادشاہ ملطاط بن عمرو بن حمیر بن سباء تھا -

کیقباد بن زاب

کیقباد بن زاب سر زمین بابل کا بادشاہ تھا - ملطاط کو عالی جاہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا کیونکہ اس نے اپنی قوم کو بڑی عظمت و دولت عطا کی تھی - جملہ شاہانِ جہاں کیقباد کی اطاعت کا دم بھرتے اور باج ادا کرتے تھے تاکہ ان کے تاج بچے رہیں - اس کے تین بیٹے تھے - ایک قابوس جو اس کے بعد بادشاہ ہوا ، دوسرا کَیَابِنَّہ جو سلیمان بن داؤد کے بعد بادشاہ بننے والے لہراسپ کا دادا تھا ، تیسرا تیوس تھا جو زمانۂ طوائف الملوکی میں سر زمینِ جبل کے بادشاہ بننے والے اشغانیوں کا مورث تھا -

کیقباد ہی کے زمانے میں فرعونِ مصر کے خوف سے حضرت موسیٰؑ بن عمران نے مصر کو خیر باد کہا اور مدین میں وارد ہو کر حضرت شعیبؑ کے یہاں ڈیرہ ڈالا اور پھر آٹھ سال کے لیے اپنے آپ کو ایک خادم و مزدور کے بطور ان کے سپرد کر دیا - جیسا کہ اللہ جل ثناؤہٗ نے اپنی کتاب ناطق میں بیان کیا ہے[1] - جب میعاد پوری ہو گئی تو وہ اپنے کنبے کو ساتھ لے کر رخصت ہو گئے - مابعد کا ماجرا یعنی اللہ کی طرف سے اعزاز و اکرام حاصل ہونا اور اللہ سے ہمکلام ہونا اور منصبِ رسالت پر فائز ہونا خود اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے[2] - پھر وہ

---

۱ - سورۂ قصص آیت ۲۳ تا ۲۷

۲ - سورۂ الشعرا آیت ۱۷۶ تا ۱۹۰

Marfat.com

حضرت شعیب؏ کی طرف لوٹ گئے اور اپنا کنبہ ان کے سپرد کر کے روانہ ہو پڑے تاکہ رسالتِ الٰہی کی تبلیغ کریں ۔ اسی زمانے میں خدا نے شعیب؏ کو انہی کی قوم کے لیے رسول بنا دیا ۔ یہ کہانی بھی اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کر دی ہے ۔

ابرهه

کہا جاتا ہے کہ ازاں بعد ابرهه بن ملشطاط سر زمینِ یمن کا بادشاہ بنا ۔ ابرهه "مینار والا" اسی کو کہتے ہیں ۔ یہ نام اس لیے پڑا کہ اس نے ایک مینار تعمیر کرایا تھا ۔ رات کو اس کے اوپر آگ روشن کی تھی تاکہ اس کی افواج اس کے ذریعے سے راہ پا سکیں ۔ حضرت موسیٰ؏ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی سر براہی یُوشَع بن نُون کے حصے میں آئی ۔ اس نے بنی اسرائیل کے ہمراہ مصر سے نکل کر سر زمینِ شام کی راہ لی اور انہیں فلسطین میں جا کے آباد کر دیا ۔

کہا جاتا ہے کہ ابرهه نے ایک جرّار لشکر لے کر مغرب[1] پر چڑھائی کی ۔ یمن میں اپنا قائم مقام اپنے بیٹے اِفْرِیقیس کو بنا گیا ۔ ابرهه سرزمینِ سوڈان کے اندر دور تک چلا گیا ۔ آخر سوڈانیوں نے سرِ اطاعت خم کر دیا ۔ پھر وہ ان کے علاقے کو عبور کر کے ایک ایسی قوم میں جا پہنچا جن کی آنکھیں اور منہ ان کے سینوں میں تھے ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ حضرت نوح؏ کی نسل سے تھے ۔ مگر ان پر غضبِ الٰہی ٹوٹا تھا ۔ جس نے ان کے پیکر مسخ کر ڈالے تھے ۔ ان لوگوں نے بھی ابرهه کی اطاعت قبول کر لی اور وہ لوٹ گیا ۔ راستے میں اس کا گزر ایک اور قوم سے ہؤا جسے نَسْنَاس کہا جاتا ہے ۔ مرد و زن سب کا سر آدھا آدھا تھا ۔ بدن بھی آدھا آدھا تھا ۔ آنکھ بھی ایک ایک تھی اور ہاتھ پاؤں بھی ایک ایک ۔ مگر وہ اس تیزی سے چھلانگتے تھے کہ کوئی تیز رو اصیل گھوڑا بھی نہیں چھلانگ سکتا تھا ۔ وہ ساحلِ سمندر کے

---

۱ ۔ افریقہ کا علاقہ مراد ہے ۔

Marfat.com

دلدلی جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے - یہ علاقہ یمن کے ریگستان کی پشت پر واقع ہے - ابرھہ کے پوچھنے پر ان لوگوں نے بتایا کہ وہ لوگ وبار بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے ھیں -

کیکاؤس بن کیقباد

کہا جاتا ہے کہ ابرھہ بن ملطاط کے زمانے میں عجم کا بادشاہ کیکاؤس بن کیقباد تھا - وہ اہلِ قوّت کے حق میں متشدد اور ضعیفوں کے حق میں مہربان تھا - وہ ایک مدت تک کامران و ہر دل عزیز رہا - تاآنکہ ایک گمراہ کن تصور اس کے ذہن میں سما گیا - یعنی اسے آسمان پر چڑھنے کی سوجھی - اسی کو تابوت والا اور گدھوں والا بھی کہتے ھیں - اس کے دل میں اپنے اکلوتے بیٹے سیاوش کے خلاف اس قدر نفرت وکینہ بیٹھ گیا کہ اس کے قتل کے در پے ھوا - مگر بیٹا بھاگ کھڑا ھوا اور ترکوں کے بادشاہ سے جا ملا- ترک بادشاہ نے اسے آزمائشوں میں ڈالا - چھانا پھٹکا اور پھر اسے دل و جان سے چاھنے لگا - اس کی عقل و دانش ، اخلاق و عادات اور جرأت و مردانگی کا حال دیکھ کر حکومت کا سارا کاروبار اسی کے سپرد کر دیا - جب بادشاہ کے اہلِ خاندان نے یہ دیکھا تو انھیں از راہِ حسد یہ خطرہ محسوس ھوا کہ مبادا وہ ان سے سلطنت ھی چھین لے - لہذا انھوں نے بادشاہ کے یہاں اس کے خلاف ایسی سازش کی کہ بادشاہ نے بگڑ کر اسے مار ڈالا حالانکہ وہ اس سے اپنی بیٹی بھی بیاہ چکا تھا اور وہ بیٹی اس سے حاملہ بھی تھی - یہ بھی چاھا کہ بیٹی کا پیٹ چاک کر کے جنین کو نکال پھینکے مگر اس کے وزیر ابشریان نے لڑکی کے بارے میں اسے خدا کا واسطہ دیا کہ بیچاری بے گناہ کی جان نہ لی جائے اس پر بادشاہ نے اس سے کہا ''اچھا تو لڑکی کو اپنے پاس رکھو - جب وہ بچہ جنے تو اس بچے کو قتل کر دو-'' چنانچہ وہ وزیر ھی کے یہاں رھی تاآنکہ اس کے بطن سے لڑکا پیدا ھوا - (اور وھی لڑکا کیخسرو ھے جو کیکاؤس کے بعد بادشاہ بنا) وزیر نے اس لڑکے کو شہر سے باھر بھجوا کر کوہ نشین کردوں کے یہاں اس کے لیے دودھ پلائی کا بندوبست کر دیا - وہ کردوں

Marfat.com

ھی میں پلا بڑھا ۔ بادشاہ کو برایان نے یہ بتایا تھا کہ ''لڑکی نے ایک بچی کو جنم دیا تھا جسے میں نے قتل کر دیا'' بادشاہ نے اس کی بات کو سچ مان لیا ۔

کیخسرو کی حکومت

اھلِ فارس کیکاؤس کی قوت ، گردن کشی اور خدا کی شان میں اس کی گستاخی کو دیکھ کر اس سے شدید نفرت کرنے لگے اور اس کی معزولی کے بارے میں مشورے شروع کر دیے ۔ بات چل نکلی حتیٰ کہ لڑکے کی ماں تک جا پہنچی ۔ وہ اس وقت سترہ برس کا ھو چکا تھا ۔ لہذا ماں نے چوری چھپے ایک قاصد اھلِ فارس کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ انھیں سیاؤش کے قتل اور اس کے لڑکے کی کیفیت سے آگاہ کرے ۔ اھلِ فارس نے یہ اطلاع پا کر اپنے معززین و اشراف میں سے ایک شخص کو جس کا نام ''زَو'' تھا منتخب کیا اور ابریان وزیر کے پاس لڑکے کو لے آنے کے لیے بھیجا ۔ وہ شخص ابریان کے پاس پہنچا اور بتایا کہ اھلِ ایران نے یہ فیصلہ کیا ھے ۔ لہذا ابریان نے لڑکا ان کے سپرد کر دیا اور اسے اس کے باپ سیاؤش کے گھوڑے پر سوار کیا جس پر سوار ھو کر وہ عراق سے آیا تھا ۔ بہر حال زَو" اسے لے کر چل دیا ۔ دن کو چھپ جاتا رات کو چل دیتا ۔ یہاں تک کہ دریائے جیحون کے کنارے جا پہنچا ۔ وہ دریا بلخ کے اس علاقے میں بہتا ھے جو خوارزم سے ملا ھوّا ھے ۔ دریا کو گھوڑا تیرا کر عبور کیا ۔ وہ بدستور بڑھتا گیا حتیٰ کہ اس لڑکے کو تخت گاہ میں پہنچا دیا ۔ اس پر لوگوں نے کیکاؤس کی اطاعت کا جؤا اتار پھینکا ۔ لڑکے کو اپنا بادشاہ بنا لیا ۔ اس کا نام کیخسرو رکھ دیا اور اس کے حضور سرِ تسلیم خم کر دیا ۔ بادشاہ بننے کے بعد کیخسرو نے اپنے نانا کو زنداں میں بھجوا دیا اور وہ زنداں ھی میں موت سے ھمکنار ھوا ۔

افریقیس اور یمن

کہا جاتا ھے کہ شاہ کیخسرو اور بادشاہ اِفریقِیس بن ابرھہ ھم عصر تھے ۔ افریقیس نے تیاریاں مکمل کر کے مغرب کا رخ کیا ۔ یہاں تک

Marfat.com

کہ سر زمینِ طنجہ و اندلس کے اندر دور تک چلا گیا - وہاں بڑے وسیع علاقے اس کے دیکھنے میں آئے - ایک شہر کی خود اس نے بھی بنا ڈالی جس کا نام اپنے نام سے مشتق کر کے افریقیہ رکھا اور بہت سے باشندوں کو اس میں منتقل کر دیا - آجکل اس ملک کے بادشاہ اور عظما کا مسکن وھی شہر ہے - ازاں بعد وہ اپنے وطن کی طرف لوٹ گیا - اسی زمانے میں معد بن عَدنَان کی نشو و نما ہوئی - اور اسی زمانے میں ارم کی نسل تمام سر زمینِ عرب و یمن میں نابود ہوئی ماسوا طسم و جدیس کے جو عُمان بحرین اور یمامہ میں باقی رہ گئے تھے -

ابن افریقیس کی حکومت اور طسم و جدیس کی ہلاکت

جب افریقیس بن ابرھہ نے انتقال کیا تو زمامِ حکومت اس کے بیٹے ذوجَیشان بن افریقیس کے ہاتھ آئی اور اس نے شاہِ ایران کیخسرو سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیاری شروع کر دی - پھر لاؤ لشکر جمع کر کے کوچ کیا اور نجرَان میں جا اترا - عمان - بحرین اور یمن میں طسم و جدیس کی نسل سے تعلق رکھنے والے کثیرالتعداد لوگ موجود تھے - یاد رہے کہ طسم و جدیس ارم بن سام کے بیٹے تھے اور عرب عاربہ میں سے تھے - اس وقت ان کا بادشاہ بنو طسم کا ایک شخص عِملِیقْ نامی تھا جو بڑا بے رحم اور ظالم تھا - اس کا جبر یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ اس نے حکماً پابند کر دیا کہ لوگ کسی دلھن کو اس وقت تک خاوند کے سپرد نہ کریں جب تک پہلے خود اس کی خدمت میں پیش نہ کرلیں - رعایا طویل عرصے تک اس دستور پر کاربند رہی -

اب ہوا یہ کہ جدیس کے ایک شخص نے جدیس کے رئیس اور سردار اسود بن غِفار کی ہمشیرہ عُفَیْرہَ بنتِ غِفار سے شادی کی - جب رخصتی کا وقت آیا تو اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا - بادشاہ نے اس کا کنوار پن توڑا اور رخصت کر دیا - چنانچہ وہ اسی طرح خون

Marfat.com

آلود اپنی قوم کی طرف گئی دراں حالیکہ اس نے بدن کے مخصوص حصوں پر سے کپڑا اٹھایا ہؤا تھا ۔ لبوں پر مندرجہ ذیل اشعار تھے ۔

۱ - أَ يَصْلُحُ مَا يُؤتىٰ الىٰ فَتَيَاتِكُمْ
وَأَنْتُمْ رِجَالٌ ثَوْرَةٌ عَدَدَ النَّمْلِ !
۲ - فَلَوْ اَنَّنَا كُنَّا رِجَالاً و كُنْتُمْ
نِسَاءً لَكُنَّا لَا نَقَرُّ عَلَى الذُّلِ !
۳ - فَبُعْداً لِبَعْلٍ لَيْسَ فِيهِ حَمِيَّةٌ
وَيَخْتَالُ يَمْشِي مِشْيَةَ الرَّجُلِ الفَحْلِ !

۱- تم بڑے اکڑفوں رکھنے والے مرد ہو ۔ تعداد بھی چیونٹیوں کی طرح بے شمار ہے ۔ پھر کیا یہ جائز ہے کہ تمہاری لڑکیوں کے ساتھ یہ سلوک ہو؟

۲- اگر ہمیں مرد اور تمہیں عورتیں بنایا گیا ہوتا تو ہم یہ ذلت برداشت نہ کرتیں ۔

۳- مردود ہے وہ خاوند جو بے غیرت ہے اور بے غیرتی کے باوصف جوان مردوں کی طرح اکڑ اکڑ کر چلتا ہے ۔

جدیس یہ سن کر بھڑک اٹھے ۔ عملیق کی تاک میں رہنے لگے اور پھر اچانک حملہ آور ہو کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ اس وقت ان کے سردار اسود ابن غفار کے لبوں پر ذیل کے رجزیہ شعر تھے ۔

۱ - يا لَيْلَةً مَا لَيْلَةُ العَرُوسِ
جَاءَتْ تَمَشّى بِدَمٍ جَمِيشٍ !
۲ - ياطَسْمُ مَا لاقَيْتِ مِنْ جَدِيسِ
إِحْدَى لَيَالِيكِ فَهِيسٍ هِيسِ !

۱- وہ شب عروسی بھی کیا شب تھی جو منجمد خون ہمراہ لیے آئی ۔
۲- اے طسم بتاؤ تمہاری شبہائے زندگی میں سے ایک شب تم پر جدیس کے ہاتھوں کیا بیتی ۔ ہات تمہاری ایسی کی تیسی ۔

Marfat.com

غرضیکہ بنو جدیس نے بنو طسم کو مٹا دیا - ان میں سے فقط ایک شخص ریاح بن مُرّہ بچا - وہ بے تحاشا بھاگا تا آنکہ ذو جیشان کے پاس جا پہنچا - وہ اس وقت اپنے لاؤ لشکر سمیت نجران میں خیمہ زن تھا - ریاح نے اس کے حضور کھڑے کھڑے یہ شعر پڑھے -

انّکَ لَمْ تَسْمَعْ بِیَومٍ وّلاَ تَرَی
کَیَوْمٍ أبَادالحیّ طَسْماً بہِ المَکْر!
اَتَیْنَاهُم، فِی اُزْرِنَا وَ نِعَالِنا
عَلَیْنَا الشَّملاءُ الحُمْرُ و الحُلَلُ الخُضْر،
فَصِرْنَا لُحُوماً بِالعَرَاءِ وطعمَۃً!
تَنَازَعُهَا ذِیْبُ الوَشِیْمَۃِ والنّمِر،
فَدُونَکَ قوماً لَیْسَ لِلّٰهِ فِیْهِم،
وَلاَ لَهُمُ مِنْهُ حِجَابٌ وَّلاَ سَتر!

۱- تم نے زندگی بھر ایسی جنگ نہ دیکھی ہوگی ، نہ سنی ہوگی جس میں ایک قوم نے طسم کو مکر و فریب سے برباد کر دیا -

۲- ہم ان کے پاس تہبند باندھے اور جوتے پہنے گئے - سبز جوڑے زیب بدن تھے اور سرخ چادریں اوڑھ رکھی تھیں (مراد یہ کہ ہم سب مہمانوں کی طرح گئے تھے مسلح نہ تھے) -

۳- اور پھر ہم گوشت کے ٹکڑے بن کر رہ گئے جو میدان میں پڑے ہوں اور جنھیں خونخوار بھیڑیے اور چیتے کھینچ گھسیٹ رہے ہوں -

۴- تیرے ہاتھوں سے وہ قوم جانے نہ پائے جو نہ خدا کو مانتی ہے اور نہ کسی معاملے میں خدا کی شرم و حیا کرتی ہے -

بادشاہ نے پوچھا ہمارے اور ان کے مابین کتنا فاصلہ حائل ہے؟ کہا تین دن کی مسافت ہے - مگر ایک حاضر باش کہنے لگا "یہ جھوٹ بول رہا ہے - آپ کے اور ان لوگوں کے مابین بیس راتوں کا سفر ہے"- بہر حال اس نے اپنے لشکر کو یمامہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا -

Marfat.com

ان کے اس کوچ اور زَرْقاء[1] کے قصے سے متعلق اعشیٰ نے ایک طویل مدت کے بعد کہا تھا۔

۱۔ قَالَتْ أَرَى رَجُلاً فِي كَفِّهِ كَتِفٌ
أَوْ يَخْصِفُ النَّعْلَ، لَهْفِي أَيَّةً صَنَعَا

۲۔ فَكَذَّبُوهَا بِمَا قَالَتْ فَصَبَّحَهُمْ!
ذُو آلِ جَيْشَانَ يُزْجِي المَوْتَ وَالشَّرَعَا

۳۔ فَاسْتَنْزَلُوا أَهْلَ جَوٍّ مِنْ مَسَاكِنِهِمْ
وَ هَدَّمُوا شَرِفَ الْبُنْيَانِ فَاتَّضَعَا!

۱۔ وہ کہنے لگی میں ایک شخص کو دیکھ رہی ہوں جس نے ہاتھوں میں کندھا (کسی جانور کا) اٹھایا ہؤا ہے یا شاید وہ جوتا گانٹھ رہا ہے۔ کاش معلوم ہو سکتا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

۲۔ مگر ان لوگوں نے اسے جھٹلا دیا۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ ایک صبح آلِ ذوجیشان ان کی طرف موت اور پھندے ھانک لایا۔

۳۔ حملہ آوروں نے بالا نشینوں کو ان کے مسکنوں سے اتار لیا اور ان کی اونچی عمارتوں کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔

بہر حال ذوجیشان نے جدیس کو جڑ سے اکھاڑ ڈالا۔ ازاں بعد اس نے کیخسرو سے دو دو ھاتھ کرنے کے لیے عراق کی راہ لی۔ کیخسرو نے جواباً پیش قدمی کی۔ ذوجیشان مارا گیا اور اس کی افواج تتر بتر ھو گئیں۔

بادشاہ فندذوالاذعار

اھلِ یمن نے ذوجیشان کے بیٹے فِند ذُوالاَ ذْعار کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ ذوالا ذعار (با ھیبت) لقب اس لیے پڑا کہ لوگ اس سے بہت دبتے تھے۔ اس کے پیشِ نظر سب سے اھم مقصد یہ تھا کہ باپ کا قصاص لے۔

[1] زرقاء۔قبیلۂ جدیس کی ایک عورت جو بہت دور تک دیکھ سکتی تھی بقول بعض اس کی نگاہ ان چیزوں تک بھی پہنچ جاتی تھی جن کے مابین تین دن کی مسافت حائل ھوتی تھی۔

Marfat.com

یمامہ و بحرین کی طرف بنو ربیعہ کی ھجرت

کہا جاتا ہے کہ بنو جدیس کی ھلاکت کے بعد یمامہ و بحرین میں بنو ربیعہ کے سوا اور کوئی نہ رہ گیا تھا۔ ہوتے ہوتے بنو ربیعہ کی تعداد بہت بڑھ گئی اور وہ ملک کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ ابن اسد بن ربیعہ کا قبیلہ بارشی مقامات کی جستجو میں چل کھڑا ھوا۔ عبدالعزّی بن عمرو العنزی آگے آگے تھا۔ یہاں تک کہ وہ یمامہ کے علاقے میں جا گھسا۔ اب اس کے سامنے وسیع سرزمین، کھجوروں کے جھنڈ اور شبستان جلوہ گر تھے۔ اچانک اس کی نگاہ ایک بوڑھے پر پڑی جو ایک کھجور کے درخت کے نیچے جس کا پھل اتارا جا چکا تھا بیٹھا ھوا یہ شعر الاپ رہا تھا۔

تَــقا صَــرِی اَجْـنِ جَـنَـاكِ قَــاعِـدَا
انـّــِی اَرَی حـمـلـک یـنـتـمـی صَـاعِـدَا

''اے درخت میں دیکھ رہا ھوں کہ تیرا پھل روز بروز اونچا ھوتا جا رہا ہے۔ تو اتنا چھوٹا ھو جا کہ میں بیٹھے بیٹھے تیرا پھل توڑ سکوں''
عبدالعزّی نے پوچھا بوڑھے تم کون ھو۔ اس نے جواب دیا۔ میں بنو حزّان کا فرد ھوں جو شیروں کے شیر تھے۔ ذوجیشان نے ھم سے جنگ کی، وہ یمن کا شاہِ بے پناہ تھا۔ اس نے میری قوم کو نوکِ نیزہ پر رکھ لیا۔ اب اس جگہ میرے سوا کوئی باقی نہیں اور میں پا بہ رکاب ھوں۔ عبدالعزّی نے پوچھا حزّان کون؟ جواب دیا۔ حزّان بن طسم، دانش و تدبر کا پیکر، شیر مرد کا پسر۔

عبدالعزّی وھاں کئی روز تک مقیم رہا۔ پھر جب اس جگہ سے جی بھر گیا تو کوچ کر گیا۔ تاآنکہ بحرین میں جا ٹھیرا۔ وھاں اسے یمامہ سے بھی وسیع علاقے نظر آئے۔ ان علاقوں میں کہلان کی نسل میں سے وہ لوگ آباد تھے جو سیل عرم[1] کے باعث بھاگ نکلے تھے۔ عبدالعزّی بنو کہلان

۱۔ سیل عرم۔مشہور سیلاب جو قوم سباء کی نافرمانیوں کے باعث ان پر نازل کیا گیا۔

Marfat.com

ھی کے پاس ٹھہر گیا - بنو حنیفہ نے بھی بارشی مقامات کی تلاش میں اسی جانب رخ کیا - ان کا سردار عُبَیْد بن یربوع[۸] جو آگے آگے تھا یمامہ کے قریب خیمہ زن ھؤا - ایک روز اس کا ایک غلام پھرتا پھراتا یمامہ میں جا داخل ھؤا - وھاں اس نے کھجوروں کے جھنڈ اور ھریاول دیکھی - معاً نگاہ ان کھجوروں پر پڑی جو درخت کے نیچے بکھری پڑی تھیں - اس نے وہ کھجوریں چن لیں اور آ کے عبید کو دیں - عبید نے کھائیں اور کہا تمہارے باپ کی قسم یہ تو بڑا لذیذ اور خوشگوار کھاجا ھے - چنانچہ اس نے ڈیرہ اٹھایا اور یمامہ کے اندر جا پہنچا - وھاں اس نے گھوڑا چھوڑا اور تیس حویلیوں اور تیس باغوں کی حد بندی کر لی - نام اس جگہ کا حَجْر پڑ گیا - آج وھی مقام یمامہ کا صدر مقام بھی ھے - حاکموں کا مستقر بھی ھے اور منڈی بھی - پھر جب بنو حنیفہ کو عبید بن یربوع کی اس دریافت کا علم ھؤا تو وہ بھی یمامہ میں آن پہنچے اور وھیں رس بس گئے - ان کی اولاد آج بھی وھاں موجود ھے - کہا جاتا ھے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام اسی ''ذوالاذعار'' کے عہد میں تھے - اس وقت عجم کا بادشاہ کیخسرو بن سیاوش تھا -

داؤد بادشاہ

بنی اسرائیل کا اقتدار ڈول گیا تھا اور انہیں ارد گرد کی قوموں نے دبانا ، قتل کرنا اور غلام بنانا شروع کر دیا تھا - لہذا وہ اپنے پیغمبر حضرت شعیب[۴] کے پاس آئے اور کہا ''ابْعَثْ لَنَا مَلِكاً نُّقَاتِلْ فِي سَبِيْلِ اللهِ (کسی کو ھمارا سردار بنا کر بھیجیے تاکہ ھم راہِ خدا میں شمشیر زن ھوں) - انھوں نے طالوت کو ان کا سردار بنا دیا - طالوت حضرت یوسف علیہ السّلام کی نسل میں سے تھے - اس وقت حکومت یہودا کے گھرانے میں تھی - مگر عاد کی نسل میں سے جالوت با جبروت اس عہد میں موجود تھا - وہ لاؤ لشکر جمع کر کے بنی اسرائیل پر حملہ کرنے کی نیت سے چڑھ دوڑا - ادھر طالوت بھی بنی اسرائیل کو جمع کر کے جالوت سے دو دو ھاتھ کرنے کے ارادے سے نکل کھڑے ھوئے - راستے

Marfat.com

میں ایک نہر پڑتی تھی جس کا پانی پینے سے طالوت نے اپنے لشکریوں کو منع کر دیا ۔ مگر تین سو سترہ کے سوا باقی سب نے وہ پانی پی لیا ۔ جنگِ بدر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھیوں کی تعداد بھی تین سو سترہ تھی ۔

ابھی داؤد نبی کا عنفوانِ شباب تھا ۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آن ٹھیرے تو حضرت طالوت؏ نے گھپانی میں سنگریزہ ڈال کے گھمایا اور دے مارا ۔ سنگریزہ جالوت کی دونوں آنکھوں کے مابین جا کے لگا ۔ اس کے لگتے ھی جالوت کی جان نکل گئی اور اس کا لشکر بھاگ کھڑا ھؤا ۔ بنو اسرائیل نے ان کے اموال کو غنیمت کے طور پر لوٹ لیا ۔ اب بنی اسرائیل طالوت کی رضامندی سے حضرت داؤد؏ کی بادشاھی اور خود طالوت کی علیحدگی پر متفق ھو گئے ۔ حضرت داؤد یہودا بن یعقوب کے دوھتوں میں سے تھے ۔ ھمعصر رومی بادشاہ ''دقیَنُوس'' تھا ۔ جس کی ملاقات ان جوانوں سے ھوئی تھی جنھیں اصحابِ کہف کہتے ھیں ۔ حضرت عبداللہ بن صامت کی روایت سے ایک واقعہ بیان کیا جاتا ھے ''حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے پہلے ھی سال مجھے شاہِ روم کے پاس بھیجا تا کہ میں اسے اسلام کی دعوت یا پیامِ جنگ دوں ۔ میں چل دیا یہانتک کہ قسطنطنیہ میں جا پہنچا ۔ تاجدارِ روم نے حاضر ھونے کی اجازت دے دی اور میں (ھمراھیوں سمیت) اس کے دربار میں داخل ھو گیا ۔ وھاں ھم جا کے بیٹھ گئے ۔ نہ سلام کہا نہ آداب بجا لائے ۔ پھر اس نے اسلام کے ضمن میں ھم سے کئی قسم کے سوال کیے ازاں بعد اس روز کی ملاقات ختم ھو گئی اور ھمیں رخصت کر دیا گیا ۔ اگلے روز پھر بلایا ھم پہنچے تو اس نے ایک خادم کو طلب کیا اور اس سے کچھ کہا ۔ خادم چلا گیا اور ایک سنگاردان کی قسم کا ڈبہ لے آیا جس میں بہت سے خانے تھے ۔ ھر خانے کا ایک ننھا سا دروازہ تھا ۔ اب اس نے ایک دروازہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ پارچہ نکالا جس پر ایک سفید تصویر تھی ۔ خوبرو ترین انسان کا پیکرِ جمال ۔ جیسے چودھویں کی رات کو چاند کی ٹکیہ ۔ پھر ھم سے پوچھا ۔ تم اسے پہچانتے ھو ؟ ھم نے کہا ''نہیں'' بولا یہ ھمارے باوا حضرت آدم

Marfat.com

علیہ‌السلام ہیں - یہ کہہ کے اسے واپس رکھ دیا اور ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے ایک سیاہ پارچہ نکالا جس پر ایک سفید تصویر تھی - ایک وجیہ بوڑھے کا پیکر - اس کے چہرے سے ترشی ہویدا تھی - کسی غمزدہ اور افسردہ خاطر شخص کی سی - پھر ہم سے کہا جانتے ہو یہ کون ہے - ہم نے جواب دیا ''نہیں'' بولا یہ حضرت نوح[۴] ہیں - پھر ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے ایک سیاہ پارچہ نکالا جس پر ایک سفید تصویر تھی جو ہمارے پیغمبر[ص] کی ہمصورت تھی - ہمارے پیغمبر پر اور دیگر تمام پیغمبروں پر اللہ کی طرف سے صلاۃ و سلام — جب اس نے ہماری طرف دیکھا تو ہم رو دیے - اس نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ ہم نے جواب دیا 'یہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے''- بولا تمہیں اپنے دین کی قسم واقعی یہ تمہارے پیغمبر کی تصویر ہے؟ ہم نے کہا ہاں یہ ہمارے پیغمبر کی تصویر ہے - اس تصویر کو دیکھ کر ہمیں یوں احساس ہوا گویا آپ زندہ ہماری نگاہوں کے سامنے موجود ہیں - اس نے یہ پارچہ بھی تہ کیا اور واپس رکھ کے کہا ''ویسے تو یہ آخری خانہ تھا مگر میں نے چاہا کہ دیکھوں تم کیا کہتے ہو''- ازاں بعد اس نے ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے ایک سیاہ پارچہ نکالا جس پر ایک سفید تصویر تھی - انتہائی خوبصورت شخص کی تصویر جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتی جلتی تھی - اس نے بتایا کہ یہ تصویر حضرتِ ابراہیم[۴] کی ہے - ازاں بعد ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے ایک گندمی رنگ کی تصویر نکالی جو ایک مغموم و متفکر شخص کی معلوم ہوتی تھی - اس نے بتایا کہ یہ حضرت موسے[۴] بن عمران ہیں - پھر ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے ایک خوبرو شخص کی تصویر نکالی جس کی دو لٹیں تھیں ، چہرہ چاند کا سا تھا اور کہا یہ حضرت داؤد ہیں - ازاں بعد اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور ایک خوبرو شخص کی تصویر نکالی جو گھوڑے پر سوار تھا - گھوڑے کے دو پر تھے - اور بتایا کہ حضرت سلیمان[۴] ہیں اور یہ ہوا ہے جو انہیں اٹھائے ہوئے ہے - پھر ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے ایک جوان خوش رو

Marfat.com

کی تصویر نکالی جس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اور صوف کا چغہ زیب بر تھا اور بتایا کہ یہ حضرت عیسےؑ ہیں ، روح اللہ کلمۃ اللہ ۔ ازاں بعد کہا کہ یہ تصویریں سکندر کو ملی تھیں اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے بادشاہوں کو وراثت میں ملتی رہیں یہاں تک کہ میرے پاس پہنچ گئیں''۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ذوالا ذعار اپنے لاؤ لشکر کو لے کر روانہ ہؤا تا کہ اپنے باپ ذوجیشان کا جس نے سر زمین ایران کی طرف کوچ کیا تھا اور کیخسرو سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا انتقام لے مگر وہ حصول مقصد سے قبل ہی اثنائے سفر میں چل بسا ۔

بلقیس کی حکومت

اب یمن والوں نے ہدہاد بن شترحبیل بن عمرو بن مالک بن رائش کو اپنا بادشاہ بنا لیا ۔ ہدہاد ذوشرح کے لقب سے ملقب تھا ۔ اس نے ذوالاذعار کی میت اٹھوائی اور سر زمین یمن میں اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا ۔ وہاں پہنچ کر اس نے ذوالا ذعار کی میت کو صنعا کے شاہی گورستان میں دفن کرا دیا ۔ کہا جاتا ہے کہ ہدہاد نے سر زمین یمن کے شاہ جنات کی بیٹی سے شادی کر لی تھی جس کے بطن سے بلقیس پیدا ہوئی ۔ یہ کہانی عام معروف ہے ۔ راوی اسی طرح سناتے چلے آئے ہیں ۔

کہا جاتا ہے کہ ہدہاد جب تیس برس کا ہؤا تو اس کا وقت آخر آن پہنچا ۔ چنانچہ اس نے حمیر کے سرداروں کو جمع کیا اور کہا ''اے میری قوم میں نے سب کی جانچ پڑتال کی ہے ۔ ہر اہل دانش و عقل کو آزمایا ہے ۔ لیکن بلقیس کے پائے کا کسی کو نہیں پایا ۔ چنانچہ میں نے آپ کا کاروبار حکومت اس کے سپرد کر دیا ہے ۔ وہ تمھاری سلطنت کو سنبھالے رکھے گی ۔ تا آنکہ میرا بھتیجا یاسر ینعم بن عمرو جوان ہو جائے''۔ سب نے اس تجویز پر اظہار رضامندی کیا ۔ چنانچہ حکومت بلقیس کے ہاتھ میں آ گئی ۔

Marfat.com

حضرت سلیمانؑ کی حکومت

بلقیس کی سلطنت کے آغاز میں حضرت داؤدؑ فوت ہو گئے اور حضرت سلیمانؑ ان کی حکومت کے وارث ہوئے۔ یہ سب واقعات کیخسرو بن سیاش کے عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب حضرت سلیمانؑ بادشاہ بنے تو کیخسرو اپنے خانوادے اور خزانے کو لے کر سر زمین شام سے سر زمین عراق میں آیا۔ وہاں سے خراسان پہنچا اور شہر بلخ میں جا اترا۔ بلخ کو قبل ازاں اسی نے بسایا تھا۔ حضرت سلیمانؑ کوچ کر کے عراق پہنچ گئے۔ کیخسرو کو بھی اطلاع مل گئی کہ حضرت سلیمانؑ سر زمین عراق میں ڈیرے ڈال چکے ہیں۔ یہ بھی پتہ چل گیا کہ حضرت سلیمانؑ کو کس قدر قوت و اقتدار میسر ہے۔ چنانچہ وہ ڈر گیا۔ غم اس کی جان گھلانے لگا۔ ہوتے ہوتے وہ بالکل نڈھال ہو گیا اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد چل بسا۔

حضرت سلیمانؑ نے عراق سے کوچ کیا اور مرو آئے۔ وہاں سے بلخ کا رخ کیا۔ بلخ سے ترکستان کی سمت روانہ ہوئے اور اسے عبور کر کے ملک چین کی سرحد پر جا نکلے۔ پھر وہ کنارۂ مشرق سے کنارِ دریا کی سمت دائیں جانب کو مڑے اور قندھار میں وارد ہوئے۔ وہاں سے کسکر کا رخ کیا۔ کسکر سے شام کی طرف واپس باگ موڑی اور اپنے وطن تدمر میں پہنچ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ کسکر میں ایک چٹان پر یہ اشعار کندہ تھے۔

۱ - غَدَوْنَا طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ أَرْضِ فَارِسٍ
فَهَا نَحْنُ قَدْ قِلْنَا بِبَلْدَةِ كَسْكَرْ !

۲ - وَنَحْنُ وَلَا حَوْلٌ سِوَى حَوْلِ رَبِّنَا !
نَرُوحُ الَى الأَوْطَانِ مِنْ أَرْضِ تَدْمُرٍ !

۱- ہم طلوعِ آفتاب کے وقت سر زمینِ فارس سے روانہ ہوئے تھے اور اب شہر کسکر میں قیلولہ کر رہے ہیں۔

۲- ہم سر زمین تدمر سے نکل کر ملک ملک کی سیر کرتے ہیں۔

Marfat.com

یہ ساری قوت و توفیق صرف ہمارے خدا ہی کی عطا کردہ ہے ۔

مسجد بیت‌المقدس کی بنیاد حضرت داؤد[ع] نے رکھی تھی ۔ مگر وہ اس کی تکمیل سے قبل وفات پا گئے۔ لہذا اسےحضرت سلیمان[ع] نےمکمل کرایا ۔ پھر شہر ایلیا کی تعمیر اتمام تک پہنچائی۔ اس کی بھی ابتدا ان کے والد حضرتُ داؤد[ع] ھی نے کی تھی ، ازاں بعد حضرت سلیمان[ع] نے ایلیا میں ایک مسجد تعمیر کرائی جس کی نظیر لوگوں کی نظر سےکبھی نہ گزری تھی ۔ تیرہ‌وتار رات میں یہ مسجد ایک روشن چراغ کی طرح ضیا پاش ہوتی تھی کیونکہ حضرت سلیمان[ع] نے اسے بے حساب زر و جواھر سے مرصع کرایا تھا ۔ انھوں نے اس دن کو جس دن یہ مسجد مکمل ہوئی تھی سالانہ جشن کا دن قرار دے دیا ۔ دنیا میں اس جشن سے زیادہ شاندار ، بارونق اور خوش منظر جشن اور کوئی نہ تھا ۔ یہ مسجد بُختُ نصّر کی یورش تک حضرت سلیمان[ع] کی عطا کردہ صورت پر قائم رہی ۔ بُختُ نصّر نے جب بیت‌المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجائی تو مسجد کو بھی اکھاڑ پھینکا اور جس قدر زر و جواھر لگا ھوا تھا اسے اپنے قبضے میں لے کر عراق اٹھا لے گیا ۔

کہا جاتا ھے کہ حضرت سلیمان[ع] کا دسترخوان بہت وسیع تھا ۔ ان کے باورچی خانوں میں ھر صبح چھ ہزار بیل اور بیس ھزار بھیڑیں ذبح ھوتی تھیں ۔ یہ بھی کہا جاتا ھے کہ جب حضرت سلیمان[ع] مسجد ایلیا کی تعمیر سے فارغ ھوئے تو تہامہ کے ارادے سے سامان سفر تیار کیا ۔ مقصد یہ تھا کہ بیت الحرام میں پہنچیں ۔ چنانچہ جا کے بیت اللہ کا طواف کیا ۔ غلاف چڑھایا اور قربانی دی ۔ سات روز وھاں قیام کیا اور پھر صنعاء کی راہ لی ۔ اب جو پرندوں کا جائزہ لیا تو ھُدھُد کو غائب پایا اور پھر ھُدھُد کا جواب اور ملکۂ سبا یعنی بلقیس کا قصہ جو کچھ ھے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ھے[۱]۔ آخر حضرت سلیمان[ع] کی ملکۂ سبا سے شادی ھو گئی ۔ یمن میں حضرت سلیمان[ع] نے تین قلعے تعمیر کرائے۔ لوگوں نے ایسے قلعے کبھی نہ دیکھے تھے ۔ وہ

۱۔ سورۂ نمل آیت ۲۰ تا ۴۴ ۔

Marfat.com

قلعے یہ تھے ۔ سَیلْحْین ۔ بَینُون ۔ غُمْدان ۔ ازاں بعد وہ شام کی طرف لوٹ گئے ۔ وھاں سے ہر ماہ بلقیس سے ملنے کے لیے آتے تھے اور جب بھی آتے تھے تین روز قیام فرماتے تھے ۔

حضرت سلیمان نے بلادِ مغرب یعنی اندلس ۔ طنجہ ۔ فرنجہ افریقیہ اور گرد و نواح کے کئی علاقوں پر فوج کشی کی ۔ ان نواحی علاقوں میں کنعان بن حام بن نوح کی اولاد آباد تھی ۔ ان کا بادشاہ بڑا جابر، سرکش اور وسیع سلطنت کا مالک تھا ۔ حضرت سلیمان[ؑ] نے اسے خدا پر ایمان لانے اور بتوں سے منہ موڑ لینے کی دعوت دی ۔ مگر اس نے اکڑفوں دکھائی ۔ لہذا حضرت سلیمان[ؑ] نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ اس کی ایک لڑکی جو حسن میں یکتائے زمانہ تھی حضرت سلیمان کے قبضے میں آئی ۔ انھوں نے اسے باندی بنا لیا ۔ اس نے ان کے دل کو لبھا لیا ۔

شام میں واپس جا کر حضرت سلیمان[ؑ] نے اس کے لیے ایک شبستان تعمیر کروایا ۔ جس میں وہ اپنی انّا اور خادموں کے ساتھ رہنے لگی ۔ حضرت سلیمان[ؑ] جب بھی ملنے آتے اسے غمزدہ و گریاں پاتے ۔ اس چیز نے ان کے دل کو اس کی محبت اور چاہت سے بر گشتہ کر دیا ۔ یہی ھے وہ عورت ھے جس کے باعث حضرت سلیمان کا اقتدار چھن گیا تھا اور ان کی سلطنت و شوکت ضائع ھو گئی تھی ۔ وہ یوں کہ اس عورت نے اپنے گھر میں اپنے والد کا بت بنوا لیا تھا اور حضرت سلیمان[ؑ] سے چوری اس کی پرستش کرتی تھی ۔ بت کا بنوایا جانا تو حضرت سلیمان[ؑ] کے علم میں تھا ۔ انھوں نے اسے بت کے بنوانے کی خود ھی اجازت دی تھی ۔ خیال یہ تھا کہ وہ بت کے دیدار سے سکوں یاب ھوگی اور اس طرح بہلی رہے گی ۔ (یہ گمان نہ تھا کہ وہ بت کو پوجنے لگے گی) ۔

کہا جاتا ھے کہ انھوں نے بلادِ مغرب کے دور افتادہ علاقۂ اندلس کے میدانوں میں تانبے کا ایک شہر تعمیر کروایا اور اپنے خزائن میں سے کثیر خزانے وھاں رکھوا دیے ۔ اسی خیال کے تحت عبدالملک بن مروان نے بلادِ مغرب کے اپنے عامل موسٰے بن نصیر کو لکھا تھا کہ وہ اس شہر کی طرف جائے اور پھر اسے حقیقتِ حال کی اطلاع پہنچائے ۔ موسٰے بن

نُصَیر نسلاً ایرانی مگر بنو قیس کا موالی تھا ۔ بہر حال موسیٰ بن نُصَیر اس شہر کی طرف گیا ۔ وہاں سے لوٹا تو قیروان میں وارد ہوا اور پھر اس شہر کی حقیقتِ حال اور اس کی طرف اختیار کردہ سفر میں پیش آنے والے مصائب و مناظر کی کیفیت لکھ بھیجی ۔

ارخبعم بن سلیمانؑ

کہا جاتا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ فوت ہوئے تو ان کا بیٹا ارخبعم ان کا جانشین ہوا ۔ مگر بنو اسرائیل میں پھوٹ پڑ گئی لہذا ارخبعم کا اقتدار کمزور پڑ گیا ۔ اسی عالم میں بخت نصّر نے جسے اہلِ عجم ''بوخت نرسی'' کہتے ہیں بیت المقدس کا رخ کیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ۔

حضرت سلیمان کی امبرا طوریت کا انقسام

کہا جاتا ہے کہ بلقیسؑ کے بعد یمن میں یاسر بن ینعم بن عمرو بن شرحبیل جو ھدھاد کا بھتیجا تھا صاحبِ تخت و تاج ہوا ۔ وہ اپنی قوم کو انعام و اکرام سے نوازتا رہتا تھا لہذا یاسر ینعم اس کا نام پڑ گیا تھا ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے سر زمین مغرب پر چڑھائی کرنے کے ارادے سے تیاری کی اور وادیٔ رمل تک جا پہنچا ۔ اس وادی تک پہلے کبھی کوئی بادشاہ نہ پہنچا تھا ۔ چاہا کہ وادی کو عبور کرے مگر راہ نہ پائی ۔ کیونکہ گمان یہ ہے کہ وہ ریت پانی کی طرح رواں رہتی تھی ۔ اس لیے ھدھاد نے وادی کے کنارے پر خیمے گاڑ دیے ۔ وہاں ایک بت نصب کیا اور اس کے ماتھے پر یہ الفاظ تحریر کیے ۔ ''مجھ سے آگے کوئی راہ نہیں ۔ لوٹ جاؤ'' اور پھر وہ اپنے وطن کی طرف لوٹ گیا ۔

شہر ''ایلیا'' کی تباہی

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ بن داؤد فوت ہو گئے تو اہلِ فارس نے اپنے اکابر اور اشراف کو جمع کیا تا کہ وہ بادشاہ کیقباد

Marfat.com

کے اخلاف میں سے کسی کو منتخب کر کے اپنا بادشاہ بنا لیں ۔ انھوں نے لہراسپ بن کیشمیش بن کیا بنہ بن کیقباد کو منتخب کیا اور فارس کا بادشاہ بنا دیا ۔ اب لہراسپ نے اپنے لشکر کے سواروں میں سے بارہ ہزار سواروں کی کمان اپنے چچیرے بھائی بخت نصر بن کنجار بن کیابنہ بن کیقباد کے سپرد کی کہ وہ شام کی راہ لے اور ارخبعم بن سلیمان[ع] سے جنگ کرے ۔ اگر وہ فتح مند ہو تو سرداران اسرائیل میں سے جس جس پر قادر ہو سکے اسے تہ تیغ کر دے ۔ نیز یہ کہ شہر ایلیا کی اینٹ سے اینٹ بجا دے ۔ بخت نصر نے کوچ کیا اور شام میں پہنچ کر ایسی یورشیں شروع کیں کہ افراتفری مچ گئی ۔ سلاطین شام کے پاؤں اکھڑ گئے اور ارخبعم بیت المقدس سے بھاگ کر فلسطین میں جا ٹھیرا اور وھیں فوت ہو گیا ۔

بخت نصر بڑھتا ہؤا بیت المقدس میں جا پہنچا ۔ کسی نے اسے شہر میں داخل ہونے سے نہ روکا ۔ شہر میں داخل ہو کر اس نے بنی اسرائیل کے قتل عام کا حکم دے دیا ۔ شہزادوں اور رئیس زادوں کو گرفتار کروا لیا اور شہر ایلیا کو یوں گروایا کہ ایک عمارت بھی کھڑی نہ رہ گئی ۔ مسجد کی بنیادیں اکھڑوا دیں ۔ اس میں جس قدر زر و جواھر لگے تھے انھیں اور کرسیٔ سلیمان کو اٹھوا لیا اور اپنے ساتھ واپس عراق کی طرف لے چلا ۔ قیدیوں میں دانیال نبی[ع] بھی شامل تھے ۔ بخت نصر بادشاہ لہراسپ کی خدمت میں حاضر ہؤا جو اس وقت سُوسُ میں خیمہ زن تھا ۔ حضرت دانیال[ع] نے لہراسپ کے یہاں سوس ھی میں وفات پائی ۔

اهل عجم و یمن کی حکومت

بیان کیا جاتا ھے کہ جب لہراسپ کی آخری گھڑی آن پہنچی تو اس نے حکومت اپنے بیٹے گشتاسپ کے سپرد کر دی ۔ انہی ایام میں شاہ یمن یاسر ینعم نے سفر آخرت اختیار کیا اور اس کے بعد زمام اقتدار شیمر بن افریقیس بن ابرھه بن رائش کے ھاتھ آئی ۔ یہ وھی بادشاہ ھے جس کے بارے میں گمان کیا جاتا ھے کہ وہ چین گیا اور شہر سمرقند کو مسمار

Marfat.com

کرا دیا ۔ یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ وزیر چین نے اسے جل دیا ۔ وہ اس طرح کہ وزیر نے اپنے بادشاہ سے کہا کہ اس کی ناک کاٹ لے اور اسے اس کی مرضی پر چھوڑ دے ۔ اب یہ نکٹا وزیر شمر کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ میں نے بادشاہ کو نصیحت کی تھی اور مشورہ دیا تھا کہ وہ بخلوص خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت کا دم بھرے اور خراج ادا کرے مگر وہ بھڑک اٹھا اور میری ناک کاٹ ڈالی ۔ لہذا میں وہاں سے آپ کے پاس چلا آیا ہوں تاکہ آپ کو سلطانِ چین کے کمزور محاذ کی راہ دکھاؤں اور یوں اس سے اس کے کیے کا بدلہ لوں ۔ شمر فریب میں آ گیا اور اس سے رائے طلب کی ۔ وزیر نے کہا آپ کے اور سلطانِ چین کے مابین ایک ریگستان پڑتا ہے جسے آپ تین روز میں قطع کر لیں گے اور سلطان کے قریب جا پہنچیں گے ۔ چنانچہ آپ تین روز کا پانی اٹھوائیں اور چل دیں ۔ تاکہ میں آپ کو اچانک اس کے سر پر پہنچا دوں اور آپ شہر کو بغیر جنگ اپنے قبضے میں لیں اور بادشاہ کو اس کے اهل و عیال اور مال و دولت سمیت گرفتار کر لیں ۔ شمر نے وزیر کے کہے پر عمل کیا اور اس کے همراہ ناقابلِ گزر ریگزار میں چل پڑا ۔ تین روز تک سفر جاری رہا ۔ پانی ختم ہو گیا ۔ مگر کوئی آبادی کی علامت نظر نہ آئی ۔ چشمہ' آب بھی کوئی نہ ملا ۔ لہذا اس سے دریافت کیا گیا کہ تو نے جو کچھ بتایا تھا کہاں ہے ؟ وہ بولا میں نے تو شمر کو دھوکا دیا ہے اور اس طرح اپنی جان دے کر اپنے کنبے کو بچا لیا ہے ۔ مجھے یہ پتہ تھا کہ فریب دهی کے بدلے میں شمر مجھے قتل کر دے گا ۔ پھر اس نے شمر کو مخاطب کیا اور کہا ۔ ''میں نے تیری جان لے لی اب جو جی میں آئے کر گزر ۔ تیرے اور تیرے لاؤ لشکر کے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں''۔ یہ سن کر شمر لیٹ گیا ۔ زرہ اپنے سر کے نیچے اور اپنی لوہے کی سپر دھوپ سے بچنے کے لیے سر کے اوپر رکھ لی ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نجومیوں نے شمر کو پہلے سے یہ بتا رکھا تھا کہ وہ لوہے کی دو پہاڑیوں کے درمیان جان دے گا ۔ چنانچہ وہ اپنی زرہ اور سپر کے درمیان پیاسا مر گیا ۔ اس کے لشکر کا کوئی بھی فرد بچ نہ

سکا ـــ ہم نے یہ بات شمر کے قصّے سے ہٹ کر بھی سنی ہے ۔

زرتشت اور ان کی دعوت

بیان کیا جاتا ہے کہ مجوسیوں کے پیغمبر زرتشت شاہ گشتاسپ کے پاس آئے اور کہا "مجھے اللہ نے تیری طرف اپنا پیغامبر بنا کے بھیجا ہے"۔ اسے وہ کتاب بھی دی جو مجوسیوں کے یہاں پائی جاتی ہے ۔ گشتاسپ نے ان پر ایمان لا کے مجوسی دین اختیار کر لیا ۔ پھر اپنی رعایا کو بھی حکم دیا کہ وہ یہ دین اختیار کر لیں ۔ خوش و نا خوش سب نے اس کے حکم کی تعمیل کی ۔

رستم پہلوان گشتاسپ کی جانب سے حاکمِ سجستان و خراسان تھا ۔ وہ بڑا جفا کش ، بلند قامت ، طاقتور اور گراں ڈیل شخص تھا ۔ شجرۂ نسب اس کا کیقباد سے ملتا تھا ۔ جب اسے یہ پتہ چلا کہ گشتاسپ نے مجوسی دین اختیار کر کے اپنے آبا و اجداد کا دین ترک کر دیا ہے تو اسے بے حد غصہ آیا ۔ کہنے لگا "اس نے ہمارے آبا کا دین جس کے وہ لوگ یکے بعد دیگرے حلقہ بگوش چلے آئے تھے چھوڑ کر نیا دین پسند کر لیا ہے"۔

ازاں بعد اس نے اہلِ سجستان کو جمع کیا اور انھیں گشتاسپ کی اطاعت ترک کرنے کی ترغیب دی اور انھوں نے اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا ۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے اسفند یار کو بلایا جو قوت کے اعتبار سے یگانۂ روزگار تھا اور اس سے کہا "بیٹا سلطنت عنقریب تمھارے سپرد ہوگی مگر جب تک تم رستم کا سر نہیں اڑا دو گے تمھارے معاملات سدھرنے کے نہیں ۔ تم اس کی سخت جانی و قہرمانی سے واقف ہو اور حق یہ ہے کہ تم اس کی سخت جانی و قہرمانی میں اس کے ہمسر ہو ۔ جونسا لشکر چاہو چن لو اور اس پر چڑھ دوڑو"۔ اسفند یار نے باپ کے لشکر سے بارہ ہزار بہادرانِ عجم منتخب کر لیے اور رستم کی طرف چل دیا ۔ رستم بھی اس کی طرف بڑھا ۔ دونوں عساکر کا ملک سجستان و خراسان کے مابین آمنا سامنا ہوا ۔

Marfat.com

اب اسفند یار نے رستم کو اس امر کی دعوت دی کہ دونوں لشکروں کو جنگ میں جھونکنے کے بجائے ہمیں دونوں ایک دوسرے سے لڑ لیں۔ جو اپنے مدِ مقابل کو مار ڈالے گا وہ اس کے لشکر پر قابض ہو جائے گا۔ رستم کو یہ بات بھا گئی اور اس نے اسی شرط پر اسفندیار کے ساتھ معاہدہ کیا اور حلف اٹھا لیا ۔ چنانچہ دونوں لشکر رک گئے ۔ یہ بڑھے اور دونوں صفوں کے مابین ایک دوسرے پر پل پڑے ۔ اہلِ عجم کے یہاں اس واقعے سے متعلق بہت سی روایات ہیں ۔ بہر حال اسفندیار کو موت کے گھاٹ اتارنے والا رستم ہی تھا ۔ اسفندیار کا لشکر اس کے باپ گشتاسپ کی جانب لوٹ گیا اور اسے رستم کے ہاتھوں اسفندیار کے مارے جانے کی اطلاع دی ۔ اس غم نے گشتاسپ کی جان گھلا دی ۔ اسے نڈھال کر دیا ۔ صدمہ اتنا شدید تھا کہ وہ بیمار پڑا اور مر گیا ۔ مرنے سے قبل اس نے اپنے پوتے بہمن بن اسفندیار کو اپنا وارثِ تخت و تاج قرار دے دیا ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ رستم سجستان میں اپنے مستقر کی طرف لوٹ گیا اور وہاں پہنچتے ہی راہیٔ ملکِ عدم ہو گیا ۔

اہلِ یمن کی حکومت

بیان کیا جاتا ہے کہ اہلِ یمن کو یہ اطلاع ملی کہ شمر اور اس کا لشکر سرزمینِ چین میں ہلاک ہو گیا ہے تو انہوں نے جمع ہو کر شمر کے بیٹے ابو مالک کو اپنا بادشاہ بنا لیا ۔ یہی ابو مالک ہے جس کا اعشیٰ نے اپنے شعر میں ذکر کیا ہے ۔

وَخَانَ النَّعِیمُ اَبَا مَالِکٍ وَاَیُّ امْرِءٍ صَالِحٍ لَمْ یَخُنْ

" ابو مالک سے نعمت و آسائش نے غداری کی اور کون ہے وہ بھلا آدمی جس سے غداری نہ کی گئی ہو" ۔ یہی ابو مالک ہے جس کے بارے میں گمان کیا جاتا ہے کہ شمالی منطقوں میں ساحلِ بُحیرۂ اسود پر فوت ہوا اور وہیں سپرد خاک کر دیا گیا ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سبب اس کا یہ ہوا کہ ابو مالک نے ذوالقرنین کے اس طرف آنے اور وہاں سے بے حساب جواہر نکلوانے کی خبر سن رکھی

Marfat.com

تھی - چنانچہ اس نے بھی نواحِ ظلمت میں داخل ہونے کی نیت سے رختِ سفر باندھا اور ارضِ روم کو قطع کر کے وھاں جا پہنچا - اور اس کے اندر دور تک جانے کا ارادہ کر لیا - مگر اس سے پہلے ھی موت آ گئی - لہذا اسے کنارے ھی پر دفن کر دیا گیا اور اس کے ساتھی سر زمینِ یمن کی طرف لوٹ گئے -

اھلِ عجم کی حکومت اور بنی اسرائیل کی رھائی

بیان کیا جاتا ہے کہ بہمن بن اسفندیار نے بادشاہ بننے کے بعد حکم دیا کہ اسیرانِ بنی اسرائیل کے باقیماندہ افراد کو جنھیں بخت نصر گرفتار کر لایا تھا ان کے وطن سر زمینِ شام کی طرف واپس بھیج دیا جائے۔ بہمن نے بادشاہ بننے سے قبل سامال بن أرخبعم بن سلیمان[ؑ] بن داؤد[ؑ] کی بیٹی ابراخت سے شادی کر لی تھی - چنانچہ اس نے اپنی بیوی کے بھائی رُوبیل کو سر زمینِ شام کا بادشاہ بنا کر اسے حکم دیا کہ ان قیدیوں میں سے جو باقی بچ گئے ھیں انھیں اپنے همراه نکال لے جائے اور شہر ایلیا کو از سرِ نو آباد کر کے انھیں یوں بسادے گویا وہ کبھی وھاں سے نکلے ھی نہ تھے - نیز یہ حکم بھی دیا کہ حضرت سلیمان[ؑ] کی کرسی واپس لے جا کر اپنی جگہ پر نصب کر دی جائے۔ چنانچہ روبیل ان قیدیوں کو لے کر روانہ ھو پڑا - اور ایلیا کے مقام پر اسے اور مسجد کو از سرِ نو تعمیر کرایا - خود بہمن نے سجستان کی طرف کوچ کیا اور وھاں رستم کی اولاد اور کنبے میں سے جو جو ھتے چڑھا اسے تہ تیغ کر دیا اور گاؤں اس کا زیر و زبر کر دیا -

بیان کیا جاتا ھے کہ بہمن نے دین بنی اسرائیل اختیار کر لیا تھا - مگر آخرالامر اسے چھوڑ کر مجوسیت کی طرف لوٹ گیا - اس نے شادی اپنی بیٹی ''خمانی'' سے کی تھی جو حسن میں یگانۂ زمانہ تھی - جب بہمن قریبِ مرگ ھوا تو ''خمانی'' پیٹ سے تھی - لہذا اس نے حکم دیا کہ تاج ''خمانی'' کے پیٹ پر رکھ دیا جائے۔ اور اپنے اکابرِ سلطنت کو تلقین کی کہ وہ بچے کی ولادت تک خمانی کے مطیع و فرمانبردار رھیں -

Marfat.com

اگر لڑکا پیدا ہو تو سلطنت بدستور اسی کے ھاتھ میں رہے تاوقتیکہ لڑکا جوان ہو جائے۔ جب وہ تیس برس کی عمر کو پہنچے تو تاج و تخت اس کے سپرد کر دیا جائے۔

بیان کیا جاتا ھے کہ بہمن کا بیٹا ساسان اس وقت جوان تھا۔ وہ بڑا حسین ، عقلمند اور صاحبِ فضل و ادب تھا۔ ایران کے کسریٰ شہنشاھوں کا باوا وھی تھا۔ اسی وجہ سے اس خاندان کو ساسانیہ کہا جاتا ھے۔ لوگوں کو یقین تھا کہ بہمن کی موت کے بعد وھی بادشاہ ہوگا لیکن جب اس کے باپ نے سلطنت اپنی بیٹی ''خمانی'' کے حوالے کر دی تو ساسان کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ لہذا وہ نکل گیا اور بھیڑ بکریاں جمع کر کے کُردوں کے همراہ پہاڑ پر رھائش اختیار کر لی۔ بھیڑ بکریوں کی دیکھ بھال وہ خود کرتا تھا۔ ظاھر ھے کہ اس نے باپ کی کوتاھی پر تاؤ کھا کر آبادیوں کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ بیان کیا جاتا ھے کہ اسی وجہ سے آج تک ساسانیوں کی نسل کو گڈریے ہونے کا طعنہ دیا جاتا ھے اور اسی وجہ سے انھیں کُردی ساسان بھی کہا جاتا ھے اور چرواھے ساسان بھی۔

خمانیٔ زوجۂ بہمن

بہر حال خمانی حکومت کرنے لگی۔ جب عرصۂ حمل پورا ھوا تو اس کے بطن سے لڑکا پیدا ھؤا وہ دارا بن بہمن تھا۔ خمانی نے ارضِ روم پر چڑھائی کرنے کی خاطر لاؤ لشکر تیار کیا اور کوچ کر کے رومیوں کے علاقے میں دور تک گھستی چلی گئی۔ شاہِ روم بھی اپنی فوجوں کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلا۔ گھمسان کی جنگ ھوئی اور میدان خمانی کے ھاتھ رھا۔ اس نے خوب مارا ، پکڑا ، لوٹا اور لوٹ گئی۔ بعض رومی معماروں کو بھی اٹھا لے گئی جنھوں نے اس کے لیے سر زمینِ فارس میں تین محل تعمیر کیے۔ ایک شہرِ اصطخر میں دوسرا اس راہ پر جو اصطخر سے خراسان کو جاتی ھے اور تیسرا اصطخر سے دارابجرد جانے والے راستے میں دو فرسخ کے فاصلے پر۔

Marfat.com

دارا بن بہمن

جب اس کا بیٹا دارا تیس برس کا ہو گیا تو اس نے سرداران مملکت کو جمع کیا اور دارا کو بلا کے تخت سلطنت پر بٹھا کے اور تاج پہنا کے زمام سلطنت اس کے سپرد کر دی۔

تُبعؔ بن ابی مالک کی حکومت

بیان کیا جاتا ہے کہ جب ابو مالک نواح ظلمت میں راہیٔ عدم ہؤا تو یمنی اشراف جمع ہوئے اور انہوں نے اس کے بیٹے تبّع الاقران کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ دلیری کی وجہ سے اس کا نام تبع الاقران پڑ گیا تھا۔ (یعنی تبع ہمسروں والا) یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ اسے تبع اقرن کہا جاتا تھا۔ (تُبّع جڑے ہوئے ابروؤں والا) بہرحال لوگ اسے دونوں طرح موسوم کرتے تھے۔

بادشاہ بننے کے بعد تبّع نے چین پہنچ کے اپنے باپ کا انتقام لینے کی نیت سے تیاری کی اور روانہ ہو پڑا۔ جب سمرقند کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ وہ برباد ہؤا پڑا ہے۔ اس نے اسے از سر نو تعمیر کرا دیا۔ پھر وہ بیاباں کو عبور کر کے ملک تبت میں جا پہنچا۔ دیکھا کہ وسیع سر زمین ہے جو ندیوں اور مرغزاروں سے معمور ہے۔ چنانچہ اس نے وہاں ایک شہر تعمیر کرایا اور اپنے ساتھیوں میں سے تیس ہزار افراد کو وہاں آباد کر دیا۔ ان سب کا تعلق تبع کے خانوادے سے تھا۔ ان کا لباس اور ان کی چال ڈھال تاحال عربوں ہی کی ایسی ہے۔ وہاں سے اس نے چین کا رخ کیا اور بے شمار لوگوں کو تہ تیغ کرنے کے بعد دارالحکومت کو برباد کروا دیا۔ وہ آج تک برباد ہے۔ ازاں بعد وہ یمن کی طرف واپس کوچ کر گیا۔ اس کا عرصۂ حکومت بہت دراز تھا۔ یہاں تک کہ سکندر بادشاہ بنا اور سلطنت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور وہ محض قصہ کہانی بن کے رہ گیا —— بیان کیا جاتا ہے کہ نضر بن کنانہ نے اسی زمانے میں نشو و نما پائی تھی۔

Marfat.com

دارا اور روم

بیان کیا جاتا ہے کہ دارا نے بادشاہ بننے کے بعد ارضِ روم پر چڑھائی کرنے کی نیت سے لشکر آراستہ کیا اور کوچ بول دیا - یہاں تک کہ رومیوں کے علاقے میں جا گھسا ، دوسری طرف شاہِ روم فیلقوس بھی اپنی جمعیّت کو لے کر بڑھا - آمنا سامنا ہوا ، رن پڑا ، دارا غالب آیا اور فیلقوس نے اس شرط پر مصالحت کر لی کہ وہ ہر سال دارا کو ایک لاکھ سونے کے انڈے بطور خراج ادا کرے گا - ہر انڈے کا وزن چالیس مثقال ہو گا - علاوہ ازیں دارا نے فیلقوس کی لڑکی سے شادی کی اور واپس فارس چلا گیا -

داریوش کی حکومت

جب دارا بارہ برس حکومت کر چکا تو اس کی آخری گھڑی آن پہنچی - لہذا اس نے حکومت اپنے بیٹے دارا کے سپرد کر دی - اسی دارا کو داریوش کہا جاتا ہے - سکندرؑ کا مدِ مقابل یہی تھا - جب حکومت دارائے داریوش کے ھاتھ آئی تو وہ بہت زیادہ مغرور ، سرکش اور بر خود غلط ہو گیا - اپنے گورنروں کو جو بھی خط بھیجتا تھا اس کی عبارت یوں ہوتی تھی - ''اپنی رعیت کو آفتاب کی طرح ضیا بخشنے والے دارا بن دارا کی جانب سے فلاں کے نام ـــــ'' وہ بڑے دبدبے والا بادشاہ تھا - افواج بے حساب تھیں - اس کے عہدِ حکومت میں دنیا کا کوئی بادشاہ ایسا نہ تھا جس نے اس کے سامنے سرِ اطاعت خم نہ کیا ہو اور اسے خراج دے کے نہ ٹالا ہو -

سکندر کی نشو و نما

اسی زمانے میں سکندر نے نشو و نما پائی - اھلِ علم اس کے نسب سے متعلق مختلف‌الرائے ھیں - مثلاً اھلِ فارس کی رائے یہ ہے کہ وہ فیلقوس کا بیٹا نہ تھا بلکہ دوھتا تھا - باپ اس کا دارا بن بہمن تھا -

بیان کیا جاتا ہے کہ اس رائے کی بنا یہ تھی کہ جب دارا بن بہمن نے ارضِ روم پر حلہ بولا تھا تو فیلقوس نے خراج دینے کا وعدہ کر

Marfat.com

کے اس سے مصالحت کر لی تھی ۔ دارا نے اس سے بیٹی کا رشتہ طلب کیا تھا جسے اس نے شادی کے بعد دارا کے وطن بھیج دیا تھا ۔ جب دارا نے ملاقاتِ خلوت کا ارادہ کیا تو اسے شہزادی کے جسم سے بدبو سی آئی لہذا اس سے تعرض نہ کیا اور اسے زنانے محل کی نگرانِ کار کے حوالے کر دیا کہ وہ اس بدبو کا کوئی تدارک کرے ۔ نگرانِ کار نے ایک بتی کے ذریعے جسے سَنَنْدَرْ کہا جاتا ہے اس کا مداوا کیا ۔ چنانچہ وہ بو کسی قدر شہزادی سے دور ہو گئی ۔ دارا نے شہزادی کو پھر طلب کیا ۔ اب شہزادی کے جسم سے سندر کی باس پھوٹ رہی تھی ۔ اس پر وہ کہنے لگا آلِ سندر یعنی سندر کی باس کس قدر تیز ہے ۔ ''آل'' فارسی کلمہ ہے جس سے مراد تیزی و تندی ہوتی ہے ۔ بہر حال وہ خلوت میں ایک دوسرے سے ملے مگر اس بو کی وجہ سے دارا کا دل شہزادی سے ہٹ گیا ۔ لہذا اس نے اسے فیلقوس کے پاس روانہ کر دیا ۔ وہاں اس کے بطن سے سکندر پیدا ہؤا ۔ شہزادی نے اس بتی کا نام جیسا کہ ملاقات کی شب دارا کے منہ سے سنا یاد کر رکھا تھا ۔ وہی بتی جس سے اس کا مداوا کیا گیا تھا ۔ اس لیے بتی کے نام سے مشتق کر کے بچے کا نام رکھ دیا ۔ سکندر ایک دانا ، با ادب اور ذہین نوجوان کی صورت میں پروان چڑھا اور فیلقوس نے کاروبارِ حکومت اس کے سپرد کر دیا ۔ کیونکہ وہ سکندر کے رکھ رکھاؤ اور قاعدہ و ضبط کو دیکھ رہا تھا ۔ پھر جب فیلقوس کا وقت آخر آیا تو اس نے سلطنت اسی کے حوالے کر دی اور سرداران مملکت کو ہدایت کی کہ وہ سکندر کے اطاعت گزار و فرمانبردار رہیں ۔

سکندر کا غلبہ

جب سکندر بادشاہ بنا تو اس کا واحد مطمحِ نظر اپنے باپ دارا بن بہمن کا ملک تھا ۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی دارا بن دارا کا رخ کیا اور حصولِ سلطنت کی خاطر اس سے جنگ کی ۔ یہ الگ بات ہے کہ علمائے روم کے نزدیک یہ بات قابل تسلیم نہیں ۔ ان کا گمان یہ ہے کہ سکندر فیلقوس کا صلبی فرزند تھا اور یہ کہ جب فیلقوس فوت ہؤا اور سلطنت

Marfat.com

سکندر کے ہاتھ لگی تو اس نے دارا بن دارا کو وہ خراج ادا کرنا بند کر دیا جو فیلقوس اس کی خدمت میں روانہ کیا کرتا تھا ۔

اس پر دارا بن دارا نے اس کے نام حکم نامہ ارسال کیا کہ وہ موعودہ خراج بھجوا دے ، نیز سکندر کو اس معاھدے سے آگاہ کیا جو اس کے اور فیلقوس کے مابین ھؤا تھا مگر سکندر نے جواباً لکھوا بھیجا کہ ''وہ مرغی جو ویسا انڈا دیتی تھی چل بسی ھے''۔ اس بات نے دارا کو غضبناک کر دیا اور اس نے قسم کھائی کہ وہ سر زمینِ روم پر بذات خود چڑھائی کر کے اسے تہ و بالا کر دے گا ۔ مگر سکندر نے اس بات کو نہ لائقِ توجہ جانا اور نہ کوئی پروا کی ۔ وہ بڑا سرکش اور خود بین شخص تھا اس نے آغازِ کار ھی میں شدید خود سری اور غرور کا اظہار شروع کر دیا تھا ۔

اس زمانے میں سر زمینِ روم میں صالحین کے بقایا میں سے ایک مرد صالح موجود تھا ۔ وہ دانشمند فیلسوف ارسطاطالیس کے نام سے موسوم تھا جو خدا کی وحدانیت کا قائل تھا ۔ اس کی ذات پر ایمان رکھتا تھا اور کسی بھی شے کو خدا کا شریک و سہیم نہ مانتا تھا ۔ جب اسے سکندر کی خود سری ، تند خوئی اور بد سلوکی کی اطلاع ملی تو وہ سر زمینِ روم کے دور دراز اقطاع سے روانہ ھو کر شہرِ سکندر میں جا پہنچا اور سکندر سے ملاقات کی ۔ اس وقت سکندر کے پاس ماھرینِ جنگ اور رؤسائے سلطنت موجود تھے ۔ وہ سکندر کے سامنے کھڑا ھو گیا ۔ نہ خوفزدہ تھا نہ مرعوب ۔ پھر سکندر سے کہا ''اے سرکش و مغرور شخص کیا تجھے اپنے خدا کا کوئی خوف نہیں جس نے تجھے پیدا کیا ، تجھے سنوارا اور نعمتوں سے نوازا ۔ تو ان سرکشوں سے عبرت حاصل نہیں کرتا جو تجھ سے قبل ھو گزرے ھیں ! جب ان سرکشوں کی شکر گزاری کم اور سرکشی زیادہ ھو گئی تو خدا نے انھیں مٹا کے رکھ دیا''۔ غرضیکہ لمبی چوڑی نصیحت کی ۔

جب سکندر نے یہ گفتگو سنی تو آگ بگولا ھو گیا اور فیلسوف کو گرفتار کرا کے جیل بھجوا دیا تاکہ دیگر اھلِ مملکت کو کان ھو

جائیں - جلد ھی بعد دل میں فیلسوف کی بات پر غور کیا تو اسے احساس ہوا کہ خدا کو بوڑھے کی گفتگو کے ذریعے اس کی بھلائی منظور تھی - چنانچہ بوڑھے کے لیے اس کے دل میں احترام کا جذبہ پیدا ھو گیا - اسے خلوت میں بلوایا اور اس کی باتیں توجہ سے سنیں - اس کی نصیحتوں ، مثالوں اور عبرت آموز کہات کو کان دھر کے سنا اور جان لیا کہ وہ جو کچھ کہتا ھے بالکل سچ ھے - اسے یہ بھی معلوم ھو گیا کہ خدا کے سوا ھر معبود باطل ھے - اس کا عقیدہ بدل گیا - حق کا اقرار کیا - ایمان درست ھو گیا - چنانچہ اس خدا پرست سے کہا '' کہ میں گزارش کرتا ھوں کہ تم ھمیشہ میرے ساتھ رھو - میں تمہارے علم سے فیض حاصل کرونگا - تمہاری دانش و معرفت سے اکتسابِ نور کرونگا''- بوڑھے نے جواب دیا - ''اگر تم یہی چاھتے ھو تو پھر اپنے زیر دستوں پر ظلم و ستم ڈھانے سے باز آ جاؤ اور ارتکابِ گناہ سے اجتناب کرو ''۔

سکندر نے یہ بات مان لی اور وعدہ کر لیا - اس کے بعد اپنے رؤسائے مملکت اور سردارانِ فوج کو جمع کر کے کہا ''جان لو کہ ھم آج تک بت پوجتے رھے ھیں حالانکہ وہ ھمیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے تھے نہ ضرر - اب میں تمہیں حکم دیتا ھوں - میرے حکم کو رد نہ کر دینا - میں نے تمہارے لیے وھی کچھ پسند کیا ھے جو خود اپنے لیے کیا ھے - وہ یہ ھے کہ فقط ایک ذاتِ خدا کی عبادت کریں - اس کا کوئی شریک نہیں - خدا سے ھٹ کر ھم جن جن بتوں کی پرستش کرتے تھے ان سے کنارہ کش ھو جائیں - حاضرین نے بیک آواز جواب دیا - ''ھمیں آپ کا ارشاد قبول ھے - ھمیں معلوم ھے کہ آپ سچ کہ رھے ھیں - ھم آپ کے اور اپنے معبود پر ایمان لائے ''۔

جب اس کے خواص کی نیتیں اس کے حق میں درست اور رائیں اس کے بارے میں مستقیم ھو گئیں اور وہ حق کے معاملے میں اس کے مؤید ھو گئے تو پھر اس نے عوام کے لیے اعلان کرا دیا - کہ ھم ان بتوں کو توڑنے کا حکم دیتے ھیں جنھیں تم پوجتے رھے ھو - اور اگر تم لوگ یہ گمان کرتے ھو کہ وہ بت تمھیں کوئی فائدہ یا نقصان پہنچا سکتے ھیں تو

Marfat.com

پھر انھیں خود اپنی ذات پر ٹوٹنے والی آفت کا تدارک کرنا چاھیے - یہ بھی جان لو کہ میرے حکم کی مخالفت کرنے والے اور اس خدا کے علاوہ جو ہم سب کا خالق ھے کسی اور کی پرستش کرنے والے کسی شخص کے حق میں نرمی نہ برتی جائے گی - پھر اس نے یہ حکم بھی دیا کہ اس امر سے متعلق شرق و غرب عالم میں خطوط بکھیر دیے جائیں تا کہ لوگوں کے ساتھ ان کے رد و قبول کے مطابق برتاؤ کیا جائے - چنانچہ ایلچی اس مضمون پر مبنی خطوط لے کر شاھان عالم کی طرف چل دیے -

جب دارا بن دارا کو اس کا خط ملا تو وہ غصے سے لال پیلا ھو گیا - اور جواباً لکھ بھیجا - ''منجانب دارا بن دارا جو اپنے رؤسائے مملکت کے لیے مثل آفتاب ضیا بار ھے - بنام سکندر بن فیلقوس - واضح رھے کہ ھمارے اور فیلقوس کے مابین خراج پر مصالحت ھو گئی تھی اور وہ تا دم آخر ھمارے پاس خراج بھیجتا رہا تھا پس جب یہ خط تمھارے پاس پہنچ جائے تو پھر مجھے یہ نہ خبر ملے کہ تم نے دیر کی ھے - اگر دیر ھوئی تو اس کے بدلے میں تمھیں سخت سزا دونگا اور میرے نزدیک تمھارا کوئی عذر مسموع نہ ھوگا - والسلام''۔

دارا اور سکندر

جب دارا کا خط سکندر کو ملا تو اس نے لشکر جمع کیا اور سر زمین عراق کی راہ لی۔ دارا کو اطلاع ملی تو اس نے اپنے خزانے، عورتیں اور بچے بخیال حفاظت قلعہ ھمدان میں بھجوا دیے - یہ قلعہ خود اسی نے بنوایا تھا اور پھر لاؤ لشکر لے کر سکندر سے نبرد آزما ھوا - سکندر نے اس پر کئی بار حملہ بولا مگر دارا کے خلاف کوئی کامیابی حاصل نہ ھوئی - پھر اس نے دو ھمدانیوں کے ساتھ سازش کی - وہ دارا کے معتمد اور خاص پاسبانوں میں سے تھے - سکندر نے انھیں لالچ دیا - وہ لالچ کے دام میں آ گئے - چنانچہ انھوں نے دارا کے ساتھ غداری کی - وہ یوں کہ ایک روز جب کسی جھڑپ میں دارا سکندر کے خلاف صف آرا تھا تو یہ دونوں اس کے پیچھے سے آئے اور اچانک حملہ کر کے اسے گرا دیا - اس پر دارا

Marfat.com

کے عساکر تتر بتر ہو گئے ۔ سکندر پیش قدمی کر کے دارا کے پاس پہنچا ۔ دارا زمین پر پڑا تھا ۔ سکندر گھوڑے سے اترا اور دارا کا سر اپنی گود میں لے لیا ۔ ابھی اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی ۔ سکندر کا جی بھر آیا اور کہا ''اگر آپ جانبر ہو گئے تو میں آپ کا ملک آپ کے سپرد کر کے خود چلا جاؤنگا ۔ مجھے جو وصیت کرنا چاہیں کریں میں ایفا کرونگا''۔

اس پر دارا نے کہا ''مجھے دیکھیں اور عبرت حاصل کریں ۔ میں کل کیا تھا آج کیا ہوں ۔ کیا میں وہی نہیں ہوں کہ بادشاہ مجھ سے ڈرتے تھے ۔ میری اطاعت کا دم بھرتے تھے اور مجھے خراج دے کر اپنا تاج بچاتے تھے ۔ پھر دیکھیں کہ آج میں یکہ و تنہا گرا پڑا ہوں ۔ بے شمار لشکر تھا کہ جا چکا ۔ عظیم سلطنت تھی کہ ہوا ہو گئی''۔ سکندر نے جواب دیا '' تقدیریں نہ کسی بادشاہ سے اس کی ثروت کے باعث خوف کھاتی ہیں اور نہ کسی فقیر کو اس کی فاقہ کشی کے باعث حقیر جانتی ہیں ۔ دنیا چھاؤں ہے جو دیکھتے ہی دیکھتے ڈھل جاتی ہے اور پلک جھپکتے میں نکل جاتی ہے''۔

دارا بولا ''میں جانتا ہوں کہ ہر چیز خدا کے فیصلے اور تخمینے کے مطابق عمل میں آتی ہے ۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ خدا کے سوا ہر شے فانی ہے ۔ میں نے جو اہل و عیال پیچھے چھوڑے ہیں ان کے بارے میں آپ کو وصیت کرتا ہوں ۔ یہ بھی التماس کرتا ہوں کہ آپ میری بیٹی ''روشنک'' کو رفیقۂ حیات بنا لیں ۔ وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے دل کا حاصل تھی'' ۔

اس پر سکندر نے کہا ''میں ایسے ہی کرونگا ۔ اب آپ یہ بتائیے کہ آپ کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی تا کہ میں اس سے انتقام لوں''۱۔

دارا بمشکل اس بات کا جواب دے پایا تھا کہ اس کی زبان بند ہو گئی اور وہ چل بسا ۔ سکندر نے حکم دیا کہ دارا کے دونوں قاتلوں کو اس کی قبر پر لٹکا دیا جائے ۔ اس پر انہوں نے کہا ''بادشاہ سلامت

۱- ابو حنیفہ اوپر کہہ آئے ہیں کہ سکندر نے خود سازش کی تھی ۔

Marfat.com

آپ کو اس بات کا خیال نہیں کہ آپ ہمیں اپنے عساکر سے بلند تر کر رہے ہیں''۔ سکندر نے جواب دیا ''ہاں کر رہا ہوں''۔

پھر سکندر نے حکم دیا کہ ان دونوں کو سنگسار کر دیا جائے۔ چنانچہ انھیں سنگسار کر دیا گیا ۔ اس کے بعد اس نے دارا کی والدہ اور بیوی کے نام تعزیت کے خطوط لکھے ۔ وہ دونوں شہر ہمدان میں تھیں ۔ اس کی اپنی والدہ سکندریہ میں تھی اس کے نام خط لکھا کہ وہ بابل جائے اور ''روشنک'' دختر دارا کی شادی کے لیے بہترین جہیز تیار کر کے اس کے (سکندر) پاس سر زمین ایران میں بھیج دے ۔ سکندر کی والدہ نے ایسا ہی کیا ۔

سکندر کی فتوحات

ازاں بعد سکندر نے ہندوستان کے بادشاہ پورس پر چڑھائی کی ۔ ہندوستان کی سرحدوں پر دونوں کا آمنا سامنا ہوا ۔ سکندر نے پورس کو دعوت مبارزت دی تا کہ وہ دونوں خود ہی ایک دوسرے سے نپٹ لیں ۔ ان کے لشکر نہ لڑیں ۔ پورس نے اس بات کو مبارک جانا اس لیے کہ وہ بڑا قد آور ، گراں ڈیل اور طاقتور شخص تھا ۔ اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ سکندر مختصر اور دبلے پتلے وجود کا مالک ہے ۔ بہر حال سکندر پورس کی طرف بڑھا اور اسے مار گرایا ۔ اس کے لشکریوں نے سکندر کے حضور صلح کی پیش کش کی ۔ سکندر نے پیش کش قبول کر لی ۔

سکندر چلتا چلتا سوڈان کے علاقے میں جا پہنچا ۔ وہاں لوگ دیکھے جو کوؤں کی طرح سیاہ تھے ۔ بدن عریاں ، پاؤں ننگے ، دلدلے جنگلوں میں مارے مارے پھر رہے تھے ۔ پھل ان کی خوراک تھے ۔ اگر قحط سالی اور خشکی کا دور دورہ ہوتا تو ایک دوسرے کو چبا جاتے تھے ۔ وہ ان کے علاقے سے گزر کر ساحل سمندر پر جا نکلا ۔ سمندر کو عبور کر کے سر زمین یمن کے ساحل عدن پر وارد ہوا ۔تبع الاقرن شاہ یمن نے استقبال کر کے اقرار اطاعت کیا اور خراج مقرر کر کے شہر صنعاء میں لے آیا ۔ خوب آؤ بھگت کی اور یمنی نفائس تحفۃً پیش کیے ۔ سکندر نے صنعاء میں ایک ماہ قیام کیا ۔

Marfat.com

سکندر مکہ میں

ازاں بعد سکندر نے تہامہ کا رخ کیا ۔ اس وقت مکے میں بنو خزاعہ آباد تھے ۔ مکے پر ان کا فاتحانہ قبضہ تھا ۔ اب نضر بن کنانہ سکندر کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ سکندر نے اس سے کہا ۔ ''حرمِ مکہ میں بنو خزاعہ کیونکر ڈیرے ڈالے ہوئے ہے؟'' بہر حال اس نے بنو خزاعہ کو نکال کے حرمِ مکہ خالصتاً نضر اور اس کے بھائیوں کی تحویل میں دے دیا ۔ پھر بیت اللہ شریف کا حج کیا اور معد بن عدنان کی اولاد میں جو وہاں آباد تھی انعام اور عطیے تقسیم کیے ۔ اس کے بعد جدہ کی راہ سے سمندر کو عبور کیا تا کہ بلادِ مغرب میں پہنچ جائے ۔

سکندر بلادِ مغرب میں

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے ۔ کہ نوحؑ نے دنیا کو اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا ۔ وسط زمین جسے پانچ دریا فرات ، دجلہ ، جیحون ، سیحوں اور دریائے بلخ آبپاش کرتے ہیں سام کے سپرد کیا ۔ نیل سے اوپر کنار مغرب تک کا علاقہ حام کو دے دیا اور دریائے قیشسُون سے پرے کنار مشرق تک یافث کے لیے مخصوص کر دیا ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ساری زمین چوبیس ہزار فرسخ ہے ۔ اس میں سے ترکستان تین ہزار فرسخ ۔ سر زمین خَزَر تین ہزار فرسخ ۔ چین دو ہزار فرسخ ۔ ہند و سندھ ، حبشہ اور دیگر سیاہ فام باشندوں کے علاقے چھ ہزار فرسخ ۔ ارضِ روم تین ہزار فرسخ ۔ سر زمینِ صقالبہ تین ہزار فرسخ ۔ سر زمینِ کنعان جسے مصر کہتے ہیں اور اس سے پرے مثلاً افریقہ ، طنجہ ، فرنجہ اور اندلس تین ہزار فرسخ اور جزیرۂ عرب ملحقہ علاقوں سمیت ایک ہزا فرسخ ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سکندر کو ملکۂ مغرب قنداقہ کی شان و شوکت ، وسعتِ سلطنت ، زرخیزیٔ زمین اور اقتدارِ حکومت کے بارے میں خبر ملی ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کا دارالحکومت چار فرسخ ہے اور شہر پناہ کا ایک ایک پتھر ساٹھ ہاتھ لمبا ہے ۔ اسے یہ بھی

Marfat.com

بتایا گیا کہ قنداقہ بڑی دانا اور دور اندیش عورت ہے ۔ چنانچہ سکندر نے اس کے نام خط لکھا ۔ ''سکندر بن فیلقوس فاتح شاہانِ عالم کی طرف سے ملکۂ قومِ سمرہ کے نام ۔ اما بعد ! تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ خدا نے مجھے کیا کیا ملک عطا کیے ہیں ۔ کسقدر لاؤ لشکر اور قوت و غلبہ بخشا ہے ۔ لہذا اگر تم سرِ اطاعت خم کر دو ، خدا پر ایمان لاؤ ، خدا کے سوا پوجے جانے والے معبودوں کو ترک کر دو اور خراج کی رقم میرے پاس بھیج دو تو میں تمہاری پیشکش قبول کرلوں گا ۔ تم سے ٹل جاؤنگا اور تمہاری سلطنت میں بالکل داخل نہ ہونگا ۔ اگر تم سرتابی کرو تو پھر آ رہا ہوں ۔ ہر قوت خدا ہی کی بدولت حاصل ہوتی ہے''۔

جواباً قنداقہ نے سکندر کو لکھا ۔''وہ چیز جو تمہیں تمہارے مرقومہ لائحہ پر آمادہ کر رہی ہے وہ افراطِ ہوس اور برخود غلطی کے سوا کچھ نہیں ۔ آنا ہی چاہتے ہو تو چلے آؤ ۔ تمہیں وہ سزا چکھاؤنگی جو دوسروں نے نہیں چکھایا۔ والسلام''

جب سکندر کے پاس یہ جوابؑ پہنچا تو اس نے شاہِ مصر کو جو اس کے اطاعت گزاروں میں سے تھا اس کی طرف روانہ کیا تاکہ اسے اطاعت کی دعوت دے اور سرکشی کی تباہ کاری سے متنبہ کرے ۔ شاہِ مصر اپنے ایک سو خواص کی معیت میں قنداقہ کی سمت روانہ ہوا مگر کوئی مقصد حاصل نہ ہؤا ۔ چنانچہ سکندر کے پاس واپس جا کر سارا ماجرا کہ سنایا ۔ سکندر نے تیاری کی اور لاؤ لشکر کے ساتھ کوچ بول دیا تاآنکہ قیرْوَان[1] میں جا پہنچا ۔ اور یہ مصر سے ایک ماہ کی مسافت پر ہے ۔ قیروان کو منجنیقوں کی مدد سے فتح کر کے قنداقہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ دونوں کے مابین لمبی چوڑی گفت و شنید ہوئی ۔ آخر قنداقہ نے اس شرط پر سکندر سے وفا و صلح کا پیمان کر لیا کہ وہ نہ اس کے اقتدار سے تعرض کرے گا اور نہ اس کی مملکت کی کسی چیز کو چھیڑیگا ۔

۱۔ تونس کا مشہور شہر اور دارالسلطنت جس کی بنیاد عقبہ بن نافع نے ۵۵ھ میں رکھی تھی ۔ المغرب میں مسلمانوں کے علوم و فنون کا مرکز ۔

Marfat.com

وہاں سے سکندر نے شمال کے منطقۂ تاریک کے ارادے سے کوچ کیا اور ہوتے ہوتے اس منطقہ میں جا داخل ہؤا - پھر جہاں تک خدا نے توفیق دی اس علاقے کے اندر بڑھتا چلا گیا - آخر باگ موڑی اور ارضِ روم کی سرحدوں پر پہنچ کر دو شہر آباد کیے - ایک کو قاُقونیہ کہا جاتا ہے اور دوسرے کو سُورِیہ -

سکندر مشرق بعید کے ممالک میں

اس کے بعد سکندر نے سر زمینِ مشرق میں پہنچنے کا قصد کیا - مگر اس کے وزرا نے کہا "اس جانب سے آپ کنارۂ مشرق تک کب پہنچ سکتے ہیں - درمیان میں بحرِ اخضر حائل ہے جس میں کشتیاں کام نہیں دیتیں - کیونکہ پانی پیپ جیسا ہے - اس کی بد بو کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا" سکندر نے جواب دیا "جائے بغیر چارہ نہیں خواہ مجھے تن تنہا ہی کیوں نہ جانا پڑے"- وہ بولے "آپ جہاں جائینگے ہم آپ کے ساتھ ہوں گے" چنانچہ اس نے کوچ کیا اور ارضِ روم کو قطع کرتا ہؤا افقِ مشرق کی راہ لی - اور سر زمینِ صقالبہ میں جا نکلا - صقالبہ نے سرِ اطاعت خم کر دیا - ان کے علاقے کو طے کر کے سر زمینِ خزر میں جا پہنچا - قومِ خزر نے بھی گردن جھکا دی - ان کے علاقے سے نکل کر ترکستان میں وارد ہؤا - ترکوں نے بھی اس کی فرمانبرداری کا اقرار کیا - چنانچہ وہ ترکستان میں چلتا چلتا اس بیابان تک جا پہنچا جو ترکستان اور ملک چین کے مابین واقع ہے - وہ بیابان بھی اس نے گھوڑے کی پیٹھ پر قطع کیا اور جب سر زمینِ چین کے قریب پہنچا تو اپنے ایک وزیر فیناوس نامی کو اپنی نشست پر بٹھایا اور حکماً کہا کہ وہ اپنا نام سکندر بتائے - اس کے برعکس خود فیناوس بنا اور شاہِ چین سے ملنے کے لیے چل دیا - جب وہاں پہنچا اور حاضرِ خدمت ہؤا تو بادشاہ نے پوچھا "تم کون ہو" اس نے جواب دیا "سکندر کا ایلچی ہوں جو فاتح شاہانِ عالم ہیں" بادشاہ نے پوچھا "تم نے سکندر کو کہاں چھوڑا تھا" جواب دیا "آپکے ملک کی سرحدوں پر" بادشاہ نے پوچھا "سکندر نے تمہیں کس مقصد کے لیے بھیجا ہے" کہا "مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ میں آپ کو ان کی

Marfat.com

خدمت میں لے جا کے حاضر کروں - اگر آپ نے یہ بات مان لی تو وہ آپ کے لیے آپ کے ملک کی بادشاہت برقرار رکھینگے اور آپ کو انعام و اکرام سے نوازینگے - اگر آپ نے سرتابی کی تو آپ کو عدم کی راہ دکھائیں گے اور آپ کے ملک کو تہ و بالا کر دیں گے - اگر میرا کہا آپ کی سمجھ میں نہ آتا ہو تو دارا بن دارا سے پوچھیے جو ملک ایران کا سلطان تھا - کیا دنیا میں کوئی بادشاہ دارا کی سلطنت سے بڑی سلطنت کا مالک تھا ؟ کسی کے پاس اس سے زیادہ فوج تھی ؟ کسی کو اس سے بیشتر اقتدار میسر تھا ؟ دارا سے پوچھیے کہ سکندر نے اس پر کس طرح فوج کشی کی - خود اسے کیونکر اڑایا اور اس کے ملک کو کس طرح دبایا - اسی طرح شاہِ ہندوستان پورس سے پوچھیں کہ اس کا انجام کیا ہوا ؟''

شاہِ چین نے کہا ''اے فیثناوس میں اس شخص کے بارے میں سب کچھ سن چکا ہوں - مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اسے کیا کیا نصرت و کامرانی ارزانی ہوئی ہے - میں تو اس کی خدمت میں ایک وفد روانہ کر کے عہد و پیمان کی درخواست کرنے ہی والا تھا - میں خراج دینے اور مصالحت کرنے کا خواہاں ہوں - تم اسے جا کر مطلع کرو کہ میں فرمانبردار ہوں - ہر سال مقررہ خراج ادا کرونگا - اسے میرے ملک میں داخل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں''۔

یہ کہ کر اس نے قاصد کے بدست سکندر کی خدمت میں اپنا تاج روانہ کر دیا - اس کے علاوہ چین کے بہت سے تحائف بھی بھیجے جو سُمور ، قاقُم ، خز ، چینی ریشم ، براں تلواروں ، چینی زیتون ، مشک عنبر ، سونے چاندی کی رکابیوں ، زرہوں ، بازو بندوں اور خودوں پر مشتمل تھے - سکندر نے یہ سب تحائف اپنی تحویل میں لے لیے -

یاجوج و ماجوج

سکندر (سفارت کا فرض انجام دینے کے بعد) اپنے لشکر کی جانب لوٹ آیا اور سر زمینِ چین سے کوئی تعرض کیے بغیر اس قوم کی جانب باگیں اٹھائیں جس کا قصہ خدائے جل شان نے بیان کیا ہے۔ ''قالو... یا ذالقرنین

اِنَّ یاجُوجَ وَ ماجُوجَ مُفسِدُونَ فِی الاَرضِ[۱]۔ انھوں نے کہا اے ذوالقرنین یا جوج و ماجوج دنیا میں فساد بپا کرتے رہتے ھیں‘‘۔ چنانچہ اس کا وہ معاملہ اور بند تعمیر کرنے کا واقعہ ظہور میں آیا جس کا تذکرہ خدا نے اپنی کتاب میں کر دیا ھے - بہر حال سکندر نے اس قوم سے پوچھا کہ یاجوج و ماجوج کس نسل سے ھیں - انھوں نے جواب دیا - ان میں سے جو نسلیں ھمارے قریب آباد ھیں ھم ان کے نام تو آپ کو بتا سکتے ھیں اور وہ ھیں یاجوج و ماجوج ، تادیل تاریس اور منسک اور کمادی ، باقیوں کو ھم نہیں جانتے -

جب سکندر اس قوم اور ان قوموں کے مابین بند تعمیر کر چکا تو وھاں سے رخصت ھو کر ایک ایسی قوم سے جا دو چار ھؤا جن کے رنگ سرخ اور بال سنہری تھے - جن کے مرد عورتوں سے جدا رھتے تھے - زن و مرد سال میں فقط تین بار اکٹھے ھوتے تھے - کوئی اگر شادی کرنا چاھتا تو انھیں تین دنوں میں کر سکتا تھا - اگر کسی عورت کے یہاں بیٹا پیدا ھوتا تو وہ اسے دودھ پلاتی اور پھر انھیں تین دنوں میں اسے باپ کے سپرد کر دیتی - اگر بیٹی پیدا ھوتی تو اسے اپنے ھی پاس چھپائے رکھتی - سکندر یہاں سے نکل کر فرغانہ پہنچا - وھاں بڑے قد آور اور حسین لوگ دکھائی دیے - جنھوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی - فرغانہ سے روانہ ھو کر سمرقند پہنچا - وھاں ایک مہینہ مقیم رھا۔ وھاں سے چلا اور بخارا کی راہ سے دریائے جیحون پر وارد ھؤا - اسے کشتیوں کے ذریعے عبور دیا اور شہر آموَیہہ کی راہ لی - یہ آمویہہ خراسان کا آملؔ ھے - پھر ریگستان قطع کیا اور ایک ایسے علاقے میں پہنچا جس پر پانی پھرا ھؤا تھا - چنانچہ سارا علاقہ دلدل اور کیچڑ ھو کر رہ گیا تھا - سکندر نے پانی کی راہ میں بند بندھوا دیے۔ یہاں تک کہ سارا علاقہ خشک ھو گیا - ازاں بعد وھاں ایک شہر تعمیر کیا اور اس میں بہت سے لوگوں کو بسا دیا - اس کے گرد کئی بستیاں گاؤں اور قلعے

۱- سورۂ کیف آیت ۹۴ -

Marfat.com

تعمیر کیے ۔ اس شہر کا نام ''مَرخانُوس'' رکھا ۔ وہی شہر مرو ہے ۔ اسی کو مشیَلانُوس بھی کہا جاتا تھا ۔ پھر وہ نیشاپور اور طُوس سے گزر کے رَے کے علاقے میں داخل ہؤا ۔ شہر رَے اس زمانے میں موجود نہ تھا ۔ اس کی تعمیر فیروز بن یزد جرد بن بہرام گور کے دوران حکومت میں وقوع پذیر ہوئی تھی ۔ وہاں سے نکلا تو علاقہ جبَل اور حُلوان سے گزر کے عراق میں جا وارد ہؤا اور وہاں کے قدیم شہر میں جسے طَیسَفُون کہا جاتا تھا جا کے ڈیرہ ڈال دیا ۔ ایک سال طیسفون میں ٹھیرنے کے بعد شام کا قصد کیا اور بیت‌المقدس میں جا اترا ۔

ملوک الطوائف

سکندر کو جب بیت‌المقدس کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو اپنے اتالیق ارسطو سے کہنے لگا ''میں نے تمام اہل عالم کی عداوت مول لے لی ہے اس لیے کہ میں نے ان کے بادشاہوں کو تہ تیغ کیا ہے ۔ ان کے شہروں پر قبضہ جمایا ہے اور ان کا مال و دولت چھین لیا ہے ۔ مجھے خدشہ ہے کہ میرے بعد وہ لوگ میرے اہل وطن کے خلاف ایکا کر لیں گے اور میرے خلاف ان کے دلوں میں جو کینہ جاگزیں ہے اس کے بدلے میں انھیں فنا و تباہ کر دیں گے ۔ میں نے سوچا ہے کہ ان میں سے ہر سردار و بزرگ اور ہر والیٔ ریاست اور شہزادے کو بلوا کر قتل کر دوں'' ۔

ارسطو نے جواب دیا ۔'' کوئی پاکباز اور دیندار شخص اس طرح نہیں سوچتا ۔ نیز یہ بھی خیال رہنا چاہیے کہ اگر تم شہزادوں ، سرداروں اور رئیسوں کو قتل کرا دوگے تو لوگ مجتمعاً تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور تمہاری موت کے بعد تمہارے اہل وطن کے خلاف ان کا غیظ و غضب اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ کار فرما ہوگا ۔ لیکن اگر تم تمام سرداروں اور شہزادوں کو اپنے پاس اکٹھا کر لو اور ایک ایک کو تاج پہنا کے ایک ایک ضلع اور شہر کا بادشاہ بنا دو تو انھیں باہم مشغول کر دوگے ۔ ان کے مابین اقتدار کی رقابت پیدا ہو جائے گی ۔ ہر ایک

Marfat.com

دوسرے کے مقبوضات ہتیانے کی ہوس میں مبتلا ہو جائے گا اور کوئی بھی تمھارے ملک کی تباہی کا قصد نہ کر سکے گا ۔ اس طرح تم ان کا زور اُنھیں میں کھپا دوگے اور انھیں خود آپس میں الجھا دوگے''۔ سکندر نے اتالیق کا مشورہ مان لیا اور اسی کے مطابق عمل پیرا ہؤا ۔ یہ تھے وہ لوگ جنھیں ملوک‌الطوائف کہا جاتا ہے ۔

سکندر کا انجام

کچھ عرصہ بعد سکندر بیت‌المقدس میں راھئی عدم ہؤا ۔ اس کی مدت سلطنت تیس برس تھی ، اس میں سے چوبیس برس گردش میں گزرے ۔ آغازِ حکومت میں وہ تین برس سکندریہ میں مقیم رہا اور لوٹتے ہوئے تین برس شام میں پڑا رہا ۔ وھاں اس کی لاش کو سونے کے تابوت میں رکھ دیا گیا اور تابوت کو سکندریہ پہنچا دیا گیا ۔

سکندر نے بارہ شہر تعمیر کیے تھے ۔ سر زمینِ مصر میں سکندریہ ، عرب میں نجران ، خراسان میں مرو ، اصفہان میں جَیّ ، ایک شہر ساحل سمندر پر جس کا نام صَیْدُودا تھا ۔ ایک شہر ھندوستان میں جسے جَشْرِوین کہتے تھے ۔ ایک شہر چین میں جسے قَشْرِنیہ کہا جاتا تھا اور باقی سر زمینِ روم میں ۔ کہا جاتا ہے کہ سکندر کی وفات پر ہر وہ شخص جس کا علاقہ اس نے دبا لیا تھا اپنے علاقے پر قابض ہو کر مدافعت کرنے لگا ۔ کسی کو کسی پر حکمت و آداب کے سوا غلبہ اور برتری حاصل نہ تھی ۔ وہ مختلف مسائل کے بارے میں باھم خط کتابت کرتے رہتے تھے ، جب کوئی مسئول جواب یا صواب دیتا تو سائل اس سے ملنے کے لیے روانہ ہو پڑتا ، اگر کوئی کسی کے خلاف سینہ زوری کا اظہار کرتا تو سبھی ملکر اس کے خلاف اظہارِ ناپسندیدگی کرتے ، اگر پھر بھی وہ اپنی کاروائی سے باز نہ آتا تو جمع ہو کر اس کے خلاف صف آرا ہو جاتے ، اسی باعث سے انکو ملوک‌الطوائف کہا جانے لگا ۔

شاھانِ یمن

خیال کیا جاتا ہے کہ جب ان چار شہزادوں نے جن پر انکی ھمشیرہ

ابشضعہ سمیت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی تھی حجرِ اسود کو اس خیال سے صنعاء میں منتقل کرنے کا تہیہ کیا کہ عرب بیت الحرام کا حج کرنے کے بجائے صنشعاء کی طرف متوجہ ہوں۔ لھذا مکے کی راہ لی تو وھاں بنو کنانہ، فہر بن مالک بن نصر کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ فہر نے یمنیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جنگ میں اس کا ایک بیٹا جس کا نام حارث تھا مارا گیا، حارث کے کوئی اولاد نہ تھی۔ یمنی شہزادوں میں سے تین مارے گئے۔ چوتھا قید ہوگیا اور تا دمِ مرگ فہر بن مالک کی قید ھی میں رہا۔

رھی ابشضعة جسے عنقفیشر کہا جاتا ہے تو وہ اپنے بھائیوں کے بعد تخت و تاج کی مالک بنائی گئی۔ اس کا طرزِ عمل نہایت گھناؤنا تھا۔ خوبصورت مرد کو دیکھتے ھی چاھنے لگتی اور جو شخص جی کو بھا جاتا اسی کو دعوتِ ملاقات دے دیتی اور وہ باقاعدہ ملاقات کرتا۔ مجالِ انکار کسے تھی۔ اسی طرح بنو قیس کا ایک نوجوان ابشضعہ کو پسند آ گیا۔ لہٰذا دعوتِ ملاقات دے دی۔ اس نے ملاقات کی۔ اس سے ابشضعہ کے یہاں دو بچے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام سہل رکھا اور دوسرے کا عوف۔ بنو قیس کا ایک شاعر اس ضمن میں کہتا ھے :—

۱ - وَذِيْ تُوْمَةٍ فِي أُذْنِهِ وَضَفِيْرَةٍ
وَسِيْمٍ جَمِيْلٍ لَا نُحِيْلُ مَخَايِلُهْ!

۲ - اذا مَا رَأَتْهُ قَيْلَةٌ حِمْيَرِيَّةٌ
تَجُرُّ لَهُ حَبْلَ الشَّمُوْسِ تُهِمُّا زِلَّهْ!

۱ - اس کے کانوں میں دُر دانے تھے۔ زلفیں تابدار تھیں
وہ صاحبِ حُسن و جمال تھا۔ ناز و انداز بے بناوٹ تھے

۲ - حمیری ملکہ نے اسے دیکھا تو تھپکا کے پچکار کے لے چلی
یوں جیسے کسی بے قابو گھوڑے کی رسی پکڑے لیے جارھی ھو۔

بیان کیا جاتا ھے کہ ذوالشنائر قبیلۂ عنش اور یُحابِر کا بادشاہ تھا جو بہت بڑی سلطنت اور لاتعداد افواج کا مالک تھا۔ اسکی حکومت میں عمان، بحرین، یمامہ اور سواحلِ بحر کے علاقے شامل تھے۔

شاہ اردوان بن اشہ

کہا جاتا ہے کہ سرزمینِ عجم کے ملوک الطوائف میں سے کوئی بادشاہ بھی سلطانِ کوہستان اردوان بن اشہ بن اشغان سے بڑی سلطنت اور فوج کا مالک نہ تھا۔ اسکے مقبوضات میں قاھان، ھمدان، ما سبزان، مہر جانقذق اور حلوان شامل تھے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں میں سے ہر ایک کے پاس محض ایک ضلع اور ایک شہر تھا۔ ان میں سے جب بھی کوئی بادشاہ مرتا تو اسکی جگہ اسکا فرزند یا بھائی بند تخت و تاج کا مالک بن جاتا۔ سلطانِ کوہستان اردوان کی برتری کو سب ملوک الطوائف تسلیم کرتے تھے کیونکہ سکندر نے از روئے مملکت دوسروں کے مقابلے میں اسی کو برتری عطا کی تھی۔ اردوان کا مستقر نہاوند کے قدیم شہر میں تھا۔

کہا جاتا ہے حضرت عیسیٰ[ؑ] بن مریم[ؑ] اسی زمانے میں مبعوث ہوئے تھے۔

اسعد بن عمرو

کہا جاتا ہے شاہ اسعد بن عمرو بن ربیعہ بن مالک بن صُبح بن عبداللہ بن زید بن یاسر ینعم، حضرتِ سلیمان[ؑ] بن داؤد[ؑ] کے بعد صاحبِ تخت و تاج ہوا۔ جب وہ پل بڑھ کر جوان ہوا تو اسے اولاد کہلان بن سباء بن یشجب بن یعرُب شاہِ حمیر کی دراز دستیاں اسے ناگوار گزریں۔ حکومت پہلے بھی اسی خاندان کے ھاتھ میں تھی اور خود انکے اپنے زمانے میں بھی یہی لوگ صاحبِ اقتدار تھے۔ بہر حال اسعد نے آلِ حمیر کو اپنے گرد اکٹھا کر لیا۔ یہ واقعہ یمن پر مقاول کی حکمرانی کے بعد کا ہے۔ وہ سات بادشاہ تھے جو یکے بعد دیگرے اڑھائی سو برس تک حکومت کرتے رہے تھے۔ اب اسعد نے شاہِ ھمدان پر یورش کی۔ جنگ لڑی اور شاہ ھمدان کو گرفتار کر لیا۔ ازاں بعد بنو عنس و یُحابِر کے بادشاہ کا رخ کیا اور اسکے ساتھ بھی وہی کچھ کیا جو کچھ شاہِ ھمدان کے ساتھ کیا تھا۔ پھر بادشاہ کندہ کو جا لیا۔ وھاں بھی فتح نصیب ہوئی۔ یہاں

Marfat.com

تک کہ ساری سر زمینِ یمن کی حکومت اسکے قبضے میں آ گئی -

اب جب مملکت اسعد کے زیر نگیں متحد ہو گئی تو اس نے اپنے چچا زاد بھائی القَیطُونُ بن سعد کو تہامہ اور حجاز کا بادشاہ بنا کر ادھر روانہ کر دیا - قیطون نے یثرب کو مستقر بنا لیا اور ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا - یہاں تک کہ حکم دے دیا کہ ہر دلھن پہلے اس کے یہاں پہنچے اور پھر خاوند کے سپرد ہوگویا اس ضمن میں وہ شاہِ طسم و جدیس عملیق کی روش پر گامزن تھا - آخر مالک بن عَجلان کی رضائی بہن کی شادی کا وقت آ گیا - جب اسے طَیقُون کے پاس لے جانے لگے تو مالک بن عُجلان بھیس بدل کر دلھن کے ہمراہ گھسک گیا اور جس وقت مکان میں فقط طَیقُون باقی رہ گیا تو مالک تلوار لیکر جھپٹا اور اس کا کام تمام کر دیا - پھر مالک کے آدمی طیقون کے آدمیوں پر پل پڑے اور ان سب کو ختم کر دیا - اسعد کو یہ خبر ملی تو اس نے قاتلوں کا رخ کیا اور آخر آ کر مدینہ[1] میں بئرالملک نامی ندی کے کنارے خیمہ زن ہوا - ازاں بعد اس کے ساتھ جو کچھ بیتی وہ مشہور و معروف ہے اور ہم اسے کسی اور موقع پر نقل کر چکے ہیں -

حضرت عیسیٰؑ کی بعثت

کہا جاتا ہے کہ جب خدا نے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کو مبعوث فرمایا تو یہود انہیں مار ڈالنے کو دوڑے مگر خدا نے انہیں اپنی جانب اٹھا لیا - پھر وہ لوگ یحییٰؑ بن زکریاؑ کے یہاں پہنچے اور انہیں بھی قتل کر دیا - جلد ھی بعد خدا نے ان پر بُخت نصّر اوّل کی نسل سے تعلق رکھنے والے ایک بادشاہ کو جو ملوک الطوائف میں سے تھا مسلّط کر دیا - اس نے بنو اسرائیل کو تباہ و برباد کر ڈالا اور وہ ذلت و مسکنت کا شکار ہو کر رہ گئے -

---

۱ - مراد یثرب ہوگا -

Marfat.com

اردشیر بن بابک

کہا جاتا ہے کہ جب ملوک الطوائف کے دور کو کامل دو سو چھیاسٹھ برس ہو گئے تو اردشیر بن بابکان (تخت حکومت پر) جلوہ گر ہوا ۔ اور وہ تھا اردشیر بن بابک بن ساسان الاصغر بن فاقک بن سہریس بن ساسان الاکبر بن شاہ بہمن بن اسفندیار بن بشتاسپ ۔ اس کا آغاز شہر اصطخر کی حکومت سے ہوا تھا ۔ مگر اس نے آہستہ آہستہ حکومتِ فارس کو اس کے اصلی حال کی طرف لوٹانا شروع کر دیا ۔ حالات نے اس کا ساتھ دیا ۔ چنانچہ وہ کسی بادشاہ کو مغلوب اور کسی کو ہلاک کر کے انکے مقبوضات پر قابض ہوتا چلا گیا تاآنکہ سلطان کوہستان فرخان سے آن سابقہ پڑا ۔ وہ اردوان کے خانوادے کا آخری بادشاہ تھا ۔ اردشیر نے اسے لکھا کہ اطاعت قبول کر لے مگر وہ اردشیر کا خط پا کر آگ بگولا ہو گیا اور اسکے قاصدوں سے کہا ''پسر ساسان نے بڑی اوگھٹ گھاٹی میں قدم رکھا ہے''۔ یہ کہہ کے اردشیر کے نام خط لکھا ۔ مضمون یہ تھا ۔ ''میری اور تمہاری ملاقات ہرمزدجان کے صحرا میں ماہ مہر کے آخر میں ہوگی ۔ اردشیر اس مقام پر پہلے پہنچ گیا ۔ فرخان مہر ماہ کے آخر میں آیا ۔ گھمسان کی جنگ ہوئی جسمیں اردشیر نے فرخان کو ہلاک کر ڈالا ۔ اردشیر وہاں سے جلدی جلدی روانہ ہوا اور نہاوند میں جا اترا ۔ وہاں فرخان کے محل کو مستقر بنا کے ایک ماہ مقیم رہا ۔ پھر رَے کی راہ لی ۔ رے سے خراسان کا رخ کیا ۔ راہ میں جو بھی ریاست پڑی اس نے فرمانبرداری کا اظہار کیا ۔ جو ملک آیا اس نے سرِ اطاعت جھکا دیا ۔ اسکے بعد وہ سجستان کی جانب روانہ ہوا ، پھر کرمان کی سمت باگ اٹھائی اور وہاں سے فارس کی جانب کوچ کیا اور شہر اصطخر میں جا اترا ۔ وہاں ایک سال قیام کرنے کے بعد عراق کی طرف چل دیا ۔ اہواز کے قریب ملوک الطوائف کے اخلاف میں سے بعض کے ساتھ مڈ بھیڑ ہوئی اور انہیں تہ تیغ کر دیا ۔ وہاں سے کوچ کر کے اس مقام پر خیمہ زن ہوا جہاں آج مدائن واقع ہے ۔ چنانچہ اس نے مدائن کا نقشہ تیار کیا اور

Marfat.com

شہر کی بِنا ڈالی ۔ جب اسکی حکومت مستحکم ہوگئی تو اس نے فرخان کی بھتیجی کو طلب کیا جسے وہ نہاوند کے قصر فرخان سے گرفتار کر لایا تھا اور جو بڑی حسین اور دانا عورت تھی ۔ وہ خلوت میں اس سے گھل کھیلنے لگا ۔ ایک روز اس کا حسب نسب پوچھ بیٹھا ۔ اس نے بتایا تو بولا تو نے سجھے یہ بات بتا کے دکھ پہنچایا ہے ۔ میں نے خدا کو عہد دیا تھا کہ اگر وہ مجھے فرخان پر غلبہ عطا کرے گا تو میں اسکے خانوادے کا کوئی فرد بھی زندہ نہ رہنے دونگا ۔ یہ کہ کے اس نے اپنے وزیر ابرسام کو بلایا اور کہا کہ وہ اس لونڈی کو لے جا کر قتل کر دے ۔

ابرسام نے لونڈی کا ہاتھ پکڑا اور لے چلا تاکہ اس کے بارے میں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرے ، جب وہ نکلی تو اس نے ابرسام کو بتایا کہ وہ کئی ماہ سے حاملہ ہے ۔ ابرسام نے یہ سنا تو اسے اپنے گھر لے گیا اور اسکی خاطر و مدارات کا حکم دیا ۔ مگر اردشیر سے کہہ دیا کہ میں نے لونڈی کو ہلاک کردیا ہے ۔

خیال کیا جاتا ہے کہ ابرسام نے اپنے آپ کو خصّی کرا لیا ۔ اپنے اعضاء نکلوائے ، انھیں ایک ڈبّے میں ڈالا ۔ ڈبّے کو سر بمہر کیا اور لیکر اردشیر کے پاس پہنچا اور اس سے التماس کی کہ کسی معتمد آدمی کو اس ڈبّے کی پاسبانی پر متعیّن فرمائیں کیونکہ مجھے کسی روز اسکی ضرورت پڑیگی ۔ اردشیر نے حکم دیا کہ ڈبّے کی حفاظت کی جائے ۔

لونڈی کے بطن سے انتہائی خوبصورت لڑکا پیدا ہوا ۔ یہ شاہ پور تھا جو اردشیر کے بعد بادشاہ بنا ۔ اردشیر ایک سال عراق میں مقیم رہ کر موصل کی طرف بڑھا اور وہاں کے بادشاہ کو تہ تیغ کر کے واپسی کی راہ لی ۔ چلتے چلتے عمان ، بحرین اور یمامہ میں جا نکلا ۔ شاہِ بحرین سنطرق اسکے مقابلے کیلئے نکلا ۔ شدید لڑائی ہوئی اردشیر نے سنطرق کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ۔

کہا جاتا ہے کہ ایک روز ابرسام اردشیر کی خدمت میں حاضر ہوا

Marfat.com

تو دیکھا کہ وہ بالکل اکیلا ہے اور نہایت متفکر و مغموم ہے ۔ لھذا کہا ''جہاں پناہ ۔ خدا آپ کی عمر دراز کرے ۔ میں آپ کو متفکر و مغموم کیوں پا رھا ھوں ۔ خدا نے آپ کی مراد پوری کر دی آپ کے آبا و اجداد کی حکومت آپ کے پاس لوٹا دی ۔ آج آپ شہنشاہ ھیں ۔''

اردشیر نے کہا ۔ یہی بات تو میرے غم کا باعث ہے ۔ میں دنیا پر قابض ھوں ۔ جملہ بادشاہ میرے اطاعت گذار ھیں اور میں لاولد ھوں ۔ کوئی بیٹا ھوتا تو اس سلطنت کا جسکی خاطر میں نے جان کھپائی ہے وارث بنتا ۔ جب ابرسام نے یہ بات سنی تو جی میں کہا اب اس اشغانی عورت کا معاملہ بیان کرنے کا وقت آ گیا ہے ۔ اس وقت تک وہ لڑکا پانچ برس کا ھو چکا تھا ۔ چنانچہ عرض کیا جہاں پناہ جس روز آپ نے مجھے اس اشغانی عورت کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اس روز میں نے آپ کے پاس ایک سر بمہر ڈبہ امانتاً رکھوایا تھا ۔ آج مجھے اسکی ضرورت ہے حکم دیجیے کہ وہ نکال کے لایا جائے ۔ اردشیر نے حکم دیا اور ڈبہ اسے لا کے دے دیا گیا ۔ اس نے ڈبہ کھول کر اردشیر کے پیش کیا ۔ وہ کیا دیکھتا ہے کہ ڈبے میں اسکے عضو ھیں جو بند پڑے رھنے کے باعث خشک ھو چکے تھے ۔ اردشیر نے پوچھا ۔ یہ کیا ہے ؟ اس پر ابرسام نے ساری بات بتا دی اور لڑکے کا ماجرا کہ سنایا ۔ اردشیر یہ سن کر باغ باغ ھوگیا ۔ پھر ابرسام سے کہا کہ لڑکے کو میرے پاس لے آؤ مگر یوں کرو کہ وہ ایک سو ھم عمر لڑکوں میں شامل ھو کر آئے ۔ ابرسام نے اسی طرح کیا ۔

جب ابرسام نے وہ لڑکے اردشیر کی خدمت میں پیش کیے تو اس نے ایک ایک کو غور سے دیکھا یہاں تک کہ شاہ پور کی باری آ گئی ۔ وہ ھوبھو اسی کی طرح تھا ۔ اردشیر کا دل اسکے لیے پھڑکنے لگا مگر اس نے ضبط سے کام لیا اور معاملے کو اختتام تک نہ پہنچایا بلکہ حکم دیا کہ ھر بچے کے ھاتھ میں چوگان دی جائے اور صحن میں ایک گیند پھینک دی جائے تاکہ وہ ایوان کے بالمقابل اسکی نگاھوں کے سامنے کھیلیں ۔ ساتھ ھی ابرسام سے یہ بھی کہا کہ تم کوئی ایسا حیلہ کرو کہ گیند

Marfat.com

میرے پاس ایوان میں آ پڑے - ابرسام نے ایسا ھی کیا -

گیند اردشیر کے قالین پر جا گری - لڑکے گیند کے پیچھے دوڑے مگر آ کر ایوان کے دروازے پر رک گئے - کسی کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ داخل ہو کر اسکے سامنے سے گیند اٹھا لے سوا ایک لڑکے کے - وہ ہجوم کو چیرتا ہوا باپ کے پاس پہنچا اور اسکے سامنے سے گیند اٹھا لی -

جب اردشیر نے یہ دیکھا تو ھاتھ بڑھایا - لڑکے کو پکڑ کے سینے سے لگا لیا اور پیار کرنے لگا - ساتھ ھی حکم دیا کہ وہ لڑکا اور اسکی ماں اس کے سپرد کر دیے جائیں — یہ لڑکا شاہ پور تھا جو اردشیر کے بعد بادشاہ بنا - اردشیر نے ابرسام کی بڑی عزت افزائی کی - اسے کئی جاگیریں عطا کیں - نیز حکم دیا کہ جب تک میرا خانوادہ حکمراں رہے شاہی سکوں اور قالینوں پر ابرسام کی تصویر موجود رہے -

کہا جاتا ھے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو اردشیر کے عہد حکومت میں مبعوث فرمایا تھا - قیاس یہ ھے کہ انھوں نے اپنے ایک حواری کو اردشیر کے پاس بھیجا جو شہر طیفسوں میں آیا اور ابرسام کا مہمان ہوا - شام ڈھلے اس کے لیے چراغ روشن کر دیا جاتا تھا - اور وہ رات بھر نماز پڑھتا اور انجیل کی تلاوت کرتا رہتا تھا - ابرسام نے اسکا اور اسکے دین کا ماجرا دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کا قاصد ھے - ابرسام نے یہ بات اردشیر سے بیان کی - اردشیر نے حواری کو بلایا اور اسکے چہرے کی سنجیدگی اور سکون کو دیکھا ، بوڑھے حواری نے اسے حضرت عیسیٰؑ کی کئی نشانیاں دکھائیں - اردشیر نے نہ اس سے کسی ناگواری کا اظہار کیا اور نہ اسے کوئی تکلیف پہنچائی -

شاہ موصل اور جرجیس

کہا گیا ھے کہ جرجیس کا قصہ ملوک الطوائف ھی کے دور سے تعلق رکھتا ھے - جرجیس شاہ موصل کے پاس آئے - وہ بڑا تند خو اور ظالم تھا - خود بھی بت پرست تھا اور رعیت کو بھی بت پرستی کی تلقین کرتا تھا — جیرجیس کا تعلق الجزیرہ سے تھا - بہر حال جرجیس اور اس بادشاہ کا سارا

Marfat.com

ماجرا تواریخ میں مذکور ہے ۔

اردشیر ہی نے دستور شاہی مکمل کیا ۔ عہدوں اور مناصب کی ترتیب معین کی ۔ کاروائی کو مستحکم کیا ، ہر چھوٹے بڑے معاملے پر غائر نظر ڈالی ۔ یہاں تک کہ ہر چیز کو اس کے صحیح ٹھکانے پر لا رکھا ۔ اپنا مشہور و معروف ہدایت نامہ بادشاہوں کے نام جاری کر دیا ۔ چنانچہ سب بادشاہ اسی کے مطابق عمل کرتے تھے ۔ اسے ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے اور اسکی حفاظت اور تنفیذ کو اپنے لیے باعث برکت جانتے تھے ۔ اسی کو اپنا درس سمجھتے تھے اور اسی کو نصب العین مانتے تھے ۔ اردشیر نے چھ شہر بسائے ۔ ان میں سے یہ شہر فارس میں بسائے گئے ۔ اردشیر خرہ ، رام اردشیر ، ہرمزدان اردشیر جو اہواز کا ایک حصہ تھا اور آستاذ اردشیر جس کو کرخ میساں کہتے ہیں ۔ بحرین میں جو شہر بسایا گیا اس کا نام فوراں اردشیر تھا ۔ ایک شہر موصل کے علاقے میں تھا جسے خُرزاد اردشیر کہا جاتا تھا ۔

شاہ یمن ملکیکرب

کہا گیا ہے کہ اسعد کے بعد اس کا چچا زاد بھائی ملکیکرب بن عمرو بن مالک بن زید بن سہل بن عمرو ذی الاذعار بادشاہ بنا جس نے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا تھا ۔ اس کے جوار میں قربانی دی تھی اس کا طواف کیا تھا اور اسکی عظمت و شان بڑھائی تھی ۔ یہ بادشاہ بیس برس تک نہ گھر سے نکلا ۔ نہ کوئی جنگ کی جیسا کہ اسکے پیشروؤں کا دستور تھا ۔ اسے خونریزی ناپسند تھی ۔

شاہان تُبّع

ملکیکرب کے بعد اس کا فرزند تبّع تخت نشین ہوا یہ آخری تبّع تھا ۔ تُبّع تین تھے ۔ پہلا شمر ابوکرب تھا جس نے چین پر چڑھائی کی تھی اور شہر سمرقند کی اینٹ سے اینٹ بجائی تھی ۔ دوسرا تبع اسعد تھا جس نے بیت الحرام کے لیے کئی مویشی ذبح کیے اور وہاں سنہری دروازہ نصب کیا ۔ تیسرا تبع ملکیکرب کا فرزند تھا ۔ ان تین کے سوا یمن کے کسی اور بادشاہ

Marfat.com

کو تبعؔ نہیں کہا جاتا ۔ یہ آخری تبعؔ شاہ پور بن اردشیر اور ہرمز بن شاہ پور کا معاصر تھا ۔ تبعؔ بن ملکیکرب بڑا رفیع الشان اور عظیم الاقتدار شخص تھا ۔ اس نے ہندوستان پر بھی چڑھائی کی تھی ۔ اور وہاں کے راجہ کو ہلاک کیا تھا ۔ وہ راجہ اس راجہ پورس کی نسل سے تھا جسے سکندر نے تہ تیغ کیا تھا ۔ ہندوستان سے وہ یمن کی جانب لوٹ گیا اور بہرام بن ہرمز بن شاہ پوربن اردشیر کے عہدِ حکومت میں وفات پا گیا ۔

تبع کے بعد اس کا بیٹا حسّان بن تبعؔ بن ملکیکرب بادشاہ بنا ، لوگوں کا قیاس ہے کہ اسی نے فارس پر حملہ کیا تھا اور یہی ہے جس نے کثرتِ جنگ بازی اور یمن میں قلّتِ اقامت کے باعث آلِ حمْیَر کا ناک میں دم کر دیا تھا ۔ چنانچہ انھوں نے اس کے بھائی عَمْرو بن تُبّعؔ کو بھکایا ، پھسلایا کہ اگر وہ اپنے بھائی کو قتل کر دے تو وہ اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لینگے ۔ سبھی نے اس امر پر صاد کیا مگر ذارُعَیْن نے قوم کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا ۔ بہر حال عمرو نے اپنے بھائی پر وار کر کے اسے موت کی نیند سلا دیا اور اس کی جگہ بادشاہ بن کر اپنی قوم کے ہمراہ یمن واپس چلا گیا ۔ خدا نے (بطور سزا) ان پر بے آرامی و بے خوابی مسلّط کر دی ۔

شاپور

شاپور تخت نشین ہوا تو اس نے سر زمینِ روم پر دھاوا بول دیا اور شہر قالُوقیّہ اور قبدُوقیّہ کو مسخر کر کے سارے علاقے میں تباہی مچا دی ۔ وہاں سے عراق کی راہ لی ۔ عراق سے سر زمینِ اھواز کا رخ کیا تاکہ کوئی ایسی جگہ منتخب کرے جہاں ایک شہر آباد کر کے اس میں ان قیدیوں کو بسا دے جنھیں روم سے ساتھ لایا تھا ۔ چنانچہ جُندِ شاپور کی بنا ڈالی ۔ خوزستان کی زبان میں اس شہر کا نام نیلاط ہے مگر خود اس شہر کے باشندے اسے نیْلاب کہتے ہیں ۔ شاپور شاہ روم کے نائب السّلطنت کو بھی گرفتار کر لایا تھا ۔ چنانچہ اس سے کہا کہ اگر وہ نہر تستر پر پل بندھوائے تو اسے رہا کر دیا

Marfat.com

جائے گا - یہ جان کر شاہ روم نے اپنے وطن سے بہت سے آدمی اور مال اسباب روانہ کیا ، جب پل بن گیا تو شاپور نے اسے رہا کر دیا -

مانی

مانئی زندیق عہد شاپور ہی میں نمودار ہوا اور لوگوں کو گمراہ کرتا رہا مگر شاپور اس پر قابو پانے سے قبل وفات پا گیا - اس کی حکومت کا عرصہ اکیس برس تھا -

ھُرمز

شاپور کے بعد زمام حکومت اسکے بیٹے ھُرمُز بن شاپور کے ہاتھ آئی - اس نے مانی کو گرفتار کیا پھر اس کی کھال اتروا کے اسمیں بھوسہ بھروایا اور جُندِ شاپور کے دروازے پر لٹکوا دیا - وہ دروازہ تاامروز دروازۂ مانی کہلاتا ھے - علاوہ ازیں ھُرمز نے مانی کے ساتھیوں اور پیروؤں کا بھی پیچھا کیا اور ان سب کو فنا کے گھاٹ اتار دیا - اس کا عرصۂ حکومت تیس برس تھا -

ھُرمز کے فرزند

اب تاج و تخت بہرام بن ھُرمُز کے سپرد کر دیا گیا جس نے سترہ برس فرمانروائی کی - اس کے بعد بہرام بن بہرام بادشاہ ھوا - اسکے بعد اس کا بیٹا نرسی بن بہرام بن بہرام تخت نشین ھوا - اس نے سات برس حکومت کی اور فوت ھو گیا — نرسی کے بعد اس کا بیٹا ھُرمزوان صاحبِ سلطنت ھوا - اس نے بھی سات برس حکومت کی اور فوت ھو گیا - اسکے کوئی لڑکا نہ تھا کہ حکومت کا وارث ھوتا - البتہ اسکی بیوی چند ماہ سے حاملہ تھی - چنانچہ اس نے اپنا تاج بیوی کے پیٹ پر رکھوا کے رؤسائے فارس کو تلقین کی کہ وہ لوگ اس کے بچے کی پیدائش تک کسی کو بادشاہ نہ بنائیں - اگر بیٹا پیدا ھو تو اس کا نام شاپور رکھیں اور اسے بادشاہ قرار دے دیں — نیز اسے کسی ایسے شخص کے حوالے کریں جو اسکی تربیت بھی کرے اور اسکی بلوغت تک کاروبارِ حکومت بھی چلائے - اگر

Marfat.com

بیٹی پیدا ہو تو پھر انہیں چاہیے کہ اس کے خانوادے میں سے کسی مرد کو منتخب کر کے اپنا بادشاہ بنا لیں ۔ بہر حال بیوہ نے بیٹے کو جنم دیا جس کا نام شا پور رکھا گیا اور جو ذوالاکتاف کے لقب سے مشہور ہے ۔

شاپور ذوالاکتاف

ہرمزدان کی وفات کے بعد ارد گرد کے ملکوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ سر زمینِ فارس کا کوئی بادشاہ نہیں اور رعایا ایک شیر خوار بچے کی پناہ میں ہے ۔ چنانچہ ان کا جی للچایا اور چاہا کہ فارس کو دبا لیں ۔ بدوؤں کا ایک جمِّ غفیر بحرین و کاظمہ کی طرف سے ابرشہر اور سواحل ارد شیر خُرّہ کی طرف بڑھا اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا ۔ اسی طرح ایک غسّانی بادشاہ نے ٹڈی دل لشکر کے ہمراہ چڑھائی کی اور بستیوں کو لوٹ لیا مگر سلطنتِ فارس کاروبار حکومت کی ابتری کے باعث کچھ عرصہ اس قابل نہ ہو سکی کہ دشمنوں کی پیش قدمی کو روکے ۔

جب شہزادہ لڑکپن کو پہنچا تو اس کی دور اندیشی کا اوّلین مظاہرہ ہوا ۔ وہ قصر طیسفون میں خوابیدہ تھا کہ دجلہ کے پل پر سے آنے جانے والوں کے ازدھام کے شوروشغب نے اسے جگا دیا ۔ اس نے پوچھا یہ کیا غل مچا ہوا ہے؟ جب اسے بتایا گیا تو اس نے کہا کہ ایک پل اور بنا دینا چاہیے۔ ایک آنے والوں کے لیے اور دوسرا جانے والوں کے لیے۔ چنانچہ دوسرا پل تعمیر کر دیا گیا اور رعایا یہ دیکھ کر کہ بادشاہ کمسنی کے باوصف اتنا ذہین ہے خوشی سے پھولی نہ سمائی ۔

جب وہ پندرہ برس کا ہوا تو پوری تندھی سے انتظامِ سلطنت میں مصروف ہو گیا اور دشمنوں کو حدودِ مملکت سے نکال باہر کیا ۔ پھر باگ اٹھائی اور ابر شہر کا رخ کیا اس طرف جن بدوؤں نے پیش قدمی کر رکھی تھی انہیں بری طرح کچل کر رکھ دیا ۔

یہی کچھ الجزیرہ میں کیا ۔ چنانچہ خَیزُرَن غسّانی کی سرکوبی کے لیے اس کے دارالحکومت کا جو فرات کے کنارے رقّہ سے قریب ہی واقع تھا محاصرہ کر لیا ۔ قیاس یہ ہے کہ خَیزُرَن کی بیٹی نے جس کا نام مُلیکہ

Marfat.com

تھا شاپور کے لشکر پر نگاہ دوڑائی - دراں حالیکہ شاپور اس کے والد کا محاصرہ کیے ہوئے تھا وہ شاپور پر عاشق ہو گئی - گماں یہ ہے کہ ملیکہ کی ماں شاپور کی پھوپھی دختنُوس تھی جو نرسی کی بیٹی تھی ، اسے خیزن نے طیسفون پر حملے کے دوران میں گرفتار کر کے لونڈی بنا لیا تھا - بہر حال مُلیکہ نے اسے پیغام بھیجا کہ اگر آپ مجھ سے شادی کر لیں تو میں باپ کے کمزور محاذ کی نشاندھی کر دوں گی - شاپور نے شادی کا وعدہ کیا ، ملیکہ نے اپنا قول سچ کر دکھایا -

اس نے یہ کیا کہ دروازے کے پاسبانوں کو نشہ پلا کر سلا دیا اور دروازہ کھلوا دیا - لھذا شاپور لشکر سمیت شہر میں داخل ہو گیا اور خیزن کو گرفتار کر کے موت کی آغوش میں سلا دیا اور اسکے آدمیوں کے کندھے نکلوا کے چھوڑ دیا - وہ گرفتار ہونے والے دشمنوں کے ساتھ یہی سلوک کیا کرتا تھا - اسی وجہ سے اس کا نام ذوالاکتاف پڑ گیا (کندھوں والا)

شاپور نے خیزن کی بیٹی سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کرنے کے بعد اسے ھلاک کرا دیا - اسے دو گھوڑوں کے مابین بندھوا کر دونوں کو دوڑا دیا وہ دو ٹکڑے ہو کر رہ گئی - شاپور نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اگر تو باپ کے حق میں بھلی نہ تھی تو میرے حق میں کیونکر ہو گی -

شاپور نے شہر انبار اپنے لیے تعمیر کرایا اور اس کا نام فیروز شاپور رکھ کے اسے ایک ضلع بنا دیا ، اسی طرح سُوس میں ایک شہر بسایا جو قلعہ ''سادا نیال،، کے پہلو میں تھا - یہ نام اس لیے پڑا تھا کہ اسمیں دانیال پیغبر کا جسد مدفون تھا -

روم اور شاپور

کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں مانوس روم کا بادشاہ تھا - تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ بادشاہ بننے سے قبل وہ دین مسیح کا پیرو تھا - مگر تخت نشین ہونے کے بعد اس نے قدیم رومی مذھب کی تائید کی اور اس

Marfat.com

کے احیاء کے لیے کوشاں ہوا - چنانچہ حکم دیا کہ انجیل کو جلا دیا جائے۔ گرجوں کو گرا دیا جائے اور پادریوں کو ابدی نیند سلا دیا جائے ـــ جب شاپور نے خَیشزَن غسّانی کو مار ڈالا تو سانوس کو طیش آ گیا - لہذا جس قدر غسّانی شام میں موجود تھے انھیں جمع کیا اور انھیں رومی عساکر کے همراه لیکر آگے بڑھا یہانتک کہ عراق میں داخل ہو گیا -

شاپور نے جاسوس روانہ کر دیے کہ وہ رومیوں کے بارے میں صحیح خبریں حاصل کر کے اس تک پہنچائیں - جاسوس لوٹے مگر ان کے بیانات باهم مختلف تھے - چنانچہ وہ ایک رات تیس سواروں کو همراه لے کر خود نکل کھڑا ہوا تاکہ رومی لشکر کا جائزہ لے - دس سواروں کو آگے آگے روانہ کر دیا مگر انھیں رومیوں نے گرفتار کر کے شاہ روم کے نائب السلطنت اور چچا زاد بھائی یُوبیَانُوس کے پیش کر دیا - اس نے ان سے پوچھ گچھ کی اور سزائے موت کی دھمکی دی ـــ اس پر ان میں سے ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر اس سے سرگوشی کی اور بتایا کہ شاپور گردونواح میں ہے اگر کچھ سوار میرے سپرد کر دو تو میں اسے گرفتار کر کے تمھارے پاس لے آؤں گا -

لیکن یُوبیانُوس اور شاپور ایک دوسرے کے ہوا خواہ اور خَیرخواہ تھے چنانچہ یوبیانوس نے شاپور کے پاس پیغام بھیج کر اسے متنبہ کر دیا - شاپور لوٹ گیا - شاہ روم شہر طیسفون کے دروازے کی سمت روانہ ہو پڑا - شاپور لاؤ لشکر لیکر نکلا مگر شکست کھائی - رومی بڑھ کر پُل جازر پر پہنچ گئے اور طیسفُون کے شہر پر قبضہ کر لیا - قلعہ مضبوط تھا - نہ اسے سر کیا جا سکا نہ اسکے پاسبانوں کو زیر کیا جا سکا ـــ لوگ غول در غول شاپور کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور اس نے رومیوں کی سمت پیش قدمی کی اور انھیں شہر سے برطرف کر دیا اور پھر دروازے کے سامنے پڑاؤ ڈال کے شاہِ روم سے نامہ و پیام کرنے لگا - ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ کوئی آوارہ تیر آ کے شاہِ روم کے لگا - وہ اس وقت اپنے خیمے میں تھا - اس کے سردار ارد گرد بیٹھے تھے ـــ وہ تیر اس کی موت کا پیغام بن گیا - اور وہ رومی حاضرین مجلس کے سامنے

Marfat.com

زمین پر آ رہا ـــ ادھر دشمن سر پر موجود تھا چنانچہ •سرداروں نے یُوبیانُوس سے گزارش کی کہ وہ ان کا بادشاہ بن جائے۔ اس نے یہ کہ کر انکار کر دیا کہ میں ایسے لوگوں کا بادشاہ نہیں بننے کا جو از روئے دین میرے مخالف ہوں ۔ میں نصرانی دین کا پیرو ہوں اور تم لوگ قدیم رومی مذہب کے حلقہ بگوش ہو ۔ اس پر جملہ سردار اور رؤسا بول اٹھے کہ ہم سب اسی دین کے قائل ہیں جس کے آپ ہیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ بادشاہ کے خوف سے اس حقیقت پر پردہ ڈالے ہوئے تھے ۔ یہ جواب پا کر یُوبِیَانُوس ان کا بادشاہ بننے پر رضامند ہو گیا اور تاج زیبِ سر کر لیا ۔ رومیوں کی اس صورتِ حال کا جب شاپور کو علم ہؤا تو اس نے پیغام بھیجا کہ آج تم میرے قبضہ و اختیار میں ہو ۔ میں تمھیں یہیں بھوکا رکھ کے اور بے بس کر کے مار ڈالونگا۔ اس پر یوبیانوس نے فیصلہ کیا کہ خود شاپور کے پاس جائے۔ دونوں میں باہم دوستانہ تھا مگر سرداروں اور رئیسوں نے منع کیا ۔ اس نے انکی بات نہ مانی اور شاپور کے پاس چلا گیا ۔ شاپور نے اس رات کے احسان کا بدلہ چکایا جب یُوبَیانُوس نے اُسے خبردار کر دیا تھا ـــ یُوبَیانُوس نے نَصِیبِّیْن کی حد بندی کر کے اسے اس نقصان کے بدلے میں شاپور کے حوالے کر دیا جو رومیوں کی بدولت اسکی مملکت کو پہنچا تھا اور اس ضمن میں باقاعدہ تحریر دے دی ۔

جب اہلِ نصیبّین کو اس بات کا علم ہؤا تو وہاں سے ھجرت کر گئے ۔ انھیں اپنی نصرانیّت عزیز تھی اور یہ گوارا نہ تھا کہ اہلِ فارس انکے حاکم ہوں ۔ شاپور نے باشندگانِ اصطخر میں سے بارہ ہزار افراد کو وہاں لے جا کر آباد کر دیا ۔ انکی اولاد تا حال اس بستی میں موجود ہے ـــ بہر حال رومی اپنے وطن کو لوٹ گئے ـــ جب شاپور بہتّر برس کا ہو گیا تو اس کا وقتِ آخر آن پہنچا اور وصیّت کی کہ اسکی موت کے بعد حکومت کی باگ ڈور اسکے فرزند شاپور کے ہاتھ میں دے دی جائے۔

جب شاپور بن شاپور کو حکومت کرتے پانچ برس ہو گئے تو

Marfat.com

ایک روز شکار کو نکلا اور کسی مقام پر پڑاؤ کیا ۔ خیمہ گاڑ دیا گیا ۔ وہ خیمے میں بیٹھا تھا کہ قزاقوں کے ایک ٹولے نے آ کے خیمے کی طنابیں کاٹ دیں ۔ خیمہ اس کے اوپر آن پڑا اور وہ چل بسا ۔

بہرام بن شاپور

اسکے بعد اس کا فرزند بہرام بن شاپور بادشاہ ہُوا ۔ وہ کرمان کا حاکم تھا ۔ جب باپ مرا تو آیا اور زمامِ سلطنت اپنے ھاتھ میں لے لی ۔ تیرہ برس حکومت کر چکا تو ایک روز شکار کے لیے نکلا ۔ کسی نے اس پر تیر چلا دیا۔ تیر کاری تھا ۔ جب احساسِ مرگ ہُوا تو اپنے بھتیجے یزد جرد بن شاپور بن شاپور کے حق میں وصیّت کی ۔ یزد جرد اس سے عمر میں چھوٹا تھا ۔

یزد جرد بن شاپور

بہر حال اس کے بعد یزد جرد نے انتظامِ حکومت سنبھالا ۔ یہ وھی یزد جرد ھے جسے اثیم (گناھگار) کے لقب سے یاد کیا جاتا ھے ۔ وہ چڑچڑا اور بد خلق تھا ۔ کسی حُسنِ خدمت کا صلہ نہ دیتا تھا ۔ اگر احسان کرتا تو جتاتا رھتا ۔ کسی فروگزاشت سے در گزر نہ کرتا خواہ وہ کتنی ھی معمولی کیوں نہ ھوتی ۔ چھوٹی غلطی پر بھی اتنی ھی سزا دیتا جتنی بڑی غلطی پر ــ اتنا بد زبان اور درشت کلام تھا کہ کسی سے اس کی بات نہ اٹھتی تھی ــ وزیروں کا معاملہ جدا تھا وہ بھلے لوگ تھے ۔ اس سے همدردی اور تعاون کئے جاتے تھے ۔

یزد جرد کے یہاں بہرام پیدا ھوا ۔ وھی جسے بہرام گور کہا جاتا ھے ۔ یزد جرد نے اسے منذر ابی النعمان کے سپرد کر دیا کہ اس کی پرورش کرے ۔ منذر بہرام کو لے کر حیرہ[1] چلا گیا جہاں اس کا گھر تھا ۔ اب اس نے دودھ

۱ ۔ حیرہ ۔ عراقِ عرب کا ایک شہر ۔ کہا جاتا ھے کہ اسے بخت نصر نے تعمیر کیا تھا اور سکندر اعظم کے زمانے میں اس کی از سرِ نو تعمیر عمل میں آئی تھی ۔ اسلام سے قبل یہ شہر لخمی خاندان کا پایۂ تخت تھا ۔

Marfat.com

پلائیاں منتخب کیں اور اسکی تربیت کا نہایت اعلیٰ بندو بست کیا ۔ جب وہ ادب پذیری کی عمر کو پہنچا تو اس کے والد نے دو ایرانی اتالیق بھیجے ۔ منذر نے دو عرب اتالیق بھی مقرر کر دیے ۔ چنانچہ اس نے دونوں طرح کے آداب سیکھے اور دونوں میں کمال حاصل کر لیا ۔ غرضیکہ اس کی نشو و نما قابلِ تعریف طریق پر ہوئی ۔ وہ آداب و اخلاق اور مردانگی اور بہادری کے جواہر سے مزیّن تھا اور اس کی شخصیت ایک عقلمند، دانا اور حسین و دل آویز فرد کی شخصیت کا رنگ اختیار کر گئی تھی ۔

منذر نے اسے ذوقِ نشاط و نغمہ سے بھی بخوبی بہرہ‌ور کر دیا تھا ۔ وہ کوتل گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلتا تو زنانِ چنگ نواز اسکے پیچھے پیچھے ہوتیں ۔ اسے نغمے سناتیں اور خوش رکھتیں ۔ جنگلی جانوروں کے شکار کو بھی اسی انداز سے نکلتا تھا ۔ یہی باعث ہے کہ وہ جواں مردی اور خوش باشی میں ضرب المثل بن گیا ۔

عمرو بن تُبّع کی ہلاکت

کہا جاتا ہے کہ جب عمرو بن تبّع نے اپنے بھائی حسّان بن تُبّع اور اسکے رؤسائے قوم کو مار ڈالا تو آلِ حمیَر کا زور ٹوٹ گیا ۔ چنانچہ حکمران خانوادے کا ایک شخص جسے صُہبان بن ذی حَرب کہتے تھے عَمروؔ بن تُبّع پر ٹوٹ پڑا اور اسے تہ تیغ کر کے سلطنت پر قابض ہو گیا ۔

صُہبان اور آلِ عدنان تہامہ میں

ایک مورّخ کا بیان ہے کہ صُہبان وہی ہے جو اولاد سَعد بن عدنان سے نبرد آزما ہونے کی خاطر تہامہ پر حملہ آور ہوا تھا ۔ سبب یہ تھا کہ آلِ معد نے بے حد ظلم و ستم ڈھانے شروع کر دیے تھے ۔ لہذا وہاں کے باشندوں نے صہبان کے پاس وفد بھیجا اور گذارش کی کہ وہ کسی طرح ان کا بادشاہ کسی ایسے شخص کو بنا دے جو قوی سے ضعیف کا حق وصول کر سکے ۔ ورنہ انھیں خدشہ ہے کہ خونریز لڑائیاں شروع ہو جائینگی ۔ چنانچہ صہبان نے ان کی طرف حارث بن عَمرو کِندی کو روانہ کر دیا ۔ ان کے لیے حارث کو اس لیے منتخب کیا تھا کہ

Marfat.com

بنو معد اس کا ننھال تھے - اس کی ماں بنو عامر بن صعصعہ سے تھی ــ بہر حال حارث اہل و عیال سمیت انکی سمت روانہ ہو گیا - جب وہاں ان کے پاؤں خوب جم گئے تو اس نے اپنے ایک بیٹے حُجر بن عمرو کو جو امرؤالقیس کا باپ تھا بنو اسد و کنانہ کا حاکم بنا دیا - دوسرے بیٹے شُرَحبیل کو بنو قیس و تمیم کا والی معیّن کیا اور تیسرے بیٹے معدی کرب کو جواشعث بن قیس کا دادا تھا بنو ربیعہ کا فرمانروا بنا دیا -

حارث بن عمرو کی موت تک یہ لوگ اپنی اپنی جگہ جمے رہے - چنانچہ صُہبان نے بھی جو جہاں حکمران تھا اسے وہیں برقرار رہنے دیا ــ کچھ عرصے کے بعد بنو اسد اپنے بادشاہ حُجرو بن عمرو پر ٹوٹ پڑے اور اسے مار ڈالا - صُہبان کو یہ خبر ملی تو اس نے بنو مُضَر کی طرف عمرو بن نابل لخمی کو اور بنو ربیعہ کی طرف عبید بن نعمان غسانی کو حاکم بنا کر بھیج دیا - نیز آلِ حشمیر میں سے ایک شخص کو جسے اوفی بن عُنق الحیّہ کہتے تھے روانہ کر کے حکم دیا کہ وہ جا کے بنو اسد کو کچل ڈالے ــ جب بنو اسد و کنانہ کو اس بات کا علم ہؤا تو وہ بھی تیار ہوگئے -

اوفی کو یہ معلوم ہوا تو وہ صُہبان کے پاس واپس چلا گیا - ادھر بنو قیس وتمیم نے بھی ایکا کر کے اپنے حاکم عمرو بن نابل کو نکال باہر کیا - چنانچہ وہ بھی صُہبان کے پاس جا پہنچا - البتہ اشعث کا دادا معدی کرب بنو ربیعہ کا بدستور فرمانروا رہا ــ جب صُہبان کو یہ پتہ چلا کہ بنو مُضَر نے اس کے عاملوں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو اس نے قسم کھا لی کہ وہ مُضر پر خود بہ نفسِ نفیس چڑھائی کرے گا -

بنو مُضر کو بھی خبر مل گئی لہذا ان کے اکابر نے جمع ہو کر صلاح و مشورہ کیا - محسوس یہ ہوا کہ جب تک بنو ربیعہ ان کا ساتھ نہ دیں وہ بادشاہ سے نبرد آزما ہونے کی طاقت نہیں رکھتے - اس خیال سے انھوں نے بنو ربیعہ کے پاس وفد روانہ کیا - وفد میں عوف بن مُنقِذ تمیمی،

سُوَید بن عمر والا اسدی (عَبِید بن الاَبرص کا دادا) اَحوَص بن جَعشفَر عامری۔ عُدَس بن زَیشد حنظَلی بھی شامل تھے ـــ بہرحال یہ لوگ بنو ربیعہ کے یہاں جا اترے۔ ان دنوں بنو ربیعہ کا سردار، کُلَیب بن ربیعہ تَغشلِبی تھا۔ اسی کو کلیب وائل کہتے ہیں۔ بنو ربیعہ نے ان کی مدد کرنے کی حامی بھر لی۔ اور اس ضمن میں کلی اختیارات کُلَیشب کے سپرد کر دئے۔ لہٰذا لَبِیشد بن نُعمان اپنے قبیلے کے بادشاہ کے یہاں حاضر ہوا اور اسے مار ڈالا۔ اس کے بعد وہ سب لوگ جمع ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ سُلاّن کے مقام پر بادشاہ (صُہبان) سے مڈ بھیڑ ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا اور یَمَنِی جَمعیّت کو ہزیمت سے دو چار ہونا پڑا۔ اسی واقعہ کے بارے میں فَرزدق نے کہا تھا۔

لَولاَ فَوَارِسُ تَغلِبُ ابنَۃَ وَائِلٍ
نَزَلَ العَدُوُّ عَلَیکَ کُلَّ مَکَانَا!

" اگر اولاد وائل کے تغلبی سوار نہ ہوتے تو دشمن تجھ پر ہر جانب سے ٹوٹ پڑتے۔[۱]

بہر حال بادشاہ (صُہبان) شکست کھا کر اپنے وطن کی طرف لوٹ گیا اور ایک سال چپ سادھے رکھی۔ پھر از سرِ نو جنگ کی تیاری کی اور باگ اٹھا لی۔ بنو سَعد بھی جمع ہو گئے۔ کَمان کُلَیشب کے ہاتھ میں تھی۔ خَزازی کی پہاڑی کے قریب پہنچ کے کُلَیشب نے سفاّح بن عمرو کو آگے روانہ کر دیا اور اسے حکم دیا کہ جب دشمن قوم سے سامنا ہو تو آگ روشن کر دینا۔ باہم یہی نشانی قرار پائی تھی۔ سفاّح ایک رات چلتا چلتا خزّازی پہاڑی میں بادشاہ کی لشکرگاہ کے بالکل قریب جا پہنچا اور آگ دھکا دی۔ لہٰذا کلیب اپنی جمعیت سمیت آگ کی سمت روانہ ہو پڑا اور صبح سویرے ان کے سر پر جا پہنچا۔

۱- ظاہر ہے کہ جریر (فرزدق کا مقابل) بنو تمیم سے تھا اور بنو تمیم بنو ربیعہ کی مدد کے بغیر صُہبان کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھے۔

Marfat.com

زوروں کی جنگ ہوئی ۔ بادشاہ صُہشبان مارا گیا ۔ اور اس کا لشکر تتر بتر ہو گیا ـــــ عمرو بن کلثوم نے اسی ضمن میں کہا تھا ۔

وَ نَحْنُ غَدَاةَ اُوْقِدَ فِی خَزَازَی
رَفَدْنَا فَوْقَ رَفْدِ الرَّافِدِیْنَا

(ہمیں تو ہیں وہ لوگ جنھوں نے اس صبح کو مدد بہم پہنچائی جب خزازی پہاڑی پر آگ بھڑکائی گئی تھی ۔ ایسی مدد جو تمام مدد کرنے والوں کی مدد سے فائق تھی)

صہبان کے قتل کی وجہ سے آل حمیر کے زوال اور ضعف میں اضافہ ہو گیا ۔

ربیعہ بن نصر لخمی کی حکومت یمن پر

اب نُعمان بن مُنذر کے دادا ربیعہ بن نصر لخمی نے اپنی قوم اور اپنی اطاعت گزار کہلان بن سباء کی آل اولاد کو اکٹھا کیا اور آلِ حمیر سے حکومت چھین لی ۔ اس طرح پورا یمن ربیعہ کے زیر نگین آ گیا اور وہ ایک مدت تک حکومت کا ڈنکا بجاتا رہا ۔ ربیعہ کا نسب یہ ہے ۔ ربیعہ بن نصر بن حارث بن عمرو بن لخم بن عدی بن مُرہ بن زید بن کہلان بن سباء یعرُب بن قحطان ـــ جب یمن میں ربیعہ بن نصر کی حکومت خوب مستحکم ہو گئی تو ایک شب اس نے بڑا اندوھناک خواب دیکھا ۔ جس نے اس کا دل دہلا دیا ۔ چنانچہ شِق اور سطیح نامی دو کاھنوں کے پاس آدمی بھیج کر انھیں اپنے خواب سے آگاہ کیا ـــ کاھنوں نے اسے تعبیر یہ بتائی کہ سر زمینِ یمن پر حبشی قوم کا غلبہ ہو گا ۔ ان کے بعد ایرانی چھا جائینگے ۔ پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو گا ۔ جب اس نے یہ سنا تو دل میں خوف جاگزیں ہو گیا ۔ چنانچہ اس نے ارادہ کر لیا کہ اپنے بچوں اور حاشیہ نشینوں کو سر زمین یمن سے باھر بھیج دیگا ۔

عمرو لخمی کا حیرہ کی جانب کُوچ

چنانچہ ربیعہ بن نصر نے اپنے بیٹے عمرو کو یزد جرد بن شاپور کے

Marfat.com

پاس بھیجا ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ شاپور ذوالاکتاف کے زمانے کا ہے ۔ یزد جرد نے اسے حیرہ میں ٹھیرایا ۔ اس طرح (ریاست) حِیْرَہ کی بنیاد پڑی ۔ پھر عمرو نے اپنے بھائی بندوں اور اہلِ خانہ کو بھی اپنے پاس بلا لیا ۔ غرضیکہ آلِ لخم کا حِیْرَہ میں ورود اور کسراؤں سے ان کا میل جول اس طرح شروع ہوا تھا ۔ بعد ازاں کسراؤں نے انھیں عربوں کا فرمانروا بنا دیا ۔

جُذَیْمَہ اور حِیرَہ

جب عمرو فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا جَذِیْمہ بن عَمْرو جانشین ہوا اور اپنی ہمشیرہ کی شادی اپنے چچا زاد بھائی عدی بن ربیعہ بن نصر سے کر دی ۔ اس کے بطن سے عمرو بن عَدی پیدا ہوا ۔ وہی جسے جِن اڑا لے گئے تھے اور جس کا قصّہ عام معروف ہے ۔ جَذِیْمہ ایک عرصے تک قلعہ خَوَرْنَق میں بیٹھا بادشاہی کرتا رہا یہاں تک کہ اس کے جی میں ماریہ بنت زَبّاغستانیہ سے بیاہ رچانے کا شوق انگڑائیاں لینے لگا ۔ ماریہ الجزیرہ کی ملکہ تھی ۔ وہ شاپور کے ہاتھوں اپنے چچا ضَیْزَن کے مارے جانے کے بعد تخت نشین ہوئی تھی ۔ جذیمہ اور ماریہ کا قصہ مشہور ہے (محتاج بیان نہیں) بہر حال ماریہ نے جذیمہ کو مار ڈالا اور پھر جذیمہ کے غلام قیصر نے ماریہ کو مار دیا ۔

عمرو بن عدی

جذیمہ کی ہلاکت کے بعد اس کا بھانجا اور اس کے چچا زاد بھائی کا بیٹا عمرو بن عَدِی جو نعمان بن مُنذر بن عمرو بن عدی بن ربیعہ کا دادا تھا تخت نشین ہوا ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق یزد جرد بن شاپور بن بہرام گور کے زمانے سے ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ اس عہد میں عبدمناف بن قُصَیّ نے وفات پائی اور اسکی سیادت کا وارث اس کا بیٹا ہاشم بن عبدمناف ہوا ۔ نیز یہ کہ یزد جرد اثیم ساڑھے اکیس برس حکومت کر کے فوت ہو گیا ۔ اس کا بیٹا بہرام گور اس وقت غیر حاضر تھا ۔ وہ حیرہ بن منذر کے پاس قلعہ

Marfat.com

خورنق میں تھا ۔ چنانچہ عظمائے ایران نے باہم طے کر لیا کہ یزد جرد کے بیٹوں میں سے کسی کو بھی بادشاہ نہ بنائینگے ۔ یزد جرد کی بد اطواری کے باعث انہیں بہت دکھ پہنچا تھا ۔ ان عظما میں یہ لوگ شامل تھے ۔ بسطام جو سواد کا اسپہبد تھا اور جس کے منصب کا نام ہرزافت تھا ۔ یزد جُشنَسؔ فازوسفان زوابیؔ فیرک جس کے منصب کا نام مہران تھا ۔ گودرز جو میر منشی عساکر تھا ۔ جُشنَا ذربیس جو میر منشی محاصل تھا ۔ فنّا خُسرَوْ جو سلطنت کے صدقات کا مہتمم تھا ۔ انکے علاوہ دیگر بھی کئی سردار اور اکابر شامل تھے ۔ سب نے متفق ہو کر ارد شیر بن بابکان کے اخلاف میں سے ایک شخص خُسرَوْ کو چن کر اپنا بادشاہ بنا لیا ۔ یہ خبر بہرام گور کو بھی ملی ۔ وہ اس وقت منذر کے پاس تھا ۔ چنانچہ منذر نے اس پر زور دیا کہ وہ علمِ بغاوت بلند کرے اور اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کرے ۔ اور امداد کے طور پر اپنے بیٹے نعمان کو بھی بہرام کے ہمراہ روانہ کر دیا ۔ بہرام وہاں سے نکل کر طیسفون پہنچا اور نواحی مکانوں کے علاوہ تنبوؤں اور خیموں میں ڈیرہ ڈال دیا ۔ اب نعمان نے بہرام اور سرداران و بزرگانِ ایران کے مابین سفارت شروع کی تا آنکہ وہ لوگ اپنے کیے پر پشیمان ہوئے اور بہرام کی جانب لوٹ گئے ۔

بہرام گور کی حکومت

بہرام گور نے ان کی خواهشات کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور انہیں عہد دیا کہ وہ عدل و انصاف کی راہ پر گامزن ہو گا اور درست طرزِ عمل اختیار کرے گا — چنانچہ انھوں نے مزاحمت ترک کر دی اور وہ بادشاہ بن گیا — سبھی نے فرمانبرداری و اطاعت گزاری کا اقرار کر لیا — بہرام نے منذر اور نعمان دونوں کو عطیات سے نوازا اور انکی قدر و منزلت میں بہت اضافہ کیا ۔ ظاہر ہے کہ منذر نے اسکی تربیت و معاونت کی تھی ۔ اس احسان کا بدلہ یہ دیا کہ تمام سرزمین عرب کی فرمانروائی اسکے سپرد کر دی اور پھر اسے حیرہ میں اس کے مُستَقَرْ کی طرف واپس روانہ کر دیا ۔

جب بہرام نے حکومت کا نظم و ضبط درست کر لیا ۔ تو پھر ہر شے سے قطع نظر کر کے عیش و عشرت میں ڈوب گیا یہاں تک کہ رعیّت اس سے نالاں رہنے لگی ۔ اور ارد گرد کے بادشاہ اسے نقصان پہنچانے کے لیے منصوبے باندھنے لگے ۔ سب سے پہلے جس نے چڑھائی کی وہ شاہ ترکستان تھا ۔ جو ترکوں کی جمعیّت کے ہمراہ خراسان کی حدود کے اندر داخل ہو گیا اور لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا ــ جب بہرام کو یہ خبر ملی تو اس نے عیش و عشرت کی بساط لپیٹی اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے چل کھڑا ہوا ــ مگر ظاہر یہ کیا کہ وہ شکار کے ارادے سے آذربائجان جا رہا ہے ۔ اور چاہتا ہے کہ آذربائجان تک تمام راستہ موج مناتا چلا جائے اور کیا یہ کہ اپنے دلاور سپاہیوں میں سے سات ہزار افراد کو چن کے اونٹوں پر لدوا دیا ۔ گھوڑے چھوڑ دیے گئے ۔ نیز یہ کہ کاروبارِ حکومت کے ضمن میں اپنے بھائی نرسی کو نائب بنا دیا ــ پھر خود آذربائجان کی راہ لی ــ اپنے منتخب کردہ جانبازوں سے کہا کہ تم میں سے ہر ایک کے پاس ایک باز اور ایک کُتّا ہونا چاہیے ــ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس کا یہ کوچ محض دشمن کے مقابلے سے فرار اور حکومت سے دست برداری ہے ــ اس لیے اکابرواشراف نے جمع ہو کر صلاح و مشورہ کیا اور بالاتفاق یہ طے پایا کہ شاہِ ترکستان خاقان کے پاس ایک وفد مال و زر کے ساتھ بھیجا جائے جو خاقان کو مملکت کی تاخت سے دستکش ہو جانے کی ترغیب دے ۔

خاقان کو بھی یہ اطلاع مل گئی کہ بہرام نے راہِ فرار اختیار کر لی ہے ۔ نیز یہ کہ اہلِ مملکت اس کی (شاہ ترکان) کی اطاعت گزاری کا متفقاً فیصلہ کر چکے ہیں ۔ چنانچہ وہ دامِ غرور میں گرفتار ہو گیا نہ اسے کسی خطرے کا احساس باقی رہا نہ اس کے لشکریوں کو ـــ جہاں تھا وہیں ڈیرہ ڈالے مال بردار وفد کا انتظار کرنے لگا ۔

کہا گیا ہے کہ بہرام نے سات سو بیل ذبح کرائے اور ان کی کھالیں ہمراہ لے گیا ۔ علاوہ ازیں سات ہزار ایک ایک سال کے بچھیرے بھی ہانک لے گیا ۔ عالم یہ تھا کہ رات کو چلتا اور دن کو چھپا رہتا ۔ ہوتے

Marfat.com

ہوتے طبرستان پہنچ گیا ۔ اور پھر دریا کے کنارے چھپتا چھپاتا جُرجان کی طرف جا نکلا ۔ وہاں سے لتّنسا اور پھر مرو کی راہ لی ۔

خاقان مرو کے علاقے میں بمقام کُشمیہن خیمہ زن تھا ۔ بہرام اس سے ایک منزل کے فاصلے پر پہنچ گیا ۔ مگر خاقان کو اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا ۔ اب اس نے ان کھالوں میں ہوا بھروائی اور ان میں سنگریزے ڈلوا دئے ۔ پھر انھیں خوب خشک کیا گیا ۔ ازاں بعد ہر بچھیرے کے گلے میں ایک ایک کھال ڈال دی گئی ۔ اب وہ (بہرام) خاقان کی لشکر گاہ سے بالکل قریب پہنچ گیا ۔ خاقان اور اس کا لشکر شہر مرو سے چھ فرسخ دور بیابان کے کنارے پڑا ہوا تھا ۔ رات کے وقت بہرام کے لشکریوں نے ان بچھیروں کو چھوڑا اور پیچھے سے ہانکتے چلے گئے ۔ ایک تو کھالیں ویسی پھر ان میں سنگریزے پڑے ہوئے تھے ۔ بچھیرے انھیں اٹھائے بھاگ رہے تھے اور وہ ان کی اگلی ٹانگوں سے ٹکرائے جا رہی تھیں ۔ لہذا ایسی خوفناک کھڑ کھڑاہٹ اور گڑگڑاہٹ ہوئی کہ پہاڑوں کے ٹوٹنے اور بجلی کے گرنے سے بھی کیا بپا ہوگی ۔

ترکوں نے یہ آوازیں سنیں تو کانپ گئے ۔ ان کی سمجھ میں ہی نہ آ سکا کہ یہ کیا ہے ۔ ادھر شور تھا کہ لحظہ بہ لحظہ قریب تر ہوتا جا رہا تھا ۔ چنانچہ وہ لشکر گاہ سے نکل کر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ بہرام نے تعاقب کیا ۔ خاقان کی سواری خاقان سمیت زمین پر آ رہی ۔ بہرام اس کے سر پر جا پہنچا اور اسے اپنے ہاتھ سے ہلاک کر کے اس کی لشکر گاہ کو لوٹ لیا ۔ جو مال اسباب وہاں تھا سب پر قبضہ کر لیا ۔ خاقان کی خاتون کو بھی گرفتار کر لیا ۔

بہرام نے پورا ایک دن اور رات ترکوں کا تعاقب کیا ۔ اسے مارا، اُسے پکڑا یہاں تک کہ دریائے آمُویہ پر جا پہنچا ۔ اور دریا کو عبور کر کے ان کے نقش پا کی روشنی میں بڑھتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا ۔ یہ دیکھ کر ترکوں نے ہتیار ڈال دئے اور اس سے درخواست کی کہ وہ ان کے اور اپنے مابین حد قائم کر دے جسے وہ آئندہ کبھی عبور نہ کریں گے ۔ بہرام نے ترکوں کی مملکت کے خاصی دور اندر حد معیّن

Marfat.com

کی اور ایک مینار تعمیر کروا کر اسے نشانِ فاصل قرار دیا ـــــ اس کے بعد اپنے دارالحکومت کی طرف مڑ چلا ۔ رعایا کو اس سال کا لگان معاف کردیا ۔ مالِ غنیمت کا ایک حصہ ضعیفوں اور مسکینوں میں بانٹ دیا اور ایک حصہ اس لشکر میں تقسیم کر دیا جو همراه تھا ۔ اهلِ مملکت کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رھا اور وہ بے اختیار کودنے اور کھیلنے لگ گئے ۔ ایک ھی دن میں گھوڑے کی شکل کے کھلونے کی قیمت بیس درھم تک اور گلِ ریحان کے تاج کی قیمت ایک درهم تک پہنچ گئی ۔

جب اسے حکومت کرتے تئیس برس ھو گئے تو شکار پر نکلا ۔ ایک ریوڑ وحشی گدھوں کا دکھائی دیا ۔ چنانچہ گھوڑا ان کے پیچھے ڈال دیا ۔ گدھے اسے کنارِ آب پر لے گئے جو کیچ ھی کیچ تھا اور جس کے نیچے گہرا پانی تھا وھاں وہ ایسا پھنسا کہ غرق ھو گیا ۔

جب اسکی والدہ کو یہ خبر ملی تو اس نے موقع پر پہنچ کر حکم دیا کہ بہرام (کی لاش) کو جوھڑ سے ڈھونڈ نکالا جائے ۔ جوھڑ میں سے اتنی ریت اور سنگریزے نکالے گئے کہ ٹیلے بن گئے ۔ باینہمہ بہرام کا کوئی نشان نہ ملا ۔ کہا جاتا ھے کہ اس پانی کے بہاؤ کا وہ مقام ''مرغِ دایہ'' کہلاتا ھے ۔ یہ نام بہرام کی والدہ کی وجہ سے پڑا کیونکہ فارسی میں دایہ ماں کو کہتے ھیں ـــ وہ بڑا معروف مرغزار ھے ۔ اور یہ کہانی اس جگہ کے لوگوں میں بہت مشہور ھے ۔ اس جگہ جیسا کہ کہانی میں بیان کیا جاتا ھے زمین میں شگاف ھے اور وہ انتہاگہرائی تک چلا گیا ھے ۔ ایسے مقامات عموماً دلدلوں اور کھڑے پانیوں سے قریب پائے جاتے ھیں ۔

یزد جرد بن بہرام

بہرام کی موت کے بعد یزد جرد بن بہرام کو بادشاہ بنا لیا گیا ــ اس نے سترہ برس اپنے باپ ھی کے طرز پر حکومت کی ۔ مرا تو اپنے پیچھے دو بیٹے چھوڑے ۔ فیروز اور هرمز، فیروز عمر میں بڑا تھا ۔

دونوں بھائیوں کا تنازعہ

هُرمز نے فیروز کا حق چھینا اور حکومت پر قبضہ کر لیا ۔ فیروز

وہاں سے بھاگ کے ھَیۡطَلہ کے علاقے میں جا داخل ہوا۔ یہ علاقہ تخارستان ، صغانیاں، کابلستان اور ارضوان پر مشتمل ہے اور دریائے جیحون سے پرے سر زمینِ بلخ کے ساتھ ملحق ہے ۔ فیروز وہاں کے بادشاہ سے ملا اور اپنے بھائی کی زیادتی کا ماجرا سنایا کہ اس نے کیونکر عمر میں چھوٹا ہونے کے باوصف حکومت پر قبضۂ مخالفانہ کر لیا تھا ۔ نیز درخواست کی کہ اسے امدادی فوج دی جائے تاکہ وہ حکومت واپس لے سکے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں اس وقت تک مدد نہ کرونگا جب تک حلف نہ اٹھاؤ کہ تم واقعی عمر میں بڑے ہو ۔ فیروز نے حلف اٹھایا ۔ چنانچہ بادشاہ نے تیس ہزار سپاہی بطور امداد اسکے حوالے کر دیے ۔ شرط یہ تھی کہ وہ اس کے لیے ترمذ کی حد بندی کر دے ۔ بہر حال فیروز نے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کی ۔ اسکے اہلِ مملکت بھی سارے کے سارے اس سے مل گئے کیونکہ انکی رائے کے مطابق وہ حکومت کا ہرمز سے زیادہ مستحق تھا ۔ اس لیے کہ ہرمز تُند خُو بھی تھا اور بد کُن بھی ۔ فیروز نے جنگ کی اور آخرکار حکومت واپس لے لی ۔ بھائی کی غلطی سے در گزر کیا اور کسی زیادتی کے بدلے اسے کوئی سزا نہ دی ۔

فیروز بن یزد جرد

کہا جاتا ہے کہ فیروز بے آئین بادشاہ تھا ۔ اسکا ہراہم قول و فعل اس کے لیے غیر مفید ثابت ہوا ۔ لوگ اسکے عہدِ حکومت میں لگا تار سات برس تک قحط سے دوچار رہے ۔ دریا اتر گئے ۔ چشمے اور تالاب سوکھ گئے ۔ زمین بنجر ہو گئی ۔ درخت مرجھا گئے ۔ حیوانات اور پرندے ناپید ہوگئے ۔ دجلہ ، فرات اور دیگر دریاؤں کا پانی گھٹ گیا ۔

فیروز نے رعیّت سے لگان اٹھا لیا اور اپنے تمام گورنروں کو لکھا کہ وہ لوگوں کا بہترین انتظام کریں ۔ انھیں یہ دھمکی بھی دی کہ اگر ان میں سے کسی کے علاقے میں کوئی شخص بھوکوں مرا تو میں متعلّق گورنر سے انتقام لونگا ۔ غرضیکہ اس نے یہ سارا عرصہ رعیّت کا ایسا انتظام کیا کہ ایک فرد بھی بھوک کے باعث نہ مرا ۔ آخر اس نے لوگوں میں

Marfat.com

منادی کرا دی کہ وہ سب کے سب باہر کھلے میدان میں نکل آئیں، چنانچہ تمام مرد عورتیں اور بچے نکل آئے۔ فیروز نے اللہ سے بارش کی دعا کی۔ اور ان سب کا واسطہ دیا۔ اللہ نے بارش برسا دی۔ زمین از سر نو خوش حال ہو گئی۔ دریا رواں ہو پڑے۔ اور لوگوں کی حالت پھر سے ویسی ہی اچھی ہو گئی جیسی اللہ کے فضل سے عموماً رہا کرتی تھی۔ پھر وہی تمّول تھا، وہی خوش حالی، وہی زرخیزی۔

فیروز نے شہر رے تعمیر کیا اور اس کا نام رام فیروز رکھا۔ آذربیجان میں اَرْدَ بیل کا شہر بسایا اور اس کا نام باد فیروز رکھا۔ ازاں بعد اس نے ترکستان پر چڑھائی کرنے کی نیت سے تیاری کی اور کوچ بول دیا، موبد اور دیگر وزراء کو بھی ساتھ ہی لے چلا۔ اپنی بیٹی فیروز دخت بھی ہمراہ تھی۔ بہت سے اموال اور خزانے بھی لدوا لیے اور حکومت کی باگ ڈور اپنے اکابر وزراء میں سے ایک شخص شُوخر نامی کے سپرد کی جس کا منصب قَارِنْ تھا۔ اب فیروز بڑھتا ہوا اس مینار کے پاس پہنچا جسے بہرام نے اپنے اور ترکوں کے ما بین حدّ فاصل کے طور پر کھڑا کیا تھا۔ اور اسے گرا مٹا کے ترکوں کے علاقے میں گُھس گیا۔

اس زمانے میں ترکوں کا بادشاہ اَخْشُنْوَان خاقان تھا اس نے فیروز کے پاس پیغام بھیج کر مطلع کیا کہ تم نے زیادتی کی ہے اور یاد رکھو کہ ظلم کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ مگر فیروز نے کوئی پروا نہ کی۔ اب خاقان نے ظاہر یہ کیا کہ وہ جنگ سے گریزاں ہے اور اس وقت تک جنگ کو ٹالتا رہا جب تک کہ ایک خندق نہ کھدوا ڈالی جس کی گہرائی زمین کے اندر بیس ہاتھ اور چوڑائی دس ہاتھ تھی۔ لمبائی بھی خاصی تھی۔ پھر اسے کمزور لکڑیوں سے چھتوا کے اس کے اوپر سرکنڈے ڈلوا دیے اور پھر مٹی سے ڈھانپ دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر فیروز سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے نکلا اور پھر میدان جنگ میں ایک ساعت فیروز کے سامنے سینہ سپر رہنے کے بعد بھاگ کھڑا ہوا۔

فیروز نے لشکر سمیت اس کا پیچھا کیا۔ خاقان ان مخصوص راستوں

Marfat.com

پر سے گزر گیا جو خندق پر بنا دیے گئے تھے - اور جنھیں وہ خوب جانتا تھا ـ (مگر فیروز اور اس کا لشکر خندق میں جا پڑا) اَخشُوان اور اس کے سردار مڑے - اور انھیں سنگ سار کر ڈالا - اس کے بعد اخشوان نے فیروز کی لشکرگاہ پر حملہ کر کے حرم ، اموال، اسباب غرض جو کچھ وہاں تھا اس پر قبضہ کر لیا - موبد کو بھی گرفتار کر لیا اور فیروز کی بیٹی فیروز دخت کو بھی-شکست خوردہ فوج کا بچا کھچا حصّہ شُوخَر کے پاس جا پہنچا - اور فیروز اور اسکی فوج پر جو بیتی تھی کہہ سنائی ـ شوخر نے لوگوں کو اپنے بادشاہ کا انتقام لینے پر اکسایا - چنانچہ ساری فوج اور رعایا اسکے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی - اس طرح وہ بے حساب جمعیّت کے ہمراہ ترکوں کے علاقے میں گھس گیا - شاہ ترکان اَخشُوان شوخر کی اس ٹڈی دل لشکر اور سازوسامان کے ساتھ چڑھائی کو دیکھ کر ڈر گیا ـ اس لیے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ صلح کے لیے ملتمس ھے اور موبد ، فیروز دخت اور ہر ایک اسیر کو، فیروز کے جملہ مال خزانے اور ھتھیاروں سمیت واپس کر دیگا - شوخر نے عرضداشت قبول کر لی - ہر شیے پر قبضہ کیا اور اپنے ملک و وطن کی طرف لوٹ گیا -

فرزندانِ فیروز

فیروز کے بعد اس کا بیٹا بَلاس تخت نشین ہوا - اس نے چار برس حکومت کی اور فوت ہو گیا - اسکے بعد شُوخَر نے اس کے بھائی قباد بن فیروز کو بادشاہ بنا دیا - کہا جاتا ھے کہ قباد بن فیروز کے عہدِ حکومت میں ربیعہ بن نصر لخمی نے وفات پائی اور اقتدار دوبارہ آل حِمیَر کے ھاتھ میں چلا گیا -

ذونواس اور یمن

اب ذُونُواس اہلِ یمن کا فرمانروا بن گیا - اس کا نام زُرعہ بن زید بن کَعبِ کہفُ الظّلم بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن جُشَمِ بن وائل بن عبدِشَمس بن الغَوث بن جدار بن قَطَن بن عُرَیب

Marfat.com

بن رائش بن حِمیَر بن سَبَاء بن یَشجُب بن یَعرُب بن قحطَان تھا ۔ اس کا نام ذونواس اس لیے پڑا کہ اسکے ماتھے پر بالوں کی ایک لٹ لہراتی رہتی تھی ۔

کہا جاتا ہے کہ ذونواس کا یمن میں ایک آتش کدہ تھا جس کی وہ اور اسکی قوم پرستش کرتی تھی ۔ اس آگ میں سے ایک شعلہ نکلتا اور تین فرسخ تک پھیل جانے کے بعد اپنی جگہ پر واپس آ جاتا تھا ۔ کچھ عرصہ بعد ان یہودیوں نے جو یمن میں آباد تھے ذونواس سے کہا ''بادشاہ سلامت آپکا آگ کی پرستش کرنا بے معنی بات ہے ۔ اگر آپ ہمارے دین کے پیرو ہو جائیں تو ہم اس آگ کو باذن اللہ بجھا ڈالیں گے ۔ چنانچہ آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آپ اپنے دین کے بارے میں فریب خوردہ ہیں،، ۔ ذونواس نے کہا '' ٹھیک ہے اگر تم آگ کو بجھا دو تو میں تمہارا دین اختیار کر لونگا،، ۔ جب وہ شعلہ پھر نکلا تو انھوں نے تورات لا کے کھولی اور پڑھنا شروع کر دی ۔ آگ نے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا ۔ یہاں تک کہ وہ یہودی تورات پڑھتے پڑھتے آتش کدے کے اندر داخل ہو گئے۔ وہ بدستور تورات پڑھتے رہے تاآنکہ آگ بجھ گئی۔ یہ دیکھ کر ذونواس نے دینِ یہود اختیار کر لیا ۔ اور اہلِ یمن کو بھی یہودی ہو جانے کی ترغیب دی ۔ جو شخص نہ مانا اس کا سر اڑا دیا ۔

کچھ عرصے کے بعد اس نے شہر نجران کا رخ کیا تاکہ وہاں کے عیسائیوں کو یہودی بنا دے ۔ نجران میں عیسائیوں کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے دین تبدیل نہ کیا ۔ چنانچہ ذونواس نے انھیں عیسائیّت چھوڑنے اور یہودیّت اختیار کرنے کی ہدایت کی ۔ انھوں نے انکار کر دیا ۔ اس پر ذونواس نے ان کے بادشاہ عبداللہ بن تامر کا سر تلوار سے اڑوا کے اسے شہر کی فصیل میں چُنوا دیا ۔ باقیوں کے لیے کھائی کھدوائی اور انھیں اس کھائی میں (ڈال کے) نذرِ آتش کر دیا ۔ یہی ہیں وہ کھائی والے (اصحابُ الاُخدود) جن کا خدا تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے[۱] ۔

---

۱ - سورۂ البروج آیت ۴، ۵، ۶

Marfat.com

اهلِ حبش اور یمن

ان عیسائیوں میں سے "دوس ذُوثعلبان بچ نکلا اور شاہِ روم کے پاس پہنچ کر اسے بتایا کہ ذونواس نے اس کے اہلِ دین کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ۔ کس طرح اس نے پادری قتل کر دیے ہیں ۔ انجیل جلا دی ہے اور گرجے گرا دیے ہیں ۔ چنانچہ شاہِ روم نے شاہِ حبش نُجاشی کو لکھا اور اس نے "اَرْیاط کو ایک جرّار لشکر دیکر روانہ کر دیا ۔ ارباط کشتیوں پر سوار ہوا اور ساحلِ عدن پر آن سر نکلا ۔ وہاں سے ذونواس کا رُخ کیا ۔ شدید جنگ ہوئی ۔ ذونواس مارا گیا اور ارباط نے صنعاء پر جس کا نام دمّار تھا قبضہ کر لیا ۔ صَنْعَا حبشی لفظ ہے جس کا معنی ہے مستحکم و پختہ ۔ اسی سبب سے اس کا نام صَنْعا پڑ گیا ۔

جب ارباط سنبھل گیا اور اس نے یہودیوں کو قتل کر کے یمن کا نظم و ضبط درست کر لیا تو اس کے پاس بے شمار مال و زر پہنچنے لگا ۔ مگر جو کچھ آتا وہ خود ہی ہڑپ کر جاتا دوسروں کو کچھ نہ دیتا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے حبشی حاشیہ نشین بگڑ گئے اور اپنے ایک سپہ‌سالار ابُو یکسُوم ابرھہ کے پاس جا کر ارباط کے طرزِ عمل کی شکایت کی اور اسی کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی ۔

اس طرح حبشی دو گروہوں میں بٹ گئے ۔ ایک گروہ ارباط کا معاون تھا اور دوسرا ابرھہ کا ۔ آخر صفِ جنگ بچھ گئی اور ابرھہ نے ارباط کو دعوتِ مبارزت دی ۔ ارباط ابرھہ کے مقابلے پر نکلا اور نیزہ مارا جو ابرھہ کی ناک کترتا ہوا نکل گیا ۔ اسی وجہ سے اس کو نکٹا ابرھہ کہا جاتا تھا ۔ جواباً ابرھہ نے ارباط کی کھوپڑی پر تلوار کا وار کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ ارباط کی موت کے بعد سارے حبشی ابرھہ کے پرچم تلے اکٹھے ہو گئے اور وہ ان سب کا بادشاہ بن گیا ۔ نجاشی نے بھی اسے یمن کی حکومت پر بحال رکھا اور پھر وہ یمن پر چالیس سال تک حکمرانی کرتا رہا ۔

ابرھہ نے یمن میں ایک بے نظیر عبادتکدہ تعمیر کیا اور تمام یمن

Marfat.com

میں منادی کرا دی کہ اس عبادت کدے کا حج کیا جائے ۔ یہ بات عربوں کو سخت ناگوارگزری ۔ چنانچہ باشندگان تہامہ میں سے ایک شخص نے رات کو اس عبادت کدے میں داخل ہو کر گندگی پھیر دی ۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کنیسہ میں یہ غلاظت دیکھی ۔ ابرھہ کو خبر ہوئی تو اس نے پوچھا تمھارے خیال میں یہ حرکت کس نے کی ہے ۔ انھوں نے جواب دیا کہ آپ نے یہ حکم دے کر کہ حج اسی گرجے کا کیا جائے اس بیت اللہ کا حج کرنے والوں کو غضبناک کر دیا جو مکے میں واقع ہے ۔ یہ کارروائی انھیں میں سے کسی کی ہو سکتی ہے کسی دوسرے کی نہیں ہو سکتی ۔ ابرھہ یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور تیاری کرنے لگا کہ مکے جائے اور کعبہ کو منہدم کر دے ۔ ساتھ ہی نجاشی کے پاس بھی آدمی بھیج دیا ۔ نجاشی نے ایک کوہ پیکر ھاتھی جس کا نام محمود تھا ابرھہ کے لیے روانہ کیا ۔۔ اب وہ مکے پر چڑھ دوڑا مگر جو اس کا حشر ہؤا وہ خدا نے سورۂ فیل میں بیان کر دیا ہے ۔

اہلِ حبش اور انہدامِ کعبہ

کہا جاتا ہے کہ جب اللہ نے ابرھہ کو نابود کر دیا تو یمن میں اس کی جگہ اس کا بیٹا یکسوم والئی تخت و تاج ہؤا ۔ وہ اپنے باپ سے بھی بڑھ کر شریر اور بد سیرت تھا ــــ وہ یمن پر تیرہ برس مسلط رہا ۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی مسروق جانشین ہؤا ۔ وہ اپنے بھائی سے بھی بڑھ کر بد سرشت و بد کردار تھا ۔

سیف بن ذی یزن

جب اہلِ یمن پر یہ حبشی تسلط طویل ہو گیا تو ذونواس کے اخلاف میں سے ایک شخص سیف بن ذِی یَزَن حِمْیَری قیصر کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ قیصر اس وقت انطاکیہ میں تھا ۔ سیف بن ذی یزن نے حبشیوں کے ھاتھوں جو ان پر بیت رھی تھی کتھ سنائی اور گزارش کی کہ وہ ان کی مدد کرے اور حبشیوں کو ان کے وطن سے نکال باھر کرے ۔

Marfat.com

بدلے میں اهل یمن اسے اپنا بادشاہ مان لیں گے - مگر قیصر نے جواب دیا کہ وہ لوگ میرے هم مذهب هیں، تم بت پرست هو ـــ میں ان کے خلاف تمهاری مدد کیوں کر کروں -

جب سیف بن ذی یزن قیصر سے مایوس هو گیا تو اس نے کسریٰ کا رخ کیا - (بدوران راہ) نعمان بن منذر سے حیرہ میں ملا اور اسے اپنی داستان درد سنائی - اس پر نعمان نے کہا همارے دادا ربیعه بن نصر کا یمن سے نکل کے اس سر زمین میں آن بسنا اسی وجه سے عمل میں آیا تھا - دیگر کوئی سبب نه تھا - بهر حال تم ٹھیرو - هر سال مجھے کسریٰ بن قیاد کے یہاں شرف باریابی حاصل هوتا هے اور وہ وقت قریب هے جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلنا - میں تمهارے لیے حاضری کی اجازت لے لوں گا اور پھر جس مقصد کے لیے تم آئے هو اس ضمن میں تمهاری سفارش بھی کر دوں گا - سیف بن ذی یزن نے ایسی طرح کیا - نعمان نے اسے کسریٰ کے حضور پیش کر کے سفارش کی - چنانچه کسریٰ نے قیدیوں کو رها کر کے روانه کر دیا اور انهی میں سے ایک کو سالار بنا دیا - اس سالار کا نام وَهْرز بن کامگار تھا جو خاصه بوڑھا تھا - عمر سو سال سے متجاوز تھی - وہ ایران کے شهسواروں، بهادروں اور عالی خاندان و متمول سرداروں میں شمار هوتا تھا مگر اسے رهزنی کی لت تھی - لهذا کسریٰ نے قید کر دیا تھا -

وَهْرز اپنے ساتھیوں کے همراہ ابُلّه[۱] گیا - وهاں سے کشتی پر سوار هؤا - سیف بن یزن همسفر تھا - جب یه لوگ عدن میں وارد هوئے تو مسروق کو بھی پته چل گیا - اور وہ ان کا مقابله کرنے کے لیے نکل پڑا - فوجیں آمنے سامنے آ کے کھڑی هو گئیں - وَهْرز نے بسرعت تمام مسروق کو اپنے تیر کا نشانه بنایا - تیر خطا نه گیا - جا کے اس کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان لگا اور گُدّی میں سے نکل گیا - مسروق بے جان هو کر زمین پر جا رها - لشکر اس کا تتّر بتّر هو گیا - وَهْرز

۱- خلیج فارس پر ایک قصبه - دجله کے دهانے کے قریب -

Marfat.com

نے صنعاء پر قابض ہو کر یمن کا نظم و ضبط درست کیا اور پھر کسریٰ کو فتح کی خبر تحریر کر بھیجی ۔ کسریٰ نے جواباً لکھ بھیجا کہ یمن میں جتنے حبشی ہیں سب کو تہ تیغ کر کے حکومت سیف کے سپرد کرو اور خود میرے پاس چلے آؤ ۔ وَہرز نے اسی طرح کیا ۔ کچھ حبشیوں کو سیف نے بچا کر اپنے ملازموں میں شامل کر لیا تھا ان کا منصب یہ تھا کہ جب سیف سوار ہو تو وہ اس کے آگے آگے رہیں ۔ ایک روز جب وہ سواری کے آگے آگے جا رہے تھے تو اچانک مُڑ کر اس پر پل پڑے اور نیزے مار مار کر کام تمام کر دیا ۔

اہلِ فارس اور یمن

اس پر کسریٰ نے وَہرز کو واپس یمن بھیج دیا اور اسے حکم دیا کہ جو حبشی وہاں پایا جائے اس کا سر اڑا دے اور جو وہاں آئے اسے تہ تیغ کر دے ۔ وَہرز وہاں پانچ برس رہا ۔ جب موت کا وقت آیا تو اس نے اپنا تیر کمان مانگا اور کہا کہ مجھے سہارا دو ۔ پھر اس نے کمان لی اور تیر چھوڑ کر کہا ''دیکھو میرا تیر کہاں گرا ہے — وہیں میری قبر بنا دو اور مجھے اس میں دفن کر دو'' ۔ تیر کنیسہ کے پچھواڑے جا پڑا تھا ۔ وہ جگہ تا حال مقبرۂ وہرز کہلاتی ہے ۔ ازاں بعد کسریٰ نے باذان کو یمن بھیجا اور وہ ظہورِ اسلام تک یمن پر حکومت کرتا رہا ۔

کہا جاتا ہے کہ تخت نشینی کے وقت قباد چھوٹی عمر کا یعنی کوئی پندرہ برس کا چھوکرا تھا ۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ بڑا صاحبِ علم، حسّاس، ذہین، سخی اور دوراندیش شخص تھا ۔ اس نے حکومت کا کاروبار شُوخر کے ہاتھ میں دے رکھا تھا جس کے باعث لوگوں کی نگاہوں میں اس کی اپنی کوئی وقعت نہ رہ گئی تھی ۔ وہ جانتے تھے کہ اقتدار قباد کے ہاتھ میں نہیں بلکہ شُوخر کے ہاتھ میں ہے ۔ قباد نے پانچ برس تک چشم پوشی کی ۔ آخر بیزار ہو گیا اور شاپور رازی کو خط لکھا ۔ وہ مہرانِ اعظم کی اولاد میں سے تھا اور اس وقت قباد کی طرف سے بابل و

Marfat.com

خطرنیہ کا گورنر تھا ۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ تم جس قدر لشکر ہے لے کر چلے آؤ ۔ جب وہ آ گیا تو اسے اپنی نیّت سے آگاہ کیا ۔ اور حکم دیا کہ تم شوخر کا سر اڑا دو ۔ بہر حال شاپور صبح کو قباد کے پاس حاضر ہوا وہاں شوخر بھی بیٹھا تھا ۔ شاپور قباد کی طرف یوں بڑھا کہ شوخر کے بالکل قریب پہنچ گیا ۔ شوخر کو اس پر کوئی شک نہ گزرا ۔ یہاں تک کہ شاپور نے اس کے گلے میں پھندا ڈال دیا اور اسے گھسیٹتا ہوا دربار سے باہر لے گیا اور پھر بیڑیاں پہنا کر قیدخانے میں پھینک دیا ۔ کچھ عرصے کے بعد قباد نے اسے قتل کرا دیا ۔

مذدکی مذہب

جب قباد کو حکومت کرتے بیس برس ہو گئے تو اس کے پاس اصطخر سے ایک شخص آیا جس کا نام مزدک تھا ۔ اس نے قباد کو مزدکیّت کی دعوت دی ۔ قباد اس کی جانب راغب ہو گیا ۔ اس پر اہلِ فارس بھڑک اٹھے اور قباد کی جان کے درپے ہو گئے ۔ قباد نے توبہ کر لی ۔ لوگوں نے اس کی توبہ قبول نہ کی ۔ اسے تخت سے اتارا اور زندان میں پھینک کے پہرہ لگا دیا ۔ اور پھر اس کے بھائی جاماسپ بن فیروز کو اپنا بادشاہ بنا لیا ۔ کچھ عرصے کے بعد قباد کی ہمشیرہ نے داؤں پیچ لڑا کر اسے قید سے نکال دیا ۔ وہ ایک مدت تک روپوش رہا ۔ یہاں تک کہ تلاش و تعاقب کے خوف سے آزاد ہو گیا ۔ پھر اپنے پانچ خاص معتمدوں کو ساتھ لے کر جن میں زَرْمہر بن شُوخر بھی شامل تھا بلادِ ہیَطلہ کی طرف چل دیا تاکہ انکے بادشاہ سے مدد مانگے ۔ چنانچہ اھواز کی راہ سے ارشیر پہنچ گیا ۔ وہاں سے علاقہ اھواز و اصفہان کی سرحد پر ایک گاؤں کا رخ کیا اور بھیس بدلے اس گاؤں کے رئیس کا مہمان ہوا ۔ وہاں قباد کی نظر میزبان کی ایک لڑکی پر پڑی جو بڑی خوبصورت تھی ۔ قباد اس پر دل و جان سے فریفتہ ہو گیا اور زَرْمہر بن شُوخر سے کہا ''مجھے یہ لڑکی بھا گئی ہے اور میں اسے دل دے بیٹھا ہوں ۔ تم اس کے باپ کے پاس جاؤ اور میری جانب سے پیغام دو'' ۔ زرمہر نے

تعمیل کی - بات طے ہوگئی تو قباد نے لڑکی کے لیے اپنی انگوٹھی بطور حق مہر بھیج دی - چنانچہ لڑکی کو بنا سنوار کے قباد کی زوجیت میں دے دیا گیا اور وہ اس سے خلوت میں ہمکنار ہوا - اس لڑکی کو پا کر قباد کی خوشی کی حد نہ رہی اس لیے کہ وہ عقل مند بھی تھی ، حسین بھی اور خوش وضع و خوش اطوار بھی - وہ اسکے یہاں تین روز مقیم رہا۔ازاں بعد اسے حفظِ ذات کی تلقین کی اور رخصت ہو کر شاہ ھُیاطلہ کے یہاں جا پہنچا اور اس سے رعیّت کی بدسلوکی کا گلہ کیا، امدادی لشکر مانگا تاکہ اپنا تاج و تخت واپس لے سکے - بادشاہ نے یہ گزارش مان لی مگر شرط عائد کر دی کہ وہ صُغانیاں کا علاقہ اسکے سپرد کر دے گا - یہ شرط منوا کر اس نے تیس ہزار فوج قباد کے سپرد کر دی -

قباد نے اس لشکر کو لیکر بھائی کا رخ کیا۔واپسی پر بھی وہی راہ اختیار کی جو جاتے ہوئے اختیار کی تھی - یہاں تک کہ اسی گاؤں میں جا اترا جہاں اس عورت کے ساتھ بیاہ رچایا تھا - چنانچہ اس کا حال احوال دریافت کیا تو پتہ چلا کہ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے - قباد نے اسے بچے سمیت لائے جانے کو کہا - وہ آئی - بچہ ساتھ تھا - قباد بچے کو دیکھ کر شاد ہو گیا - اس نے دیکھا کہ وہ بےحد حسین بچہ ہے - نام اس کا کسریٰ رکھدیا - یہ کسریٰ نوشیروان تھا - جو قباد کے بعد وارثِ سلطنت ہوا - قباد نے اس وقت زَرْ مہر سے کہا کہ وہ باہر جا کے اس کی بیوی کے والد سے متعلق پوچھ گچھ کرے کہ آیا وہ کسی قدیم اعلیٰ خاندان کا فرد ہے ؟ زرمہر نے پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ وہ شاہ فریدوں کی نسل سے ہے - یہ سنکر قباد کو اور بھی خُوشی ہوئی اور وہ اس عورت کو بچے سمیت اپنے ہمراہ سوار کرا لے گیا -

جب وہ شہر طیسفون کے قریب پہنچا تو اس وقت ایرانی ایک دوسرے کو الزام دے رہے تھے کہ ''جب قباد نے ہمارے پاس یہ صفائی پیش کر دی تھی کہ وہ اپنے اس اعتقاد سے کنارہ کش ہو چکا ہے جس کا ہم نے اس پر الزام لگایا تھا تو پھر ہم نے اس کی معذرت کیوں قبول نہ کی - حق یہ ہے کہ ہم نے اس کا حق چھین کر اس سے بڑی

Marfat.com

زیادتی کی ھے،، ۔ اس خیال سے وہ سبھی قباد کے پاس گئے ۔ قباد کا بھائی جاماسپ جسے انھوں نے اپنا بادشاہ بنا لیا تھا ان کے ھمراہ تھا ۔ سبھی نے قباد سے معذرت چاھی ۔ قباد نے معذرت قبول کر لی ۔ اپنے بھائی جاماسپ سے بھی درگزر کیا اور ان سے بھی اور جا کے قصرِ حکومت میں فروکش ھو گیا ۔ پھر اس نے ھمراھی تُرک لشکر کو انعام و اکرام سے نوازا اور انھیں ان کے وطن کی طرف لوٹا دیا ۔ بچے کی ماں کا ڈیرہ اپنے سب سے شاندار محل میں لگوایا ۔

کچھ ھی مدت گزری تھی کہ قباد نے لاؤ لشکر تیار کیا اور ملکِ روم پر چڑھائی کر دی ۔ شہر آمد اور میافارقین کو مسخّر کر کے وھاں کے باشندوں کو غلام بنا لیا اور ان غلاموں کے لیے فارس و اھواز کے مابین ایک شہر تعمیر کرا کے انھیں وھاں بسا دیا ۔ اور اس شہر کا نام ایثر قباد رکھ دیا ۔ اسے کمشنری بنا دیا اور چار ضلعے اس سے ملحق کر دیے ۔ انبار ، ھیت اور عانات کے علاقے (جنھیں یزید بن مُعاویہ نے اپنے دورِ حکومت میں جزیرے میں شامل کر لیا تھا) ضلع بادوریّا اور ضلع مَسکِن۔ پھر ایک کمشنری بہقباد وسطی بنائی اور ایک بہقباد زیریں اور آٹھ ضلعے ان سے ملحق کر دیے ۔ چار ضلعوں کے مجموعے کو آستانہ بھی کہتے ھیں ۔ پھر اصفہان کی کمشنری کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ۔ ایک حصہ جَیّ اور دوسرا تَمیرہ ۔

قباد کے بہت سے بیٹے تھے مگر اسے کسریٰ سے زیادہ عزیز کوئی نہ تھا کیونکہ اس میں عظمت کی ھر علامت موجود تھی ۔ یہ الگ بات ھے کہ وہ باپ سے بدگمان رھتا تھا ۔ قباد کو اس کا یہ رویہ پسند نہ تھا ۔ چنانچہ ایک روز کہا ''بیٹا جان ، تم میں وہ سبھی خصائل بدرجۂاتم موجود ھیں جو کسی صاحبِ تاج و تخت میں ھونے چاھئیں ۔ البتہ تم میں بدگمانی کا مادہ بہت زیادہ ھے ۔ بے جا بدگمانی تکالیف کو دعوت دیتی ھے اور کاروبار کو بے وقار کر دیتی ھے،، ۔ اس پر کسریٰ نے اس بدگمانی کی جو اس کے دل میں باپ کے بارے میں جاگزیں تھی معذرت چاھی اور اسے راضی کر لیا ۔

Marfat.com

کسریٰ نوشیروان

قباد پنتالیس برس حکومت کر چکا تو اس کا وقت آخر آگیا اور اس نے زمامِ حکومت اپنے فرزند کسریٰ نوشیروان کے ہاتھ میں تھما دی ۔ کسریٰ باپ کی وفات پر بادشاہ بن گیا اور حکم دیا کہ مزدک بن ماز یار کو پیش کیا جائے جس نے لوگوں کی نگاہوں میں حرام کے ارتکاب کو حُسنِ عمل بنا دیا تھا اور جو نچلے درجے کے لوگوں کو بدکاری کے ارتکاب پر اکسا رہا تھا ۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ غاصبوں کے لیے غصب اور ظالموں کے لیے ظلم کی راہ آسان ہو رہی تھی ۔ تعمیلِ حکم کی گئی اور اسے ڈھونڈ کے حاضر کر دیا گیا ۔ نوشیروان نے حکم دیا کہ اسے قتل کر کے اس کی لاش کو لٹکا دیا جائے ۔ چنانچہ ایسا ھی کیا گیا ۔ علاوہ ازیں اور بھی جو لوگ اس کے عقیدت مند تھے تہ تیغ کر دیے گئے ۔

اب کسریٰ نے سلطنت کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا اور ہر چہارم حصے پر اپنے کسی خاص معتمد شخص کو حاکم مقرر کیا ۔ ایک حصہ خراسان، سَجِستان اور کرمان پر مشتمل تھا ، دوسرا اصفہان ، قُم ، جبَل آذربیجان اور آرمینیہ پر ، تیسرا فارس اور اھواز تا بحرین پر اور چوتھا عراق سے حدودِ روم تک کے علاقے پر ۔ ظاھر ھے کہ ان چاروں اشخاص کی عزت و تکریم کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا ۔

کچھ عرصہ بعد نوشیروان نے بلادِ ھَیْطَلہ پر دھاوا بولنے کے لیے لشکر روانہ کیا۔اس لشکر نے تُخارستان ، زابلستان ، کابلستان اور صَغَانیان پر قبضہ کر لیا ۔

یہ دیکھ کر شاہِ ترکان سِنْجِبُو خاقان نے اھل مملکت کو جمع کیا اور خوب تیار ھو کر خراسان پر چڑھ دوڑا ۔ حتّٰی کہ شاش ، فرغانہ ، سمرقند ، کُش اور نَسَف کو دباتا ھوا بخارا پہنچ گیا ۔

کسریٰ کو یہ پتہ چلا تو اس نے اپنے بیٹے ھُرمُز کو (جو اس کے بعد تخت نشین ھوا[۱]) ایک جرّارلشکر کا کماندار مقرر کر کے خاقان کے مقابلے پر روانہ کر دیا ۔ ھرمز نے کوچ کیا۔آخر خاقان کے قریب جا پہنچا۔

Marfat.com

اس پر خاقان نے جو جو علاقے دبائے تھے انھیں چھوڑا اور واپس اپنے ملک کی راہ لی - یہ جان کر کسریٰ نے بھی اپنے فرزند کو خط لکھا کہ واپس چلا آئے -

عہد کسریٰ میں ایرانی اور رومی سلطنتوں کا احوال

کہا جاتا ہے کہ خالد بن جَبَلہ غسّانی نے نعمان بن منذر پر حملہ کر دیا - یہ منذرثانی تھا - منذر بھی دو تھے اور نعمان بھی دو - منذر اوّل وہ تھا جو بہرامِ گور کا اتالیق و نگرانِ کار تھا - منذر ثانی کسریٰ نوشیروان کے زمانے میں تھا - یہ لوگ کسریٰ کی طرف سے عرب کے سرحدی علاقوں کے حکمران تھے - بہر حال جَبَلہ نے منذر کے بے شمار ساتھیوں کو فنا کر دیا اور منذر کے اونٹ اور گھوڑے ھانک لے گیا - منذر نے کسریٰ نوشیروان کی خدمت میں خالد بن جَبَلہ کی اس زیادتی کا احوال تحریر کر بھیجا -

کسریٰ نے قیصر کو خط لکھا اور مطالبہ کیا کہ وہ خالد کو حکم دے کہ وہ منذر کا نقصان اور اس کے ساتھیوں کا خُون بہا ادا کرے اور اس کا جو مال و متاع چھین لے گیا ھے لوٹا دے - قیصر نے اس کے خط کی کوئی پروا نہ کی - لہٰذا کسریٰ نے اس سے دو دو ھاتھ کرنے کی خاطر تیاری کی اور الجزیرہ کی ریاست پر قبضہ کر لیا - یہ علاقہ ان دنوں رومیوں کے قبضے میں تھا - بہر حال کسریٰ شہر دارا ، رَھَا، قِنِّسْرِین مَنْبِج اور حَلَب پر قبضہ کرتا ہوا انطاکیہ جا پہنچا - اسے بھی مسخّر کر لیا - انطاکیہ شام وجزیرہ کا سب سے بڑا شہر تھا - شہر پر قابض ہونے کے بعد اس نے وھاں کی تمام آبادی کو گرفتار کر لیا اور لیکر عراق چلا گیا - پھر ان کے لیے طیسفون کے نواح میں ایک شہر بسایا اور وھاں آباد کر دیا - نئے شہر کا نقشہ بالکل انطاکیہ کا سا تھا - وھی گلیاں - وھی سڑکیں اور وھی مکانات - کوئی شے بھی رھنے نہ پائی - نام اس شہر کا ''زَبَر خُسرو'' رکھا - یہ وھی شہر ھے جو مدائن کے پہلو میں واقع ھے اور جسے رومیہ کہا جاتا ھے - پھر ان قیدیوں کو رھا کر کے

Marfat.com

اس شہر میں چھوڑ دیا گیا ہر شخص نے اپنے کے سے گھر کا جوانطاکیہ میں تھا رخ کیا ۔ نوشیروان نے اس شہر کی حکومت اھواز کے ایک نصرانی شخص کے سپرد کر دی جس کا نام یزدفنا تھا ۔

آخر قیصر نے کسریٰ کو خط لکھ کے صلح کی درخواست کی اور گزارش کی کہ وہ ان شہروں سے جن پر قابض ہو چکا تھا کنارہ کش ہو جائے اور یہ وعدہ کیا کہ اس کے معاوضے میں وہ کسریٰ کو ہر سال ایک مقررہ رقم بطور جزیہ ادا کرتا رہیگا۔ کسریٰ کو بھی زبردستی پسند نہ تھی چنانچہ اس نے قیصر کی شرطِ جزیہ مان لی اور اس کی ہر سال وصولی اور ترسیل کے لیے شرویشن دستبائی کو مقرر کر دیا ۔ چنانچہ شروین دستبائی نے شاہ روم کے یہاں اقامت اختیار کر لی ۔ اس کا مشہور و معروف غلام "خُرشین" بھی اس کے ہمراہ تھا ۔ جو بڑا جگردار اور بہادر شہسوار تھا ۔

جب کسریٰ نے سرزمینِ شام سے واپسی کے لیے کوچ کیا تو اسے ایک نہایت شدید مرض لا حق ہو گیا ۔ لہذا اس نے شہر حمص کا رخ کیا اور وہاں بحالئی صحت تک لشکر سمیت مقیم رہا ۔ قیصر نوشیروان کے سارے لشکر کے لیے رسد بھجواتا رہا تاآنکہ وہ اس کی حدود سے نکل گیا ۔

کہا جاتا ہے کہ کسریٰ نوشیروان کے ایک بیٹا تھا جس کا نام انُوش زاد تھا ۔ ماں اس کی عیسائی تھی جو بلا کی حسین تھی اور جسے کسریٰ بہت چاہتا تھا ۔ کسریٰ نے اسے بڑی ترغیب دی کہ وہ عیسائیت ترک کر کے دینِ مجوس قبول کرے مگر وہ نہ مانی ۔ کسریٰ نے اس کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے انوش زاد کو اپنا وارث قرار دے دیا تھا مگر وہ دین کے معاملے میں باپ کی مخالف راہ پر گامزن ہو پڑا ۔ جس پر انوشیروان کو طیش آ گیا اور اسے شہر جُند شاپور میں قید کرا دیا ۔

جب کسریٰ نے ملک شام پر چڑھائی کی اور پھر بیمار ہو کر حمص میں ٹھیرگیا تو انُوش زاد کو بھی یہ خبر پہنچ گئی لہذا اس نے قید خانے

Marfat.com

والوں کو بہکایا اور اپنے قاصد جُندِ شاپور اور اھواز کے اضلاع سے تعلق رکھنے والے عیسائیوں کے پاس روانہ کیے اور قیدخانے کو توڑ کر نکل گیا ۔ عیسائی باشندے اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور اس نے اضلاع اھواز پر قبضہ کر کے تمام اموال پر ھاتھ صاف کیا اور خبر اڑا دی کہ اس کا باپ فوت ہو گیا ھے ۔ ساتھ ھی عراق پر چڑھائی کرنے کے لیے بھی تیاری شروع کر دی ۔

نوشیراں کو اس کے نائب نے شہر طیسفون سے خط لکھا اور شہزادے کی کارروائی سے آگاہ کیا نیز بتایا کہ شہزادہ اس کی سمت چلا آ رہا ھے ۔ جواباً کسریٰ نے لکھ بھیجا کہ اس کی طرف لشکر روانہ کر دو اور فوراً مقابلہ کر کے اسے گرفتار کرنے کی تدبیر کرو ۔ اگر اسکی اجل آئی ھے اور وہ قتل ھو جائے تو (غم نہ کرو) اس کا خون نہایت بے آبرو ھو کر بہے گا اور اس کی جان بالکل رائگاں جائے گی ۔ عقل مند جانتا ھے کہ دنیا کی کوئی راحت بے کلفت نہیں ۔ اس کی کوئی نعمت دائمی نہیں۔ اگر کوئی شے فنا کے شائبے سے محفوظ ھو سکتی تو وہ بادل ھوتا جو مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ھے ۔ وہ دن ھوتا جو سوئے ھوئے لوگوں کے پاس پہنچتا ھے اور انھیں جگا دیتا ھے ۔ اندھوں کے پاس آتا ھے اور انھیں روشنی بخش دیتا ھے ۔ مگر بے شمار ھیں وہ لوگ جنھیں بادلوں کے ھاتھوں دکھ پہنچتا ھے اور کتنی ھی عمارتیں ھیں جو دھڑام سے زمین پر آ رھتی ھیں ۔ اس کی وجہ سے کیا کیا ھلاکت خیز سیلاب امڈتے اور بجلیاں ٹوٹتی ھیں۔ کتنی روشن دوپہریں ھیں جن سے ضرر اور فساد پیدا ھوئے ۔ لہذا تم اس شگوفے کو جو تمھاری حدود میں کھلنے لگا ھے جڑ سے اکھاڑ پھینکو ۔ تمھیں اس کے ھمراھیوں کی کثرت سے خائف نہ ھونا چاھیے ۔ ان کی قوت زیادہ عرصے تک باقی نہ رھے گی ۔ نصاریٰ کب تک ڈٹے رہ سکتے ھیں۔ ان کا دین تو یہ ھے کہ ان میں سے کسی کے بائیں رخسار پر تھپڑ پڑ چکے تو وہ دایاں پیش کر دے ۔ اور اگر انوش زاد اور اس کے ھمراھی اطاعت قبول کر لیں تو پھر ان میں سے جو قیدی ھیں انھیں ان کے قیدخانوں میں واپس بھیج دیا جائے۔ ان پر سابقہ حالت کے مقابلے

Marfat.com

میں کوئی مزید سختی نہ کی جائے۔ نہ انکی خوراک میں کمی کی جائے اور نہ لباس میں۔ البتہ سرداروں میں سے جن لوگوں نے اس کا ساتھ دیا ہے ان سب کی گردن مار دو۔ ان پر ہرگز ترس نہ کھاؤ۔ جو کمین اور گھٹیا لوگ اس جمعیّت میں شامل رہے ہیں انہیں جہاں وہ چاہیں جانے دو کوئی تعرّض نہ کرو۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ تم نے انوش زاد کو گالیاں دینےوالوں اور اس کی ماں کا ذکر کرنے والوں کو کیوں سزا دی۔ جان لو کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں پرانا کینہ جاں گزیں اور دشمنی پنہاں ہے۔ چنانچہ انہوں نے انوش زاد کو گالیاں دے کر ہمیں گالیاں دینے اور ہمارا بے ادبی سے نام لینےکی راہ نکالی تھی۔ تم نے انہیں بالکل صیحح سبق دیا ہے۔ جو شخص بھی ان جیسی بات کرے اس سے ہرگز دریغ نہ کرو۔ والسلام،،۔

کچھ عرصے کے بعد کسری بیماری سے کاملاً صحت‌یاب ہوگیا۔ لہذا لاؤ لشکر سمیت اپنے ملک کی جانب لوٹ گیا۔ اس وقت تک اس کا بیٹا انُوش زاد گرفتار ہو کر اس کے حسب الحکم اپنے انجام کو پہنچ چکا تھا۔

کسریٰ کے زمانے کا لگان

کہا گیا ہے کہ شاہانِ عجم زمین کی پیداوار کے ضمن میں بٹائی کی معروف شرحوں میں سے کوئی شرح نافذ کر دیتے تھے مثلاً نصف، ثُلث، رُبع، خُمس تا عُشر۔ جس قدر کوئی زمین شہروں سے زیادہ قریب ہوتی یا جس قدر زیادہ زرخیز و منفعت بخش ہوتی اسی قدر بٹائی کی شرح گراں ہوتی۔ قباد نے اس طریقے کو اڑا کے لگان عائد کرنے کا قصد کیا تھا۔ مگر وہ پیمائش اراضی سے قبل ہی چل بسا۔ لہذا کسریٰ نوشیرواں نے اس کام کی تکمیل کرائی۔

جب پیمائش اراضی ہو چکی تو اس نے منشیوں کو حکم دیا کہ زمین کی قسم بندی کریں۔ لگان کے چار درجے مقرر کیے گئے۔ بڑے خاندانوں، رئیسوں، سپہ‌سالاروں، سیکریٹریوں اور بادشاہ کے پیش خدمتوں

Marfat.com

کو لگان سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ۔ اسی طرح بیس برس سے کم اور پچاس سال سے زیادہ عمر کے اشخاص پر بھی لگان لاگو نہ تھا ۔ ان محاصل کو تین نسخوں میں درج کرا کے ایک نسخہ مرکزی دفتر میں رکھوا دیا گیا ۔ ایک دفترِ محصولات میں بھجوا دیا گیا اور ایک ہر ضلعی عدالت کے سپرد کر دیا گیا تاکہ عمال کو ان کے یہاں کی شرح سے تجاوز نہ کرنے دیا جائے۔نوشیروان نے یہ حکم بھی دیا کہ لگان تین مقررہ موسموں میں وصول کیا جائے۔جس جگہ لگان جمع ہوتا تھا اسے ''سرائے شہار،، کہتے تھے ۔ مگر سرائے شہار کی تشریح اور بھی کی گئی ہے ۔ یعنی اسے ''حساب گھر،، بھی کہا جاتا تھا اور حساب کا معنی ہے 'شہار'۔ یہ کلمہ آج بھی ایران میں بخوبی سمجھا جاتا ہے ۔ خراج کو شمرہ حساب کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں ۔ شخصی محصول ناداروں اور لولوں لنگڑوں کو معاف کر دیا گیا ۔ یہی عالم لگان کا تھا ۔ اسی طرح جس زمین پر کوئی آفت ٹوٹتی اس کا لگان بھی نقصان کے تناسب سے معاف کر دیا جاتا ۔ ان سارے امور کو بڑے قابلِ اعتماد و منصف مزاج لوگوں کے سپرد کیا گیا کہ انھیں عمل میں لائیں اور رعایا کو انصاف کی لذت سے آشنا کریں ۔ شاہانِ عجم میں سے کوئی بادشاہ بھی نوشیروان سے زیادہ گوناں‌گوں آداب سے زیادہ مزین اور علم کا پروانہ نہ تھا ۔ وہ اہلِ ادب و علم کو مقرب بناتا اور ان کی فضیلت کی قدر کرتا تھا ۔ اس کے عہد کا سب سے بڑا عالم بُزُرجُمِہر بن بختگان تھا جو عجم کے دانشوروں اور سیانوں میں سے تھا ۔ کسریٰ اسے اپنے تمام وزراء و علمائے عہد پر ترجیح دیتا تھا ۔

کسریٰ نوشیروان نے ایک عالی خاندان شخص بابک بن نہروان نامی کو جو اس کے سیکریٹریوں میں سے تھا اور جو اپنی عقل اور قابلیت کے باعث مشہور و معروف تھا دیوان عساکر مقرر کیا تو اس نے کسریٰ سے کہا ''بادشاہ سلامت آپ نے میرے ذمے ایک فرض کر دیا جس کی بہتر انجام دہی کے لیے ضروری ہے کہ آپ میری خاطر کچھ تکلیف برداشت فرمائیں ۔ وہ یہ ہے کہ تمام عساکر کا ہر چہار

Marfat.com

ماہ کے بعد معائنہ ہو - ہر درجۂ فوج کو پورے آلات سے مسلح کیا جائے۔ تربیت دینے والوں کی نگرانی کی جائے کہ وہ لوگوں کو سواری اور تیر اندازی سکھانے کے معاملے میں کتنی محنت کر رہے ہیں - آیا وہ اِس ضمن میں افراط یا تفریط سے تو کام نہیں لے رہے - یہ چیز نظم و ضبط کو صحیح نہج پر چلانے کا موجب ہوگی‘‘۔

کسریٰ نے جواب دیا ’’جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں تمہارا اتنا ہی حصہ ہے جتنا خود میرا کیونکہ ہم دونوں ہی اس بات کی اہمیت اور فائدے کو سمجھتے ہیں اور پھر نتیجہ یہ ہو گا کہ آرام مجھی کو ملے گا - تم اپنی تجویز کو عملی صورت دے دو - اب اس نے معائنہ کے مقام پر چبوترہ بنوایا جس پر بڑے قیمتی قالین بچھا دیے گئے اور آ کر چبوترے پر بیٹھ گیا۔اس کے منادی نے منادی کر دی کہ ہر جنگجو معائنہ کے لیے حاضر ہو جائے۔ سبھی اکٹھے ہو گئے مگر اس نے کسریٰ کو وہاں نہ دیکھا چنانچہ سب کو واپس چلے جانے کا حکم دے دیا - وہ چلے گئے۔ اگلے روز اس نے پھر اسی طرح کیا کسریٰ پھر نظر نہ آیا - سپاہ پھر لوٹ گئی - تیسرے روز اس نے یہ منادی کرائی کہ ’’اے لوگو نہ کوئی جنگجو غیر حاضر ہو اور نہ وہ جسے تاج و تخت سے نوازا گیا ہے - کیونکہ یہ معائنہ ہے اس معاملے میں کسی کے لیے بھی رخصت یا رعایت نہیں،، -

کسریٰ کو اس بات کا علم ہؤا تو اپنے ہتھیار لگا کر سوار ہؤا اور بابک کے سامنے پہنچ گیا - ہر سوار کے پاس جن جن چیزوں کا ہونا ضروری تھا وہ یہ تھیں - پاکھر ، زرہ ، جوشن ، خود ، مغفر ، دو بازو پناہ ، دو ساق پناہ ، ایک نیزہ ، ایک ڈھال اور ایک گرز ، کمر بند بھی اس کے لیے لازم تھا - تبر ، لوہے کی سلاخ ، ترکش ، دو وتر کی کمانوں اور تیس تیروں سمیت ، دو وتر ملفوف جنھیں سوار اپنے مغفر کے پیچھے لٹکا لے۔ بہر حال کسریٰ پوری طرح مسلح ہو کر بابک کے روبرو پہنچ گیا - البتہ دو امدادی وتر اس کے پاس نہ تھے لہذا بابک نے اس کے نام کے آگے تصدیقی نشان نہ لگایا - اس پر کسریٰ کو وتر یاد آ گئے ، چنانچہ انھیں

Marfat.com

مغفر کے ساتھ لٹکا لیا اور پھر بابک کے سامنے آیا ۔ اب بابک نے اس کے نام کے آگے تصدیقی نشان لگا دیا اور کہا ''آھن پوش جانبازوں کے سر براہ کے لیے چار ہزار اور ایک درھم''۔ حالانکه فوج میں ایسے بہت سے تھے جن کی تنخواہ چار ہزار درھم تھی اس نے کسریٰ کو فقط ایک درھم زائد دیا ۔ جب بابک نے مجلس برخواست کی تو جا کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوُا اور عرض کیا کہ آپ میری سختی پر مجھے ملامت نہ فرمائیں ۔ میں نے جو کچھ کیا انصاف کو رواج دینے اور عزیز پروری کو ختم کرنے کے لیے کیا ہے ۔ کسریٰ نے جواب دیا ''جو شخص ھماری کجی درست کرنے کی خاطر اور ھمارے ملک کی بہتری کے خیال سے ھم پر سختی کرے گا ھم اس کی سختی اسی طرح برداشت کر لیں گے جس طرح کوئی شخص فائدے کی امید میں ناگوار دوا پی لے'' ۔

کہا جاتا ہے کہ کسکر کا علاقہ ایک چھوٹی سی کمشنری کے برابر تھا ۔ نوشیروان نے بہر سیر ، ھُرمزدخرّہ اور مَیشان کی کمشنریوں میں سے کچھ علاقے دے کر اسے وسیع کردیا ، اور پھر اس سارے علاقے کو دو کمشنریوں یعنی جندشاپور اور زندورد میں تقسیم کر دیا ـــ جوخی میں ایک کمشنری خسرؤماہ قائم کر کے اس میں چھ ضلعے شامل کر دیے ۔ طَیسفون جسے مدائن کہتے ھیں دجلہ کے کنارے قبابِ حُمَیدؔ سے تین فرسخ نیچے ایک قصبہ ہے ، نبطی زبان میں اسے طیئونج کہا جاتا ہے ـــ دوسرا ضلع جازر ، تیسرا کاواذی ، چوتھا نہر بوق ، پانچواں جلولا ، اور چھٹا نہر مَلِک تھا ۔

تاریخِ عجم اور سیرتِ نبوی ؐ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اواخر عہدِ نوشیروان میں ہوئی تھی ، ـــ آپ مکے میں مقیم رہے تا آنکہ چالیس برس بعد آپ کو نبوت کے منصب پر مبعوث کیا گیا ۔ ان چالیس سالوں میں سے سات سال نوشیرواں کی حکومت کے تھے اور انیس سال ھرمزان کسریٰ کی

Marfat.com

فرمانروائی کے ۔ جب آپ مبعوث ہوئے تو خسرؤ پرویز کو حکومت کرتے چھ برس گزر چکے تھے ۔ بعثت کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ برس مکّے میں اقامت کرنے کے بعد مدینے کی طرف هجرت فرمائی ۔ اس وقت تک خسرؤ پرویز کو حکومت کرتے انیس برس بیت چکے تھے۔ مدینے میں آپؑ نے دس برس بسر کیے ، اور وهیں وفات پائی ۔ کسریٰ پرویز آپؑ سے قبل رحلت کر چکا تھا۔عمر آپ کی تریسٹھ برس تھی ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نوشیروان کی حکومت کے اواخر میں عراق کے اندر گیدڑوں نے سر نکالا—آئے وہ ترکوں کے علاقے سے تھے ، لوگ اس صورت حال سے بہت پریشان و متفکر ہوئے ۔ جب کسریٰ کو پتہ چلا تو اس نے موبد سے کہا ''میں اپنے ملک پر ان وحشیوں کی یلغار دیکھ کر سخت مشّوش ہوں ۔ موبد نے جواب دیا '' بادشاہ سلامت مجھے اسلاف کی مستند تواریخ سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جب کسی ملک میں عدل پر ظلم کا غلبہ ہو جائے تو اس پر وحشی یلغار کر دیتے ہیں'' ۔

نوشیروان نے یہ سنا تو اسے اپنے حاکموں کی روش کے بارے میں شبہ پیدا ہو گیا ۔ لہذا اپنے خاص معتمد اصحاب میں سے تیرہ کو جو اس سے کوئی شے بھی پوشیدہ نہ رکھتے تھے بھیس بدلوا کر مملکت کے مختلف گوشوں میں روانہ کر دیا—انھیں کوئی بھی پہچان نہ سکتا تھا ۔

انھوں نے واپس آ کر نوشیرواں کو حاکموں کی بدعملی سے آگاہ کیا ۔ نوشیرواں کو یہ جان کے بہت دکھ ہوا لہذا ان نتّوے آدمیوں کے قتل کا فرمان صادر کر دیا جن کی بد عملی کا اس سے ذکر کیا گیا تھا ۔ اس سے دوسرے حاکموں کو کان ہو گئے ، اور پھر وہ کبھی راہِ انصاف سے انحراف نہ کر سکے ۔

ہرمزد کی حکومت

نوشیروان کے کئی بیٹے تھے ۔ لیکن ہرمزد کے سوا جو اس کے بعد بادشاہ بنا باق سب لونڈیوں اور مال زادیوں کی اولاد تھے ۔ ہر مزد کی ماں ترکی خاقان کی بیٹی اور نانی ترکی خاقان کی خاتون تھی ۔ جب

Marfat.com

نوشیروان نے اپنے بعد اسے بادشاہ بنانے کا عزم کیا تو اس پر کئی جاسوس متعین کر دیے تا کہ اس کے بارے میں صحیح صحیح معلومات بہم پہنچائیں ـخبریں جتنی بھی پہنچیں حسبِ دلخواہ تھیں ۔ چنانچہ نوشیروان نے اس کے حق میں وصیت تحریر کر دی اور اپنے کیش کے سربراہِ درویشاں کے پاس بطور امانت رکھوا دی ۔ جب وہ اڑتالیس برس حکومت کر چکا تو چل بسا ۔

بہر حال نوشیروان کی وفات پر اس کا فرزند ہرمزد صاحبِ تخت و تاج ہوا ۔ اور تخت نشینی کے روز ہی ارشاد کیا کہ "حلم حکومت کا ستون ہے اور عقل دین کا ۔ نرمی اقتدار کا سہارا ہے اور ذہانت تدبّر کا ، اے لوگو ہمیں اللہ نے حکومت کے لیے مخصوص کر دیا اور تمھیں عبودیّت عامہ عطا کر دی ، ہمارے مقبوضات کو شرف بخشا اور اس ذریعے سے تمھیں آزادی سے نوازا ، ہمیں معزز کیا اور ہمارے اعزاز کے باعث تمھیں بھی عزت دی ۔ تمھارے فرمانروا بننے کا فرض ہمارے سپرد کیا اور ہمارے فرمان کی اطاعت تم پر فرض کی ، تم دو فرقوں میں بٹے ہوئے ہو ۔ ایک قوی دوسرا ضعیف ، پس چاہیے کہ تم میں جو قوی ہے وہ ضعیف کو ہڑپ کر جانے کا خواہاں نہ ہو ، اسی طرح تم میں جو ضعیف ہے وہ کسی قوی کو دھوکا نہ دے ، اہلِ قوت میں سے کسی کو اس تاک میں نہیں رہنا چاہیے کہ وہ کسی ضعیف کو نقصان پہنچائے کیونکہ اس سے ہماری حکومت میں ضعف راہ پا جائے گا ۔ نہ کسی ضعیف کو یہ خواہش کرنی چاہیے کہ وہ اہلِ غلبہ کی راہ پر چلے اور ان کے مقام پر فائز ہونے کا خواہاں ہو ۔ کیونکہ اس طرح وہ شے جسے ہم منظم رکھنا چاہتے ہیں منتشر ہو جائے گی ، جسے ہم قائم رکھنے کے متمنی ہیں ڈول جائے گی ، اور جسے ہم پا لینے کے لیے کوشاں ہیں دسترس سے باہر ہو جائے گی ۔ اے لوگو ! جان لو ہماری سیاست یہ ہے کہ ہم اہلِ غلبہ اور اہلِ قوت کو نوازیں، اور ان کے مراتب بلند کریں ، ضعیفوں پر ترس کھائیں ، ان کی حفاظت کریں ، اور ظالموں کو ان پر ظلم و تعدّی کرنے سے روکیں ۔

Marfat.com

۱۰۔ اے لوگو ! جان لو جس طرح تم ہمارے محتاج ہو اسی طرح ہم تمہارے محتاج ہیں ۔ ہماری باہمی احتیاج برابر ہے ۔ تم اپنے معاملات میں سے جس بوجھل معاملے کا بار ہمارے کاندھوں پر رکھ دو گے ہم اسے ہلکا جانیں گے ، لیکن اگر کوئی ہلکا سا بار ہم تم پر ڈال دیں تو وہ تمہیں گراں محسوس ہو گا ۔ اس لیے کہ تم اس امر پر قادر نہیں جس سے ہم بخوبی عہدہ برآ ہو سکتے ہیں ۔ ہم ہر اس امر پر قادر ہیں جو تمہاری دسترس سے باہر ہے ۔ ہم تم پر حکومت کرتے ہیں لہذا تم ہماری فرمانروایانہ خوبی کے مدح خواں رہو ۔ تمہارے حق میں ہمارا طرزِ عمل نیک ہے لہذا تم ہماری تعریف کرتے رہو ، لیکن ہماری خوش سلوکی اسی وقت تک ہے جب تک تم اپنے آپ کو ان کاموں سے روکو جن سے ہم نے تمہیں منع کیا ہے ـــ اور وہی راہِ عمل اختیار کیے رکھو جس کا ہم نے تمہیں حکم دیا ہے ۔

اے لوگو ! متشابہ معاملات کی چھان پھٹک کرو ، نہ پرہیزگاری کو ریا کہو اور ریا کو مراقبہ ، نہ فتنہ گری کو شجاعت قرار دو اور نہ ظلم کو پیش بندی ۔ نہ خدا کی رحمت کو انتقام کہو اور نہ فنا کے خوف دلانے کو کمزوری ۔ نہ اقربا کے ساتھ بھلائی کو مکروہ جانو اور نہ قطعِ رحمی کو محبت مانو ۔ نہ شک کو بریّت کہو اور نہ انصاف کو ضعف ۔ نہ عنایت کو بے طاقتی اور نہ آہ و فغاں کو عادت و فطرت ۔ نہ حصولِ فضیلت کو ذلت قرار دو ، نہ کمیٔ ادب کو عقل ۔ نہ اندھے پن کو غفلت ، نہ غداری کو ضرورت ، نہ پاکبازی کو دوں ہمتی ، نہ بناوٹ کو عفت ، نہ زہد و ورع کو دھونس ، نہ احتیاط کو بزدلی ، نہ ہوس کو جفاکشی اور نہ ستم کو غنیمت ـــ نہ میانہ روی کو کنجوسی سمجھو اور نہ کنجوسی کو میانہ روی ۔ نہ فضول خرچی کو سخاوت جانو اور نہ سخاوت کو فضول خرچی ۔ نہ بے فیضی کو عالی حوصلگی اور نہ عالی حوصلگی کو بے فیضی ۔ نہ تکبر کو گراں جانی اور نہ حرماں کو استحقاق ـــ نہ کمینوں کو اونچا بڑھانا کارِ خیر اور نہ عشق و آوارگی کو حوصلہ مندی ۔ نہ پیچھے رہ جانے کو ثابت قدمی اور نہ ثابت قدمی کو کند ذہنی ۔

Marfat.com

نہ چغل خوری کو وسیلہ اور نہ لگائی بجھائی کو کامرانی ۔ نہ نرمی کو کمزوری اور نہ زیادتی کو عدل ۔ نہ بیہودہ گفتاری کو بلاغت اور نہ بلاغت کو منہ پھٹ ہونا ۔ نہ اشرار کی جانب میلان کو شکر و تعریف ، نہ چاپلوسی کو سازگاری ۔ نہ اعانتِ ظلم کو حمیت ، نہ گھمنڈ کو مروت اور نہ لہو و لعب کو زندہ دلی ۔ نہ جفا کو حق رسی ، نہ دراز دستی کو قوت و غلبہ ، نہ حسن ظن کو کوتاہی ، نہ بے سوچے سمجھے کے کام کو خیر جوئی ، نہ فریب کو دانشمندی ، نہ ریاکاری کو غمگساری اور نہ بردباری کو تاخیر ۔ نہ حیا کو ڈر ، نہ حماقت کو سخت جانی ، نہ فتنہ گری کو استقامت ، نہ سرکشی کو پناہ گیری ، نہ حسد کو شفا ، نہ برخود غلطی کو کمال ، نہ چھپ کر حملہ کرنے کو بہادری ، نہ کینے کو افزائش عزت و شرف ، نہ تنگی کو احتیاط ، نہ بد سلوکی کو چستی ، نہ طیش کو بیدار مغزی ، نہ ادب آداب کو حرفت ، نہ ملامت کو فتنہ پردازی ، نہ وسعتِ اقتدار کو بلندی ، نہ قضا و قدر کے فیصلوں کو گناہوں کا موجب ، نہ غیر ممکن کو ممکن اور نہ ممکن کو غیر ممکن ۔

ان جیسے رُسوا کن متشابہ امور سے اجتناب کرتے رہو ۔ جو جو حصہ تمھیں ہمارے یہاں حاصل ہے اس پر قانع رہو ۔ تمھارا ہمارے حکم پر کاربند رہنا تمھارے لیے ہمارے غضب سے نجات کا باعث ہوگا ۔ ہماری حکم عدولی سے تمھاری کنارہ کشی تمھیں ہماری گرفت سے محفوظ رکھےگی ۔ عدل وہی ہے جس پر ہم کاربند ہیں ۔ اسی میں ہماری بھی بہتری ہے اور تمھاری بھی ۔ عدل کی رو سے تم سب ہمارے یہاں برابر ہو، یہ بات اس وقت واضح ہو جائے گی جب ہم اہلِ قوت کو ضعیفوں پر ظلم ڈھانے سے باز رکھ لیں گے اور مفلوک الحال بدبختوں کے امور اپنے ہاتھ میں لے لیں گے اور پستوں کو بلندوں کا تابع کر دیں گے ، اس طرح کہ ہم بلندوں کو پستوں کے برابر اتار دیں گے ۔ پستوں میں سے جو شخص غیر مستحق طور پر کسی ایسے مقام کا خواہاں ہو گا تو اسے (اس کے اصل مقام کی طرف) لوٹا دیا جائے گا ۔ ان میں سے شرف و وقار کے مستحق وہی ہوں گے جن سے بہادری ظہور میں آئے گی یا وہ

Marfat.com

کوئی اور کارِ نمایاں سر انجام دیں گے ۔

اے لوگو! جان لو کہ ہم ڈنڈے اور تلوار کے فرق کو جانتے ہیں اور ان دونوں کو خوب دیکھ بھال کے اور نیک نیتی سے استعمال میں لاتے ہیں ۔ جس نے ہماری ناشکری کی اور ہمارے حکم کی خلاف ورزی کی اور جس بات سے ہم نے منع کیا ہے وہ کر گزرنے کا ارادہ کیا تو ظاہر ہے کہ ہم اپنی رعایا کی اصلاح و بہبود اور اپنے امور کا ضبط و اہتمام اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک کہ حکم عدولی کرنے والوں، ہمارے طریق سے تجاوز کرنے والوں اور ہماری حکومت میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرنے والوں کو کیفرِ کردار تک نہ پہنچا دیں۔ لہذا کسی شخص کو بھی ہماری درگزر کی امید پر بے غم نہ ہو جانا چاہیے اور ہماری طرف سے نرمی کا خواہاں نہ ہونا چاہیے ۔ ہم اس فرض کی انجام دہی میں جو خدا نے ہمارے سپرد کر دیا ہے کسی لائے ولابہ کو کام میں نہ لائیں گے ۔ پس دو صورتوں میں سے ایک کا اپنے آپ کو عادی بنا لو یا اس بات پر قائم رہو جس میں تمھاری بہتری ہے یا خوف کھاؤ اپنے پیدا کردہ بگاڑ سے ، کیونکہ بہبودی مضمر ہے ہماری تدبیرِ مُلکی اور انضباطِ حکومت کی خاطر تمھارے دو واضح اور پختہ اقرار ناموں میں ۔ لہذا ہماری دھمکی اور تنبیہ کو بےوقعت مت جانو، اور کبھی یہ فرض نہ کرو کہ ہمارا عمل ہمارے قول کو نہیں پہنچتا ۔

بہر حال ہم نے تمھیں یہ بتا دینا چاہا تھا کہ رعایت و درگزر تک نوبت نہ آنے دو، ہم خواہاں تھے کہ سزا دینے سے قبل اتمامِ حجّت کر دیں ۔ ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے تھے کہ ہم رعیّت کے ساتھ میانہ روی اور عدل و مساوات کا چلن اختیار کریں گے ۔ نیز یہ کہ تمھاری اطاعتِ حق کے باعث تمھارا اتحاد اور استحکام باقی رہے گا ۔ پس تم اعتماد کرو اس وعدے پر جو ہم نے آغازِ گفتگو میں کیا ہے ، اور ڈرو اس وعید سے جس کو ہم نے واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے ۔ ہم خدا کے حضور دست بہ‌دعا ہیں کہ وہ تمھیں شیطان کے وسوسوں اور اس کے گمراہ کن اثر سے بچائے اور تمھیں اس کام کی توفیق دے جو خدا کی

Marfat.com

اطاعت کے قریب ے آئے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا مستحق بنائے ۔ والسلام علیکم،،

جب رعایا نے یہ بات سنی تو کمزور اور نچلے طبقے کے لوگ پھولے نہ سمائے لیکن اونچے طبقے کے افراد کا دل ٹوٹ گیا، انھیں بہت ھی صدمہ پہنچا ۔بہر حال وہ اس ظلم سے جو ضعیفوں پر توڑ رہے تھے دستکش ھو گئے اور اس جبر سے جو نچلے طبقے پر کر رہے تھے باز آ گئے ۔

ھرمزد نیک سیرت بادشاہ تھا ۔ رعایا کی بہبودی کا خیال اسے ھر دم رھتا تھا ۔ وہ کمزوروں کے لیے مہربان اور طاقتوروں کے لیے قہرمان تھا ۔ اسکی عدل پسندی اور حق شناسی کا عالم یہ تھا کہ ھر سال جب وہ سر زمین ماھَیشن میں موسم گرما بسر کرنے کے لیے جاتا تو کوچ سے قبل اپنی جانب سے لشکر میں منادی کرا دیتا کہ خبردار کسانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور پھر اس معاملے کی دیکھ بھال اور حکم عدولی کرنے والوں کی سزا کا کام اپنے کسی خاص معتمد کے سپرد کر دیتا ۔

ھرمزد کا بیٹا کسریٰ جو اس کے بعد بادشاہ بنا اور جسے پرویز کے نام سے یاد کیا جاتا ھے ، ھمراہ تھا ۔ ایک روز اس کی سواری کے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا راستے میں چھوٹ گیا اور ایک کھیتی کو چرنا اور خراب کرنا شروع کر دیا ۔ کھیتی کے مالک نے اس گھوڑے کو پکڑا اور اس امر کے تحویلدار کے سپرد کر دیا ۔ اسے کسریٰ کو سزا دینے کی جرأت نہ ھوئی لہذا معاملہ اس کے والد کے گوش گذار کر دیا ۔ والد نے حکم صادر کیا کہ گھوڑے کے دونوں کان اور دم کاٹ دی جائے ۔ ساتھ ھی بیٹے پر اس نقصان کا دس گنا جرمانہ عائد کر دیا جو گھوڑے کے باعث کھیتی کو پہنچا تھا ۔

مگر جب تحویلدار بادشاہ کے یہاں سے نکلا کہ اس کا حکم نافذ کرے تو کسریٰ نے اکابر و اشراف کی ایک جماعت اس کے پاس اس غرض سے بھیجی کہ التماس کر کے اسے گھوڑے کی سزا سے درگزر کرنے پر آمادہ کریں اور کہیں کہ وہ اس درگزر کے بدلے میں نقصان کا ھزار گنا ادا

کر دے گا ۔ وجہ یہ تھی کہ کسریٰ کے نزدیک گھوڑے کے کان اور دم کا کٹنا شگونِ بد تھا ۔ مگر تحویلدار نے عرضداشت قبول نہ کی اورگھوڑے کے کان اور دم کٹوا دی اور کسریٰ پر اتنے نقصان کے مطابق جو کسان کو پہنچا تھا اسی طرح جرمانہ کر دیا گیا جس طرح دوسرے لوگوں پر کیا جاتا تھا ۔ بہرحال ہرمزد کا واحد مقصود و مطلوب یہ تھا کہ ضعیفوں کی حالت سدھاری جائے ؛ اہلِ قوت کو ان پر زیادتی نہ کرنے دی جائے ۔ نتیجہ یہ ھؤا کہ اس کے عہدِ حکومت میں قوی و ضعیف برابر ہو گئے ۔

ہرمزد خوش قدم و کامگار شخص تھا ۔ جس شے کا قصد کرتا پا لیتا ۔ اس کی فوج کبھی ہزیمت سے دو چار نہ ھوئی ۔ وہ اکثر اوقات مدائن سے غیر حاضر رھتا تھا ۔ کبھی سرزمینِ سواد میں سرما بسر کرنے گیا ھؤا ھے اور کبھی ماہ میں گرما گزارنے ۔

جب اسے حکومت کرتے گیارہ برس ھوگئے تو اسے دشمنوں نے ہر طرف سے آن گھیرا اور یوں آن دبایا جیسے تانت کمان کے دونوں سروں کو دبا لیتی ھے ۔ مشرق کی جانب سے ترک شہنشاہ نے چڑھائی کی اور ہرات پہنچ کر ہرمزد کے عاملوں کو وھاں سے نکال باہر کیا ۔ مغرب کی جانب سے شاہِ روم بڑھا اور نصیبین کے قریب آ پہنچا ۔ وہ آمد اور میّا فارقین ، دارا اور نصیبین واپس لینا چاھتا تھا ۔ آرمینیہ کی سمت سے شاہ خزر نے باگ اٹھائی اور آذر بائیجان میں گھس کر لوٹ مار کا بازا گرم کر دیا ۔

جب ہرمزد کو خبر ملی تو سب سے پہلے قیصر کی طرف متوجہ ھؤا اور تمام شہر جو اس کے والد نے دبا لیے تھے قیصر کو واپس دے کر صلح و آشتی کا خواھاں ھؤا ۔ قیصر نے بات مان لی اور لوٹ گیا ۔ ازاں بعد اس نے آرمینیہ اور آذر بائیجان کے عاملوں کے نام حکم بھیجا جس کی تعمیل میں انھوں نے جمع ھو کر شاہ خزر کا مقابلہ کیا اور اسے ہرمزد کی عملداری سے باھر دھکیل دیا ۔

ان تمام معاملات سے فراغت حاصل کر کے ہرمز نے شاہ ترکان کی

Marfat.com

جانب کوچ کیا ۔ شاہ ترکان اس کا شدید ترین دشمن تھا ۔ چنانچہ اس نے سرحدات آرمینیہ و آذربائجان کے عامل بہرام بن بہرام جُشنش کو جو بہرام چوبیں کے لقب سے ملقّب تھا بلوا بھیجا ۔ بہرام فوراً پہنچا ۔ ہرمزد نے اسے شرف باریابی بخشا ۔ جب حاضر ہؤا تو ہرمزد نے اس کا درجہ بلند تر کر دیا اور بڑی آؤ بھگت کے بعد اس پر خلوت میں اپنا عندیہ ظاہر کیا اور وہ یہ تھا کہ بہرام ترک شہنشاہ کی جانب متوجہ ہو ۔

بہرام نے سر تسلیم خم کیا اور تعمیلِ حکم میں مصروف ہو گیا ۔ ہرمزد نے حکم دیا کہ تمام مال خانے اور اسلحہ خانے بہرام کی تحویل میں دے دئے جائیں ۔ نیز یہ کہ افواج کا رجسٹر بھی اس کے سپرد کر دیا جائے تا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق لشکر منتخب کر لے ۔ چنانچہ رجسٹر بہرام کے سپرد کر دیا گیا ۔ بہرام نے سَرُز بانوں اور رئیسوں کو اپنے یہاں اکٹھا کیا اور پھر بارہ ہزار شاہ سوار چن لیے ۔ ان میں کوئی بھی چالیس سال سے کم عمر کا نہ تھا ۔

بادشاہ کو پتہ چلا تو اس نے پوچھا "تم نے یہی کچھ تعداد کیوں منتخب کی ہے ۔ تمھیں تین لاکھ افراد سے دوچار ہونا ہے"۔ بہرام نے جواب دیا "بادشاہ سلامت آپکو پتہ ہوگا کہ جب قابوس کو گرفتار کر کے قلعہ ماسَفری میں قید کر دیا گیا تھا تو رستم نے بارہ ہزار سپاہیوں کے ہمراہ جا کے اسے دو لاکھ کے پنجے سے چھڑا لیا تھا ۔ جب اسفندیار نے ارجاسپ سے قدیم دشمنی کا بدلہ لینے کے لیے کوچ کیا تو اس کی سپاہ کی تعداد بارہ ہزار ہی تھی ۔ اسی طرح جب کیخسرو نے گودرز کو اس کے باپ سیاؤش کا بدلہ لینے کے لیے روانہ کیا تو اسے بارہ ہی ہزار سپاہی دیے تھے اور گودرز نے تین لاکھ پر فتح حاصل کی تھی ۔ جس لشکر کو بارہ ہزار سے نہیں بھگایا جا سکتا اسے کسی بھی تعداد سے شکست نہیں دی جا سکتی "۔

بہرحال بہرام لشکر کے ہمراہ روانہ ہو پڑا اور بادشاہ نے اسے الوداع کہتے ہوئے یہ تلقین کی کہ ظلم نہ کرنا کیونکہ یہ ظالم کے لیے پیغامِ فنا ہے ۔ وعدہ وفا کرنا ، اسمیں اہلِ وفا کی نجات مضمر ہے ۔ جب بھی

Marfat.com

کوچ کرو تو یوں گویا پوری طرح جنگ کے لیے تیار ہو ۔ جب بھی کبھی پڑاؤ کرو تو لشکر کی پاسبانی خود کرو ۔ لشکر کو فتنے اور فساد سے محفوظ رکھو ۔ جب تک خوب غور و فکر نہ کر لو کسی چیز کا تہیہ مت کرو اور غور و فکر اس وقت تک نہ کرو جب تک دیانت‌دار ناصحین سے مشورہ نہ کر لو ''۔ ہرمزد یہ کہہ کر لوٹ گیا اور بہرام رخصت ہو کر اھواز کی راہ پر ہو لیا ۔

ترک شہنشاہ کو بھی پتہ چل گیا کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے لشکر چلا آ رہا ہے ۔ ادھر ہرمزد نے اپنے عمائد میں سے ایک شخص کو جس کا نام ہرمزد جرّا بزین تھا ترک شہنشاہ کے یہاں روانہ کر دیا ۔ یہ شخص مدبرینِ عجم میں سے تھا ۔ نہایت درّاک اور حیلہ جُو ۔ اسے حکم یہ تھا کہ جا کے ترک شہنشاہ کو یہ بتائے کہ اسے بادشاہ نے مصالحت اور اظہارِ اطاعت کی خاطر بھیجا ہے ۔ ہرمزد جرا بزین ترک شہنشاہ کے پاس پہنچا اور اسے بلطائف‌الحیل خراسان پر تباھی توڑنے سے روک دیا۔ آخر جب ہرمزد جرا بزین کو علم ہؤا کہ بہرام کا لشکر ھرات کے قریب پہنچ گیا ہے تو وہ ایک رات چپکے سے نکل گیا اور اس سے جا ملا ۔ خاقان لشکر کی آمد سے آگاہ ہؤا تو اپنے حفاظتی دستے کے کماندار سے کہا کہ اس سوار فریب‌ِ کار کو میرے پاس لے آؤ ۔ ڈھنڈیا پڑی تو معلوم ہؤا کہ وہ پردۂ شب میں مفرور ہو چکا ہے ۔

بہرحال خاقان بہرام کا مقابلہ کرنے کے لیے شہر ھرات سے نکلا ۔ اس کا مقدّمۃ الجیش چالیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا ۔ جب آمنا سامنا ہؤا تو اس نے بہرام کے نام پیغام بھیجا '' میرے ساتھ مل جاؤ ۔ میں تمھیں مملکتِ ایران کا بادشاہ اور اپنا سب سے گرامی مقرّب بنا لونگا ''۔

بہرام نے پیغام بھیجا کہ آپ مجھے مملکتِ ایران کا بادشاہ کیونکر بنا سکتے ھیں ۔ ایران کی حکومت تو ھم میں سے ایک خانوادے کا حق ہے اور وہ حق ان کے سوا کسی دوسرے کو نہیں دیا جا سکتا ۔ ھاں مگر جلدی میدانِ جنگ میں تشریف لائیے ۔

خاقان یہ سن کر بھڑک اٹھا اور جنگ کی بُوق بجوا دی ۔ دونوں لشکر

ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے۔ خاقان نے ایک ٹیلے پر اپنا تخت زرین بچھوا رکھا تھا اور وہاں سے دونوں لشکروں کا نظارہ کر رہا تھا ۔ جنگ چھڑ جانے کے بعد بہرام اپنے لشکر کے سو منچلے سواروں کے ساتھ ٹیلے پر چڑھ دوڑا ۔ خاقان کے اردگرد والے چھٹ گئے ۔ اس نے یہ دیکھ کر اپنا گھوڑا مانگا اور بہرام کے سامنے آ گیا ۔ بہرام نے اسے تیر کا نشانہ بنایا ۔ تیر کاری لگا اور وہ بے جان ہو کر گر پڑا ۔ یہ دیکھ کر ترک بھاگ کھڑے ہوئے۔ شہنشاہ سلطنت کی باگ ڈور اپنے بیٹے یلشتکین کے سپرد کر آیا تھا ۔ جب یلشتکین باپ کی موت سے آگاہ ہؤا تو اس نے ترکوں سے بھرتی طلب کی اور مختلف ترک اقوام پر مشتمل ایک جرار لشکر کی معیّت میں روانہ ہو پڑا ۔ شکست خوردہ فوج بھی اس سے آن ملی ۔

بہرام کو خبر ملی تو اس نے خراسان کے ہر نواح میں قاصد دوڑا دیے۔ لہذا اس کے جھنڈے تلے بھی ایک بھاری لشکر جمع ہو گیا ۔ جسے لے کر وہ یلتکین کے مقابلے کے لیے چل کھڑا ہؤا ۔ دونوں عساکر کا آمنا سامنا دریائے جیحوں کے کنارے ترمز کے قریب ہؤا ۔ دونوں سربراہ اپنے مدّ مقابل سے خائف تھے ۔ چنانچہ مصالحت کی خاطر دونوں کے مابین ایلچیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی ۔

آخر بہرام نے یلتکین کے پاس پیغام بھیجا کہ " اے خاقانی برادران ، تم نے ہمارے بادشاہ فیروز کو قتل کیا تھا اور ہم نے اس کے خون کا انتقام لینے سے درگزر کی تھی ۔ اب یہی کچھ تم ہمارے معاملے میں کرو ۔ یلتکین نے جواب دیا کہ شاہ ہرمزد کو صلح کے معاملے میں حکم بناتا ہوں ۔ اسکے بعد دونوں اپنی اپنی جگہ رک گئے ۔

بہرام نے ہرمزد کی خدمت میں مراسلہ روانہ کیا ۔ جواباً ہرمزد نے لکھ بھیجا کہ یلتکین کو ان کے اشراف اور عظمائے عساکر کے ہمراہ بڑے احترام کے ساتھ میرے پاس بھیج دیا جائے ۔

چنانچہ یلتکین نے عراق کی راہ لی ۔ جب وہ مدائن کے قریب پہنچا تو ہرمزد ملاقات کے لیے نکلا ۔ دونوں ایک دوسرے کے احترام میں

Marfat.com

سواری چھوڑ کر پیدل چلنے لگے ۔ ھرمزد نے یلتکین کی بڑی آؤ بھگت کی ۔ اسے اپنے محل میں اتارا اور پھر باھم عمر بھر کے لیے صلح و دوستی کا پیمان استوار کیا ۔ یہ سب کچھ طے پا گیا تو یلتکین ھرمزد کی اجازت سے اپنے ملک کی طرف لوٹ گیا ۔

جب یلتکین خراسان میں داخل ھؤا تو بہرام نے اپنے عساکر سمیت اس کا استقبال کیا اور پھر اس کی حدودِ مملکت تک ھمراہ رھا ۔ واپسی پر بہرام نے بلخ پہنچ کر ڈیرے ڈال دیے اور ترک شہنشاہ کے لشکر سے جو جو کچھ ھاتھ لگا تھا ھرمزد کی خدمت میں روانہ کر دیا ۔ اس مال غنیمت میں وہ زریں تخت بھی شامل تھا (جو مقتول خاقان نے ٹیلے پر بچھوایا تھا) ھرمزد کی طرف جو سامان روانہ ھؤا وہ تین سو اونٹوں کا بار بن گیا ۔

بہرحال اموالِ غنیمت ھرمزد کے یہاں پہنچے اور اس کے ملاحظے میں لائے گئے ۔ وزراء ، امراء اور مرزبان اس کے اردگرد تھے ۔ وزیر اعظم جشنس بولا '' بادشاہ سلامت ، وہ دسترخوان کتنا بڑا ھو گا جس کا ایک لقمہ یہ کچھ ھے ''۔ یہ بات ھرمزد کے دل میں اتر گئی ۔ اسے بہرام کی دیانت پر شک پڑ گیا ۔ اور گمان کیا کہ حقیقت وھی ھے جو یزدان جشنس نے بیان کی ھے ۔ اب یہ دیکھیے کہ اس ایک کلمے نے کیا کیا آفتیں ڈھائیں اور کن کن جنگوں اور بلاؤں کو جنم دیا ۔

ھرمزد کو اس کلمے نے اتنا ناراض و غضبناک کیا کہ بہرام کا تمام حسنِ خدمت اس کے دل سے اتر گیا ۔ چنانچہ اس نے بہرام کے پاس ایک ھار ، ایک زنانہ کمر بند اور ایک تکلا روانہ کر دیا اور لکھ بھیجا کہ ''مجھے یقین ھے کہ تم نے بے شمار اموالِ غنیمت میں سے میرے پاس صرف تھوڑا سا حصہ روانہ کیا ھے ۔ قصور تو میرا ھے کہ میں نے تمھاری عزت افزائی کی ۔ اب تمھارے پاس ایک ھار بھیج رھا ھوں اسے گلے میں ڈالو ۔ کمر بند کو کمر سے باندھو اور تکلے کو ھاتھ میں لو ۔ کیوں کہ غداری اور ناشکری عورتوں کا وتیرہ ھے ''۔

جب یہ خط بہرام کو ملا تو وہ بل کھا کر رہ گیا ۔ جان لیا کہ

یہ سب چغل خوروں کا کیا دھرا ہے ۔ بہرحال ہار گلے میں ڈال لیا ، کمر بند کمر سے باندھ لیا اور تکلا ہاتھ میں لے لیا ۔ ازاں بعد اپنے عالی قدر رفقاء و اصحاب کو باریاب کیا ۔ جب وہ حاضر ہوئے تو انھیں بادشاہ کا مکتوب پڑھ کر سنایا ۔ یہ سنا تو انھیں بادشاہ کی جانب سے خیریت کی کوئی توقع نہ رہی ۔ وہ جان گئے کہ وہ ان کے حسن، خدمت پر شکر گزار نہیں ۔ چنانچہ بولے " اب ہمارا نعرہ بھی وہی ہے جو ہماری قوم میں سے اردشیر کے خلاف اولین بغاوت کرنے والوں کا تھا اور وہ تھا " بادشاہ قبول مگر یزدان نہیں چاہیے " ہم کہتے ہیں " ہمیں نہ ہرمزد بادشاہ چاہیے نہ یزدان جشنس وزیر "۔

اولین باغیوں کا قصہ یہ تھا کہ اردشیر بابکان کے پاس حضرت مسیح[۴] کا کوئی حواری پہنچا اور اس نے اس کی دعوت کو قبول کر کے دین مسیح[۴] اختیار کر لیا ۔ اس ضمن میں وزیر یزدان نے بھی اس کا ساتھ دیا ۔ لہذا رعایا بھڑک اٹھی اور اردشیر کو معزول کر دینے کے درپے ہوئی ۔ آخر اردشیر نے ان کے سامنے اپنی توبہ کا اعلان کیا لہذا انھوں نے بھی اسے تخت سے اتارنے کے ارادے ترک کر کے حکومت پر بحال رہنے دیا ۔

بہرحال بہرام کے ساتھیوں نے اس سے کہا " اب آپ ہمارا ساتھ دیں تا کہ ہم ہرمزد کی حکومت سے روگردان ہو کر اس کے خلاف علم، بغاوت بلند کر دیں ۔ ورنہ ہم آپ سے روگردان ہو کر کسی اور کو اپنا سردار بنا لیں گے "۔ جب بہرام نے انھیں اس امر پر متحد پایا تو بڑے افسوس ، رنج اور ناگواری کے ساتھ ان کی ہاں میں ہاں ملا دی ۔

اب ہؤا یہ کہ رات کے وقت بہرام کے لشکر میں سے ہرمزد جرابزین اور یزدک کاتب کھسک گئے اور مدائن میں پہنچ کر ہرمزد کو ساری بات بتا دی ۔

جلد ہی بعد بہرام نے اپنے لاؤ لشکر سمیت عراق کی راہ لی تا کہ ہرمزد کے خلاف نبرد آزما ہو ۔ ہوتے ہوتے شہر رَے میں جا پہنچا اور پڑاؤ ڈال دیا ۔ وہاں اس نے درہم مسکوک کروائے جن پر شہزادہ کسریٰ

پرویز کی تصویر اور نام کندہ تھا ۔ ان درھموں کی تعداد دس ہزار تھی پھر انھیں لدوایا اور بڑی رازداری کے ساتھ مدائن میں پھنکوا دیا ۔ چنانچہ وہ لوگوں کے ہتھے چڑھ گئے ۔

جب ھرمزد کو اس بات کا پتہ چلا تو اسے یقین ہو گیا کہ اس کا بیٹا سلطنت کے لیے ھاتھ پاؤں مار رھا ھے اور یہ درھم اسی کے حکم سے ڈھالے گئے ھیں ۔ یہی کچھ بہرام بھی چاھتا تھا ۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ بادشاہ اپنے بیٹے کسریٰ کے درپئے قتل ہؤا ۔ کسریٰ نے ایک شب مدائن سے نکل کر آذربائیجان کی راہ لی اور وھاں پہنچ کے ڈیرے ڈال دیے ۔ ادھر بادشاہ نے بِنْدُویہ اور بِسْطَام کو بلایا ۔ یہ دونوں کسریٰ کے ماموں تھے اور ان سے کسریٰ کی بابت پوچھ گچھ کی ۔ انھوں نے جواب دیا کہ ھمیں اس کا کچھ پتہ نہیں ۔ بادشاہ کو ان پر شبہ گزرا اور انھیں قید خانے میں بھجوا دیا ۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے خیر خواھوں کو جمع کر کے مشورہ طلب کیا ۔ انھوں نے جواب دیا ''بادشاہ سلامت ! آپ نے بہرام کے معاملے میں جلدی کی ھے ۔ اب ھماری رائے تو یہ ھے کہ آپ یزدان جشنس کو بہرام کے پاس روانہ کر دیں ۔ بہرام اسے قتل نہیں کرنے کا ۔ جب وہ اس کے پاس پہنچے گا معذرت خواہ ہو گا ۔ اور اس کے خلاف جو حرکت اس سے سرزد ہوئی اس پر ندامت کا اظہار کرے گا تو بہرام کے دل کا دکھ دور ہو جائے گا ۔ اس طرح آپ اسے اپنے حلقۂ اطاعت کی جانب لوٹا لانے کے علاوہ خونریزی کی راہ بھی روک دینگے ۔ بادشاہ نے یہ بات مان لی اور اپنے وزیر یزدان جشنس کو بہرام کی جانب روانہ کر دیا۔ جب یزدان سفر پر رخصت ہونے لگا تو اس کے ایک چچا زاد بھائی نے جو کسی جرم کی پاداش میں شاھی قید خانے میں بند تھا اس کے پاس پیغام بھیج کر التماس کی کہ وہ بادشاہ سے معافی دلا کر اسے بھی اپنے ھمراہ لے جائے۔ کیونکہ وہ ان معاملات سے نبٹنے میں اس کے لیے بڑا مفید معاون اور مددگار ثابت ہو گا ۔ یزدان نے اس کی بات مان لی اور اسے ھمراہ لے چلا ۔

جب یزدان ھمدان میں پہنچا تو اس کو اپنے چچا زاد بھائی پر شک گزرا ۔ لہذا بادشاہ کی خدمت میں اطلاعاً خط تحریر کیا کہ وہ اسے حضور

Marfat.com

والا کے پاس واپس بھیج رہا ہے ۔ چاہیے کہ حضور والا یا اسے قتل کر دیں یا واپس قید خانے میں بھیج دیں کیونکہ یہ بدکردار و خونخوار شخص ہے ۔ یہ خط اس کو دے کر کہا کہ میں نے بعض ضروری معاملات سے متعلق بادشاہ کے نام خط لکھا ہے ۔ تم اسے جلد لیجا کر بادشاہ کے حوالے کرو اور دیکھو کسی کو اس کی بابت کچھ نہ بتانا''۔

اس شخص کو معاملہ مشکوک نظر آیا ۔ لہذا جب یزدان جشنس کے پاس سے اٹھا تو جا کے خط چاک کیا اور پڑھ ڈالا ۔ پتہ چلا کہ خط میں اس کی موت مرقوم ہے ۔ لہذا واپس یزدان جشنس کے پاس آیا ۔ وہ اس وقت اکیلا تھا آتے ہی تلوار کا وار کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ پھر اس کا سر کاٹ کے بہرام کی سمت لے چلا ۔ بہرام اس وقت رَے میں مقیم تھا ۔ اس نے حاضر ہو کر سر بہرام کے روبرو ڈال دیا اور کہا '' یہ تیرے دشمن یزدان جشنس کا سر ہے جس نے بادشاہ کے یہاں تیرے خلاف چغلی کھائی تھی اور اسے تمھارے خلاف بھڑکایا تھا ''۔ بہرام نے جواب دیا '' اے فاسق تو نے یزدان کو اس کی بزرگی اور فضیلت کے باوصف قتل کر دیا ۔ وہ تو ہمارے پاس اپنے کیے کی معذرت کے لیے آ رہا تھا اور خواہاں تھا کہ میرے اور بادشاہ کے مابین صلح ہو جائے '' یہ کہا اور اس کا سر اڑا دیا ۔

بادشاہ کے درباری اکابر ، اشراف اور قائدین کو بھی یزدان جشنس کے قتل کی خبر مل گئی ۔ وہ سب یزدان کی بڑی عزت و تکریم کرتے تھے ۔ چنانچہ وہ اکٹھے ہوئے اور طے کیا کہ بادشاہ کو اتار کے اس کے بیٹے کسریٰ کو تخت نشین کر دیا جائے ۔ انھیں یہ ترکیب سمجھانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینے والے بِنڈویہ اور بِسطام تھے جو کسریٰ کے ماموں تھے ۔ وہ دونوں اس وقت زنداں نشین تھے اور زندان سے اکابر کے نام پیغام روانہ کیے جا رہے تھے کہ تم لوگ اپنے آپ کو ترکیہ زادے کے ہاتھوں سے نجات دلاؤ (اس سے مقصود ہرمزد بادشاہ تھا) کیونکہ اس نے ہمارے منتخب افراد کو قتل اور ہمارے سرداروں کو فنا کر دیا ہے ۔ وجہ یہ تھی کہ اسے اونچے طبقے کے خلاف یہ کَہ کے

بھڑکایا گیا تھا کہ وہ لوگ نچلے طبقے پر زیادتی کرتے ھیں ۔ چنانچہ اس نے اونچے طبقے کے بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کر دیا تھا ۔ آخر لوگوں نے اجتماع کے لیے ایک دن مقرر کیا ۔ پھر اس مقررہ دن میں سبھی نے جمع ہو کر بندویہ اور بسطام کے علاوہ جس قدر افراد قید خانے میں تھے انھیں نکال لیا ۔

کسریٰ پرویز کی عملداری

اس کے بعد ان لوگوں نے بادشاہ کا رخ کیا اور اسے تخت سے اتار کے اس کا تاج ، پیٹی ، تلوار اور قبا کسریٰ کی طرف روانہ کر دی جو اس وقت آذربائیجان میں تھا ۔

کسریٰ کو یہ خبر ملی تو پیش قدمی کر کے مدائن میں آ پہنچا ۔ اور ایوان میں داخل ہو گیا ۔ اکابر اس کے گرد جمع ہو گئے ۔ وہ اٹھا اور ان سے خطاب کر کے کچھ اس طرح کے کلمات کہے '' تقدیریں آدمی کو وہ کچھ کر دکھاتی ھیں جس کا اسے سان گمان بھی نہیں ہوتا ۔ خلافِ تمنا اسباب پیدا ہو جاتے ھیں ۔ ظلم ظالم کو پچھاڑ دیتا ھے ۔ ناکام ھے وہ جس پر ھوس مسلط ہو گئی ۔ دور اندیش ھے وہ جو اپنے نصیبے پر قانع رھے اور اس کا نفس بیشتر کے لیے بے قرار نہ ہو ۔ اے لوگو ، ھماری اطاعت و خیر خواھی کی راہ پر گامزن رھو گے تو ھمارا تقرب حاصل ہو گا ۔ ھمارے حکم سے سرتابی نہ کرنا اور ھمارے خلاف سر نہ اٹھانا ۔ تمھارے لیے ھماری حیثیت ستونوں اور سہاروں کی سی ھے ''۔

جب مجمع منتشر ہؤا تو کسریٰ اٹھا اور باپ کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ وہ اس وقت محل کے ایک کمرے میں براجمان تھا ۔ کسریٰ نے دست بوسی و قدم بوسی کے بعد عرض کیا '' ابا جان ! آپ کے حینِ حیات بادشاہ بن جانے کی نہ خواھش رکھتا ہوں نہ ارادہ ۔ لیکن اگر میں بادشاھت قبول نہ کرتا تو وہ ھم سے چھین لی جاتی اور کسی غیر کے سپرد کر دی جاتی ''۔

والد نے کہا '' تم ٹھیک کہتے ہو ۔ میں تمھارا عذر قبول کرتا

هوں ۔ پس تخت سنبھالو ۔ فرمانروائی کرو اور ہاں مجھے تم سے ایک کام پڑ گیا ھے"۔ کسریٰ نے کہا " ابا جان ! آپ کو مجھ سے کون سا کام پڑ گیا ھے"۔

کہا ۔ " ان لوگوں کو نگاہ میں رکھو جنھوں نے مجھے تخت سے اتار دیا ۔ میرے سر سے تاج اچک لیا اور میرا استخفاف کیا اور پھر نام لے کر بتایا کہ وہ فلاں فلاں ھیں ۔ انھیں جلدی ته تیغ کر دو اور ان سے باپ کا انتقام لو"۔

کسریٰ نے جواب دیا ۔ " یه بات آج ممکن نہیں ۔ اس وقت ممکن ھوگی جب خدا ھمارے دشمن بہرام کو موت کے گھاٹ اتار دے گا اور میں حکومت کے معاملات کو بخوبی سنوار لوں گا ۔ اس وقت آپ دیکھیں گے که میں انھیں کیوں کر صاف کرتا ھوں اور کیوں کر ان سے آپ کا انتقام لیتا ھوں"۔

باپ نے اس کی یه بات مان لی ۔ وہ رخصت ھؤا اور مسند حکومت پر جا بیٹھا ۔ بہرام رَے میں تھا ۔ سارا ماجرا اس تک پہنچ گیا ۔ حکومت نے جو رنگ اختیار کیا تھا اس سے وہ بھی بے خبر نه رھا ۔ چنانچه ھرمزد کی حالت کے پیش نظر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی ۔ اس کے خلاف جس قدر کینه تھا زائل ھو گیا اور کینے کی جگه حمیت اور رحم کے جذبات پیدا ھو گئے ۔ اس لیے وہ اپنے لاؤ لشکر سمیت منزلیں مارتا ھؤا بڑھا تا که کسریٰ اور کسریٰ کو بادشاہ بنانے والوں کو ھلاک کر کے حکومت دوبارہ ھرمزد کے سپرد کر دے ۔

کسریٰ کو بھی بہرام کے رَے سے کوچ کرنے کی خبر مل گئی ۔ یه بھی معلوم ھو گیا که وہ کس ارادے سے آ رھا ھے ۔ مگر اس نے یه بات باپ سے چھپائے رکھی اور فوج لے کر بہرام کا مقابله کرنے کی خاطر نکل کھڑا ھؤا البته اپنے ایک خاص معتمد کو حکم دیا که وہ بھیس بدل کر بہرام کے لشکر میں جائے اور بہرام کے طرز عمل کو دیکھے اور اس کی اصل منشا معلوم کرے ۔

وہ شخص رخصت ھو کر ھمدان کے مقام پر بہرام سے ملا اور پھر

Marfat.com

اس کے لشکر میں رہ کے سارا احوال معلوم کر لیا - اور واپس جا کر کسریٰ کو بتا دیا کہ جب بہرام چلتا ہے تو اس کی دائیں جانب مَردان سینَہ رُو یدؔشتی ہوتا ہے اور بائیں جانب یزدجشنس بن حلبان - نیز یہ کہ اس کے لشکر کا کوئی فرد رعیت کا حبّہ برابر مال بھی چھین لینے کی تمنا دل میں نہیں پال سکتا - جب بھی پڑاؤ ڈالتا ہے کتاب کتَلیِشلہ دِمشنَہ منگوا لیتا ہے اور اسے دن بھر پڑھتا رہتا ہے -

یہ سن کر کسریٰ نے بندویہ اور بسطام سے کہا ''میں جس قدر اب بہرام سے خائف ہوں اتنا کبھی نہ تھا - مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ کَلیِشلہ دِمشنَہ کا مطالعہ کرتا رہتا ہے - اور کلیلہ دمنہ وہ کتاب ہے جو مرد کے لئے نظر و فکر کی بہتر سے بہتر راہیں کھول دیتی ہے - اس لیے کہ وہ آداب و دانش کے جواہر کا خزینہ ہے ''-

کسریٰ اور بہرام دریائے نہروان کے قریب آ کے رک گئے - ایک نے ایک طرف اور دوسرے نے دوسری طرف چھاؤنی جمائی اور اپنے سامنے خندق کھودی - کچھ مدت کے بعد بہرام نے ایک پل بنایا اور اسے عبور کر کے کسریٰ کے قریب جا پہنچا - جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہوئے تو بہرام باہر نکلا اور کسریٰ کی صفوں کے پاس آ کے پورے زور سے پکارا ''اے برادران عجم ! ناس ہو تمھارا - تم نے اپنے بادشاہ کو تخت سے اتار دیا ہے ؟ اے لوگو اپنے کیے پر خدا کے حضور توبہ کرو اور اپنی جمعیت سمیت ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ تا کہ ہم حکومت دوبارہ بادشاہ کے سپرد کر دیں قبل اس کے کہ خدا تم پر اپنا عذاب نازل کرے ''-

جب کسریٰ کے آدمیوں نے یہ کلمات سنے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے خدا کی قسم ، بہرام سچا ہے - حقیقت تو یہی ہے جو اس نے بیان کی - آؤ اپنے کیے کی تلافی کریں - اپنی غلطی کی اصلاح کریں - اس کی صورت یہی ہے کہ بہرام کا نقطۂ نظر قبول کر لیں -

یہ کہ کے وہ سب کے سب نکلے اور بہرام سے جا ملے - کسریٰ کے ساتھ فقط یہ لوگ رہ گئے - اس کے دو ماموں بندویہ اور بسطام - ہرمزد جرابزین - نخار جان - شاپور بن ابرکان - یزدک منشئی فوج

Marfat.com

باد بن فیروز - شروین بن کامگار - کردی بن بہرام جشنس جو بہرام چوبین کا حقیقی بھائی تھا اور کسریٰ کے خاص معتمدوں اور دوستوں میں سے تھا۔

انھوں نے کسریٰ سے کہا " بادشاہ سلامت ، اب کیا کیجئے گا - آپ دیکھ تو رہے ہیں کہ سبھی لوگ آپ کو چھوڑ کر دشمن سے جا ملے ہیں"- یہ سن کر کسریٰ نے مدائن کی راہ لی - جب گودرز کے پل پر پہنچا تو مڑ کے دیکھا اور نظر بہرام پر پڑی جو لشکر کو چھوڑ کر اکیلا چلا آ رہا تھا - اور اب کسریٰ اور اس کے ساتھیوں کے قریب آن پہنچا تھا - کسریٰ اس سے نبٹنے کے لیے پل کے ایک سرے پر رک گیا - کمان کا وتر باندھا (وہ بڑا ماہر تیر انداز تھا) - پھر کمان سے تیر جوڑا مگر خوف ہؤا کہ مبادا وہ بہرام کو نشانہ بنائے اور بہرام پر زرہ کی محکمی کے باعث تیر اثر انداز نہ ہو لہذا لازم ہے کہ اس کے منہ کا نشانہ باندھا جائے- پھر خیال آیا کہ ممکن ہے وہ ڈھال پر تیر کو روک لے یا منہ ہٹا کے تیر کا وار خالی دے چنانچہ اس نے بہرام کے گھوڑے کی پیشانی کو تاکا - تیر گھوڑے کی پیشانی کے عین درمیان لگا - اس کی شدت کا عالم یہ تھا کہ گھوڑا چکرایا اور گر پڑا -

اب بہرام پیدل ہو لیا - کسریٰ نے گھوڑا ڈالا اور مدائن میں جا کے باپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا - مگر اسے یہ نہ بتایا کہ بہرام حکومت دوبارہ اس کے سپرد کرنا چاہتا ہے - کہا تو الٹا یہ کہ " میرے سارے ساتھی بہرام کی طرف مائل ہو گئے ہیں - اب بتائیے آپ کی رائے کیا ہے" ؟ باپ نے جواب دیا " میرا مشورہ یہ ہے کہ تم قیصر کے پاس چلے جاؤ - وہ تمھیں لشکر بھی مہیا کرے گا اور دیگر بھی ہر طرح کی امداد بہم پہنچائے گا تا کہ تم اپنا ملک واپس لے سکو" -

کسریٰ نے باپ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا ، الوداع کہا اور اپنے ساتھیوں سمیت جن کی تعداد نو تھی اور دسواں وہ خود تھا سمندر کی راہ لی - اب اس کے ساتھی ایک دوسرے سے کہنے لگے "بہرام مدائن میں آج یا کل پہنچ کے ہرمزد کو بادشاہ بنا دے گا اور ہرمزد کے ہاتھ میں وہی اقتدار ہوگا جو پہلے تھا - پھر وہ ہمارے بارے میں قیصر کو لکھے

Marfat.com

گا کہ ہمیں اس کے حوالے کر دیا جائے تا کہ وہ ہمیں موت کی سزا دے ۔ ویسے بھی یہ بات واضح ہے کہ جب تک کسریٰ کا باپ زندہ ہے کسریٰ بادشاہ نہیں ہو سکتا ۔ یہ دیکھا تو کسریٰ کے ماموں بندویہ اور بسطام نے کہا " اس ضمن میں ہم دونوں تمہاری کفایت کر لیں گے" ۔

چنانچہ ہؤا یہ کہ دونوں تلواریں ہاتھوں میں لیے لوٹ گئے اور قصرِ مملکت میں داخل ہو کر اس کمرے میں جا گھسے جہاں ہرمزد موجود تھا ۔ نوکر چاکر سبھی گریہ وُ زاری میں مصروف تھے۔ اس لیے کہ کسریٰ دشمن کے مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا تھا ۔ ان دونوں نے بادشاہ کی گردن میں پگڑی ڈالی اور گھونٹ کے مار دیا ۔

ازاں بعد وہ دونوں کسریٰ سے جا ملے مگر یہ بات نہ بتائی ۔ تاہم انھوں نے بخوفِ تعاقب سارا دن گھوڑوں کو دوڑائے رکھا ۔ اگلا دن بھی اسی طرح گزر گیا ۔ آخر شہر ہیِشت[1] کے نواح میں ایک راہب خانے کے پاس پہنچے اور ٹھیر گئے ۔ راہب ان کے لیے جَو کی روٹی لائے جو انھوں نے پانی میں بھگو کے کھا لی ۔ پھر راہبوں نے سرکہ پیش کیا ۔ انھوں نے کچھ سرکے میں پانی ملایا اور پی لیا ۔ اب کسریٰ نے اپنے ماموں بِسْطام پر ٹیک لگا لی ۔ بہت تھکا ماندہ تھا سو گیا ۔ وہ اسی عالم میں تھے کہ ایک راہب نے صومعہ میں سے آواز دی " لوگو ، گھوڑ سواروں نے تمھیں آن لیا ۔ وہ دیکھو دور سے نظر آ رہے ہیں" ۔

اب ہؤا یہ کہ جب بہرام مدائن پہنچا اور بادشاہ کو مقتول پایا تو کسریٰ کے خلاف اس کا غیظ و غضب مزید بڑھ گیا ۔ لہذا بہرام بن سیاؤشان کو ایک ہزار سواروں کے ہمراہ جن کے زیرِ ران تازی گھوڑے تھے (کسریٰ کے تعاقب میں) دوڑا دیا ۔ جب کسریٰ اور اس کے ساتھیوں نے گھوڑے دیکھے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ۔ اس وقت بندویہ نے کسریٰ سے کہا میں ایک چال چل کے تمھیں

۱- ہیِشت : دریائے فرات کے کنارے کا قصبہ جو اپنے بانی کے نام پر مشہور ہؤا ۔

Marfat.com

بچا سکتا ہوں ۔ یہ الگ بات ہے کہ مجھے اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا ہوگا ۔

کسریٰ نے بندویہ سے کہا '' ماموں جان اگر آپ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کے میری جان بچا لیں پھر خواہ آپ بچ نکلیں یا مارے جائیں تو یہی ایک بات آپ کو مقامِ بلند پر فائز کرنے اور آپ کے نام کو دوام بخشنے کے لیے کافی ہے ۔ ہم جانتے ہیں کہ ارشناس منوچھر کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا کے شاہِ ترکان افراسیاب کے پاس پہنچا تھا ۔ افراسیاب اپنی افواج کے وسط میں تھا ۔ ارشناس نے اسے تیر کا نشانہ بنایا اور مار گرایا ۔ افراسیاب کے سپاہی ٹوٹ پڑے اور اسے تہ تیغ کر ڈالا ۔ مگر منوچھر انتقام لے چکا تھا ۔ چنانچہ لوگوں میں اس کے نام کا ڈنکا بج گیا اور اسے بڑے احترام سے یاد کیا جانے لگا ۔ اسی طرح گودرز نے شاپور ذوالاکتاف کی خاطر اپنی جان لڑا دی ۔ اس نے شاپور کی حکومت کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی سلطنت کو خوب مضبوط کیا ۔ مگر لوگ اسی وجہ سے اس کے حاسد ہو گئے ۔ بہرحال جب شاپور بالغ ہو گیا تو گودرز نے جملہ امور کی زمام اس کے ہاتھ میں دے کر اس کی سلطنت اسی کو سونپ دی'' ۔

بندویہ بولا '' تو پھر اٹھو قبا اور کمر بند اتار دو ۔ تلوار کھول دو ۔ تاج رکھ دو اور باقی ساتھیوں کے ہمراہ نکل کے اس وادی میں گھوڑے ڈال دو ۔ پھر میں جاؤں اور وہ لوگ جائیں'' کسریٰ نے بندویہ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا ۔ دیگر ساتھیوں کے ہمراہ وادی میں گھس گیا ۔ اب بندویہ نے کسریٰ کی قبا زیب تن کی ، اس کا کمر بند باندھ لیا اور تاج سر پر دھر لیا ۔ پھر راہبوں سے کہا کہ تم لوگ پہاڑی پر چڑھ جاؤ اور جب تک یہ لوگ لوٹ نہ جائیں وہیں رہو ۔ ورنہ مجھے خطرہ ہے کہ وہ تم میں سے ایک ایک کو تہ تیغ کر ڈالیں گے ۔ راہبوں نے صومعہ چھوڑ دیا اور باہر نکل گئے ۔

بندویہ نے دیر کا دروازہ بند کر لیا اور چھت پر چڑھ گیا ۔ وہ اس وقت کسریٰ کی پوشاک پہنے ہوئے تھا ۔ چنانچہ پوری طرح تن کر کھڑا

Marfat.com

ہو گیا یہاں تک کہ اسے احساس ہو گیا کہ ان سب سواروں نے اسے دیکھ لیا ہے - پھر وہ اتر کر دیر میں گیا - کسریٰ کی پوشاک اتاری - اپنا ملبوس پہنا اور دوبارہ چھت پر آ گیا - اس وقت تک سوار دیر کے گرد گھیرا ڈال چکے تھے- چھت پر آ کے آواز دی '' اے لوگو ! تمھارا قائد کون ہے ''- اس پر بہرام بن سیاؤشان آیا اور کہا '' اے بندویہ ، میں ان کا قائد ہوں ، کیا کہنا چاہتے ہو ''-

بندویہ نے کہا بادشاہ سلامت آپ کو سلام کہتے ہیں - ان کا ارشاد یہ ہے کہ ہم ابھی ابھی یہاں اترے ہیں لہذا بہت تھکے ماندے ہیں - اب تمھارے ہاتھوں سے نکل کے کہیں نہیں جا سکتے - لہذا عشاء تک ہمیں دیر ہی میں رہنے دو اور کوئی تعرض نہ کرو - عشاء کے وقت ہم تمھارے پاس آ جائیں گے اور اکٹھے بہرام کے پاس چلے جائیں گے - پھر وہ ہمارے ضمن میں جو چاہے فیصلہ کرے'' -

بہرام بن سیاؤشان نے جواب دیا '' جیسے حضور والا کی مرضی ''-

یہ کہ کے بندویہ اتر گیا - دیر کے گرد گھیرا پڑا ہؤا تھا - شام کے وقت وہ چھت پر آیا اور بہرام بن سیاؤشان سے کہا '' بادشاہ سلامت فرماتے ہیں - اب شام پڑ چکی ہے - ہمیں پتہ نہیں لگے کہ اڑ جائیں - دیر کا تم نے محاصرہ کر ہی رکھا ہے - لہذا ہمیں اس رات آرام کر لینے دو - یہ تمھارا ہم پر احسان ہو گا - صبح ہم تمھارے پاس آ جائیں گے اور پھر اکٹھے چل دیں گے'' -

بہرام نے جواب دیا '' جیسے آنحضور عالیجاہ عقیدت آماجگاہ کا ارشاد ہو''- ازاں بعد اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دو گروہوں میں بٹ جاؤ - آدھے سو جائیں اور آدھے پہرہ دیں - پھر یہ سوئیں اور وہ پہرہ دیں -

صبح ہوئی تو بندویہ نے دروازہ کھولا اور ان لوگوں کے پاس آ کے کہا '' کسریٰ تو کل اس وقت جدا ہو گیا تھا - اب اگر تم تازی باد رفتاروں پر بھی سوار ہو جاؤ تو اُسے نہیں پا سکتے - جو کچھ تم نے میری زبان سے سنا محض مکروحیلہ تھا '' مگر انھیں یقین نہ آیا - لہذا دیر میں داخل ہو کر کسریٰ کی تلاش میں ایک ایک کمرہ چھان مارا - اب بہرام

Marfat.com

کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے ۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ بہرام چوبیں کے یہاں کیا معذرت پیش کرے ۔ بہرحال اس نے بندویہ کو سوار کرا لیا اور لے کر بہرام چوبیں کی خدمت میں حاضر ہو کے بندویہ نے جو چال چلی تھی بیان کر دی ۔ بہرام نے بندویہ کو بلوایا اور کہا ''تیرا دل شاہ ہرمزد کے قتل پر کیوں کر رضامند ہو سکا ۔ پھر تم نے یہ کیا ستم کیا کہ کسرائے بد کردار کو خلاصی دلوائی اور وہ مجھ سے بچ کے نکل گیا''۔

بندویہ نے جواب دیا ''جہاں تک ہرمزد کے قتل کا تعلق ہے میں تم سے معذرت نہیں کرتا ۔ وہ بے رحم سرکش تھا ۔ اس نے عجم کے سر براہوں کو کچل ڈالا تھا ۔ انہیں باہم دست و گریباں کر کے ان کا اتحاد ختم کر دیا تھا ۔ رہا یہ کہ میں نے اپنے بھانجے کسریٰ کو بچانے کے لیے حیلہ سازی کی تو اس ضمن میں مجھ پر کوئی حرف نہیں آتا ۔ آخر وہ میرا بیٹا ہے''۔

بہرام چوبیں نے کہا ''میں تمھیں جلد از جلد موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں ۔ کوئی چیز میرا ہاتھ نہیں روک سکتی مگر توقع ہے کہ بدکردار کسریٰ میرے ہتھے چڑھ جائے گا ۔ پہلے اسے قتل کروں گا اور پھر تمھیں''۔ اس کے بعد بہرام بن سیاؤشان سے کہا ''اسے پابہ زنجیر کر کے اپنے یہاں قید رکھو ۔ تا وقتیکہ میں تمھیں اس کے پیش کرنے کے لیے کہوں''۔

اب بہرام نے اعیانِ سلطنت کو جمع کر کے کہا ''تمھیں معلوم ہے کہ کسریٰ نے باپ کو قتل کر کے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا اور بھاگ گیا ۔ کیا اب آپ اس امر پر رضامند ہیں کہ میں شہریار بن ہرمزد کے سنِ بلوغ کو پہنچنے تک اس ملک کے نظم و نسق کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لوں ۔ جب شہر یار بالغ ہو جائے گا تو زمامِ کار اس کے ہاتھ میں تھما دوں گا ۔ یہ سن کر ایک گروہ نے اظہارِ رضا مندی کیا تو ایک گروہ نے مخالفت کی ۔ مخالفت کرنے والوں میں مُوسیل ارمنی بھی تھا جس کا شمار عظیم سرداروں میں ہوتا تھا ۔ اس نے بہرام سے کہا ''اے سپہ سالار، تمھیں ایسے اقدام کا اس وقت تک کوئی حق نہیں پہنچتا جب

تک ملک کا وارث اور مالک زندہ ہے"۔ بہرام نے جواب دیا "جو رضا مند نہیں وہ مدائن سے کوچ کر جائے۔ اگر میں نے تین دن بعد نارضامندوں میں سے کسی کو بھی مدائن میں مقیم پایا تو اس کا سر اڑا دوں گا"۔

چنانچہ موسیل ارمنی دیگر ہم خیال افراد کے ہمراہ جن کی تعداد بیس ہزار سے متجاوز تھی کوچ کر گیا۔ رخ آذربائیجان کی طرف تھا۔ وہاں پہنچ کے ڈیرے ڈال دیے اور کسریٰ کی روم سے آمد کا انتظار کرنے لگے۔ بندویہ بدستور بہرام بن سیاؤشان کے یہاں محبوس تھا۔ بہرام اس کے ساتھ کھانے پینے کے معاملے میں بڑا اچھا برتاؤ کرتا تھا تاکہ اس کی خوش نودی حاصل کر سکے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ کسریٰ لوٹ آئے گا اور سلطنت دوبارہ اسی کے زیر نگیں ہو گی۔ اس کا معمول یہ تھا کہ جب رات چھا جاتی تو اسے قید خانے سے نکال لیتا۔ پاس بٹھاتا اور شریکِ جام کرتا۔ ایک شب بندویہ نے بہرام سے کہا "تم جس رنگ میں ہو یہ رہنے کا نہیں۔ بہرام چوبیں کے ظلم و تعدی کے باعث یہ رنگ بگڑ جائے گا"۔ بہرام نے جواب دیا "بخدا تم جو کچھ کہہ رہے ہو میں اس سے آگاہ ہوں اور میں کچھ کر گزرنے کا تہیہ بھی کر رہا ہوں"۔ بندویہ نے کہا "وہ کیا ؟" بولا "میں کل بہرام چوبیں کو قتل کر کے لوگوں کو اس کے پنجے سے نجات دلا دوں گا اور پھر ملک اپنے نظام اور اصل حالت کی جانب لوٹ آئے گا"۔ بندویہ نے کہا "اگر تمہارا یہ خیال ہے تو پھر میری بیڑیاں اتار دو اور میری سواری اور میرے ہتھیار میرے سپرد کر دو"۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

صبح ہوئی تو بہرام بن سیاؤشان نے اپنے کپڑوں کے نیچے زرہ پہن لی۔ تلوار بھی چھپا کے لگا لی۔ مگر اس کی بیوی یہ حرکت دیکھ رہی تھی۔ وہ بہرام چوبیں کی بہن تھی۔ لہذا اسے شبہ گزرا اور کسی کو بھیج کر بہرام کو اس امر کی اطلاع کر دی۔

بہرام چوبیں صبح سویرے میدان میں پہنچا اور اس کے ساتھیوں میں سے جو بھی اس کے پاس سے گزرتا اس کا کندھا چوگان سے ٹھکورتا۔ کسی

Marfat.com

کے یہاں سے بھی زرہ کے کھڑکنے کی آواز نہ آئی ۔ یہاں تک کہ بہرام بن سیاؤشان اس کے پاس سے گزرا ۔ جب اس کا کندھا چوگان سے ٹھکورا تو زرہ کے کھڑکنے کی آواز برآمد ہوئی ۔ اُس نے وهیں تلوار سونتی اور اس کا کام تمام کر دیا ۔

اب جو لوگوں نے پکارنا شروع کیا کہ بہرام کو میدان میں تہ تیغ کر دیا گیا ھے تو بندویہ نے گمان کیا کہ بہرام چوبیں مارا گیا ۔ لہذا سوار ھو کر میدان کا رخ کیا لیکن جب یہ پتہ چلا کہ اس کا ساتھی بہرام قتل ھؤا ھے تو اُس نے بھیس بدلا اور کھسک گیا ۔ رات کو سفر کرتا ، دن کو چھپا رهتا ۔ یہاں تک کہ آذربائیجان میں جا پہنچا اور وهاں موسیل کے اور اس کے دیگر رفقاء کے ساتھ رہ پڑا ۔

اُدھر کسریٰ دیر سے نکل کر ایک شبانہ روز لگا تار رواں رھا ۔ پھر ایک بدو سے آمنا سامنا ھؤا ۔ کسریٰ اور اس کے ساتھی رک گئے ۔ اُس نے بدو سے پوچھا (اور وہ کسی قدر عربی بولنے پر قادر تھا) کہ وہ کون ھے ۔ بدو نے جواب دیا کہ اس کا تعلق بنو طے سے ھے اور اس کا نام ایاس بن قبیشصہ ھے ۔ اس پر پوچھا " تمہارا قبیلہ کہاں اترا ھؤا ھے؟" بولا " قریب ھے ۔" پوچھا " کچھ کھانے کو مل جائے گا ۔ ھمیں تو سخت بھوک لگ رھی ھے"۔ بولا " مل جائے گا"۔ چنانچہ باگیں موڑیں اور بدو کے همراہ قبیلے میں پہنچ کے اُسی کے یہاں اُتر پڑے ۔ گھوڑے چرنے کے لیے چھوڑ دیے ۔ ایک دن اس کے یہاں قیام کیا ۔ بدو نے ان کی بطریق احسن میزبانی کی ۔ زادِ راہ بھی بہم پہنچایا اور جب شام پڑ گئی تو ان کے ساتھ نکلا اور راستہ دکھاتا ھؤا فرات کے کنارے کنارے تین منازل تک چلا گیا ۔ وهاں انھیں رخصت کیا اور واپسی کی راہ لی ۔

کسریٰ نے سفر جاری رکھا تا آنکہ بمقام یرموک پہنچ گیا ۔ وهاں خالد بن جبلہ غسانی نے آ کے اس کا استقبال کیا اور میزبانی کے فرائض انجام دیے ۔ پھر اس نے سواروں کا ایک دستہ ان کے ساتھ بھیجا حتّٰی کہ وہ قیصر کے یہاں پہنچ گیا اور حاضرِ خدمت ھو کر اپنا احوال سنایا اور اظہارِ مقصد کیا ۔ اسے توقع تھی کہ قیصر اُسے مدد و معاونت بہم

Marfat.com

پہنچائے گا - اس کی توقع حرف بہ حرف صحیح نکلی -

مگر قیصر کے سرداروں نے اس سے کہا ''بادشاہ سلامت! ان لوگوں کے ہاتھوں آپ سے قبل سکندر کے زمانے سے آپ کے آباؤ اجداد کو جو تکلیف اٹھانی پڑتی رہی ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں - ہمیں آخری ضرب اس شہزادہ کے دادا کے ہاتھوں لگی تھی جس نے ہمارے شامی قصبات غصب کر لیے تھے - حالانکہ وہ قصبات ایک ہزار سال سے ہمارے آبا کے قبضے مں وراثتاً چلے آ رہے تھے - اُن قصبات کو اس شہزادے کے والد نے آپ کے سپرد اُس وقت کیا جب آپ نے اپنے سواروں اور پیدلوں کے ہمراہ دھاوا بول دیا تھا - آپ ان لوگوں کے معاملے میں دخل نہ دیں - انھیں باہم نپٹنے دیں - دشمنوں کی خانہ جنگی بہت بڑی فتح ہے'' - یہ سن کر قیصر نے اسقفوں کے سر براہ سے پوچھا '' اے بزرگِ محترم! آپ اس معاملے میں کیا رائے دیتے ہیں'' ! اُس نے جواب دیا ''کسریٰ سے کنارہ کشی آپ کے لیے جائز نہیں - ظاہر ہے کہ اس پر زیادتی ہوئی ہے - مناسب یہی ہے کہ آپ اس کی مدد کریں تا کہ جب تک آپ اور وہ سلامت رہیں وہ آپ کا صلح جو رہے'' - قیصر نے کہا '' ویسے بھی بادشاہوں کو یہ زیب کہاں دیتا ہے کہ ان سے پناہ طلب کی جائے اور وہ پناہ نہ دیں'' ؟ -

بہر حال قیصر نے کسریٰ سے صلح و سلامتی کے عہد و پیمان لے کے اپنی بیٹی مریم کی شادی کر دی - اس کے بعد اپنے جانباز عسکریوں کی کمان اپنے بیٹے ثیادوس کے سپرد کر دی - ان جانبازوں میں دس اشخاص اُن افراد میں سے بھی شامل تھے جنھیں ہزار مردان کہا جاتا تھا - بہت سا مال و اسباب ان کے حوالے کیا تا کہ وہ خوب قوی ہو جائیں اور پھر انھیں حکم دیا کہ ثیادوس کے ہمرکاب کوچ بول دیں - خود بھی مشایعت کی خاطر تین روز تک ان کے ہمراہ رہا -

کسریٰ اس لشکر کو لے کر چل دیا - رخ آرمینیا کی جانب تھا - جب آذربائیجان پہنچا تو اس کا ماموں بندویہ اور موسیل ارمنی بھی اپنے ارمنی اور ایرانی سرداروں کے ہمراہ آن ملے -

Marfat.com

جب بہرام چوبیں کو کسریٰ کی آمد کا پتہ چلا تو اس نے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور اسے آذربائجان میں جا لیا اور اس کے معسکر سے ایک فرسخ کے فاصلے پر خیمے گاڑ دیے۔ اب مقابلہ ٹھن گیا۔ کسریٰ اور ثیادوس کے لیے ایک ٹیلے پر تختِ زریں بچھا دیا گیا تا کہ وہ سپاہ کی شمشیر زنی کا نظارہ کر سکیں۔ جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوئے تو ہزار مردان میں سے ایک فرد نے کسریٰ کے پاس جا کے کہا "مجھے وہ شخص بتائیے جس نے آپ کو نیچا دکھایا اور آپ کے ملک پر قبضہ کر لیا" کسریٰ کو اس کی یہ طعنہ زنی سخت ناگوار گزری مگر وہ پی گیا۔ البتہ اُسے بتا دیا کہ بہرام چوبیں وہ ہے۔ وہ چتکبرے گھوڑے پر سوار بے شملے کی سرخ پگڑی باندھے اپنے آدمیوں کے آگے کھڑا ہے۔ رومی نے بہرام چوبیں کا رخ کیا اور اُسے دعوت مبارزت دی۔ بہرام نکل کے اس کے سامنے آ گیا۔ تلوار کا ایک وار اس نے کیا ایک اُس نے۔ رومی کی تلوار بہرام پر کوئی اثر نہ کر سکی اس لیے کہ بہرام کی زرہ بڑی عمدہ تھی۔ بہرام نے رومی کے سر پر وار کیا تو اُس کا خود کٹ گیا۔ تلوار اس کو سینے تک چیرتی چلی گئی اور وہ دو ٹکڑے ہو کر دائیں بائیں گر پڑا۔

کسریٰ نے یہ دیکھ کر خندۂ تحسیں بلند کیا۔ ثیادوس کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔ لہذا کہا "آپ میرے ایک ساتھی کو جو ہزار مردوں کے برابر گنا جاتا تھا قتل ہوتے دیکھتے ہیں اور قہقہہ لگاتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو رومیوں کا قتل خوشی عطا کرتا ہے" کسریٰ نے جواب دیا "اس کے قتل پر میرا قہقہہ میری مسرت کا مظہر نہ تھا۔ بات یہ تھی کہ اُس نے مجھے طعنہ دیا تھا اور وہ آپ نے بھی سنا تھا۔ لہذا میں چاہتا تھا کہ اُسے بھی معلوم ہو کہ جس شخص نے مجھ سے میرا ملک چھین لیا تھا اور جس کے مقابلے کی میں تاب نہ لا سکا تھا اس کا وار کیسا تھا"۔

یہ لوگ دو روز تک برسرِ پیکار رہے۔ تیسرے روز بہرام نے کسریٰ کو دعوتِ مبارزت دی اور کسریٰ اُس کے مقابلے پر آمادہ ہو گیا۔

Marfat.com

ثیادوس نے روکا مگر وہ نہ مانا اور بہرام کے مقابل پہنچ گیا۔ دونوں کوئی ایک گھنٹے تک ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے مصروفِ پیکار رہے۔

آخر کسریٰ نے شکست کھائی اور بھاگ نکلا۔ بہرام نے راہ روکی اور اسے اس کے آدمیوں سے الگ کر دیا۔ اب کسریٰ نے پہاڑ کا رخ کیا۔ بہرام پیچھے پیچھے للکارتا جا رہا تھا۔ تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ کہہ رہا تھا "اے فاسق کہاں جا رہے ہو؟" یہ سن کر کسریٰ سنبھلا۔ ہمت نے یاوری کی اور وہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ جب بہرام نے دیکھا کہ کسریٰ پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گیا ہے تو سمجھ گیا کہ اب اس پر بس نہ چلے گا۔ چنانچہ نامراد لوٹ گیا۔ کسریٰ پہاڑی کی دوسری جانب سے اتر کر اپنی جمعیت میں پہنچ گیا۔ چوتھے روز دونوں فریق صبح سویرے ہی صف آرا ہوئے۔ گھمسان کا رن پڑا اور میدان کسریٰ کے ہاتھ رہا۔

بہرام شکست کھا کر لشکر گاہ کی جانب لوٹ گیا۔ اب بندویہ نے کسریٰ سے کہا "بادشاہ سلامت بہرام کے لشکریوں کو اگر یہ یقین ہو کہ آپ انھیں امان دے دیں گے تو وہ آپ سے آن ملیں گے۔ اس لیے آپ اجازت دیں کہ میں انھیں آپ کی طرف سے امان دے دوں" کسریٰ نے اجازت دے دی۔

جب شام ہوئی تو بندویہ نکلا اور آ کے ایک ٹیلے پر کھڑا ہو گیا جو بہرام کی لشکر گاہ سے بالکل قریب تھا۔ پھر انتہائی بلند آواز سے پکارا "اے لوگو۔ میں بندویہ بن شاہ پور ہوں۔ مجھے بادشاہ سلامت نے حکم دیا ہے کہ آپ کو امان دے دوں۔ جو آج رات ہم سے آن ملے گا اس کی جان، مال اور اہل و عیال سب مامون ہوں گے"۔ یہ کہا اور لوٹ گیا۔ جب بہرام کے ساتھیوں پر تاریکیٔ شب نے پردے ڈال دیے تو انھوں نے اپنا سب کچھ لادا اور کسریٰ کی لشکر گاہ میں پہنچ گئے۔ جو لوگ بہرام کے یہاں رہ گئے اُن کی تعداد چار ہزار سے زیادہ نہ تھی۔

جب صبح نمودار ہوئی تو بہرام نے دیکھا کہ چھاؤنی خالی ہے۔ لہذا کہا اب فرار ہی مناسب ہے۔ چنانچہ اپنے باقیماندہ ساتھیوں کے ہمراہ

کوچ بول دیا ۔ ان ساتھیوں میں مردان سینہ اور یزد جشنس بھی شامل تھے جو عجم کے بہادر شہسواروں میں سے تھے ۔

کسریٰ نے بہرام کے تعاقب میں شاپور بن ابرکان کو دس ہزار سواروں کا کماندار بنا کے روانہ کر دیا ۔ اور ابرکان نے بہرام کو جا لیا ۔ اس نے اپنی جمعیت سمیت پلٹ کر حملہ کر دیا ۔ زوروں کی جنگ ہوئی ۔ شاپور کے قدم اکھڑ گئے اور بہرام نے اپنی راہ لی ۔ دورانِ راہ میں اس نے ایک گاؤں میں قیام کیا ۔ وہ خود ، مردان سینہ اور یزد جشنش ایک بڑھیا کے گھر میں اتر پڑے ۔ شام کا وقت تھا ، اپنا کھانا نکالا ، کھایا ، جو بچا وہ بڑھیا کو کھلا دیا ۔ پھر شراب نکالی اور بڑھیا سے کہا " تمھارے پاس کوئی شے ھے جس میں اُسے ڈال کے پی لیں" بولی "میرے پاس چھوٹا سا کدو ھے" ۔ وہ لے آئی اور انھوں نے کدو کا سر کاٹا (پیالہ بنایا) اور اس میں شراب پینے لگے ۔ پھر گزک نکالی اور بڑھیا سے کہا "کوئی شے ھے جس میں گزک ڈالی جائے ؟" بڑھیا چھاج اُٹھا لائی ۔ انھوں نے گزک چھاج میں ڈال دی ۔ اب بہرام نے حکم دیا کہ بڑھیا کو بھی شراب پلائی جائے چنانچہ اُسے بھی پلا دی گئی ۔ جب وہ پی چکی تو بہرام نے پوچھا "بڑھیا کوئی نئی تازی بات سناؤ ؟" بڑھیا نے جواب دیا " ھمارے یہاں یہ بات کہی جا رہی ھے کہ کسریٰ رومی لشکر لے کر آیا ھے اور آ کے بہرام سے جنگ کی ھے اور اُسے شکست دے کر اپنا ملک واپس لے لیا ھے" ۔ بہرام نے پوچھا "بہرام کے بارے میں تیری کیا رائے ھے ؟" بولی "جاھل احمق ھے ۔ بادشاھی کا مدعی ھے حالانکہ شاھی خاندان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔" بہرام نے کہا " اسی لیے تو شراب کدو میں پیتا ھے اور گزک چھاج میں رکھ کر کھاتا ھے "۔ بہرام کا یہ قول اھلِ عجم میں ضرب المثل بن گیا ۔

بہرام کا کوچ جاری رہا تا آنکہ وہ سر زمین قومس میں جا پہنچا ۔ قومس قارن جبلی نہاوندی کا مستقر تھا اور وہ قومس و جرجان کا حاکم ہونے کے علاوہ خراسان کا والئی حرب و خراج بھی تھا ۔ بہت بوڑھا ہو چکا تھا ۔ عمر سو سال سے متجاوز تھی ۔ اس نواح میں اسے کسریٰ

نوشیرواں نے متعین کیا تھا ۔ کسریٰ کے بیٹے ہرمزد نے اس کا منصب بحال رکھا تھا ۔ پھر جب حکومت کی باگ ڈور بہرام کے ہاتھ میں آئی تو اس نے بھی بوڑھے کے اُس مقام کا احترام کیا جو اُسے اہلِ عجم میں حاصل تھا ۔ لہذا اس کی عزت افزائی کی اور عہدے پر بحال رکھا ۔

اب جب بہرام اس کے علاقے کے قریب پہنچا تو اس نے اپنے بیٹے کو دس ہزار سوار دے کر بھیجا کہ اُسے داخل ہونے سے روکے ۔ بہرام نے پیغام بھیجا ''میں نے تمھیں تمھارے منصب پر بحال رکھا تھا ۔ تمھاری جانب سے یہ بدلہ نہیں ملنا چاہیے تھا'' ۔ قارن نے جواب دے بھیجا ''مجھ پر جو حق کسریٰ اور اس کے آبا کا ہے وہ اس حق سے فائق ہے جو تیرا مجھ پر ہے اور اگر تو تسلیم کرے تو یہی بات تجھ پر بھی صادق آتی ہے ۔ ظاہر ہے کسریٰ نے تجھے عزت دی مگر تو نے بدلہ یہ دیا کہ اس کی اطاعت سے دستکش ہو گیا اور ملکِ عجم کو آتش و خون کی نذر کر دیا ۔ تیرا انجام یہی ہونا چاہیے تھا کہ تو نامرادی و واماندگی سے ہمکنار ہو اور تمام اقوام عالم کے لیے افسانۂ عبرت بنے'' ۔

بہرام نے پیغام بھیجا '' بکری دو بار دو درہم کے مساوی ہوتی ہے ۔ ایک بار جب ننھی بکروٹی ہوتی ہے اور دوسری بار جب بہت بوڑھی ہو جاتی ہے اور دانت اس کے گر پڑتے ہیں ۔ اس حال میں بھی اس کی قیمت دو درہم سے زیادہ نہیں ہوتی ۔ تمھارا بھی یہی حال ہے ۔ بہت بوڑھے ہو گئے ہو ۔ عقل ٹھکانے نہیں رہی''۔

جب قارن کو پیغام ملا تو آگ بگولا ہو گیا اور تیس ہزار سوار اور پیادے لے کر نکل آیا ۔ دونوں فریق جنگ پر تُل گئے ۔ جب تلوار چلی تو قارن کا بیٹا مارا گیا ۔ اور اس کی جمعیت مفرور ہو کر شہر قومس میں جا رہی ۔ بہرام نے خوارزم کی راہ لی ۔ دریا عبور کیا اور اس توقع پر اسی نواح سے ترکستان میں جا داخل ہؤا کہ خاقان سے پناہ کا خواستگار ہو گا اور وہ اسے اپنی پناہ میں لے کر اس کی مدافعت کرے گا ۔ خاقان کو بھی بہرام کی آمد کا علم ہو گیا ۔ چنانچہ اس نے اپنے سرداروں کو اس کا استقبال کرنے کی ہدایت کی ۔ انھوں نے بہرام کا استقبال کیا اور بہرام خاقان کی

Marfat.com

جانب رواں رہا تا آنکہ اس کے دربار میں جا پہنچا اور شاہی آداب بجا لا کے عرض کیا " بادشاہ سلامت ! کسریٰ اور اس کے اہلِ ملک میرے درپے ہیں - میں آپ سے پناہ کا طالب ہوں - میری بھی مدافعت فرمائیے اور میرے ساتھیوں کی بھی "-

خاقان نے جواب دیا " میرے یہاں تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو حفاظت ، سرپرستی اور ہمدردی حاصل رہے گی "- جلد ہی خاقان نے اس کے لیے ایک شہر بسایا اور اس کے وسط میں ایک محل بنوا کے اس میں بہرام کو اس کے ساتھیوں سمیت آباد کر دیا - ان کے نام دیوان میں درج کیے اور وظائف مقرر کر دیے - بہرام ہر روز خاقان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس کے اعزہ اور خاص اقارب کا ہمنشیں ہوتا -

خاقان کا ایک بھائی تھا جسے "بغاویر" کہتے تھے - بڑا بہادر اور اعلیٰ پائے کا سوار تھا - بہرام نے دیکھا کہ وہ گفتگو میں بڑا بے باک ہے - بادشاہ سے ذرا بھی نہیں جھجکتا - اس کے دربار کی توقیر بھی ملحوظ نہیں رکھتا - ایک روز بہرام نے خاقان سے کہا " بادشاہ سلامت میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا بھائی بغاویر گفتگو میں بڑا بے باک ہے اور جیسا کہ بادشاہوں کے دربار کا پاس ہونا چاہیے وہ آپ کے دربار کا ایسا پاس نہیں کرتا - ہم نے دیکھا ہے کہ بادشاہوں کے بھائی اور بیٹے اس وقت تک لب نہیں ہلاتے جب تک اُن سے کوئی بات پوچھی نہ جائے "- خاقان نے جواب دیا " بغاویر میں جنگجوئی اور شہسواری کا جوہر موجود ہے - وہ اس بات پر بڑا نازاں ہے - یہ الگ بات ہے کہ وہ میرے زوال کی تاک میں رہتا ہے - اس کے دل میں میرے خلاف کینہ و بغض پنہاں ہے " -
بہرام نے عرض کیا " بادشاہ سلامت کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ میں آپ کو اس سے نجات دلا دوں "؟

خاقان نے پوچھا "وہ کیوں کر "- جواب دیا " بذریعہ قتل "- کہا "ہاں بشرطیکہ تم کوئی ایسی تدبیر کرو کہ مجھ پر حرف نہ آئے "- بہرام نے جواب دیا " میں ایسی تدبیر کروں گا کہ نہ آپ کی اہانت ہو اور نہ آپ کو قصور وار ٹھیرایا جائے "-

Marfat.com

اگلے روز صبح بہرام آیا اور خاقان کے دربار میں اپنی مخصوص نشست پر آ کے بیٹھ گیا - بغاویر بھی آیا ، بیٹھا اور بڑھ بڑھ کے باتیں کرنے لگا -

بہرام نے اس سے کہا " بھائی آپ بادشاہ سلامت کو ان کا حق کیوں نہیں دیتے اور لوگوں کے سامنے ان کے دبدبہ و شکوہ کو کیوں ملحوظ نہیں رکھتے" بغاویر بولا " اے ڈرپوک اور بھگوڑے سوار تمھیں اس بات سے کیا واسطہ ؟ "

بہرام نے کہا " گویا تم اپنی شہسواری کے باعث گستاخ ہوئے پھرتے ہو مگر یہ جان لو کہ تم مجھ سے بہتر سوار نہیں ہو " بغاویر بولا " ہمت ہے تو مجھ سے دو دو ہاتھ کر لو - میں تمھیں بتا دونگا کہ میں کون ہوں؟"

بہرام نے جواب دیا " مگر میں اس بات کا خواہاں نہیں اور اس لیے نہیں کہ تم بادشاہ کے اعزہ میں سے ہو - میں تم پر غالب آ کر بھی تمھیں قتل نہ کر سکوں گا "-

بغاویر نے کہا " ٹھیک ہے اگر میں تم پر غالب آ گیا تو تمھارا سر اڑا دوں گا - آؤ صحرا میں چلیں" - بہرام بولا " انصاف جب ہے کہ یہ بات بادشاہ سلامت ارشاد فرمائیں - نیز یہ بھی کہ اگر میں تمھیں قتل کر ڈالوں تو نہ مجھ سے انتقام لیا جائے گا اور نہ بادشاہ سلامت یا ان کے امراء و رؤسا مجھے ملامت کریں گے " بغاویر نے کہا " بجا " -

اس پر خاقان نے کہا " اے بغاویر تمھیں اس شخص سے کیا واسطہ ہے جو ہماری پناہ کا طالب ہے اور ہمارے جوار میں سر چھپائے بیٹھا ہے"-

بغاویر نے کہا " آپ اسے راہِ انصاف پر لائیں " - خاقان نے کہا "کیا انصاف " -

بغاویر بولا " میں اور وہ ایک دوسرے سے دو سو ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہو جاتے ہیں - وہ مجھ پر تیر چلائے میں اُس پر - پھر ہم میں سے جو اپنے مدِّ مقابل کو مار ڈالے اس پر نہ کوئی الزام آئے نہ دیت واجب ہو" - خاقان نے اس سے کہا " تمھاری ماں مرے ذرا دم لو "-

بغاویر نے جواب دیا " خدا کی قسم میں یہ کچھ کر کے رہوں گا ورنہ آپ کے روبرو اس پر جھپٹ پڑوں گا " خاقان نے کہا "اچھا پھر جو

Marfat.com

جی میں آئے کرو'' ؟

بہر حال بہرام اور بغاویر نکل کھڑے ہوئے ۔ چند سردار ہمراہ تھے تا کہ موقع کے شاہد ہوں ۔ اب بغاویر بہرام سے دو سو ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا اور بہرام نے سرداروں سے کہا '' اگر میں اسے مار ڈالوں تو مجھے ملامت نہ کرنا ۔ تمہیں معلوم ہے کہ اس نے مجھ پر زیادتی کی ہے''۔

سرداروں نے جواب دیا '' تم پر کوئی حرف نہ آئے گا ''

اس پر بغاویر نے بہرام کو للکارا '' تم پہل کرتے ہو یا میں کروں؟''

بہرام پکارا '' تم پہل کرو ۔ چلاؤ تیر اس لیے کہ ظلم و سرکشی تمھارا وتیرہ ہے'' ۔

اب بغاویر نے کمان کی تانت باندھی ، تیر جوڑا ، پھر چِلا چڑھایا اور چھوڑ دیا ۔ تیر بہرام کے کمر بند کے درمیان ناف سے ذرا نیچے جا لگا اور کمر بند ، زرہ اور دوسرے ملبوس کو چیرتا ہؤا پیٹ کی جلد تک جا پہنچا اور چبھ گیا ۔

بہرام نے اُسے بسرعت تمام کھینچ لیا اور پھر ذرا دیر بے حرکت کھڑا رہا ۔ ہاتھ کمان کی طرف نہ بڑھایا ۔ اس لیے کہ تیر لگنے سے شدید درد ہو رہا تھا ۔ بغاویر نے جانا کہ وہ مارا گیا لہذا اس کی سمت بڑھا ۔ اس پر بہرام نے للکارا '' واپس اپنی جگہ پر جاؤ اور اسی طرح میرے وار کا سامنا کرو جیسے میں نے تمھارے وار کا کیا ''۔ بغاویر واپس اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا ۔ بہرام نے کمان کی تانت باندھی ۔ بہرام کے سوا کوئی دوسرا اس کی تانت باندھ بھی نہ سکتا تھا ۔ پھر اس میں تیر جوڑا اور کمان کو پوری طرح زہ کر کے تیر چلا دیا ۔ تیر بغاویر کو وہیں لگا جہاں بہرام کو لگا تھا ۔ کمر بند کے درمیان اور پھر زرہ اور دوسرے ملبوس کو چیرتا ہؤا دوسری طرف نکل گیا ۔ نہ اس کے اگلے حصے کو کوئی نقصان پہنچا نہ پچھلے کو مگر بغاویر جان ہار کے گر پڑا ۔

جب خاقان کو یہ خبر ملی تو اس نے کہا '' خدا کا قہر اسی پر ٹوٹنا چاہیے تھا ۔ میں نے سرکشی سے منع کیا تھا مگر وہ باز نہ آیا '' اور ساتھ ہی اپنے امراء اور اعزہ سے مخاطب ہؤا اور کہا ''خبردار جو

Marfat.com

مجھ تک کوئی یہ اطلاع پہنچے کہ تم نے بہرام کو کسی قسم کا دکھ پہنچایا ہے یا اُسے ستایا ہے''۔

جب علیحدگی میں ملاقات ہوئی تو خاقان نے بہرام کی کارکردگی پر اظہارِ تشکر کیا اور کہا '' تم نے اس شخص سے مجھے نجات دلائی ہے جو میری موت کا متمنی تھا - وہ چاہتا تھا کہ میرے بیٹوں کو محروم کر کے سلطنت پر خود قابض ہو جائے۔ ازاں بعد اس کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کیا اور اس پر پہلے سے بھی زیادہ مہربان ہوگیا - سارے ترکستان میں بہرام کی دھوم مچ گئی - اب بہرام نے اپنے محل کے سامنے (کھیل تماشے کے لیے) ایک میدان تیار کرایا - حسین لونڈیاں ، خوبرو گائنیں اور شکاری پرندے اور جانور جمع کر لیے - بہر حال اس کا شمار اُن اشخاص میں ہونے لگا جن کا خاقان بے پناہ احترام کرتا تھا -

اُدھر کسریٰ نے بہرام کی شکست اور فرار کے بعد ثیادوس اور اس کے ساتھیوں کی بڑی عزت افزائی کی - انھیں انعامات و عطیات سے خوب خوب نوازا اور پھر انھیں اپنے ملک کی جانب رخصت کر دیا - اپنے ماموں بندویہ کو تمام دفاتر اور مال خانوں کا حاکم مقرر کر دیا اور تمام مملکت میں اُس کا فرمان نافذ کر دیا - دوسرے ماموں بسطام کو سر زمینِ خراساں ، قومس ، جرجان اور طبرستان کا گورنر مقرر کیا اور پھر ملک بھر میں اپنے افسر روانہ کر دیے - ساتھ ہی رعایا کو نصف مالیے کی معافی بھی دے دی -

جب کسریٰ کو پتہ چلا کہ بہرام کو خاقان کے یہاں بڑی قدر و منزلت حاصل ہے اور تمام ترکستان میں اس کے نام کا ڈنکا بج رہا ہے تو اُسے خدشہ لاحق ہؤا کہ مبادا وہ لشکر اکٹھا کرے اور اس سے ازسرِنو جنگ چھیڑ دے - چنانچہ اس نے ہرمزد بن جرابزین کو خاقان کے پاس بھیجا تاکہ تجدیدِ عہد و پیمان ہو جائے - بہت سے تحفے اور ہدیے اس کے بدست روانہ کیے اور ہدایت کی کہ وہ خاقان کے دل کو موہ لے اور اُسے بہرام سے برگشتہ کر دے -

چنانچہ ہرمزد بن جرابزین نے رختِ سفر باندھا اور کسریٰ کا خط لیے

Marfat.com

ہوئے خاقان کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ کسریٰ کی طرف سے جو تحفے اور ہدیے لایا تھا وہ خاقان کے حضور پیش کر دیے۔ خاقان نے انھیں قبول کر لیا ۔ اس کے بعد خاقان نے اُسے ہدایت کی کہ وہ اپنے امور کا تصفیہ کرنے کی خاطر ٹھیر جائے ۔ اب ہرمزد بھی ہر صبح دیگر بادشاہوں کے سفیروں کے ساتھ خاقان کی خدمت میں حاضر ہونے اور آدابِ شاہی بجا لانے لگا ۔

ایک روز خاقان کے حضور باریاب ہؤا اور کہا ” بادشاہ سلامت میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے بہرام کو اپنا یار غمگسار بنا رکھا ہے اور اس کی بے حد قدر و منزلت کرتے ھیں مگر یہ بات ضرور ذھن نشین رہے کہ آپ اس سے جتنا سلوک بھی کریں وہ اُس سے زیادہ نہ ہو گا جو ہمارے بادشاہ نے کیا تھا ۔ مگر اس نے بادشاہ کو جو بدلہ دیا وہ یہ تھا کہ اسے معزول کر دیا اس کی جان کے درپے ہؤا ۔ پھر اس کے فرزند کسریٰ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور اُسے مملکت سے نکال باھر کیا ۔ چنانچہ میں نہیں سمجھتا کہ آپ کے اس سے جو روابط ھیں ان کا انجام بھی غداری اور عہد شکنی کے سوا کچھ اور ہو سکے ۔ لہذا بادشاہ سلامت ! آپ اس سے خبر دار رھیں ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کے اہلِ ملک کو آپ سے برگشتہ کر دے ۔

خاقان نے اس کی یہ بات سنی تو لال پیلا ہو گیا اور کہا ” اگر تم سفیر اور قاصد نہ ہوتے تو اپنے یہاں تمہارا داخلہ بند کر دیتا ۔ اس لیے کہ تم نے میرے بھائی اور یار اخلاص کیش کی شان میں گستاخی کی ہے اور اس کی عیب جوئی کے مرتکب ہوئے ہو ۔ خبردار آئندہ ایسی بات نہ کرنا “۔

ہرمزد نے جواب دیا ” بادشاہ سلامت اگر حضور والا کی رائے یہی ہے تو اب میری اتنی سی التجا ضرور قبول فرمائیں اور وہ یہ کہ میری اس گفتگو کو صیغۂ راز ھی میں رھنے دیں۔ بہرام کو نہ بتائیں ورنہ وہ مجھے مار ڈالے گا “ ۔ خاقان نے جواب دیا ” منظور ہے “ ۔

ہرمزد مایوس ہو کر خاقان کے یہاں سے نکل آیا اور پھر خاقان کی

Marfat.com

خاتون تک رسائی حاصل کر لی ۔ اور ظاہر ہے کہ کمینگی اور ناشکر گزاری عورتوں کی خصلت ہے ۔ اب ایک روز جو وہ خاتون کی خدمت میں حاضر ہؤا تو وہاں کوئی بھی ایسا شخص موجود نہ پایا جس سے کوئی خدشہ ہو سکتا ہو ۔ لہذا کہنے لگا '' اے ملکہ آپ لوگوں نے بہرام کو دوست بنا لیا ہے اور اس کی شان اس کی حیثیت سے زیادہ بڑھا دی ہے ۔ مجھے خطرہ یہ ہے کہ وہ آپ کے اهلِ ملک کو آپ سے برگشتہ کر دے گا جیسا کہ همارے بادشاہ ہرمزد سے اس کے اهلِ ملک کو کر دیا تھا '' ۔ یہ کہ کے اُسے بہرام کی سابقہ کاروائیوں کی ساری داستان کہہ سنائی ۔ ازاں بعد کہا '' اے ملکہ کیا آپ بھولتی ہیں کہ اُس نے شہنشاہ کے چچا کو قتل کر کے اس کی گدی اور اس کے خزانوں پر قبضہ کر لیا ہے '' بہرحال اُس نے یہ اور اس قسم کی کئی اور باتوں کا تذکرہ کیا تا آنکہ ملکہ کے دل میں بہرام کے خلاف بغض پیدا ہو گیا اور وہ ڈرنے لگی کہ مبادا بہرام کے ہاتھوں اس کے خاوند اور بیٹوں کو کوئی زک پہنچ جائے۔

آخر وہ ہرمزد سے کہنے لگی '' میاں کیا تو دیکھتا نہیں کہ میں بہرام کے معاملے میں بے بس ہوں ۔ بادشاہ پر اس کا جو اثر ہے وہ عیاں ہے'' ۔

ہرمزد نے جواب دیا '' اس کا علاج یہ ہے کہ آپ کسی شخص کو مامور کر دیں جو اسے موت کے گھاٹ اتار دے اور آپ کو خاوند اور بیٹوں کے معاملے میں بے فکر کر دے ۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک ملازم کو جس کی چابکدستی اور جرأت سے وہ بخوبی آگاہ تھی ہدایت کی اور کہا ''ابھی جاؤ بہرام سے ملو۔ اس سے پیار کی باتیں کرو اور پھر مار ڈالو ۔ جب تک اس سے نپٹ نہ لو میرے پاس واپس مت آؤ ''

ملازم گیا اور بہرام سے حاضر ہونے کی اجازت چاہی ۔ خنجر نیفے میں چھپا رکھا تھا ۔ وہ دن ''ورہام روز'' تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ منجموں نے بہرام کی پیدائیش پر یہ حکم لگایا تھا کہ اس کی موت ''ورہام روز'' کو ہو گی ۔ لہذا وہ اس روز گھر سے ہی نہ نکلتا تھا ۔ ملنے کی اجازت بھی فقط اپنے معتمد اور مقرب اشخاص کو دیتا تھا ۔ بہر حال حاجب

اندر گیا اور بہرام سے کہا کہ ملکہ کا قاصد اجازت چاہتا ہے - بہرام نے اجازت دے دی - وہ اندر آیا - سلام عرض کر کے کہا '' ملکہ نے مجھے آپ کی طرف ایک پیغام دے کر بھیجا ہے تنہائی میں عرض کرتا ہوں'' -

یہ سن کر جو لوگ بہرام کے یہاں تھے اُٹھے اور چلتے بنے - اب وہ ترک چھوکرا قریب ہؤا گویا اس سے کوئی راز کی بات کہنا چاہتا ہو اور معاً خنجر سونت کر اس کا پیٹ چاک کر دیا - پھر باہر نکلا ، سوار ہؤا اور یہ جا وہ جا -

جب بہرام کے ساتھی اندر آئے تو دیکھا کہ اس کا خون بہ رہا ہے اور وہ ہاتھ میں ایک کپڑا لیے پونچھ رہا ہے - اس کی یہ حالت دیکھ کر ان کی مت ماری گئی اور بولے''ہمیں کیوں نہ للکارا - آ کے اسے پکڑ لیتے'' بہرام نے جواب دیا ''اُس کتّے کو جو حکم دیا گیا تھا اس نے تعمیل کر دی - ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ''جب موت آ جاتی ہے تو احتیاط کوئی فائدہ نہیں دیتی - میں اپنے بھائی مردان سینہ کو اپنے بعد تمھارا سربراہ بناتا ہوں - اس کے فرمانبردار رہنا'' -

ازاں بعد خاقان کے پاس ایک آدمی کو دوڑایا کہ اسے صورتِ حال سے آگاہ کر دے - خاقان غصّے سے بے قابو ہو کر بھاگا چلا آیا مگر آ کے دیکھا تو وہ مر چکا تھا - اسے نصاریٰ کے گورستان میں دفن کرا دیا اور پھر خاتون کی جان کے درپے ہؤا لیکن بیٹے نے ماں کی مدافعت کی اور خاقان کی کچھ پیش نہ چلنے دی -

اب بہرام کے ساتھیوں نے اپنی صورتِ حال سے متعلق باہم تبادلۂ خیال کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمیں ان لوگوں سے بھلائی کی توقع نہیں ہو سکتی - اب مناسب یہی ہے کہ ان کے ملک سے نکل چلیں - یہ عہد شکن اور احسان ناشناس لوگ ہیں - یہاں سے بلادِ دیلم میں پہنچیں کیونکہ وہ علاقہ ہمارے وطن سے قریب تر ہے - ہم وہاں ٹھیر کر ان شہزادوں سے بہتر انتقام لے سکتے ہیں جنھوں نے ہمیں نکال باہر کیا تھا - یہ طے کر کے وہ خاقان سے واپسی کی اجازت کے طالب ہوئے - خاقان نے اجازت دے دی - عطیات سے نوازا - پیٹھ ٹھونکی

Marfat.com

اور بدرقه ساتھ بھیجا کہ انھیں ان کی مملکت کی حدود تک پہنچا دے ۔

بہرام کے ہمراہ اس کی ہمشیرہ کردیہ بھی تھی جو عجم کی سب سے حسین، عالی گوہر، خوش صفات اور جگردار عورتوں میں سے تھی۔ بہرام کے ساتھیوں نے کوچ کیا تو کردیہؔ بہرام کے گھوڑے پر سوار اور اس کے اسلحہ سے مسلّح آگے آگے تھی ۔ تاآنکہ یہ لوگ دریائے جیحون پر جہاں خوارزم کی حد شروع ہوتی ہے پہنچ گئے ۔ وہاں وہ دریا کے پار اتر گئے اور خاقان کے عمائد نے واپسی کی راہ لی ۔ بہرام کے ساتھیوں نے دریا کے کنارے کنارے سفر شروع کیا ۔ پھر جُرجان کے رخ اترے ۔ پھر طبرستان کی راہ طے کی ۔ پھر بحیرے کے کنارے کنارے چلتے ملک دیلم میں پہنچ گئے اور وہاں کے باشندوں سے ان کے ملک میں آباد ہو جانے کی اجازت طلب کی ۔ انھوں نے اجازت دے دی ۔ باہم تحریری عہدوپیمان ہؤا کہ کوئی کسی کے درپئے آزار نہ ہوگا ۔ غرضیکہ بڑے امن و سکون کے ساتھ رہنے لگے ۔ روزی کے وسائل پیدا کر لیے ۔ گاؤں بسا لیے ۔ کھیتیاں اگا لیں اور ہر معاملے میں اہلِ دیلم کے ساتھ تعاون کرنے لگے ۔

جب بہرام مارا گیا تو کسریٰ نے جانا کہ اب ملک پوری طرح زیرِ نگیں ہو گیا ہے ۔ ازاں بعد اس کے نزدیک اہم ترین معاملہ یہ تھا کہ اپنےوالد ہرمزد کا انتقام لے ۔ لہذا چاہا کہ آغاز اپنے ماموں بندویہ اور بسطام سے کرے ۔ بندویہ نے اس پر جو جو احسان کیے تھے سب کو یکسر فراموش کر دیا ۔ کوئی دس برس تک کسریٰ اپنے چہرے پر منافقانہ تبسّم طاری کیے ان سے ملتا رہا تھا ۔ اب کی بار بھی موسمِ بہار میں حسبِ عادت کوچ کیا تاکہ پہاڑ پر جا کے موسمِ گرما بسر کرے ۔ چنانچہ حلوان میں جا ڈیرہ ڈالا ۔ بندویہ بھی اس کے ساتھ تھا ۔ وہاں اس نے حکم دیا کہ میدان سے بالکل قریب ایک قُبہ تعمیر کر دیا جائے تاکہ وہ وہاں سے اپنے امراء و رؤسا کی پولو کا تماشا دیکھ سکے ۔

ایک بار وہ اس قبے پر بیٹھا کھیل کا نظارہ کر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ **شیرزاد بن بہبودان** گیند کو بڑی مہارت سے ضرب لگاتا ہے ۔

Marfat.com

جب بھی لگاتا ہے بالکل ٹھیک لگاتا ہے چنانچہ کسریٰ نے اس سے کہا چہ خوب اے سوار - پیش کار گنتا رہا - کسریٰ نے یہ کلمہ سو بار کہا -

پھر اس نے بندویہ کے نام چار لاکھ درہم کی ادائی کا رقعہ تحریر کیا - ہر بار کے لیے چار ہزار درہم - جب یہ مطالبۂ زر بندویہ کے یہاں پہنچا تو اس نے پرے پھینک دیا اور کہا ''خزانے اس فضول خرچی کا بار برداشت نہیں کر سکتے'' -

کسریٰ کو پتہ چلا تو اس نے بندویہ کو دھر پکڑنے کے لیے اسی بات کو بہانہ بنا لیا - لہذا اپنے حفاظتی دستے کے سالار سے کہا کہ جا کے بندویہ کے ھاتھ پاؤں کاٹ ڈالے - سالار کسریٰ کے حکم کی تعمیل کے ارادے سے رخصت ھؤا - بندویہ اس وقت میدان کی طرف جا رہا تھا - سالار کو دیکھا تو بڑھ کر ملا - مگر سالار نے حکم دے کے اسے گھوڑے سے نیچے پھنکوا دیا - اس کے ھاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور پھر اُسے وھیں خون میں لت پت چھوڑ کر چلا گیا - بندویہ نے کسریٰ اور اس کے آباواجداد کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور آلِ ساسان کی غدّاری اور عہد شکنی کا تذکرہ کرنے لگ پڑا - یہ ساری باتیں کسریٰ کو بھی بتا دی گئیں چنانچہ اس نے اپنے وزراء سے جو ارد گرد تھے کہا ''بندویہ سمجھتا ھے کہ آلِ ساسان غدّار اور بد عہد ھیں مگر اپنے بادشاہ کے ساتھ جو ھمارا والد تھا جس قدر غدّاری خود اس نے کی تھی وہ اسے یاد نہیں - اسے یاد نہیں کہ وہ اپنے بھائی بسطام کے ھمراہ اس سے ملنے گیا اور پھر دونوں نے اس کے گلے میں پگڑی ڈالی اور بڑی بے رحمی سے گلا گھونٹ دیا - یہ ظلم و زبردستی کے سوا اور کیا تھا اور یہ سب کچھ میرا تقرب حاصل کرنے کی خاطر کیا گیا تھا - یہ خیال ھی نہ کیا وہ میرا والد ھے -

اب کسریٰ سوار ھو کر میدان کی جانب چلا تو بندویہ کے پاس سے گزر ھؤا - وہ سرِ راہ پڑا ھؤا تھا - دیکھتے ھی حکم دیا کہ اس پر پتھر برسائے جائیں - چنانچہ لوگوں نے اُسے پتھر مار مار کر ھلاک کر دیا - اس پر کسریٰ نے کہا '' ایسی ھی موت موزوں تھی - اس جیسی ایک

Marfat.com

اور بھی واقع ہو گی'' ۔ مطلب یہ تھا کہ بِسطام کو بھی بندویہ کے انجام تک پہنچایا جائے گا ۔ پھر اپنے کاتبِ اسرار سے کہا ''بسطام کو لکھو کہ اپنے منصب پر کسی قابلِ اعتماد شخص کو مقرر کر کے جلدی میرے پاس آئے ۔ میں ایک معاملے میں اس کے ساتھ تبادلۂ خیال کرنا چاہتا ہوں'' ۔ بسطام نے ایسا ہی کیا اور ڈاک کے گھوڑوں پر روانہ ہو گیا ۔ جب وہ سرحدِ قُومِس کے قریب پہنچا تو مردان بِہ سے ملاقات ہوئی جو اس کے بھائی بندویہ کا خزانچی تھا ۔ مردان بِہ نے اس کو دور سے دیکھا اور دیکھتے ہی دھاڑیں مار مار کر رونے اور چلّانے لگ پڑا ۔ بسطام نے پوچھا ''کیا خبر ہے؟'' اس نے اس کے بھائی بندوؔیہ کی موت کی خبر دی ۔ یہ سن کر بسطام پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا ۔ سمجھ میں نہ آئے کہ کہاں جائے ۔ آخر بہرام کے آدمیوں کی طرف جو دیلم میں قرارگیر تھے باگ موڑ دی ۔

مردان سینہ اصحابِ بہرام کا سربراہ تھا ۔ اُسے بسطام کی آمد سے آگاہی ہوئی تو خوش ہؤا اور اپنے جملہ رفقاء سمیت اس کے استقبال کو نکلا ۔ اس لیے کہ بسطام اہلِ عجم کی نگاہوں میں بڑی عظمت و وقار کا مالک تھا ۔ اُسے لا کے ایک عالی شان مکان میں اتارا اور بلاد دیلم کے اکابر آ آ کے ملاقات کرنے لگے ۔ غرضیکہ وہ ان کے یہاں بڑے امن و سکون سے رہا ۔ کچھ مدت کے بعد مردان سینہ، یزد جُشنَس اور دیگر اکابر نے بسطام سے کہا ۔ کسریٰ آپ سے بڑھ کر سلطنت کا حقدار کیونکر ٹھیرتا ہے ۔ آپ شاپور بن خُربُنداد کے بیٹے ہیں اور بہمن بن اسفندیار کے صحیح النسب اخلاف میں سے ہیں ۔ آپ کا خانوادہ بنو ساسان کا بھائی اور شریک ہے ۔ آئیے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور کردیۃ بنت بہرام کو آپ سے بیاہ دیتے ہیں ۔ ہمارے قبضے میں وہ تختِ زریں بھی ہے جو بہرام مدائن سے اٹھا لایا تھا ۔ آپ اُس تخت پر جلوس فرمائیے اور اپنی فرمانروائی کا اعلان کر دیجیے ۔ دارا بن بہمن کے اخلاف آپ کے اہلِ بیت ہیں ۔ وہ آپ کی طرف بھاگے چلے آئیں گے ۔ جب آپ کی قوت بڑھ جائے اور لشکر پھیل جائے تو کسرائے بد عہد کا رخ کیجیے ۔

Marfat.com

جنگ لڑیے اور اس کے ملک پر قابض ہو جائیے ۔ اگر آپ اس مقصد میں کامیاب ہو گئے تو آپ کی بھی آرزو بر آئے گی اور ہماری بھی ۔ اگر آپ مارے جائیں تو ظاہر ہے کہ حصولِ ملک کی خاطر ماریں جائیں گے یہ چیز آپ کی شہرت کو دور دور تک پہنچا کے آپ کے نام کو چار چاند لگا دے گی ۔

بسطام کے کان میں یہ الفاظ پڑے تو رغبت و توجّہ سے سننے لگا اور آخر ان کی پیشکش قبول کر لی ۔ انھوں نے کردیّہ کو اس سے بیاہا ، تختِ زریں پر بٹھایا اور تاج اس کے سر پر رکھ دیا ۔ پھر سبھی نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کی بادشاہت کا اعلان کر دیا ۔ علاقے کے جملہ اکابر نے اس کی فرمانبرداری کی حامی بھر لی ۔ قومِ جیلان ، ببر ، اور طَیلسان کے افراد بھی اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ۔ علاوہ ازیں اس کے اپنے خاندان کے وہ لوگ بھی جو نواحِ عراق میں مقیم تھے اور اسے اور اس کے بھائی کو دل و جان سے چاہتے تھے بھاگے چلے آئے ۔ ہوتے ہوتے اس کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ ہو گئی ۔

اب اس نے کوچ کیا اور دستبیٰ میں ڈیرے ڈال کر سر زمینِ جبل میں اپنے دستے پھیلا دیے جو حُلوان، صَیمَرہ اور ماسبذان تک جا پہنچے ۔ کسریٰ کے افسر بھاگ نکلے اور زمینداروں نے قلعوں میں داخل ہو کر اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر مورچہ بندی کر لی ۔

جب یہ خبر کسریٰ کو ملی تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے ۔ اُس وقت احساس ہؤا کہ بِنْدوّیہ کا قتل کتنی بڑی غلطی تھی ۔ بہر حال اب اس نے حیلہ اور مکر کے ذریعے صورتِ حال کا مقابلہ کرنا چاہا ۔ لہٰذا بسطام کے نام خط تحریر کیا "مجھے تمھارا ان غدّاروں اور فاسقوں کے یہاں پہنچنا جو بہرام فاسق کے ساتھی تھے معلوم ہؤا ۔ انھوں نے تمھیں ایسے سبز باغ دکھائے جن کے تم اہل نہیں ۔ پھر انھوں نے تمھیں حکومت کے خلاف بغاوت کی ترغیب دی اور ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانے پر ابھارا ۔ درآنحالیکہ تمھیں اس امر کی مطلق خبر نہیں کہ میں تمھارے لیے کیا چاہتا ہوں اور تمھارے باب میں کیا کیا

Marfat.com

منصوبے بنائے ہوئے ہوں ۔ سرکشی کی راہ سے ہٹ جاؤ ۔ میں نے امان دی۔ میرے پاس چلے آؤ ۔ اپنے بھائی بِندوَیہ کے قتل کی وجہ سے مت بِدکو'' ۔

بسطام نے جواب دیا ''مجھے تمھارا مکتوب ملا ۔ تم نے جو فریب نگاری اور مکر نویسی کی ہے میری نظر سے گزری بس اب اپنے غصے کی آگ میں جل مرو اور کیے کا پھل پاؤ ۔ یہ جان لو کہ تم اس حکومت کے مجھ سے زیادہ حقدار نہیں اس لیے کہ میں دارا کا بیٹا ہوں جو حریفِ سکندر تھا ۔ یہ الگ بات ہے اے بنو ساسان کہ تم لوگوں نے ہم پر حاوی ہو کر ہمارا حق چھین لیا اور ہم سے بے انصافی کی ۔ تمھارا باوا ساسان گڈریا تھا ۔ اگر اس کے باپ بہمن کو اس میں جوہرِ قابل نظر آتا تو اسے محروم کر کے حکومت اس کی ہمشیرہ خُمانی کو کیوں دیتا ۔

جب کسریٰ کو بسطام کا خط ملا تو واضح ہوگیا کہ اسے راہ پر نہیں لایا جاسکتا لہذا اس کا مقابلہ کرنے کے لیے تین سپہ سالاروں کو تین لشکر دے کر روانہ کر دیا ۔ ہر لشکر میں بارہ ہزار سپاہی تھے ۔ جو لشکر پہلے روانہ کیا اس کی کمان شاپور بن ابرکان کے ھاتھ میں تھی ۔ اس کے پیچھے جو دوسرا لشکر روانہ کیا اس کی قیادت نخارجان کے سپرد تھی ۔ ان دو کے پیچھے جوتیسرا لشکر روانہ کیا وہ ھرمزد جرابزین کے ماتحت تھا ۔ جب بسطام کو پتہ چلا کہ لشکر اس کی طرف چلے آ رہے ھیں تو اس نے بھی پیش قدمی کی اور آ کے ھمدان میں چھاؤنی ڈال دی ۔ وھاں سے پیدل دستوں کو اس ھدایت کے ساتھ آگے بھیجا کہ دشوار گزار پہاڑی چوٹیوں پر قابض ھو جائیں اور دشمن کی آمدورفت کو روک دیں ۔

کہا جاتا ہے کہ کسریٰ کے لشکروں نے دامنِ کوہ میں بمقام قلوص پڑاؤ کیا اور اس کی خدمت میں صورتِ حال تحریر کر بھیجی ۔ اس پر کسریٰ پچاس ہزار سواروں کے ھمراہ بنفسِ نفیس چل کھڑا ھؤا اور قلوص میں آن وارد ھؤا جہاں یہ لشکر پڑے ھوئے تھے ۔ وھاں تھوڑی دیر آرام کی خاطر قیام کیا ۔ وھاں سے شراہ کی آبادیوں کے پاس سے گزر

کر ایک ایسی راہ پکڑی جو اُسے ہمدان لے گئی۔ اس راہ میں نہ پہاڑ پڑتے تھے نہ گھاٹیاں۔ ہوتے ہوتے وہ ہمدان کی وادی میں جا پہنچا اور پڑاؤ کر کے اپنے گرد خندق کھود لی۔ بسطام نے بھی اپنی فوجوں کے ہمراہ کسریٰ کی طرف پیش قدمی کی۔ تین دن تک گھمسان کا رن پڑتا رہا۔ کوئی فریق بھی حریف کے مقابلے میں منہ موڑتا نظر نہ آیا۔ جب کسریٰ نے یہ دیکھا تو کُردی بن بہرام جُشنَس سے کہا ''ان جنگوں کی شدت کے باعث ہم جس صورتِ حال سے دو چار ہیں وہ تم پر واضح ہے۔ میں اب ایک نہایت نفیس حیلے کو کام میں لا کے اس سے نجات پانے کی توقع رکھتا ہوں۔ یہ شخص کردی جشنس بہرام چوبین کا حقیقی بھائی تھا اور ان روسا' میں سے تھا جو کسریٰ کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے۔ اس سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اس کے حکم کی تعمیل بلا چون و چرا فوراً کرتے تھے۔ کردی نے عرض کیا ''بادشاہ سلامت وہ کیا تدبیر ہے''۔ کہا ''تمھاری ہمشیرہ کردیہ زوجۂ بسطام یقیناً اپنے خانوادے اور وطن کی جانب لوٹ آنے کے لیے بے قرار ہوگی اور میں جانتا ہوں کہ اگر کردیہ بسطام کو قتل کرنا چاہے تو بخوبی کر سکتی ہے۔ اس لیے کہ بسطام کو اس پر کامل اعتماد ہے اور مجھے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ وہ بڑی جری اور جگردار ہے۔ اگر وہ بسطام کو مار ڈالے تو میں خدا کو ضامن دیتا ہوں کہ میں اس سے شادی کر لوں گا۔ اسے اپنی بیگمات کی سرتاج بنا دونگا اور اگر اس کے بطن سے مجھے کوئی فرزند نصیب ہؤا تو اُسی کو اپنا جانشین مقرر کرونگا۔ میں اس امر سے متعلق خود اپنے ہاتھ سے اقرار نامہ تیار کر رہا ہوں۔ تم وہ اقرارنامہ اس کے پاس بھجوا دو تاکہ وہ پڑھ لے اور اس کے مندرجات پر غور کرے''۔

کردی نے جواب دیا '' بادشاہ سلامت آپ اپنے ہاتھ سے یہ سب کچھ تحریر کر دیجیے تاکہ وہ مطمئن ہو جائے اور آپ کے قول کی صداقت سے آگاہ ہو جائے۔ میں یہ تحریر اس کے پاس اپنی بیوی کے بدست ارسال کر دونگا کیونکہ میں اس کے سوا راز کو راز رکھنے کے معاملے میں کسی

اور پر بھروسہ نہیں کر سکتا "۔

غرضیکہ کسریٰ نے کردیہ کے نام خط لکھا اور پر زور تاکید کی ۔ کُردی نے خط لے لیا اور اپنی بیوی کے بدست کردیہ کے پاس بھیج دیا ۔ بسطام کو اس سے بے پناہ لگاؤ تھا لہذا اُسے (میدان جنگ میں بھی) ساتھ لے آیا تھا ۔

کردیہ نے یہ خط پڑھا تو مندرجات کی صحت کو جان گئی اور اس راز کا اپنی ھمجولیوں اور راز دار سہیلیوں سے ذکر کیا ۔ وہ بھی وطن کے لیے بے قرار تھیں ۔ اس خط نے ان کی بے قراری کو ایک اور تازیانہ لگایا ۔ بسطام کے لیے کُردی کی بیوی کا وھاں آنا ناگوار نہ تھا اس لیے کہ وہ ان عورتوں کی باھمی محبت اور میل جول سے بخوبی آگاہ تھا ۔

ایک روز عشاء کے وقت بسطام اپنے اس خیمے میں پہنچا جہاں کردیہ مقیم تھی ۔ اس وقت وہ سختئیِ جنگ کے باعث بہت تھکا ھؤا تھا ۔ طبیعت نڈھال تھی ۔ آتے ھی کھانا منگوایا، کھایا اور پھر شراب طلب کی ۔ کردیہ نے شرابِ ناب کے جام پیش کرنے شروع کر دیے یہاں تک کہ نشہ غالب آ گیا اور وہ سو گیا ۔ اب کردیہ اُٹھی اور تلوار پکڑی اور نوک بسطام کی چھاتی کے ابھار میں چبھو کر اُسے پورے زور سے دبا دیا یہاں تک کہ وہ اس کی پیٹھ کی جانب سے نکل آئی ۔ پھر جلدی جلدی اپنی خدمتگاروں اور سہیلیوں کے ھمراہ سوار ھوئی اور چلدی ۔ اس کا بھائی کردی سرِ راہ سواروں کا ایک دستہ لے کر منتظر کھڑا تھا ۔ جب وہ آ گئی تو اُسے ساتھ لیکر روانہ ھؤا اور اپنے مسکن میں جا اتارا ۔

صبح دم جب بسطام کے ساتھیوں نے اُسے مقتول پایا تو ڈیرہ ڈنڈا اُٹھایا اور ملک دیلم کی جانب بھاگ گیے لہذا کسریٰ نے شاپور بن ابرکان کو دس ہزار سواروں کی کمان دے کر ھدایت کی کہ وہ قزوین میں جا کے چھاؤنی ڈال دے اور ملِ دیلم سے نکل کر اس کی مملکت میں گھسنے والوں کی راہ روک دے ۔ ازاں بعد اس نے کردیہ سے شادی کر لی اور اُسے اپنے ھمراہ لے کر مدائن کی جانب لوٹ گیا ۔ کسریٰ کو کردیہ سے بے پناہ محبت ھو گئی ۔ پھر یہ کہ وہ اس کی کارگزاری کے باعث شکر گزار بھی

Marfat.com

تھا ۔ بہرحال اب کسریٰ کے دل سے باپ کے قاتلوں کا انتقام لینے کی خلش کا بوجھ ہٹ گیا ۔ ملک پوری طرح اس کے قبضے میں آ چکا تھا، سکون حاصل تھا ، قدم جم گئے تھے ۔

رومیوں سے پرویز کی جنگ

کہا جاتا ہے کہ شاہ روم قیصر کا بیٹا کسریٰ پرویز کے پاس آیا اور بتایا کہ رؤساء و اکابرِ روم نے اس کے والد قیصر اور اس کے بھائی ثیادوس بن قیصر پر یورش کر کے دونوں کو موت کی آغوش میں سلا دیا ہے اور اپنے ٹولے میں سے ایک شخص کو اپنا بادشاہ بنا لیا ہے جس کا نام کَوکَسان ہے ۔ نیز کسریٰ کو یاد دلایا کہ اس کے والد اور بھائی کے اس پر کیا کیا احسانات تھے ۔ پرویز تاؤ کھا کر اس کی حمایت پر آمادہ ہو گیا اور اس کے ہمراہ تین سپہ‌سالار بھیج دیے ۔ ایک کا نام شاہین تھا جس کے ماتحت چوبیس ہزار سپاہی تھے ۔ اس نے سرزمینِ روم میں گھس کر تاخت و تاراج شروع کر دی اور بڑھتا بڑھتا خلیج قسطنطنیہ تک جا پہنچا اور پڑاؤ ڈال دیا ۔ دوسرے قائد کا نام بُوبُوذ[۱] تھا ۔ وہ سرزمین مصر کی جانب روانہ ہؤا ۔ لُوٹ مار کرتا ہؤا سکندریہ پہنچ گیا اور شہر پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا ۔ پھر سکندریہ کے بڑے کلیسا میں گیا اور اُسقف کو پکڑ کر شدید اذیت دی تاآنکہ اُس نے بتا دیا کہ وہ لکڑی جس پر عیسائیوں کے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰ کو مصلوب کیا گیا تھا کہاں پڑی ہے ۔ وہ ایک ایسی جگہ مدفون تھی جس کے اوپر ریحان بوئی ہوئی تھی ۔ تیسرا سپہ‌سالار شہریار تھا ۔ اس نے شام پر دھاوا بولا اور وہاں کے باشندوں کا قتل بے دریغ کر کے پورے علاقے پر بزور بازو مسلّط ہو گیا ۔

جب اکابر روم نے دیکھا کہ کسریٰ کے ہاتھوں ان پر کیا آفت ٹوٹی ہے تو وہ جمع ہوئے اور اس شخص کو جسے بادشاہ بنا رکھا تھا قتل کر دیا اور کہا کہ ایسا شخص حکومت کے لائق نہیں ۔ پھر مقتول

۱۔ بعض نسخوں میں اس کا نام رَمشبوزان بھی مرقوم ہے

قیصر کے چچازاد بھائی ہرقل نامی کو اپنا بادشاہ قرار دے دیا ۔ یہ وہی بادشاہ ہے جس نے شہر ہرقلہ آباد کیا اور یہی روم کی مغلوبیت تھی جس کا خدا نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے[۱] ۔

اب ہرقل نے جس کو اہلِ روم نے اپنا بادشاہ بنا لیا تھا اہلِ سلطنت سے بھرتی مانگی اور پھر لشکر لے کر اس (ایرانی) سپہ سالار کا رخ کیا جو خلیج کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور جنگ کر کے اُسے سرزمینِ روم کے باہر نکال دیا ۔ پھر اس سپہ سالار پر دھاوا بولا جو سرزمینِ مصر میں پڑا تھا اور اُسے بھی وہاں سے مار بھگایا ۔ پھر شہریار کی جانب پلٹا اور یورش کر کے اُسے شام کے علاقے سے نکال دیا ۔ ازاں بعد یہ سارے ایرانی عساکر الجزیرہ میں جمع ہو گئے۔ لہذا ہرقل نے ادھر کا رخ کیا اور حملہ کر کے اس پوری جمعیت کو شکست دی پھر تعاقب کرتا ہؤا موصل پہنچ گیا ۔

کسریٰ کو یہ خبر ملی تو اپنی فوجیں لے کر موصل کی جانب بڑھا ۔ وہ تینوں سپہ سالار بھی اُس سے جا ملے تھے ۔ ان سب عساکر کے ہمراہ کسریٰ نے ہرقل پر چڑھائی کی ۔ شدید جنگ ہوئی اور ایرانی بھاگ نکلے ۔ کسریٰ نے یہ دیکھا تو اُسے اپنے سردارانِ لشکر اور امراء و اشراف پر بڑا غصہ آیا لہذا انھیں موت کی سزا دینے کی نیّت سے قید کرا دیا ۔

شیرویہ بن پرویز کی فرمانروائی

اس پر اہلِ ملک باہم نامہ و پیام کر کے اس امر پر تل گئے کہ کسریٰ کو معزول کر کے اس کے بیٹے شیرویہ کو بادشاہ بنا دیا جائے ۔ چنانچہ انھوں نے کسریٰ کو حکومت سے الگ کیا ۔ تخت و تاج شیرویہ کو سونپا اور کسریٰ کو محل کے ایک کمرے میں قید کر دیا اور جانباز دستے کے کماندار جیلنُوس کو اس کی نگرانی پر متعین کر دیا ۔ یہ واقعہ ہجرتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے نویں سال ظہور میں آیا تھا ۔

۱- سورۂ روم آیت ۱ تا ۶

Marfat.com

اب شیرویہ نے حکم دیا کہ اس کے والد کو قصرِ حکومت سے منتقل کر کے ایک رئیس مسمّٰی ہَر سَفتہ کے گھر میں محبوس کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کا سر مونڈ دیا گیا اور اُسے ایک ٹٹو پر سوار کرا کے اور اس مکان میں لے جا کے قید کر دیا گیا۔ نگرانی اس کی جیلوس کو سونپ دی گئی اور پانچ سو جانباز سپاہی اس کے ماتحت متعیّن کر دیے گیے۔

اس کے بعد رؤسائے اہلِ مملکت شیرویہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ بات مناسب نہیں کہ ہمارے دو بادشاہ ہوں۔ آپ اپنے باپ کے قتل کا حکم دیں اور بلا شرکتِ غیرے حکومت کریں یا ہم آپ کو معزول کر کے حکومت کو اس کی پہلی صورت پر بحال کر دیتے ہیں۔

اس گفتگو نے شیرویہ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ مگر اس نے کہا مجھے ایک دن کی مہلت دیجئیے۔

باپ اور بیٹے کے درمیان مراسلت

اب اس نے یزدان جُشنَس کو جو میر منشیٔ مکتوبات تھا حکم دیا کہ ہمارا خط لے کر ہمارے والد کے پاس جاؤ اور جا کے کہو کہ وہ چیز جس کے سبب اللہ نے آپ پر یہ عذاب نازل کیا ہے یقیناً آپ کی گزشتہ بداعمالیاں ہیں۔ سب سے پہلا پاپ آپ نے اپنے باپ ہرمز کے خلاف کمایا تھا۔ ایک اور بدعملی یہ تھی کہ آپ نے ہمیں جو آپ کی اولاد ہیں مقصوروں میں بند رکھا اور ہماری آزادانہ نقل و حرکت پر پابندیاں عائد کیے رکھیں اور ہمیں ایک ایسے مکان میں بے رحمی اور نا ترسی کے ساتھ مقید رکھا جو قیدخانے سے مشابہ تھا۔ ایک اور بدعملی یہ تھی کہ آپ نے قیصر کے احسانات اور عنایات کا بدلہ کفران سے دیا۔ جب قیصر کا بیٹا اور اقربا آپ کے پاس التماس لے کر آئے تھے کہ آپ صلیب کی لکڑی انھیں واپس دے دیں جو شاہین نے آپ کے پاس سکندریہ سے بھیجی تھی تو آپ نے قیصر کے آدمیوں کو نامراد لوٹا دیا حالانکہ آپ کو اس لکڑی کی کوئی ضرورت نہ

Marfat.com

تھی اور نہ اس کے روک رکھنے میں آپ کا کوئی فائدہ مضمر تھا ۔ ایک اور بدعملی یہ تھی کہ آپ نے اپنے تیس ہزار عالی قدر شہسواروں اور سرداروں کے قتل کا حکم صادر کر دیا ۔ آپ کا گمان تھا کہ گویا وہ پہلے لوگ ہیں جنھیں رومیوں کے مقابلے میں شکست ہوئی ہے ۔ ایک اور بدعملی یہ تھی کہ آپ نے بہت سا مال جمع کیا اور یہ کرامات ان لگانوں کے باعث تھی جو آپ نے بےپناہ سختی اور سنگدلی سے وصول کیے تھے حالانکہ بادشاہوں کے شایاں یہ ہے کہ گھوڑوں کے سینوں اور نیزوں کی نوکوں کے بل پر دشمنوں کے ملک سے مال غنیمت اڑائیں اور خزانے بھریں نہ کہ اپنی رعیّت کے در پر گدائی کریں ، مال جوڑیں اور خزانے معمور کریں ۔ آپ کی ایک بدعملی یہ تھی کہ آپ نے نعمان بن منذر کو قتل کر دیا اور اس کے بیٹے اور خانوادے کو محروم کر کے اس کا ملک ایک غیر شخص یعنی ایاس بن قبیصہ طائی کے سپرد کر دیا ۔ آپ نے نعمان کی اُس خدمت کا کوئی پاس نہ کیا جسے آپ کے بزرگ ملحوظ رکھتے رہے ہیں ۔ اس کی خدمت یہ تھی کہ اس نے آپ کے دادا بہرام گور کو جب حکومت اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی تو پناہ دی تھی اور اس کی دستگیری کی تھی تاآنکہ اس نے حکومت واپس لے لی ۔ یہ ہیں وہ آپ کی خطائیں جو آپ سے سرزد ہوئیں ۔ یہ ہیں وہ گناہ جن کا آپ نے ارتکاب کیا ۔ خدا نے آپ کا یہ ارتکاب پسند نہ کیا اور ان کی پاداش میں دھر پکڑا ۔

یزدان جشنس گیا اور کسریٰ کو شیرویہ کا پیغام دے دیا ۔ ایک حرف کو بھی توڑنے موڑنے کوشش نہ کی ۔ کسریٰ نے سن کے کہا '' کہ دو شیرویہ سے جو کم سِن ، ناتجربہ‌کار اور کم عقل ہے کہ تم نے جو پیغام ہمارے پاس بھیجا ہے ہم اس کا جواب دیتے ہیں ۔ معذرت کی ضرورت نہیں جانتے ۔ ہمارے جواب سے تمھاری جہالت گھٹے گی اور تمھارے علم میں اضافہ ہوگا ۔ یہ کہ میں باپ کا گناہ‌گار ہوں تو بات یہ ہے کہ مجھے پتہ چل گیا تھا کہ لوگ اس پر حملہ کرنے والے ہیں ۔ اور پھر تمھیں معلوم ہے کہ جب میں برسر اقتدار آ گیا تو میں نے ہر ایسے شخص کو

Marfat.com

قتل کر کے چھوڑا جو میرے والد کو معزول کرنے کے حق میں تھا یا اُن سے ان کا حق چھیننا چاھتا تھا ۔ میں نے اس سلسلے کو اپنے ماموں بندویہ اور بسطام کے قتل پر ختم کیا حالانکہ دونوں نے میری بڑی خدمت سرانجام دی تھی ۔ رھا یہ کہ میں نے تمھیں بند رکھا تو اے میرے فرزندو میں تمھیں تحصیلِ ادب کے لیے فارغ الذھن رکھنا چاھتا تھا لھذا دیگر ایسی چیزوں کے بارے میں غور و فکر کرنے سے روکا جن سے تمھارا کوئی تعلق نہ تھا ۔ اس کے باوصف میں نے تمھارے کھانے پینے اور دیگر اخراجات، پوشاک، عطریات اور سواری وغیرہ کے معاملے میں دل کھول کر صرف کیا ۔ بالخصوص جہاں تک تمھارا تعلق ھے تم یہ جان لو کہ منجمون نے تمھاری پیدائش کے موقع پر یہ حکم لگایا تھا کہ تمھاری پیدائش ھمارے ملک کی خرابی کا باعث ھو گی اور ھماری سلطنت تمھارے ھاتھوں منقطع ھو کر رہ جائے گی ۔ باوصف اس کے ھم نے تمھیں قتل نہ کرایا اور باوصف اس کے کہ شاہِ ھند قرمیشسیا کا وہ مکتوب مجھے مل گیا تھا جس میں درج تھا کہ جب ھم اڑتیس برس حکومت کر چکیں گے تو یہ سلطنت ھمارے ھاتھ سے نکل کر تمھارے ھاتھ میں چلی جائے گی، ھم نے وہ خط تم سے پوشیدہ رکھا حالانکہ ھم جانتے تھے کہ حکومت تمھارے ھاتھوں میں ھماری موت ھی کی صورت میں پہنچے گی ۔ وہ خط تمھاری جنم پتری سمیت ھماری بیگم شیریں کے پاس موجود ھے ۔ چاھو تو ان دونوں کو پڑھ لو تاکہ تمھاری حسرت اور غمگینی میں اضافہ ھو ۔ رھا یہ کہ میں نے قیصر کی مہربانی کو نظر انداز کر کے اس کے بیٹے اور خانوادے کو صلیب کی لکڑی نہ دی تو اے احمق! اس لکڑی سے زیادہ اُن تین کروڑ درھموں کا خیال کرنا چاھیے جو میں نے اپنے ھمراہ آنے والے رومیوں میں تقسیم کیے تھے ۔ علاوہ ازیں ایک کروڑ درھم کے وہ تحفے اور ھدیے تھے جو میں نے قیصر کے لیے بھیجے تھے ۔ اُسی کے برابر تحائف تھے جو میں نے قیصر کے بیٹے ثیادوس کی نذر اس وقت کیے تھے جب وہ اپنے ملک کو واپس جا رھا تھا ۔ کیا یہ ممکن ھے کہ میں پانچ کروڑ درھم تو بخش دوں اور ایک ناکارہ لکڑی کے بارے میں بخل

Marfat.com

کروں - میں نے اُسے قابو میں اس لیے رکھا تھا کہ وہ ایک طرح سے ان کی فرمانبرداری کی ضمانت کا کام دیتی - میں اُن سے جو کچھ بھی کرانا چاہتا وہ اس صلیب کی عظمت اور تقدس کی بدولت کر دیتے - رہا یہ کہ مجھے قیصر کی حمایت میں تاؤ آیا اور میں نے اس کے خون کا دعویٰ کیا تو یہ خیال رکھ کہ میں نے اس کے پردے میں بے شمار رومیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا - اور تمہارا وہ قول جو اشراف و امراء اور شہسواروں کے قائدین سے تعلق رکھتا ہے جنھیں میں نے قتل کر دینا چاہا تھا تو یہ جان لو کہ میں نے تیس برس تک ان کی نازبرداری کی تھی - انھیں اعلیٰ تنخواہیں دی تھیں - ٹھاٹھ دار تحائف سے نوازا تھا - مگر عمر بھر میں اُس روز مجھے ان کی ضرورت پڑی تو وہ ڈول گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے - اے بے عقل! اس ملت کے اہلِ دانش سے پوچھ کہ ملک کی فتحمندی کے لیے کمی کس نے کی - کس نے ملّت کے دشمنوں کے مقابلے میں حوصلہ ہارا - وہ تمھیں بتائینگے کہ یہ لوگ بخشش اور رحم کے ہرگز مستحق نہیں اور یہ جو تم نے زراندوزی کے ضمن میں میرے متعلق تیزوتند کلمات کہے ہیں تو جان لو یہ لگان کوئی میری ایجاد نہیں - یہ لگان مجھ سے قبل بھی بادشاہ وصول کرتے رہے ہیں تاکہ اس سے حکومت اور سلطنت کو تقویت پہنچے - ایک ہندی بادشاہ نے میرے دادا نوشیروان کو لکھا تھا ''تیری مملکت ایک باغ کے مانند ہے جو بھرا پُرا ہے - جس کے گرد مضبوط فصیل اور مستحکم دروازے موجود ہیں - اگر یہ فصیل گر پڑے یا دروازے ٹوٹ جائیں تو پھر باغ کو گدھوں اور گائیوں سے نہیں بچایا جا سکتا - وہ ضرور چرنے آئیں گی'' چہاردیواری سے اس کی مراد عساکر سے تھی اور دروازوں سے مال و زر - لہذا اے بے سمجھ اس مال و زر کی حفاظت کرو - وہ ملک کے لیے قلعہ ہے - حکومت کے لیے سہارا ہے - دشمنوں کے خلاف مددگار ہے اور شاہوں کے روبرو وجہِ تفاخر ہے - رہا تمہارا یہ خیال کہ میں نے نعمان بن منذر کو قتل کیا اور آلِ عمرو بن عدی کی ریاست چھین کے ایاس بن قبیصہ کو دے دی تو یہ ذہن نشین رہے کہ نعمان اور اس کا خانوادہ

Marfat.com

اهل عرب پر مسلّط تھا اور ان سے کہے جارہا تھا کہ انتظار کریں، عنقریب حکومت ہمارے ہاتھ سے نکل کر ان کے ہاتھ میں جانے والی ہے - اس ضمن میں عربوں کو کئی خطوط مل چکے تھے - چنانچہ میں نے اسے قتل کر دیا اور ایک ہندو کو حکومت سونپ دی جو اس قسم کی کسی بات کا شعور ہی نہیں رکھتا - اے قاصد ! جا اور شیرویہ کو یہ ساری باتیں بتا دے - چنانچہ یزدان جشنس نے بلا کم و کاست سب کچھ شیرویہ سے کہ دیا - شیرویہ نے یہ سنا تو تصویر تأسّف بن کر رہ گیا -

اگلے روز اکابر ملک جمع ہو کر اسی طرح شیرویّہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جس طرح ایک روز قبل ہوئے تھے - چنانچہ شیرویہ کو جان کے لالے پڑگئے اور اس نے ایک سردار کے بعد دوسرا سردار باپ کے قتل کے لیے بھیجنا شروع کر دیا، مگر کوئی بھی اس پر ہاتھ نہ اٹھا سکتا - آخر اس نے ان میں سے ایک جوان مسمی یزدک بن مردان شاہ کو بھیجا جو بابل اور خُطرنیّہ کا حاکم تھا - جب وہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا تو کون ہے ! جواب دیا ''میں مردان شاہ کا بیٹا اور بابل و خطرنیہ کا حاکم ہوں'' - کسریٰ نے کہا ''مجھے ایمان کی قسم تو ہی میرا قاتل ہے، اس لیے کہ میں نے تیرے باپ کو بےقصور قتل کیا تھا'' - چنانچہ اس جوان نے کسریٰ کو تلواریں مار مار کر ختم کر دیا اور جب واپس جا کے شیرویہ کو مطلع کیا تو اُس نے اُس کے منہ پر تھپڑ رسید کیے - اس کے بال نوچ ڈالے اور زندان میں ڈال دیا - ازاں بعد اس نے اکابر سلطنت کے ہمراہ جا کے کسریٰ کو گورستان میں دفن کر دیا اور واپس آ کے اس جوان کو جو اس کے باپ کا قاتل تھا قتل کرا دیا - جس سال شیرویّہ تخت نشین ہؤا اُسی سال رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہؤا [1] اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گیے -

بادشاہ بننے کے بعد شیرویہ نے اپنے بھائیوں کی طرف توجہ

۱- ربیع الاوّل ۱۱ھ

Marfat.com

منعطف کی جنکی تعداد پندرہ تھی اور ان سب کو تہ تیغ کر دیا ۔ اُسے خوف تھا کہ مبادا یہ لوگ اہلِ ملک کو اس کے خلاف بھڑکائیں ۔ جلد ہی بعد اس پر مختلف قسم کی بیماریاں مسلّط ہو گئیں جن سے وہ تادمِ مرگ چھٹکارا حاصل نہ کر سکا ۔ اس کا عرصۂ حکومت آٹھ ماہ تھا ۔

شیرویہ کی موت کے بعد

اہلِ فارس نے شیرویہ کے بعد اس کے فرزند شیرزاد بن شیرویہ کو اپنا بادشاہ قرار دے لیا ۔ وہ اس وقت بچہ تھا ۔ لہذا اُسے ایک شخص کی تحویل میں دے دیا گیا جو اس کی تربیت کا بھی ذمہ دار ہؤا اور اس کے بالغ ہو جانے تک کاروبارِ حکومت چلانے کا بھی ۔

شہریار رومیوں کے مقابل پڑاؤ کیے ہوئے تھا ۔ اُسے کسریٰ کے مارے جانے کی خبر ملی لہذا وہ اپنی افواج لے کر مدائن میں آ پہنچا ۔ اُس وقت تک شیرویہ مر چکا تھا اور اس کا بیٹا شیرزاد تخت نشین ہو چکا تھا ۔ شہریار نے آتے ہی حکومت چھین لی اور مدائن پر قابض ہو کر ہر اس شخص کو تہ تیغ کر دیا جو کسریٰ کو تخت سے اتارنے اور اس کے قتل کیے جانے کی سازش میں شریک تھا ۔ اور تو اور اس نے شیرزاد اور اس کے اتالیق و نگراں کو بھی موت کی آغوش میں سلا دیا اور پھر حکومت کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا ۔ یہ واقعہ ۱۲ھ میں ظہور پذیر ہؤا ۔

جب شہریار کو حکومت کرتے ایک برس ہو گیا تو اکابرِ ملک کو حکومت کا ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں چلے جانا ناگوار گزرنے لگا جو اس ملک کے شاہی خاندان سے نہ تھا ۔ چنانچہ وہ اس پر چڑھ دوڑے اور اُسے قتل کر کے جوان شیر بن کسریٰ کو بادشاہ قرار دے دیا ۔ وہ بچہ تھا اور بہرام چوبین کی بہن کردیہ کے بطن سے تھا ۔ اس نے ایک سال حکومت کی اور فوت ہوگیا ۔ اس کے بعد انھوں نے بُوران بنت کسریٰ کو اپنا فرمانروا بنا لیا ۔ وہ اس لیے کہ شیرویہ نے اپنے کسی بھائی کو بھی

Marfat.com

زندہ نہ چھوڑا تھا ماسوا جواں شیر کے جو محض بچہ تھا - بہر حال اس زمانے میں ایران کی فرمانروائی ڈول گئی، اقتدار کمزور پڑ گیا اور قوت ٹوٹ گئی -

عربوں کی لڑائیاں ایرانیوں سے

کہتے ہیں کہ جب حکومت کی باگ دوڑ بوران بنت کسریٰ بن ہرمز کے ہاتھ میں آئی تو ارد گرد کے ممالک میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ ایران بے تاج ہوگیا ہے اور اہلِ ایران ایک عورت کے در پر پناہ گزیں ہیں - چنانچہ قبیلہ بکر بن وائل کے دو شخص نکلے- ایک کا نام مثنیٰ بن حارثہ شیبانیؓ تھا اور دوسرے کا سُوید بن قُطْبہ عجلی - دونوں نے آ کے اپنی جمعیّت سمیت سرحدِ ایران پر خیمے گاڑ دیے - وہاں سے زمینداروں اور جاگیرداروں پر یورش کرتے اور جو کچھ ہاتھ لگتا اُٹھا لے جاتے - اگر ان کا تعاقب کیہ جاتا تو دور صحرا میں گھس جاتے، کوئی انھیں پا نہ سکتا - مثنیٰ حیرہ کی جانب سے یورش کرتا اور سُوید اُبلہ کی طرف سے - یہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے زمانے کی بات ہے - چنانچہ مثنیٰ بن حارثہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں تحریر کیا کہ وہ فارس پر یورش کرنے کے لیے بہت ہی بے قرار ہیں - یہ اطلاع بھی دی کہ ایرانی بہت کمزور ہو چکے ہیں اور التجا کی کہ وہ ان کی امداد کے لیے کوئی لشکر روانہ فرمائیں -

جب ان کا خط حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچا تو انھوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو جو اس وقت تک مرتد قبائل کی جنگوں سے فارغ ہو چکے تھے لکھا کہ وہ حیرہ جائیں اور ایرانیوں سے نبرد آزما ہوں - نیز یہ کہ مثنیٰؓ اور ان کی جمعیّت کو اپنے ساتھ شامل کر لیں - مثنیٰؓ کو حضرت خالدؓ کا ان کے پاس پہنچنا ناگوار گزرا کیونکہ ان کا گمان تھا کہ حضرت ابوبکرؓ زمامِ کار انھیں کے سپرد کر دیں گے - بہر حال حضرت خالدؓ اور مثنیٰؓ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پیشقدمی کی اور حیرہ پر دباؤ ڈال دیا - اہلِ حیرہ تین قلعوں میں داخل ہو کر

Marfat.com

مدافعت کرنے لگے ۔
ازاں بعد عمرو بن بُقیلہ بھی آن پہنچے ۔ حضرت خالدرضؓ کے ساتھ ان کی ملاقات کا قصہ مشہور ہے ۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ ایک بار انھیں اپنے یہاں سم قاتل ملا اور وہ اللہ کا نام لے کر پی گئے ۔ زھر نے انھیں کوئی نقصان نہ پہنچایا ۔ بہر حال تینوں قلعہ بند گروھوں نے ان سے اس شرط پر مصالحت کر لی کہ وہ ہر سال ایک لاکھ درھم مسلمانوں کو ادا کریں گے ۔ اس کے بعد عبدالرحمان جمیل الجمیحی حضرت ابوبکررضؓ کا خط لے کر حضرت خالدرضؓ کی خدمت میں حاضر ھوئے جس میں یہ ہدایت مرقوم تھی کہ وہ (حضرت خالدرضؓ) اپنی مسلم جمعیّت سمیت شام کا رخ کریں اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضؓ کو کمک پہنچائیں ۔ حضرت خالدرضؓ چلے گئے اور حیرہ میں مثنیٰ کے پاس عمرو بن حزم انصاری رضؓ کو چھوڑ گئے ۔ حضرت خالدرضؓ چلتے چلتے انبار کے نواح میں پہنچ کے عین التمر میں اترے ۔ وھاں ایرانیوں کی چوکی تھی ۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے عمرو بن زیاد بن حذیفہ بن ھشام بن مغیرہ کو ہدفِ تیر بنایا اور ھلاک کر دیا ۔ انھیں وھیں دفن کر دیا گیا ۔
حضرت خالدرضؓ نے عین التمر کا محاصرہ کر لیا اور آخر بغیر امان دیے ھتھیار ڈلوا کر سب محصورین کے سر اڑا دیے اور ان کے بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا ۔ انھیں غلاموں میں ابو محمّد بن سیرین اور حضرت عثمان رضؓ کے موالی حمران بن ابان بھی شامل تھے ۔ یہاں حضرت خالدرضؓ نے ایک عرب محافظ مسمیٰ ھلال بن عُقبہ کو قتل کر کے اس کی لاش لٹکا دی تھی ۔ یہ شخص بنو نمر بن قاسط میں سے تھا ۔ ازاں بعد حضرت خالدرضؓ بنو تغلب اور نمر کی ایک بستی کے قریب سے گزرے اور ان پر حملہ کر کے کئی افراد کو قتل کر دیا اور بہت سا مال غنیمت سمیٹ لیا، اسی طرح وہ چلتے چلتے شام میں پہنچ گئے ۔ ادھر عمرو بن حزم رضؓ اور مثنیٰ بن حارثہ رضؓ بدستور سر زمینِ سواد میں داخل ھو کر لوٹ مار کرتے رھے ۔ تاآنکہ حضرت ابوبکررضؓ فوت ھو گئے[1] ۔

۱- جمادی الثانی ۱۳ھ

اسلامی فتوحات عہدِ عمرؓ بن خطاب میں

حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ بن خطاب خلیفہ ہوئے۔ ان کی خلافت کا عرصہ تیرہ برس تھا۔ انھوں نے عراق کی طرف رسالے بھیجنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ چنانچہ حضرت ابو عبید بن مسعودؓ کو جنھیں ابوالمختار بن ابی‌عبیدالثقفی کے نام سے جانا جاتا ہے بلایا اور پانچ ہزار سپاہ کا سالار بنا کے عراق کی سمت کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ ادھر مثنیٰ بن حارثہؓ کو لکھا کہ وہ اپنی جمعیّت سمیت ان سے مل جائیں۔ سلیط بن قیسؓ کو بھی جو انصار بنی نجّار میں سے تھے ابو عبیدؓ کے ہمراہ روانہ کر دیا اور ابو عبید سے کہا میں تمھارے ہمراہ ایک ایسا آدمی روانہ کر رہا ہوں جو از روئے اسلام تم سے افضل ہے۔ لہذا اس کا مشورہ مان لیا کرنا۔ اور حضرت سلیط سے کہا اگر جنگ کے معاملے میں تم جلد باز نہ ہوتے تو میں اس جیش کا امیر تمھی کو مقرر کرتا۔ جنگ ٹھنڈے مزاج کے شخص ہی سے مناسبت رکھتی ہے۔ بہر حال ابوعبیدؓ حیرہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ جس بھی کسی عرب قبیلے کے پاس سے گزر ہوتا اُسے شاملِ جیش ہونے کی دعوت دیتے۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ مختلف قبائل کے کئی دستے ان کے ہمراہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ موضع قسّ‌الناطف میں پہنچ گئے جہاں مثنیٰ نے اپنی جمعیّت کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔

اہلِ عجم کو بھی ابوعبیدؓ کی آمد کا پتہ چل گیا لہذا انھوں نے مردان شاہ حاجب کو چار ہزار سوار دے کر روانہ کر دیا۔ ابوعبیدؓ نے پل بنوایا تاکہ پار اتر کر عجمیوں کے پاس جا پہنچیں۔ مگر مثنیٰ نے کہا ''اے امیر! آپ اس دریائے موج خیز کو پار نہ کریں ورنہ آپ اپنی اور اپنی جمعیّت کی جان کو اہلِ فارس کا ہدف بنا دیں گے''۔ ابوعبیدؓ نے جواب دیا ''اے بنو بکر کے فرد بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو؟''۔ یہ کہا اور اپنی جمعیّت کو لے کر عجمیوں تک پہنچنے کی خاطر دریا میں اتر گئے۔ رسالے کا امیر اپنے چچازاد بھائی ابو محجن

Marfat.com

ثقفی کو بنا دیا ۔ خود قلب میں رہے ۔ ایرانیوں نے بھی پیش قدمی کی ۔ خوب جنگ ہوئی ۔ پہلے مقتول خود ابو عبیدرض تھے ۔ اب جھنڈا ان کے بھائی حکم نے تھاما وہ بھی مارے گئے ۔ پھر قیس بن حبیب برادرِ ابومحجن نے جھنڈا سنبھالا وہ بھی کام آئے ۔ اسی طرح سلیط بن قیس انصاری رض بھی اپنی جمعیّتِ انصار سمیت شہید ہو گئے ۔ آخر جھنڈا مثنیٰ رض کے ھاتھ میں آ گیا ۔ مگر اتنے میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے ۔ اب مثنیٰ رض نے عروہ بن زیدالخیل رض طائی سے کہا "تم پل کے سامنے جا کھڑے ہو اور عجمیوں کو پل تک رسائی حاصل نہ کرنے دو"۔ یہ کہ کے خود بھاگتے ہوؤں کی پشت پر جا پہنچے اور دشمنوں کو ان پر وار کرنے سے روکنے لگے یہاں تک کہ سبھی پار اتر گئے ۔ ابوعبیدرض کی "جنگِ پل" مشہور و معروف جنگ ہے ۔ مثنیٰ مسلمانوں کی جمعیّت کو لے کر رخصت ہو گئے اور ثعلبہ میں پہنچ کے خیمے گاڑ دیے ۔

وہاں سے عروہ بن زیدالخیل رض کے ھاتھ حضرت عمررض کی خدمت میں اطلاعنامہ ارسال کیا ۔ حضرت عمررض پڑھ کے رو دیے اور عروہ رض سے کہا "اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ جاؤ اور کہو کہ جہاں ہیں وہاں رکے رھیں کمک بہت جلد پہنچے گی" یہ واقعہ ۱۳ھ کے ماہ رمضان میں ھفتے کے روز ظہور میں آیا تھا ۔

اب حضرت عمررض نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ فوج میں بھرتی ہوں اور عراق جائیں ۔ چنانچہ لوگ دھڑا دھڑ آنے لگے ۔ قبائل میں بھی آدمی روانہ کر دیے گئے تاکہ وہاں سے بھی سپاہ حاصل کی جائے ۔ مِخْنَف بن سلیم ازدی اپنے قبیلے کے سات سو افراد کے ھمراہ حضرت عمررض کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ اسی طرح حصین بن مَعْبَد بن زرارہ بنو تیم کے ھزار سے زائد افراد کے ساتھ ، عدی بن حاتم رض بنو طے کی جمعیّت کے ساتھ اور انس بن ھلال بنو قاسط کے ایک لشکر کی معیّت میں حضرت عمررض کی خدمت میں حاضر ہوگئے ۔ جب لوگوں کی تعداد خاصی ہو گئی تو حضرت عمررض نے جریر بن عبداللہ بجلی رض کو ان کا امیر مقرر کر دیا ۔ جریررض اس ساری جمعیت کو لے کر رخصت ہوئے

Marfat.com

اور ثعلبیہ میں پہنچ گئے ۔ مثنیٰ بھی اپنے ساتھیوں سمیت ان سے آن ملے ۔ جریرؓ نے وہاں سے رخصت ہو کر حیرہ کا رخ کیا اور دیرھند میں پڑاؤ ڈال دیا اور سواروں کو سرزمینِ سواد میں یورش کے لیے پھیلا دیا ۔

زمینداران علاقہ قلعہ بند ہو گئے ۔ ادھر ایرانی جمع ہو کر بُوران دخت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بوران دخت نے حکم دیا کہ دس ہزار جگردار شہسوار منتخب کیے جائیں ۔ سالار ان کا مہران بن مہرویہ ہمدانی کو مقرر کیا ۔ مہران اس لشکر کو لے کر حیرہ میں پہنچ گیا ۔ فریقین نے پیش قدمی کی ۔ ایک ایک سے گتھ گیا ۔ یوں رن پڑا کہ گویا بجلی کڑک رہی ہو ۔ مثنیٰؓ جو جریرؓ بَجَلی کے میمنہ پر متعین تھے سب سے پہلے حملہ آور ہوئے ۔ اُنھی کے ساتھ ان کے اہلِ دستہ بھی ٹوٹ پڑے ۔ ہر طرف غبار اٹھ رہا تھا ۔ میسرہ اور قلب کے دستوں کو لے کر جریرؓ نے ہلہ بولا ۔ ایرانیوں نے ایسا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے ۔ اس پر مثنیٰ نے تاسف کے عالم میں اپنی ڈاڑھی نوچ نوچ کر پکارنا شروع کیا ”اے لوگو! میری طرف آو، میری طرف آؤ میں مثنیٰؓ ہوں“ ۔ یہ سن کر لوگ پھر جمع ہو گئے ۔ اب مثنیٰ نے دوبارہ حملہ کیا ۔ ان کے ایک پہلو پر ان کا بھائی مسعود بن حارثہ تھا جو عرب کے بہادر شہسواروں میں شمار کیا جاتا تھا ۔ جب مسعود کام آ گیا تو مثنیٰ نے للکارا ! ”اے برادرانِ اسلام دیکھو تمھارے بہترین ساتھی کس طرح جان دے رہے ہیں ۔ جھنڈے بلند کر دو“ ۔ اب عدی بن حاتمؓ نے اہلِ میسرہ کو جوش دلایا ۔ جریرؓ نے اہلِ قلب کا دل گرمایا اور مشتعل کرنے کی خاطر کہا ”اے برادرانِ بَجِیلہ اس دشمن پر حملہ کرنے کے معاملے میں کوئی تم سے تیز رفتار تر ثابت نہ ہو ۔ اگر یہ ملک تم فتح کر لو تو یہاں جو حصہ تمھارا ہو گا وہ عرب میں کسی دوسرے کا نہ ہو سکے گا ۔ دو فضیلتوں میں سے کسی ایک کی خاطر ان سے بھڑ جاؤ“ ۔

چنانچہ مسلمانوں نے ایک دوسرے کو للکارا ۔ باہم دلوں کو

گرمایا ۔ جو بھاگ رہے تھے وہ بھی لوٹ آئے اور اپنے اپنے جھنڈوں تلے کھڑے ہو گئے ۔ پھر از سرِ نو پیش قدمی کر کے عجمیوں پر وہ حملہ کیا کہ اپنی جنگ جوئی کا لوہا منوا لیا ۔ مہران میدانِ جنگ میں بذاتِ خود موجود تھا ۔ وہ عجم کے بہادر شہسواروں میں سے تھا ۔ خوب جم کر لڑا اور لڑتا ہؤا مارا گیا ۔

کہتے ہیں کہ اسے مثنیٰ نے ہلاک کیا تھا ۔ مہران کو گرتے دیکھا تو عجمیوں کے قدم اکھڑ گئے ۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا ۔ عبداللہ بن سلیم ازدی آگے آگے تھے ۔ عروہ بن زیدالخیل ان کے پیچھے پیچھے ۔ بہر حال مسلمان پل پر پہنچ گئے ۔ کچھ ایرانی پار جا چکے تھے کچھ باقی تھے جو مسلمانوں کے ہتھے چڑھ گئے ۔ شکست خوردہ عجمیوں نے مدائن میں جا دم لیا اور مسلمان واپس اپنی لشکرگاہ میں آ گئے ۔ اس ضمن میں عروہ بن زیدالخیل رضؓ نے کہا تھا :۔

(۱) هَاجَتْ لِعُرْوَةَ دَارُالحيّ أَحْزَاناً
وَاسْتَبْدَلَتْ بَعْدَ عَبْدِ القَيْسِ هَمْدَانا!

(۲) وَقَدْ أَرَانَا بِهَا، وَالشَّمْلُ مُجْتَمِعٌ
إِذْ بِالنُّخَيْلَةِ قَتْلَى جُنْدِ مِهْرَانا!

(۳) أَيَّامَ سَارَالمثنّٰى بالجنودِ لَهُمْ
فَقَتَّلَ القَوْمَ مِنْ رَجْلٍ وَرُكْبَانا!

(۴) سَمَا لِأَجْنَادِ مِهْرَانٍ وَشِيعَتِه
حَتّٰى أَبَادَهُمْ مثنّٰى وَوُحْدَانا!

(۵) مَا إِنْ رَأَيْنَا أَمِيراً بالعراقِ مَضٰى
مِثْلَ المثنّى الّذِي مِنْ آلِ شَيْبَانا

(۶) إنَّ المثنّى الأَمِير القَوْمِ لَاكَذِبٌ،
فِي الحَرْبِ أَشْجَعُ مِنْ لَيْثٍ بِخَفَّانا!

۱ - قبیلے کا ڈیرہ عروہ کے غم میں مضطرب و بےقرار ہو گیا ۔ لہذا اس علاقہ میں بنی عبدالقیس کو چھوڑ کر ہمدان میں بسیرا اختیار کر لیا ۔

Marfat.com

۲ - ہم نے قبیلے کو وہاں دیکھا تھا ، جانیں مطمئن اور دل
متحد تھے۔ اسی عالم میں یہ بھی دیکھا کہ بمقام نخیلہ مہران
کی فوج کے مقتول پڑے ہوئے ہیں -
۳ - یہ ان دنوں کی بات ہے جب مثنیٰ انکے مقابلے کے لیے لشکر
لے کر نکلے تھے اور پھر ان کے پیادوں کو بھی تہ تیغ کر
ڈالا تھا اور سواروں کو بھی -
۴ - مثنیٰ ، مہران اور اس کے رفقاء کی افواج پر چڑھ دوڑے تھے
اور آخر انھیں ایک ایک کر کے ملیا میٹ کر ڈالا تھا -
۵ - ہم نے عراق میں ایسا کوئی امیر نہیں دیکھا جو مثنیٰ کی
طرح بے خوف و جگردار ہو - وہی مثنیٰ جن کا تعلق
آلِ شیبان سے تھا -
٦ - سچی بات یہ ہے کہ مثنیٰ سردار عالی باوقار تھے وہ جنگ میں
شیرانِ بیشہ سے بھی زیادہ جری اور شجاع تھے -

کہتے ہیں کہ اللہ نے مہران اور دیگر اکابرِ عجم کو جو اس کے ساتھ تھے ہلاک کر دیا تو مسلمانوں نے ارضِ سواد میں بے روک ٹوک تاخت شروع کر دی - اہلِ فارس کی چوکیاں اکھڑ گئیں اور ان کا شیرازہ بکھر گیا - ان کے خلاف مسلمانوں کے حوصلے اتنے بڑھے کہ انھوں نے سُورا کسکر اور صراۃ سے لے کر فلالیج اور استانات تک کا سارا علاقہ روند ڈالا -

اب اہلِ حیرہ نے مثنیٰ سے کہا " ہم سے قریب ہی ایک قصبے میں بہت بڑا میلا لگ رہا ہے - یہ میلا مہینے میں ایک بار لگتا ہے - اس میں فارس ، اہواز اور دیگر علاقوں کے تاجر شریک ہوتے ہیں - اگر تم اس میلے پر ہلاّ بول سکو تو بڑا دل خواہ مال متاع ہاتھ لگے"- انکی مراد بغداد کے میلے سے تھی - اُس وقت وہاں ایک گاؤں آباد تھا اور وہاں ہر ماہ میلا لگتا تھا -

چنانچہ مثنیٰ نے کوچ کیا اور انبار میں جا وارد ہوئے - اہلِ شہر ان کے خوف سے قلعہ بند ہو گئے اس پر انھوں نے بسفرّوخ کو جو

انبار کا مرزبان تھا بلایا تاکہ وہ آ کے حسب د لخواہ گفتگو کرے اور وعدہ کیا کہ اُسے کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ مرزبان نے دریا عبور کیا اور مثنیٰ کے پاس آ پہنچا۔ مثنیٰ نے اس سے تخلیے میں بات کی اور کہا "میں بغداد کے میلے کو لوٹنا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم میرے ہمراہ راہنما روانہ کرو جو مجھے راہ دکھائیں اور میرے لیے پل استوار کریں تاکہ میں دریائے فرات کو عبور کر سکوں"۔ مرزبان نے ان کی مرضی کے مطابق عمل کیا۔ پل اس نے خود تڑوایا تھا تاکہ عرب اس تک پہنچ نہ سکیں۔ بہر حال مثنیٰ اور ان کے ساتھی پل کے پار اتر گئے۔ مرزبان نے چند راہنما ان کے ہمراہ روانہ کر دیے۔ مثنیٰ چلتے چلتے پہلے پہر میلے میں جا پہنچے۔ لوگ مال متاع چھوڑ کر بھاگ اٹھے لہذا بہت سا سونا چاندی اور دیگر مال اسباب ان کے ہاتھ لگا۔ وہاں سے واپس انبار میں آئے اور اپنی لشکر گاہ میں جا اترے۔

جب سُوَید بن قُطبۃالعِجلی کو مثنیٰ بن حارثہؓ کی صورتِ حال سے آگاہی ہوئی اور یہ بھی پتہ چلا کہ جنگِ مہران میں انہیں کیسی فتح حاصل ہوئی ہے تو انھوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں خط تحریر کیا کہ میں جس نواح میں ہوں وہ کمزور ہے لہذا کمک بھیجیے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عُتبہ بن غزوانؓ مازنی کو بلوایا۔ وہ بنی نوفل بن عبدمناف کے حلیف اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے۔ عتبہؓ حاضر ہوئے تو انھیں دو ہزار مسلمانوں کا سالار مقرر کر کے روانہ کر دیا اور سوید بن قُطبہ کو لکھا کہ وہ عتبہ کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔

جب عتبہؓ روانہ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے مشایعت کی اور کہا "اے عتبہؓ! تمھارے مسلمان بھائی حیرہ اور اس کے نواحی علاقوں پر غالب آ چکے ہیں۔ ان کے گھوڑے فرات کو عبور کر کے بابل تک کے علاقے کو تاراج کر چکے ہیں۔ وہی بابل جو ہاروت ماروت کا شہر اور جنوں کی بستی ہے۔ آجکل ان کے گھوڑے یورش کرتے ہوئے

Marfat.com

مدائن کے نواح میں پہنچنے والے ہیں - میں تمھیں آج یہ لشکر دے کر اس لیے بھیج رہا ہوں کہ تم سیدھے اہلِ اھواز کا رخ کرو اور اُس نواح کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لو تاکہ وہ تمھارے بھائیوں کے خلاف جو نواحِ سواد میں ھیں اپنے ساتھیوں کو کوئی امداد نہ بہم پہنچا سکیں - ان سے ابلّہ کے نواحی علاقوں میں جنگ جاری رکھو -

عُتبہ بن غزوان نے کوچ کیا یہاں تک کہ وہ اس مقام پر جا پہنچے جہاں ان دنوں بصرہ آباد ھے - وہ اُن دنوں ایک ویرانے کے سوا کچھ نہ تھا - مکانات اجڑے پڑے تھے تاھم وھاں کسریٰ کی چوکیاں قائم تھیں تاکہ عربوں کو اس نواح میں گڑ بڑ کرنے سے باز رکھیں - اب عتبہ بن غزوانؓ نے اپنے رفقاء کے ساتھ خیموں اور تنبوؤں میں ڈیرے ڈال دیے - پھر وھاں سے اس مقام تک مار کی جہاں اب بصرہ واقع ھے اور دیکھا کہ ہر طرف سیاہ پتھر اور سنگریزے پھیل رہے ھیں - اسی وجہ سے اس کا نام بصرہ پڑ گیا - وھاں سے کوچ کیا اور ابلّہ میں آئے اور اُسے بزورِ شمشیر فتح کر لیا اور پھر حضرت عمرؓ کی خدمت میں تحریر کیا ” اما بعد : خدا نے اور ظاھر ھے کہ وھی مستحق حمد و ثنا ھے ، ھمارے لیے ابلّہ مسخّر کر دیا - یہ مقام عُمان ، بحرین ، فارس ، ھند اور چین سے آنے والے سفینوں کی گودی ھے - ھم نے ان کا سونا چاندی اور بال بچے بطور مال غنیمت حاصل کر لیے - میں انشاء اللہ تفصیل عنقریب آپ کی خدمت میں تحریر کر رہا ھوں “ -

عتبہؓ نے یہ خط نافع بن حارث بن کلَدہ ثقفی کے بدست روانہ کیا - جب وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو اس خط کے باعث مسلمانوں کی خوشی کی کوئی حد نہ رھی اور جب نافع واپس جانے لگے تو حضرت عمرؓ سے عرض کیا ” میں نے بصرہ میں ایک قطعہ اراضی لے لیا ھے اور وھیں کاروبار شروع کر دیا ھے لہذا عتبہ کو لکھیں کہ وہ میرا حقِ ھمسایگی ادا کریں - چنانچہ حضرت عمرؓ نے عتبہ کے نام خط لکھ دیا ” امّا بعد : نافع بن حارث نے بتایا ھے کہ اس نے ایک قطعہ

Marfat.com

اراضی لے لیا ہے اور چاھتا ہے کہ وھاں مکان بنا لے ۔ لہذا اس کی همسایگی کا لحاظ کرو اور اس کا حق پہچانو والسلام ''۔

غرضیکہ عتبہ رض نے نافع کے لیے بصرہ میں تھوڑی سی زمین مخصوص کر دی ۔ یہ نافع (مسلمانوں میں) پہلے شخص تھے جنھوں نے بصرے میں زمین نشان‌زد کرائی ۔ کھیتی باڑی کے لیے بھی زمین خریدی اور ایک حویلی بھی تعمیر کرائی ۔ وھاں سے عتبہ رض مذار کی طرف گئے ۔ خدا نے انھیں اھل مذار پر بھی غلبہ عطا کیا ۔ وھاں کا مرزبان ان کے ھتے چڑھ گیا تھا جس کا سر اڑا دیا اور اس کے ملبوس پر قبضہ کر لیا ۔ اس کے کمربند میں زمرد اور یاقوت جڑے ھوئے تھے ۔ یہ کمربند فتح کی خبر کے ساتھ عمر رض کے پاس روانہ کر دیا گیا ۔ لوگ یہ خبر سن کر بے حد مسرور ھوئے اور قاصد کو گھیر کر اس سے بصرہ کے احوال پوچھنے لگے ۔ اس نے جواب دیا کہ مسلمان بصرہ میں سونے چاندی سے کھیلتے پھرتے ھیں ۔ یہ سنا تو سبھی کو چل نکلنے کا شوق ھؤا ۔ یہاں تک کہ بصرہ میں ان کی تعداد بہت بڑھ گئی ۔ ان کا اقتدار خوب قائم ھو گیا ۔ وھاں سے عتبہ رض انھیں لے کر آگے بڑھے اور ان قصبات کو فتح کیا جو فرات کے کنارے آباد تھے ۔ وھاں سے '' دست میسان '' کی جانب کوچ کیا ۔ وھاں کے مرزبان نے اپنی فوج کے ساتھ مقابلہ کیا ۔ شدید جنگ ھوئی اور مرزبان مارا گیا تھا ۔ عجمیوں کے پاؤں اکھڑ گئے ۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ھوئی اور عتبہ بے روک ٹوک شہر میں داخل ھو گئے ۔ وھاں ایک شخص کو قائم مقام بنا کے '' ابر قُبَاد '' کی راہ لی ۔ اسے بھی فتح کر لیا ۔ وھاں سے واپس بصرہ میں اپنے ٹھکانے پر چلے گئے اور حضرت عمر رض کو خط لکھا کہ اللہ نے انھیں ان ان شہروں اور علاقوں پر فتح عطا کی ہے ۔ یہ خط انس بن شیخ بن نعمان کے ھاتھ بھیجا تھا ۔ اب بصرے میں قبائل نے دھڑا دھڑ آنا شروع کر دیا لہذا وھاں ان کی آبادی بہت بڑھ گئی ۔

ازاں بعد عتبہ رض نے حضرت عمر رض سے حاضر ھونے کی اجازت چاھی ۔ انھوں نے اجازت دے دی ۔ لہذا اپنی جگہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رض

Marfat.com

کو مقرر کیا اور رخصت ہونے سے قبل لوگوں کے سامنے لمبی چوڑی تقریر کی جس میں یہ کلمات بھی تھے ''مجھے خدا بچائے اس سے کہ خود اپنی نظروں میں بڑا بنوں اور دوسروں کی نظروں میں چھوٹا رہوں - میں اب جا رہا ہوں - گناہوں کی روگردانی اور نیکی کی ہمت خدا ہی عطا کرتا ہے - جب تمہیں میرے بعد کے حکام سے پالا پڑے گا تو جان لو گے '' - حضرت حسن بصری اُن کا یہ قول بیان کر کے کہا کرتے تھے کہ ہمیں عتبہؓ کے بعد آنے والے حکام سے پالا پڑا اور ہم نے دیکھا کہ وہ (عتبہ) ان سب سے افضل تھے ''

حضرت عمرؓ نے حضرت مُغیرہ کو سرحدات بصرہ کی حکومت پر برقرار رکھا - اب مغیرہؓ نے '' میسان '' کی جانب کوچ کیا - وہاں کا مرزبان مقابلے کے لیے نکلا ، لڑائی ہوئی ، خدا نے مسلمانوں کو تقویت بخشی اور مغیرہؓ نے یہ علاقے بزور شمشیر مسخّر کر لیے - پھر حضرت عمرؓ کی خدمت میں فتح کی خبر تحریر کر دی - اس کے بعد مغیرہؓ پر اتہام لگانے والوں کا واقعہ رونما ہؤا -

جب حضرت عمرؓ کو اس امر کی اطلاع ملی تو انھوں نے ابو موسیٰؓ کو بصرہ جانے کی ہدایت کی اور حکم دیا کہ جو عرب وہاں موجود ہیں ان کے لیے سکونتی زمین متعین کر دی جائے- ہر قبیلے کے لیے الگ محلّہ ہو - نیز یہ کہ وہ جا کے لوگوں کو عمارتیں تعمیر کرنے کی تلقین کریں - وہاں ایک مسجد جامع بھی بنا ڈالیں - نیز یہ کہ جاتے ہی مغیرہ بن شعبہ کو ان کے پاس روانہ کر دیں - اس پر ابو موسیٰ نے کہا '' اے امیرالمومنین میرے ہمراہ چند انصاریوں کو روانہ فرمائیں کیونکہ انصار کی مثال لوگوں میں ایسی ہی ہے جیسے آٹے میں نمک ''- چنانچہ انھوں نے دس انصاریوں کو ان کے ساتھ بھیج دیا - ان میں حضرت انس بن مالکؓ اور بَراءُ بن مالکؓ بھی تھے - بہر حال ابو موسیٰؓ بصرہ میں پہنچے اور مغیرہ بن شعبہؓ کو ان لوگوں کی معیّت میں جنھوں نے ان کے خلاف گواہی دی تھی روانہ کر دیا - حضرت عمرؓ نے گواہوں سے پوچھا تو وہ بالصراحت کچھ

Marfat.com

نہ کہ سکے (واضح ثبوت پیش نہ کر سکے) - چنانچہ حضرت عمرؓ نے انھیں کوڑے لگوا دیے اور مغیرہؓ کو حکم دیا کہ وہ بصرہ جائیں اور ابو موسیٰ کا حکومت کے معاملے میں ہاتھ بٹائیں - اس زمانے میں ابو موسیٰؓ کی نظر زیاد بن عبید پر پڑ گئی جو بنو ثقیف کا مملوکہ غلام تھا - ابو موسیٰؓ اس کی عقل و ادب سے بہت متاثر ہوئے لہذا اُسے اپنا منشی رکھ لیا - وہ قبل ازاں مغیرہؓ بن شعبہ کے پاس بھی رہ چکا تھا -

کہتے ہیں کہ جب ایرانیوں نے دیکھا کہ عرب ان پر ہر جانب سے چڑھ دوڑے ہیں اور ان کے ملک میں تاخت و تاراج کر رہے ہیں تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ سارا عذاب ہم پر اس لیے ٹوٹا ہے کہ ہم پر عورتیں حکمران ہیں - لہذا سب نے متفقہ طور پر یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ پرویز کو اپنا بادشاہ بنا لیا جس کی عمر اس وقت کوئی سولہ برس تھی - مگر ایک گروہ آزرمیدُخت کی حمایت پر ڈٹا رہا - لہذا فریقین میں جھڑپ ہو گئی ، یزدجرد نے فتح پائی ، آزرمیدُخت کو تخت سے اتار دیا گیا اور یزدجرد بادشاہ بن گیا - اس نے اپنے جملہ عمائد کو جمع کیا اور ملک کے گوشے گوشے سے فوجیں اکٹھی کر کے رستم بن ہرمُز کو ان کا سپہ سالار مقرر کر دیا - رستم بڑا پختہ کار شخص تھا زمانے کی گردشیں اس کا امتحان کر چکیں تھیں - بہر حال رستم نے قادسیہ کی راہ لی -

معرکۂ قادسیہ

اس امر کی اطلاع جریر بن عبداللہؓ اور مثنیٰ بن حارثہؓ کو بھی مل گئی - انھوں نے حضرت عمرؓ کو آگاہ کیا - انھوں نے لوگوں کو للکارا - چنانچہ کوئی بیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا - حضرت عمرؓ نے اس لشکر کا سالار حضرت سعد بن ابیؓ وقاص کو مقرر کر دیا - سعدؓ لشکر کو لے کر قادسیہ کے مقام پر پہنچ گئے - وھاں جس قدر مسلمان پہلے سے موجود تھے وہ بھی ان کے لشکر میں شامل ہو گئے -

Marfat.com

مثنیٰ بن حارثہ نے یہیں وفات پائی - جب مرحوم کی زوجہ کی عدت پوری ہو گئی تو حضرت سعدرضؓ بن ابی وقاص نے اس سے شادی کر لی - اُدھر سے رستم بھی اپنی فوجیں لے کر آیا اور دَیرالاعثورؔ میں پہنچ کے خیمے گاڑ دیے -

اب سعدرضؓ بن ابی وقاص نے طُلیحہ بن خُویلد اسدی کو جو عرب کے مشہور شہسواروں میں سے تھے ایک جماعت کے همراہ بھیجا کہ وہ ایرانیوں کے حالات معلوم کر کے لائے - جب طلیحہ کے ساتھیوں نے ان کی مسلح فوجوں کو دیکھا اور ان کی کثرت پر نگاہ کی تو طلیحہ سے کہا " آؤ واپس چلیں "- مگر انھوں نے جواب دیا کہ " میں تو ان کے لشکر میں گھسے اور ان کے حالات پوری طرح معلوم کیے بغیر نہ رہوں گا "- انھوں نے طلیحہ پر الزام لگایا کہ تم ان لوگوں سے مل جانا چاہتے ہو - جب سے تم نے عکّاشہ بن محصَن اور ثابت بن اقرم کو قتل کیا ھے خدا نے تمھیں راہِ ہدایت سے محروم کر دیا ھے - طلیحہ نے جواب دیا " تمھارے دلوں پر ہیبت طاری ھے " بہر حال طلیحہ ایک شب ایرانیوں کی لشکرگاہ میں جا گھسے اور تمام رات جاسوسی کرتے رہے- آخر جب پو پھٹنے لگی تو وہ ایک سوار کے پاس سے گزرے جو ہزار سوار کے برابر گنا جاتا تھا اور اس وقت محو خواب تھا - اس کے گھوڑے کے پاؤں میں زنجیر پڑی ہوئی تھی - طلیحہ نے اتر کر زنجیر کھول دی اور اس کے گلے کی رسی کو اپنے گھوڑے کی زین کے پچھلے حصے کے ساتھ باندھ لیا اور لشکرگاہ سے نکل کھڑے ہوئے- گھوڑے کا مالک جاگ پڑا - ساتھیوں کو للکارا - پھر سوار ہو کر طلیحہ کے تعاقب میں نکل پڑا اور اپنے ساتھیوں کے همراہ طلیحہ کو جا لیا - صبح روشن ہو چکی تھی - گھوڑے کا مالک طلیحہ کی جانب بڑھا - طلیحہ بھی مقابلے پر تل گئے - چنانچہ ایک دوسرے پر نیزوں سے وار کرنے لگے - آخر طلیحہ نے ایرانی کو مار گرایا مگر ایک اور سوار نے آن لیا - طلیحہ نے اُسے بھی ہلاک کر ڈالا - تیسرا آیا اُس کو طلیحہ نے گرفتار کر کے اپنے گھوڑے پر ڈال لیا اور لے کر مسلمانوں کی لشکرگاہ

Marfat.com

کی طرف چلے گئے ۔ مسلمانوں نے انھیں دیکھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور وہاں پہنچ کر وہ حضرت سعدرضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال کہہ سنائی ۔

رستم نے چار ماہ تک دیرالاعور میں پڑاؤ کیے رکھا ۔ ایرانیوں کا خیال یہ تھا کہ عربوں کو طویل عرصے کے لیے انتظار میں رکھ کے بیزار کر دیں ۔ اُدھر مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ جب بھی رسد اور چارہ ختم ہو جاتا تو گھوڑوں کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر جدھر چاہتے نکل جاتے ۔ غارت ڈالتے اور خوراک ، چارہ لے کر واپس آ جاتے ۔

اس موقع پر حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ اشعری کو خط لکھ کے ہدایت کی کہ وہ سعدؓ کو سواروں کی کمک پہنچائیں ۔ چنانچہ انھوں نے مغیرہ بن شعبہؓ کو ایک ہزار سوار کے ساتھ ان کی جانب روانہ کر دیا ۔ اسی طرح انھوں نے حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کو بھی جو شام میں رومیوں کے خلاف صف آرا تھے لکھا کہ وہ سعدؓ کو سوار بہم پہنچائیں ۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ نے قیس بن ھُبیرہ مرادی کو ایک ہزار سوار دے کر روانہ کر دیا ۔ اس رسالے میں ہاشمؓ بن عقبہ بن ابی وقاص بھی شامل تھے ان کی ایک آنکھ جنگِ یرموک میں نکل گئی تھی ۔ انھی میں اشعث بن قیس اور اشتر نخعی بھی تھے ۔ بہر حال یہ لوگ بھی منزلیں مارتے ہوئے قادسیہ میں حضرت سعدؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ۔

اُدھر شاہ یزد جرد نے رستم کو حکمنامہ بھیجا کہ وہ عربوں کے ساتھ دو دو ہاتھ کر لے ۔ چنانچہ رستم نے اپنی فوجوں کے ساتھ پیش قدمی کی اور قادسیہ پہنچ کے مسلمانوں کی لشکرگاہ سے ایک میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دیا ۔ پھر مہینہ بھر اس کے اور حضرت سعدؓ کے مابین ایلچی آتے جاتے رہے ۔ آخر اُس نے حضرت سعدؓ کے نام پیغام بھیجا کہ میرے پاس اپنے ساتھیوں میں سے کسی عالم عاقل اور دانا شخص کو بھیجیں میں بات کرنا چاہتا ہوں ۔ حضرت سعدؓ نے حضرت مغیرہ بنؓ شعبہ کو بھیج دیا ۔ جب دونوں کی

Marfat.com

ملاقات ہوئی تو رستم نے کہا " خدا نے ہمیں بے پناہ قوت عطا کی ہے ۔ ہمیں اقوامِ عالم پر غلبہ عطا کیا ہے ۔ ممالک ہمارے لیے مسخّر کر دیے ہیں اور جگہ جگہ کے لوگوں کو ہمارا مطیع بنا دیا ہے ۔ ہمارے نزدیک دنیا بھر میں تم سے زیادہ بےوقعت کوئی قوم نہیں کیونکہ تم وہ ہو جن کا نصیبہ قلّت ، ذلّت ، بنجر زمین اور تنگیٔ معاش ہے ۔ آخر کس چیز نے تمھیں ہماری سرزمین پر قدم رکھنے کی جرأت دلائی ؟ اگر تم پر قحط ٹوٹا ہے تو ہم تم پر ترس کھا کے رزق مہیا کر دیتے ہیں ۔ لہذا اپنے وطن کو لوٹ جاؤ " ۔

حضرت مغیرہؓ نے جواب دیا " یہ جو تم نے اپنی بے پناہ قوت ، فراخیٔ معاش ، اقوام عالم پر غلبے اور رفعت و شان کا ذکر کیا ہے تو ہم لوگ اس سے ناواقف نہیں ۔ اب میں اپنی قوم کا حال بیان کرتا ہوں ۔ خدا نے کہ مستحق حمد و ثنا ہے ہمیں ایسی سرزمین میں آباد کیا جو چٹیل تھی ۔ آب کمیاب تھا ۔ روزی نایاب تھی ۔ ہم میں جو قوی ہوتا تھا وہ کمزور کو چبا جاتا تھا ۔ قرابت کا ہم لحاظ نہ کرتے تھے ۔ تنگئی رزق کے خوف سے اپنے بچوں کو ہلاک کر دیتے تھے اور بتوں کی پرستش کرتے تھے ۔ ہم اسی عالم میں تھے کہ خدا نے ہم میں ایک نبیؐ مبعوث کیا جو خالصتاً ہمیں میں سے تھا ۔ جس کا خاندان ہمارے یہاں محترم و مکرّم تھا ۔ خدا نے اُسے حکم دیا کہ ہمیں اس امر کی شہادت دینے کی تلقین کرے کہ خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور یہ کہ ہم اس کتاب کے احکام کی تعمیل کریں جو خدا نے اس پر نازل کی تھی ۔ چنانچہ ہم اس پر ایمان لائے ۔ اس کے سچا ہونے کا اقرار کیا ۔ پھر اُس نے حکم دیا کہ ہم انسانوں کو اس چیز کی جانب بلائیں جس کا اللہ نے حکم دیا ہے ۔ اس لیے جو بھی ہماری دعوت قبول کر لے اس کے حقوق وہی ہیں جو ہمارے ہیں ، اس کے فرائض بھی وہی ہیں جو ہمارے ہیں ۔ جس نے انکار کیا ہم نے اس سے مطالبہ کیا کہ جزیہ ادا کرے ۔ جس نے جزیہ دینے سے انکار کیا ہم نے اس کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا ۔ ہم تمھیں بھی یہی دعوت دے رہے

Marfat.com

ھیں ۔ اگر تم انکار کرو گے تو فیصلہ تلوار کرے گی''۔ یہ کلمات کہتے وقت حضرت مغیرہؓ اپنا ھاتھ قبضۂ شمشیر کی جانب بڑھا رہے تھے ۔

رستم یہ سن کر بگڑ گیا ۔ اُسے گوارا نہ تھا کہ کوئی اُسے ان الفاظ کے ساتھ مخاطب کرے ۔ لہذا مغیرہؓ پر تاؤ کھا کے کہا ''کل سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے تم سب کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا''۔ مغیرہؓ نے واپس سعدؓ کے پاس جا کے سارا ماجرا کہہ سنایا اور کہا کہ اب جنگ کے لیے تیار ہو جائیے ۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے لوگوں کو تیار اور مستعد ہو جانے کا حکم دے دیا ۔ رات بھر دونوں فریق دستے بناتے اور سپاہ کو مسلّح کرتے رہے ۔ صبح ہوئی تو صفیں جما لیں اور اپنے اپنے جھنڈے تلے کھڑے ہوگیے ۔ حضرت سعدؓ کی ران میں پھوڑا نکل رہا تھا ، سوار نہ ہو سکتے تھے ۔ لہذا انھوں نے افواج کی کمان حضرت خالد بن عُرفُطہؓ کے سپرد کر کے قلب پر قیس بن ہبیرہؓ ، میمنہ پر شرجبیؓل بن سِمْطؓ ، میسرہ پر ہاشم بن عتبہؓ بن ابی وقاصؓ اور پیادوں پر قیس بن خُریمؓ کو متعیّن کر دیا ۔ خود حرم و عیال کے ساتھ قصر قادسیہ میں ٹھیر گئے ۔ قصر میں ان کے پاس ابو محجن ثقفی شراب نوشی کے جرم میں مقید پڑے تھے ۔

پھر سعدؓ نے معدیکرب ، قیس بن ہبیرہ اور شرجبیل بن سمط کے پاس جا کے کہا تم لوگ عرب کے شعراء ، خطباء اور شہسوار ہو ۔ قبائل اور ان کے دستوں میں گھوم پھر کے ان کے دلوں میں شوقِ جنگ کی آگ بھڑکا دو ۔

کہتے ہیں کہ ازاں بعد فریقین نے ایک دوسرے کی طرف پیش قدمی کی ۔ عجمیوں نے تیرہ صفیں مرتب کی تھیں ۔ عربوں کی صفیں تین تھیں ۔ عجمیوں نے حملہ کیا اور عربوں کو تیروں کا ہدف بنا لیا ۔ چنانچہ لوگ دھڑا دھڑ زخمی ہونے لگے ۔ یہ دیکھ کر قیس بن ھُبیرہ نے خالد بن عُرفُطہ سے جو سپہ سالار تھے کہا '' اے امیر ! ہم تو ان لوگوں کا ہدف بن کر رہ گئے ہیں ان پر یکبارگی حملہ کیجیے ۔ ہم انہیں

Marfat.com

کچھ دیر نیزوں سے چھیدیں اور پھر تلواروں پر دھر لیں '' ۔
عربوں کی طرف سے اولین حملہ زید بن عبداللہ نخعی نے کیا تھا ۔ وھی سب سے اول کھیت رھا ۔ لہذا جھنڈا اس کے بھائی ارطاۃ نے پکڑ لیا ۔ وہ بھی مارا گیا ۔ پھر بنو بجیلہ نے ھلّا بولا ۔ ان کے امیر جریرؓ بن عبداللہ تھے ۔ پھر ازد نے یورش کی ۔ اب تو وہ غبار اٹھا کہ تاریکی چھا گئی ۔ گھمسان کا رن پڑا ۔ عجمی بھاگے اور رستم کے پاس جا ٹھیرے ۔ رستم گھوڑے پر سے اتر پڑا ، دیگر سوار ، مرزبان اور اکابر ایران بھی گھوڑوں سے اتر پڑے اور بڑی شدّت سے هلہ بولا ۔ چنانچہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے ۔ اُدھر ابو محجن ثقفی نے حضرت سعد کی بیوی سے عرض کیا کہ میری بیڑی کھول دیجیے میں آپ کو خدا ضامن دیتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ اگر مارا نہ گیا تو اپنے اسی زندان اور اسی بیڑی کی طرف واپس آ جاؤں گا ۔ سعدرضؓ کی بیوی نے بیڑی کھول دی اور اُسے سعد کے ابلق گھوڑے پر سوار کرا دیا ۔ ابو محجن بنو ازد اور بنو بجیلہ کے پاس میمنہ کے سامنے جا پہنچے اور وار پر وار کرنے لگے ۔ عجمی دستے جنھوں نے بجیلہ پر ھجوم کر رکھا تھا چھٹنے لگے ۔ حضرت سعدرضؓ کو بڑا تعجب ھؤا ۔ انھیں قطعاً خبر نہ تھی کہ وہ کون شخص ہے ۔ البتہ گھوڑے کو بخوبی پہچانتے تھے ۔

اب حضرت سعدرضؓ نے بنو بجیلہ کے علمبردار جریر بن عبداللہ رضؓ ، کندہ کے علمبردار اشعث بن قیس اور دیگر روسا' قبائل کے پاس پیغام بھیجا کہ میمنہ کی طرف سے دشمن کے قلب پر حملہ کریں ۔ چنانچہ ھر جانب سے عربوں نے دشمن کے قلب پر یورش کر دی ۔ نتیجہ یہ ھؤا کہ ایرانیوں کی قوت جواب دے گئی ۔ رستم مارا گیا ، سپاھی بھاگ اٹھے ۔ ابو محجن واپس اپنے قیدخانے میں پہنچ گئے ۔ رستم کو میدان جنگ میں تلاش کیا ۔ لاش اس کی کشتوں کے پشتوں میں ملی ۔ اس نے سو زخم کھائے تھے ۔ کچھ زخم نیزے کے تھے کچھ تلوار کے ۔ یہ معلوم نہ ھو سکا کہ اُسے کس نے قتل کیا تھا ۔ یوں بھی کہا جاتا ھے کہ وہ دریائے قادسیہ میں غوطے کھاتا ھؤا ڈوب گیا ۔ شکست خوردہ عجمی لشکر

Marfat.com

نے دَیر کعب کے مقام پر پہنچ کر پڑاؤ کیا ۔ وہاں ان کی ملاقات نخار جان سے ہوئی جسے یزد جرد نے کمک دے کر بھیجا تھا ۔ وہ بھی دَیر کعب ھی میں رک گیا اور وہاں سے جو بھگوڑا سپاھی گزرتا اسے روک لیتا ۔ ازاں بعد اس نے سپاہ کو منظم کر کے دستوں میں تقسیم کیا اور مقررہ جگھوں پر کھڑا کر دیا ۔ اُدھر سے عربوں کا لشکر بھی آن پہنچا ۔ فریقین آمنے سامنے کھڑے ہو گئے ۔ نخار جان نے نکل کر للکارا '' مردودو ''۔ چنانچہ مِخْشَنْف بن سُلَیم ازدی کا بھائی زُھَیر بن سُلَیم مقابلے کے لیے بڑھا ۔ نخار جان بڑا موٹا تازہ اور لمبا تڑنگا شخص تھا ۔ زُھَیر درمیانے قد کا اور مضبوط دست و بازو کا مالک تھا ۔ نخار جان نے گھوڑے پر سے چھلانگ لگا دی اور دونوں گتھ گئے ۔ نخار جان نے زھیر کو گرایا اور اس کے سینے پر چڑھ کر خنجر لہرایا تاکہ اُسے ذبح کر ڈالے مگر قضا را اس کا انگوٹھا زھیر کے منہ میں جا رہا ۔ زھیر نے انگوٹھا چبا ڈالا ۔ نجار جان ذرا ڈھیلا پڑ گیا ۔ لہذا زھیر پلٹ کر جھپٹا اس کے ھاتھ سے خنجر چھین لیا اور اُس کے کپڑوں کے نیچے ھاتھ گھسیڑ کر اُس کا پیٹ چاک کر دیا اور وہ مر گیا ۔

نجار جان کا گھوڑا بڑا تربیت یافتہ تھا وہ وھیں کھڑا رھا ۔ زھیر اس پر سوار ھو گیا ۔ سوار ھونے سے قبل نخار جان کے دونوں کڑے ، زرہ ، قبا اور کمربند اتار لیا تھا ۔ اب وہ ان چیزوں کو لے کر حضرت سعدرضؓ کی خدمت میں حاضر ھؤا ۔ انھوں نے یہ سب کچھ غنیمت کے طور پر اُسی کو دے دیا اور حکم دیا کہ وہ نجار جان کا لباس پہن کر حاضر ھو چنانچہ وہ لباس پہن کر حاضرِ خدمت ھؤا ۔ اس طرح گویا زھیر پہلا شخص تھا جس نے کڑے پہنے ۔ اُدھر قیس بن ھبیرہ نے جانبازوں کے سردار جَیلوس پر حملہ کیا اور اس کا سر اڑا دیا ۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ھر جانب سے یورش کر دی ۔ چنانچہ عجمی بھاگ اُٹھے ۔ جریر بن عبداللہؓ نے بڑھ کر پل کی راہ روک لی ۔ عجمیوں نے نیزوں سے ان پر حملہ کر دیا اور وہ زمین پر گر پڑے اتنے میں

Marfat.com

ان کے ساتھی پہنچ گئے ۔ اس پر عجمی انہیں چھوڑ کر فرار ہو گئے ۔ جریر کو کوئی شدید زخم تو نہ آیا تھا البتہ اُن کا گھوڑا ھاتھ سے نکل گیا جو پکڑا نہ جا سکا ۔ لہذا ان کے لیے ایک ایرانی ٹٹو لایا گیا جس کے گلے میں زمرد کی گانی تھی ۔ جریر رض اس پر سوار ہو گئے ۔ عجمی بھاگے چلے گئے اور آخر مدائن میں جا ٹھیرے ۔

حضرت سعدرض نے حضرت عمررض کی خدمت میں فتح کی خبر تحریر کر بھیجی ۔ حضرت عمررض ہر روز پیدل شہر سے باہر نکل جاتے تھے ۔ کسی کو ساتھ جانے کی اجازت نہ تھی ۔ وہ بلاناغہ دو تین میل عراق کی راہ پر چلے جاتے تھے ۔ پھر جو بھی کوئی سوار عراق کی سمت سے آتا دکھائی دیتا اسی سے کہتے کہ سناؤ کیا خبر لائے ہو ۔ اسی طرح وہ ایک روز راستے میں تھے کہ فتح کی خوشخبری لانے والے سے آمنا سامنا ہو گیا ۔ حضرت عمررض نے اُسے دیکھا تو دور ھی سے پکارا ”کیا خبر لائے ہو ؟“ اس نے جواب دیا ”خدا نے مسلمانوں کو فتح عطا کی ہے ۔ عجمی بھاگ گئے ہیں“ ۔ یہ کہہ کے قاصد نے ناقہ کو اور بھی تیز کر دیا ۔ حضرت عمررض ساتھ ساتھ دوڑنے لگ گئے ۔ عمررض پوچھتے جاتے تھے ۔ قاصد بتائے جاتا تھا ۔ قاصد کو کیا معلوم کہ وہ عمررض ہیں ۔ وہ اسی طرح مدینہ شریف میں داخل ہو گیا ۔ اب جو لوگوں نے حضرت عمررض کو ”السلام علیکم یا خلیفۃالمسلمین یا امیرالمومنین“ کہنا شروع کیا تو قاصد نے حیرت زدہ ہو کر کہا ”سبحان اللہ ! اے امیرالمومنین آپ نے مجھے بتایا تک نہیں“ ۔ حضرت عمررض نے جواب دیا ”گھبراؤ نہیں“ ۔ پھر خط لیا اور لوگوں کو پڑھ کر سنا دیا ۔

حضرت سعدرض حضرت عمررض کا حکمنامہ پہنچنے تک قادسیہ ھی میں اپنے لشکر کے ساتھ رکے رہے ۔ حکم نامہ آیا ۔ اس میں مرقوم تھا کہ جتنے عرب تمہارے ساتھ ھیں ان کے لیے ایک دارالھجرت تعمیر کر دیں لیکن وہ ایسی جگہ ہو کہ میرے اور ان لوگوں کے مابین دریا حائل نہ ہو ۔ چنانچہ حضرت سعدرض نے انبار کی طرف کوچ کیا

Marfat.com

تاکه اُسے دارالهجرت بنائیں ۔ مگر وهاں مکهیوں کی کثرت تهی اس لیے پسند نه آیا ۔ کُوَیشفَه ابن عمر میں پہنچے ۔ اس کا محل وقوع نه بهایا اور بڑھ کر اُس جگه پہنچے جهاں آج کوفه هے ۔ چنانچه نشان زد کر کے وه زمین اپنے ساتهیوں میں تقسیم کر دی ۔ ایک قصر اور ایک مسجد اپنے لیے تعمیر کرائی ۔ حضرت عمرؓ کو جب یه پته چلا که سعدؓ نے اپنے قصر کے دروازے پر ڈیوڑهی بنوائی هے تو محمد بن مسلمهؓ سے کہا که کوفے جاؤ ، آگ لو ، اس آگ سے وه ڈیوڑهی جلا دو اور انهی قدموں پر لوٹ آؤ ۔ مسلمهؓ کوفے میں پہنچے اور تعمیل حکم کرتے هی واپس چل دیے ۔ حضرت سعدؓ کو بتایا گیا تو چپ هو رهے ۔ جان گئے که یه حضرت عمرؓ کے حکم سے هؤا هے ۔ چنانچه بشیر بن ابی ربیعه نے کہا ۔

(۱) اَلَمَّ خَیَالٌ مِّنْ اُمَیْمَةَ مَوْهِنًا !
وَقَدْ جَعَلَتْ اِحْدَی النُّجُوْمِ تَغُوْرُ ،

(۲) وَنَحْنُ بِصَحْرَاءِ الْعُذَیْبِ وَدُوْنَهَا
حِجَازِیَّةٌ اِنَّ الْمَحَلَّ شَطِیرُ ،

(۳) فَزَارَتْ غَرِیْبًا نَازِحًا ، جُلُّ مَالِهِ
جَوَادٌ ، وَ مَفْتُوْقُ الْغِرَارِ طَرِیْرُ ،

(۴) وَحَلَّتْ بِبَابِ الْقَادِسِیَّةِ نَاقَتِی !
وَسَعْدُ ابْنُ وَقَّاصٍ عَلَیَّ اَمِیْرُ ,

(۵) تَذَکَّرْ هَدَاکَ اللّٰهُ ، وَقْعَ سُیُوْفِنَا
بِبَابِ قُدَیْسٍ ، وَالْمَکَرُّ غَرِیْرُ ،

(۶) عَشِیَّةَ وَدَّالْقَوْمُ لَوْاَنَّ بَعْضَهُمْ
یُعَارُ جَنَاحَی طَائِرٍ وَّ یَطِیْرُ ، !

(۷) وَاِذَا بَرَزَتْ مِنْهُمْ اِلَیْنَا کَتِیْبَةٌ
اَتَوْنَا بِاُخْرَی کَالْجِبَالِ تَمُوْرُ ، !

(۸) فَضَارَبْتُهُمْ حَتّٰی تَفَرَّقَ جَمْعُهُمْ
وَطَاعَنْتُ ، اِنِّی بِالطِّعَانِ بَصِیْرُ ، !

Marfat.com

(۹) وَعَمْرو أَبُو ثَور شَهِيْد وَ هَاشِم
وَقَيْسٌ وَ نُعْمَانُ الفتی وَجَرِيْر ،

۱ ۔ اسیمہ کی تصویر خیالی آدھی رات کے وقت نگاھوں میں آن بسی ۔ اس وقت ثریا کے گروہ کا ایک ستارہ غروب ہو رہا تھا ۔

۲ ۔ ہم صحرائے عذیب میں تھے اس سے اور آگے میری حجازی محبوبہ کا بسیرہ تھا ۔ وہ بسیرہ جو میرے لیے اجنبی ہے ۔

۳ ۔ اس تصویر خیالی نے آ کے ایک درماندہ و خستہ حال غریب‌الوطن سے ملاقات کی جس کا کل خزانہ ایک اصیل گھوڑا اور ایک تیز دندانے دار تلوار ہے ۔

۴ ۔ میری اونٹنی درِ قادسیہ پر آن ٹھیری ، درآنحالیکہ سعدرض بن ابی وقاص میرے قائد اور امیر تھے ۔

۵ ۔ خدا تمھیں ہدایت سے بہرہ‌یاب کرے ۔ یاد کرو کہ ہماری تلواریں باب قدَیس پر کیونکر پڑ رہی تھیں اور حملے کا ہدف کتنا گریزاں تھا ۔

۶ ۔ یہ اس رات کی بات ہے کہ اس قوم کے لوگ متمنی تھے کہ اے کاش کسی طرح پرندے کے پر ادھار مل جاتے تو وہ اڑ جاتے ۔

۷ ۔ جب ان کا ایک دستہ ہمارے سامنے آتا تھا تو اس کے پیچھے ایک اور کو بھی لا کھڑا کرتے تھے جو پہاڑوں کی طرح ابھر رہا ہوتا تھا ۔

۸ ۔ پھر میں نے وہ تلوار ماری کہ ان کا لشکر تتر بتر ہو گیا ۔ میں نے نیزے بھی خوب چلائے ۔ میں بڑا مشاق نیزہ باز ہوں ۔

۹ ۔ میری طرح عمرو ، ابو ثور شہید ، ہاشم اور قیس ، نوجوان نعمان اور جریر نے بھی تیغ و سناں سے وار کیے ۔

اسی طرح عروہ بن ورد نے کہا :

Marfat.com

(۱) لَقَدْ عَلِمَتْ عَمْرٌو وَنَبْهَانُ أَنَّنِي
انا الفَارِسُ الحَامِي اِذَا القَوْمُ أَدْبَرُوا

(۲) وَأَنِّي اذا كَرُّوا شَدَدْتُ اَمَامَهُم
كَأَنِّي أَخُو قَصْبَا جَهْمٌ غَضَنْفَر، !

(۳) صَبَرْتُ لاهْلِ القادسيّة مُعْلِماً !
و مِثْلِي اِذَا لَمْ يَعْبِرِ القِرْنُ يَعْبُر، !

(۴) فَطَاعَنْتُم بالرُّمْحِ حتّى تَبَدَّدُوا !
وَضَارَبْتُم بالسَّيْفِ حتّى تكَرْكَرُوا

(۵) بذلک أَوْصَانِي أَبي وابُو أَبِي !
بذلک أَوصاهُ وَلَسْتُ أُقَصِّر، !

(٦) حَمَدْتُ الٰهي إِذْ هَدَانِي لِدِيْنِهِ
فَلِلّٰهِ أَسْعَى مَا حَيِيتُ وَأَشكُر، !

۱ - بنو عمرو کو بھی معلوم ہے اور بنو نبہان کو بھی کہ میں غیرت‌مند اور مدافعت کرنے والا سوار ہوں - جب لوگ پیٹھ دکھا جاتے ہیں میں ڈٹا رہتا ہوں -

۲ - اور جب دوسرے لوگ حملہ کرتے ہیں تو میں ان کے آگے آگے ہوتا ہوں گویا میں کوئی بپھرا ہؤا تندخو شیر ہوں -

۳ - میں نے اہلِ قادسیہ کے مقابلے میں بڑے استقلال کا مظاہرہ کیا - میں چھپا ہؤا نہ تھا صاحبِ نشان تھا میرے جیسے لوگ اس وقت بھی پائے ثبات میں لغزش نہیں آنے دیتے جب بڑے بڑے بہادر جی‌ہار بیٹھتے ہیں -

۴ - میں نے وہ نیزے مارے کہ دشمن چھٹ کر رہ گئے اور وہ تلوار چلائی کہ وہ مضطرب و پریشان ہو گئے -

۵ - میرے باپ نے مجھے یہی وصیّت کی تھی - اس کے باپ نے اس کو یہی وصیّت کی تھی اور ظاہر ہے کہ میں کبھی

Marfat.com

کوتاہی کرنے والا ہرگز نہیں -

۶ - جب مجھے خدا نے اپنے دین کی راہ دکھائی تو میں نے اس کی ثنا الاپی - میں جب تک زندہ ہوں اس کی خاطر دوڑ دھوپ کرتا رہوں گا اور اس کے کرم کا شکرگزار رہوں گا ـــــ

اسی طرح قیس بن ہبیرہ نے کہا ص

(۱) جَلَبْتُ الخَيْلَ مِنْ صَنْعَاءَ تَرْدِي
بِكُلِّ مُدَجَّجٍ كَاللَّيْثِ حَامِي !

(۲) إِلَى وادي القُرى فَدِيَارِ كَلْبٍ !
إِلَى يَرْمُوك والبَلَدِ الشَّامِي !

(۳) فَلَمَّا أَنْ رَوَيْنا الرُّوم عَنْها !
عَطَفْنا ها ضَوَامِرَ كالجِلَامِ !

(۴) فَأُبْنا القادِسِيَّةَ بَعْدَ شَهْرٍ
مُسَوَّمَةً دَوَابِرُهُ دَوَامِي !

(۵) فَنَاهَضْنَا هناك جُمُوعَ كِسْرَىٰ !
وَأَبْنَاءَ المَرَازِبَةِ العِظَامِ !

(۶) فَلَمَّا أَنْ رَأَيْتُ الخَيْلَ جَالَتْ
قَصَدْتُ لِمَوْقِفِ مَلِكِ الهُمَامِ !

(۷) فَأَضْرِبُ رَأْسَهُ فَهَوَى صَرِيعاً
بِسَيْفٍ لا أَفَلَّ وَلا كَهَامِ !

(۸) وَقَدْ ابْلَى الإِلٰهُ هُنَاكَ خَيْراً
وَفِعْلُ الخَيْرِ عِنْدَ اللهِ نامِي !

(۹) تُفَلِّقُ هَا مَهُم بِمُهَنَّدَاتٍ !
كَأَنْ فَرَاشَهَا قَيْضُ النَّعَامِ !

۱ - میں صنعا سے ان گھوڑوں کو لے کر چلا جو سلاح پوش اور شیروں کی طرح بپھرے ہوئے اور غیرت‌مند سواروں کو اپنی پیٹھ پر لیے ہوئے زمین کو روندتے چلے جا رہے تھے -

۲ - میں ان سواروں کو لے کر پہلے وادیٔ قریٰ میں آیا - پھر

Marfat.com

دیارِ بکر میں گیا ۔ پھر یرموک اور ملک شام میں جا نکلا ۔

۳ ۔ جب ہم نے رومیوں کو شام سے نکالا تو یوں گویا وہ ضعیف اور نڈھال اشخاص تھے جنھیں ہم بھیڑ بکریوں کی طرح بھگا رہے تھے ۔

۴ ۔ ایک ماہ کے بعد ہم قادسیہ کے رخ پلٹے ۔ ہمارے نشان‌زدہ گھوڑوں کی پیٹھیں خون آلود تھیں (چابکوں کے باعث خون رس رہا تھا) ۔

۵ ۔ وہاں ہم نے کسریٰ کے عساکر کا بھی مقابلہ کیا اور بڑے بڑے مرزبانوں کے فرزندوں کا بھی ۔

۶ ۔ جب میں نے دیکھا کہ سوار اکھڑ رہے ہیں تو میں نے اس مقام کا قصد کیا جہاں شاہ والا جاہ کھڑا تھا ۔

۷ ۔ میں نے جاتے ہی اس کے سر پر تلوار ماری اور وہ جان ہار کے گر پڑا ۔ میں نے ضرب اس تلوار سے لگائی تھی جس کے نہ دندانے پڑتے ہیں نہ کند ہوتی ہے ۔

۸ ۔ خدا نے وہاں ہمارا امتحان لیا ۔ وہ خیر کا امتحان تھا کیونکہ عملِ خیر خدا کے یہاں نمو پذیر رہتا ہے ۔

۹ ۔ ہم نے ان کی کھوپڑیاں بران تلواروں سے یوں اڑائیں گویا سر کی ہڈیاں شتر مرغ کے انڈوں کے چھلکوں سے بنی تھیں ۔

کہتے ہیں کہ جب عجمیوں کو قادسیہ میں شکست ہوئی اور ان کے بہت سے بہادر سردار مارے گئے تو وہ منہ اٹھا کے ایسے بھاگے کہ مدائن میں جا دم لیا ۔ مسلمانوں نے پیش قدمی کی اور مدائن کے سامنے دریائے دجلہ کے کنارے جا اترے اور پڑاؤ ڈال دیا وہاں کوئی اٹھائیس مہینے تک پڑے رہے ۔ حتیٰ کہ دو بار تازہ کھجوریں کھائیں اور دو بار قربانی دی ۔ جب یہ معاملہ زیادہ طول پکڑ گیا تو اہلِ سواد کے لیے ناقابل برداشت ہو گیا ۔ چنانچہ زمینداران علاقہ نے

Marfat.com

مسلمانوں کے امیر سے مصلحت کر لی -

جب یزدجرد نے یہ دیکھا تو اپنے اکابر اور روساء کو جمع کیا اور ان میں اپنے سارے بیت المال اور خزانے تقسیم کر کے اُن سے ہر چیز کے بارے میں قبالے لے لیے اور کہا " اگر ہماری حکومت ختم ہو جائے تو یہ مال تمھارا ، اگر لوٹ آئے تو ہمیں لوٹا دینا "- ازاں بعد اپنے حرم ، خدم و حشم اور قریبی اعزّہ کے ساتھ سوار ہو کر حلوان پہنچا اور وہاں خیمے گاڑ دیے - مدائن میں اپنا نائب خرزاد بن ہرمز کو بنایا جو قادسیہ میں کام آنے والے رستم کا بھائی تھا -

حضرت سعدرضؓ کو یہ اطلاع ملی تو تیاری کی اور اپنے ساتھیوں کو دجلہ عبور کرنے کا حکم دے دیا - پہل خود کی اور بسم اللہ کہہ کر گھوڑا پانی میں ڈال دیا - انھیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی پانی میں گھس گئے اور سبھی کامل خیریت سے دریا کے پار جا پہنچے - فقط ایک شخص ڈوبا اور وہ سرخ گھوڑے پر سوار تھا - گھوڑے نے پانی سے نکل کر زور سے ایال جھاڑی اور سوار گر کر پانی میں جا پڑا اور ڈوب گیا - نام اس کا سُلَیک بن عبداللہ تھا اور قبیلہ طے - اس روز حضرت سلمان رضؓ بھی موجود تھے - چنانچہ انھوں نے آواز دی " اے برادران اسلام ! خدا نے تمھارے لیے بحر کو بھی اسی طرح مسخّر کر دیا ہے جیسے بر کو کیا ہے - مگر قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ جانِ سلمان رضؓ ہے کہ ان میں تغیّر و تبدّل ہو کر رہے گا "-

کہتے ہیں کہ ایرانیوں نے عربوں کو پانی میں گھوڑے ڈالتے اور عبور کرتے دیکھا تو پکار اٹھے " دیواں آمدند - دیواں آمدند" - دیو آ گئے ، دیو آ گئے - اب خرّزاد سواروں کا ایک دستہ لے کر برآمد ہؤا اور دریا کے کنارے پر آ کر پکارا " اے برادرانِ عرب " دریا ہمارا دریا ہے - تم ایسے ہمارے ہوتے عبور نہ کرسکوگے"- اور پھر انھوں نے بڑھ کر تیر برسانے شروع کر دیے - ساتھ ہی ان کے بہت سے آدمی دریا میں کود گئے اور گھنٹے بھر تک لڑتے رہے مگر عرب ان پر غالب

Marfat.com

آگئے لہذا وہ دریا سے نکل گئے - مسلمان بھی کنارے پر جا پہنچے ، ایرانیوں نے ذرا دیر جھڑپ لی اور پھر بھاگ کے مدائن میں جا گھسے اور قلعہ بند ہو گئے - مسلمانوں نے دریا کے نواح سے ان پر دباؤ ڈال دیا - جب خرّزاد نے یہ دیکھا تو ایک رات اپنے عساکر کے ہمراہ مشرقی دروازہ سے جلُولا کی جانب کھسک گیا اور مدائن کو خالی کر دیا - مسلمان مدائن میں داخل ہو گئے بے حساب مالِ غنیمت ان کے ہاتھ لگا - کافور کی بھی بہت سی مقدار ملی مگر وہ اُسے نمک سمجھے لہذا آٹے میں ڈالا - کافور نے آٹے کو کڑوا کر کے ناکارہ بنا دیا - مِخشَنَف بن سُلَیم کا بیان ہے کہ میں نے اس روز ایک شخص کو یہ اعلان کرتے بھی سنا کہ ''کون ہے جو سفید تھالی دے کر سرخ تھالی لے لے''- وہ سونے کی تھالی دے رہا تھا - اُسے خبر ہی نہ تھی کہ یہ کیا ہے -

حضرت سعدرضؓ نے حضرت عمررضؓ کی خدمت میں فتح کی اطلاح تحریر کر دی - اُدھر سے ایک گبر سردار حضرت سعدرضؓ کے پاس آیا اور کہا میں آپ کو ایک ایسی راہ بتاتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کو قبل اس کے کہ وہ بہت دور چلے جائیں روک سکیں گے - چنانچہ سعدرضؓ نے اُسے آگے آگے رکھا سوار اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور وہ شخص انھیں لے کر دریا و صحرا قطع کرتا چلا گیا -

معرکہ جلولا

خُرّزاد نے جلُولا میں پہنچ کر ڈیرے ڈال دیے اور یزدجرد کو جو حلوان میں تھا کہ بھیجا تھا کہ کمک بہم پہنچائیں - یزدجرد نے کمک روانہ کر دی - خرزاد نے اپنے گرد خندق کھدوائی مگر بال بچے اور بھاری سامان خانقین بھجوا دیا - حضرت سعدرضؓ نے سواروں کے دستوں کی معیّت میں ان کا رخ کیا - ان دستوں کی کمان عمرو بن مالکرضؓ بن نجبہ بن نوفل بن وھب بن عبدامناف بن زھرہ کے سپرد کر دی - ہوتے ہوتے جلُولا میں جا پہنچے وہاں عجمی جمع تھے اور اپنے گرد خند ق کھود چکے تھے - مسلمانوں نے جا کے ان کی لشکرگاہ

Marfat.com

سے قریب ھی ڈیرہ ڈال دیا ۔ اسی اثنا میں عجمیوں کو جبل اور اصفہان سے کمک پہنچنے لگ گئی ۔

جب مسلمانوں نے یہ دیکھا تو اپنے امیر عمرو بن مالکرض سے کہا ”ان سے بھڑ جائیے ۔ انتظار کیا ھے ۔ وہ تو ھر روز بڑھتے چلے جائیں گے “ ۔ عمرو بن مالکرض نے حضرت سعدرض کی خدمت میں صورت ِ حال تحریر کر بھیجی اور دشمن سے نبرد آزما ھونے کی اجازت طلب کی ۔ حضرت سعدرض نے اجازت دے دی ۔ ساتھ ھی قیس بن ھبیرہ نے کمک کے طور پر ایک ھزار جنگ آزما ان کی طرف بھیج دیے جن میں چار سو سوار تھے اور چھ سو پیادے ۔

عجمیوں کو بھی پتہ چل گیا کہ عربوں کو کمک پہنچ گئی ھے لہذا جنگ کے لیے تیار ھو کر نکل آئے ۔ عمرو بن مالکرض بھی مسلمانوں کو لے کر مقابلے پر آ گئے ۔ ان کے میمنہ کے کماندار حُجر بن عدیرض ۔ میسرہ کے زھیر بن جُویّہ ۔ رسالے کے عمرو بن معدیکرب اور پیادوں کے طلیحہ بن خویلد تھے ۔ اب فریقین نے پیش قدمی کی ۔ اور ایک دوسرے کا پامردی سے مقابلہ کیا ۔ باھم تیر چلے تاآنکہ وہ ختم ھو گئے ، بھالے لڑے تاآنکہ وہ ٹوٹ گئے ۔ پھر تلواروں اور گرزوں کی نوبت آ گئی ۔ تمام دن گھمسان کا رن پڑا حتٰی کہ شام پڑ گئی ۔ حالت یہ تھی کہ مسلمان نمازیں بھی نہ پڑھ سکے ۔ محض ایماؤ تکبیر پر اکتفا کیا ۔ آخر جب روئے مہر زرد پڑ گیا تو اللہ نے مسلمانوں کو فتح سے نوازا اور ان کے دشمن کو بھگا دیا ۔ انھوں نے رات تک دشمنوں کا قتل جاری رکھا اور جو کچھ ان کی لشکرگاہ میں تھا خدا نے انھیں غنیمت کے طور پر عطا کر دیا ۔

مِحشقَن بن ثعلبہ کا بیان ھے کہ ” میں ان کی لشکرگاہ کے بڑے خیمے میں داخل ھؤا تو کیا دیکھتا ھوں کہ ایک نازنین خیمے کے وسط میں ایک تخت پر بیٹھی ھے ۔ چھرہ چاند کا سا تھا ۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو خوف کے مارے رونے لگی ۔ میں اُسے پکڑ کر اپنے امیر عمرو بن مالکرض کے پاس لے آیا اور ان سے التجا کی کہ وہ مجھی

Marfat.com

کو بخش دی جائے۔ امیر نے وہ مجھے عطا کر دی اور میں نے اُسے لونڈی بنا لیا۔

ایک خیمے میں خارجہ بن صلت کو ایک سنہری اونٹنی ملی جس میں نایاب لُولُو، ہیرے اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ اونٹنی پر ایک انسانی بت بطور سوار دھرا تھا۔ وہ بھی سونے کا تھا۔ اونٹنی کی جسامت ہرنی کے برابر تھی۔ خارجہ نے وہ اونٹنی مال غنیمت کے تحویل دار کے سپرد کر دی۔

کہتے ہیں کہ ایرانی یوں دم دبا کر بھاگے کہ کسی نے کسی کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا اور حلوان میں یزدجرد کے پاس جا دم لیا۔ یزدجرد گھبرا اٹھا لھذا اپنے حرم اور خدم و حشم کے علاوہ جو مال و خزانہ ھمراہ تھا لدوا کر رخصت ہوا اور "قُم‌وقاشاں" میں جا ٹھیرا۔

جس قدر مالِ غنیمت جنگِ جلُولا میں مسلمانوں کے ھاتھ لگا اتنا کبھی پہلے میسّر نہ آیا تھا۔ بہت سی آزاد خواتین باندیاں بن کر ان کے قبضے میں آئیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے "اے خدا میں جلُولا کی باندیوں کے بچوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ بہر حال ان باندیوں کے بچے جنگِ صفین میں شریک تھے۔ پھر عمرو بن مالکؓ نے جریرؓ بن عبداللہ بَجَلی کو چار ہزار سپاھیوں کا امیر بنا کے جلُولا میں چھوڑا تا کہ وھاں چھاؤنی موجود رہے اور جریر عجمیوں کو عراق کے ملحقہ علاقوں میں داخل ہونے سے روکے رکھیں۔ باقی مسلمانوں کو اپنے ھمراہ لے کر مدائن میں حضرت سعدؓ بن وقاص کی خدمت میں حاضر ھو گئے۔ ان لوگوں کی آمد پر حضرت سعدؓ نے پوری جمعیّت کے ساتھ کوچ کیا اور کوفے میں جا اترے اور حضرت عمرؓ کے حضور فتح کی خبر تحریر کر بھیجی۔ حضرت سعدؓ کوئی ساڑھے تین برس تک کوفے اور سارے سواد کے گورنر رہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے انھیں معزول کر کے عمّار بن یاسرؓ کو والئی حرب، عبداللہ بن مسعودؓ کو والئ قضاء اور

Marfat.com

عمرو بن حُنیف رضؓ کو والیٔ خراج بنا دیا ۔
کہتے ہیں کہ جب عجم کی شکست خوردہ فوج حلوان میں پہنچی اور یزد جرد بھاگ کے اپنے کنبے کے اکابر اور قوم کے اشراف سمیت قم و قاشان میں جا اترا تو ہرمزان نامی ایک شخص نے جو یزدجرد کا بڑا معتمد اور قریبی رشتہ‌دار اور شیرویہ بن کسریٰ پرویز کا ماموں تھا اس سے کہا '' بادشاہ سلامت ، عرب آپ پر اس نواح یعنی حلوان میں چڑھائی کر رہے ہیں ۔ اھواز میں ان کی بھاری تعداد جمع ہے ۔ ان کو روکنے والا کوئی نہیں ۔ کوئی نہیں جو انھیں تباہی اور فساد بپا کرنے سے باز رکھ سکے''۔ اس کی مراد ابوموسیٰ اشعری رضؓ اور ان کی جمعیّت سے تھی ۔ یزدجرد نے جواب دیا '' تو کیا تجویز ہے '' ؟ ہرمز نے کہا '' میری تجویز یہ ہے کہ اس نواح کی جانب آپ مجھے روانہ فرمائیں ۔ میں اپنے اہلِ عجم کو اپنے جھنڈے تلے جمع کر کے دشمنوں کے مقابل اٹل جانب ڈھال بن جاؤں گا ۔ نیز فارس و اھواز کے اموال و خزائن جمع کر کے آپ کے پاس لدوا لاؤں گا تاکہ اس کے باعث آپ کو دشمن کے مقابلے میں تقویت حاصل ہو '' ۔ یزدجرد کو اس کی یہ بات بہت پسند آئی لہذا اُسے فارس و اھواز کا گورنر مقرر کر کے ایک لشکر جرّار اس کی تحویل میں دے دیا ۔

جنگ شہر تستر

ہُرمزان نے کوچ کیا اور شہر تُستَر میں جا اترا ۔ قلعے کی مرمت کرائی اور سامان رسد وغیرہ خوب بھر لیا کہ مبادا دشمن کے بے پناہ ھجوم کی وجہ سے قلعہ بند ہونا پڑے ۔ اس کے بعد ملحقہ علاقوں میں آدمی روانہ کیے اور سپاہ طلب کی ۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ اس کے گرد بےشمار لوگ جمع ہو گئے ۔ حضرت ابوموسیٰ رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کی خدمت میں صورتِ حال تحریر کر بھیجی ۔ انھوں نے حضرت عمّار رضؓ بن یاسر کو لکھا کہ نعمان بن مقرّن کو ایک ہزار مسلمان سپاھیوں کے ہمراہ ابوموسیٰ رضؓ کے پاس بھیج دیں ۔ عمّار بن یاسر نے جریر کے

Marfat.com

نام جو اس وقت جلولا میں مقیم تھے رقعہ بھیجا کہ وہ ابوموسیٰ کے پاس پہنچ جائیں - جریر نے جلولا میں دو ہزار سپاہ کی قیادت عروہ بن قیس بجلی کے سپرد کی اور اُسے وہاں اپنا نائب مقرر کر دیا - باقی نفری کو لے کر حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس چلے گئے مگر اس کے باوصف حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ مزید کمک بھیجی جائے - اس پر حضرت عمرؓ نے عمّار بن یاسرؓ کے نام حکم نامہ بھیجا کہ وہ عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ میں اپنی جگہ مقرّر کر کے آدھی فوج ان کے سپرد کر دیں اور باقی آدھی کو لے کر ابو موسیٰ کے پاس چلے جائیں - اس عرصے میں جریر نواح جلُولا سے نکل کے ابوموسیٰؓ کے پاس پہنچ چکے تھے -

جب عساکر حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس پہنچ گئے تو وہ انھیں لے کر نکلے اور تستر پر دباؤ ڈال دیا - ہرمزان ان کے مقابلے کی تاب نہ لا کر قلعہ بند ہو گیا اور پھر جنگ کے لیے باقاعدہ تیار ہو کر ابوموسیٰؓ کے مقابل آن کھڑا ہؤا - ادھر ابوموسیٰؓ نے بھی مسلمانوں کو منظّم و مسلّح کر کے ان کے میمنہ کی کمان براءؓ بن مالکؓ کے سپرد کی جو حضرت انس بن مالک کے بھائی تھے - میسرہ کی کمان مَجْزأَۃ بن ثور بکری کو سونپی - پوری جمعیّت کا سالار انس بن مالکؓ کو مقرر کر دیا - پیادوں کی کمان مسلمہ بن رجاءؓ کے ہاتھ میں تھی -

اب فریقین نے پیش قدمی کی اور زور کی جنگ لڑی - دونوں طرف کے بہت سے آدمی مارے گئے - آخر اللہ نے اپنی نصرت نازل فرمائی - عجمی بھاگ کے شہر تستر میں جا گھسے اور قلعہ بند ہو گئے - اس جنگ میں براءؓ بن مالک اور مجزأۃ بن ثور دونوں شہید ہو گئے - عجمیوں کے ایک ہزار اشخاص کھیت رہے - چھ سو گرفتار ہو گئے - اُن کو ابوموسیٰؓ نے قتل کروا دیا -

مسلمان شہر تستر کے دروازے پر کئی روز تک مقیم رہے اور عجمیوں کو محصور کیے رکھا - آخر ایک روز اشراف شہر میں سے

ایک شخص چوری چھپے حضرت ابوموسیٰ رضؓ اشعری کے پاس آیا اور کہا " مجھے میری جان ، کنبے ، اولاد اور جایداد کی امان عطا فرمائیں تو میں آپ کو بزور شمشیر شہر کو فتح کر لینے میں مدد دے سکتا ہوں" ۔ ابوموسیٰ نے جواب دیا " اگر تم ایسا کر دکھاؤ تو تمہارا مطالبہ منظور ہے " ۔ اس شخص نے کہا (نام اس کا سینہ تھا) " میرے ساتھ اپنے ساتھیوں میں سے کسی شخص کو روانہ کیجیے " ۔ اس پر ابوموسیٰ نے آواز دی " ہے کوئی اپنی جان بیچنے والا جو اس عجمی کے ساتھ ایسی جگہ جائے جہاں مجھے اس کے ہلاک ہو جانے کی طرف سے بے فکری نہ ہو ۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ اسے سلامت رکھے اور اگر مارا جائے تو جنت کی راہ لے ، اگر زندہ رہے تو بہر حال اس کی خطر پسندی کا فائدہ سبھی مسلمانوں کو پہنچے گا "۔ یہ سن کر بنو شیبان میں سے جو شخص اُٹھ کھڑا ہوا اُسے اشرس بن عوف کہہ کے پکارا جاتا تھا اور کہا " میں حاضر ہوں "۔ ابوموسیٰ نے کہا " جاؤ ۔ خدا تمہارا نگہبان ہو " ۔ وہ چلا گیا ۔ عجمی اسے لے کر چھوٹے دجلے میں اتر گیا اور پھر ایک سرنگ کی راہ سے باہر نکال کر اپنے گھر لے گیا ۔ پھر اُسے گھر سے باہر لے گیا ۔ ایک طیلسان اس کے اوپر ڈال دیا تھا ۔ باہر لے جاتے وقت کہا " تم یوں میرے پیچھے پیچھے چلو گویا میرے ملازم ہو "۔ وہ پیچھے پیچھے چل دیا ۔ اب سینہ نے اُسے لے کر شہر کے تمام حصوں کی گردش کی ۔ کبھی طول ناپا کبھی عرض ۔ آخر اسے وہاں لے گیا جہاں پاسبان سپاہی دروازے کی پاسبانی کر رہے تھے ۔ اُسی طرح چلتے چلتے وہ اسے لے کر ہرمزان کے پاس سے گزرا جو اپنے قصر کے دروازے پر کھڑا تھا اور اس کے پاس بہت سے سردار موجود تھے ۔ شمع اس کے روبرو جل رہی تھی ۔ غرضیکہ اس نے یہ سب کچھ دیکھ لیا ۔ ازاں بعد وہ عجمی اسے لے کر اپنے گھر کی طرف لوٹ گیا پھر اُسی سرنگ میں سے گزارا اور ابو موسیٰ کے پاس لے آیا ۔ اشرس نے جو کچھ دیکھا تھا حضرت ابوموسیٰ رضؓ سے عرض کر دیا اور کہ کہ میرے ساتھ دو سو آدمی بھیجیے ۔ میں پاسبانوں کو جا کے مار ڈالتا

Marfat.com

ہوں اور آپ کے لیے دروازے کھول دیتا ہوں ۔ آپ اپنی ساری جمعیّت لے کر ہمارے پاس پہنچ جائیے ۔

ابوموسیٰ رض نے کہا ''کوئی ہے جو خدا کی خاطر اپنی جان بیچ دے اور اشرس کے ساتھ جائے''۔ اس پر دو سو آدمی لبیک کہ کے اشرس اور سینہ کے ہمراہ چل دیے اور اسی سرنگ میں داخل ہو کر سینہ کے گھر میں جا نکلے ۔ وہاں باقاعدہ مسلّح ہوئے اور چل دیے ۔ اشرس ان کے آگے آگے تھا ۔ ہوتے ہوتے دروازۂ شہر پر پہنچ گئے ۔ اس اثنا میں ابوموسیٰ بھی اپنی جمعیّت سمیت دروازے کے باہر پہنچ چکے تھے ۔ اب اشرس اور اس کے ساتھی پاسبانوں پر جھپٹ پڑے ۔ قتل بھی کیے جاتے تھے اور للکار بھی رہے تھے ۔ پیٹھ سب کی فصیل کے ساتھ لگ رہی تھی ۔ ابوموسیٰ رض اور ان کے ساتھیوں نے باہر سے نعرۂ تکبیر بلند کیا تاکہ ان کا حوصلہ بلند ہو ۔ اشرس کے ساتھی دروازے پر پہنچ گئے اور قفل توڑ کر دروازہ کھول دیا ۔ لہذا ابوموسیٰ رض اور دیگر مسلمانوں نے شہر میں داخل ہو کر عجمیوں کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا ۔ ہرمزان اپنے اکابر مرزبانوں کے ہمراہ بھاگ کے اس قلعے میں داخل ہو گیا جو شہر کے وسط میں تھا ۔ ابوموسیٰ نے شہر پر اس کے جملہ موجودات سمیت قبضہ کر لینے کے بعد ہرمزان کو گھیر لیا ۔ ہوتے ہوتے جسقدر رسد اس نے جمع کیا تھا کھپ گیا لہذا امان کا طالب ہؤا ۔ ابوموسیٰ رض نے جواب دیا کہ میں امان دیتا ہوں مگر آخری فیصلہ امیرالمومنین کریں گے ۔ ہرمزان مان گیا ۔ لہذا وہ اپنے تمام عزیزوں اور مرزبانوں کو ہمراہ لے کر ابوموسیٰ رض کے پاس آ گیا ۔ ابوموسیٰ رض نے ان سب کو حضرت عمر رض کی خدمت میں روانہ کر دیا ۔ اپنے تین سو آدمی ان کے ساتھ بھیجے جن کا امیر حضرت انس بن مالک رض کو مقرر کیا ۔ وہ چلتے چلتے سُمَیَنہ کے چشمے پر پہنچ گئے ۔ چشمے والے آگے بڑھے اور انہیں وہاں اترنے سے روک دیا ۔ انہیں ڈر تھا کہ یہ لوگ پانی کو ختم کر دیں گے مگر جب سنا کہ اس جماعت کے سربراہ انس رض ہیں تو حاضر خدمت ہو گئے ۔

Marfat.com

بہر حال حضرت انسؓ اور ان کے ساتھی وہاں اتر پڑے - ایک رفیق نے حضرت انسؓ سے کہا کہ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے آپ اُس سے حضرت عمرؓ کو آگاہ کریں تاکہ انھیں اس چشمے سے ہٹا دیا جائے - ہرمزان بولا '' اگر کوئی شخص چاہے کہ انھیں اس جگہ سے اٹھا کر کسی بد تر جگہ میں منتقل کر دے تو کیا اُسے کوئی ایسی جگہ مل سکے گی '' ؟ پھر یہ لوگ وہاں سے رخصت ہوئے اور مدینہ شریف میں پہنچ کے حضرت عمرؓ کے گھر گئے - اُس وقت انھوں نے ہرمزان کو اس کی قباء ، کمربند ، تلوار ، دونوں کڑوں اور دردانوں سے مزیّن کر رکھا تھا - یہی عالم اس کے باقی ساتھیوں کا تھا - مقصد یہ تھا کہ حضرت عمرؓ دیکھ لیں کہ شہزادوں اور مرزبانوں کی پوشش اور ہیئت کیا ہوتی ہے - پھر اس ذیل میں انھوں نے جو طریق اختیار کیا وہ معروف ہے -

ادھر حضرت عمّارؓ بن یاسر اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنے گھروں کو جو کوفہ میں تھے لوٹ گئے - ابوموسیٰؓ نے تستر سے کوچ کیا تاآنکہ سوس پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا مگر وہاں کے مرزبانوں نے التجا کی کہ اُسے اس کے اسّی اعزّہ و احباب سمیت امان عطا کی جائے - ابوموسیٰؓ نے یہ التجا مان لی - مرزبان نکل کے ان کے پاس حاضر ہو گیا اور اسّی اشخاص گن دیے مگر ان میں اپنے آپ کو نہ گنا لہذا ابوموسیٰؓ نے اُسے تو قتل کرا دیا اور باقی اسّی کو جو اس نے گنے تھے آزاد کر دیا - اس کے بعد شہر میں داخل ہو کر جو کچھ وہاں موجود تھا اس پر قبضہ کر لیا - پھر منجوف بن ثور کو سائب بن اقرع کی معیّت میں مہر جان قذق کی طرف روانہ کیا اور وہ قذق پر قابض ہو گیا - جب سائب تستر کے والی ہرمزان کے محل تک پہنچا تو سورج ڈوب رہا تھا - بہر حال وہ محل میں داخل ہو گیا - محل شہر سے ایک میل کے فاصلے پر تھا - اس نے ایک کمرے کی دیوار پر ایک تمثال دیکھی جو اپنی انگلی تانے زمین کی طرف اشارہ کر رہی تھی - لہذا سائب نے کہا ''تمثال اُس جگہ کی جانب

Marfat.com

بلا سبب اشارہ نہیں کر رہی لہذا یہ جگہ کھودیے‘‘۔ جگہ کھودی گئی تو ایک سنگاردان نکلا جو ہرمزان کی ملکیّت تھا اور موتیوں سے بھرا ہؤا تھا۔ سائب نے اس میں سے انگوٹھی کا ایک نگینہ اپنے پاس رکھ لیا۔ باقی موتی ابوموسیٰؓ کے پاس بھیج دیے اور انھیں مطلع کر دیا کہ ایک نگینہ میں نے رکھ لیا ہے وہ مجھے بخش دیا جائے۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے یہ درخواست قبول کر لی اور سنگاردان حضرت عمرؓ کی خدمت میں ارسال کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے وہ سنگاردان ہرمزان کے پاس بھیجا اور دریافت کیا ’’ تم اسے پہچانتے ہو‘‘؟ کہا ’’ پہچانتا ہوں البتہ ایک نگینہ کم ہے ‘‘۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ’’ مالِ غنیمت کے تقسیم کنندہ نے گزارش کی تھی کہ وہ نگینہ اُسے بخش دیا جائے۔ چنانچہ ابوموسیٰؓ نے اُسے بخش دیا‘‘۔ اس پر ہرمزان بولا ’’ آپ کا وہ ساتھی بڑا گوہر شناس ہے ‘‘

پھر حضرت عمرؓ نے سرزمین بحرین کی حکومت عثمانؓ بن ابی العاص کے سپرد کر دی۔ جب عثمانؓ کو فتح اہواز کی خبر ملی تو وہ اپنی ساری جمعیّت کے ہمراہ سرزمین فارس میں داخل ہو گئے۔ ایک مقام کو جسے توّج کہتے تھے دارالھجرت قرار دے دیا اور وہاں اتر پڑے۔ توّج میں انھوں نے جامع مسجد بھی تعمیر کی۔ ان کی جھڑپیں اہلِ اردشیر کے ساتھ جاری رہیں تاآنکہ ان کے علاقے کے ایک حصّے پر قابض ہو گئے۔ شاپور، اصطخر اور ارجان کے علاقوں کا بھی ایک حصہ فتح و مسخّر کر لیا۔ اسی طرح ایک سال گزار دیا۔ ازاں بعد اپنے بھائی حکم بن ابی العاص کو اپنے آدمیوں کی سر براہی سونپ کر خود مدینہ شریف میں جا ٹھہرے۔

اس اثنا میں مرزبانِ فارس نے ایک لشکرِ جرّار جمع کیا اور حکم کی طرف پیش قدمی کی۔ مگر حکم نے اسے شکست دے کر تہ تیغ کر دیا۔ نام اس کا سُہرک تھا۔

Marfat.com

جنگ نہاوند

اس کے بعد ۲۱ھ (۶۴۱م) میں جنگ نہاوند پیش آئی۔ وہ یوں کہ جب اہلِ عجم جلولا میں مارے گئے اور یزد جرد مفرور ہو کر قم میں جا پہنچا تو وہاں سے اپنے ہرکارے شہر بشہر روانہ کر دیے کہ لشکر اکٹھا کریں۔ اہلِ ملک یزد جرد کی حمایت پر جوش و خروش سے کمربستہ ہو گئے۔ لہذا ملک کے گوشے گوشے سے اس کے پاس عجمی جوان مرد پہنچنے لگے۔ قومس، طبرستان، جرجان، دماوند، رَے، اصفہان، ہمدان اور ماہین ہر جگہ سے لوگ آ کے اکٹھے ہو گئے اور بے پناہ لشکر مرتب ہو گیا۔ یزد جرد نے ان سب کی قیادت مردان شاہ بن ہرمز کے سپرد کی اور نہاوند کی طرف روانہ کر دیا۔

اُدھر عمّار بن یاسرؓ نے حضرت عمرؓ کے حضور عریضہ ارسال کر کے اس امر کی اطلاع کر دی۔ چنانچہ وہ ہاتھ میں عمار بن یاسرؓ کا خط لیے ہوئے نکلے اور جا کے منبر پر بیٹھ گئے۔ خدا کی حمد و ثنا بیان کی اور خطاب فرمایا "اے برادران عرب، خدا نے تمہیں اسلام سے نوازا۔ تم بچھڑے ہوئے تھے اس نے تمہارے دلوں کو متحّد کر دیا۔ تم بھوکے تھے تمہیں دولت مند کر دیا۔ پھر جہاں کہیں تمہارا دشمن سے سابقہ پڑا تمہیں فتح عطا کی۔ نہ تمہیں شکست ہوئی نہ تم مغلوب ہوئے۔ اب شیطان نے بہت سے لشکر جمع کر لیے ہیں تاکہ نورِ خدا کو بجھا دے۔ یہ خط عمار بن یاسر کا خط ہے جس میں مرقوم ہے کہ اہلِ قومس، طبرستان، دماوند، جرجان، رَے، اصفہان، قم، ہمدان اور ماہین و ماسبذان کے لوگ دوڑ دوڑ کر بادشاہ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں تاکہ وہ تمہارے بھائیوں پر جو کوفے اور بصرے میں ہیں چڑھائی کر کے انہیں اپنے وطن سے نکال دیں اور ازاں بعد تمہارے ساتھ تمہارے وطن میں آ کے لڑیں۔ کہو کیا مشورہ دیتے ہو"۔

Marfat.com

اس پر حضرت طلحه بن عبیداللهؓ نے آغاز گفتگو کیا اور کہا "اے امیرالمومنین آپ کو معاملات نے پختہ کار بنا دیا ہے گردشِ آفاق نے آپ کو بارہا آزمایا ہے - آپ بااختیار ہیں - ہمیں حکم دیں - ہم اطاعت کریں گے - چلنے کو کہیں ہم چل کھڑے ہوں گے -" پھر حضرت عثمانؓ نے گفتگو کی اور کہا "اے امیرالمومنین ! آپ اهل شام کو لکھیں کہ اپنے شام سے ، اهلِ یمن کو لکھیں کہ اپنے یمن سے ، اهلِ بصرہ کو لکھیں ، اپنے بصرے سے کوچ کریں ، آپ خود اهلِ مدینہ کو همراہ لے کر روانہ ہوں اور کوفے پہنچیں - وہاں آپ کے پاس لوگ ہر سرزمین اور ہر وطن کے کونے کونے سے آ کے جمع ہو جائیں گے - اگر آپ اس طریق پر عمل پیرا ہوں تو ایرانیوں سے آپ کا لشکر گراں تر ہو گا - نفری کی رو سے آپ کی قوت بیشتر ہو گی -

یہ سن کر ہر جانب سے مسلمانوں نے کہا عثمانؓ نے ٹھیک بات کہی ہے - مگر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے کہا "ابو حسن آپ کی کیا رائے ہے" ؟ اس پر حضرت علیؓ نے کہا "اگر آپ اهلِ شام کو ان کے شام سے باہر بھیج دیں گے تو ان کے بال بچوں پر رومی چڑھ دوڑیں گے - اگر اهلِ یمن کو ان کے یمن سے باہر بھیج دیں گے تو گویا اهلِ حبش کو ان کا جانشین بنا دیں گے اور اگر آپ خود مدینے سے نکل کھڑے ہوئے تو پھر زمین آپ پر تنگ ہو جائے گی - نتیجہ یہ ہو گا کہ پیش قدمی کے مقابلے میں آپ کو اُن اهل و عیال کی کشش زیادہ محسوس ہو گی جنہیں اپنے پیچھے چھوڑ جائیں گے اور پھر عجمی جب آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو کہیں گے بس یہی ہیں عرب کے بادشاہ سلامت (وہ شاہ پرست ہیں ان کی نظروں میں خلیفہ کی سادگی و درویشی نہ جچے گی) اور وہ شدید تر جنگ شروع کر دیں گے - یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ہم نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یا ان کے بعد کوئی جنگ ایسی نہیں لڑی جس میں ہمیں دشمن کے مقابلہ میں عددی کثرت حاصل تھی - اس لیے

Marfat.com

اھلِ شام کو لکھیے کہ دو تہائی اپنے شام میں مقیم رھیں اور ایک تہائی کوچ کریں - اسی کے مطابق اھلِ عمان اور دیگر صوبہ‌جات و اضلاع کے باشندوں کے نام ھدایات جاری فرمائیں ''

حضرت عمرؓ نے فرمایا '' میری اپنی بھی یہی رائے تھی مگر چاھتا تھا کہ آپ میری تائید کریں '' اور پھر انھوں نے صوبہ‌جات کی جانب اسی تجویز کے مطابق حکمنامے تحریر کر دیے اور کہا '' میں کل یقیناً ایسے شخص کو اس جنگ کا سپہ سالار مقرر کروں گا جو دشمنوں کے نیزوں کو کاٹ کر رکھ دے گا '' - چنانچہ حضرت نعمان بن مقرنؓ المزنی کو قیادت عطا کی - حضرت نعمانؓ رسولِ خدا کے جلیل القدر صحابہ میں سے تھے اور اس وقت وہ کسکر کے علاقے میں عامل خراج تھے - پھر حضرت عمرؓ نے سائب بن اقرعؓ کو بلایا اور نعمان بن مقرنؓ کے نام جو ھدایت تحریر کی تھی ان کے سپرد کر کے کہا اگر نعمانؓ قتل ھو جائیں تو ان کی جگہ امیر سپاہ حذیفہ بن یمانؓ ھوں گے اور اگر حذیفہؓ بھی قتل ھو جائیں تو پھر امیر جریر بن عبداللہ بجلیؓ ھوں گے اور اگر جریر بھی قتل ھو جائیں تو پھر امیر مغیرہ بن شعبہؓ ھوں گے - وہ بھی قتل ھو جائیں تو پھر امیر اشعث بن قیس ھوں گے - ساتھ ھی حضرت نعمانؓ کے نام خط لکھا '' تم سے قبل وھاں عرب کے دو بہادر شہسوار موجود ھیں - عمرو بن معد یکرب اور طلیحہ بن خویلہ - جنگ کے معاملے میں ان دونوں سے صلاح لیتے رھنا مگر ان کو کمان اور قیادت نہ دینا -

ازاں بعد سائب سے کہا اگر خدا مسلمانوں کو فتح عطا کرے تو تم اموال غنیمت کے تحویل دار ھوگے اور یہ ذھن نشین رھے کہ میرے پاس کوئی ناواجب شے نہ بھیجنا - نیز یہ کہ اگر یہ لشکر مارا جائے تو پھر بھاگ جانا میرے سامنے نہ آنا '' -

چنانچہ سائب نے کوچ کیا اور کوفے میں جا کے حکمنامہ حضرت نعمانؓ کے سپرد کر دیا - اسی اثنا میں کمک بھی پہنچ گئی - اب حضرت ابوموسیٰؓ نے دو تہائی ساتھی بصرے میں چھوڑے اور باقی

Marfat.com

ایک تہائی کے ہمراہ چل کے کوفے میں پہنچ گئے - جب سارے اہلِ لشکر تیار ہوگئے تو نہاوند کی جانب روانہ ہو پڑے اور پھر ایک مقام پر جسے ''اِسفِیذبان'' کہا جاتا تھا اور جو قُد یشجان نام کے ایک گاؤں سے قریب اور شہر نہاوند سے تین فرسخ کے فاصلے پر تھا ڈیرے ڈال دیے - ایرانی بھی آ گئے - ان کی کمان مردان شاہ بن ہرمز کے ہاتھ میں تھی - انھوں نے آ کے مسلمانوں کے لشکر کے قریب ہی چھاؤنی ڈال دی اور اپنے گرد خندق کھود لی - فریقین کچھ عرصہ اپنی اپنی جگہ ٹھیرے رہے - آخر حضرت نعمان نے عمرو اور طلیحہ سے کہا ''کیا رائے ہے - یہ لوگ تو جہاں تھے وہاں بیٹھ رہے - ہلنے کا نام نہیں لیتے - ہر روز انھیں کمک پہنچ رہی ہے'' - عمرو نے جواب دیا '' تجویز یہ ہے کہ آپ اعلان کر دیں کہ امیرالمومنین وفات پا گئے ہیں اور پھر اپنی پوری جمعیّت کے ساتھ روانہ ہو پڑیں - جب انھیں پتہ چلے گا تو ہمارے تعاقب میں نکلیں گے - پھر ہم رک کر ان سے نپٹ لینگے - نعمان نے ایسا ہی کیا - عجمی عساکر نے خوشی منائی اور مسلمانوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے - مگر جب قریب پہنچے تو مسلمان رک گئے اور حملہ کر دیا - زوروں کی جنگ ہوئی - لوہے سے لوہا ٹکرا رہا تھا - اس آواز کے سوا کوئی آواز سنائی ہی نہ دیتی تھی - دونوں جانب کشتوں کے پشتے لگ گئے - رات فریقین کے مابین حائل ہوگئی اور وہ اپنی اپنی لشکرگاہ کی طرف چلے گئے - مسلمانوں نے زخموں سے کراہتے رات گزاری - صبح طلوع ہوئی تو پھر حملہ کر دیا - یہ بدھ کا دن تھا - شدید جنگ ہوئی اور سارا دن جاری رہی - دونوں فریق ڈٹے رہے - یہی حالت جمعرات کے روز بھی قائم رہی - جمعہ کے روز پیش‌قدمی ہوئی اور پھر رک گئی - اس لیے نعمان بن مقرن ؓ ایک سیاہ ٹٹوانی پر سوار ہوئے - سفید لباس زیب تن کیا - تمام صفوں میں گھوم پھر کر مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی اور جوش دلایا اور پھر اس گھڑی کا انتظار کرنے لگے جس گھڑی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم آغاز جنگ فرمایا کرتے تھے

Marfat.com

اور نصرت نازل ہؤا کرتی تھی - یہ وقت دن کے زوال کا وقت ہوتا تھا اور ہوائیں تیز تیز چلتی تھیں - پھر وہ سارے دستوں میں گھومے پھرے اور ہر دستے کے لوگوں سے کہا " میں تمھارے لیے تین بار جھنڈا ہلاؤں گا - جب میں پہلی بار ہلاؤں تو تم میں سے ہر سوار اپنے گھوڑے کا تنگ کس لے اور اپنے اسلحہ کا جائزہ لے لے - جب میں دوسری بار ہلاؤں تو نیزے تان لو - تلواریں سونت لو اور جب تیسری بار ہلاؤں تو نعرۂ تکبیر بلند کرو اور حملہ بول دو - میں بھی حملہ بول دونگا - جب سورج ذرا ڈھل گیا تو سب نے دو دو رکعت نماز پڑھی - نعمان کھڑے ہو گئے - اہل لشکر کی نظریں جھنڈے پر گڑی تھیں - آخر جب نعمان نے تیسری بار جھنڈا ہلایا تو انھوں نے اللہ اکبر کہا اور ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے - ایرانیوں کی صفیں ٹوٹ گئیں - سب سے پہلے شہید نعمانؓ خود تھے - انھیں ان کے بھائی سوید بن مقرن اٹھا کر ان کے خیمے میں لے گئے - ان کے کپڑے اتار کر خود پہن لیے - ان کی تلوار باندھ لی اور انھی کے گھوڑے پر سوار ہو گئے - کسی کو ان کے نعمان ہونے پر شک نہ گزرا - چنانچہ وہ ثابت قدمی سے دشمن سے نبرد آزما رہے - پھر خدا نے اپنی مدد نازل کی اور ایرانی منہ موڑ کر بھاگنے لگے یہاں تک کہ نہاوند سے دو فرسخ دور ایک گاؤں کے قریب پہنچ گئے جس کا نام " دزیزید " تھا اور وہاں لشکرگاہ قائم کر لی اس لیے کہ نہاوند کا قلعہ ان کی جمعیّت کے لیے تنگ تھا - اب حذیفہ جنھوں نے حضرت نعمانؓ کی جگہ قیادت سنبھالی تھی پیش قدمی کرنے لگے اور ایرانیوں کو ہر طرف سے دبا کر گھیرے میں لے لیا -

کہتے ہیں کہ ایک روز ایرانی عساکر تیار ہو کر جنگ کے لیے نکل آئے اور پھر جونہی مسلمانوں نے مقابلہ کیا بھاگ نکلے - ان کا ایک بہت بڑا سردار دینار نامی اپنی جمعیّت سے کٹ گیا - مسلمانوں نے اسے قلعے میں داخل ہونے سے روک دیا اور پھر بنو عبس کا ایک فرد سماک بن عبید اس کے پیچھے پڑ گیا اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو

Marfat.com

قتل کر دیا مگر اس کے گھوڑے نے جواب دے دیا اور سماک نے اسے گرفتار کر لیا ۔ اب اس نے سماک سے کہا کہ مجھے اپنے سپہ سالار کے پاس لے چلو میں اس ضلع کا مالک ہوں ۔ اس سے اس سرزمین کے ضمن میں مصالحت کر کے قلعے کا دروازہ کھول دوں گا ۔ وہ عبسی اُسے لیکر حضرت حذیفہؓ کے پاس آیا ۔ حذیفہ نے اس کی شرائط مان کے مصالحت کر لی اور اس ضمن میں اُسے اقرار نامہ لکھ کر دے دیا ۔

اب دینار نے قلعۂ نہاوند کے دروازے پہ آ کے اندر والوں کو آواز دی " قلعے کا دروازہ کھول دو اور اتر آؤ ۔ امیر نے تمھیں امان دے دی ہے اور میرے ساتھ تمھاری سرزمین کے عوض مصالحت کر لی ہے " ۔ وہ لوگ اتر کر اس کے پاس پہنچ گئے اسی باعث وہ جگہ " ماہ دینار " کہلاتی ہے ۔ اس علاقے کے اکابر میں سے ایک شخص سائب بن اقرع کے پاس پہنچا ۔ سائب اموال غنیمت کے تحویلدار تھے اور کہا " کیا آپ میری زمین کے بدلے مجھے میرے اموال کی امان دے سکتے ہیں تاکہ میں ایک ایسے خزانے کی طرف تمھاری رہبری کروں جس کا کوئی تخمینہ ممکن ہی نہیں ۔ وہ خزانہ آپ کے سب سے بڑے قائد کے قبضے میں آ جائے گا کیونکہ وہ وہ شے ہو گی جو غنیمت میں حاصل نہ ہو گی ۔ اس خزانے کی علّت یہ تھی کہ نخار جان کو جو جنگ قادسیہ میں کمک لے کر آیا تھا یہ معلوم ہو گیا تھا کہ عجمی شکست کھا چکے ہیں لہذا وہ رک گیا اور لڑتا ہوا مارا گیا ۔ وہ عجم کے اکابر میں سے تھا اور کسریٰ پرویز کے یہاں اُسے بڑا وقار حاصل تھا ۔ اس کی بیوی حسین ترین عورتوں میں شمار کی جاتی تھی ۔ اس کا کسریٰ کے یہاں بھی آنا جانا تھا ۔ جب نخار جان کو یہ پتہ چلا تو اُسے الگ کر دیا اور پھر اپنے نزدیک نہ پھٹکنے دیا ۔ یہ بات کسریٰ تک بھی پہنچ گئی لہذا ایک روز جب نخار جان دیگر کئی اکابر و اشراف کے ہمراہ حاضر ہؤا تو کسریٰ نے اس سے کہا " مجھے پتہ چلا ہے کہ تمھارے یہاں ایک شیریں چشمہ ہے مگر تم اس میں سے پانی نہیں پیتے " ؟ نخار جان نے جواب دیا " بادشاہ سلامت مجھے

Marfat.com

معلوم ہؤا تھا کہ کبھی کبھی اس طرف شیر کا بھی گزر ہوتا ہے - میں نے ڈر کے مارے کنارہ کر لیا " - کسریٰ کو نخار جان کا جواب بہت پسند آیا اور اس کی ذہانت سے بہت متاثر ہؤا - پھر وہ اپنے حرم میں داخل ہؤا وہاں اس کی تین ہزار داشتائیں تھیں - اس نے سبھی کو جمع کیا ان کے زیورات اتروائے اور اکٹھے کر کے نخار جان کی بیوی کے پاس بھجوا دیے - پھر سناروں کو بلا کر ان سے نخار جان کے لیے ایک سنہری تاج بنوایا جو قیمتی جواہر سے مرصّع تھا اور اس کے پاس بھیج دیا - یہ سارے زیورات تاج سمیت اس عورت کی اولاد کے قبضے میں رہے مگر جب جنگ ان کے نواح میں بھی جا پہنچی تو وہ لوگ زیورات کو لے کر اپنے والد کے گاؤں میں جو اس کے نام کے باعث خوار جان کہلاتا تھا ، چلے گئے - اس گاؤں میں ایک آتش کدہ بھی موجود تھا - انھوں نے وہ آگ ہٹا کے زیورات نیچے دفن کر دیے اور پھر آگ کو اس کی اصلی حالت پر لوٹا دیا -

سائب نے اس سردار سے کہا " اگر تم سچ کہتے ہو تو میں تمھیں ، تمھاری اولاد ، جائداد اور جملہ اہل و عیال کو امان دیتا ہوں " - یہ کہ کے وہ اس کے ہمراہ گئے اور دو بڑے سنگار دانوں میں سے وہ سب کچھ نکال لیا - ایک میں تاج تھا اور دوسرے میں زیورات -

سائب نے وہ جملہ اموال غنیمت تقسیم کر کے دونوں سنگاردان اپنی ناقہ کی دونوں خورجیوں میں رکھے اور لے کر حضرت عمرؓ کے حضور پہنچ گیا - پھر ان سنگاردانوں کی جو کہانی ہے وہ مشہور و معروف ہے [۱] - بہر حال عمرو بن حارث نے ان کو اپنے (قبیلے کے)

۱- سائب نے یہ دونوں سنگاردان حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیے ، انھوں نے فرمایا فی‌الحال بیت‌المال میں رکھ دیتے ہیں صبح ان کا مصرف سوچیں گے - سائب واپس کوفے چلے گئے ، رات خواب میں

(باقی صفحہ ۲۶۷ پر)

Marfat.com

تمام مجاهدین اور بچوں کے وظیفے کے عوض میں خرید لیا اور لے کر حیرہ میں جا پہنچا اور بیش قرار قیمت وصول کر کے بیچ دیا اور پھر اس قیمت کے بدلے عراق میں بہت سی جائداد خریدی ۔ گویا وہ پہلا قریشی تھا جس نے عراق میں جائداد خریدی ۔ عروہ بن زیدالخیل رضؓ اپنے ساتھیوں کی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں :—

(۱) أَلاَ طَرَقَتْ رَحْلِي وَقَدْ نَامَ صُحْبَتِي
بِإِيوانِ سِيْرِينَ المُزَخْرَفِ خُلَّتِي

(۲) وَلَوْ شَهِدَتْ يَوْمَيْ جَلُولاءِ حَرْبَنَا
وَيَوْمَ نَهَاوَنْدَ المَهُولَ اسْتَهَلَّتِ!

(۳) إِذاً لَرَأَتْ ضَرْبَ امْرِىءٍ غَيْرِ خَامِلٍ
مُجِيْدٍ بِطَعْنِ الرُّمْحِ أَرْوَعَ مِصْلَتِ

(۴) وَلَمَّا دعوا يَا عُرْوَةَ بْنَ مُهَلْهِلٍ
ضَرَبْتُ جُمُوعَ الفُرْسِ حَتّى تولَّتِ!

(۵) دَفَعْتُ عَلَيْهِم رَحْلَتِي وَفَوَارِسِي!
وَجَرَّدْتُ سَيْفِي فِيْهِم ثُمَّ أَلَّتِ!

(بقیہ صفحہ ۲۶٦)

حضرت عمر رضؓ نے دیکھا کہ فرشتے انہیں ان سنگاردانوں کی طرف کھینچ رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ دونوں سنگاردانوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں ۔ بہر حال صبح ہوتے ہی حضرت عمر رضؓ نے سائب کو بلوایا ، وہ کوفے کو روانہ ہو چکا تھا ، قاصد اس کے پیچھے گیا اور کوفے سے پکڑ لایا ۔ حضرت عمر رضؓ نے سائب سے کہا کہ " ان دونوں کو لے جا کے بیچ دو ۔ ان کی قیمت مسلمانوں کے وظائف و عطیات پر صرف کی جائے گی " ۔ سائب نے کوفے کی مسجد میں لے جا کر انہیں عمرو بن حریث کے ھاتھ فروخت کر دیا ۔ کہتے ہیں کہ عمرو نے بیس لاکھ دینار ادا کیے تھے ، — مگر ان سنگار دانوں میں جو کچھ تھا اس کے باعث عمرو کوفے کا مالدار ترین شخص بن گیا ۔

(٦) وَكم مِن عَدُوٍّ اشْرسٍ مُتَمردٍ !
عَلَيْه بِخَيْلي فيالهيَاج اَظلَّت !

(۷) وَكَمْ كُربةٍ فَرَّجتُها وَكَرِيْهَةٍ
شَدَدْتُ لَهَا أَزْرِي اِلَى أَنْ تَجلَّت !

(۸) وَقَدْ أَضْحَتِ الدُّنيا لَدَىَّ ذمِيْمَةً !
وَسَلَّيْتُ عَنْهاالنَّفسَ حتّٰى تَسَلَّت !

(۹) وَأَصْبَحَ هَمِّي فِي الجِهَادِ وَنِيَّتي !
فلِلّٰهِ نَفْسٌ أَدْبَرَتْ وَتوَلَّت !

(۱۰) فَلاَ تَرْوَةَ الدُّنيا نُريداكْتِسا بَها !
أَلاَ إِنَّها عَنْوَ فقرِهَا قدْ تَحلَّت !

(۱۱) وَمَا ذَا أُرجِّى مِنْ كُنُوزٍ جَمَعْتُها !
وَ هٰذِى المَنَايا شُرَّعاً قَدْ أَظلَّت !

۱- دیکھو که آدھی رات کو جب که میرے رفقاء سو گئے تھے میری سواری روانه ھو پڑی - کیونکه میری محبوبه سیرین کے زرکار ایوان میں ڈیرے ڈالے ھوئے تھی -

۲- اگر وہ جلُولا کی لڑائی میں موجود ھوتی اور نہاوند کی ھولناک جنگ کا منظر دیکھا ھوتا اور پھر ھماری جنگ بازی ملاحظه کی ھوتی تو یقیناً چیخ اٹھتی -

۳- ھاں وہ ایک نامور شخص کی تیغ زنی دیکھتی - وہ شخص جو نیزہ زنی میں بھی ماھر ھے - جو بارعب بھی ھے اور دلیر بھی -

۴- جونہی میرے ساتھیوں نے پکارا " اے عروہ بن مہلیل " تو میں نے ایرانی عساکر پر تلوروں کے وار کرنے شروع کر دیے تاآنکه ایرانیوں نے پیٹھ دکھا دی -

۵- مگر میں نے اپنی سواری کے علاوہ اپنے بہت سے گھوڑے ان کے تعاقب میں ڈال دیے اور پھر پہلے انھیں تلوار سے مارا

ازاں بعد برچھی سے کام لیا ۔

٦- کتنے کینہ پرور، تند مزاج اور سرکش دشمن ھیں جن پر میں جنگ میں اپنے سواروں کے همراہ چھا جاتا ھوں ۔

۷- کتنی ھی تکلیفیں اور آفتیں ایسی تھیں جن کے مقابلے پر میں نے کمر کس لی اور ایسا مقابلہ کیا کہ آخر وہ چھٹ کر رہ گئیں ۔

۸- میرے نزدیک دنیا ذلیل و کمینی شے ھے میں نے اپنے نفس کو اس سے الگ رھنے کی عادت ڈالی اور مطمئن ھو جانے کی تلقین کی چنانچہ نفس نے دنیا سے منہ موڑ لیا اور مطمئن ھو گیا ۔

(۹) میرا اب اگر کوئی مقصود ھے تو محض جہاد ۔ اس لیے اگر کوئی وجود پیچھے ھٹے یا منہ موڑے تو اس سے خدا سمجھے ۔

(۱۰) ھم دنیا کا مال و دولت حاصل کرنے کے متمنّی نہیں، یہ وافر ھونے کے باوصف ھماری نگاھوں سے گر چکی ھے ۔

(۱۱) میں ان خزائن کے ساتھ کیا امیدیں وابستہ کروں جو میں نے جمع کیے جب کہ موتیں نیزوں کی طرح سروں پر سائے کیے ھوئے ھیں ۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کی خلافت

ماہ ذوالحجہ ۲۳ھ کی چار راتیں باقی تھیں کہ حضرت عمرؓ جمعہ کے روز رحلت فرما گئے ۔ ان کی مدت خلافت دس سال اور چھ ماہ تھی ۔ ان کی جگہ حضرت عثمانؓ بن عفان کو خلیفہ بنا دیا گیا ۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمارؓ بن یاسر کو کوفے کی حکوت سے معزول کر کے ان کی جگہ ولید بن عتبہ بن ابی مُعَیط کو مقرر کیا جو ماں کی طرف سے حضرت عثمانؓ کے بھائی تھے ۔ ماں دونوں کی اروٰی بنت ام حکیم بن عبدالمطلب بن ھاشم تھی ۔ اسی طرح انھوں نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرے کی حکومت سے معزول کر کے وھاں

عبداللہ بن عامر بن کُریز کو تعینات کیا جو ان کے ماموں زاد بھائی تھے۔ ابھی نوخیز ہی تھے ۔ ازاں بعد عمروبن العاص کو مصر کا حاکم جنگ متعین کر کے وہاں کا حاکم خراج عبداللہ بن ابی سرح کو مقرر کر دیا جو ان کے رضاعی بھائی تھے ۔ کچھ عرصے کے بعد عمرو بن العاص کو ہٹا کے حرب و خراج دونوں کی امارت عبداللہ بن ابی سرح کے حوالے کر دی ۔

عہد عثمان کی فتوحات

کچھ عرصے کے بعد سرزمین فارس میں غزوہ شاپور اور اس کی تسخیر عمل میں آئی ۔ اس غزوہ کی قیادت عثمان بن العاص نے کی تھی ۔ ۲۹ھ میں فتح افریقہ عمل میں آئی ۔ اس فتح کی قیادت عبداللہ بن ابی سرح نے کی تھی ۔ پھر قبرص فتح ہؤا ۔ اس کارروائی کی قیادت امیر معاویہ بن ابی سفیان نے کی تھی ۔

کچھ عرصے کے بعد اہل اصطخر نے اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ۔ یزدجرد بادشاہ ایرانیوں کی ایک جمعیّت کے ساتھ وہاں پہنچ چکا تھا ۔ چنانچہ عثمان بن ابی العاصرض اور عبداللہ بن عامرض نے ان کی طرف کوچ کیا ۔ مسلمانوں نے فتح پائی ، یزدجرد خراسان کی طرف بھاگا اور مرو میں جا پہنچا ۔ وہاں اپنے عامل سے جس کا نام " ماھشویہ " تھا اموال کے ضمن میں مواخذہ کیا ۔ ماھشویہ خاقان شاہ ترکان کا سسر تھا ۔ جب یزدجرد نے اس پر سختی کی تو اس نے خاقان کو اطلاع بھیج دی ۔ خاقان نے لاؤلشکر لیا اور آسویہ کے قریب دریا کو عبور کیا اور ریگستان کو قطع کر کے مرو میں آن وارد ہؤا ۔ ماھویہ نے شہر کے دروازے کھول دیے ۔ یزدجرد اکیلا پا پیادہ بھاگ نکلا۔ کوئی دو فرسخ گیا ہوگا ۔ سحری کا وقت تھا ۔ ایک چکی نظر آئی جس میں چراغ جل رہا تھا وہ چکی میں داخل ہو گیا اور آٹا پیسنے والے سے کہا " آج کی رات مجھے یہاں جگہ دے دو "۔ آٹا پیسنے والے نے کہا مجھے چار درھم ادا کرو جو میں چکی کے مالک کو ادا کروں گا ۔ یزدجرد

Marfat.com

نے اپنی تلوار اور کمربند دے دیا اور کہا ’’ یہ لے لو ‘‘ ۔ چکی والے نے اپنا کمبل بچھا دیا ۔ یزدجرد بہت تھکا ماندہ تھا پڑ کے سو گیا ۔ جب وہ گہری نیند کے مزے لینے لگا تو چکی والے نے چکی راھنے کی سلاخ ھاتھ میں لی اور اٹھ کے اُسے مار ڈالا ۔ پھر اس کے جملہ ملبوسات وغیرہ اتار لیے اور اُسے دریا میں پھینک دیا ۔

صبح ہوئی تو پکار پڑی اور اھل ایران ترکوں پر ھر جانب سے ٹوٹ پڑے ۔ خاقان شکست کھا کر ریگستان میں گھس گیا ۔ جنگ سے فارغ ھو کر لوگ بادشاہ کو ڈھونڈنے لگے ۔ اس کا کوئی نشان نہ ملا ۔ آخر کھوج لگاتے لگاتے چکی والے کے پاس پہنچ گئے ۔ دیکھا کہ وہ پانی میں مرا پڑا ھے ۔ پوشاک اس کی چکی والے کے پاس پڑی مل گئی ۔

یہ حضرت عثمانؓ کے خلافت کے چھٹے سال کا واقع ھے ۔ ھجری کا تیسواں سال تھا ۔ اس واقعہ کے ساتھ ھی گویا اھل فارس کی حکومت ختم ھو گئی ۔ اھل ایران نے مرگِ یزدجرد سے نیا سن شروع کیا جو ن میں تا حال مروّج ھے ۔ ماھویہ اھل مرو کے ڈر سے بھاگا کہ مبادا وہ اُسے قتل کر ڈالیں اور ابر شہر میں جا ٹھیرا اور وھیں راھیٔ عدم ھؤا ۔

عبداللہ بن خازم سلمی نے سرخس کی جانب کوچ کیا اور اُسے مسخر کر لیا ۔ عبداللہ بن عامرؓ نے کرمان و سجستان پر چڑھائی کی اور دونوں علاقے فتح کر لیے ۔

حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت

اس کے بعد حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا[۱] ۔ ان کے قتل کے بعد تین روز تک مسلمان بلا امام رھے ۔ حضرت عافقی لوگوں کو نماز پڑھا دیتے تھے ۔ آخر لوگوں نے حضرت علیؓ کے ھاتھ پر بیعت کر لی ۔ جب بیعت ھو چکی تو حضرت علیؓ نے خطاب کیا ’’ اے لوگو ! تم نے

۱- ذولحجہ ۳۵ھ

Marfat.com

میری بیعت انھی شرائط پر کی ہے جن شرائط پر میرے پیشرؤوں کی بیعت کی تھی ۔ انتخاب کا حق بیعت سے قبل ھوتا ہے ۔ جب بیعت ھو گئی تو انتخاب ختم ھو گیا ۔ پھر امام کا فرض یہ ہے کہ سیدھی راہ پر گامزن رہے اور رعیّت کا فرض یہ ہے کہ سر تسلیم خم کرے ۔ یہ بیعت بیعتِ عام ہے جو اسے قبول نہ کرے گا وہ اسلام سے دور ھو جائے گا ۔ بیعت سوچ سمجھ کر عمل میں لائی گئی ہے ۔ ناگہانی طور پر ظہور میں نہیں آئی '' ۔

اب حضرت علیؓ نے لوگوں کو مطلع کیا کہ وہ عراق کی سمت کوچ کرنے کا ارادہ رکھتے ھیں ۔ شام پر ان دنوں امیر معاویہ بن ابی سفیان کی حکومت تھی ۔ جنھیں حضرت عمرؓ نے سات برس اور حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کا سارا عرصہ یعنی بارہ برس اس منصب پر برقرار رکھا تھا ۔ یہ سن کر تین افراد کے سوا سبھی نے حضرت علیؓ کے کوچ کرنے کی تائید کی ۔ وہ تین افراد یہ تھے : سعدؓ بن ابی وقاص ، عبداللہ بن عمرؓ اور محمدؓ بن مسلمہ انصاریؓ ۔

اسی اثنا میں حضرت علیؓ نے مختلف صوبجات میں اپنے گورنر روانہ کر دیے ۔ عثمان بن حُنیفؓ کو بصرے کا گورنر مقرر کیا ۔ عمارہ بن حسّانؓ کو کوفے کا ۔ عمارہ ہجرت کرنے والوں میں سے تھے ۔ عبداللہ بن عباسؓ کو تمام سرزمین یمن کا ۔ قیس بن سعد بن عبادہؓ کو مصر کا اور سہل بن حنیفؓ کو شام کا ۔

مگر سہلؓ جب تبوک کے مقام پر پہنچے جو شام کی سرحد پر واقع ہے تو انھیں امیر معاویہ کے سوار ملے اور انھیں واپس کر دیا ۔ وہ حضرت علیؓ کے پاس آ گئے ۔ اس وقت حضرت علیؓ کو یہ معلوم ھو گیا کہ معاویہ مخالفت کی راہ اختیار کئے ھوئے ھیں ۔ نیز یہ بھی پتہ چل گیا کہ اھلِ شام نے ان کی بیعت کر لی ہے ۔

اتنے میں موسم حج آ گیا اور حضرت زبیرؓ و طلحہ نے حضرت علیؓ سے حج کی اجازت حاصل کر لی ۔ حضرت عائشہؓ عمرہ کرنے کی غرض سے پہلے ھی وھاں تشریف لے جا چکیں تھیں ۔ جب وہ رخصت

Marfat.com

ہوئی تھیں تو ابھی حضرت عثمانؓ محصور تھے۔ یہ ان کے قتل سے بیس روز پہلے کی بات ہے۔ پھر جب وہ عمرہ کر چکیں تو وہیں ٹھہر گئیں۔ اب حضرت زبیرؓ و طلحہؓ بھی ان کے پاس پہنچ گئے۔

حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کے نام خط لکھا "امّا بعد! حضرت عثمانؓ جس آفت کا شکار ہوئے تمہیں معلوم ہے۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ لوگوں نے متّفقہ طور پر میری بیعت کر لی ہے۔ اب خواہ سلامتی کے حلقے میں داخل ہو جاؤ۔ خواہ جنگ کی راہ اختیار کرو"۔ یہ خط حجّاج بن غزیہ انصاری کے ہاتھ روانہ کر دیا۔ انہوں نے امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ کے حضرت علیؓ کا خط پیش کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے پڑھا اور کہا "تم اپنے آقا کے پاس واپس چلے جاؤ۔ میرا قاصد میرا خط لے کر تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہے"۔

حجاج واپس چلے گئے۔ اب امیر معاویہؓ نے ورق طلب کیے۔ ایک کو دوسرے سے جوڑا۔ پھر انہیں لپیٹا۔ ان پر حرف "بسم اللہ الرحمن الرحیم" تحریر کر دیا۔ عنوان نامہ یہ تھا۔ "معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے علی بن ابی طالب کے نام" اور وہ خط ایک عبسی شخص کو جو بڑا چرب زبان اور دلیر تھا دے کر روانہ کر دیا۔ عبسی حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوا اور خط دے دیا۔ انہوں نے خط کھولا وہاں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اس وقت حضرت علیؓ کے پاس بہت سے روساء و اشراف موجود تھے۔

اب عبسی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا "اے لوگو آپ میں کوئی بنو عبس کا فرد بھی موجود ہے"۔ انہوں نے جواب دیا "ہاں"۔ کہا "تو پھر میری زبان سے سن لو اور میری طرف سے یہ ذہن نشین کر لو کہ میں اپنے پیچھے شام میں پچاس ہزار شیوخ کو چھوڑ آیا ہوں جنھوں نے قمیص عثمانؓ کے سائے میں رو رو کر اپنی داڑھیوں کو رنگ لیا ہے۔ انہوں نے وہ قمیص نیزوں پر اٹھا رکھی تھی اور خدا سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ جب تک عثمانؓ کے قاتلوں کو ہلاک نہیں کر لیتے تلواروں کو نیام میں نہیں کریں گے یا یہ کہ خود ان

Marfat.com

کی روحیں بھی اللہ سے جا ملیں '' ۔

یہ سن کر خالد بن زُفر عبسی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا '' قسم خدا کی اے قاصدِ شام تو بہت بُرا قاصد ہے ۔ کیا تو مہاجرین و انصار پر شام کے عساکر اور قمیصِ عثمانؓ کے زیر سایہ اُن کے گریہ و زاری کا رعب ڈالتا ہے ۔ خدا کی قسم نہ وہ قمیص قمیصِ یوسف ہے ۔ نہ وہ غم غمِ یعقوب ہے ۔ یہ شام میں عثمانؓ پر رونے والے وہی ہیں جنھوں نے ان کو عراق میں بے یارومددگار چھوڑ دیا تھا '' ۔

اسی اثنا میں حضرت مغیرہ بن شبعہؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا '' اے امیرالمومنین آپ کو صاحبِ رسول ہونے کا شرف حاصل ہے (آپ کو معاویہ کے مقابلے میں کیا خطرہ ہے) لہذا آپ معاویہ کو شام کی گورنری پر بحال رکھیں ۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کے دیگر گورنروں کو بھی بحال رہنے دیں ۔ جب آپ کو ان کی اطاعت و بیعت حاصل ہو جائے تو پھر چاہے ان کی جگہ کسی اور کا تقرر کر دیں خواہ انہیں کو رہنے دیں ''۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا '' میں اس مسئلہ پر غور کروں گا '' ۔

اس وقت تو مغیرہ بن شبعہؓ چلے گئے ۔ اگلے روز پھر آئے اور کہا '' اے امیرالمومنین ۔ کل میں نے جس رائے کا اظہار کیا تھا اس پر بعد میں غور کیا تو پتہ چلا کہ وہ درست نہ تھی ۔ آپ جلد از جلد معاویہؓ و دیگر عثمانیؓ گورنروں کو معزول کر دیں ۔ اس طرح معلوم ہو جائے گا کہ مطیع کون ہے اور باغی کون اور پھر آپ ہر ایک کا بدلہ چکا سکیں گے ۔ '' ۔ یہ کہہ کے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ وہ جا رہے تھے کہ عبداللہ بن عباسؓ آ گئے اور آ کے حضرت علیؓ سے پوچھا '' آپ کے پاس مغیرہؓ کس غرض سے آئے تھے ''۔ حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو مغیرہؓ کے گزشتہ روز اور اس روز والے مشورہ سے آگاہ کیا ۔ سن کر ابن عباس بولے '' مطلب یہ ہؤا کہ کل انھوں نے آپ کو مخلصانہ مشورہ دیا تھا مگر آج آپ کو جُل دیا ہے '' ۔

حضرت مغیرہؓ تک بھی بات پہنچ گئی ۔ چنانچہ انھوں نے کہا '' ابن عباسؓ سچ کہتے ہیں ۔ میں نے اخلاص کے ساتھ رائے دی تھی مگر جب علیؓ نے اسے رد کر دیا تو میں نے بھی بیان بدل لیا ''۔ پھر جب لوگ اس ضمن میں باہم الجھنے لگے تو مغیرہ مکے چلے گئے ۔ وہاں تین ماہ مقیم رہ کر واپس مدینے کی راہ لی ۔

آخر حضرت علیؓ نے اعلان کرا دیا کہ '' لوگو ! عراق کی جانب کوچ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ ۔ یہ سن کر سعدؓ بن ابی وقاصؓ ، عبداللہ بن عمرؓ بن خطاب اور محمدؓ بن مسلمہؓ ان کے پاس آئے ''۔ علیؓ نے ان سے کہا '' مجھ تک آپ کی کچھ باتیں پہنچی ہیں جنھیں میں نے پسند نہیں کیا '' ۔ اس پر حضرت سعدؓ نے کہا '' جو کچھ آپ تک پہنچا وہ صحیح ہے ۔ آپ مجھے کوئی ایسی تلوار دے دیں جو مسلم اور کافر میں تمیز کر سکتی ہو تا کہ میں اُسے ہاتھ میں لے کر آپ کی معیّت میں جنگ کروں '' ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا '' میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں ۔ آپ مجھے ایسے کام پر مجبور نہ کریں جس سے میں آگاہ نہیں ہوں '' ۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا '' رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہدایت فرمائی تھی کہ جب تک تمھاری تلوار سے مشرک قتل ہوتے رہیں تم لڑتے رہو اور جب اہلِ صلاۃ مارے جانے لگیں تو اسے کوہ احد کی کسی چٹان پر مار کے توڑ دینا ۔ تو کل میں نے اسے توڑ دیا ''۔ اس کے بعد وہ تینوں رخصت ہو گئے ۔ اتنے میں حضرت اسامہ بن زیدؓ علیؓ کے پاس آئے اور کہا '' اس معاملے میں مجھے اپنے ہمراہ جانے سے معاف فرمایے کیونکہ میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ جو شخص اشہد ان لاالہ الاّ اللہ کہے گا میں اس سے نہ لڑوں گا '' ۔

جب اشتر کو اس بات کا علم ہوا تو حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا '' اے امیرالمومنین ، ہم اگرچہ مہاجرین و انصار میں سے نہیں مگر ہم بڑے نیکو کار تابعین ہیں ۔ یہ لوگ ان معاملات میں

Marfat.com

تقدم کے مالک ہیں جو ہم سے قبل ظہور میں آئے - اس معاملے میں جس میں ہم بھی ان کے شریک و سہیم ہیں ، انہیں ہم پر کوئی تقدم حاصل نہیں - یہ بیعت بیعتِ عام تھی اب جو اس سے علیحدگی اختیار کرتا ہے وہ گویا بھلا بھی مارتا ہے اور بھلائی کا طالب بھی ہے - لہذا آپ ان لوگوں کو جو چلنا نہیں چاہتے پہلے زبانی آمادہ کیجیے کہ چلیں اور جب انکار کریں تو سزائے قید دے کر راہ پر لایے'' -

مگر حضرت علیؓ نے کہا '' میں انہیں کچھ نہ کہونگا - وہ جانیں اور ان کی رائے'' -

اور جب حضرت علیؓ نے عراق کی سمت کوچ کرنے کا تہیہ کر لیا تو شرفائے انصار جمع ہو کر حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوئے - عقبہ بن عامرؓ نے جو بدری صحابہ میں سے تھے گفتگو کا آغاز کیا اور کہا '' اے امیرالمومنین ! مسجد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز کی سعادت اور ان ؐکے مزار اور منبر کے مابین آمدورفت سے محرومی ایسا نقصان ہے جس کا بدل وہ شے ہرگز نہیں جس کو آپ عراق میں حاصل کر لینے کی توقع رکھتے ہیں - اگر آپ کہتے ہیں کہ اہلِ شام کے خلاف جنگ کرنے کی خاطر جانا ضروری ہے تو جان لیجیے کہ عمرؓ ہمارے ہی پاس ٹھیرے رہے تھے - جنگ قادسیہ میں ان کی نمائندگی کا حق سعدؓ بن وقاص نے ادا کر دیا اور جنگ اہواز میں ابوموسیٰ اشعریؓ نے - ان لوگوں کے ہم پایہ لوگ آپ کے پاس بھی موجود ہیں - مرد یکساں رہتے ہیں زمانہ گرداں رہتا ہے'' - حضرت علیؓ نے جواب دیا '' اموال بھی عراق میں ہیں اور افراد بھی - حملہ اہلِ شام پر ہے - میں چاہتا ہوں کہ شام سے قریب رہوں'' - پھر کوچ کا نقارہ بجا کے رخصت ہو چلے - لوگ بھی ہمراہ روانہ ہو گئے'' -

جنگ جمل

کہتے ہیں کہ جب حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت

۱- جمادی الآخرہ ۳۶ھ

عائشہؓ نے حج کر لیا تو قتل عثمان کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا۔ حضرت زبیرؓ اور طلحہؓ نے کہا " اگر آپ متفق ہوں تو ہم خونِ عثمانؓ کا دعویٰ کیے دیتے ہیں "۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا " آپ ان کے خون کا دعویٰ کس پر کریں گے " ؟ انھوں نے کہا " وہ لوگ تو جانے پہچانے ہیں ، علیؓ کے خاص معتمد اور ان کے اصحاب کے سربراہ ۔ آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ہم اپنے حجازی ہمراہیوں کو لے کر بصرہ میں پہنچیں ۔ جب اہلِ بصرہ آپ کو دیکھیں گے تو متحد و متفق ہو کر آپ کی اعانت پر اتر آئیں گے "۔ آخر حضرت عائشہؓ ان کے ہمراہ جانے پر رضامند ہو گئیں اور چل دیں ۔ لوگ ان کے دائیں بائیں ہو لیے "۔

جب علیؓ مدینے سے کوفے کا ارادہ لے کر نکلے تو انھیں حضرت زبیرؓ ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عائشہؓ کے معاملے کی بھی خبر ہو گئی لہذا اپنے ساتھیوں سے کہا " یہ لوگ بصرے کی جانب جا رہے ہیں اور کسی سوچی سمجھی تدبیر کے تحت جا رہے ہیں ۔ آؤ ان کا تعاقب کریں ۔ ممکن ہے ہم ان کے بصرہ پہنچنے سے قبل انھیں جا لیں کیونکہ اگر وہ بصرے میں وارد ہو گئے تو وہاں کے تمام باشندے ان کے ساتھ ہو جائیں گے "۔ لوگوں نے جواب دیا " اے امیرالمومنین ! ہمیں لے چلیے " ۔ مگر جب وہ منزلیں مارتے ہوئے مقام " ذی قار " پر پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت زبیرؓ ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عائشہؓ کی جمعیّت بصرے میں پہنچ چکی ہے اور بنی سعد کے سوا باقی تمام اہلِ شہر نے ان کی بیعت بھی کر لی ہے ۔ بنی سعد نے ان لوگوں کے ساتھ اشتراکِ عمل سے انکار کر دیا اور اہلِ بصرہ سے کہا " ہم نہ تمھاری مدد کریں گے نہ مخالفت "۔ اسی طرح کعب بن سُور بھی ان سے کنارہ کش ہو کر اہل و عیال سمیت خانہ نشین ہو گئے ۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ ان کے گھر پہنچ گئیں ۔ یہ دیکھ کر وہ بولے " یہ بات مجھے پسند نہیں کہ ماں کا حکم ٹال دوں "۔ کعب بصرے کے عاملِ قضاء تھے ۔

Marfat.com

جب اس امر کی اطلاع حضرت علیؓ کو ملی تو انھوں نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاصؓ کو کوفے بھیجا تاکہ وہ اہلِ کوفہ کو ہمراہ چلنے پر آمادہ کریں - پھر ہاشم کے پیچھے پیچھے اپنے فرزند حضرت حسنؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو بھی روانہ کر دیا - غرضیکہ تینوں روانہ ہو پڑے اور کوفے میں جا پہنچے - ان دنوں ابوموسیٰ کوفے ہی میں موجود تھے - وہ مسجد میں بیٹھے تھے لوگ ارد گرد تھے اور وہ لوگوں سے کہ رہے تھے " اے اہلِ کوفہ ! میری بات مانو تو اہلِ عرب کا مرکز و محور بن جاؤ گے - مظلوم تمھارے پاس پناہ گزیں ہوں گے اور خوف زدگان مامون - اے لوگو ! جب فتنہ آتا ہے تو مشتبہ ہوتا ہے - لوٹتا ہے تو واضح ہو جاتا ہے - مگر یہ انتشار خیز فتنہ نہ جانے کہاں سے آ رہا ہے اور کون اُسے لا رہا ہے - اپنی تلواریں نیام میں کر لو - نیزوں کی سنانیں نکال دو ، کمانوں کی تانتیں توڑ دو - گھروں کے تنگ تر گوشوں میں لگ کر کے بیٹھ رہو - اے لوگو فتنے کے عالم میں سونے والا بیدار سے بہتر ہے ، کھڑا رہنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے " -

اتنے میں حضرت حسنؓ اور عمّار بن یاسرؓ بڑی مسجد میں جا پہنچے - لوگوں کا ہجوم حضرت ابوموسیٰؓ کے گرد تھا اور وہ اُن سے یہ اور اسی قسم کی دیگر باتیں کہہ رہے تھے - اس پر حضرت حسنؓ نے ان سے کہا " آپ ہماری مسجد کو چھوڑ دیں اور جہاں جی چاہے تشریف لے جائیں " - ازاں بعد حضرت حسنؓ حضرت عمار بن یاسرؓ کی معیّت میں منبر پر چڑھ گئے اور لوگوں سے لشکر میں شامل ہونے کی اپیل کی - یہ سن کر حضرت حُجر بن عدی الکندیؓ جو کوفے کے بزرگ ترین افراد میں سے تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا " مسلّح و غیر مسلّح ہر حالت میں شامل لشکر ہو جاؤ - خدا تم پر رحم کرے " - ان کی بات پر لوگوں نے ہر طرف سے رضامندی کا آوازہ بلند کیا اور کہا " امیرالمومنین کا حکم سر آنکھوں پر - ہم ہر حالت میں چل دیں گے - فراخی ہو خواہ تنگی ، سختی ہو خواہ

Marfat.com

نرمی "۔

بہر حال لوگ اگلی صبح کو تیار ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت حسنؓ نے انہیں گنا ، وہ کل نو ہزار پانچ سو جوان مرد تھے۔ یہ سارے حضرت علیؓ کے " ذی قار " سے رخصت ہونے سے قبل ان کے پاس پہنچ گئے اور جب منہ اندھیرے حضرت علیؓ کوچ کرنے لگے تو مناد کو حکم دیا کہ وہ سارے لشکر میں کوچ کی منادی کر دے۔ اس وقت حضرت حسنؓ نے ان کے قریب آ کے کہا " ابا جان ! جب حضرت عثمانؓ قتل ہوئے اور لوگوں نے آپ کے پاس سحروشام آنا شروع کر دیا اور چاہا کہ آپ خلافت کا بار اٹھا لیں تو میں نے مشورہ دیا تھا کہ جب تک ہر جانب کے لوگ متفقہ طور پر آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کر دیں آپ یہ منصب قبول نہ فرمائیں اور پھر جب آپکو زبیرؓ اور طلحہؓ کے حضرت عائشہؓ کے ہمراہ بصرے کی جانب کوچ کرنے کی اطلاع ملی تھی تو میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ مدینہ شریف کی طرف لوٹ جائیں اور گھر میں بیٹھ رہیں ۔ اسی طرح جب حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا تھا تو میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ مدینے سے باہر چلے جائیں ۔ اگر عثمانؓ قتل بھی ہو گئے تو بہر حال آپ کی موجودگی میں نہ ہوں گے ۔ مگر آپ نے کسی بھی معاملے میں میرا مشورہ قبول نہ کیا "۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا " یہ کہ میں ہر جانب کے لوگوں کی اطاعت کا انتظار کرتا تو یہ جان لو کہ بیعت (انتخابِ خلیفہ) کا حق انہیں مہاجرین و انصار کو حاصل ہوتا ہے جو حرمین میں موجود ہوں ۔ جب وہ لوگ اظہارِ رضامندی کر چکیں اور سلام (خلافت) کہہ دیں تو باقی لوگوں پر اطاعت و تسلیم فرض ہو جاتی ہے ۔ رہا میرا گھر کو لوٹنا اور جا کے بیٹھ رہنا تو جان لو کہ یہ امت کے ساتھ غداری ہوتی ۔ پھر یہ کہ ایسا کرنے سے مجھے یہ اطمینان کیونکر حاصل ہو سکتا تھا کہ فتنہ سر نہ اٹھائے گا اور اس امت کا اتحاد پارہ پارہ

Marfat.com

نہ ہو جائے گا - رہا یہ کہ میں عثمانؓ کے محصور ہو جانے کے وقت مدینے سے نکل جاتا تو یہ میرے بس میں کب تھا ، لوگوں نے مجھے بھی تو اسی طرح گھیر رکھا تھا جس طرح عثمانؓ کو ، لہذا بیٹا جان جس معاملے کو میں تم سے بہتر جانتا ہوں تم اس میں دخل نہ دو'' -

ازاں بعد حضرت علیؓ نے اپنی جمعیّت سمیت کوچ کیا اور بصرے کے قریب پہنچ کر دستے مرتّب کر دیے - پرچم اور علم تقسیم کر دیے - کل لشکر کو سات دستوں میں بانٹ دیا - بنو حِمْیَر اور ہمدان کا ایک دستہ بنا کر سعید بن قیس ہمدانی کو ان کا قائد مقرر کیا - بنو مَذحج اور اشعریّین کا ایک دستہ بنا کر زیاد بن نضر حارثی کو ان کا امیر مقرر کیا - بنو طے کا ایک دستہ بنا کر عدی بن حاتم کو ان کا قائد مقرّرر کیا - بنو قیس ، عبس اور ذبیان کا ایک دستہ بنا کر سعد بن مسعود ثقفی کو ان کا قائد مقرر کیا - یہ سعد مختار بن عبید ثقفی کا چچا تھا - بنو کندہ ، حضرموت اور قضاعہ اور مَہرہ کا ایک دستہ بنا کر حُجر بن عدی کندی کو اُن کا قائد مقرر کیا - بنو ازد ، بُجَیلہ ، خَثعَم اور خزاعہ کا ایک دستہ بنا کر مِخْنَف بن سُلَیم ازدی کو ان کا قائد مقرر کیا - بنو بکر ، تغلب اور ربیعہ کی شاخوں کا ایک دستہ بنا کر مُحدوج ذہلی کو ان کا قائد مقرر کیا - سارے قریش و انصار اور دیگر اہلِ حجاز کا ایک دستہ بنا کر عبداللہ بن عباس کو ان کا قائد مقرر کیا - یہ سبھی لوگ اسی طرح سات ٹکریوں میں جنگ جمل میں بھی شریک تھے - صِفّین میں بھی اور نہروان میں بھی - پیدل سپاہ کے قائد جُندُب بن زہَیر ازدی تھے -

جب حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت علیؓ لشکر سمیت کوچ کر کے '' خُرَیبہ '' تک آ پہنچے ہیں تو انھوں نے بھی اپنے لشکر کو منظم کیا اور دستے مرتّب کر کے علم بانٹ دیے - رسالے کا قائد محمد بن طلحہ کو اور پیادوں کا عبداللہ بن زبیر کو مقرر کیا - شہ‌نشان عبداللہ بن حرام بن خویلد کے حوالے کیا -

Marfat.com

بنو ازد کا علم کعب بن سور کے سپرد کر کے اُسے میمنہ کا کمانڈار مقرر کیا ۔ قریش اور کنانہ کی قیادت عبدالرحمن بن عتّاب بن اسید کے سپرد کی ۔ میسرہ کی قیادت عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کو سونپ دی اور یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا کہ اگر میں اس معاملے میں گھر سے نکلنے کی بجائے وہیں بیٹھی رہتی تو یہ بات میرے نزدیک رسولِ خدا کی نشانی کے طور پر حاصل ہونے والے دس بیٹوں اور عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کی دانش و طاعت سے زیادہ عزیز ہوتی ۔ اسی طرح انھوں نے بنو قیس کا مجاشع بن مسعود کو ، بنو تیم رباب کا عمرو بن یثربی کو ، بنو قیس ، انصار اور بنو ثقیف کا عبداللہ بن عامر بن کریز کو ، بنو خزاعہ کا عبداللہ بن خلف خزاعی کو ، بنو قضاعہ کا عبدالرحمن بن جابر راسبی کو ، بنو مذحج کا ربیعہ بن زیاد حارثی کو اور بنو ربیعہ کا عبداللہ بن مالک کو کمانڈار متعین کر دیا ۔

کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ تین روز تک ٹھیرے رہے اور اہلِ بصرہ کے پاس قاصد روانہ کر کے انھیں اطاعت قبول کرنے اور جماعت میں شامل ہو جانے کی دعوت دیتے رہے ۔ مگر کامیابی نہ ہوئی چنانچہ جمعرات کے روز کہ جمادی آخرہ میں سے دس روز گزر چکے تھے انھوں نے حریفوں کی جانب پیش قدمی کی ۔ میمنہ کی قیادت اشتر کے پاس تھی ۔ میسرہ کی حضرت عمار بن یاسرؓ کے پاس ۔ بڑا علم ان کے اپنے فرزند محمد بن حنفیّہ کے ہاتھ میں تھا ۔ چلتے چلتے اتنے قریب جا پہنچے کہ ان کی صفیں حریفوں کی صفوں سے جا ملیں تاہم انھوں نے اپنے لشکر کو سپیدۂ سحر سے لے کر صلاۃِ ظہر تک روکے رکھا ۔ وہ مسلسل اپنے مخالفین کو بلاتے اور واسطے دیتے رہے ۔ دوسری طرف اہلِ بصرہ اپنے اپنے جھنڈوں تلے صف آرا تھے ۔ حضرت عائشہؓ کا ہودہ لشکر کے آگے تھا ۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت زبیرؓ کو معلوم ہؤا کہ حضرت عمّار بن یاسرؓ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ ہیں تو وہ اپنے مؤقف سے

Marfat.com

متعلق شش و پنج میں پڑ گئے - اس لیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا " حق عمّار رض کے ساتھ ہو گا - اے عمار تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا "-

کہتے ہیں کہ حضرت علی رض اہلِ بصرہ کی صفوں کے قریب آئے اور حضرت زبیر رض کے پاس پیغام بھیجا کہ قریب آ کے اُن سے جو کہنا ہو کہہ لیں - اس پر حضرت زبیر رض آئے اور علی رض کے قریب پہنچ گئے - دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں باہم مل رہی تھیں - علی رض نے کہا " اے ابو عبداللہ ! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں - کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جا رہے تھے - میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں تھا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا " کیا تمہیں علی رض سے محبت ہے " - تم نے جواب دیا تھا " جی ہاں یا رسولِ اللہ ". اس پر انھوں نے فرمایا تھا " مگر تم اس سے جنگ کرو گے اور یہ اس کے حق میں تمہاری طرف سے زیادتی ہو گی "- حضرت زبیر رض نے کہا ہاں مجھے وہ بات یاد ہے -

یہ کہہ کے حضرت علی رض واپس اپنی جمعیت میں پہنچے اور ساتھیوں سے کہا " ان پر حملہ کر دو ہم اتمامِ حُجّت کر چکے " - چنانچہ دونوں لشکر ایک دوسرے پر پل پڑے - نیزے بھی چلے اور تلواریں بھی - اتنے میں حضرت زبیر رض اپنے بیٹے عبداللہ کے قریب آئے جن کے ہاتھ میں شہ‌نشان تھا اور اُن سے کہا " بیٹا میں تو واپس جا رہا ہوں "- عبداللہ نے کہا "ابا جان وہ کیونکر "- جواب دیا " میں اس معاملے میں سوجھ بوجھ سے محروم ہوں - مجھے علی رض نے ابھی ابھی ایک بات یاد دلائی ہے جو میرے ذہن سے اتر چکی تھی - بیٹا تم بھی میرے ساتھ واپس چلے چلو "- عبداللہ نے کہا " بخدا میں تو نہ جاؤں گا - تاآنکہ خدا ہمارے مابین فیصلہ کر دے " - بہر حال حضرت زبیر رض نے انہیں چھوڑا اور بصرے کی راہ لی تاکہ وہاں سے اپنا سب کچھ لاد لدوا کر حجاز کی جانب چلے جائیں - کہا جاتا ہے کہ جب طلحہ رض کو حضرت زبیر رض کے لوٹ جانے کا علم ہوا تو

Marfat.com

انھوں نے بھی رخصت ہو جانا چاہا مگر مروان کو ان کے ارادے کا علم ہو گیا لہذا انھیں تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں جا لگا اور اس قدر خون بہا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے ۔

بہر حال حضرت زبیرؓ بصرے میں جا داخل ہوئے اور اپنے غلاموں سے کہا کہ سامان لادیں اور اُن سے آ ملیں ۔ خود خریبہ کی جانب نکل گئے ۔ جاتے ہوئے احنف بن قیس کے پاس سے گزرے ۔ وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھے تھے ۔ ارد گرد ایسے اور بھی کئی افراد جمع تھے جو جنگ سے کنارہ کش رہے تھے ۔ احنف نے کہا '' یہ زبیرؓ ہیں اور یہ کسی وجہ سے واپس آئے ہوں گے ۔ کون ہے جو ان کی حقیقتِ حال معلوم کر کے بتائے ؟ '' چنانچہ عمرو بن جُرمُوز نے ان سے کہا '' میں آپ کو آ کے بتاتا ہوں ''۔ یہ کہا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا ۔ تلوار لگا لی اور حضرت زبیرؓ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو پڑا ۔ یہ نماز ظہر سے پہلے کی بات ہے ۔ جلد ہی وہ ان سے جا ملا ۔ اس وقت وہ بصرے کے محلوں سے باہر نکل چکے تھے اور پوچھا '' اے ابو عبداللہ ! آپ نے لوگوں کو کس عالم میں چھوڑا ؟ '' انھوں نے جواب دیا '' جب میں چلا تو وہ ایک دوسرے کے منہ پر تلواریں مار رہے تھے ''۔ پوچھا '' اب آپ کہاں چلے ؟ '' جواب دیا '' میں اپنے دل کی ایک کیفیت کے باعث لوٹ رہا ہوں ۔ میں اس معاملے کو ٹھیک سے سمجھ نہیں پایا '' عمرو نے کہا '' میں بھی خریبہ ہی جا رہا ہوں آپ میرے ساتھ ہی چلیں '' اور پھر دونوں چلدئے ۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا ۔ حضرت زبیرؓ نے کہا '' یہ نماز کا وقت ہے اور میں پڑھ لینا چاہتا ہوں ''۔ عمرو نے کہا '' میں بھی پڑھ لینا چاہتا ہوں ''۔ حضرت زبیرؓ بولے تم میری طرف سے امان میں ہو ۔ کیا میں بھی تمھاری طرف سے امان میں ہوں '' ؟ عمرو نے کہا '' جی ہاں '' پھر وہ دونوں اتر پڑے اور حضرت زبیرؓ نے نماز پڑھنا شروع کر دی ۔ جب وہ سجدے میں گئے تو عمرو نے ان پر تلوار سے وار کیا اور قتل کر ڈالا ۔ پھر ان کی زرہ ، تلوار اور گھوڑا لے کر حضرت علیؓ کے پاس جا پہنچا ۔ وہ کھڑے

Marfat.com

تھے اور لوگ ان کے ارد گرد تلواروں کے جوہر دکھا رہے تھے - عمرو نے جا کے ہتھیار ان کے سامنے پھینک دیے - جب حضرت علیؓ نے تلوار دیکھی تو کہا " یہ وہ تلوار ہے جس کی مدد سے اس کا مالک عرصۂ دراز تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کرب کے آثار مٹاتا رہا ہے - خوش ہو جاؤ اے قاتلِ ابن صفیہ کہ تم جہنم واصل ہوگے " - عمرو بولا " ہم آپ کے دشمنوں کو ہلاک کریں اور آپ ہمیں جہنّم کی خوش خبریاں دیں " -

کہتے ہیں کہ ازاں بعد علیؓ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیّہ کو حکم دیا کہ علم آگے بڑھاؤ - محمد کے ہاتھ میں شہ‌نشان تھا انھوں نے اُسے آگے بڑھا دیا - اس وقت اہلِ بصرہ عبداللہ بن زبیرؓ کے گرد جمگھٹا کیے ہوئے تھے - قیادت انھیں کے سپرد کر رکھی تھی - جب محمد بن حنفیہ جھنڈا لے کر آگے بڑھے تو اہلِ بصرہ نے ان کا نیزوں اور تلواروں کے ساتھ استقبال کیا - چنانچہ وہ علم بدست رک گئے - لہذا علم ان کے ہاتھ سے حضرت علیؓ نے لے لیا اور دیگر لوگوں کے ہمراہ ہلہ بول دیا - تھوڑی دیر کے بعد علم پھر اپنے بیٹے کے سپرد کر دیا - اب لوگ دھڑا دھڑ گرنے لگے - آتشِ حرب بھڑک اٹھی ، جو لوگ اونٹ کے ارد گرد تھے وہ ادھر اُدھر منتشر ہو گئے - کعب بن سور مارے گئے لیکن بنو ازد اور ضبّہ ڈٹے رہے اور جان توڑ کر لڑے -

جب حضرت علیؓ نے اہلِ بصرہ کی ثابت قدمی دیکھی تو اپنے حامی اصحاب کو اکٹھا کیا اور کہا " یہ لوگ تو بہت تاؤ کھائے ہوئے ہیں لہذا انھیں جنگ کا مزہ چکھا دو " اس پر اشتر ، عدی بن حاتمؓ ، عمرو بن حمق اور عمار بن یاسرؓ اپنے آدمیوں کی ایک جمعیّت لے کر نکل گئے - عمرو بن یثربی نے اپنی جمعیّت لے کر جو اہلِ بصرہ کے میمنہ کا حصہ تھی کہا " یہ لوگ جو تمھاری طرف آ رہے ہیں عراقی ہیں اور یہی قاتلینِ عثمان ہیں - لہذا جانے نہ پائیں " - عمرو نے بنو ضبّہ کو اپنی جمعیّت کے آگے آگے رکھا - اب تو گھمسان کا رن پڑا - ہودے پر تیروں کی بارش ہونے لگی یہاں تک

Marfat.com

کہ وہ خار پشت کی طرح نظر آنے لگا ۔ اونٹ لوہے میں ڈوبا ہؤا تھا اور ہودے پر لوہے کے پترے منڈھے ہوئے تھے ۔

فریقین نے ایک دوسرے کے مقابل بڑی پامردی کا مظاہرہ کیا ۔ جسم دھڑا دھڑ گر رہے تھے ۔ وہ غبار تھا کہ تاریکی چھا گئی ۔ پرچم اور علم خون آلود ہوگئے ۔ اسی اثنا میں خود علیؓ نے بھی حملہ کر دیا اور یوں لڑے کہ تلوار دوہری ہوگئی ۔ اس وقت ایک بصری سوار برآمد ہؤا نام اس کا عمرو بن اشرف تھا ۔ اصحاب علیؓ میں سے جو کوئی بھی آتا وہ اُسے مار ڈالتا ۔ لبوں پر رجز کے یہ اشعار تھے :—

(۱) یَا اُمَّنَا یَا خَیْرَ اُمٍّ نَعْلَمُ،
وَالاُمُّ تَغْذُو وُلْدَهَا وَتَرْحَمُ !
(۲) أَلَمْ تَرَیْنَ کَمْ جَوَادٍ یُکْلَمُ،
وَتُخْتَلَی هَامَتُهُ وَالمِعْصَمُ !

۱- اے ہماری ماں ہم جانتے ہیں کہ تم بہترین ماں ہو ۔ مگر ماں تو اپنے بیٹوں کو پالتی ہے اور اُن پر بڑی مہربان رہتی ہے ۔

۲- کیا تم نہیں دیکھتیں کہ کیسے کیسے جواں مرد گھائل ہو رہے ہیں اور کیسی کیسی کھوپڑیاں اور کلائیاں اڑ رہی ہیں ۔

آخر اُس کے مقابلے کو ایک کوفی حارث بن زہیر ازدی نکلا جو حضرت علیؓ کے بہادر شہسواروں میں سے تھا ۔ دونوں ایک دوسرے پر وار کرنے لگے دونوں نے ایک دوسرے کو کاری ضرب لگائی ۔ دونوں گرے اور دونوں ایڑیاں رگڑتے ہوئے چل بسے ۔

کہتے ہیں کہ اب اہلِ بصرہ کی جمعیّت چھٹ چکی تھی اور اشتر اونٹ تک جا پہنچا تھا ۔ نکیل حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ میں تھی ۔ اشتر نے اپنے آپ کو عبداللہ پر گرا دیا ۔ وہ اوپر تھا اور عبداللہ نیچے ۔ عبداللہ للکارے ”مجھے اور مالک کو قتل کر دو“۔

Marfat.com

یہ سن کر عبداللہ کے ساتھی ان کی طرف بھاگ کر آ گئے اور جب اشتر کو جان کے لالے پڑے تو حضرت عبداللہ کے اوپر سے اٹھ کھڑا ہوا اور وار پر وار کرتا ہؤا اپنے ساتھیوں کی جانب بچ کر نکل گیا۔ گھوڑا اس کا بھاگ گیا تھا اس لیے وھاں جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا ''مجھے تو محض عبداللہ کے اس قول نے بچا لیا کہ مجھے اور مالک کو مار ڈالو۔ لوگ یہ نہ جانتے تھے کہ مالک کون ہے۔ اگر عبداللہ کہتے کہ مجھے اور اشتر کو مار ڈالو تو وہ مجھے مار ڈالتے''۔

عدی بن حاتم کی لڑتے لڑتے ایک آنکھ اڑ گئی۔ عمرو بن حمق زہادِ اھلِ کوفہ میں سے تھے۔ زہاد کی پوری جمعیّت نبرد آزما تھی۔ حق یہ ہے کہ عمرو بن حمق جان توڑ کر لڑے یہاں تک کہ ان کی تلوار دوھری ھو گئی اور وہ اپنے بھائی ریاح کی طرف مڑے۔ ریاح نے کہا '' بھائی آج ھم جو کچھ کر رہے ھیں کیا خوب ہے بشرطیکہ غلبہ ھمیں کو حاصل ھو''۔

کہتے ھیں کہ علیؓ نے دیکھا کہ اھلِ بصرہ اونٹ کے ساتھ چپکے ھوئے ھیں۔ ذرا چھٹتے ھیں تو پھر لوٹ آتے ھیں اور گھیر لیتے ھیں لہذا عمّار، سعید بن قیس اور قیس بن سعد بن عبادہ، اشتر، محمد بن ابی بکر اور اپنے دیگر حامی رفقاء سے کہا '' جب تک یہ اونٹ ان لوگوں کے پیش نظر ہے یہ لڑتے چلے جائیں گے۔ اگر اس کی کونچیں کاٹ دی جائیں اور وہ گر پڑے تو پھر انھیں روکنے والی کوئی شے نہیں ھو گی۔ چنانچہ انھوں نے حضرت علیؓ کے بعض جانباز ساتھیوں کے ھمراہ اونٹ پر حملہ بول دیا۔ اھلِ بصرہ اونٹ کے گرد سے چھٹ گئے چنانچہ ایک کوفی سردار ضبیشعثہ نامی اونٹ کے پاس جا پہنچا اور تلوار سے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں، وہ بلبلاتا ھؤا گر پڑا اور مردوں کے ڈھیر میں ڈوب گیا۔ ھودہٗ حضرت عائشہ سمیت زمین پر آ رھا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکر سے کہا '' جاؤ ھمشیرہ کی خبر لو''۔ چنانچہ محمد قریب آیا اور ھودے میں ھاتھ ڈال کے حضرت عائشہ کا کپڑا پکڑا۔ ان کے منہ سے یہ نکلا '' انّاللّٰہ۔

Marfat.com

تُو کون ہے ، تجھے تیری ماں ڈھونڈے اور نہ پائے " محمد نے جواب دیا " میں آپ کا بھائی ہوں ۔ محمد "

ساتھ ہی حضرت علیؓ نے اپنی جمعیّت میں یہ منادی کرا دی " جو منہ موڑیں ان کا تعاقب نہ کیا جائے ۔ زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے ۔ مال نہ لوٹا جائے ۔ جس نے ہتھیار ڈال دیے اس کے لیے امان ہے ۔ جس نے دروازہ بند کر لیا اس کے لیے بھی امان ہے " ۔

کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے آدمی حریفوں کی لشکرگاہ میں سونے چاندی اور دیگر مال اسباب کے پاس سے گزر گزر جاتے تھے مگر وہ اس اسلحہ کے سوا جو انھوں نے جنگ میں استعمال کیا تھا یا ان گھوڑوں کے سوا جن پر وہ سوار ہو کر لڑے تھے دیگر کسی چیز سے تعرض نہ کرتے تھے ۔ اس پر بعض رفقاء نے حضرت علیؓ سے پوچھا " اے امیرالمومنین ! یہ کیا ہے کہ ہمارے لیے ان سے جنگ کرنا حلال ہے مگر انھیں غلام بنانا اور ان کے اموال پر قبضہ کرنا حلال نہیں " ۔ اس کا جواب حضرت علیؓ نے یہ دیا کہ " نہ موحدین کو غلام بنایا جا سکتا ہے اور نہ ان کا مال بطور غنیمت لیا جا سکتا ہے ، سوا اس چیز کے جس کے ساتھ اور جس کی بدولت ان کی جنگ ہوئی ہو ۔ لہذا تم جس چیز کو نہیں جانتے اُسے جانے دو اور جس بات کا حکم دیا گیا ہے اس پر کار بند رہو " ۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے محمد بن ابوبکر کو ہدایت کی کہ وہ حضرت عائشہؓ کے قیام کا اہتمام کرے چنانچہ اس نے انھیں عبداللہ بن خلف خزاعی کے یہاں اتارا ۔ عبداللہ خود تو اس روز کام آ گیا تھا لہذا حضرت عائشہ کی میزبانی عبداللہ کی بیوی صفیہ نے کی ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکرؓ سے کہا " دیکھ بھال لیا ؟ تمھاری ہمشیرہ کے کوئی چوٹ تو نہیں آئی " ۔ جواب دیا " ان کی کلائی پر ایک تیر کی خراش ہے جو لوہے کے پتروں کے درمیانی شگاف میں سے داخل ہو گیا تھا " ۔

بہر حال حضرت علیؓ بصرہ پر قابض ہو گئے اور پھر بڑی مسجد

Marfat.com

میں پہنچے - لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے - حضرت علیؓ نے منبر پر چڑھ کر خدا کی حمد و ثنا بیان کی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کہا اور فرمایا '' اما بعد ! خدا کی رحمت وسیع ہے اور عقوبت دردناک - اے اہلِ بصرہ ، میرے بارے میں تمھارا کیا گمان ہے - اے عورت (حضرت عائشہؓ) کے سپاھیو اور جانور (اونٹ) کا اتباع کرنے والو اونٹ بلبلایا اور تم لڑ پڑے اس کی کونچیں کاٹی گئیں تو تم بھاگ نکلے - تمھارے اخلاق بیہودہ ، تمھارے پیمان فرسودہ اور تمھارا پانی آلودہ - تمھاری سرزمین پانی سے قریب اور آسمان سے دور - خدا کی قسم عنقریب وہ دور آئے گا کہ یہ شہر سمندر میں ڈوب جائے گا - مساجد کے میناروں کے سوا جو صدر سفینہ کی طرح دکھائی دیں گے اور کچھ نظر نہ آئے گا - جاؤ اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ '' - یہ کہ کے منبر سے اتر آئے اور لشکر گاہ میں جا کے محمد ابی بکرؓ سے کہا '' تم اپنی ھمشیرہ کے ساتھ جاؤ اور انھیں مدینہ میں پہنچا کے جلدی کوفے میں مجھ سے آن ملو '' محمد نے کہا '' اے امیرالمومنین مجھے اس خدمت سے معاف رکھا جائے ''- مگر حضرت علیؓ نے کہا '' کوئی معافی نہیں - تمھیں جانا ھی ہوگا '' چنانچہ محمد حضرت عائشہؓ کے ساتھ گیا اور انھیں مدینہ میں پہنچا دیا -

حضرت علیؓ نے بصرے کا گورنر عبداللہ بن عباسؓ کو بنا دیا اور خود وھاں سے رخصت ھو گئے - جب بمقام مِربَد پہنچے تو بصرے کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا '' خدا ھی لائقِ حمد و ثنا ہے - اُس نے مجھے اس علاقے سے نکالا جس کی مٹی بُری ہے جو بہت جلد خرابہ بننے والا ہے جو پانی سے بہت ھی قریب اور آسمان سے بہت ھی دور ہے '' اور جب کوچ کرتے ہوئے کوفے کے قریب پہنچے تو کہا '' واہ وا میرے کوفے ! تیری ھوا کیا خوشبودار ہے - تیری خاک کیا پُر غذا ہے جو یہاں سے جائے گا وہ گناہ کی پاداش میں جائے گا جو آئے گا سو وہ رحمت کے سائے میں آئے گا - تھوڑے ھی عرصے میں تیرا یہ عالم ہوگا کہ ھر مومن تیری راہ لے گا اور ھر فاجر کے

Marfat.com

لیے یہاں ٹھیرنا دوبھر ہو جائے گا - تو یوں آباد ہو گا کہ تیرا ساکن صبح سویرے نماز جمعہ کی خاطر گھر سے نکلے گا مگر تیری وسعت کے باعث وقت پر پہنچ نہ سکے گا "۔

کہتے ہیں کہ ان کی کوفے میں تشریف آوری منگل کے روز ہوئی تھی - ماہ رجب ۳۶ھ کی بارہ تاریخ تھی جب وہاں پہنچے تو ان سے عرض کیا گیا " اے امیرالمومنین ! کیا آپ قصر میں رھائش اختیار کریں گے ؟ " جواب دیا " مجھے اس میں رہنے کی خواھش ، اس لیے نہیں کہ عمرؓ بن خطاب اسے نا پسند کرتے تھے - میں تو میدان میں ڈیرہ ڈالوں گا " - پھر بڑی مسجد میں آئے- دو رکعت نماز پڑی اور میدان میں اتر پڑے - اس وقت شنّی نے انھیں شام کی طرف باگ اٹھانے پر آمادہ کرنے کی خاطر کہا :-

(۱) قُل لِهذا الامامِ قَدْ خَبَتِ الحَرْبُ
وَ تَمَّت بذا لِكَ النَّعماءُ !

(۲) وَفرَغنا مِنْ حَرْبِ مَنْ نَكَثَ العَهْدَ و بالشامِ حَيَّةٌ صَمَّاءُ !

(۳) تَنفُثُ السُّمَّ مَا لِمَن نَهَشتهُ
فَارْمِهَا قَبْلَ أَنْ تَعَضَّ شِفَاءُ

۱- اس امام سے کہو کہ جنگ نے بصد عجز گھٹنے ٹیک دیے ھیں اور اس طرح خدا کا لطف و کرم اتمام پذیر ہو گیا ھے -

۲- اب ھم عہد توڑنے والوں کی جنگ سے فارغ ھو چکے ھیں مگر شام میں ایک مار بےوقار (تا حال) موجود ھے -

۳- وہ جسے ڈس نہ سکے اس پر پھنکار کے زھر پھینکتا ھے - لہذا اس کا قصد کیجیے قبل اس کے کہ اس کے دانت ڈس لیں -

کہتے ھیں کہ حضرت علیؓ نے کوفے میں پہلا جمعہ پڑھنے کے موقعہ پر خطبہ میں کہا تھا " حمد و ثنا کا مستحق خدا ھے ، میں

Marfat.com

اُسی کا حمد گو و ثنا خواں ہوں ۔ اُسی سے اعانت کا خواستگار اور ہدایت کا طلبگار ہوں ۔ اسی پر میرا ایمان ہے اور اسی پر بھروسہ ۔ گمراہی اور بربادی سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں ۔ جسے خدا ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جسے خدا گمراہ کر دے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے بندے بھی تھے اور رسول بھی ۔ خدا نے انھیں اپنی رسالت کے لیے منتخب کر لیا اور اپنے امر کی تبلیغ کے لیے مخصوص کر دیا ۔ اپنی مخلوق کو ان کے حق میں مہربان کر دیا اور خلق کو ان کے لیے محبوب بنا دیا ۔ چنانچہ انھوں نے خدا کے پیغام کی بخوبی تبلیغ کی اور اپنی امت کی خیرخواہی کا حق ادا کر دیا ۔ جو فرض ان پر عائد تھا اُسے بطریقِ احسن سر انجام دیا ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اے بندگانِ خدا میں تمھیں تلقین کرتا ہوں کہ خدا سے ڈرتے رہو ۔ خدا سے ڈرتے رہنے کی تلقین بہترین تلقین ہے جو بندگانِ خدا کو باہم کرنی چاہیے ۔ یہ تلقین خدا کی خوشنودی کو قریب تر کر دیتی ہے اور خدا کے نزدیک بہترین انجام امور یہی ہے ۔ تم لوگوں کو خدا سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ تمھیں بھلائی کے لیے پیدا کیا گیا ہے ۔ جس چیز کے ضمن میں خدا تمھیں اپنی عقوبت سے متنبہ کرتا ہے تم اس کے قریب مت پھٹکو کیونکہ اس نے تمھیں جس عقوبت سے ڈرایا ہے وہ بڑی شدید ہو گی ۔ خدا کی عظمت کے خیال سے کانپنا تعزیر نہیں ہے ۔ نمود و نمائش کے شوق سے بچ کر کام کرو ۔ جس نے خدا کے سوا کسی اور کی خاطر کوئی کام کیا ، خدا نے اُسے اسی کے سپرد کر دیا جس کی خاطر اس نے کام کیا تھا ۔ جس نے کوئی کام خالصتاً خدا کی خاطر کیا ، خدا نے اُسے اپنا لیا اور پھر وہ ایسے شخص کی عظیم ترین آرزوئیں پوری کر دیتا ہے ۔ خدا کے عذاب سے لرزاں رہو ۔ جان لو کہ اس نے تمھیں بے مقصد پیدا نہیں کیا اور تمھارے معاملے کو بے باز پرس نہیں چھوڑ دیا ۔ تمھارا ہر نشانِ عمل اُس کے یہاں واضح

Marfat.com

ہے - (یوں گویا وہ : نام والی کوئی شے ہے) وہ تمھارے بھیدوں سے آگاہ ہے ، تمھارے اعمال کا محاسبہ کرتا ہے - اس نے تمھاری میعادیں مقرر کر دی ہیں - لہٰذا چاہیے کہ دنیا تمھیں فریب نہ دے کیونکہ وہ اپنے ساکنوں کو دھوکا دینے کی عادی ہے - دھوکا اُس نے کھایا جو اُس کے داؤ میں آیا - چلو عدم کی طرف یہ کچھ نہیں - آخرت ہی دارالقرار ہے - ہم خدا سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں مراتب عطا کرے شہیدوں کے - رفاقت بخشے پیغمبروں کی اور معیّت ارزانی کرے سعادت مندوں کی - ہم خدا ہی کے باعث ہیں اور خدا ہی کی خاطر ''۔

ازاں بعد انھوں نے مختلف علاقوں کی جانب اپنے عامل روانہ کر دیے - سارے مدائن اور جُوخَی کا یَزِیْد بن قیس اَرحَبِی^۸ کو ، جبل و اصفہان کا محمد بن سُلَیم کو ، بہقباذات کا قرط بن کعب کو ، کَسْکَر اور مَشْمولاتِ کسکر کا قدامہ بن عَجلاں ازدی کو ، بہر سِیْر اور اس کے پرگنوں کا عدی بن حارث کو اور اَستان عالی کا حسّان بن عبداللہ بکری کو ، اَستان زوابی کا سعد بن مسعود کو ، ثقفی اور سجستان مشمولات سجستان کا ربعی بن کاس کو حاکم مقرر کر دیا اور پورے خراسان کی حکومت خُلَید بن کاس کے سپرد کر دی -

خُلید کا معاملہ یہ ہے کہ جب وہ خراسان کے قریب پہنچے تو انھیں اطلاع ملی کہ اہلِ نیشاپور نے بغاوت کر دی ہے اس لیے کہ ان کے پاس کابل سے کسریٰ کی ایک بیٹی پہنچ گئی تھی اور وہ سب اس کی طرف جھک پڑے تھے - چنانچہ خُلید نے ان سے جنگ کی اور شکست دے کر بنتِ کسریٰ کو شرطِ امان پر گرفتار کیا اور حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیا - جب وہ ان کے حضور میں لائی گئی تو انھوں نے دریافت کیا '' کیا تم میرے اس بیٹے کے ساتھ شادی کرنا پسند کرو گی ؟ '' اشارہ حسینؓ کی طرف تھا - وہ بولی '' میں کسی بھی ایسے شخص کے ساتھ شادی نہ کروں گی جس کے اوپر کوئی اور بھی ہو ، اگر آپ خود شادی کرنا چاہیں تو میں رضامند ہو جاؤں

Marfat.com

گی ۔" انھوں نے فرمایا " میں تو بوڑھا ہوں اور یہ میرا بیٹا فلاں فلاں کمالات کا مالک ہے ۔" بولی " مجھے جو کچھ کہنا تھا کہ چکی ۔" اس پر عراق کے سرداروں میں سے ایک شخص اٹھ کھڑا ہؤا ۔ نام اس کا نرسیٰ تھا اور کہا " آپ کو معلوم ہے کہ میں مملکت کے خالص شاہی خاندان سے بھی ہوں اور اس کے اقربا میں سے بھی ۔ اسے مجھ سے بیاہ دیجیے ۔ حضرت علیؓ نے کہا " اپنے وجود پر جو اختیار اسے ہے وہ کسی اور کو نہیں ۔" ازاں بعد شہزادی سے کہا " تم جہاں چاہو جاؤ اور جس سے چاہو شادی کر لو ۔ کسی سے مت ڈرو " ۔

حضرت علیؓ نے موصل ، نصیبین ، دارا ، سنجار ، آمد ، میّافارقین ، ھیت ِعانات اور سر زمین شام سے میں مفتوحہ جسقدر علاقے تھے ان سب کی زمام ِحکومت اشتر کے ہاتھ میں دے دی ۔ اشتر روانہ ہو گیا ۔ راستے میں ضحّاک بن قیس فہری سے آمنا سامنا ہؤا جو اس نواح پر معاویہؓ کی طرف سے حکمران تھا ۔ چنانچہ حرّان اور رقہ کے مابین ایک مقام پر جسے مرج کہتے ہیں شام تک معرکہ رہا ۔ اس بات کی اطلاع معاویہؓ کو پہنچی تو انھوں نے سواروں کا ایک بہت بڑا لشکر عبدالرحمن بن خالد بن ولید کی قیادت میں بطور کمک روانہ کر دیا ۔ جب کمک کی آمد آمد کا اشتر کو پتہ چلا تو وہ موصل چلا گیا اور وہاں بیٹھ کر معاویہؓ کی جانب سے آنے والے عساکر کا مقابلہ کرنے لگا ۔ جلد ہی بعد جنگ صفین وقوع پذیر ہوئی ۔

جنگ ِ صفین[1]

کہتے ہیں کہ سوار شام کی طرف بگٹٹ بھاگے تاکہ امیر معاویہؓ کو قتل ِ عثمانؓ کی سناؤنی سنائیں اور انھیں ان کے خون کا دعویٰ کرنے پر اکسائیں ۔ چنانچہ ایک روز جبکہ معاویہؓ مجلس آرا تھے ایک شخص ان کے پاس پہنچا اور کہا " اے امیرالمومنین ! السلام علیکم ۔" معاویہؓ نے جواب دیا " وعلیکم السلام ، تم کون ہو ؟ بھلا ہو

۱۔ جنگ صفین کی جھڑپوں کا آغاز شروع صفر ۳۷ھ میں ہؤا تھا ۔

Marfat.com

تیرے باپ کا میں کب خلیفہ بنا ہوں کہ تم نے مجھے سلامِ خلافت کیا ہے۔ میں تو ڈر گیا ہوں"۔ اس نے کہا "میں حجاج بن خُزیمہ بن الصِمّہ ہوں"۔ پوچھا "کیسے آئے ہو"۔ کہا "میں عثمانؓ کی خبرِ موت پہنچانے آیا ہوں" اور پھر یہ شعر پڑھے۔

(۱) انّ بنی عمّک عبدِ المطّلب
هُمْ قتلوا اشیخکم غیرَ الکذب

(۲) وأنتَ اولیٰ الناسِ بالوثب فثِب
و سِر مسیرَ المحزئل المُتلئِب

۱۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ تمہارے چچا عبدالمطلب کے خاندان نے تمہارے بزرگ کو قتل کر ڈالا ہے۔

۲۔ کسی اور کو چڑھ دوڑنے کا اتنا حق نہیں پہنچتا جتنا تمہیں پہنچتا ہے۔ لہذا ایک سر بلند اور عالی حوصلہ شخص کی طرح چڑھ دوڑو۔

نیز یہ کہا کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جو یزید بن اسد کی معیت میں حضرت عثمانؓ کی مدد کو نکلے لیکن اُن تک پہنچ نہ سکے۔ مجھے راہ میں ایک شخص ملا۔ میرے همراہ حارث بن زُفر تھا۔ ہم دونوں نے اس سے پوچھا۔ "کوئی نئی بات؟" اس نے ہمیں قتل عثمانؓ کی خبر سنا دی۔ اس کا بیان تھا کہ وہ بھی قاتلینِ عثمانؓ کے حامیوں میں سے تھا۔ لہذا ہم نے اسے هلاک کر ڈالا۔ میں آپ کو یہ بتا دوں کہ جو قوت آپ کو حاصل ہے وہ علیؓ کو میسر نہیں۔ آپ کے پاس وہ لوگ ہیں کہ آپ چپ ہوں تو وہ بات نہیں کرتے۔ جب آپ بولیں تو وہ چپ رہتے ہیں اور جب آپ حکم دیں تو وہ جرح نہیں کرتے۔ مگر دوسری طرف جو لوگ علیؓ کے پاس ہیں ان کا عالم یہ ہے کہ جب علیؓ بولیں تو وہ بھی بولنا شروع کر دیتے ہیں اور جب علیؓ چپ ہو جائیں تو وہ پوچھنا شروع کر دیتے ہیں۔ لہذا آپ کا قلیل ان کے کثیر سے بہتر ہے۔ علیؓ کو آپ

Marfat.com

کی عداوت ھی پسند ھے ۔ وہ اس عراق کو لے کر خوش نہیں ھو سکتے جس میں شام شامل نہ ھو حالانکہ آپ اس شام کو لے کر خوش ھو جائیں گے جس میں عراق شامل نہ ھو ''۔ غرضیکہ حجاج بن خزیمہ نے آ کے امیر معاویہ کو جو کچھ بتایا اور سنایا اس نے انھیں بہت ھی بے تاب کر دیا اور وہ کہنے لگے ۔

(۱) أتَانِيَ أمْرٌ فيهِ للناسِ غُمَّةٌ
وَ فِيهِ بُكَاءٌ لِلْعُيونِ طَوِيلُ

(۲) مُصَابُ أميرالمؤمِنِينَ وَ هٰذِهِ
تَكَادُ لَهَا صُمُّ الجبال تَزُولُ

(۳) فلِلّهِ عَيْنَاسَنْ رَأى مِثْلَ هالِكٍ
أُصِيبَ بِلاَ ذَحْلَ وَ ذاك جَلِيلُ

(۴) تَدَاعَتْ عَلَيْهِ بالمَدِينَةِ عُصْبَةٌ
فَرِيقَانِ ، مِنْهُمْ قاتِلٌ وَ خَذُولُ

(۵) دَعَا هُمْ ، فَصَمُّوا عَنْهُ عِنْدَ دُعَائهِ
وَ ذلكَ عَلٰى مَا فى النُّفُوسِ دَلِيلُ

(۶) سأُنْعِى أبَا عَمْرٍو و بِكُلِّ مُثَقَّفٍ
و بِيضٍ لها فى الدَّارعِينَ صَلِيلُ

(۷) تَرَكْتُكَ لِلْقَومِ الّذِينَ تَظَافَرُوا
عَلَيْكَ ، فَمَاذا بَعْد ذاك أقُولُ

(۸) فَلَستُ مُقِيماً مَا حَيِيتُ بِبَلْدَةٍ
أجُرُّ بِهَا ذَيْلِي وَ أنْتَ قَتِيلُ

(۹) وَ أمَّا الّتِي فِيهَا مَوَدَّةُ بَيْنِنَا
فَلَيْسَ إلَيْهَ مَا حَيِيتُ سَبِيلُ

(۱۰) سأُلْقِحُهَا حَرباً عَواناً مُلِحَّةً
وَ إنّي بِهَا مِنْ عَا مِنا لَكَفِيلُ

۱۔ میرے پاس ایک ایسی خبر پہنچی ھے جو لوگوں کو

مضطر و بے قرار کر دے گی اور جو آنکھوں کو دیر تک رلاتی رہے گی -

۲- یہ قتل امیرالمومنین کی خبر ہے اور ایسی (دردناک) ہے کہ اس کو سن کر محکم پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جائیں -

۳- کیا کہنے اُس آنکھ کے جس نے ایسا مقتول دیکھا جس کی گردن پر کسی کا خون نہ تھا یہ بات تو بڑی ہی ہیبت ناک ہے -

۴- مدینے میں اس کے خلاف ایک گروہ نے للکارا ، اور مدینہ دو فریقوں میں منقسم ہو گیا - ایک فریق قاتلوں پر مشتمل تھا دوسرا ساتھ چھوڑ جانے والوں پر -

۵- خلیفہ نے انھیں بلایا مگر انھوں نے ان کی دعوت پر کان نہ دھرا - یہ چیز ظاہر کر رہی ہے کہ ان کے دلوں میں کیا تھا -

۶- میں ابو عمرو (عثمان) کا ماتم کروں گا سیدھے اور مضبوط نیزوں کی مدد سے اور ان تلواروں کے ساتھ جو زرہوں پر کھٹ کھٹ پڑتی ہیں -

۷- آہ میں نے تجھے ان لوگوں کے پاس چھوڑا جو تیرے خلاف ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں کوشاں تھے - اس سے زیادہ میں اور کیا کہوں -

۸- میں جب تک زندہ ہوں اس شہر میں مقیم رہوں گا - یہ میرے لیے کیونکر زیبا ہے کہ میں تبختر سے اسی شہر میں چلوں جہاں تجھے قتل کر دیا ہو -

۹- اور وہ منزل جس میں ہمیں باہمی دوستی اور خلوص میسر ہو میرے جیتے جی دسترس سے باہر رہے گی -

۱۰- میں اُس منزل کو ایسی جنگ میں جھونک دوں گا جس کے شعلے بار بار بھڑکیں گے اور وہ ختم ہونے ہی میں نہ آئے گی - یہ میرا ذمہ ہے کہ میں وہ جنگ اسی سال شروع کر

Marfat.com

دوں گا ۔

حضرت علیؓ نے جریرؓ بن عبداللہؓ بَجَلی کو جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے زحر بن قَیس جُعفی کے اشتراک سے سرزمین جبَل کے عامل تھے خط لکھا کہ ان کی بیعت کر لیں ۔ چنانچہ جریر نے خود بھی بیعت کر لی اور اپنے ماتحت علاقے کے لوگوں سے بھی بیعت لے لی ۔ اس کے بعد رختِ سفر باندھا اور کوفے میں پہنچ گئے ۔

حضرت علیؓ نے اسی مضمون کا ایک خط اشعث بن قیس کے نام لکھا ۔ وہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا سارا عرصہ آذر بائجان میں گورنر کی حیثیت سے مقیم رہے تھے ۔ ان کی حکمرانی بھی ان امور میں سے تھی جن کی بنا پر لوگ حضرت عثمانؓ سے بگڑ بیٹھے تھے ۔ اس لیے کہ حضرت عثمانؓ نے اشعثؓ کے ساتھ نسبتی رشتہ قائم ہونے پر انھیں حاکم بنایا تھا ۔ رشتہ یہ تھا کہ اشعث کی بیٹی اپنے بیٹے سے بیاہ دی تھی ۔ کہا جاتا ہے کہ آذر بائجان کا اکثر و بیشتر حصہ اشعث ہی نے مسخر کیا تھا ۔ اس علاقے میں اشعث کا بڑا رسوخ تھا ۔ انھوں نے وہاں بہبود کے کئی کام کیے تھے اور بڑی مشقت اٹھائی تھی ۔ حضرت علیؓ کا یہ خط اشعث کے پاس زیاد بن مرحب لے گیا تھا ۔ اشعث نے حضرت علی کی بیعت کر لی ۔ پھر کوچ کر کے کوفہ میں آئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے ۔

اب حضرت علیؓ نے جریرؓ بن عبداللہ بجلی کو معاویہؓ کے پاس بھیجا کہ وہ انھیں بھی حلقۂ اطاعت میں شامل ہونے اور بیعت کر لینے کی دعوت دیں اور اگر وہ انکار کریں تو انھیں جنگ کے لیے تیار رہنے کے لیے کہہ دیں ۔ اس پر اشتر نے کہا "کسی اور کو بھیجیے مجھے ان کی پائداری پر بھروسہ نہیں"۔ مگر علیؓ نے اشتر کی بات پر کوئی توجہ نہ دی ۔

بہر حال جریرؓ حضرت علیؓ کا خط لے کر معاویہ کی طرف چل دیے ۔ جب معاویہ کے یہاں پہنچے تو اس وقت ان کے پاس کئی

Marfat.com

شامی رؤسا موجود تھے - انھوں نے خط دے دیا اور کہا '' یہ حضرت علیؓ کا خط ہے آپ کے اہلِ شام کے نام - وہ آپ کو حلقۂ اطاعت میں داخل ہونے کی دعوت دیتے ہیں - دونوں حرم ، کوفہ و بصرہ ، دونوں حجاز ، یمن ، بحرین ، عمان ، یمامہ ، مصر ، فارس ، جبل اور خراسان سب مجتمعاً انھیں خلیفہ مان چکے ہیں - آپ کے اس علاقے کے سوا اور کوئی علاقہ باقی نہیں اور اگر حضرت علیؓ کی سیّال وادیوں میں سے ایک وادی بھی اس ملک کی طرف بہ نکلی تو یہ ڈوب جائے گا '' -

امیر معاویہ نے خط کھولا اور پڑھا '' بسم اللہ الرحمٰن - خدا کے بندے علی امیرالمومنین کی جانب سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام - اما بعد ! آپ پر اور جن کے آپ نمائندے ہیں ان پر میری بیعت لازم ہے - اس لیے کہ میں مدینہ میں ہوں اور آپ لوگ شام میں ہیں - اس لیے کہ میری بیعت اُنھی لوگوں نے کی ہے جنھوں نے ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت کی تھی - ازاں بعد نہ کسی حاضر کو کوئی حقِ انتخاب حاصل رہا اور نہ کسی غائب کو حقِ تردید - یہ معاملہ مہاجرین و انصار کی رائے ہی سے فیصل ہوتا ہے اور جب مہاجرین و انصار کسی مرد مسلم کے ضمن میں متفق ہو جائیں اور اُسے امام قرار دے دیں - اور ظاہر ہے کہ اس معاملے میں خالصتاً رضائے الٰہی پیش نظر ہوتی ہے تو پھر کسی کو ان کے فیصلے سے کسی ناپسندیدگی یا نا گواری کے باعث سرتابی کی اجازت نہیں ہوتی - جو حلقۂ اطاعت سے باہر قدم رکھے اُسے واپس لایا جاتا ہے - اور جو واپس آنے سے انکار کرے اس سے جنگ واجب ہے اس لیے کہ اس نے وہ راہ اختیار کی جو مومنوں کی راہ نہیں ہے - خدا اسے اس کے کیے کا ذمہ‌دار قرار دے کر جہنم رسید کرتا ہے اور جہنم بہت بُرا ٹھکانا ہے - لہذا آپ بھی اس امر پر متفق ہو جائیں جس پر مہاجرین و انصار متفق ہیں - آپ کے ضمن میں بھی اور ان کے ضمن میں بھی جن کے نمائندے آپ ہیں عافیت و سلامت ہی ہر شے سے زیادہ بہتر ہے آپ

Marfat.com

یہ بات مان لیں تو فبہا ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں ۔ آپ نے قاتلینِ عثمان رض کے بارے میں بہت زیادہ واویلا مچایا ہے ۔ پہلے آپ دوسروں کے ہمراہ داخل حلقۂ اطاعت ہوں اور پھر قوم سے کہیں کہ مجھ سے محاکمہ کرے ۔ میں آپ کو اور انہیں احکام قرآن اور سنت نبوی کی راہ پر ڈال دوں گا ۔ رہی وہ بات جو آپ چاہ رہے ہیں تو یہ بچے کو دھوکا دے کر دودھ پینے سے روک دینے کے مترادف ہے ''۔

اس پر امیر معاویہ رض نے اپنے کنبے کے اکابر کو جمع کر کے اپنی صورتِ حال کے ضمن میں مشورہ طلب کیا ۔ ان کے بھائی عتبہ بن ابی سفیان نے کہا '' آپ اپنے موقف کے حق میں عمرو بن عاص رض سے مدد طلب کریں ۔ عمرو رض ان دنوں اپنی جاگیر میں جو فلسطین کی حدود میں شامل تھی مقیم تھے ۔ انھوں نے فتنہ و فساد میں کوئی حصہ نہ لیا تھا ۔ چنانچہ معاویہ رض نے لکھا '' طلحہ رض ، زبیر رض اور ام المومنین کے معاملہ میں علی رض کی کارروائی کا آپ کو علم ہو گا ۔ اب جریر بن عبداللہ آئے ہیں کہ ہم سے علی کی بیعت لیں ۔ میں نے اپنا فیصلہ آپ پر چھوڑ دیا ہے ۔ آپ آئیں ۔ میں اس معاملے میں آپ سے تبادلۂ خیال کرنا چاھتا ہوں ۔ والسلام ''۔

اس پر عمرو رض بن عاص نے رخت سفر باندھا اور معاویہ رض کے پاس پہنچ گئے ۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ اور محمد بھی ھمراہ تھے ۔ عمرو رض جانتے تھے کہ معاویہ رض کو ان کی ضرورت ہے ۔ چنانچہ معاویہ رض نے ان سے کہا '' اے ابو عبداللہ ھمیں تین معاملات در پیش ھیں جن کے مقابلے میں نہ بھاگتے بنتی ہے نہ ٹھیرتے ''۔ عمرو نے پوچھا '' وہ کیا ھیں ''۔ جواب دیا '' سب سے پہلا معاملہ یہ ہے کہ محمد بن ابو حذیفہ قیدخانہ توڑ کر اپنی جمعیت سمیت مصر کی جانب سفرور ھو گیا ہے اور ظاھر ہے کہ وہ ھمارے شدید ترین دشمنوں میں سے ہے ۔ دوسرا معاملہ یہ ہے کہ قیصر روم نے لشکر جمع کر لیے ھیں اور شام پر حملہ کر کے ھم سے لڑنا چاھتا ہے ۔ تیسرا معاملہ یہ ہے کہ جریر رض بن عبداللہ بجلی علی رض بن ابی طالب کے قاصد بن کر آئے ھیں اور

ہم سے علی رضؓ کی بیعت کا مطالبہ کرتے ہیں اور بصورتِ انکار جنگ کے لیے تیار ہو جانے کی دھمکی دیتے ہیں "

عمرو نے جواب دیا " ابن حذیفہ زندان سے نکل کر اپنے ساتھیوں سمیت مفرور ہو گئے اور یہ معاملہ آپ کی پریشانی کا باعث ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ آپ تعاقب میں سواروں کے دستے روانہ کریں۔ اگر اس پر قابو پا لیں تو فبہا۔ قابو نہ پا سکیں تو بہر حال وہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچانے کا۔ رہا قیصر تو اسے اطلاع دے دیں کہ آپ کے پاس جتنے رومی قیدی ہیں آپ انہیں رہا کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی اس امر کا اظہار بھی کریں کہ آپ صلح وآشتی کے طالب ہیں۔ وہ فوراً اس بات کو مان لے گا اور اتنی سی بات پر آپ سے راضی ہو جائے گا۔ مگر علی رضؓ بن ابی طالب کا معاملہ جدا ہے۔ ظاہر ہے کہ مسلمان انہیں اور آپ کو برابر نہیں جانتے"۔ معاویہ رضؓ نے کہا " مگر لوگوں کو قتل عثمان رضؓ پر علی رضؓ ہی نے ابھارا۔ فتنہ اُنہی نے بپا کیا۔ جمعیت کو انہیں نے پریشان کیا "

عمرو نے جواب دیا " اگر انھوں نے آپ کے بقول یہ سب کچھ کیا بھی ہو تو جب بھی انہیں اسلام کے معاملے میں جو سبقت اور رسول خدا سے جو قرابت حاصل ہے وہ آپ کو نہیں۔ تاہم بات یہ ہے کہ اگر میں آپ کی مدد کروں اور آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو مجھے کیا ملے گا ؟ "

معاویہ رضؓ نے کہا " جو آپ فرمائیں "۔ عمرو نے جواب دیا " جب تک زمامِ اقتدار آپ کے ہاتھ میں رہے مصر کو میرا لقمہ قرار دے دیں "۔

معاویہ رضؓ ذرا شش و پنج میں پڑ گئے پھر بولے " اے ابو عبداللہ اگر میں چاہوں کہ آپ کو فریب دوں تو دے سکتا ہوں "

عمرو نے جواب دیا " میرے جیسے شخص کو فریب نہیں دیا جا سکتا "۔

معاویہ رضؓ نے کہا " ذرا میرے قریب آئیں ایک راز کی بات

Marfat.com

کرنا ہے ''

عمرو ان کے قریب ہوئے تو معاویہؓ بولے '' یہ ہے فریب حالانکہ اس وقت گھر میں میرے اور آپ کے سوا کوئی دوسرا موجود نہیں۔''
پھر کہا '' کیا آپ جانتے ہیں کہ مصر بھی عراق کے ہم پلہ ہے؟۔''

عمرو نے جواب دیا '' یہ الگ بات ہے کہ مصر میرے حصے میں اُس وقت ہوگا جب دنیا آپ کے زیر نگیں ہوگی اور عراق آپ کو اس وقت ملے گا جب آپ علیؓ پر غلبہ حاصل کر لیں گے ''

معاویہ اس مسئلے میں پھر متامّل ہوئے اور عمرو اٹھ کر جائے قیام کی طرف چلے گئے۔ اس وقت عتبہ نے معاویہ سے کہا '' کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ مصر دے کر عمرو کو خرید لیں اور اس طرح ہنڈیا کا بہترین شوربا آپ کے حصے میں آ جائے۔ یعنی شام آپ سے کوئی نہ چھین سکے ''

معاویہ نے عتبہ سے کہا '' یہ رات ہمارے ہی یہاں بسر کرو۔ چنانچہ عتبہ نے رات وہیں بسر کی۔ جب معاویہ بستر پر لیٹ گئے تو عتبہ نے یہ شعر الاپنے شروع کر دیے۔

(۱) أَيُّهَا الْمَانِعُ سَيْفاً لَمْ يُهَز
إِنَّمَا مِلْتَ عَلَى خَزٍّ وَ كَزْ

(۲) إِنَّمَا أَنْتَ خَرُوفٌ نَاعِمٌ
بَيْنَ ضَرْعَيْنِ وَ صُوفٍ لَمْ يُجَز

(۳) فَالْكَ الْخَيْرُ فَخُذْ مِنْ دَرِّهِ
شُخْبَةُ الاوّلِ واتْرُكْ ما عَزَزْ

(۴) واتركِ الحِرْصَ عَلَيْهَا ضِنَّةً
واشْبُبِ النَّارَ لِمَقْرُورٍ يُكَز

(۵) إِنَّ مِصْراً لِعَلِيٍّ أَوْ لَنَا
تَغْلِبُ الْيَوْمَ عَلَيْهَا مَنْ عَجز

۱۔ اے اس تلوار سے منع کرنے والے جو ابھی لہرائی بھی

Marfat.com

نہیں گئی تو یقیناً ریشم و پرنیاں کا دلدادہ ہو کر رہ گیا ہے۔

۲- تو خود نازک و نرم میمنہ ہے جو دو تھنوں اور لمبی صوف میں پڑا عیش کر رہا ہے۔

۳- تجھے نعمت میسر آ رہی ہے لہذا اُس نعمت کے دودھ کی اوّلین دھاروں سے بہرہ اندوز ہو اور جو دھار مشقت طلب ہے اس کو چھوڑ دے۔

۴- تو نعمت کے ضمن میں حرص چھوڑ دے۔ دوسروں کو شریک کرنے سے مت کترا۔ آگ بھڑکا کہ کوئی سرمازدہ تاپ لے۔

۵- مصر علیؓ کا ہے یا ہمارا ؟۔ بات یہ ہے کہ آج مصر پر وہی غالب ہوگا جو اس کی طرف پہلے متوجہ ہو گا۔

معاویہؓ نے بھی یہ شعر سن لیے۔ لہذا صبح ہوئی تو عمروؓ کو بلوایا اور اس کا مطالبہ مان لیا۔ پھر اس ضمن میں دونوں کے مابین اقرار نامہ تحریر ہو گیا۔ اب معاویہؓ نے عمروؓ سے اپنے معاملے میں مشورہ طلب کیا اور کہا "بتائیں کیا رائے ہے"؟

عمروؓ نے کہا "اس بیعت سے متعلق اہلِ عراق کے احوال آپ کو خوب ترین شخص کی طرف سے معلوم ہو چکے ہیں۔ میں آپ کو یہ رائے نہ دوں گا کہ آپ اہلِ شام کو اپنی خلافت کی طرف راغب کریں کیونکہ اس میں عظیم خطرات پوشیدہ ہیں۔ پہلے آپ اکابرِ شام کو اس ضمن میں اپنا ہم خیال بنائیں کہ علیؓ ہی نے لوگوں کو قتلِ عثمانؓ پر اکسایا تھا۔ یہ بات ان کے دلوں میں خوب راسخ کریں۔ یہ بھی جان لیں کہ اہلِ شام کا سرتاج شُرحبیل بن سِمط کندی ہے اُسے بلوائیں اور اس کی راہ پر جگہ جگہ ایسے آدمی متعین کر دیں جو اسے بتاتے جائیں کہ عثمانؓ کو علیؓ نے قتل کیا تھا۔ وہ آدمی ایسے ہونے چاہیں جو اس کے نزدیک با اعتبار ہوں۔ یہ وہ کلمہ ہے جو اہلِ شام کو آپ کے حق میں متحد کر دے گا۔ پھر اگر

Marfat.com

یہ بات شرحبیل کے دل میں بیٹھ گئی تو کوئی چیز اسے نکال نہ سکے گی ''۔

یہ سن کر معاویہؓ نے یزید بن اسد، بشر بن ارطاۃ، سُفیان بن عمرو، مُخارق بن حارث، حَمزہ بن مالک، حابس بن سعد اور دیگر کئی ایسے افراد کو بلایا جو شُرحبیل کے نزدیک پسندیدہ لوگوں میں سے تھے اور انھیں اس کی راہ پر متعین کر دیا۔ ازاں بعد اسے لکھا کہ مجھ سے آ کر مل جائیں۔ اب ہؤا یہ کہ شُرحبیل کو یکے بعد دیگرے جو بھی مل رہا ہے یہی کہے جا رہا ہے کہ علیؓ نے لوگوں کو قتلِ عثمانؓ پر اکسایا تھا۔ یہاں تک کہ بات اس کے دل میں پوری طرح جاگزیں ہو گئی۔

جب شرحبیل دمشق کے قریب پہنچا تو معاویہؓ نے اکابر دمشق کو اس کے استقبال کے لیے روانہ کیا۔ انھوں نے اس کا استقبال کیا، اس کی بڑی تعظیم کی۔ ان تعظیم کرنے والوں میں سے بھی جس کے ساتھ شُرحبیل ذرا تنہا ہوتا وہی اس کے کان میں یہ بات ڈال دیتا حتیٰ کہ جب وہ معاویہؓ کے پاس پہنچا تو غصے سے بپھر رہا تھا۔ لہذا آتے ہی کہا '' سب لوگ مُصر ہیں کہ علیؓ بن ابی طالب ہی نے عثمانؓ کو قتل کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر آپ نے علیؓ کی بیعت کی تو ہم آپ کو شام سے نکال باہر کریں گے ''۔ معاویہؓ نے جواب دیا '' میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی کیسے کر سکتا ہوں۔ میں تو آپ ہی میں سے ہوں ''۔ شرحبیل نے کہا '' تو اس شخص کو یعنی جریر بن عبداللہ کو اس کے رفیق کی جانب واپس بھیج دیں ''۔ شُرحبیل کی بات سے معاویہؓ پر یہ امر روشن ہو گیا کہ اہلِ شام اس کی پشت پر ہیں لہذا شُرحبیل سے کہا '' آپ جس امر کا قصد کر رہے ہیں یہ اس وقت تک مناسب نہیں جب تک رضائے عامہ اس میں شامل نہ ہو۔ لہذا آپ ملک شام میں گھوم پھر کے لوگوں کو بتائیں کہ ہم اپنے خلیفہ کے خون کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ان سے مدد و معاونت کا عہد لیں ''

چنانچه شُرَحبیل نے شامی قصبات میں گھومنا پھرنا شروع کر دیا - آج یہ شہر کل وہ - ہر جگہ اس کا آوازہ یہی تھا " اے لوگو عثمان رضؓ کو علی رضؓ نے قتل کر دیا - اس بات پر ایک جمعیت علی رضؓ کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی اور علی رضؓ سے لڑ گئی مگر علی رضؓ نے اس جمعیت کو تہ تیغ کر کے اس کے علاقے پر قبضہ کر لیا -

فقط یہ ملک باقی رہ گیا ہے مگر اب علی رضؓ تلوار کاندھے پر رکھے موت کے دریا میں کودیں گے اور تم تک آن پہنچیں گے - وہ جانتے ہیں کہ ان کے قتل پر معاویہ رضؓ سے بڑھ کر اور کوئی قادر نہیں لہذا اے لوگو اپنے مظلوم خلیفہ کا انتقام لینے کے لیے اٹھ کھڑے ہو " - شُرَحبیل کی بات پر سبھی نے لبیک کہا ، البتہ اہل حمص کے ایک گروہ عباد وزہاد نے ہاں میں ہاں نہ ملائی - انہوں نے کہا " ہم تو اپنے گھروں اور اپنی مسجدوں میں پڑے ہیں آپ جانیں اور آپ کا کام " - جب معاویہ رضؓ نے اہل شام کو رام کر لیا اور جان لیا کہ وہ اس کی بیعت کر چکے ہیں تو انہوں نے جریر رضؓ سے کہا " اپنے رفیق کے پاس واپس چلے جائیں اور انہیں آگاہ کریں کہ میں اور اہلِ شام بیعت کے بارے میں ان کا حکم نہیں مانیں گے " اور پھر کعب بن جُعَیل کے یہ شعر علی رضؓ کی طرف لکھ کر بھیج دیے -

(۱) أَرَى الشَّامَ تَكْرَهُ مُلْكَ العِرَاقِ
وَأَهْلُ العِرَاقِ لَهُمْ كَارِهُونَا

(۲) وَكُلٌّ لِصَاحِبِهِ مُبْغِضٌ
يَرَى كُلَّ مَا كَانَ مِنْ ذَاكَ دِينَا

(۳) وَقَالُوا عَلِيٌّ إِمَامٌ لَنَا
فَقُلْنَا رَضِينَا ابْنَ هِنْدٍ رَضِينَا

(۴) وَقَالُوا نَرَى أَنْ تَدِينُوا لَنَا
فَقُلْنَا لَهُمْ لَا نَرَى أَنْ نَدِينَا

(۵) وَكُلٌّ يُسَرُّ بِمَا عِنْدَهُ

Marfat.com

يَرى غَتَّ مَا فِيْ يَدَيْه سَمِيْنَا

(٦) وَ مَا فِي عَلِيٍّ لِمُسْتَعْتَبٍ
مَقَالٌ سِوَى ضَمِّه الْمُحْدَثِيْنَا

(٧) وَ لَيْسَ بِرَاضٍ وَ لا سَاخِطٍ
وَ لا فِي النُّهَاةِ وَ لا الآمِرِينا

(٨) وَ لا هُوَ سَاءَ وَ لا سَرَّهٗ
وَ لا بُدَّ مِنْ بَعْدِ ذَا أَنْ يَكُونا

۱- میں دیکھ رہا ہوں کہ اہلِ شام اہلِ عراق کی حکومت کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں - اسی طرح اہلِ عراق کو شامیوں سے نفرت ہے -

۲- ہر ایک اپنے مقابل کے خلاف دل میں کینہ لیے ہوئے ہے اور اپنے اس بغض و کینہ کو اپنا دین جانتا ہے -

۳- انھوں نے کہا ہمارا امام علیؓ ہے - ہم نے کہا ہم نے معاویہؓ بن ہند کو پسند کر لیا اور بس -

۴- انھوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے سامنے سر تسلیم خم کر دو - ہم نے کہا ہم اس خیال سے متفق نہیں ہم اطاعت نہ کریں گے -

۵- ہر شخص اپنی چیز پر راضی ہے - اپنی ہر گھٹیا شے کو اعلیٰ جانتا ہے -

۶- علی کے رضا جو کو علی میں اور کیا ملے گا ما سوا اس کے کہ اس نے نو عمروں کے گروہ کو اپنے ساتھ ملا رکھا ہے -

۷- نہ وہ راضی نہ ناراض ، نا اصحابِ امر سے اور نہ اصحابِ نہی میں سے -

۸- وہ اپنے خیر خواہ کو نہ دکھ دے سکتا ہے نہ مسرور کر سکتا ہے اور لازماً اس کے بعد بھی علیؓ یہی کچھ رہے گا -

جب علی نے یہ خط پڑھا تو نُجاشی سے کہا کہ جواب دو۔
اس نے کہا :-

(۱) دعَنْ مُعَاوِی مالَنْ یَکُونا
فَقَدْ حَقَقَ اللهُ ما تَحْذرُوْنا !

(۲) اَتَاکُم عَلِیٌّ بِأَهْلِ العِراقِ
وَ اَهْلِ الحجازِ فَمَا تَصْنَعُوْنا !

(۳) یَرَوْنَ الطِّعَانَ خِلاَلَ العجَاجِ
وَ ضَرْبَ القَوالسِ فی النَّقْعِ دِیْنَا !

(۴) هُمُ هَزَمُو الجَمْعَ جَمْعَ الزُّبَیْرِ
وَ طَلْحَةَ والمَعْشَرَ النَّاکِثِیْنَا

(۵) فاءِنْ یَکْرَهِ القَوْمُ مُلْکَ العِراقِ
فَقِدِ ماً رَضِیْنَا الَّذِی تَکْرَهُونا !

(۶) فقُولو الکَعْبِ أَخِیْ وَ ائلٍ !
وَمَنْ جَعَلَ الغَثَّ یَوْماً سَمِینا

(۷) جَعَلْتُم عَلِیّاً وَ أَشْیَاعَهُ !
نَظِیرَ بْنَ هِنْدٍ أَلا تَسْتَحُونا ؟

۱- اے معاویہؓ جو شے ممکن نہیں اس سے دستکش ہو جاؤ۔ تم لوگ جس امر سے گریزاں ہو اسے خدا نے لباسِ حقیقت میں جلوہ گر کر دیا ہے۔

۲- اگر علی اہلِ عراق اور اہلِ حجاز کو لے کر تمہارے سروں پر آن پہنچے تو پھر کیا کرو گے ؟

۳- یہ وہ لوگ ہیں جو غبار کی تاریکی میں بھی نیزے مارتے چلے جاتے ہیں۔ خاک اُڑ رہی ہو مگر ان کی تلواریں خودوں پر برستی رہتی ہیں۔

۴- انہیں لوگوں نے طلحہؓ و زبیرؓ اور دیگر عہد شکن لوگوں کی جمعیّت کو مار بھگایا تھا۔

۵- اگر تمھیں عراق کی حکومت پسند نہیں تو نہ ہو ہمیں ازل سے وہ بات پسند ھے جو تمھیں ناگوار گزرتی ھے -

۶- لہذا بنی وائل کے برادر قبیلے کعب سے کہ دو اور دیگر اُن افراد سے بھی کہ دو جو کبھی کبھی اپنی ناکارہ چیزوں کو بھی اعلیٰ فرض کر لیتے ھیں -

۷- کیا تمھیں شرم نہیں آتی کہ تم علیؓ اور اس کے حامیوں کو معاویہ ابن ھند کا ھمسر قرار دے رہے ھو ؟

جب جریرؓ بن عبداللہ حضرت علیؓ کے پاس واپس آئے تو لوگوں نے ان پر طرح طرح کے الزام لگانے شروع کر دیے - چنانچہ جب وہ اور اَشتَر حضرت علیؓ کے پاس اکٹھے ھوئے تو اشتر نے کہا " خدا کی قسم جس غرض سے آپ نے ان کو (جریر) بھیجا تھا اگر مجھے بھیجتے تو میں معاویہؓ کا گلہ دبا دینے میں نرمی سے کام نہ لیتا - وہ کوئی دروازہ بھی ایسا نہ کھولنا چاھتا جسے میں بند کیے بغیر رھتا - میں اس کی ھر تدبیر کا تدارک پہلے سے سوچ لیتا -" جریر بولے " تمھیں ان کے پاس جانے سے کون روکتا ھے " - اشتر نے کہا " اب تو آپ انھیں بگاڑ چکے ھیں اور بخدا میں تو یہی سمجھتا ھوں کہ آپ ان کے پاس گئے ھی ان کی دوستی اور محبت حاصل کرنے تھے - ثبوت اس کا یہ ھے کہ آپ ان لوگوں کی تیاریوں کا بار بار ذکر کرتے ھیں اور ھمیں ان کی فوجوں کی کثرت سے خائف کرتے ھیں - اگر امیرالمومنین میرا کہنا مانیں تو آپ کو اور آپ جیسے دیگر مشکوک لوگوں کو زندان میں ڈال دیں اور جب تک خلافت کا معاملہ سیدھا نہیں ھو جاتا ھرگز رھا نہ کریں " - اَشتَر کی اس گفتگو سے جریرؓ کو بہت غصہ آیا - چنانچہ ایک شب وہ اپنے خانوادے کے کئی افراد کو ساتھ لے کر کوفے سے نکل گئے اور قَرقیشیا میں جا کے بس گئے - قرقیسیا جزیرہ کا ایک ضلع ھے -

حضرت علیؓ کو جریرؓ کے اس طرح الگ ھو جانے کا بہت رنج ھؤا - لہذا سوار ھو کر ان کے مکان پر پہنچے اور ان کی بیٹھک

کو آگ لگوا دی - چنانچہ ابو زرعہ بن عمرو جو جریرؓ کے چچا زاد بھائی تھے باہر نکلے اور کہا " مانا کہ وہ شخص (جریر) آپ کا قصوروار ہے مگر یہ مکان تو بہت سے ایسے لوگوں کا بھی مسکن ہے جنھوں نے آپ کا کوئی قصور نہیں کیا - آپ انہیں بھی ہراساں کر رہے ہیں " - اس پر حضرت علیؓ بولے " استغفراللہ " اور وہاں سے نکل کر جریر کے ایک اور ابن عم ثُوَیْر بن عامر کے مکان میں چلے گئے - ثُوَیرؔ حضرت علیؓ ہی کے ہمراہ مدینے سے کوچ کر کے آئے تھے - وہاں ذرا سی دیر رکے اور پھر لوٹ گئے -

کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو عبیداللہ بن عمرؓ کو خوف لاحق ہؤا کہ مبادا وہ اسے ہرمزان کے قتل کے بدلے میں قتل کرا دیں لہذا وہ کھسک کر معاویہ کے پاس جا پہنچا - معاویہ نے عمرو بن عاصؓ سے کہا " خدا نے عبیداللہ بن عمرؓ کو ہمارے پاس بھیج کر ہمارے دلوں میں عمرؓ بن خطاب کی یاد تازہ کر دی ہے "- پھر چاہا کہ وہ لوگوں میں اس امر کا چرچا کرے کہ خونِ عثمانؓ کے ذمہ‌دار حضرت علیؓ ہیں مگر اس نے انکار کر دیا - لہذا معاویہؓ نے بھی اسے بے مصرف جان کے چھوڑ دیا مگر بعد میں پھر اس کی دلداری کی اور مقرب بنا لیا -

کہتے ہیں کہ جب اہلِ شام نے معاویہ کی اعانت کرنے اور ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا تو ابو مسلم خولانی ان کے پاس عابدوں اور زاہدوں کے ایک گروہ کی معیّت میں آئے - خود ان کا اپنا شمار بھی شام کے عبادت شعار افراد میں ہوتا تھا - انہوں نے آ کر کہا " اے معاویہؓ ہم نے سنا ہے کہ آپ علیؓ کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں مگر آپ اُن کے مدّ مقابل کیونکر بن بیٹھے ہیں - آپ کو ان جیسی کون سی سبقتیں حاصل ہیں "- معاویہ بولے " میں یہ دعویٰ کب کر رہا ہوں کہ فضل و شرف کی رو سے میں علیؓ کا ہم پایہ ہوں مگر کیا آپ نہیں جانتے کہ عثمانؓ کو بے گناہ قتل کر دیا گیا " - انہوں نے کہا " ہاں "- کہا " تو پھر علیؓ کو چاہیے کہ قاتلین،

Marfat.com

عثمان کو ہمارے سپرد کر دیں ، خلافت ہم ان کے سپرد کر دیں گے '' ۔
ابو مسلم نے کہا '' آپ یہ بات علیؓ کے نام تحریر کر دیں میں خود آپ کا خط لے کر جاؤں گا ''۔ معاویہ نے خط لکھا '' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے علی بن ابی طالب کے نام ۔ سلامٌ علیکم ۔ میں تمھیں اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ۔ اما بعد : خلیفہ عثمانؓ آپ کے جوار میں قتل ہوئے یوں کہ آپ ان کے گھر میں بپا ہونے والے واویلا اور فریاد کو سن رہے تھے مگر آپ نے ان کی مدافعت نہ قولاً کی نہ فعلاً ۔ خدا کی قسم اگر آپ صدق دل سے ان کے معاملے میں دلچسپی لیتے اور لوگوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر باز رکھتے تو ہمارے نزدیک آپ کا ہمسر کوئی نہ تھا ۔ اور دوسری چیز جو آپ سے بدگمان کرتی ہے یہ ہے کہ آپ نے قاتلینِ عثمانؓ کو اپنی پناہ میں لے رکھا ہے وہی لوگ آپ کے دست و بازو ہیں ۔ وہی لوگ آپ کے مددگار اور راز دار ہیں ۔ ہمیں معلوم ہؤا ہے کہ آپ عثمانؓ کے خون سے بری ہونے کے مدعی ہیں اگر یہ بات ٹھیک ہے تو قاتلینِ عثمانؓ کو ہمارے سپرد کر دیں ہم قتلِ عثمانؓ کے بدلے میں ان کو قتل کر دیں گے اور فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے ۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر آپ اور آپ کے ساتھی یہاں تلوار کے سوا اور کسی شے کی توقع نہ رکھیں ۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہم قاتلینِ عثمانؓ کو خشکی میں بھی ڈھونڈھیں گے اور تری میں بھی تاآنکہ انھیں ہلاک کر دیں یا یہ کہ خود ہماری روحیں اللہ میاں کے پاس جا پہنچیں ۔ والسلام ''

ابو مسلم معاویہؓ کا خط لے کر کوفہ میں پہنچے ۔ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خط پیش کر دیا ۔ جب وہ خط پڑھ چکے تو ابو مسلم نے ان سے کہا '' اے ابولحسن آپ نے ایک ذمہ‌داری سنبھالی ہے ۔ آپ اس کے مستحق بھی ہیں ۔ خدا کی قسم ہم نہیں چاہتے کہ وہ کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہو ۔ بشرطیکہ آپ اپنی طرف سے اس کا حق ادا کریں ۔ کوئی شک نہیں عثمانؓ کو بے گناہ قتل

Marfat.com

کیا گیا ہے لہذا آپ ان کے قاتل ہمارے سپرد کر دیں اور ہمارے امیر بن جائیں ۔ پھر کوئی ہاتھ آپکے مخالف کار فرما ہو تو ہمارے ہاتھ آپ کے مددگار ہوں گے ، ہماری زبانیں آپ کی گواہ ہوں گی ، آپ اتمام حجت کر چکے ہوں گے ۔ آپ کا عذر مقبول ہو چکا ہو گا '' حضرت علیؓ نے ابو مسلم سے کہا '' آپ کل صبح میرے پاس آئیں '' اور حکم دیا کہ انہیں نہایت عزت و احترام کے ساتھ رکھا جائے ۔

اگلے روز صبحدم وہ حضرت علیؓ سے ملنے آئے ۔ وہ اس وقت مسجد میں بیٹھے تھے ۔ مگر دیکھا کہ کوئی دس ہزار سے زائد اشخاص پوری طرح مسلح ہیں اور پکار رہے ہیں '' ہم سب قاتلینِ عثمان ہیں '' ۔ اس پر ابو مسلم نے حضرت علیؓ سے کہا '' میں ان لوگوں کو دیکھ رہا ہوں ۔ ان پر آپ کا بس نہیں چل سکتا ۔ میرا خیال ہے انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں آپ کے پاس کس غرض سے آیا ہوں اور وہ یہ حرکت اس لیے کر رہے ہیں کہ آپ کہیں انہیں میرے حوالے نہ کر دیں '' ۔

حضرت علیؓ نے کہا میں نے اس معاملے کو خوب چھان پھٹک کر دیکھا ہے ۔ میری رائے میں ان کا آپ کے یا کسی اور کے سپرد کر دینا معاملے کو سلجھا نہیں سکتا ۔ بیٹھیے میں آپ کے خط کا جواب لکھتا ہوں ۔ اور پھر لکھا '' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : خدا کے بندے امیرالمومنین علیؓ کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کے نام ۔ اما بعد ! بھائی خولان آپ کا خط لے کر آئے ۔ جس میں آپ نے مجھ پر عثمانؓ سے قطع رحم اور ان کے خلاف لوگوں کو اکسانے کا الزام لگایا ہے حالانکہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی ۔ مرحوم نے لوگوں کو خود ہی اپنا دشمن بنا لیا تھا ، نتیجہ یہ ہؤا کہ بعض جان کے در پے ہوئے اور بعض ساتھ چھوڑ گئے ۔ یہ دیکھ کر میں گھر میں بیٹھ رہا اور مرحوم کے معاملے سے دستکش ہو گیا ۔ رہا یہ کہ آپ ضرور مجھی کو مجرم قرار دیں تو میں کیا لکھوں ۔ جو جی میں آئے کہتے جائیے ۔ رہا یہ کہ میں قاتلینِ عثمانؓ کو آپ کے سپرد کر دوں ؟ تو میں اس

Marfat.com

خیال سے متفق نہیں ہوں - میں جانتا ہوں کہ آپ کا یہ مطالبہ اُس مقصد تک پہنچنے کا ایک راستہ ہوگا جو آپ کے پیش نظر ہے - آپ خونِ عثمان کا بدلہ ھرگز نہیں چاھتے - خدا کی قسم اگر آپ اپنی اس گمراھی اور تفرقہ پردازی سے باز نہ آئے تو آپ پر وھی کچھ نازل ھوگا جو ایک تفرقہ پرداز، سرکش اور باغی پر نازل ھؤا کرتا ھے - والسلام'' -

ساتھ ھی ایک خط حضرت عمرو بن العاص کے نام بھی تحریر کیا - '' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - خدا کے بندے علی امیرالمومنین کی طرف سے عمرو بن العاص کے نام: اما بعد: دنیا اپنی طرف متوجہ کرکے باقی ھر شے سے غافل کر دیتی ھے اور دنیا کی طلب میں کھو کر رہ جاتا ھے - جوں جوں اسے دنیا سے کچھ حاصل ھوتا ھے توں توں اس کی ھوس بڑھتی چلی جاتی ھے لہذا جو کچھ حاصل ھو چکا ھوتا ھے وہ اُس سے جو حاصل نہیں ھؤا ھوتا بے نیاز نہیں کرتا - حالانکہ ذرا آگے چل کے ھر ذخیرے اور اندوختے سے جدائی ھی جدائی ھے - سعادت‌مند وہ ھے جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے - لہذا معاویہؓ کے ساتھ اس کے باطل میں معاونت کر کے اپنے عمل کو تباہ و برباد مت کرو - معاویہؓ نے حق پس پشت ڈال دیا ھے اور باطل کو گلے لگا لیا ھے، والسلام'' -

عمرو بن العاص نے جواب دیا '' عمرو بن العاص کی طرف سے علی بن ابی طالب کے نام: اما بعد: جس شے میں ھم سب کی بہتری اور رفع افتراق پوشیدہ ھے یہ ھے، کہ آپ ھمارا مطالبہ مان لیں، یہ کہ ھم حق پر ھیں یا آپ اس امر کا فیصلہ شوریٰ کرے - لوگ ھمیں اس معاملے میں از روئے صداقت بری‌الذمہ قرار دے دیں گے - والسلام'' -

کہتے ھیں کہ جب حضرت علیؓ نے اھلِ شام کی طرف کوچ کرنے کا تہیہ کیا تو اس اثنا میں یوم جمعہ آ گیا - آپ نے منبر پر چڑھ کے حمد و ثنائے الٰہی بیان کی اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر

درود پڑھا پھر ارشاد کیا " اے لوگو! کوچ کرو دشمنانِ سنن اور دشمنانِ قرآن کی جانب۔ کوچ کرو قاتلینِ مہاجرین و انصار کی طرف۔ کوچ کرو ان جفا پیشہ بزدلوں کی طرف جنہوں نے ڈاکے مارے اور بادل نخواستہ اسلام قبول کیا تھا۔ کوچ کرو ان لوگوں کی طرف جن کو غنیمت میں تالیفِ قلب کے لیے حصہ ملتا تھا۔ کوچ کرو تا کہ لوگوں کو ان کے خوف سے بچا لو"۔

اس وقت بنو فزارہ کا ایک فرد اَرْبَد نامی اٹھ کھڑا ہؤا اور کہا "کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے ہمراہ جا کے اسی طرح اپنے شامی بھائیوں کو ہلاک کریں جس طرح آپ کی معیت میں جا کے اپنے بصری بھائیوں کو ہلاک کیا تھا۔ خدا کی قسم ہرگز ہرگز نہیں۔ اب ہم سے یہ نہ ہوگا"۔

یہ سن کر اَشتر اٹھ کھڑا ہؤا اور کہا " اے لوگو! تم میں سے کون اس کا سر لے گا"۔ فزاری یہ سن کر بھاگ اٹھا اور ایک جتھا اس کا تعاقب کرنے لگا آخر کُناسہ کے مقام پر اس کو جا لیا، اور اتنے جوتے مارے کہ وہ گر پڑا۔ پھر اسے روندنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ چل بسا۔ جب حضرت علیؓ کو اس کا علم ہؤا تو کہا مقتول جس کا قاتل نامعلوم ہے۔ جانے اسے کس نے مارا"۔ چنانچہ بیت المال سے اس کے وارثوں کو دیت ادا کر دی۔ بنو تمیم کے ایک شاعر کا قول ہے۔

(۱) اَعُوْذُ بِرَبِّیْ اَنْ تَکُوْنَ مَنِیَّتِیْ
کَمَا مَاتَ فِیْ سُوْقِ الْبَرَازِیْنِ اَرْبَدُ!

(۲) تَعَاوَرَہٗ ھَمْدَانُ خَصْفَ نِعَالِھِمْ
اِذَا رُفِعَتْ عَنْہُ یَدٌ وُّضِعَتْ یَدُ

۱- میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ میری موت ایسی نہ ہو جیسے سوقِ براذین میں اربد کی ہوئی تھی۔

۲- بنو ہمدان نے اس پر پے در پے جوتے برسائے ایک ہاتھ اٹھتا تھا تو دوسرا تڑ سے پڑتا تھا۔

Marfat.com

اس موقع پر اشتر نے اٹھ کر کہا ” اے امیرالمومنین آپ نے اس غدار کی زبان سے جو کچھ سنا اس کی بنا پر ہمارے تعاون اور ہماری امداد کے معاملے میں بد دل نہ ہوں ۔ یہ سب لوگ جو آپ کو نظر آ رہے ہیں آپ کے حامی ہیں ۔ یہ اپنی جانوں کو آپ سے عزیز نہیں جانتے اور آپ کے بعد زندہ رہنے کے ہرگز خواہاں نہیں لہذا آپ ہمیں لے کر اپنے دشمنوں کی سمت کوچ بول دیجیے ۔ خدا کی قسم موت سے ڈرنے والا موت سے بچ نہیں سکتا ۔ کسی بھی طالبِ بقا کو بقا حاصل نہ ہو گی ۔ جو اس امید کے سہارے جیتا ہے فریب خوردہ ہے “ ۔

یہ سن کر سبھی اصحاب نے کوچ کرنے پر اظہار رضامندی کر دیا ماسوا عبداللہ بن مسعود ، عبیدہ سلمانی اور ربیع بن خُثَیم اور ان کے ساتھیوں کے جن کی تعداد چار سو کے لگ بھگ تھی ۔ یہ سب لوگ قاری تھے ۔ انھوں نے عرض کیا ” اے امیرالمومنین با وصف اس کے کہ ہم آپ کی فضیلت کے قائل ہیں ہمارے نزدیک اس جنگ کا معاملہ مشکوک ہے ۔ آخر آپ کو اور دیگر مسلمانوں کو ان لوگوں کی بھی ضرورت ہے جو مشرکین کے خلاف نبرد آزما ہوں لہذا آپ ہمیں مشرکین کی کسی سرحد پر متعیّن کر دیں کہ ہم وہاں کے ساکنوں کے خلاف صف آرا ہوں ۔ حضرت علیؓ نے انھیں قزوین و رے کی سرحد پر متعین کر کے ربیع بن خُثَیم کو ان کا امیر مقرر کیا اور ایک جھنڈا ان کے سپرد کر دیا ۔ یہ پہلا جھنڈا ہے جو کوفے میں کسی کے سپرد کیا گیا ۔

اسی اثنا میں حضرت علیؓ کو پتہ چلا کہ حُجر بن عدیؓ اور عمرو بن حَمِق ، معاویہؓ کو بر ملا گالیاں دیتے ہیں اور شامیوں پر لعنت بھیجتے ہیں لہذا ان کی طرف آدمی بھیج کر ہدایت کی کہ جو کچھ مجھ تک پہنچا ہے اس سے باز رہو “۔ اس پر وہ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا ” اے امیرالمومنین کیا ہم حق پر نہیں اور کیا وہ لوگ باطل پر نہیں ؟ “ جواب دیا ” بالکل بجا ، کعبۂ غلاف پوش کے

خدا کی قسم " بولے " تو پھر انھیں گالیاں دینے اور ان پر لعنت بھیجنے سے آپ ھمیں منع کیوں کرتے ھیں ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا " میں پسند نہیں کرتا کہ تم لوگ دشنام طراز اور لعنت گو بنو ۔ تمھیں یہ کہنا چاھیے کہ اے خدا ! نہ ھمارا خون بہے نہ ھمارے دشمنوں کا ۔ اے خدا ! ھماری باھمی چپقلش کو دور کر دے ۔ اے خدا اُن لوگوں کو گمراھی سے بچا کے راہِ ھدایت دکھا تاکہ حق کو جہل سے ممیز کیا جا سکے اور حق اس گمراھی کی لہروں سے ابھر کر سامنے آ سکے جس میں وہ غرق ھو رھا ھے " ۔

کہتے ھیں کہ کوچ کے وقت حضرت علیؓ نے بذریعہ منادی حکم دیا کہ لوگ نکل کے نُخَیلہ کی لشکر گاہ میں جمع ھو جائیں۔ چنانچہ لوگ تیار ھو کر نکلنے لگے حضرت علیؓ نے کوفے میں اپنا قائم مقام حضرت ابو مسعود انصاریؓ کو مقرر کر دیا ۔ یہ ان ستر بزرگوں میں سے تھے جنھوں نے رسولِ خدا کے ھاتھ پر شبِ عقبہ کو بیعت کی تھی ۔ بہر حال حضرت علیؓ نے نخیلہ کی جانب باگ اٹھائی ۔ عمار بن یاسرؓ ان کے آگے آگے تھے اور جا کے نخیلہ میں ڈیرہ ڈال دیا ۔ وھاں سے جملہ عمّال کے نام احکام روانہ کیے کہ ان کے پاس حاضر ھو جائیں ۔

جب یہ خط حضرت ابن عباسؓ کے پاس پہنچا تو انھوں نے لوگوں کو بلوایا اور خطاب کیا ۔ سب سے پہلے جنھوں نے صدائے رضا بلند کی وہ احنف بن قیس تھے ، پھر خالد بن معمر سدوسی ، پھر عمرو بن مرحوم عبدی ۔ اس کے بعد عبداللہ بن عباس نے ابوالاسود الدُئلی کو بصرہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور اپنی جمعیت کو لے کر نخیلہ کے مقام پر حضرت علیؓ کے حضور میں پہنچ گئے ۔

جب حضرت علیؓ کے دور افتادہ چار سُو بکھرے ھوئے ساتھی ان کے پاس پہنچ گئے تو انھوں نے نخیلہ سے عزم رحلت کیا اور پھر زیاد بن نصر اور شریح بن ھانی کو بلا کے چھ چھ ہزار سواروں کی قیادت سپرد کر دی اور ھدایت کی کہ تم دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ کوچ

Marfat.com

کرو - اگر کوئی جھڑپ دونوں کو جمع کر دے تو پھر اے زیاد دونوں لشکروں کے کماندار تم ہو گے - یہ ذہن میں رہے کہ کسی لشکر کا مقدمہ اس کی آنکھوں کے مترادف ہوتا ہے اور مقدمے کی آنکھیں ان کے ہراول دستے ہوتے ہیں - دیکھو ہراول دستے بھیجنے کے معاملے میں ہرگز ہرگز اکتاہٹ محسوس نہ کرنا - جب اپنے دستوں اور قبیلوں کو لے کر چلو تو کوچ سے لے کر مقام تک انتہائی حزم و احتیاط سے کام لو اور جب کسی دشمن پر جا پڑو یا دشمن تم پر آن پڑے تو چاہیے کہ تمھاری لشکرگاہ نسبتاً اونچی جگہ پر ہو تا کہ اونچائی تمھارے لیے محکم حصار کا کام دے - جب رات چھا جائے تو پورے لشکر کے گرد نیزوں اور ڈھالوں کو پھیلا دو - تیرانداز بھی قریب ہی رہنے چاہیں - جب تک ٹھیرے رہو اسی طرح کرو تاکہ کوئی غفلت کے عالم میں تم پر حملہ نہ کر دے - تم دونوں اپنے لشکر کی پاسبانی خود کرنا - تھوڑی دیر کے لیے سونا اور وہ نیند بھی غنودگی یا نیمخوابی ہو (یعنی غفلت کی نیند نہ ہو) - مجھے مسلسل باخبر رکھنا - میں تم دونوں کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا ہوں - کسی چیز کے باعث نہ رکوں گا ، الاماشااللہ ، اور ہاں جب تک تمھارے خلاف پہل نہ کی جائے یا میرا حکم نہ پہنچے جنگ شروع نہ کرنا - انشااللہ "

ان کے رخصت ہو جانے کے تیسرے روز بعد انھوں نے اپنے رفقا کو خطاب کرتے ہوئے کہا " اے لوگو ! کل ہم اپنے مقدموں کے نقش قدم پر روانہ ہو جائیں گے - دیکھو تم میں سے کوئی پیچھے نہ رہ جائے - میں نے عقب (ساقہ) پر مالک بن حبیب یربوعی کو مقرر کیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ جو پیچھے رہنے والا ہے اسے ہمارے پاس بھیج دے " -

صبح ہوتے ہی لوگوں میں کوچ کا نقارہ بجوا دیا اور چل پڑے - جب شہر بابل کے آثار پر پہنچے تو قریبی ہمراہیوں سے کہا " یہ شہر بارہا زمین میں دھانس دیا جاتا رہا لہذا گھوڑوں کو ایڑ لگاؤ اور ان کی لگامیں ڈھیلی چھوڑ دو تاآنکہ اس مقام کی حدود سے باہر

Marfat.com

نکل جاؤ - ممکن ہے نماز عصر اس کی حدود سے باہر جا کر پڑھی جا سکے "- یہ کہہ کے انھوں نے خود بھی ایڑ لگائی اور دوسروں نے بھی اور جلد شہر سے نکل گئے - نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا لہذا اترے اور نماز پڑھائی - ازاں بعد پھر سوار ہو گئے ، یہاں تک کہ دَیر کعب سے بھی آگے نکل گئے اور پھر مدائن کے قوس‌دار دروازے پر جا پہنچے - وھاں اپنی جمعیت سمیت اتر پڑے - ان کی مہمانی کے لیے پہلے سے اہتمام کیے جا چکے تھے -

صبح ھوئی تو پھر سوار ہو گئے - باقی لوگ بھی ان کی رکاب میں سوار ھو کر چل دیے - ان کی کل تعداد اسی ہزار یا شاید اس سے کچھ زیادہ تھی - بھیڑ الگ تھی - وھاں سے چل کے شہر انبار میں وارد ھوئے - جب مدائن میں پہنچے تھے تو مَعقِل بن قیس کو تین ہزار سپاہ کی قیادت دے کر حکم دیا تھا کہ وہ موصل اور نصیبین ہوتے ہوئے رقّہ کے مقام پر ان سے آن ملیں - مَعقِل نے کوچ کیا اور موصل کی نئی آبادی کے قریب جا نکلے - وہ ان دنوں ایک سرحدی چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا - اسے باقاعدہ طور پر بعد میں مروان بن محمد نے تعمیر کرایا تھا -

جب مَعقِل وھاں پہنچے تو دیکھا کہ دو مینڈھے باھم ٹکرا رہے ھیں - مَعقِل کے ایک خثعمی ساتھی نے یہ منظر دیکھا تو ناگواری کا اظہار کیا اور کہنے لگا " یہ دیکھو یہ دیکھو "- چنانچہ دو آدمیوں نے بڑھ کر ایک ایک مینڈھا پکڑ لیا اور لے کر چلتے بنے - اس پر خثعمی نے معقل سے کہا " نہ تم مفتوح ھو گے نہ فاتح " معقل نے کہا " انشاالله جو ھو گا بہتر ھو گا " -

وھاں سے کوچ کر کے حضرت علی رض بَلِیشَخ کے مقام پر اتر پڑے اور تین روز مقیم رہے - پھر پل تعمیر کرنے کا حکم دیا - چنانچہ پل تعمیر کر دیا گیا - انھوں نے دریا عبور کیا اور زیاد بن نضر اور شریح ابن ھانی کو حکم دیا کہ وہ ان کے آگے آگے چلیں - وہ دونوں رخصت ھو کر ایک مقام پر جسے " سورالروم " کہتے ھیں پہنچ گئے - وھاں

ان کی ملاقات ابُوا عشور سلمی سے ہوئی جس کے ہمراہ شامی سواروں کا لشکر جرار تھا - چنانچہ انھوں نے حضرت علیؓ کے پاس اس امر کی اطلاع بھیج دی -

حضرت علیؓ نے اشتر کو حکم دیا کہ وہ نضر اور شریح کے پاس پہنچ جائے اور ان کے عساکر کی بھی زمام قیادت اپنے ھاتھ میں لے لے - اشتر رخصت ھؤا اور ان دونوں سے جا ملا اور پھر سارے لشکر کو لے کر ابواعور کے مقابل جا پہنچا - زوروں کی جنگ ھوئی دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف ڈٹے رہے - یہاں تک کہ رات چھا گئی اور ابواعور شب کی تاریکی میں کھسک کر معاویہؓ کے پاس پہنچ گیا -

اب معاویہؓ نے اپنے سواروں کے همراه صفین کی جانب پیش قدمی کی - ان کے مقدمہ کا کماندار سفیان بن عمرو اور عقب کا بسر بن ابی ارطاة عامری تھا - سفیان بن عمرو ابواعور کی معیت میں آگے آگے روانہ ھؤا اور صفّین کے مقام پر جا کے ٹھیر گیا - یہ ایک ویران قصبہ تھا جسے کسی زمانے میں رومیوں نے تعمیر کیا تھا - وھاں سے فرات ایک تیر کے فاصلے پر ھوگا - کنار فرات کا علاقہ گھنا بیلا تھا جس میں سے کئی نالے گزرتے تھے جن کا سلسلہ دوفرسخ تک چلا گیا تھا - دوفرسخ کے فاصلے میں فرات تک فقط ایک راستہ تھا جو پتھر بچھا کر بنایا گیا تھا باقی سارا حصہ گھنے جھاڑ جنگل سے بھرپور تھا جس میں سے گزرنا ممکن نہ تھا - علاوہ ازیں نالے نالیاں اور کیچڑ پھیلا ھؤا تھا - گویا قصبے سے لے کر دریا تک اس راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا - یہ دیکھ کر صفیان بن عمرو اور ابواعور نے پیش قدمی کی اور قصبے کے قریب پہنچ کے اس راستے پر ڈیرہ ڈال دیا - معاویہؓ نے بھی پورے لاؤ لشکر سمیت آ کے ان کے قریب اور قصبے کے دامن میں چھاؤنی جما دی اور ابواعور کو دس ھزار شامی سوار دے کر راہ فرات پر کھڑا کر دیا تاکہ عراقیوں میں سے جو بھی فرات پر جانا چاھے اسے روک دے -

آخر حضرت علیؓ بھی وھاں آن پہنچے اور دیکھا کہ شامیوں نے قصبے اور راستے پر قبضہ کر رکھا ھے اس لیے لشکر کو حکم دیا کہ معاویہؓ کی لشکرگاہ کے قریب ھی اپنا معسکر قائم کر لیں ۔ اب جو سقوں اور چاکروں نے پانی کا رخ کیا تو ابواعور نے ان کی راہ روک دی ۔

حضرت علیؓ کو پتہ چلا تو انھوں نے صعصعہ بن صوحان سے کہا کہ معاویہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو ھم آپ کے پاس جنگ سے قبل اتمام حجت کرنے آئے ھیں ۔ اگر آپ مان جائیں تو فبہا ، سلامتی اور عافیت ھمیں ھر شے سے زیادہ عزیز ھے مگر ھم دیکھتے ھیں کہ آپ نے ھمارے لیے پانی کی راہ بھی روک رکھی ھے اگر آپ کو یہی پسند ھے کہ جس چیز کے لیے آئے ھیں اسے پس پشت ڈال کر لوگوں کو پانی کے معاملے میں جنگ کرنے کی کھلی چھٹی دے دیں تا کہ جو فاتح ھو وھی پیے تو چلو یونہی سہی ''۔

یہ پیغام پہنچا تو ولید نے کہا '' ان کا پانی اسی طرح بند کر دیجیے جس طرح انھوں نے عثمانؓ کا پانی بند کیا تھا ۔ انھیں پیاسا ماریے ، خدا ان کا ستیاناس کرے '' ۔

اس پر معاویہؓ نے عمرو بن عاص سے پوچھا '' آپ کی کیا رائے ھے '' ۔

انھوں نے جواب دیا '' میرا مشورہ یہ ھے کہ پانی کی راہ نہ روکیں ۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ لوگ آپ کو سیراب ھوتا دیکھیں اور خود پیاسے بیٹھے رھیں '' ۔

عبداللہ بن ابی سرح نے جو حضرت عثمانؓ کے ماں کی طرف سے بھائی تھے مشورہ دیا کہ انھیں رات تک پانی سے محروم رکھیں ممکن ھے وہ بیلے کی طرف لوٹ جائیں اور ان کا لوٹ جانا ھزیمت کی صورت اختیار کر لے ۔

آخر صعصعہ نے امیر معاویہؓ سے پوچھا '' پھر کیا ارشاد ھے ''
امیر معاویہؓ نے جواب دیا '' تم واپس جاؤ میرا جواب تم تک

Marfat.com

پہنچ جائے گا ، چنانچہ صعصعہ واپس حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گئے۔ اور انھیں صورتِ حال سے آگاہ کر دیا۔

غرضیکہ اہلِ عراق کامل ایک دن تک پانی سے محروم رہے ماسوا اُن چھوکروں کے جو بیلے کی جانب سے دو فرسخ راہ طے کر کے پانی پی آئے۔ لوگوں کا یہ حال دیکھ کر حضرت علیؓ کو بہت دکھ ہؤا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ اُن بیچاروں کی پیاس کے مارے کیا گت بن رہی ہے چنانچہ وہ بے تاب ہو گئے۔ اسی اثنا میں اشعث بن قیس آئے اور عرض کیا " اے امیرالمومنین آپ ہم میں موجود ہوں ، تلواریں بھی ہمارے ہاتھوں میں ہوں اور وہ لوگ ہمیں پانی تک نہ پہنچنے دیں بھلا یہ بھی کوئی بات ہے ؟ آپ مجھے مامور فرمائیں میں پانی کی سمت جاتا ہوں (اگر راستہ کھول نہ دوں تو) خدا کی قسم واپس نہ آؤں گا میں جان لڑا دوں گا۔ آپ اشتر کو حکم دیں کہ وہ اپنے رسالے سمیت میرے ہمراہ چلیں"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا " ٹھیک ہے۔ اپنی تجویز کو عملی جامہ پہناؤ "۔

صبح ہوئی تو اشعث نے ابواعور پر چڑھائی کر دی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ اشتر اور اشعث نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے اور آخر دونوں نے ابواعور اور اس کی جمعیت کو کنارِ دریا سے ہٹا دیا اور خود قابض ہو گئے۔ اس وقت عمرو بن عاص نے معاویہؓ سے کہا " اب فرمایئے جس طرح آپ نے ان کا پانی کل بند کیا تھا اگر آج وہ آپ کا بند کر دیں تو ؟ " معاویہؓ نے جواب دیا " جو ہو گیا اسے چھوڑیں ویسے علیؓ کے بارے میں گمان کیا ہے ؟ " جواب دیا " میرا گمان یہ ہے کہ حضرت علیؓ آپ پر وہ دباؤ نہ ڈالیں گے جو آپ نے ڈالا۔ اس لیے کہ وہ جس مقصد سے آئے ہیں وہ پانی نہیں کچھ اور ہے "۔

بہر حال کنارِ دریا پر لڑنے والے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور لڑائی بند ہوگئی تو علیؓ نے حکم صادر کیا کہ شامیوں کو دریا پر جانے سے نہ روکا جائے۔ چنانچہ سبھی مل کر پانی پینے لگے

Marfat.com

باهم ملاقاتیں ہونے لگیں - ایک دوسرے کے عساکر میں آنا جانا شروع ہو گیا - حالت یہ تھی کہ ہر آدمی اپنے مدِ مقابل کے فریق سے تعلق رکھنے والے دوست کی خیریت ہی طلب کر رہا تھا - ہر ایک کو یہی توقع تھی کہ مصالحت ہو جائے گی -

اسی زمانے میں عبداللہ بن عمرؓ بن خطاب آیا اور حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی - حضرت علیؓ نے اجازت دے دی - جب وہ حاضر ہؤا تو انھوں نے پوچھا " تو نے ہرمزان کو بے گناہ مار ڈالا - وہ میرے چچا عباس کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا - تمھارے والد نے اس کا دو ہزار وظیفہ مقرر کر رکھا تھا - تو سمجھتا ہے میں تمھیں چھوڑ دوں گا " -

اس پر عبداللہ نے جواب دیا " شکر ہے اس خدا کا جس نے آپ کو مجھ سے خونِ ہرمزان کا مطالبہ کرنے پر اور مجھے آپ سے خونِ عثمان کا مطالبہ کرنے پر مامور کر دیا " -

حضرت علیؓ نے کہا " عنقریب جنگ ہمیں یکجا کر دے گی پھر تو دیکھ لے گا " -

کہتے ہیں کہ فریقین ربیع الثانی[1] اور جمادی الاولی کے دو مہینے باہم خط کتابت کرتے رہے - کبھی ایک دوسرے کو دھلا بھی دیتے تھے - کبھی ایک دوسرے کے خلاف پیش قدمی بھی کرتے تھے مگر قاریوں اور نکو کاروں کے بیچ بچاؤ سے معاملہ رفع دفع ہو جاتا تھا - اس سارے عرصے میں جو تین ماہ پر مشتمل تھا کوئی پچاسی بار چھیڑ چھاڑ ہوئی جو قاریوں کے حائل ہو جانے کے باعث بند ہو جاتی رہی -

آخر جب جمادی الاولی گزر گیا تو حضرت علیؓ تمام رات اپنی جمعیت کی تنظیم میں مصروف رہے اور اسے دستوں میں تقسیم کر دیا - ساتھ ہی امیر معاویہؓ کے پاس پیغام بھیج دیا کہ آپ کو جنگ کی

۱- ربیع الثانی ۳۷ھ

Marfat.com

کھلی چھٹی ہے ۔ چنانچہ امیر معاویہ رض نے بھی اپنی جمعیت کو منظم کیا اور اسے دستوں میں تقسیم کر دیا ۔

صبح ہوئی تو دونوں عساکر نے ایک دوسرے کی طرف پیش قدمی کی اور اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے اپنی اپنی صفوں میں جا کے کھڑے ہو گئے مگر رفتہ رفتہ پھر ایک دوسرے سے دور ہٹ گئے ۔ لڑائی ظہور میں نہ آئی ۔ انھیں یہ بات پسند نہ تھی کہ دونوں عساکر پورے کے پورے باھم ٹکرا کر تباہ ہو جائیں لہذا ہوتا یہ کہ ایک لشکر سے ایک ٹکڑی نکلتی اور دوسرے لشکر کی ایک ٹکڑی کے خلاف دونوں عساکر کے درمیان برسر پیکار رہتی ۔ اسی عالم میں ماہ رجب آ گیا اور اور فریقین نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا ۔

کہتے ھیں کہ اسی اثنا میں ابودردا رض اور ابوامامہ رض باھلی آ کے معاویہ رض سے ملے اور کہا ” آپ کس بات پر علی رض سے لڑ رہے ھیں ۔ کیا وہ خلافت کے معاملے میں آپ سے زیادہ مستحق نہیں ؟ “ ۔

جواب دیا ” میں تو خونِ عثمان رض کی خاطر لڑ رہا ہوں “ ۔

دونوں نے پوچھا ” کیا انھیں علی رض نے قتل کیا تھا “ ۔

جواب دیا ” انھوں نے عثمان رض کے قاتلوں کو پناہ دے دی ہے ۔ اُن سے کہو کہ قاتلینِ عثمان رض کو میرے حوالے کر دیں پھر میں پہلا آدمی ہوں گا جو اُن کی بیعت کروں گا “

اب وہ دونوں علی رض کے پاس آئے اور انھیں اس امر سے آگاہ کیا ۔ اس پر حضرت علی رض کے لشکر سے کوئی بیس ہزار آدمی الگ ہو گئے اور نعرہ لگایا ” ہم سب عثمان رض کے قاتل ھیں “۔ یہ رنگ دیکھ کر ابودردا اور ابوامامہ کسی ساحلی مقام پر جا ٹھہرے اور اُن لڑائیوں میں کسی قسم کی شرکت نہ کی ۔

ازاں بعد معاویہ نے شرحبیل بن سمط ، حبیب بن مسلمہ اور معن بن زید بن اخنس کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ حضرت علی رض کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ قاتلینِ عثمان رض کو ہمارے سپرد کر دیں اور اپنے موجودہ موقف سے دستبردار ہو جائیں تاکہ ہم اسے مسلمانوں کی

شوریٰ کے سپرد کر دیں - پھر وہ اپنے لیے جسے چاہیں اور پسند کریں چن لیں -

یہ اصحاب حضرت علیؓ کے پاس پہنچے - پہلے حبیب بن مسلمہ نے بات کی اور معاویہؓ نے جو پیغام دیا تھا کہ سنایا - جواباً حضرت علیؓ نے فرمایا " تجھے اس معاملے سے کیا تعلق ، اے مادر محروم ، یہ تیرا منصب نہیں "۔ یہ سن کر حبیب بگڑ کے اٹھ کھڑا ہؤا اور کہا " خدا کی قسم تم مجھے وھاں دیکھو گے جہاں مجھے دیکھنا تمھیں سخت ناگوار گزرے گا "۔ شرجیل نے کہا " کیا آپ قاتلین ِ عثمانؓ کو ھمارے سپرد نہیں کریں گے " - حضرت علیؓ نے کہا " یہ میرے بس کی بات نہیں وہ تو کوئی بیس ھزار افراد ھیں "۔ یہ سننا تھا کہ دونوں ان کے یہاں سے اٹھ کر چلے گئے - کہتے ھیں کہ لوگ اسی طرح پڑے رھے تاآنکہ (۳۸ھ کے) محرم کا مہینہ بیت گیا -

اس صورت ِ حال کے بارے میں حابس بن سعد طائی نے جو معاویہ کی جمعیت میں شامل ھونے والے بنوطے کا علمبردار تھا ذیل کے اشعار کہے :-

(۱) وَ مَا بَیْنَ المُنَا یا غَیْرُ سَبْعٍ
بَقِیْنَ مِنَ المُحَرَّمِ أَوْ ثَمانٍ

(۲) أَلَمْ یُعْجِبْکَ أَنَّا قَدْ هَجَمْنا
وَ اِیَّا هُمْ عَلَی المَوْتِ العِیَانِ

(۳) أَیَنْهَا نا کِتَابُ اللهِ عَنْهُم
وَ لا یَنْهَا هُمْ آیُ القُرانِ

۱- اموات کی راہ میں فقط محرّم کے بقیہ سات یا آٹھ دن حائل ھیں -

۲- کیا تجھے حیرت نہیں ھوئی کہ ھم اور وہ صریح اور واضح موت کے خلاف چڑھائی کر رھے ھیں -

۳- کیا ھمیں تو کتاب ِ الہی انکے قتل سے منع کرتی ھے اور

Marfat.com

آیات قرآنی انھیں نہیں روکتیں ؟ (کہ ہمارے قتل سے باز آئیں) -
بہر حال جب ماہِ محرم ختم ہوگیا تو حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کے لشکر میں اعلانچی کو بھیجا اور اس نے غروب آفتاب کے وقت منادی کر دی " ہم رکے رہے تاکہ محترم مہینے بیت جائیں - وہ بیت گئے ہیں - ہم آپ کو اس امر سے برابر مطلع کر رہے ہیں - خدا خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا "
چنانچہ دونوں عساکر پھر سے اپنے اپنے دستے مرتب کرنے لگے - دونوں لشکرگاہوں میں رات بھر آگ روشن رہی - صبح ہوئی تو فریقین نے پیش قدمی کی - حضرت علیؓ نے رسالے پر حضرت عمار بن یاسرؓ کو اور پیادوں پر عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی کو مامور کر دیا - شاہ نشان ہاشم بن عتبہؓ مرقال کے حوالے کیا - میمنہ کے پیادوں کی قیادت سلیمان بن صُرد اور میسرہ کے پیادوں کی حارث بن مرّہ عبدی کے سپرد کی - قلب میں بنو مضر کو، میمنہ میں بنو ربیعہ کو اور میسرہ میں اہلِ یمن کو متعین کیا - قریش اور کنانہ کی کمان حضرت عبداللہ بن عباس کو سونپی - بنو کِندہ کو اشعث بن قیس کے ماتحت کردیا - بنو بکرِ بصرہ کو حُصَین بن منذر کے ماتحت اور بنو تمیمِ بصرہ کو احنف بن قیس کے ماتحت کر دیا - خزاعہ کا سالار عمر بن حمق کو بنایا - بنوبکرِ کوفہ کی قیادت پر نُعیم بن ہبیرہ کو مامور کیا - بنو سعد ربابِ بصرہ کی قیادت خارجہ بن قدامہ کو، بجیلہ کی قیادت پر رفاعہ بن شداد کو، بنو ذہلِ کوفہ کی قیادت پر رویم شیبانی کو، حنظلۂ بصرہ کی قیادت پر اعین بن ضبیعہ کو، تمام بنو قضاعہ کی قیادت پر عدی بن حاتم کو، بنو لہزمِ کوفہ کی قیادت پر عبداللہ بن بدیل کو، تمیمِ کوفہ کی قیادت پر عمر بن عطادر کو، بنو اُزد کی قیادت پر جُندب بن زہیر کو، بنو ذہلِ بصرہ کی قیادت پر خالد بن معمر کو، بنو حنظلۂ کوفہ کی قیادت پر شبث بن ربعی کو - بنو ہمدان کی قیادت سعد بن قیس کو، بنو لہزمِ بصرہ کی قیادت پر خزیمہ بن خازم کو، بنو سعدِ ربابِ کوفہ کی قیادت پر ابو صرمہ کو نام جس کا طُفَیل تھا ،

Marfat.com

بنو مذحج کی قیادت پر اشتر کو ، بنو عبد قیس کوفہ کی قیادت پر عبداللہ بن طفیل کو ، بنو عبد قیس بصرہ کی قیادت پر عمرو بن حنظلہ کو اور بنو قیس بصرہ کی قیادت پر شداد ہلالی کو مقرر کر دیا ۔ باقی تمام دور و نزدیک کے ملے جلے قبائل کی کمان قائم بن حنظلہ جُہنی کے سپرد کر دی ۔

ادھر امیر معاویہؓ نے رسالے کی قیادت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے سپرد کر دی ۔ پیدلوں کی مسلم بن عقبہ لعنۃاللہ علیہ کے ، میمنہ کی عبیداللہ بن عمر کے اور میسرہ کی حبیب بن مسلمہ کے سپرد کر دی ۔ شہ نشان عبدالرحمان بن خالد بن ولید کے حوالے کیا ۔ اہلِ دمشق کی قیادت پر ضحاک بن قیس کو ، اہلِ حمص کی قیادت پر ذوکلاع کو ، اہلِ قِنسّرین کی قیادت پر زُفر بن حارث کو ، اہل اردن کی قیادت پر سُفیان بن عمرو کو ، اہلِ فلسطین کی قیادت پر مسلمہ بن خالد کو ، دمشقی پیادوں کی قیادت پر بُسربن ارطاط کو ، حمصی پیادوں کی قیادت پر حَوشب ذوظَلیم کو ، قِنسّرینی پیادوں کی قیادت پر طریف بن حابس کو ، اردنی پیادوں کی قیادت پر عبدالرحمان قینی کو ، فلسطینی پیادوں کی قیادت پر حارث بن خالد ازدی کو ، بنو قیس دمشق کی قیادت پر ہُمام بن قَبیصہ کو ، بنو قیس حمص کی قیادت پر ہلال بن ابی ہبیرہ کو ، میمنہ کے پیادوں کی قیادت پر حابس بن ربیعہ کو ، بنو قضاعۂ دمشق کی قیادت پر حسان بن بَجدَل کو ، بنو قضاعۂ حمص کی قیادت پر عبّاد بن زید کو ، کندۂ دمشق کی قیادت پر عبداللہ بن جون سکسکی کو ، بنو کندۂ حمص کی قیادت پر یزید بن ہبیرہ کو ، بنو نَمِر بن قاسط کی قیادت پر یزید بن اسد عجلی کو ، بنو حِمیر کی قیادت پر ہانی بن عُمَیر کو ، بنو قضاعۂ اردن کی قیادت پر مخارق بن حارث کو ، بنو لخم فلسطین کی قیادت پر نابل بن قیس کو ، بنو ہمدان اردن کی قیادت پر حمزہ بن مالک کو ، بنو غسان اردن کی قیادت پر زید بن حارث کو اور باقی دور و نزدیک کے مخلوط قبائل کی قیادت پر قعقاع بن ابرہہ کو مامور کر دیا ۔ عمرو بن عاص کو تمام رسالوں کی کمان اور ضحاک بن

Marfat.com

قیس کو تمام پیادوں کی کمان سونپ دی -

دونوں فریق سات سات صفوں میں بٹ گئے - دو صفیں میمنہ میں، دو صفیں میسرہ میں اور تین صفیں قلب میں - اس طرح فریقین کی کل چودہ صفیں تھیں - ہر صف اپنے اپنے جھنڈے تلے کھڑی ہو گئی - کسی کی زبان سے کوئی کلمہ نہ نکلتا تھا - آخر اہل عراق میں سے ایک شخص مسمی حجل بن اثال جو عرب کے بہادر شہسواروں میں سے تھا نکل کر شامی اور عراقی صفوں کے درمیان آن کھڑا ہوا اور للکارا " کوئی ہے مجھ سے مقابلہ کرنے والا "- چہرہ اس کا لوہے کے نقاب میں چھپا ہؤا تھا - چنانچہ اس کا والد اثال اس کے مقابلے پر آ گیا جو چند چوٹی کے شامی شہسواروں میں سے تھا - وہ بھی لوہے کے نقاب میں روپوش تھا -

دونوں میں سے ہر ایک اپنے مدمقابل سے ناواقف تھا - بہر حال وہ ایک دوسرے پر جھپٹنے لگے - لوگوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی پڑتی تھیں - باہم نیزے کے وار ہوتے رہے مگر کسی کا کچھ نہ بگڑا اس لیے کہ دونوں سر تا پا زرہ پوش تھے - آخر والد نے بیٹے پر بھرپور حملہ کیا اور اسے زین پر سے اچک لیا - بیٹا زمین پر اور باپ بیٹے پر گرا - اس دھینگا مشتی میں دونوں کے چہرے بے حجاب ہو گئے - دونوں نے اپنے مدمقابل کو پہچان لیا - لہذا دونوں اپنے اپنے لشکروں کی جانب لوٹ گئے - ازاں بعد لوگ بکھر گئے - اس روز اس واقعہ کے سوا اور کچھ نہ ہؤا -

صبح ہوئی تو سب لوگ اپنی اپنی جگہ جہاں کل تھے آن کھڑے ہوئے - آخر عتبہ بن ابی سفیان نکلا اور اپنے گھوڑے کو دونوں لشکروں کے درمیان لا کے کھڑا کر دیا اور جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب قرشی کو آواز دی - جعدہ اس کے روبرو آ گیا - کچھ دیر دونوں اپنے موقف کے بارے میں تبادلۂ خیال کرتے رہے - بات بڑھتی گئی تاآنکہ جعدہ نے عتبہ کو مشتعل کر دیا - عتبہ نے اسے برا بھلا کہا - پھر دونوں غصے میں بپھرے ہوئے لوٹ گئے اور مد مقابل پر حملہ کرنے کے لیے

Marfat.com

اپنا اپنا دستہ مرتب کیا اور پھر آ کے دونوں صفوں کے مابین باہم ٹکرا گئے ۔ تمام لوگوں کی نگاھیں ان پر تھیں ۔ جعدہ ڈٹا رھا لیکن عتبہ بھاگ نکلا ۔ ان دستوں کی جھڑپ کے بعد دونوں لشکر لوٹ گئے ۔ اس روز اور کچھ نہ ھؤا ۔ نجاشی نے عتبہ اور جعدہ کی جھڑپ کے بارے میں کہا تھا :

(۱) اِنَّ شَتْمَ الکریمِ یا عُتْبُ خَطْبٌ
فَاعْلَمَنْهُ مِنَ الخُطوبِ عَظِیْمُ !
(۲) اُمُّهُ اُمُّ هانیءٍ وَ اَبُوهُ
مِنْ لُؤَیِّ بنْ غالبٍ لَصَمِیْمٌ !
(۳) اِنَّهُ المهُبَیْرَةُ بْنُ اَبِیْ وَهْبٍ
اَقَرَّتْ بِفَضْلِهِ مَخْزُومُ

۱- اے عتبہ کسی معزز شخص کو گالی دینا آفت ھے اور جان لے کہ یہ آفت بہت بڑی آفتوں میں سے ھوتی ھے ۔
۲- جان لے کہ جعدہ کی ماں امّ ھانی تھی اور اس کا باپ لوئی بن غالب سے صحیح نسبی تعلق رکھتا تھا ۔
۳- وہ ھبیرہ بن ابی وھب تھا جس کی فضیلت کا بنو مخزوم بھی اقرار کرتے ھیں ۔

اسی طرح ذیل کے اشعار بھی کہے :-

(۱) مَازِلْتَ تَنْظُرُ فِی عِطْفَیْکَ اُبَّهَةَ
لَا یَرْفَعُ الطَّرْفَ مِنْکَ التِّیْهُ والصَّلَفُ
(۲) لمَّا رأَیْتَهم صُبْحاً حَسِبْتَهم
أُسْدَ العَرِ یْنِ حَمَی اَشْبالَها الغْرَفُ
(۳) نادَیْتَ خَیْلَکَ اِذْ عَضَّ السُّیُوفُ بِها
عُوجِیْ اِلَیَّ ، فَمَا عاجُوا وَمَا وَقَفوا
(۴) هَلاَّ عَطَفْتَ اِلی قَتْلَی مُصَرَّعَةً
مِنْها السُّکُوْنُ و مِنْها الأَزْدُ والصَّدَفُ

Marfat.com

(۵) قَدْ كُنْتَ فِيْ مَنْظَرٍ عَنْ ذَاوَمُسْتَمَعٍ
يَا عُتْبَ لَوْلا سَفَاهُ الرَّأْيِ وَالتَّرَفُ

۱- تو اپنے ٹھاٹھ باٹھ کے احساس میں گم اپنے کندھوں اور بغلوں کو دیکھتا جا رہا تھا - غرور اور گھمنڈ تجھے نگاہ نہ اٹھانے دیتے تھے -

۲- مگر ایک صبح جب تو نے انھیں دیکھا تو تُو نے یوں گمان کیا گویا وہ کچھار کے شیر ھیں جن کے بچوں کی حفاظت گھنے درخت اور جھاڑیاں کرتی ھیں -

۳- جب تمھارے رسالے کو تلواروں نے بدحال کر دیا (اور وہ بھاگ اٹھے) تو تُو نے پکارا '' میری جانب لوٹ آؤ '' مگر وہ نہ لوٹے، نہ ٹھیرے -

۴- کیا تو نے لوٹ کر بنو سکون، بنو ازد اور بنو صدف کے مقتولوں کی طرف بھی نہ دیکھا جو زمین پر ادھر اُدھر پڑے ھوئے تھے -

۵- اے عتبہ اگر تو بر خود غلط اور کوتاہ بین نہ ھوتا تو تجھے یہ منظر نہ دیکھنے پڑتے، اور نہ یہ باتیں سننی پڑتیں -

کہتے ھیں کہ ایک روز اشعث بہادرانِ عراق کا رسالہ لے کر برآمد ھوئے اور مقابلہ کرنے کے لیے، حبیب بن مسلمہ، شام کے اتنے ھی رسالے کے ساتھ نکلا - پھر وہ دونوں صفوں کے درمیان دیر تک لڑتے رھے - تقریباً سارا دن گزر گیا آخر دونوں لوٹ گئے - حق یہ ھے کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے برابر کی چوٹ تھے -

ایک روز مرقال ھاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رسالہ لے کر نمودار ھوئے - دوسری جانب ابواعور سلمی بھی اتنا ھی رسالہ لے کر ان کے مقابلے پر نکلا - پھر وہ دن بھر دونوں صفوں کے مابین بر سر پیکار رھے - کسی نے کسی کو پیٹھ نہ دکھائی -

ایک اور دن عمار بن یاسر عراقی رسالہ لے کر نکلے - عمرو بن عاص ان کے مقابل ھوئے - انھوں نے اپنے نیزے پر ایک سیاہ پرچم

لگا رکھا تھا جسے دیکھ کر لوگوں نے کہا " یہ وہ پرچم ہے جو عمرو کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا " یہ سن کر حضرت علیؓ نے کہا " میں تمہیں اس پرچم کی کہانی سناتا ہوں ۔ یہ وہی جھنڈا ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو کو دیا تھا اور ارشاد کیا تھا کہ اسے اس کے حق کے ساتھ کون اٹھائے گا "۔ عمرو نے پوچھا " یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا کیا حق ہے ؟ " آپ نے فرمایا " اس کو لے کر کافروں کو پیٹھ نہ دکھانا اور اسے ہاتھ میں لے کر کسی مسلمان سے جنگ نہ کرنا " ۔ اور حال یہ ہے کہ عمرو اس پرچم کو ہاتھ میں لے کر کفار کے مقابلے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دورانِ حیات بھاگے تھے اور آج اس جھنڈے کو ہاتھ میں لے کر مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں " ۔ بہر حال عمار اور عمرو اس روز شام تک لڑتے رہے ۔ کسی ایک نے دوسرے کو پیٹھ نہ دکھائی ۔

اسی طرح ایک روز محمد بن حنفیہ نکلے ان کے مقابلے میں عبیداللہ بن عمر شامیوں کی اتنی ہی فوج لے کر آ گیا ۔ عبیداللہ نے محمد بن حنفیہ سے کہا " میرے سامنے آؤ " محمد نے کہا " گھوڑوں سے اتر کر "۔ عبیداللہ نے کہا " ٹھیک ہے "۔ لہذا دونوں اپنے اپنے گھوڑے سے اتر پڑے ۔ حضرت علیؓ نے انہیں دیکھا تو گھوڑے کو ایڑ لگائی اور محمد کے قریب آ کے اتر پڑے اور اس سے کہا " تم میرا گھوڑا پکڑو "۔ محمد نے گھوڑا پکڑ لیا ۔ پھر حضرت علیؓ عبیداللہ کی طرف گئے ۔ عبیداللہ انہیں دیکھ کر بھاگ کھڑا ہؤا اور کہا مجھے آپ سے لڑنے کی خواہش نہیں ۔ میں تو آپ کے بیٹے سے لڑنے نکلا تھا ۔ اس پر محمد نے کہا " ابا جان اگر آپ مجھے اس سے لڑنے دیتے تو توقع تھی کہ میں اسے قتل کر دیتا " ۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا " اگر تو اس سے لڑتا تو مجھے بھی یہ توقع ہو سکتی تھی لیکن ساتھ ہی یہ خدشہ بھی تھا کہ کہیں وہ تمہیں قتل نہ کر ڈالے ۔ بہر حال محمد اور عبیداللہ کے سواروں میں دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی اور پھر دونوں گروہ واپس چلے گئے ۔ کسی کا پلہ بھاری نہ تھا ۔

Marfat.com

ایک روز عبداللہ بن عباسرض عراقی سواروں کا دستہ لے کر برآمد ہوئے - ان کے مقابلے پر ولید بن عُتبہ آیا - اس کے ہمراہ اتنے ہی شامی سوار تھے - ولید نے ابن عباس سے کہا " اے ابن عباس آپ لوگوں نے قطع رحم کیا - اپنے امام کو مار ڈالا تاہم وہ مقصد حاصل نہ ہؤا جس کی امید تھی "- ابن عباس نے جواب دیا " داستاں طرازی چھوڑو مقابلے پر آؤ "- ولید نے انکار کر دیا (بہر حال دونوں دستوں میں جنگ ہوئی) اُس روز خود ابن عباس خوب جان توڑ کر لڑے - آخر دونوں برابر فتحمندی و نا فتحمندی کے عالم میں لوٹ گئے -

ایک اور دن عمرو بن عاص شامی سواروں کے ساتھ نکلے - سعد بن قیس ان کے مقابلے پر آئے - ان کے ہمراہ بھی اتنے ہی عراقی سوار تھے - عمرو رجز کہ رہے تھے :-

لاَ تأ مَنَنَّ بَعدَھا اَباحَسَن
طَا حِنَةً تَدُ شُکُم دَقَّ الطَّحَن
اِنا نُمِرُّ الحَربَ اِمرَارَ الرَّسَن

" اے ابوحسن اس کے بعد تمھیں امن میسر نہ آئے گا - جنگ کی چکی تمھیں آٹے کی طرح پیس کر رکھ دے گی - ہم جنگ کو رسے کی طرح بل دے دے کر مضبوط کرتے چلے جائیں گے " -

پھر عمرو کے شامی ساتھیوں میں سے ایک نوجوان حُجرالشر نامی باہر آیا اور دعوت مبازرت دی - اس کے مقابلے پر حُجر بن عدی نمودار ہوئے - دونوں ایک دوسرے پر نیزوں سے وار کرتے رہے - آخر حجرالشر نے ان پر نیزے کا ایسا وار کیا کہ وہ گھوڑے سے نیچے جا پڑے مگر انھیں ان کے ساتھیوں نے بچا لیا - دونوں واپس ہوئے - حُجر بن عدی کو نیزے نے گھائل کر دیا تھا - اب حُجرالشر کے مقابلے میں حکم بن ازھر آیا جو اشراف کوفہ میں سے تھا - دونوں میں تلوار چلنے لگی - آخر حُجرالشر نے ایک پُر زور وار کر کے حکم کو ڈھیر کر دیا اور پھر للکارا " اور ھے کوئی سامنے آنے والا " - اب اس کے مقابلے میں حکم کا چچا زاد بھائی رفاعہ بن طلیق نکلا - حجرالشر نے اسے بھی

Marfat.com

لقمۂ شمشیر بنا لیا ۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے کہا " شکر ہے اس خدا کا جس نے اسے ھلاک کر دیا "۔

عبداللہ بن بُدیل کا قتل

ایک روز عبداللہ بن بدیل خزاعی عراقی سواروں کا ایک دستہ لے کر نکلے ۔ وہ حضرت علیؓ کے بڑے معزز اور محترم ساتھیوں میں سے تھے ۔ ان کے مقابلے میں ابواعور سُلمی اتنے ھی شامی سوار لے کر آیا ۔ گھڑی بھر خوب لڑے ۔ پھر عبداللہ نے اپنے ساتھیوں کو جو لڑائی میں مشغول تھے چھوڑ کر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور بھڑکا کر اسے اھلِ شام پر چھوڑ دیا ۔ ان کی جمعیت پارہ پارہ ھونے لگی ۔ جو قریب آتا وہ اسی کو تہ تیغ کر دیتے ۔ تاآنکہ وہ اس ٹیلے پر جا پہنچے جہاں امیر معاویہؓ کا ڈیرہ تھا ۔ ساتھیوں نے معاویہؓ کے گرد گھیرا ڈال لیا ۔ معاویہؓ بولے " دیکھتے کیا ھو ۔ اگر اسے لوھا کچھ نہیں کہتا تو پتھر مارو "۔ چنانچہ ان پر پتھروں کی بارش برسا دی گئی اور وہ قتل ھو گئے ۔ معاویہ آ کے ان کے پاس کھڑے ھو گئے اور کہا " یہ شخص قوم کا مینڈھا تھا اور مصداق تھا شاعر کے اس قول کا :

(۱) أَخُوالحَرْبِ إِنْ عَضَّتْ بِهِ الحَرْبُ عَضَّهَا
وَإِنْ شَمَّرَتْ عَنْ سَاقِهَا الحَرْبُ شَمَّرَا

(۲) كَلَيْثِ عَرِيْنٍ بَاتَ يَحْمِي عَرِيْنَهُ
رَمَتْهُ المَنَايَا قَصْدَهَا وَ تَقَطَّرَا

۱- وہ مرد میدان تھا اگر جنگ اسے دانتوں سے کاٹتی تھی تو وہ جنگ کو کاٹ لیتا تھا ۔ اگر جنگ پائنچے چڑھا لیتی تھی تو وہ بھی پائنچے چڑھا لیتا تھا ۔

۲- وہ کچھار کے شیر کے مانند تھا جو اپنے مامن کی مدافعت کر رھا ھو ۔ ایسے عالم میں اسے موتوں نے تیروں کا بے خطا نشانہ بنا لیا اور وہ ڈول کر ایک پہلو پر گر گیا ۔

کہتے ھیں کہ معاویہؓ کا ایک سوار جس پر انھیں بہت ناز تھا

Marfat.com

وہ ان کا آزاد کردہ غلام حُرَیثؒ تھا ۔ وہ معاویہ رضؓ کی پوشاک ڈانٹ لیا کرتا تھا ۔ انہیں کے ہتھیار بھی لگا لیا کرتا تھا ۔ انھین کے گھوڑے پر بھی سوار ہو جاتا تھا ۔ شکل و صورت میں بھی اُن سے مشابہ تھا ۔ جب اس نے حملہ کیا تو لوگوں نے کہا " یہ معاویہ رضؓ ہیں "۔ ویسے معاویہ رضؓ نے اسے منع کر رکھا تھا کہ علی سے بچ کر رہنا ۔ باقی جہاں جی چاہے نیزے مارتے پھرنا ۔ مگر عمرو بن عاص اسے الگ لے گئے اور کہا " تم علی کے ہمتا ہو ۔ ان سے کیوں مقابلہ نہیں کرتے " ۔ اس نے جواب دیا " میرے آقا نے مجھے ان کے مقابل ہونے سے منع کر رکھا ہے " ۔ عمرو نے کہا " خدا کی قسم اگر تم علی سے لڑو تو مجھے امید ہے کہ انہیں مار ڈالو گے اور اس شرف کا سہرا ہمیشہ تمہارے سر رہے گا "۔ بہر حال عمرو پھُسلاتے رہے آخر حُرَیثؒ کے دل میں اپنی بات اتار دی ۔ صبح ہوئی تو حریث نکل کر دونوں صفوں کے درمیان آن کھڑا ہؤا اور پکارا " اے ابوالحسن میرے سامنے آؤ ۔ میں حریث ہوں " ۔ حضرت علی رضؓ نکلے ، تلوار کا ایک ہی وار کیا اور وہ ڈھیر تھا ۔

اسی زمانے میں ایک روز حضرت علی رضؓ نے معاویہ رضؓ کے پاس پیغام بھیجا " ہم اپنے باہمی جھگڑے کے باعث لوگوں کو کیوں لڑا رہے ہیں ۔ آؤ مجھ سے دو دو ہاتھ کر لو ۔ جو اپنے مدِمقابل کو ہلاک کر دے گا وہ خلیفہ بن جائے گا " ۔ معاویہ رضؓ نے عمرو بن عاص سے کہا " کیا رائے ہے " ۔ عمرو نے جواب دیا " علی رضؓ نے آپ سے کھری بات کہی ہے ۔ ان کا مقابلہ کیجیے " ۔ معاویہ رضؓ بولے " کیا مجھے میرے نفس کے بارے میں دھوکا دیتے ہو ۔ میں اس کے مقابلے میں کیوں نکلوں جبکہ میری خاطر لڑنے کے لیے بنو عک اور بنو اشعر موجود ہیں " پھر کہا :

مـا لِلـمُلوكِ ولِـلـبِراز وَ اِنَّما
حَظُّ المُبارِزِ خَطْفَةٌ مِّنْ بازِ

" مبازرت بادشاہوں کا کام نہیں ۔ باز کی طرح جھپٹنا مُبارز کا کام ہے " ۔

اور پھر وہ عمرو سے (ایسا مشورہ دینے کی بنا پر) کئی روز سخت ناراض

Marfat.com

رہے ، ملے تک نہیں - اس پر عمرو نے معاویہؓ سے کہا " میں کل علیؓ کے پاس چلا جاؤں گا " -

صبح ہوئی تو عمرو نکل کر دونوں صفوں کے درمیان آئے - ان کے لبوں پر رجزیہ اشعار تھے : -

(۱) شُدُّوا عَلَيَّ شِكَّتِي لَا تَنْكَشِفْ
يَوْمٌ لِهَمْدَانَ وَيَوْمٌ لِلصَّدَفْ

(۲) وَلِتَمِيمٍ مِثْلُهُ أَوْ تَنْحَرِفْ
وَالرَّبَعِيُّونَ لَهُمْ يَوْمٌ عَصِفْ

(۳) إِذَا مَشَيْتُ مِشْيَةَ العَوْدِ النَّطِفْ
أَطْعَنُهُمْ بِكُلِّ خَطِّيٍّ ثَقِفْ

۱-۲ اے میرے دو رفیقو مجھے میرا اسلحہ پہنا دو جو ہمدانیوں ، صدفیوں اور تمیمیوں اور ان جیسوں کی جنگ میں ، نہ ٹوٹے ، نہ گداز ہو - آج کا دن بنو ربیعہ کے لیے بڑا سخت اور بوجھل ہوگا -

۳- اس لیے کہ آج میں زخمی شیر کی چال چلوں گا اور انہیں پختہ ، طویل اور سیدھے خطی نیزوں کا نشانہ بنا ڈالونگا -

اور پھر للکار کر کہا " اے ابوالحسن آؤ میرے سامنے ، میں عمرو بن عاص ہوں " - یہ سن کر حضرت علیؓ ان کے مقابلے میں نکل آئے ، دونوں نے ایک دوسرے پر نیزوں سے وار کیے مگر کسی سے کچھ نہ بن پڑا - آخر حضرت علیؓ اپنی تلوار سونت کر حملہ آور ہوئے ، قریب تھا کہ وہ عمرو کو اڑا دیتے مگر وہ گھوڑے سے کود گئے اور ایک ٹانگ اٹھا کر برہنہ ہو گئے - حضرت علیؓ نے منہ پھیر لیا او عمرو کو چھوڑ کے ایک طرف ہو گئے - عمرو بھی معاویہؓ کی طرف لوٹ آئے - معاویہؓ نے ان سے کہا " اللہ اللہ کیا کہنے تمہاری تشریف کی نیکی کے " -

Marfat.com

کہتے ہیں کہ اسی زمانے میں ایک روز عبیداللہ بن عمر جو عرب کے بہادروں اور شہسواروں میں سے تھا شامی سواروں کے ہمراہ میدان میں آیا ۔ اشتر بھی اتنے ہی جتھے کے ساتھ برآمد ہؤا ۔ دونوں میں شدید جھڑپ ہوئی ۔ عبیداللہ اور اشتر دست بدست لڑے ۔ عبیداللہ نے اشتر پر وار کیا مگر اشتر پہل کر گیا اور نیزہ دے مارا ۔ عبیداللہ نے وار خالی دیا ۔ اب اشتر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ عبیداللہ کے ساتھیوں پر پل پڑا ۔ تھک ہار کے دونوں فریق اپنی اپنی لشکرگاہ میں چلے گئے ۔ البتہ پلہ اشتر ہی کا بھاری رہا ۔

اسی طرح ایک روز عبدالرحمان بن خالد بن ولید میدان میں آیا ۔ وہ معاویہؓ کے گنے چنے آدمیوں میں سے تھا ۔ اس کے مقابلے پر عدی بن حاتمؓ اسی کے برابر جتھا لیے برآمد ہوئے ۔ دونوں دن بھر لڑتے رہے اور آخر لوٹ گئے ۔ دونوں میں سے کوئی بھی مغلوب یا غالب نہ تھا ۔

ایک روز ذوکلاع چار ہزار شامی سواروں کو لے کر سامنے آیا ۔ یہ سب موت کی بازی لگا کر آئے تھے ۔ آتے ہی بنو ربیعہ پر حملہ بول دیا ۔ وہ حضرت علیؓ کے میسرہ پر متعین تھے ۔ قیادت ان کی عبداللہ بن عباس کے سپرد تھی ۔ حملے کی شدت کے باعث بنو ربیعہ کا شیرازہ بکھر گیا ۔ یہ دیکھ کر خالد بن معمّر نے انہیں للکارا "اے برادران ربیعہ تم نے خدا کا غضب مول لے لیا"۔ یہ سن کر وہ لوگ اس کی طرف دوڑے ۔ اب تو گھمسان کی جنگ ہوئی ۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے ۔ عبیداللہ بن عمر نے پکارا "میں طیّب ابن طیّب ہوں" عمّار نے سنا تو کہا "نہیں تو تو خبیث ابن طیّب ہے"۔ عبیداللہ نے حملہ کیا ۔ لبوں پر ذیل کے اشعار رجز تھے :-

(۱) اَنَا عُبَیدُاللہِ یَنْمِیْنِی عُمَرْ
خَیْرُ قُرَیشٍ مَنْ مَضٰی وَمَنْ غَبَرْ

(۲) غَیْرَ رَسُولِ اللہِ وَالشَّیخِ الاَغَرّ
أَبْطَأَ عَنْ نَصْرِ ابنِ عَفَّانَ مُضَرْ
وَالرَّبعِیُّونَ ـ فَلا أُسْقُوا المَطَرْ

Marfat.com

۱- میں عبیداللہ ہوں - عمرؓ کا تعلق مجھی سے تھا - وہ عمر جو
تمام آنجہانی اور اینجہانی قریشیوں سے بہتر تھا -

۲- ما سوا رسولِ خدا اور شیخِ روشن جبیں (ابوبکرؓ) کے -
ابن عفّان کی مدد سے تمام بنو مضر نے پہلو تہی کی - یہی
عالم بنو ربیعہ کا تھا - خدا اُنھیں محرومِ باران رکھے -

اسی عالم میں شمر بن ریان پر وار کر کے اسے ته تیغ کر دیا -
شمر بنو ربیعه کے بہادر شہسواروں میں سے تھا -

عبیداللہ بن عمر کا قتل

صبح ہوئی تو عبیداللہ انہیں ساتھیوں کو لے کر جو پہلے روز اس کے ہمراہ تھے پھر میدان میں آ گیا - بنو ربیعه مقابلے پر نکلے - دونوں صفوں کے مابین خوب جنگ ہوئی - عبیداللہ سب سے آگے تھا - اور خوب تلوار چلا رہا تھا - اچانک حریث بن جابر حنفی نے بڑھ کے اس کے سینه پر نیزے کا وار کیا اور مار گرایا - تاہم لوگ اس کے قتل کی نسبت مختلف الرائے رہے ہیں - بنو ہمدان کہتے ہیں کہ اُسے ہانی بن خطاب نے قتل کیا - اہلِ حضرموت کا خیال ہے کہ اسے مالک بن عمرو حضرمی نے ہلاک کیا تھا - بنو ربیعه کا بیان ہے کہ اس کا قاتل حریث بن جابر حنفی ہے اور متفّق علیه رائے یہی ہے - کعب بن جُعیل نے اس کا مرثیه کہا تھا :

(۱) اَلاَ اِنَّمَا تَبْکِی العُیُونُ لِفَارِسٍ
بِصِفِّیْنَ اَجْلَتْ خَیْلُهُ وَهُوَ وَاقِفُ !

(۲) فَأَضْحَی عُبَیْدُ اللهِ بِالْقَاعِ مُسْلَماً
تَمُجُّ دَماً مِنْهُ العُرُوقُ النَّوَازِفُ !

(۳) یَنُوءُ وَ تَعْلُوهُ سَبَائِبُ مِنْ دَمٍ
کَمَا لاَحَ فِي جَیْبِ القَمِیصِ الکَفَائِفُ !

(۴) وَقَدْ صَبَرَتْ حَوْلَ ابْنِ عَمِّ نَبِیِّنَا
مِنَ المَوْتِ شَهْبَاءُ المَنَاکِبِ شَارِفُ !

(۵) تَمُوْجُ تری الرّایاتِ حُمْراً کأنّها
اِذاصُوّبَتْ لِلطّعنِ طیرٌ عَوا کِفُ!

(۶) جزَاللّٰهُ قتلانا بِصِفّینِ خیرَ ما
جزَاہُ عِباداً غا درَتْها المَواقِفُ!

۱- دیکھو کہ آنکھیں رو رہی ہیں اس شہسوار کو جسے صفّین کے میدان میں چھوڑ کر دوسرے سوار چلتے بنے اور وہ کھڑا مقابلہ کرتا رہا۔

۲- عبیداللہ میدان میں پڑا رہ گیا۔ اس کی رگوں اور شریانوں سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔

۳- وہ نڈھال ہو کر گر پڑا۔ اس پر پڑے ہوئے خون آلود کپڑے یوں دکھائی دے رہے تھے جیسے قمیص کے گریباں کا نقش و نگار نمایاں ہوتا ہے۔

۴- ہمارے نبی کے ابنِ عم کے ارد گرد تیغ بردار دستوں نے جو تیغوں کی کثرت کے باعث سیاہ شانہ دکھائی دیتے تھے۔ تیغ زنی سے موت فراواں کر دی۔

۵- تو نے سرخ نیزوں کو دیکھا کہ موجِ بحر کے مانند ٹھاٹھیں مار رہے تھے اور جب حملے کے لیے تانے جاتے تھے تو شکاری پرندوں کی طرح جھپٹتے نظر آتے تھے۔

۶- خدا صفین کے میدان میں گرنے والے ہمارے مقتولوں کو بہتر جزا دے بہ نسبت ان کے جن کے پاؤں اکھڑ گئے۔

ذوکلاع کا قتل

کہتے ہیں کہ ایک روز ذوکلاع اہل شام کا ایک دستہ لے کر نکلا جو بنو عک اور بنو لخم پر مشتمل تھا۔ اس کے مقابلے میں بنو ربیعہ کے ہمراہ عبداللہ بن عباسؓ برآمد ہوئے۔ جب دونوں دستے آمنے سامنے ہوئے تو بنو مذحجِ عراق میں سے ایک ایک شخص نے للکارا ” اے آلِ مذحج، دیر نہ کرو “۔ مگر مذحج کا سامنا بنو عک

Marfat.com

سے ہؤا اور انھوں نے بنو عک کی پنڈلیاں تلواروں سے اڑانا شروع کر دیں ۔ بنو عک بلبلا اُٹھے ۔ اس پر ذوکلاع نے للکارا " اے آل عک تم تو اونٹوں کی طرح بلبلانے لگ گئے " ۔

اب بنو بکر بن وائل کے ایک شخص خندف نے ذوکلاع پر ایسا حملہ کیا کہ تلوار اس کے کاندھے میں اتار دی جو زرہ کو چیرتی چلی گئی تھی ۔ کاندھا الگ ہو گیا اور وہ جان ہار کے گر پڑا ۔ جب ذوکلاع گرا تو بنو عک کو طیش آ گیا لہذا وہ تلواروں کا سامنا نہایت ثابت قدمی سے کرنے لگ پڑے تاآنکہ رات چھا گئی ۔ جنگ صفین کے سارے عرصے میں اہلِ عراق اور اہلِ شام جب لڑائی سے لوٹتے تو ایک فریق دوسرے فریق کے پاس چلا جاتا ۔ کوئی کسی کو نہ روکتا ۔ سبھی اپنے اپنے مقتولوں کو ڈھونڈھتے اور انھیں میدانِ جنگ سے نکال کر دفن کر دیتے ۔

کہتے ھیں کہ آخر حضرت علیؓ نے اعلان کر دیا کہ اب وہ اپنی ساری جمعیت کے ساتھ اہلِ شام کے مقابلے پر نکلیں گے اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھیں گے جب تک خدا ان کے اور ان کے شامی مخالفین کے مابین فیصلہ نہ کر دے ۔ لوگوں نے یہ سنا تو لرز گئے ، کہنے لگے " اب تک تو یہ ھوتا رہا کہ ہم دستہ دستہ ایک دوسرے کے مقابل نکلتے اور دونوں لشکروں کے مابین لڑتے رہتے اب اگر ہم دونوں فریق پورے کے پورے لشکر لے کر لڑے تو اس کا مطلب پورے عرب کی بربادی ھے ۔

بہر حال حضرت علیؓ نے لوگوں کو خطاب کیا اور کہا " دیکھو کل تم اُن لوگوں سے اپنی پوری جمعیت کے ساتھ جنگ کرو گے ۔ آج ساری رات کھڑے ہو کے عبادت کرو ۔ زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھو ۔ اللہ سے پائداری اور بخشش طلب کرو اور ان کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کرو " ۔

چنانچہ کعب بن جعیل نے کہا :

Marfat.com

(۱) أَصْبَحَتِ الاُمَّةُ فِي اَمْرٍ عَجَبْ
وَالمُلْكُ مَجْمُوعٌ غَداً لِمَنْ غَلَبْ!

(۲) أَقُولُ قَوْلاً صَادِقاً غَيْرَ الكَذِبْ
اِنَّ غَداً تَهْلِكُ اَعْلَامُ العَرَبْ!

۱۔ امت ایک عجیب و غریب معاملے میں الجھ کر رہ گئی ہے
کل جو غالب آ جائے گا ملک اسی کے زیرِ اقتدار ہو گا۔

۲۔ مگر میں سچی بات کہوں گا۔ جس میں جھوٹ کا
کوئی شائبہ نہیں وہ یہ ہے کہ کل عرب کے نامی گرامی سردار
فنا ہو جائیں گے۔

اہلِ شام کا معاویہ رض کے پاس اجتماع ہؤا۔ معاویہ نے ان کا استقبال کیا اور پھر ان کے نقیب نے پکارا۔ ''مقدمۃالجیش کہاں ہے'' چنانچہ اہلِ حمص اپنے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ان کا قائد ابواعور سُلمی تھا۔ نقیب نے پھر پکارا ''اہلِ اردن کہاں ہیں''۔ چنانچہ وہ بھی نکل کر اپنے جھنڈے تلے جمع ہوگئے، ان کا کماندار زفر بن حارث کلابی تھا۔ پھر پکارا ''لشکرِ امیر کہاں ہے'' چنانچہ اہلِ دمشق نکل کر اپنے جھنڈے تلے کھڑے ہو گئے، ان کا قائد ضحاک بن قیس تھا۔ پھر ان سب نے معاویہ رض کو گھیرے میں لے لیا۔ معاویہ رض نے پورے لشکر کا سپہ‌سالار عمرو بن عاص کو مقرر کر دیا اور پھر سارا لشکر کوچ کر کے اہلِ عراق کے مقابل جا کھڑا ہؤا۔

معاویہ رض نے ٹیلے پر منبر بچھایا اور اس کے اوپر بیٹھ گئے تاکہ جب جنگ ہو تو وہ فریقین کو دیکھ سکیں۔ بنو عک نے پیش قدمی کی۔ انھوں نے اپنے سروں کو پٹکوں سے کسا ہؤا تھا اور اپنے سامنے پتھر ڈال رکھے تھے اور کہہ یہ رہے تھے کہ ہم پیٹھ نہ پھیریں گے یا یہ کہ ہمارے ساتھ یہ پتھر بھی پیٹھ پھیر لیں۔ عمرو نے انھیں پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا اور ان کے آگے کھڑے ہو کر یہ رجز پڑھی:

Marfat.com

(۱) یا ایّها الجیشُ الصّلیبُ الأیمانْ
قوموا قیاماً ، فاستعینوا الرّحمٰن !
(۲) إنّی أتانی خبرٌ فأبکانْ !
أنّ علیّاً قتل ابنَ عفّانْ !
رُدّوا إلینا شیخنا کما کانْ

۱- اے آهن دست لشکریو ، ڈٹ کے مقابله کرو اور الله سے تعاون و امداد طلب کرو ۔

۲- بیشک میرے پاس ایک خبر پهنچی هے جس نے مجهے رُلا دیا هے وه خبر یه هے که علی رض نے ابن عفان رض کو قتل کر دیا هے ۔ همارا بزرگ همارے پاس واپس لوٹا دو جیسا که وه تها ۔

ایک شامی مرد نے یه شعر پڑهے :

(۱) تبکی الکتیبةُ یومَ جرّ حدیدَها
یومَ الوغی جزعاً علی عثمانا !
(۲) یسلُونَ حقَّ الله لا یعدُونها !
وَ سألتُمُ لعلیٍّ السّلطانا !
(۳) قالُوا ببیّنةٍ بما تسلُونه،
هذَا البیانُ فأحضِرو البُرهانا !

۱- جنگ کے دن جب باغی گروه نے تلوار کهینچی تو فوجی دستے حضرتِ عثمان رض کے غم میں رو رهے تهے ۔

۲- وه لوگ (حضرت عثمان رض کے ماتم دار) تو الله کا دیا هؤا حق مانگتے هیں ، حق سے تجاوز نهیں کرتے اور تم لوگ هو که هم سے علی رض کی حکومت تسلیم کر لینے کا مطالبه کرتے هو ۔

۳- تم جو مطالبه کر رهے هو اس کے ضمن میں کوئی محکم دلیل پیش کرو ۔ هماری بات تو صاف هے تم اس کے رد میں اپنی

Marfat.com

طرف سے ثبوت بہم پہنچاؤ -

پو پھٹے حضرت علیؓ نے نماز فجر پڑھائی اور اپنے رفقا کو حکم دیا کہ جا کے اپنے اپنے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اور خود شامی دستوں میں گردش کرنا شروع کر دی - وہ پوچھتے '' یہ کون لوگ ہیں '' - انھیں بتا دیا جاتا - تاآنکہ جب وہ ان دستوں اور ان کے مراکز سے آگاہ ہو گئے تو (واپس آ کر) بنو ازد کوفہ سے کہا '' تم میری طرف سے ازد شام کو کافی ہو رہو '' - پھر بنو خثعم سے کہا '' تم میری طرف سے بنو خثعم کو کافی ہو رہو ''- غرضیکہ ہر عراقی قبیلے کو حکم دیا کہ وہ ان کی طرف سے اپنی شامی برادری کو کافی ہو رہے - ازاں بعد حکم دیا کہ وہ سب ہر جانب سے شخصِ واحد کی طرح حملہ آور ہوں - چنانچہ انھوں نے اسی طرح کیا - خود حضرت علیؓ نے اہلِ حجاز کے ساتھ جو قریش اور انصار پر مشتمل تھے اس جمعیت پر یورش کی جس میں معاویہؓ تھے - حضرت علیؓ کے یہ ساتھی کوئی بارہ ہزار سوار تھے - وہ خود ان کے آگے آگے تھے - جب انھوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا تو باقی لشکر نے بھی یہی صدا بلند کی جس کی شدت سے زمین لرز گئی - نتیجہ یہ ہؤا کہ اہلِ شام کی صفیں ٹوٹ گئیں ، دستے باہم گڈ مڈ ہو گئے ، یہاں تک کہ وہ ہٹتے ہٹتے معاویہؓ کے پاس جا پہنچے - معاویہؓ اس وقت عمرو بن عاص کے ساتھ اپنے منبر پر بیٹھے لشکر کی طرف دیکھ رہے تھے - جب معاویہؓ نے لوگوں کو یوں ہٹتے دیکھا تو گھوڑا مانگا اور سوار ہو گئے -

پھر اس پسپائی کے بعد شامیوں نے باہم ایک دوسرے کو للکارنا شروع کیا چنانچہ وہ پھر اکٹھے ہو گئے اور اہلِ عراق کے مقابلے پر دوبارہ ڈٹ گئے - اب ہر دو جانب سے بڑی پامردی کا مظاہرہ ہؤا کسی نے کسی کو پیٹھ نہ دکھائی تاآنکہ ان کے درمیان رات حائل ہو گئی - اس روز عرب کے اکابر و اشراف میں سے بے شمار افراد کام آئے - اگلا دن طلوع ہؤا تو وہ لوگ ایک دوسرے کے یہاں پہنچے اور اپنے اپنے مقتولوں کو نکال لے جانے اور دفن کرنے میں مصروف ہو گئے -

Marfat.com

وہ سارا دن اسی عالم میں بیت گیا ۔

اسی روز شام ڈھلے حضرت علیؓ نے اپنے ساتھیوں سے خطاب کیا " اے لوگو! صبح سویرے اپنی اپنی صفوں میں پہنچ جاؤ اور دشمن پر چڑھ دوڑو ، آنکھیں نیچی اور آواز مدھم رکھو ، باتیں کم کم کرو ، ڈٹ جاؤ ، خدا کی یاد سے دل کو خوب آباد رکھو ۔ کوئی تنازع تم میں رہ نہ پائے ورنہ زور ٹوٹ جائے گا ۔ استقلال سے کام لو ، خدا اہلِ استقلال کا ساتھی ہے " ۔

ادھر معاویہؓ نے بھی اہلِ شام کو مخاطب کیا اور کہا " اے لوگو! استقلال کو شعار بناؤ اور پامردی سے مقابلہ کرو ۔ نہ ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑو نہ اپنی ذمہ‌داری دوسرے پر ڈالو ۔ تم لوگ حق پر ہو ۔ تمھارے پاس محکم دلیل ہے ۔ تم اس شخص کے خلاف نبرد آزما ہو جو خونِ بے گناہ کا مرتکب ہؤا ۔ زیرِ آسماں کوئی بھی اس کا عذر قبول نہیں کر سکتا " ۔

اسی طرح عمرو بن عاص نے خطاب کیا اور کہا " اے لوگو! جو آہن پوش ہیں انہیں آگے اور جو جریدہ ہیں انہیں پیچھے رکھو ۔ آج اپنے سر ہمیں مستعار دے دو ، حق فیصلہ کن مرحلہ میں پہنچ گیا ہے ۔ دیکھیں وہ ظالم کا ساتھ دیتا ہے یا مظلوم کا " (مراد یہ کہ عثمانؓ مظلوم ہیں اور علی ظالم ، ایسا نہ ہو کہ تم لوگ بھاگ جاؤ اور ظالم اپنے آپ کو حق پر سمجھنے لگ جائے)

غرضیکہ فریقین رات بھر جنگ کے لیے منظم ہوتے رہے ۔ صبحدم اپنے اپنے محاذ پر پہنچ گئے اور ایک دوسرے پر حملہ بول دیا ۔ حبیب بن مسلمہ جو معاویہؓ کے میسرہ کا کماندار تھا حضرت علیؓ کے میمنہ پر حملہ آور ہؤا وہ لوگ پھٹ گئے اور ہٹ گئے ۔ حضرت علیؓ نے دیکھا تو سہل بن حنیف سے کہا " اپنی حجازی جمعیت کو ساتھ لے کر میمنہ کی مدد کو پہنچو " سہل حجازی ساتھیوں کو لے کر میمنہ کی طرف بڑھے مگر شامی دستوں نے بڑھ کر انہیں روک لیا ۔ چنانچہ سہل اور ان کی جمعیت منتشر ہو گئی اور ہٹ کر علی کے پاس جا پڑی ۔ علیؓ

Marfat.com

قلب میں تھے - اب خود ان کی موجودگی کے باوصف قلب بھی اکھڑ گیا اور چند جانباز غیرت‌مندوں کے سوا ان کے گرد کوئی بھی باقی نہ رہ گیا - یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے گھوڑا ڈالا اور اپنے میسرہ میں جا پہنچے - اہلِ میسرہ اپنے شامی مدمقابل دستوں کا بڑی ثابت قدمی سے مقابلہ کر رہے تھے - میسرہ کا تعلق بنو ربیعہ تھے -

زید بن وہب کا بیان ہے ” میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت علیؓ نے بنو ربیعہ کی طرف باگ اٹھائی ہے - ان کے فرزند حسن ، حسین اور محمد ان کے ہمراہ ہیں - تیر ان کے کانوں اور کاندھوں کے آس پاس پراں تھے اور تینوں فرزند اُن کے سامنے اپنی جانوں کو ڈھال بنائے ہوئے ہیں - حضرت علیؓ میسرہ کے قریب پہنچ کر رک گئے - اشتر بھی اُسی جمعیت میں تیغ زن تھا اور یہ جمعیت بڑی جگرداری سے شامیوں کا مقابلہ کر رہی تھی - اب حضرت علیؓ نے اشتر کو للکار کر کہا ” ان بھاگنے والوں کے پاس جاؤ اور کہو - تم موت سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے اس کی دسترس سے نکل کے جو زندگی حاصل کرنا چاہتے ہو وہ بے بقا ہے “

اشتر نے یہ سن کر گھوڑا ڈالا اور بھاگنے والوں کی راہ روک کر پکارا ” اے لوگو میری طرف آؤ میں مالک بن حارث ہوں “ انھوں نے کوئی توجہ نہ دی - چنانچہ وہ جان گیا کہ تعارف نہیں ہؤا - لہذا کہا ” اے لوگو میں اشتر ہوں “- یہ سنتے ہی وہ اس کی طرف پلٹ پڑے اور وہ انھیں لے کر اہلِ شام کے میسرہ پر چڑھ دوڑا اور جان توڑ کر لڑا - یہاں تک کہ اہلِ شام کی جمعیت پریشان ہوگئی اور وہ ہٹ کر اپنے ابتدائی مقام پر پہنچ گئے -

ازاں بعد اشتر نے حضرت علیؓ کے میمنہ اور قلب کو اسی طرح مرتب کیا جس طرح پسپائی سے قبل تھا - سب لوگ اپنی اپنی جگھوں پر لوٹ آئے تو حضرت علیؓ نے صفوں میں گھوم پھر کر انھیں پسپائی پر شرم دلائی - یہ نماز عصر اور مغرب کے درمیانی وقفے کی بات ہے -

کہتے ہیں کہ پھر اہلِ شام نے بنو تمیم پر جو میمنہ میں تھے

Marfat.com

حملہ کیا اور ان کی صفیں توڑ دیں ۔ یہ دیکھ کر زَحر بن نہشل نے للکارا " اے بنو تمیم کہاں چلے ؟ " وہ بولے " تم دیکھتے نہیں وہ ہم پر کس طرح چھا گئے ہیں "۔ زحر نے کہا " برا ہو تمھارا ، ایک فرار دوسرے اعتذار ؟ اگر تم دین کی خاطر نہیں لڑتے تو اپنے احساب کی خاطر لڑ جاؤ ۔ آؤ میرے ہمراہ حملہ کرو " ۔ یہ کہہ کر زحر نے ہلہ بول دیا ۔ بنو تمیم بھی ان کے ہمراہ ٹوٹ پڑے ۔ زحر ان سب کے آگے آگے لڑتا ہؤا مارا گیا ۔ اب فریقین بہم گتھ گئے ۔ وہ رن پڑا کہ نیزے ٹوٹ گئے ، تلواریں کٹ گئیں اور آخر وہ ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹنے لگے اور مٹی کی مٹھیاں بھر بھر کر مارنے لگے ۔ پھر ہر جانب سے آوازیں بلند ہوئیں " اے برادرانِ عرب ! عورتوں اور بچوں کا کون والی ہوگا ۔ خدا کے لیے مقدس ذمہ داریوں کا خیال کرو "

خود حضرت علیؓ کا حال یہ تھا کہ دشمنوں کی صفوں میں دور تک گھس کر تلوار کے وار کرتے چلے جاتے تاآنکہ وہ دوہری ہو جاتی ۔ پھر باہر نکل آتے سر سے پاؤں تک خون میں رنگے ہوئے ۔ جب تلوار سیدھی کر دی جاتی تو وہ پھر واپس آتے اور دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے ۔ بنو ربیعہ نے حضرت علیؓ کا بالکل ساتھ نہ چھوڑا وہ ان کے ہمراہ پامردی کے ساتھ مصروف پیکار رہے تاآنکہ سورج غروب ہو گیا اور وہ اس وقت معاویہؓ کے قریب پہنچ گئے تھے ۔ معاویہؓ نے یہ دیکھ کر عمرو سے پوچھا تھا " کیا رائے ہے " عمرو نے جواب دیا تھا " خیمے سے نکل جائیے " ۔

چنانچہ معاویہؓ اپنے منبر سے جو وہاں دھرا ہؤا تھا اترے اور خیمہ سے باہر نکل گئے ۔ جلد ہی بنو ربیعہ آ پہنچے ۔ آگے آگے علیؓ تھے اور آ کر خیمے پر حملہ کر دیا ۔ اس کی طنابیں کاٹ دیں اور لوٹ گئے ۔ حضرت علیؓ نے وہ رات بنو ربیعہ کے یہاں بسر کی ۔

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص مرقال کا قتل

اگلی صبح حضرت علیؓ نے بیدار ہوتے ہی اہلِ شام سے جنگ

چھیڑ دی ۔ اس روز انھوں نے شہ نشان ہاشم بن عتبہ کے سپرد کر دیا تھا اور وہ شاہ نشان ہاتھ میں لیے دن بھر لڑتے رہے ۔ جب شام ڈھل گئی تو ان کے ساتھی تتر بتر ہو گئے مگر ہاشم جانباز اور غیرت‌مند افراد کے ایک گروہ کی معیت میں ڈٹے رہے ۔ یہ دیکھ کر حارث بن منذر تنوخی نے ان پر یورش کر دی اور خود ہاشم بن عتبہ پر نیزے کا وار کیا جو جان لیوا ثابت ہؤا ۔ تاہم ہاشم نے جنگ سے ہاتھ نہ کھینچا۔ اسی اثنا میں ان کے پاس حضرت علیؓ کا قاصد پہنچا اور حکم دیا کہ اپنا دستہ آگے بڑھائے۔ ہاشم نے قاصد سے کہا ” ذرا میری کیفیت دیکھو “ قاصد نے ان کے پیٹ کی طرف دیکھا تو چاک تھا ۔ چنانچہ وہ حضرت علیؓ کے پاس واپس گیا اور صورتِ حال بیان کی ۔ ہاشم جلد ھی بعد گر پڑے اور ساتھی انھیں دیگر مقتولوں میں چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ہاشم کی جان نکل گئی ۔ باقی اھلِ لشکر کی راہ میں رات حائل ہو گئی اور انھیں جنگ کرنے سے روک دیا ۔

اگلے روز حضرت علیؓ نے صبح سویرے منہ اندھیرے نماز پڑھائی اور اپنے عساکر کو لے کر دشمن کے مقابلے کو آ گئے ۔ عساکر کو سابقہ نقشے کے مطابق منظم کیا اور جھنڈا ہاشم بن عتبہ کے فرزند عبداللہ کے سپرد کر دیا ۔ بہر حال فریقین نے پیش قدمی کی اور گھمسان کی جنگ ہوئی ۔ قعقاع ظفری کی روایت ہے کہ ” میں نے اس روز تلواروں کے ٹکرانے کی وہ آوازیں سنیں کہ بجلی کی کڑک ان کے مقابلے میں ھیچ تھی ۔ حضرت علیؓ کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور ان کے منہ سے یہ الفاظ نکل رہے تھے ” لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔ مدد خدا ھی سے طلب کی جا سکتی ہے ۔ اے خدا ھمارے اور ھماری قوم کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ کر دے ۔ تو ھی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے “ ۔

ازاں بعد حضرت علیؓ نے بنفس نفیس اھلِ شام پر حملہ کیا اور ان کی جمعیت میں گھس کر نظروں سے اوجھل ہو گئے ۔ پھر جو

Marfat.com

لوٹے تو خون میں رنگے ہوئے تھے - دن بھر جنگ کا یہی عالم رہا - حتیٰ کہ رات کا بھی ایک تہائی حصہ بیت گیا - حضرت علیؓ کے پانچ زخم آئے تھے ، تین سر میں ، دو چہرے پر - آخر فریقین کے لشکر منتشر ہو گئے مگر صبحدم پھر سبھی لوگ اپنی اپنی صفوں میں پہنچ گئے - آج عمرو بن عاص لشکر کے آگے آگے تھے - عمرو کے مقابلے میں عبداللہ بن جعفر ذوالجناحین نے قریش اور انصار کی جمعیت کے ساتھ حملہ کیا - دو نوجوان انصاری بھائیوں نے تو شامیوں پر یوں حملہ کیا کہ مارتے مارتے معاویہؓ کے خیمے تک جا پہنچے اور پھر دونوں عین درِ خیمہ پر مارے گئے - جنگ کی چکی چلتی رہی - تاآنکہ رات کا ایک تہائی حصہ بیت گیا - آخر ہٹ گئے - صبح ہوئی تو ایک لشکر کے لوگ دوسرے لشکر کے لوگوں کے ساتھ مل جل کر اپنے مقتولوں کو نکالنے اور دفن کرنے میں مصروف ہو گئے -

اسی اثنا میں معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے نام خط لکھا " اما بعد ! میں تو محض خونِ عثمان کا بدلہ لینے کی خاطر جنگ کر رہا ہوں - میں خونِ عثمان کے معاملے میں کوئی مداھنت کام میں نہ لاؤں گا اور نہ اس حق سے دستکش ہوں گا - اگر میں انتقام لے لوں تو فبہا ورنہ وہ موت جو سچائی کی راہ میں آ جائے مظلومی کی زندگی سے بہتر ہے - میری اور حضرت عثمانؓ کی مثال ایسے ہی ہے جیسے مخارق نے کہا تھا :

فَمَهْمَا تَسَلْ عَنْ نُصْرَتِي السَّيِّدَ لَا تَجِدْ
لَدَى الحَرْبِ بَيْتَ السَّيِّدِ عِنْدِي مُذَمَّمَا

" تو اگر پوچھتا پھرے کہ میں سید کی کیسی مدد کر رہا ہوں ، تو مجھے پروا نہیں - البتہ تو یہ دیکھ کہ میں نے جنگ میں اس کے گھرانے کو ہمیشہ قابلِ تعریف پایا ھے "-

اس پر حضرت علیؓ نے معاویہؓ کی طرف یہ خط لکھا " اما بعد میں بھی تم پر وہی کچھ واضح کرنا چاھتا ہوں جو مخارق نے بنو فالج پر کیا تھا - اس کا قول یہ ھے :

(۱) يَا راكباً امّا عَرَضْتَ فَبلّغَنا
بَنِي فالجٍ حَيْثُ اسْتَقَرَّ قَرارُهَا !

(۲) هَلُمُّوا اِلَيْنَا لاَ تَكُونوا كَأَنَّكُمْ
بَلاَقِعُ اَرْضٍ طَارَعَنْها غُبَارُها

(۳) سُلَيْمُ بْنُ مَنْصُورٍ اُنَاسٌ أَعِزَّةٍ
وأَرضُهُمُ اَرْضٌ كَثِيرٌ وِبَارُهَا

۱- '' اے سوار جب تو سرزمین مکہ میں داخل ہو تو بنو فالج تک ، وہ جس جگہ بھی آباد ہیں ، یہ بات پہنچادے -

۲- ہماری جانب اُٹھ آؤ - اُس چٹیل زمین کی طرح نہ ہو جاؤ جس کا غبار بالکل اڑ گیا ہو -

۳- بنو سلیم بن منصور بڑی قوت والے ہیں - ان کی زمینیں درختوں سے پُر ہیں -

معاویہ رضؓ نے اس کا جواب یہ دلا بھیجا '' ہم ہمیشہ قائدینِ جنگ رہے ہیں اور میری اور آپ کی مثال اوس بن حجر کا یہ قول ہے :

(۱) اذالحَرْبُ حَلَّتْ سَاحَةَ الحَيِّ أَظْهَرَتْ
عُيُوْبَ رِجَالٍ يُعْجِبُوْنَكَ فِي الأَمْنِ !

(۲) وَلِلْحَرْبِ أَقْوامٌ يُحامُوْنَ دُوْنَها !
وَكَمْ قَدْ تَرىَ مِنْ ذِي رُواءٍ وَلاَ يُغْنِي

۱- جب کسی قبیلے کے صحن میں جنگ داخل ہوتی ہے تو ان افراد کے عیب واضح کر دیتی ہے جنھیں تم زمانۂ امن میں بہت پسند کرتے ہو -

۲- جنگ کے لیے لوگ مخصوص ہوتے ہیں جو اس کی آبرو رکھ لیتے ہیں ، ورنہ کتنے خوبرو روشن جبیں تم نے دیکھے ہوں گے جو جنگ میں بے کار ثابت ہوتے ہیں -

اگلے روز صبح طرفین جنگ کے لیے تیار ہو گئے - اہلِ شام کا شہ نشان عبدالرحمان بن خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھا - وہ جھنڈا

Marfat.com

هاتھ میں لیے جس سمت رخ کرتا راہ کی ہر شے کو تہس نہس کر کے رکھ دیتا۔ اسے عرب کے بہادر شہسواروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس کے حملے سے اہلِ عراق کے قدم بری طرح اکھڑ گئے چنانچہ اشتر نے لوگوں کو للکار کر کہا ”وہ دیکھو تو جھنڈا کہاں پہنچ گیا ہے پھر اشتر نے اہلِ عراق کا جھنڈا خود اپنے ہاتھ میں لیا اور آگے بڑھا لب پر یہ رجز تھی:

إِنِّي أَنَا الأَشْتَرِ مَعْرُوفُ الشَّتَرْ
إِنِّي أَنَا الأَفْعَى العِرَاقِي الذَّكَرْ!

”میں اشتر ہوں جسے سب لوگ جانتے پہچانتے ہیں میں نر عراقی ناگ ہوں“۔

اشتر نے اہلِ شام کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آخر جھنڈے کو اپنی جگہ پر واپس پہنچا دیا اور شامیوں کے دستے پرے ہٹا دیے۔

اس ضمن میں نجاشی نے کہا تھا:

(۱) رَأَيْتُ اللِّوَاءَ كَظِلِّ العُقَابِ
يُقَحِّمُهُ الشَّامِيُّ الأَخْزَرُ
(۲) دَعَوْنَا لَهُ الْكَبْشَ، كَبْشَ العِرَاقِ
وَقَدْ خَالَطَ العَسْكَرَ العَسْكَرُ
(۳) فَرَدَّ اللِّوَاءَ عَلَى عَقْبِهِ!
وَفَازَ بِحُظْوَتِهَا الأَشْتَرُ

۱- میں نے ایک علم دیکھا جو عقاب کے سائے کی طرح تھا، ایک تنگ چشم شامی اسے دھکیلتا ہوا بڑھا چلا آ رہا تھا۔

۲- ہم نے اس کے مقابلے پر عراق کے ایک مینڈھے (سوار) کو بلایا۔ اس وقت حال یہ تھا کہ پروں میں پرے گڈ مڈ ہو رہے تھے۔

۳- اس مینڈھے نے جھنڈے کو پچھلے پاؤں پر لوٹا دیا۔ اس کامرانی کا حاصل کرنے والا کون تھا وہ اشتر ہی تھا۔

Marfat.com

حوشب بن ذی ظُلَیم کا قتل

کہتے ہیں کہ جب جُندب بن زُہیر نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا تو اس کے مقابلے پر حَوشب ذوظلیم نکلا۔ وہ شام کے اکابر، بہادروں اور شہسواروں میں شمار ہوتا تھا۔ وہ جھنڈا ہاتھ میں لیے بڑھتا اور اہلِ عراق کو مارتا کاٹتا چلا گیا۔ یہ دیکھ کر سلیمان بن صُرد اس کے مقابلے پر نکلا۔ وہ حضرت علیؓ کے شہسواروں میں سے تھا۔ دونوں میں خوب جھڑپ ہوئی۔ حوشب مارا گیا۔ اہلِ عراق میں بھگدڑ مچ گئی۔ صفیں ٹوٹ گئیں۔ اہل حمیّت حضرت علیؓ کے گرد دن کے دوسرے کنارے تک گھیرا ڈالے لڑتے رہے۔ اب عدی بن حاتمؓ بڑھے اور جہاں حضرت علیؓ کو چھوڑ کر گئے تھے وہاں ڈھونڈھا مگر نہ پایا لہذا ان کے بارے میں دوسروں سے پوچھا چنانچہ حضرت علیؓ کی طرف ان کی رہنمائی کر دی گئی۔ عدی حاضر خدمت ہوئے اور کہا

"اے امیرالمومنین آپ زندہ ہیں تو پھر ہر مشکل گوارا ہے۔ ویسے آپ جان لیجیے کہ میں آپ تک منجمد لاشوں ہی پر چل کر پہنچا ہوں۔ آج نہ ان کا کوئی سردار باقی رہ گیا ہے نہ ہمارا"

اس وقت حضرت علیؓ کی معیت میں سب سے زیادہ پائداری کا مظاہرہ کرنے والے اور جان توڑ کر لڑنے والے بنو ربیعہ تھے، چنانچہ حضرت علیؓ نے کہا "اے بنو ربیعہ تم میری زرہ ہو۔ تم میری تلوار ہو" پھر وہ اس گھوڑے پر سوار ہو گئے جو رسول خدا کی ملکیت تھا اور جسے "ریح" (ہوا) کہتے تھے۔ رسولِ خدا کے کُمیت رنگ خچر کو آگے آگے رکھا۔ اس طرح رسولِ خدا کا سیاہ عمامہ بھی باندھ لیا اور پھر منادی کرا دی "اے لوگو خدا کی خاطر اپنی جان کون کون فروخت کرے گا" یہ سن کر لوگوں نے ان کی امداد پر ایک دوسرے کو للکارا اور گرد جمع ہو گئے وہ ان کو لے کر اہلِ شام کی طرف بڑھے اور ان کے دستوں کو ان کی جگہ سے ہلا

Marfat.com

دیا اور ایسا بھگایا کہ معاویہرض نے سواری کے لیے اپنا گھوڑا طلب کر لیا اور پھر ان کے منّاد نے اهلِ شام میں منادی کی " اے لوگو کہاں چلے ؟ لوٹ آؤ ، لڑائی میں اُتار چڑھاؤ هوتا هی رهتا هے " یہ سن کر لوگ معاویہرض کی جانب لوٹ آئے اور دوبارہ اهلِ شام پر ٹوٹ پڑے ۔

اُس وقت معاویہرض نے عمرو سے کہا " بنو عک اور اشعر کو آگے کرو ، کیونکہ اس پسپائی میں سب سے اول اکھڑنے والے وهی تھے ۔ عمرو ان کے پاس گئے اور معاویہرض کا پیغام دیا ۔ ان کے سردار مسروق عکی نے کہا " میرا انتظار کرو ۔ میں معاویہرض سے جا کے ملتا هوں "۔ چنانچہ وہ معاویہرض کے پاس پہنچا اور کہا " آپ میری قوم کے افراد کے لیے دو دو هزار درهم وظیفہ مقرر کر دیں ۔ جو هلاک هو جائے اس کا چچا زاد بھائی اس کا قائمقام هو گا "۔ معاویہرض نے کہا " منظور هے "۔ مسروق نے واپس اپنی قوم کے پاس جا کے انہیں اس بات سے آگاہ کر دیا ۔ لہذا انھوں نے پیش قدمی کی اور بنو همدان کے مقابلے میں تیغ زنی کا حق ادا کر دیا ۔ قسم کھا لی کہ جب تک بنو همدان واپس نہ هوں گے هم واپس نہیں هونے کے ۔ ایسی هی قسم بنو همدان نے کھا رکھی تھی ۔

یہ رنگ دیکھ کر عمرو سے معاویہرض نے کہا " شیروں سے شیر لڑ گئے هیں ۔ آج کا سا یومِ جنگ میں نے کبھی نہیں دیکھا "۔
معاویہرض نے جواب دیا " اگر تمہارے پاس ایک اور قبیلہ بنو عک کا سا هوتا اور علی کے پاس بنو همدان کا سا تو پھر بربادی هی بربادی تھی "۔ اب معاویہرض نے علیرض کے نام رقعہ لکھا " بسم اللہ الرحمان الرحیم ۔ معاویہ بن ابو سفیان کی جانب سے علی بن ابی طالب کے نام ۔ امّا بعد ! یہ میرا گمان هے کہ اگر آپ کو اور اسی طرح مجھ کو یہ علم هوتا کہ لڑائی آپ کو اور مجھے اس حال تک پہنچا دے گی تو هم لوگ یہ پاپ نہ کماتے ۔ اگر هم لوگوں کی عقل پر پردہ پڑ بھی گیا هے تو جب بھی اتنی عقل ضرور باقی هے جو احساس دلاتی هے کہ

Marfat.com

ہمیں گزشتہ پر کفِ افسوس ملنا چاہیے اور آئندہ کی اصلاح کرنی چاہیے۔ آپ بھی بقا کے اتنے ہی خواہاں ہیں جتنا میں ہوں اور میں بھی قتل سے اتنا ہی ڈرتا ہوں جتنے آپ ۔ بخدا دیکھیے تو سہی لشکر پتلے پڑ گئے ہیں ۔ مرد ہلاک ہو گئے ہیں ۔ ہم دونوں بنو عبدمناف سے تعلق رکھتے ہیں ۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ۔ اگر کوئی فرق ہو سکتا ہے تو وہ اُسی چیز کے باعث ہو سکتا ہے جو معزز کو ذلیل کر دیتی ہے اور آزاد کو غلام بنا دیتی ہے ۔ والسلام "

حضرت علیؓ نے جواباً تحریر کیا " اما بعد ! آپ کا خط ملا ۔ آپ نے بیان کیا ہے کہ آپ کو اور ہمیں علم ہوتا کہ جنگ ہمیں یہاں پہنچائے گی جہاں اس نے پہنچا دیا ہے تو ہم لوگ یہ پاپ نہ کماتے، مگر جان لیجیے کہ آپ کے اور ہمارے پیش نظر کوئی غایت تھی جو ہمیں تاحال حاصل نہیں ہوئی ۔ رہا خوف و رجا میں ہمارا مساوی ہونا تو جان لیجیے کہ آپ کو شک پر وہ اعتماد نہیں ہو سکتا جو مجھے یقین پر ہے اور اہلِ شام کی دنیوی حرص اہلِ عراق کی اُخروی حرص سے زیادہ شدید نہیں ہے ۔ باقی رہا آپ کا یہ قول کہ ہم دونوں بنو عبدمناف میں سے ہیں اور ہم میں سے کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں تو یہ بات نادرست ہے ، نہ اُمیّہ ہاشم کا ہمسر ہے نہ حرب عبدالمطلب کا اور نہ ابو سفیان ابو طالب کا ۔ مہاجرین اُن لوگوں کے سے نہیں جنھیں آزادی خیرات کے طور پر ملی تھی اور پھر ہمارے ہاتھ میں نبوت کی فضیلت ہے جس کی مدد سے ہم نے قوی اور معزز کو نہ تیغ کر دیا اور جس کے باعث بے کس و بے بس ہمارے حلقہ بگوش بن گئے " ۔

اگلے روز حضرت علیؓ نے منہ اندھیرے نماز فجر ادا کی اور پھر اپنے عساکر کو لے کر اہلِ شام کی جانب کوچ بول دیا ۔ جلد ہی دونوں فریق اپنے اپنے جھنڈوں تلے کھڑے تھے ۔ اشتر اپنے کمیت رنگ اور دراز دم گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا ، وہ سر تا پا لوہے میں غرق تھا ۔ اس نے نیزہ ہاتھ میں لیے اہلِ شام پر حملہ بول دیا ۔ اہلِ

Marfat.com

لشکر نے بھی اسی کے ساتھ حملہ کر دیا - شامیوں سے لڑتے لڑتے اشتر کے تین نیزے ٹوٹے - فریقین نے ایک دوسرے کو شمشیر زنی کے خوب جوہر دکھائے - لوہے کے ڈنڈوں سے بھی لڑے - اتنے میں ایک شامی برآمد ہؤا ، وہ بھی لوہے میں غرق تھا ، آتے ہی پکارا " اے ابوالحسن ! میرے قریب آؤ ، مجھے تم سے ایک بات کرنا ہے - چنانچہ علیؓ اس سے قریب ہوئے - دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں آمنے سامنے سے باہم مل گئیں - اس نے علیؓ سے کہا " آپ کو اسلام میں جو تقدم حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں - آپ نے رسولِ خدا کے ہمراہ ہجرت کی ، جہاد کیا ، کیا آپ چاہتے ہیں کہ یہ خون خرابہ بند ہو جائے اور آپ عراق واپس چلے چلیں تاکہ یہ لڑائی ملتوی ہو جائے - اسی طرح ہم شام کی جانب لوٹ جائیں تاآنکہ آپ اپنے معاملے پر غور کر لیں اور ہم اپنے موقف پر " - حضرت علیؓ نے جواب دیا " اے مرد ! میں نے اس مسئلے کی خوب چھان پھٹک کی ہے - اب میرے پاس جنگ کے سوا یا رسولِ خدا پر خدا کی طرف سے نازل شدہ ہدایت سے روگردانی کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں - اللہ کو اپنے دوستوں کی یہ بات پسند نہیں کہ دنیا میں نافرمانی ہو رہی ہو اور وہ چپ سادھے رہیں - نہ نیکی کا حکم دیں اور نہ بدی سے روکیں - لہذا میں نے جنگ کو سہل تر جانا ہے - اس کے مقابلے میں جہنم کے آہنی طوق زیادہ گراں بار اور تکلیف دہ ہوں گے " -

شامی لوٹ گیا - زبان پر تھا انا للہ وانا الیہ راجعون ، ازاں بعد وہ رن پڑا کہ نیزے ٹوٹ گئے - تلواریں کٹ گئیں - وہ غبار اُٹھا کہ زمین تاریک ہو گئی - ہر شخص کے چھکے چھوٹ گئے - حالت یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے مگر ہاتھ نہ اُٹھتا تھا - آخر پردۂ شب میں پناہ‌گزیں ہوئے - وہ شب شب ہریر تھی - اگلی صبح اٹھے تو مل جل کر اپنے اپنے مقتولوں کو اُٹھانے اور دفن کرنے میں مصروف ہو گئے - شبِ ہریر کی اگلی صبح کو حضرت علیؓ لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے - خدا کی حمد و ثنا

Marfat.com

بیان کی اور پھر فرمایا " اے لوگو ! تمہارے اور تمہارے دشمن کا معاملہ جس نقطے پر پہنچ گیا ہے وہ تم پر روشن ہے ۔ اب وہ آخری دموں پر ہیں ۔ خدا تم پر رحم کرے ، آج سانجھ سویرے اپنے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ تاکہ خدا ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ کر دے ۔ وہی بہترین حکم ہے " ۔ اس بات کی اطلاع معاویہ رض کو بھی ہو گئی لہذا وہ عمرو سے پوچھنے لگے " تم کیا مشورہ دیتے ہو ۔ ہمارے پاس یہی ایک دن رات ہے " ۔ عمرو نے جواب دیا " میں نے اپنے حیلہ و تدبر کی مدد سے ایک بات دل میں ٹھیرا رکھی تھی اور اسے آج کے دن پر اُٹھا رکھا تھا ۔ اگر وہ لوگ اس بات کو قبول کر لیں تو جب بھی جھگڑیں گے اور رد کر دیں تو جب بھی جھگڑیں گے " ۔ معاویہ رض نے کہا " وہ کیا ہے ؟ " ۔ عمرو نے جواب دیا " آپ ان لوگوں کو دعوت دیں کہ کتابِ الہی کو حکم بنا لیا جائے اور وہی ہمارے اور آپ کے مابین فیصلہ کرے ۔ اس حیلے سے آپ اپنا مقصود پا لیں گے "۔ معاویہ یہ جان گئے کہ بات اسی طرح ہے ۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر اشعث بن قیس نے اپنی قوم سے جو اس کے جھنڈے تلے جمع تھی کہا " کل آپ نے دیکھا کہ جنگ نے کیا تباہی مچائی ، خدا کی قسم اگر ہم آج صبح بھی لڑے تو عرب برباد ہو جائے گا ، تمام مقدس ذمہ داریاں ضائع ہو جائیں گی ۔ کہتے ہیں کہ جاسوسوں نے اشعث کی بات معاویہ رض کو جا سنائی ۔ معاویہ رض سن کر بولے " اشعث نے سچ ہی تو کہا ہے ۔ اگر ہم صبح بھی لڑے تو اہلِ روم اہلِ شام کی اولادوں پر ٹوٹ پڑیں گے اور ایرانی سردار اہلِ عراق کی اولادوں پر ، مگر اس بات کو سمجھیں تو وہ جو عقل و دانش سے بہرہ مند ہیں ، لہذا اے لوگو : نیزوں کی سنانوں کے ساتھ قرآن باندھ لو " ۔

کہتے ہیں کہ تعمیلاً سنانوں کے ساتھ قرآن باندھ دیے گئے ۔ سب سے پہلا قرآن دمشق کا " مصحف اعظم " تھا جو پانچ نیزوں سے باندھا گیا اور پانچ آدمیوں نے اُٹھایا ۔ پھر باقی قرآن بھی جس قدر ان کے پاس تھے باندھ دیے گئے اور لوگ انھیں لے کر صبح سویرے

نکل کھڑے ہوئے۔ اہلِ عراق نے دیکھا کہ اہلِ شام چڑھے چلے آتے ہیں اور ان کے آگے آگے جھنڈوں سے ملتی جلتی کوئی شے ہے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ کیا ہے۔ تاآنکہ صبح روشن ہو گئی۔ دیکھا تو قرآن تھے۔

ازاں بعد فضل بن ادھم نے قلب، شُریح جُذامی نے میمنہ اور ورقاء بن معمّر نے میسرہ کے سامنے آ کے پکارا " اے برادرانِ عرب خدا سے ڈرو، خدا کے لیے اپنی عورتوں اور بچوں کو اہلِ فارس اور روم سے بچاؤ۔ جو کل کلاں چڑھ دوڑیں گے۔ دیکھو! تم تو برباد ہو کر رہ گئے ہو۔ یہ ہے کتابِ الٰہی، ہمارے اور تمھارے درمیان یہ فیصلہ کرے گی "۔

اس پر حضرت علیؓ نے کہا " تمھارا مقصود کتاب نہیں، تم تو چال چل رہے ہو۔ پھر ابواعور سلمی ایک سیاہ ٹٹو پر سوار ہو کر آ پہنچا۔ اس کے سر پر مصحف لہرا رہا تھا اور وہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا " اے اہلِ عراق یہ ہے کتابِ الٰہی، تمھارے اور ہمارے درمیان یہ فیصلہ کرے گی "

جب اہلِ عراق نے یہ کلمات سنے تو کردُوس بن ھانی البکری نے اٹھ کے کہا " اے اہلِ عراق ان مصاحف کو دیکھ کر ڈھیلے نہ پڑ جانا۔ یہ محض فریب ہے "۔ ان کے بعد سفیان بن ثور النُکری نے بات کی " اے لوگو! شروع میں ہم نے اہلِ شام کو کتابِ الٰہی کی طرف دعوت دی تھی مگر انھوں نے ہماری بات رد کر دی۔ لہذا ہم نے ان کے خلاف جنگ کرنے کو جائز جانا، اب اگر ہم ان کی بات رد کر دیں تو ان کے لیے ہمارے خلاف لڑنا جائز و حلال ہو جائے گا۔ پھر یہ کہ ہمیں اس بات کا خوف کب ہے کہ خدا اور اس کا رسول ہماری مخالفت کریں گے؟ "

اس کے بعد خالد بن معمّر بولے " اے امیرالمومنین بقا تو اس بات میں ہے جس کی طرف ان لوگوں نے دعوت دی ہے بشرطیکہ آپ کی بھی یہی رائے ہو۔ اگر آپ کی رائے یہ نہ ہو تو بہر حال آپ کی

Marfat.com

صوابدید مقدم ہے '' ۔ اس کے بعد حُصین بن منذر نے بات کی '' اے لوگو ! ہمارا داعی وہ شخص ہے جس کو ہم نے ہر معاملے میں لائق ستائش پایا ، لہذا اس کی ستائش کی ۔ وہ جو کچھ بھی کرے ہمیں اس پر اعتماد کرنا چاہیے ۔ اگر وہ کہے '' نہ '' تو ہم بھی کہیں گے '' نہ '' ۔ اگر وہ کہے گا '' ہاں '' تو ہم بھی کہیں گے '' ہاں '' ۔

ازاں بعد حضرت علیؓ نے گفتگو کی اور کہا '' اے خدا کے بندو ! ہم کتابِ الٰہی کی جانب بلانے والی آواز کے سامنے سب لوگوں سے قبل سر جھکا دیتے اور اسی طرح تم بھی ، مگر ہمیں معلوم ہے کہ یہ قوم اس پردے میں محض مکر و فریب کر رہی ہے ، لڑائی نے انہیں بری طرح نقصان پہنچایا ہے ۔ خدا کی قسم اگرچہ انہوں نے قرآن بلند کر دیے ہیں مگر قرآن کے احکام کی پیروی ہرگز ان کے پیش نظر نہیں ۔ اس کے باوصف یہ میرے بس میں نہیں کہ مجھے کتاب الٰہی کی جانب بلایا جائے اور میں انکار کروں ۔ یہ کیسے ممکن ہے جب کہ ہم نے ان کے خلاف جنگ ہی اس مقصد سے کی تھی کہ وہ حکم قرآن کے مطابق عمل پیرا ہوں ؟ ۔ ''

اس پر اشعث نے کہا '' اے امیر المومنین ہم آج بھی آپ کے اُسی طرح تابع فرمان ہیں جیسے کل تھے ۔ یہ الگ بات ہے کہ پسندیدہ رائے یہی ہے جس کا آپ نے ابھی اظہار کیا ہے کہ اگر وہ لوگ قرآن کو حکم بنانے کی دعوت دیتے ہیں تو ان کی دعوت قبول کر لی جائے '' ۔ مگر عدی بن حاتمؓ اور عمرو بن حمق تحکیم کے خواہاں نہ تھے ۔ لہذا انہوں نے حضرت علیؓ کو اس کے حق میں مشورہ نہ دیا ۔

بہر حال جب حضرت علیؓ نے بات مان لی تو لوگوں نے ان سے کہا '' کسی کو اشتر کے پاس بھیجیے کہ وہ جنگ سے دستکش ہو کر آپ کے پاس پہنچ جائے ''۔ اشتر اس وقت میمنہ کی جانب مصروف جنگ تھا ۔ یہ سن کر علیؓ نے یزید بن ہانی سے کہا '' جاؤ اور اشتر سے کہو کہ جنگ سے دستکش ہو کر یہاں آ جائے '' ۔ یزید اشتر کے

Marfat.com

پاس گیا اور پیغام دے دیا ۔ اس نے کہا " تم واپس امیرالمومنین کے پاس جاؤ اور کہو کہ میرے اور اس پہلو والوں کے مابین جنگ چھڑ چکی ہے ۔ اب لوٹنا زیبا نہیں " ۔

یزید حضرت علیؓ کے پاس واپس گیا اور اس امر کی اطلاع دے دی ۔ اُدھر اشتر والی جانب کی طرف سے نعرے بلند ہونے شروع ہو گئے ، غبار اُڑنے لگا ۔ اس پر لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا " ہمارا گمان یہ ہے کہ آپ نے اشتر کو حکم ہی یہ بھیجا تھا کہ لڑتا رہے " ۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا " میں نے یہ حکم کیونکر دے دیا ۔ میں نے اس سے کوئی سرگوشی تو نہیں کی ؟ " ۔ پھر یزید سے کہا " اشتر کے پاس واپس جاؤ اور اس سے کہو کہ چلا آئے ۔ فتنہ بالیقین رونما ہو چکا ہے "۔ یزید نے اشتر سے جا کر یہ بات کہ دی ۔

اشتر نے کہا " کیا ان مصاحف کے اٹھائے جانے کے باعث ؟ " یزید نے کہا " ہاں "۔ اشتر بولا " خدا کی قسم جب یہ اٹھائے گئے تھے تو میرا یہی خیال تھا کہ یہ اختلاف و تفرقہ ڈال دیں گے "۔

بہر حال اشتر روانہ ہؤا اور اُن لوگوں کے پاس جا کے کہنے لگا " اے اہلِ نحوست و ذلت کیا عین اس وقت جب تم اُس قوم پر حاوی ہو رہے تھے ان مصاحف کے باعث ڈھیلے پڑ رہے ہو ، مجھے ذرا دیر مہلت دو "۔ وہ لوگ کہنے لگے " ہم خطا کاری میں تمہارا ساتھ نہ دیں گے " ۔ اشتر نے کہا " تمہارا ستیاناس ! اب تمہیں یہ کہنے کا حق کیونکر پہنچتا ہے ، عالم یہ ہے کہ تمہارے عالی قدر افراد مارے جا چکے ہیں ، بے قدر باقی رہ گئے ہیں تم کب حقیقت شناس تھے ؟ کل جب تم لڑ رہے تھے یا اب جب رک گئے ہو ؟ تمہارے ان مقتولوں کی کیا حیثیت ہوئی جن کی افضلیت سے تم انکار نہیں کر سکتے ؟ پھر کیا خیال ہے کہ وہ جنت میں گئے یا جہنم میں ؟ "۔ لوگوں نے کہا " ہم شامیوں کے خلاف اللہ ہی کی خاطر لڑ رہے تھے ۔ اب اللہ ہی کی خاطر لڑنا ترک کر رہے ہیں " ۔ اشتر نے کہا " اے سیاہ جبیں لوگو ! ہم سمجھتے تھے کہ تمہاری نماز عبادت ہے اور تم جنت میں جانے کے آرزو

Marfat.com

سند ہو مگر ہم دیکھ یہ رہے ہیں کہ آپ لوگ بھاگ کر دنیا کے دامن میں پناہ لے رہے ہیں ۔ تمہارا ستیاناس "۔

یہ سن کر لوگ اشتر کو اور اشتر انھیں گالیاں دینے لگ گیا ۔ لوگ اس کے گھوڑے کے منہ پر چھڑیاں برسانے لگ پڑے اور اس نے ان کی سواریوں کے منہ اپنی لاٹھی سے توڑنے شروع کر دیے ۔ مسعر بن فدکی اور ابن الکوّا اور ان کے طبقے کے دوسرے قاری اصحاب جو بعد میں خوارج بن گئے وہ ان لوگوں میں شامل تھے جو مصحف کو حکم بنانے کے شدید ترین حامیوں میں سے تھے ۔

ادھر امیر معاویہ رض نے اہلِ شام سے خطاب کرتے ہوئے کہا " اے لوگو ! ہمارے اور ان لوگوں کے مابین جنگ لمبی ہو گئی ہے اور حال یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک یہی سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور اس کا حریف جھوٹا ہے ۔ اب ہم نے انھیں کتابِ الٰہی اور اس کی ثالثی کی طرف دعوت دی ہے اگر وہ قبول کر لیں تو کر لیں، ورنہ ہم نے ان کے حق میں اتمام حجت کر دیا "۔

ازاں بعد معاویہ رض نے حضرت علی رض کے نام رقعہ لکھا " اس قتل و خون کے ضمن میں سب سے اول محاسبہ میرا اور آپ کا ہو گا ۔ لہذا میں آپ کو اس خون ریزی سے دستکش ہونے اور دینی اتحاد و ترکِ عداوت کی طرف دعوت دیتا ہوں ۔ نیز اس امر کی جانب بھی دعوت دیتا ہوں کہ میرے اور آپ کے مابین دو حکم ثالثی کریں ۔ ایک میری طرف سے ، ایک آپ کی جانب سے ۔ اُن کا فیصلہ قرآن کے صریح اور واضح احکام کے مطابق ہو ۔ پھر اگر آپ واقعی اہلِ قرآن (قرآن والے) ہیں تو قرآن کے حکم بنائے جانے پر رضامند ہو جائیں " ۔

حضرت علی رض نے انھیں جواب میں لکھا " تم نے قرآن کو حکم بنانے کی دعوت دی ہے ۔ حالانکہ میں جانتا ہوں تم قرآن کی ثالثی کے لیے کوشاں نہیں ۔ ہم نے تو قرآن کے حکم کو قبول کر لیا تمھیں نے نہیں کیا اور جو شخص حکم قرآن پر رضامند نہیں وہ یقیناً بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہے "۔

Marfat.com

ایک خط عمرو بن عاص کے نام تحریر کیا " اما بعد ! دنیا اپنی طرف یوں مائل کرتی ہے کہ کسی اور شے کی جانب توجہ نہیں رہتی اور جب کوئی دنیا طلب اس سے کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو حرص کی ایک راہ اور کھل جاتی ہے ، جس کی خاطر ذوق و شوق پہلے سے بیشتر ہو جاتا ہے ۔ دنیا طلب جو کچھ پا لیتا ہے اس پر قناعت کر کے جو کچھ حاصل نہیں ہؤا اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ۔ پھر اس سب کچھ کے بعد مقدر یہ ہے کہ ہر اندوختے سے جدا ہو جاؤ ۔ اس لیے تم معاویہ کے باطل میں ان کا ساتھ دے کر اپنے اعمال فنا نہ کرو ۔ اگر تم باز نہ آؤ گے تو نقصان خود اپنا ہی کرو گے ، والسلام "۔

عمرو نے حضرت علیؓ کو جواب دیا " اما بعد ! بیشک وہ شے جس میں ہم سب کی بہتری اور اتحاد مضمر ہے وہ راستی کی جانب لوٹ جانا ہے ۔ ہم نے قرآن کو اپنے اور آپ کے درمیان حکم بنا دیا ہے ۔ تا کہ ہم اس کی ثالثی پر راضی ہو جائیں اور لوگوں کے نزدیک اپنی جانب سے اتمام حجت کر دیں ۔ والسلام "۔

حضرت علیؓ نے عمرو بن عاص کو لکھا " امّا بعد : وہ چیز جو دنیا طلبی کے باعث تمہارے نفس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے عنقریب تم سے منہ پھیر لے گی لہذا دنیا کی جانب سے مطمئن نہ ہو یہ بڑی فریب‌کار ہے ۔ اگر گذشتہ کے پیشِ نظر عبرت حاصل کرو تو جو کچھ درپیش ہے اس سے فائدہ حاصل کر سکو گے ۔ والسلام " ۔

عمرو نے ان کے نام لکھا " امّا بعد حق یہ ہے کہ جس نے قرآن کو حکم بنایا اُس نے بڑا انصاف کیا ہے ۔ لہذا اے ابوالحسن صبر سے کام لیں ، ہم آپ کو وہی حق دیں گے جو قرآن دے گا ۔ والسلام "۔

آخر قرّائے اہلِ شام و عراق جمع ہو گئے اور دونوں لشکروں کے مابین آن بیٹھے ۔ قرآن ان کے پاس تھے ۔ باہم قرآنی احکام کی تلقین کی اور پھر اس امر پر متفق ہو گئے کہ دو حکم مقرر کر دیں ۔ ازاں بعد اپنی اپنی فوج کی جانب لوٹ گئے ۔

Marfat.com

اهلِ شام نے کہا " ہم عمرو پر رضامند ہیں " -

اشعث اور اس کے ہمراہ جو عراقی تھے انھوں نے کہا " ہم ابو موسیٰ پر رضامند ہیں " -

اس پر حضرت علیؓ نے ان سے کہا " مجھے ابو موسیٰ کی رائے اور دوراندیشی پر اعتماد نہیں ، میں یہ کام عبداللہ بن عباسؓ کے سپرد کرتا ہوں " -

انھوں نے جواب دیا " خدا کی قسم ہم آپ میں اور ابنِ عباسؓ میں کوئی فرق نہیں پاتے - یہ تو ایسے ہی ہے جیسے آپ خود حکم بن جانا چاہیں - آپ کسی ایسے شخص کو حکم بنائیں جو آپ سے اور معاویہ سے یکساں تعلق رکھتا ہو - وہ جو آپ دونوں میں سے کسی ایک کے بھی نسبتاً زیادہ قریب نہ ہو " -

حضرت علیؓ نے کہا " تو پھر اہلِ شام کے ضمن میں عمرو پر کس طرح رضامند ہو گئے ہو؟ حالانکہ عمرو ویسا نہیں ہے " -

وہ بولے " شامی جانیں اور ان کا کام ، ہم تو اپنی ذات کے ذمہ‌دار ہیں " -

حضرت علیؓ نے کہا " تو میں یہ کام اشتر کے سپرد کرتا ہوں " -

اشعث نے جواب دیا " کیا اس جنگ کی آگ اشتر ہی نے نہیں بھڑکائی اور کیا ہم (اب تک) اشتر ہی کے زیرِ حکم نہیں " ؟

حضرت علیؓ نے پوچھا " اشتر کا حکم کیا ہے " -

اشعث نے کہا " یہ کہ ایک دوسرے پر تلوار کا وار کرتا رہے اور پھر جو خدا چاہے ظہور میں آ جائے " -

اس پر حضرت علیؓ نے پوچھا " گویا تم ابوموسیٰ کے سوا کسی بھی دوسرے کو قبول نہیں کرو گے ؟ "

وہ بولے " ٹھیک ہے " -

حضرت علیؓ نے کہا " اچھا تو پھر جو جی میں آئے کرو " -

کہتے ہیں کہ اس پر لوگوں نے ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس قاصد

Marfat.com

روانہ کر دیا ۔ وہ جنگ سے کنارہ کش تھے اور شام کے ایک سرحدی نواح میں مقیم تھے ۔ بہر حال ان کا ایک مولیٰ ان کے پاس حاضر ہؤا اور کہا " لوگوں میں صلح ہو گئی ہے " ۔ ابو موسیٰ بولے " الحمدللہ رب العالمین " ۔ اس نے کہا " لوگوں نے آپ کو حکم بنا لیا ہے " ۔ بولے " انا للہ وانّا الیہ راجعون " ۔ آخر ابوموسیٰ رض رخصت ہوئے اور حضرت علی رض کے لشکر میں جا پہنچے ۔ لوگوں نے زمامِ کار ان کے سپرد کر کے اظہارِ رضامندی کیا اور انھوں نے حکم بننے کی ذمہ داری قبول کر لی ۔

اس پر احنف بن قیس نے حضرت علی رض سے کہا " آپ کا پالا دنیا بھر کے محکم تریں اور عرب کے مدبریں شخص سے پڑا ہے ۔ دوسری طرف میں ابوموسیٰ رض کو گنگ جانتا ہوں ، وہ سست گفتار اور بےکار سے شخص ہیں ۔ اس کام کے لیے تو وہی شخص زیبا ہو سکتا ہے جو اپنے مدِّمقابل کے اتنا قریب بھی ہو سکے گویا اس کی مٹھی میں ہے اور اتنا دور بھی گویا ستاروں کا ہمنشیں ہے ۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے حکم بنا دیں یا مجھے ان کے ساتھ دوسرا یا تیسرا قرار دے دیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے نہیں تو پھر آپ رسول خدا ص کے صحابہ میں سے کسی کو مامور کریں اور مجھے اس کا وزیر و مشیر بنا دیں " ۔

اس پر حضرت علی رض نے کہا " یہ لوگ ابوموسیٰ کے سوا کسی کے بھی حق میں راضی نہیں ۔ خدا اپنی منشا پوری کر کے رہے گا " ۔ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ایمن بن خریم اسدی جو اہلِ شام میں سے تھا مگر اُن لوگوں کی کارروایوں سے کنارہ کش رہا تھا کہنے لگا : ۔

(۱) لَوْ كَانَ لِلْقَوْمِ رَأْيٌ يَهْتَدُوْنَ بِهِ
بَعْدَ الْقَضَاءِ رَمَوْكُمْ بِابْنِ عَبَّاسٍ !

(۲) لٰكِنْ رَمَوْكُمْ بِشَيْخٍ مِنْ ذَوِي يَمَنٍ
لَمْ يَدْرِ مَا ضَرْبُ أَخْمَاسٍ لِأَسْدَاسٍ

۱۔ اگر یہ لوگ دانشمند ہوتے تو حکموں کا اصول طے ہو جانے کے بعد تمہارے مقابلے میں ابن عباس کو مقرر کرتے۔
۲۔ مگر انھوں نے ایک یمنی النسل بوڑھا تمہارے مقابلے میں مقرر کر دیا جو ذرا سے فریب کو بھی سمجھ نہیں سکتا۔

کہتے ہیں کہ معاویہؓ نے ایمن بن خریم کو فلسطین کا ایک ضلع دینے کی پیش کش کی تھی بشرطیکہ وہ ان کی بیعت کر لے مگر ایمن نے انکار کر دیا اور کہا:۔

(۱) لَسْتُ بِمُقَاتِلٍ رَجُلاً يُصَلِّي
عَلٰى سُلْطَانِ آخَرَ مِنْ قُرَيْشٍ!
(۲) لَهُ سُلْطَانُهُ وَعَلَيَّ اِثْمِي!
مَعَاذَاللهِ مِنْ سَفَهٍ وَطَيْشٍ!
(۳) أَأَقْتُلُ مُسْلِماً مِنْ غَيْرِ حَقٍّ
فَلَيْسَ بِنَافِعِي مَا عِشْتُ عَيْشِي!

۱۔ میں کسی بھی شخص کو جو نماز پڑھتا ہو محض کسی قریشی کے حکم سے قتل نہیں کر سکتا۔
۲۔ وہ جانے اور اس کا حکم، میں گنہگار کیوں بنوں، ایسی حماقت اور بے عقلی سے خدا کی پناہ۔
۳۔ میں ناحق کسی مسلمان کو قتل کر ڈالوں؟ اگر ایسا فعل مجھ سے سرزد ہو جائے تو پھر جب تک زندہ رہوں گا میری زیست میرے لیے بیکار ہو گی۔

وثیقۂ تحکیم

کہتے ہیں کہ اہلِ عراق و شام جمع ہوئے اور ایک منشی کو بلا کر کہا کہ وہ لکھے " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ ہے وہ معاملہ جس کے ضمن میں امیرالمومنین نے طے کیا ہے کہ..." اس پر معاویہؓ بول پڑے " اگر میں آپ کو امیرالمومنین تسلیم کر لوں اور پھر آپ کے خلاف جنگ لڑوں تو ظاہر ہے کہ پھر میں بڑا گیا گزرا شخص

Marfat.com

ہوں "۔ اس پر احنف بن قیس نے کہا " اے امیرالمومنین اپنے نام کی امیرالمومنینی کو ہرگز نہ مٹانا ، اگر آپ نے ایک بار اسے مٹا دیا تو پھر یہ آپ کے پاس کبھی واپس نہ آئے گی ، ان کی یہ بات ہرگز نہ ماننا "۔

اس پر علیؓ نے کہا " اللہ اکبر ، سنت سنت ہی پر استوار ہوتی ہے ۔ بخدا اس قضیے کی نظیر صلح حُدَیبیَہ کے روز میرے ہاتھوں عمل میں آئی تھی ۔ قریش کہتے تھے کہ محمد رسول اللہ نہ لکھا جائے ۔ اس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھنے والے سے کہا کہ محمدؐ بن عبداللہ لکھو "۔ چنانچہ لکھا گیا " یہ ہے وہ معاملہ جس کے ضمن میں علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان اور دونوں کے شیعان نے ایک فیصلہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں افراد کتابِ الٰہی اور سنتِ رسولِ خدا کو حکم قرار دیتے ہیں ۔ حضرت علیؓ کا فیصلہ حاضر و غائب عراقیوں کے لیے اور معاویہؓ کا حاضر و غائب شامیوں کے لیے واجب الاذعان ہو گا ۔ بیشک ہم ہر معاملے میں حکم قرآن کے جو اُس میں آغاز سے اختتام تک موجود ہے پابند ہوں گے ۔ جس شے کو قرآن زندہ کرے گا ہم بھی زندہ کریں گے ۔ جس شے کو قرآن مار دے گا ہم بھی مار دیں گے ۔ یہی دونوں کا فیصلہ ہے اور اسی پر دونوں رضامند ہیں ۔ نیز یہ کہ علیؓ اور ان کے شیعہ اس امر پر راضی ہیں کہ عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ) ان کے ناظر اور حکم ہوں گے معاویہؓ اور ان کے شیعہ رضامند ہیں کہ عمرو بن عاص ان کے ناظر اور حکم ہوں گے ۔ یہ کہ علیؓ اور معاویہؓ نے عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص سے خدا و رسولِ خدا کا واسطہ دے کر یہ عہد اور یہ پیمان لیا ہے کہ وہ دونوں قرآن ہی کو پیشِ نظر رکھیں گے اور جو چیز قرآن میں مرقوم و مسطور دیکھیں گے اس سے ہٹ کر کسی اور چیز کا سہارا نہ لیں گے ۔ جو چیز قرآن میں نہ پائیں گے اسے رسولِ خدا کی سنت جامعہ کی روشنی میں حل کریں گے ۔ اس معاملہ میں نہ اختلاف کے خواہاں ہوں گے اور نہ تخمیں و ظن کا قصد کریں گے ۔

Marfat.com

نیز یہ کہ عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص نے علی رض اور معاویہ رض سے خدا کا واسطہ دے کر یہ عہد و پیمان لیا ہے کہ وہ دونوں حکم کتابِ الٰہی اور سنتِ نبوی کی روشنی میں جو فیصلہ صادر کریں گے ان دونوں کو قبول ہوگا ۔ انھیں نہ خلاف ورزی کا کوئی حق حاصل ہوگا اور نہ وہ ان دونوں سے ہٹ کے کسی اور کی جانب رجوع کریں گے ۔ یہ کہ وہ دونوں اپنے فیصلے کے معاملے میں اپنے خون ، اموال ، مویشی ، کھیتی ، کنبے اور اولاد کے ضمن مامون ہوں گے تاوقتیکہ یہ حق سے روگردانی کے مرتکب ہوں ، خواہ ان کے فیصلے سے کوئی راضی ہونے والا راضی ہو یا ناراض ہونے والا ناراض ۔ ان کے برحق فیصلے کے معاملے میں جو کتابِ الٰہی کی روشنی میں ہوگا پوری امت ان کی مددگار ہوگی ۔ اگر ان دو حکموں میں سے کوئی فیصلے سے قبل چل بسے تو اس کے رفقا اور اصحاب کا فرض ہوگا کہ وہ اس کی جگہ انصاف‌پسند اور خیرجو افراد میں سے کسی کو چن لیں اور اس سے بھی وہی عہد و پیمان لیں جو اس کے مرحوم ساتھی سے لیا گیا تھا ۔ اسی طرح اگر دونوں امیروں میں سے کوئی اس قضیے کی مقرر کردہ مدت کے انقضا سے قبل چل بسے تو رفقا کو حق حاصل ہوگا کہ اس کی جگہ کسی ایسے شخص کو والی بنا لیں جس کی معدلت پسندی سے راضی ہوں ۔ اب فریقین کا باہمی جھگڑا ، مباحثہ ، مجادلہ اور لڑائی ختم ہو گئی ۔ اب یہ جھگڑا اسی طرح ختم ہوگا جس طرح ہم نے تحریر میں بیان کر دیا ہے کہ اِس اِس طرح دونوں امیر ، دونوں حکم اور دونوں فریق اس اس امر کے پابند ہیں ۔ خدا ہی قریب ترین گواہ ہے اور اسی کی شہادت کافی ہے اور اگر حکم متفق نہ ہو سکیں اور بے انصافی کریں تو امت ان کی ثالثی کی تعمیل سے مبّرا ہوگی ۔ نہ وہ کسی عہد کی پابند ہوگی اور نہ ذمہ‌داری کی ۔ بہر حال لوگ اپنی جانوں ، کنبوں اور اولادوں کے معاملے میں مدت معیّنہ کے انقضا تک مامون ہوں گے ۔ ہتھیار رکھ دیے جائیں گے ۔ راستے محفوظ ہوں گے ۔ فریقین سے تعلق رکھنے والے غیر حاضر افراد اس معاملے میں حاضرین کے

مساوی ہوں گے ۔ دونوں حکم حق رکھتے ہیں کہ اہلِ عراق و شام کے مابین کسی درمیانی منزل میں ڈیرہ ڈال لیں ۔ وہاں ان دونوں سے کوئی نہ ملے گا ۔ سوا کسی ایسے شخص کے جسے وہ دونوں باہمی رضامندی سے خود ملنا چاہیں ۔ مدت معیّنہ ماہ رمضان کے انقضا تک ہے اگر حکم فیصلہ جلدی کرنا ضروری خیال کریں تو جلدی بھی کر سکتے ہیں اور اگر وہ فیصلے کو مدت معیّنہ کے آخر تک ملتوی رکھنا چاہیں تو رکھ سکتے ہیں اور اگر دونوں کتابِ الٰہی اور سنتِ نبوی کے مطابق مدت معیّنہ کے انقضا تک کوئی فیصلہ نہ کر سکیں تو فریقین جنگ اپنی پہلی سی جنگی صورتِ حال کی طرف لوٹ جا سکتے ہیں ۔ امت اس معاملے میں عہد و پیمان الٰہی کی پابند ہوگی ۔ وہ ایک مٹھی بن کر اس شخص کی مخالفت کرے گی جو اس معاملے میں راہِ راست سے ہٹے گا یا زیادتی یا مخالفت کرے گا ‘‘ ۔

اس تحریر پر شہادت ثبت کرنے والے یہ بزرگ تھے ۔ حسن بن علی بن ابی طالب ، حسین بن علی بن ابی طالب ، عبداللہ بن عباس ، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ، اشعث بن قیس ، اشتر بن الحارث ، سعید بن قیس ، حُصین بن حارث بن عبدالمطلب ، طفیل بن حارث بن عبدالمطلب ، ابو سعید بن ربیعہ انصاری ، عبداللہ بن خباب بن ارت ، سہل بن حُنیف ، ابو بشر بن عمر انصاری ، عوف بن حارث بن عبدالمطلب ، یزید بن عبداللہ اسلمی ، عقبہ بن عامر جہنی ، رافع بن خُدیج انصاری ، عمرو بن حمق خُزاعی ، نعمان بن عجلان انصاری ، حُجر بن عدی کندی ، یزید بن حُجیّتہ النکری ، مالک بن کعب الہمدانی ، ربیعہ بن شُرحبیل ، حارث بن مالک ، حجر بن یزید ، عُلبہ بن حُجیہ ۔

اہلِ شام کی طرف سے جن لوگوں نے گواہی ثبت کی وہ یہ تھے ’’ حبیب بن مُسلمہ فہری ، ابواعور سلمی ، بُسر بن ارطاۃ قریشی ، معاویہ بن خدیج کندی ، مخارق بن حارث ، مسلم بن عمرو سکسکی ، عبدالرحمن بن خالد بن ولید ، حمزہ بن مالک ، سُبیع ابن یزید الحضرمی ، عبداللہ بن عمرو بن عاص ، علقمہ بن یزید الکلبی ، خالد بن حصین سکسکی ، علقمہ

Marfat.com

بن یزید حضرمی ، یزید بن ابجر عبسی ، مسروق بن جبلہ عکّی ، بسر بن یزید حمیری ، عبداللہ بن عامر قریشی ، عتبہ بن ابی سفیان ، محمدؐ بن ابی سفیان ، محمد بن عمرو بن عاص ، عمّاد بن احوص کلبی ، مسعدہ بن عمرو عتبی ، صباح بن جُلہمہ حمیری ، عبدالرحمٰن بن ذی کلاع ، ثمامہ بن حوشب اور علقمہ بن حکم -

یہ تحریر چہار شنبہ کے روز ماہ صفر ۳۷ھ کی سترھویں تاریخ کو عمل میں آئی -

تحکیم کے بعد کا اختلاف

اشعث نے عہدنامہ لیا اور فریقین کو پڑھ کر سنا دیا - پھر وہ ایک ایک جھنڈے (دستے) اور ایک ایک قبیلے کے پاس سے گزرے اور عہدنامہ پڑھ پڑھ کر سناتے گئے - اسی طرح عنزہ کے جھنڈوں کے پاس سے بھی گزرے - بنو عنزہ میں سے حضرت علیؓ کے ہمراہ چار ہزار افراد تھے - جب اشعث نے ان لوگوں کو عہدنامہ پڑھ کر سنایا تو دو بھائی جعد اور سعدان نعرہ‌زن ہوئے '' لا حکم الاّ للّٰہ '' (حکم خدا ہی کا ہے) اور پھر دونوں بھائیوں نے اہلِ شام پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے موت کے گھاٹ اتر گئے - وہ دونوں پہلے شخص تھے جنھوں نے '' لا حکم الاّ للّٰہ '' کا نعرہ بلند کیا -

ازاں بعد اُن کا گزر بنو مراد کے جھنڈوں کے پاس سے ہوا تو صالح بن شقیق جو ان کے فاضل ترین افراد میں سے تھا کہنے لگا '' حکم خدا ہی کا ہے خواہ مشرکوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے '' - پھر وہ بنو راسب کے جھنڈوں کے پاس سے گزرے - انھوں نے پکارا '' دینِ خدا کے معاملے میں آدمیوں کو حکم نہیں بنایا جا سکتا '' - اس کے بعد وہ بنو تمیم کے جھنڈوں کے پاس سے گزرے انھوں نے بھی اسی قسم کی بات کہی مثلاً عروہ بن اُدیہ بولا '' کیا تم دینِ خداوندی کے معاملے میں آدمیوں کو حکم بناتے ہو ، اگر یہ بات ہے تو اے اشعث ہمارے مقتول کہاں گئے ؟ '' - یہ کہہ کے اُدیہ نے تلوار سے اشعث پر وار

Marfat.com

کیا مگر وار اوچھا پڑا ۔ ضرب اس کی سواری کی دم پر پڑی ۔ یہ دیکھ کر اشعث واپس اپنی جمعیت کی طرف لوٹ گئے ۔ وہاں بنو تمیم کے سردار ان کے پاس آئے اور معذرت کی ۔ اشعث نے ان کی معذرت قبول کر لی اور معاف کر دیا ۔

اسی طرح سلیمان بن صُرَد حضرت علیؓ کے پاس آئے ۔ اُن کے چہرے پر تلوار کے زخم تھے اور کہا " اے امیرالمومنین اگر مجھے کچھ ساتھی میسر آ جاتے تو یہ عہدنامہ معرضِ تحریر میں نہ آتا " ۔ مُحرز بن خُنیس بن ضَلیع بھی حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا " اے امیرالمومنین کیا عہدنامے سے کسی طرح پھرا نہیں جا سکتا ؟ خدا کی قسم مجھے ڈر ہے کہ یہ عہدنامہ آپ کو بے وقار کر دے گا " حضرت علیؓ نے فرمایا " کیا ہم عہدنامہ لکھنے کے بعد اس سے منہ موڑ لیں ، یہ ناجائز ہے "۔

اس کے بعد حضرت علیؓ اور معاویہؓ نے باتفاق رائے طے کیا کہ دونوں حکم دومتہالجندل کے مقام پر ملیں ۔ یہ جگہ عراق اور شام کے وسط میں ہے ۔ حضرت علیؓ نے ابوموسیٰ کے ہمراہ شُریح بن ھانی کو اپنے معتمد چہار ھزار سپاہ کا سالار بنا کر روانہ کر دیا ۔ عبداللہ بن عباسؓ کو ان کا امیر صلاۃ مقرر کیا ۔ اسی طرح معاویہؓ نے چہار ھزار سپاہ کی قیادت ابواعور سلمی کے سپرد کر کے اُسے عمرو بن عاص کے ھمراہ روانہ کر دیا ۔

غرضیکہ یہ لوگ صفین سے کوچ کر کے دومتہالجندل میں جا اترے ۔ حضرت علیؓ اپنے ساتھیوں سمیت واپس کوفہ چلے گئے ۔ معاویہؓ اپنے ساتھیوں سمیت واپس دمشق پہنچ گئے ۔ دونوں منتظر تھے کہ دیکھیں حکم کیا کرتے ھیں ۔

حضرت علیؓ جب بھی ابن عباس کے نام کسی معاملے میں کوئی خط لکھتے تو ساتھی ان کے گرد جمع ھو جاتے اور پوچھتے کہ " امیرالمومنین نے آپ کی طرف کیا لکھ بھیجا ھے " ۔ اگر وہ چھپاتے تو کہتے " آپ ھم سے کیوں چھپاتے ھیں ؟ انھوں نے یہ یہ کچھ لکھا

Marfat.com

ہے'' اور ایسے پیچھے پڑتے کہ علیؓ کے مکتوب کا مضمون معلوم کر کے رہتے ۔ دوسری طرف عمرو بن عاص کے نام معاویہؓ کے خط آتے تو ان سے کوئی بھی خط کے بارے میں کچھ پوچھنے نہ آتا ۔ کہتے ہیں کہ معاویہؓ نے عبداللہ بن عمرؓ بن خطاب ، عبداللہ بن زبیر اور ابو جہم بن حذیفہ اور عبدالرحمن بن عبد یغوث کے نام خط لکھا '' امّا بعد ! جنگ بند ہو گئی ہے ۔ دونوں حکم دومۃالجندل کی جانب کوچ کر گئے ہیں ۔ اگر آپ نے جنگ سے کنارہ کشی پسند کی تھی اور باقی لوگ جس معاملہ میں شامل ہو گئے تھے آپ اُس سے الگ رہے تھے تو اب ان دو حکموں کے پاس ضرور جایے اور ملاحظہ کیجیے کہ وہ کیا کرتے ہیں ۔ والسلام '' ۔

جب ان اصحاب کے پاس معاویہؓ کا خط پہنچا تو سب کے سب دومۃالجندل چلے گئے اور وہاں ٹھیر کے دونوں کی کارروائی کا انتظار کرنے لگے ۔ حضرت سعد بن وقاصؓ بھی ان لوگوں کے ساتھ پہنچ گئے تھے ۔ اسی طرح مغیرہ بن شعبہ بھی جو طائف میں مقیم رہے تھے اور ان لڑائیوں میں سے کسی میں بھی شمولیت نہ کی تھی دومۃالجندل میں وارد ہوکے فیصلے کا انتظار کرنے لگے ۔ مگر جب انہیں وہاں ٹھیرے بہت وقت گزر گیا تو رخصت ہوکر دمشق میں گئے اور معاویہؓ سے ملے ۔ معاویہؓ نے ان (مغیرہ) سے کہا '' آپ اپنی رائے کے مطابق مجھے مشورہ دیں ''۔ کہا '' اگر میں آپ کو مشورہ دینے والا ہوتا تو آپ کے ہمراہ جنگ کیوں نہ کرتا ۔ میں تو ان حکموں کا ماجرہ سنانے آیا ہوں '' ۔

معاویہ نے کہا '' کیا ماجرہ ہے ان کا ؟ ''

بولے '' میں نے ابوموسیٰ سے خلوت میں بات کی تھی کہ دیکھوں ان کے پلے کیا ہے ۔ چنانچہ میں نے کہا '' اس شخص کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے جو اس معاملے سے کنارہ کش رہا اور خون ریزی سے متنفر ہونے کے باعث گھر میں بیٹھا رہا ''۔

انھوں نے جواب دیا '' ایسے افراد بہترین انسان ہیں ۔ ان کی

Marfat.com

پیٹھ پر اپنے بھائیوں کے خون کا بوجھ نہیں ، ان کے پیٹ اپنے بھائیوں کے اموال سے گراں بار نہیں ''

پھر کہا '' ان سے ملاقات کرنے کے بعد میں عمرو بن عاص کے پاس گیا اور پوچھا '' اے ابوعبداللہ اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے جو ان جنگوں سے مجتنب رہا ''۔ عمرو بن عاص نے جواب دیا '' ایسے افراد بدترین انسان ہیں ، نہ حق کے پاسدار نہ باطل کے معاند ''۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ ابوموسیٰ اپنے ساتھی کو دستبردار کر دیں گے اور کسی ایسے شخص کو خلافت کے لیے نامزد کریں گے جو جنگوں میں موجود نہ تھا اور میرا خیال ہے کہ وہ عبداللہ بن عمرؓ بن خطاب کے حامی ہیں ۔ رہے عمرو بن عاص تو وہ آپ کے ساتھی ہیں اور ایسے ہی ہیں جیسے آپ کو معلوم ہے ۔ میرا گمان ہے کہ وہ خلافت کا مطالبہ اپنے لیے یا اپنے بیٹے عبداللہ کے لیے کریں گے اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ آپ کو اس معاملے میں اپنے سے زیادہ حقدار جانتے ہیں ''۔ اس بات نے معاویہ کو بہت دکھ دیا ۔

حکموں کا تبادلۂ خیال

کہتے ہیں کہ اس موقع پر عمرو بن عاص ابوموسیٰ کی بڑی تکریم و تعظیم ظاہر کرنے لگ پڑے ۔ بات میں بھی پہل ابوموسیٰ ہی سے کراتے ۔ ویسے بھی ان کی خوب آؤ بھگت کرتے ۔ کہتے '' آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف مجھ سے قبل حاصل کیا ۔ آپ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں وغیرہ ''۔ آخر جب وہ دونوں ثالثی کے ضمن میں تبادلۂ خیال کرنے کے لیے جمع ہوئے تو ابوموسیٰؓ نے کہا '' کیا تم کسی ایسے معاملے کی حمایت کر سکتے ہو جس میں امت کی بہتری اور اللہ کی رضا مضمر ہو ''۔

عمرو نے کہا '' وہ کیا ؟ ''

ابوموسیٰ بولے '' ہم عبداللہ بن عمرؓ کو اولی الامر بنا دیں ۔ انھوں نے ان لڑائیوں کے ضمن میں کسی چیز سے کوئی تعلق نہیں رکھا ''۔

Marfat.com

عمرو نے کہا '' آپ معاویہ کو کیا مقام دیتے ہیں ''۔

ابوموسیٰ نے کہا '' معاویہ خلافت کے شایاں نہیں ۔ انھیں کسی طرح بھی اس کا حق نہیں پہنچتا ''۔

عمرو نے کہا '' کیا آپ نہیں جانتے کہ عثمان رض کو بے گناہ قتل کر دیا گیا تھا ''۔

ابوموسیٰ نے کہا '' بجا ''۔

عمرو نے کہا '' بیشک معاویہ عثمان رض کے ولی ہیں اور ان کا گھرانا قریش کے یہاں جس قدر معزز ہے وہ آپ پر ظاہر ہے ۔ اور اگر لوگ یہ کہیں کہ معاویہ رض کو ولیٔ عہد بنایا گیا ہے حالانکہ انھیں سبقت حاصل نہیں تو آپ کے پاس عذر ہوگا ۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے انھیں عثمان رض کا ولی پایا ہے اور خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ '' جو شخص بے گناہ قتل کر دیا جائے گا ہم اختیار اس کے ولی کو سونپ دیں گے '' ۔ علاوہ ازیں وہ زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم امّ حبیبہ کے بھائی ہیں اور ان کے اصحاب میں سے ہیں '' ۔

ابوموسیٰ نے جواب دیا '' اے عمرو خدا سے ڈرو ۔ رہا معاویہ رض کے شرف کا ذکر تو عرض ہے کہ اگر خلافت شرف ہی پر مبنی ہوتی ہے تو ابرھہ بن صبّاح سب سے زیادہ مستحق ہوتا کیونکہ وہ ملوک یمن کے خاندان تُبّع سے تعلق رکھتا ہے اور ملوک تبع وہ لوگ تھے جو دنیا کے شرق و غرب کے فرمانروا تھے ۔ نیز یہ دیکھیں کہ معاویہ رض کو علی رض کے مقابلے میں کونسا شرف حاصل ہے ؟۔ رہا تمہارا یہ کہنا کہ معاویہ رض عثمان رض کے ولی ہیں تو یہ جان لیں کہ عثمان رض کے بیٹے عمرو کو معاویہ پر برتری حاصل ہے ۔ لیکن اگر تم میری بات مانو تو ہم عمر بن خطاب کی سنّت اور یاد کو تازہ کر دیں ۔ وہ اسی طرح کہ ان کے فرزند عبداللہ رض کو جو عالم خوشخصال ہیں خلیفہ بنا دیں '' ۔

عمرو نے کہا '' آپ کو میرے بیٹے عبداللہ کو یہ منصب دینے میں کیا بات روکتی ہے ۔ وہ صاحبِ فضیلت ہے نیکوکار ہے ، قدیم

مہاجر ہے ، اصحابِ رسول میں سے ہے ''۔

ابوموسیٰ نے جواب دیا '' تمہارا بیٹا خوب شخص ہے لیکن آپ نے اسے جنگوں میں بری طرح لتھیڑ دیا ہے ، لہذا آؤ خلافت طیّب ابن طیّب عبداللہ بن عمرؓ کے سپرد کر دیں ''۔

عمرو نے کہا '' اے ابوموسیٰ خلافت کا اہل تو وہی شخص ہو سکتا ہے جو دو ڈاڑھیں رکھتا ہو ایک سے کھائے دوسری سے کھلائے ''۔

ابوموسیٰ نے کہا '' عمرو تم کمال کرتے ہو ؟ مسلمانوں نے ایک معاملہ ہمارے سپرد کیا ہے اور تلواریں کھٹکھٹانے اور نیزے کھڑکھڑانے کے بعد کیا ہے۔ چاہیے کہ ہم انہیں دوبارہ فتنے کے سپرد نہ کریں ''۔

عمرو بولے '' اچھا تو آپ کی صلاح کیا ہے ؟ ''۔

میری صلاح یہ ہے کہ ان دونوں کو دستبردار کر دیں۔ علیؓ کو بھی اور معاویہؓ کو بھی اور پھر خلافت کے معاملے کو مسلمانوں کے باہمی مشورے سے طے کریں۔ مسلمان جس کو چاہیں اپنے لیے منتخب کر لیں ''۔

عمرو نے کہا '' ہاں میں اس پر رضامند ہوں ، یہ وہ رائے ہے جس میں لوگوں کی بہبودی مضمر ہے ''۔

کہتے ہیں کہ وہ یہ بات طے کر کے جدا ہو گئے۔ اب ابن عباسؓ ابوموسیٰ کے پاس آئے اور تخلیے میں گفتگو کرتے ہوئے تلقین کی '' ابوموسیٰ آپ ہوشیار رہیں۔ خدا کی قسم میرا گمان یہ ہے کہ عمرو نے آپ کو پھانس لیا ہے ، اگر آپ دونوں کسی بات پر متفق ہو گئے ہیں تو کوشش کریں کہ پہلے عمرو بولیں آپ ان کے بعد بات کریں کیونکہ عمرو بے امانت شخص ہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ خواہ انہوں نے آپ سے کسی معاملے میں اتفاق بھی کر لیا ہو جب بھی اگر آپ مجمع عام میں وہی بات کریں گے تو وہ آپ کی مخالفت کریں گے ''۔

ابوموسیٰ بولے '' ہم دونوں ایک معاملے پر متفق ہیں اور

دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کی مخالفت نہ کرے گا، انشاءاللہ"۔

حکموں کے فیصلے کا اعلان

اگلے روز صبح دونوں حکم اور ان کے ساتھی لوگوں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کرنے کے لیے نکلے۔ لوگ جامع مسجد میں جمع تھے، وہاں پہنچے تو ابوموسیٰؓ نے عمرو سے کہا "آپ منبر پر چڑھیں اور بات کریں"۔ عمرو نے جواب دیا "میں آپ سے پہلے کیونکر بولوں، آپ از روئے فضیلت مجھ سے برتر ہیں، آپ نے مجھ سے پہلے ہجرت کی تھی۔ عمر میں بھی مجھ سے بڑے ہیں"۔ بہر حال ابوموسیٰ نے پہل کی، منبر پر چڑھ گئے، خدا کی حمد و ثنا بیان کی، اور کہا "اے لوگو ہم نے ایک ایسی بات سوچی ہے جس کے باعث اس امت کو خدا اتحاد و اتفاق سے بہرہ‌ور کر دے گا اور اس کے ہر معاملے کی اصلاح فرمائے گا۔ ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کارگر اور کوئی تدبیر نہیں کہ ہم ان دونوں آدمیوں کو یعنی علیؓ اور معاویہؓ کو ہٹا دیں اور خلافت کے معاملے کو شوریٰ کے سپرد کر دیں تاکہ لوگ خلافت کے لیے جسے موزوں جانیں اسے چن لیں۔ لہذا میں علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو برطرف کرتا ہوں، ـ تم لوگ اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے لو اور جسے چاہو اپنا امیر بنا لو" یہ کہا اور اتر گئے۔

اب عمرو منبر پر چڑھے، خدا کی حمد و ثنا بیان کی، اور کہا "ان صاحب نے جو کچھ کہا آپ نے سن لیا، انھوں نے اپنے آدمی کو برطرف کر دیا ہے۔ ٹھیک ہے میں بھی اسے اسی طرح برطرف کرتا ہوں جس طرح ان صاحب نے کیا ہے مگر میں اپنے آدمی کو برقرار رکھتا ہوں اس لیے کہ وہ امیرالمومنین عثمانؓ کا ولی ہے۔ اُن کے خون کا دعویدار ہے اور ان کی جانشینی کا سب سے زیادہ حق‌دار ہے"۔

یہ سنا تو ابوموسیٰ نے ان سے کہا "تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ خدا تمھیں بےتوفیق رکھے۔ تم نے تو خیانت اور عہد شکنی کی ہے۔

Marfat.com

تمھاری مثال کتے کی سی ہے - اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْتَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۱" (کہ تو اس پر بار ڈالے وہ جب بھی ہانپے ، چھوڑ دے جب بھی ہانپے) عمرو نے جواب دیا " اور تمھاری مثال گدھے کی سی ہے جو کتابیں اُٹھائے پھرتا ہو ، كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا "۔ ۲

شریح بن ہانی نے لٹھ اُٹھایا اور عمرو پر برس پڑا ، مگر لوگوں نے بیچ بچاؤ کر دیا - شریح کہا کرتے تھے " مجھے جس قدر اس بات پر ندامت ہوتی ہے اتنی کسی بھی اور بات پر نہیں ہوتی کہ میں نے عمرو پر لاٹھی کے بجائے تلوار سے حملہ کیوں نہ کیا - اس کے بعد جو ہوتا سو ہوتا "۔ ابوموسیٰؓ کھسکے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر یہ جا وہ جا ، تاآنکہ مکے جا پہنچے - ابنِ عباس کہا کرتے تھے " خدا برا کرے ابوموسیٰؓ کا ، میں نے اسے تنبیہ کر دی تھی مگر وہ متنبہ نہ ہؤا ، یہ جو کچھ اُس کے ساتھ ہؤا میں نے اسے بتا دیا تھا ، مگر وہ ہوشیار نہ ہؤا " — بعد ازاں خود ابوموسیٰؓ بھی بارہا کہا کرتے تھے کہ مجھے ابنِ عباس نے عمرو کی خیانت کاری سے متنبہ کر دیا تھا مگر میں نے پھر بھی عمرو پر اعتماد کیا - میں یہ گمان بھی نہ کر سکتا تھا کہ وہ مسلمانوں کی خیرخواہی پر کسی بھی اور شے کو ترجیح دے گا "۔

امیرمعاویہؓ کی بیعت

اب عمرو اور دیگر اہلِ شام امیر معاویہؓ کے پاس واپس پہنچ گئے اور جا کے آدابِ خلافت بجا لائے - اُدھر ابنِ عباسؓ نے شریح بن ہانیؓ اور دیگر عراقی رفیقوں کے ہمراہ حضرت علیؓ کی سمت کوچ کیا اور حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا ، اس پر سعد بن قیس ہمدانی نے اٹھ کر کہا " خدا کی قسم اگر ہم راہِ ہدایت پر اکٹھے ہو جاتے

۱- سورۂ اعراف آیت ۱۷۵

۲- سورۂ جمعہ آیت ۵

Marfat.com

تو ہمیں اتنی بصیرت حاصل نہ ہوتی جتنی موجودہ صورتِ حال نے عطا کی ہے'' ـ اسی طرح کی دیگر لوگوں نے بھی باتیں کیں -

فتنۂ خوارج

کہتے ہیں کہ جب اہلِ عراق کو دونوں حکموں کا ماجرا معلوم ہؤا تو خوارج ایک دوسرے سے ملے اور قول و قرار کیا کہ وہ سب عبداللہ بن وہب راسبی کے یہاں اکٹھے ہوں گے - چنانچہ عبداللہ کے یہاں خوارج کے عالی مرتبت اور عبادت شعار و پرہیزگار افراد اکٹھے ہوئے - جس نے سب سے پہلے بات کی وہ خود عبداللہ بن وہب تھا - اس نے حمد و ثنائے الٰہی بیان کی اور کہا '' اے جمعیت برادران ! متاعِ دنیا قلیل ہے اور اس سے جدائی کی گھڑی بہت قریب ہے - آؤ ہمارے ساتھ کہ ہم اُس تحکیم کے خلاف اظہارِ ناپسندیدگی کے طور پر علَم بغاوت بلند کریں ، کیونکہ حکم فقط خدا کا ہے - بیشک خدا انہی لوگوں کا ساتھی ہے جو متّقی اور نیکوکار ہیں ''

عبداللہ کے بعد حمزہ بن سیّار نے گفتگو کی اور کہا '' صحیح رائے یہی ہے جس کے تم حامل ہو - راہ حق بھی یہی ہے جس پر تم نے روشنی ڈالی ہے لہذا اے رفیقو ! اپنے میں سے کسی کو امیر بنا لو ، اس لیے کہ کسی قائد ، کسی ناظم اور کسی علَم کا ہونا ضروری ہے جس کے گرد تم لوگ جمع ہو سکو اور جس کی طرف رجوع کر سکو -

چنانچہ انہوں نے یزید بن حصین کو امارت کی پیشکش کی - وہ خوارج کے عبادت شعار بزرگوں میں سے تھا ، مگر اُس نے امارت قبول کرنے سے انکار کر دیا - پھر امارت علی بن ابی اوفی عبسی کو پیش کی گئی ، اس نے اسے قبول نہ کیا - آخر جب عبداللہ بن وہب راسبی کو پیشکش کی گئی تو اس نے کہا '' لائیے میں قبول کرتا ہوں ، مگر خدا کی قسم نہ میں اسے دنیا کی حرص کے باعث قبول کر رہا ہوں اور نہ موت سے بھاگ نکلنے کی خاطر ، میں اس لیے قبول کر رہا ہوں کہ مجھے اس سے (خدا کے یہاں) اجرِ عظیم کی توقع ہے '' ـ یہ کہہ کے اس

Marfat.com

نے ہاتھ نکالا اور سبھی نے بڑھ کر اس کی بیعت کر لی ۔ ازاں بعد اس نے کھڑے ہو کر انھیں مخاطب کیا ، حمد و ثنائے الٰہی بیان کی ، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و درود بھیجا اور کہا '' امّا بعد ! خدا نے ہم سے عہد و پیمان لیا تھا کہ ہم نیکی کا حکم دیں گے ، بدی سے روکیں گے ، سچ کہیں گے ، اور اُس کی راہ میں جہاد کریں گے ، اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۱ (جو لوگ راہ خدا سے بھٹک گئے وہ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے) ۔ اسی طرح خدائے عزّو جل کا ایک اور ارشاد ہے '' وَ مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ '' ۲ (اور جو لوگ خدا کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہیں دیتے وہی لوگ تو عہد شکن اور بے اصول ہیں) ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے ہمدین جو ہماری دعوت کے علمبردار ہیں انھوں نے ہوائے نفس کی پیروی کی ہے ، حکمِ قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے اور فیصلے (تحکیم) میں راہِ عدل سے عدول کیا ہے ۔ ان کے خلاف جہاد برحق ہے ۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے حضور چہرے جھک جاتے ہیں اور جس کی ہیبت سے نگاہیں لرزتی ہیں کہ اگر ان کے خلاف نبرد آزما ہونے کے معاملے میں میرا کوئی بھی معاون نہ ہؤا تو میں اکیلا لڑوں گا تاآنکہ شہید کی حیثیّت سے اپنے خدا کو جا ملوں ''۔

جب یہ کلمات عبداللہ بن سَخْبَرْ نے سنے جو اصحاب کلاہ۳ میں سے تھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ پڑا ، پھر کہنے لگا خدا ہلاک کر دے اس شخص کو جو اپنی ہڈیوں ، گوشت ، اور اعصاب کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کو خدا کے غیظ و غضب کے مقابلے میں آسان‌تر جانتا ہو ، ۔ بالخصوص ایسے موقع پر

۱- سورۂ ص آیت ۲۶

۲- سورۂ مائدہ آیت ۳۷

۳- صدرِ اسلام کے درویشوں کی ایک بڑی سی ٹوپی

Marfat.com

ان کو اُٹھائے پھرے جبکہ خدا اس سے ناراض ہے — آخر سوچنے کی کیا بات ہے ، تم تو محض خدا کی خوشنودی چاہتے ہو ۔ لہذا اے میرے بھائیوں اُن لوگوں سے نفرت کا اظہار کر کے جنھوں نے خدا کی نافرمانی کی ہے تم خدا کا تقرّب حاصل کرو ، اُن نافرمانوں کی طرف خروج کرو ، ان کے چہروں پر تلواریں مارو تاآنکہ سرھائے تسلیم خدا کے حضور خم ہو جائیں ، — خدا تمھیں ثواب سے نوازے گا ۔ اُس ثواب سے جو اطاعت گزاروں کے لیے ہے ، وہ اطاعت گزار جو خدا کے پسندیدہ امُور کے ضمن میں سرگرم عمل رھتے ھیں ، وہ لوگ جو اس کے حقوق کی حفاظت کرتے ھیں ، پھر اگر تم کامیاب ھو جاؤ تو مالِ غنیمت بھی ہے اور فتح بھی ، اور اگر تمھیں شکست سے دوچار ھونا پڑے تو جب بھی رضائے الٰہی اور جنت کی راہ پر گامزن ھونے سے برتر اور کیا شے ہے '' — اس کاروائی کے بعد اس روز کی مجلس ختم ہو گئی اور وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ۔

اگلے روز عبداللہ بن وھب راسبی اپنے چند ساتھیوں کو لیے شریح بن ابی اوفی عبسی کے پاس گیا جو خوارج کے اکابر میں سے تھا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا '' اما بعد ! ان دونوں حکموں نے جو فیصلہ صادر کیا ہے وہ احکامِ خداوندی کے خلاف ہے ۔ ھمارے جن بھائیوں نے تحکیم پر اظہارِ رضامندی کیا تھا وہ کفر کے مرتکب ھوئے تھے ۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنے دین کے معاملے میں آدمیوں کو حکم بنا دیا تھا ، ھم ان کی جمعیت سے نکل جانے کو ھیں — اس وقت ھم بھی اُن میں شامل تھے ۔ اب خدا کا شکر ہے کہ ھم حق پر ھیں اور اُن سے جدا ھو رہے ھیں '' ۔

اس پر شریح نے کہا '' اپنے ساتھیوں کو عذابِ خداوندی سے ڈراؤ ، اور انھیں اپنے خروج سے آگاہ کر دو ، — ازاں بعد ھمارے ھمراہ برکت الٰہی کے سائے میں کوچ کرو ، تاآنکہ ھم مدائن میں جا اتریں اور وھاں ٹھیر کر اپنے بصری بھائیوں کو پیغام بھیجیں کہ ھمارے پاس پہنچ جائیں اور ان کے ھاتھ ھمارے ھاتھوں کے معاون بن جائیں '' ۔

یزید بن حصین طائی نے کہا " اگر تم لوگ اپنی پوری جمعیت کے ساتھ خروج کروگے تو پالیے جاؤ گے ۔ لہذا اکا دکا نکلو اور پوشیدہ طور پر نکلو ، رہا مدائن تو وہاں راہ روک لینے والے موجود ہوں گے ، اس لیے باہم یہ طے کرو کہ نہروان کے پل پر پہنچ کے ڈیرہ ڈال دو اور وہاں سے اپنے بصری بھائیوں کو لکھو کہ تم سے اسی جگہ آن ملیں " ۔ سب نے کہا " یہ صحیح تجویز ہے " چنانچہ سب نے اس امر پر اظہارِ اتفاق کیا ، پھر سب نے اپنے اپنے رفقا کو عقوبت الٰہی کا خوف دلایا ۔ آخر سب اکیلے اکیلے نکل چلنے کو تیار ہو گئے ، ساتھ ہی اپنے اُن آدمیوں کی طرف جو بصرے میں تھے لکھ بھیجا " بسم اللہ الرحمن الرحیم ، عبداللہ بن وہب راسبی ، یزید بن حصین ، حرقوص بن زہیر اور شریح بن ابی اوفی کی جانب سے بصرے کے ہر صاحبِ ایمان مسلمان کے نام جس تک یہ خط پہنچے ۔ سلام علیکم ، ہم آپ لوگوں کے پاس حمد و ثنائے الٰہی (کا ہدیہ) ارسال کر رہے ہیں ، وہ خدا جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ، وہ خدا جس نے اپنا محبوب‌ترین بندہ اسے قرار دیا جو اس کی کتاب پر سب سے زیادہ عمل پیرا ہؤا ، جو اس کی اطاعت کی خاطر حق پر سب سے زیادہ ثابت‌قدم رہا اور جس نے اس کی رضاجوئی کی راہ میں سب سے زیادہ مشقت برداشت کی ، بےشک ان لوگوں نے جو ہماری دعوت کے علمبردار ہیں امر الٰہی میں بندوں کو حکم بنا دیا ہے ۔ پھر ان حکموں نے جو فیصلہ دیا ہے وہ کتاب الٰہی اور سنتِ نبوی کے مشمولات کے خلاف ہے ۔ لہذا وہ کفر کے مرتکب ہوئے اور سیدھی راہ سے منحرف ہو گئے ، اس لیے ہم نے بھی انہیں پرے پھینک دیا ہے ، خدا خیانت کاروں کو دوست نہیں بناتا ، اما بعد ! جان لو کہ ہم نہروان کے پل پر جمع ہو رہے ہیں ، لہذا ہماری طرف روانہ ہو پڑو ، خدا تم پر مہربان ہو ۔ روانہ ہو پڑو تاکہ اجر و ثواب میں اپنا حصہ وصول کر سکو ، تاکہ نیکی کا حکم دو اور بدی سے روکو ، ہمارا یہ خط ایک ایسے شخص کے بدست پہنچے گا جو تمہارے امانتدار بھائیوں میں سے ہے ، اُس سے جو چاہو پوچھ لو اور جو تمہاری رائے ہو لکھ بھیجو ،

Marfat.com

والسلام "۔

وہ خط انہوں نے عبداللہ بن سعد عبسی کے بدست روانہ کر دیا۔ سعد خط لے کر بصرے میں وارد ہؤا اور اپنے ساتھیوں کے سپرد کر دیا ۔ چنانچہ وہ لوگ جمع ہوئے ، خط پڑھا ، اور ان کی طرف جواب لکھ دیا کہ بس ہم ابھی آتے ہیں ۔

آخر یہ لوگ ایک ایک ، دو دو ، تین تین کر کے کوفے سے نکل کھڑے ہوئے ، یزید بن حصین ایک خچر پر سوار تھا ، جس کے پیچھے پیچھے ایک گھوڑا تھا ۔ زبان پر یہ آیت تھی "فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ، قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۔ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَى رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ[1] (چنانچہ موسیٰ اس شہر سے ڈرتا کانپتا نکل کھڑا ہؤا ، اس وقت وہ کہہ رہا تھا اے خدا مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے ، پھر جب اس کا رخ مدین کی طرف ہؤا تو کہا ممکن ہے اب خدا مجھے سیدھی راہ پر ڈال رہا ہو) "۔

بہر حال وہ چلتا چلتا ایک مقام پر جسے سیب کہتے تھے جا پہنچا ، وہاں اس کے پاس بہت سے ساتھی آن جمع ہوئے ، انھیں میں زید بن عدی رض بن حاتم بھی تھا ۔ چنانچہ عدی بن حاتم رض اپنے بیٹے کی تلاش میں مدائن تک گئے مگر اسے پا نہ سکے ، پھر عدی رض جا کے سعد بن مسعود ثقفی سے ملے ، جو مدائن کا حاکم تھا ، وہ فوراً چوکس ہو گیا ، اور لوگ اس کی حمایت پر کمربستہ ہو گئے ۔

عبداللہ بن وہب راسبی آدھی رات کو نکل کھڑا ہؤا ، اس کے رفقا اس کے گرد جمع تھے ، تعداد خاصی ہوگئی تھی ۔ یہ لوگ انبار کی راہ پر ہو لیے ، دریائے فرات کے بیچوں بیچ چلتے رہے ، آخر دیرالعاقول " کے مقابل اسے عبور کر لیا ۔ وہاں عبداللہ کی مٹھ بھیڑ عدی بن حاتم رض سے ہوئی جو کوفے واپس جا رہے تھے ۔ عبداللہ نے چاہا کہ عدی کو

۱۔ سورۂ قصص آیت ۲۱ ، ۲۲

گرفتار کر لے مگر عمرو بن نبہانی اور بشیر بن یزید بولانی نے جو خوارج کے سربراہوں میں سے تھے اسے منع کر دیا ۔ ادھر سعد بن مسعود نے اپنے بھائی مختار بن ابی عبید کو مدائن کی حکومت سونپ دی اور خود عبداللہ بن وھب اور ان کے ساتھیوں کے تعاقب میں روانہ ہو پڑا ، اور انھیں کرخ بغداد کے قریب غروب آفتاب کے وقت جا لیا ، ۔ سعد کے ھمراہ پانچ سو سوار تھے ، خوارج تیس افراد پر مشتمل تھے ۔ کوئی گھنٹہ بھر تو یہ لوگ ایک دوسرے پر نیزے تانے رہے ، آخر سعد کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا "اے امیر ! آپ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کا ارادہ کیونکر کر رہے ھیں ۔ اس ضمن میں آپ کے پاس کوئی حکم تو آیا نہیں ۔ آپ ان سے کوئی تعرض نہ کریں اور ماجرا ان کا امیرالمومنین کی خدمت میں تحریر کر بھیجیں" ۔ چنانچہ سعد چلا گیا ، اور خوارج سے کوئی تعرض نہ کیا ۔

عبداللہ بن وھب چلتا چلتا بغداد کے پاس سے گزرا اور وھاں کے زمینداروں کو کشتیوں کا بندوبست کرنے پر مجبور کیا ۔ اُن دنوں ابھی بغداد تعمیر نہ ھؤا تھا ، بہر حال کشتیوں کا بندوبست کر دیا گیا اور وہ دریا کو عبور کر کے علاقۂ جوخی کی جانب نکل گیا ، پھر وھاں سے بھی کوچ کیا تاآنکہ اُس کے ساتھی اس سے بمقام نہروان آن ملے ، اسی طرح بصرے سے بھی ان کے ھمخیال افراد ان کے پاس پہنچ گئے ، تعداد ان کی پانچ سو مرد تھی ۔

جنگ خوارج[1]

اُن دنوں بصرے کے گورنر عبداللہ بن عباسؓ تھے ۔ وہ ان لوگوں کی بغاوت سے آگاہ ھوئے تو ان کے تعاقب میں ابوالاسود دئلی کو ایک ھزار سوار دے کر روانہ کر دیا ۔ ابوالاسود نے انھیں تستر کے پل پر جا لیا ، مگر رات فریقین کے مابین حائل ھو گئی اور خوارج ابوالاسود کے ھاتھ سے نکل گئے ۔ تمام راستہ اُن کا طریقہ یہ رہا کہ جو بھی ملتا

۱- یہ واقع ۳۹ھ سے تعلق رکھتا ھے ۔

اُس سے کہتے "ہر دو حکموں کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟" اگر وہ ان سے اپنی بریت کا اظہار کرتا تو چھوڑ دیتے ـ بریت سے انکار کرتا تو قتل کر دیتے۔

یہ لوگ چلتے چلتے دریائے دجلہ تک پہنچ گئے اور اُسے صریفین کی جانب سے عبور کر کے نہروان میں جا وارد ہوئے، اس پر حضرت علی رضؓ نے ان کو خط لکھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم، خدا کے بندے علی امیرالمومنین کی طرف سے عبداللہ بن وھب راسبی، یزید بن حصین اور ان کے رفقا کے نام۔ سلام علیکم، بےشک جن دو آدمیوں کو ھم نے حکم کے طور پر چنا تھا انھوں نے کتاب الٰہی کی خلاف ورزی کی اور اپنی ھوس کی راہ پر گامزن ھوئے، ایسی راہ جس کی ھدایت خدا نے نہ کی تھی، ظاھر ہے کہ جب وہ سنت کے مطابق عمل پیرا نہ ھوئے اور احکامِ قرآن کے موافق فیصلہ نہ دیا تو ھم نے ان کے فیصلے سے بریت کا اظہار کر دیا، لہذا اب پھر ھم نے اپنا سابق موقف اختیار کر لیا ہے۔ اس امر کے پیش‌نظر تم میرے پاس چلے آؤ۔ خدا تم پر رحم کرے، ھم لوگ اپنے اور آپ کے دشمن کی جانب کوچ کر رہے ھیں، اس کے خلاف از سر نو جنگ شروع کر دیں گے تاآنکہ خدا ھمارے اور ان کے مابین فیصلہ کر دے، وھی بہترین حکم ہے"۔

جب خوارج کے پاس حضرت علی رضؓ کا خط پہنچا تو انھوں نے جواباً تحریر کیا "اما بعد! آپ کا یہ پیچ وتاب خدا کی خاطر نہیں اپنی ذات کے لیے ہے۔ اگر آپ اپنی ذات کے خلاف یہ شہادت دیں کہ آپ نے حکم مقرر کر کے ارتکابِ کفر کیا تھا اور از سرِ نو توبہ کریں اور ایمان لائیں تو پھر ھم آپ کی اس خواھش پر کہ آپ کی طرف لوٹ آئیں غور کریں گے، بصورت دیگر ھم آپ سے بھی اُتنے ھی لاتعلق ھیں جتنے حکموں سے، خدا خیانت‌کاروں کے حیلوں کو راہِ راست پر نہیں لگاتا"۔

جب حضرت علی رضؓ نے خوارج کا خط پڑھا تو اُن کی طرف سے مایوس ھو گئے، بہتر یہی جانا کہ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں اور شام

Marfat.com

کی راہ لیں تاکہ امیر معاویہؓ سے دوبارہ جنگ شروع کر دیں ۔ اس خیال سے لوگوں کو همراہ لے کر نکلے اور نُخیلہ میں جا پڑاؤ کیا ۔ وهاں اپنے ساتھیوں سے خطاب کیا اور کہا '' اهلِ شام پر حملہ کرنے کی خاطر پوری طرح تیار ہو جاؤ ، میں اپنے تمام بھائیوں کے نام پیغام بھیج رہا ہوں کہ وہ یہاں آپ کے پاس چلے آئیں ۔ جب وہ آ جائیں گے تو ہم چل دیں گے ، انشاءاللہ ''

انھوں نے اپنے جملہ عاملوں (گورنروں) کے نام خط لکھے کہ وہ اپنی اپنی عملداری میں قائم مقام مقرر کر کے خود ان کے پاس پہنچ جائیں ۔ اسی طرح ابن عباس کے نام لکھا '' اما بعد ! ہم نے نخیلہ میں پڑاؤ کیا ہے ، پکا ارادہ ہے کہ ہم اپنے شامی دشمن پر چڑھائی کریں ، لہذا آپ میرا خط ملتے ہی اپنے محروسہ علاقے کی جمعیت سمیت یہاں پہنچ جائیں ، والسلام ''۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خط ملا تو وہ بصرے کے سواروں کو لے کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گئے ، اس لشکر کی تعداد کوئی سات ہزار افراد پر مشتمل تھی ۔ جب وہ کوچ کے لیے بالکل تیار ہو گئے تو خوارج کے بارے میں تشویشناک خبریں آنے لگیں ۔ یہ خبر بھی آئی کہ انھوں نے عبداللہ بن خباب اور ان کی بیوی کو تہ تیغ کر دیا ہے ۔ یہ یوں ہؤا کہ اُن دونوں کا خوارج سے آمنا سامنا ہو گیا ۔ خوارج نے ان سے پوچھا '' کیا تم دونوں ان دو حکموں کے تقرر پر رضامند تھے ''۔ دونوں بولے '' ہاں ''۔ یہ سنتے ہی انھوں نے میاں بیوی دونوں کو قتل کر دیا ۔ اسی طرح انھوں نے صیداویہ کو مار ڈالا تھا ، یہی نہیں بلکہ وہ راہیں روک کر لوگوں کو تہ تیغ کرنے لگ پڑے تھے ، ۔ جب یہ اطلاعات ملیں تو حضرت علیؓ نے حارث بن مرہ فقعسی[۸] کو بھیجا کہ ان کے احوال معلوم کر کے بتائیں مگر خوارج نے انھیں بھی پکڑ کر ہلاک کر دیا ۔

جب یہ اطلاع آئی تو اہلِ لشکر حضرت علیؓ کے گرد جمع ہو گئے اور کہا '' اے امیرالمومنین آپ ان لوگوں کو ان کی بے راہ روی کے

Marfat.com

عالم میں چھوڑ کے کیونکر چلے جا رہے ھیں ، وہ تو ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کیے ھوئے ھیں ، انھیں جو ملے اسے حوالۂ تیغ کر ڈالتے ھیں ـ آپ لشکر سمیت پہلے ان کی طرف کوچ کریں اور انھیں جماعت و اطاعت کی طرف (لوٹ آنے کی) دعوت دیں ، اگر وہ تائب ھوں اور دعوت قبول کر لیں تو ظاھر ھے کہ خدا توبہ کر لینے والوں کا دوست ھے اگر وہ انکار کریں تو پھر انھیں جنگ کی کھلی چھٹی دے دیں ، اور جب آپ امت کو ان کے خوف سے نجات دلا چکیں تو پھر بے شک شام کی طرف روانہ ھو پڑیں ''۔

غرضیکہ حضرت علیؓ نے لشکر میں کوچ کی منادی کرا دی ، اور پھر منزلیں مارتے ھوئے نہرواں میں خوارج کے سر پر جا پہنچے ، ان کے قریب ھی پڑاؤ کیا اور حضرت قیس بن سعد بن عبادہؓ اور حضرت ابوایوبؓ انصاری کو ان کے پاس روانہ کر دیا ـ وہ دونوں ان کے یہاں گئے اور کہا '' خدا کے بندو تم بڑے سنگین جرم کا ارتکاب کر رہے ھو ، لوگوں کو ان کی راہ روک کے قتل کیے جا رہے ھو ھم پر شرک کی شہادت دے رہے ھو ـ شرک تو ظلم عظیم ھے ''۔

عبداللہ بن شجرہ نے جواب دیا '' تم دونوں ھمارے معاملات میں دخل مت دو ، حق ھماری نگاھوں پر صبح کی طرح روشن ھو گیا ھے ـ لہذا ھم نہ تمھاری پیروی ھی کریں گے ، نہ تمھاری جانب لوٹ کر آئیں گے ، ھاں اگر ممکن ھو تو عمر بن خطاب کا کوئی مثیل پیش کرو ''۔

قیس بن سعد نے جواب دیا '' ھم تو اپنے مابین محض علی بن ابی طالب کو جانتے ھیں (کہ وہ عمر بن خطاب کے مثیل ھیں) کیا تم انھیں ایسا نہیں جانتے '' ـ بولا '' نہیں '' ـ اس پر قیس بن سعد نے کہا '' میں تمھاری ھی جانوں کے بارے میں خدا کا واسطہ دے کر کہہ رھا ھوں کہ اپنی جانیں ھلاک نہ کرو ، میں دیکھتا ھوں کہ فتنہ تمھارے دلوں کی گہرائیوں میں جا گھسا ھے ''۔

قیس بن سعد کے بعد حضرت ابوایوب نے کہا '' ھم تمھیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتے ھیں کہ کیا تم اس خوف سے کہ ھم مستقبل

Marfat.com

میں کوئی ایسی ویسی بات کر گزریں گے فتنۂ عام کی آگ کو جلد از جلد ہوا دینا چاہتے ہو؟" ۔ خوارج بولے "بس، بس، تم دونوں ہمارے معاملے میں دخل مت دو، ہم نے تم سب سے یکساں قطع تعلق کر لیا ہے"۔ چنانچہ وہ دونوں بزرگ حضرت علیؓ کے پاس لوٹ گئے اور ماجرا کہہ سنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علیؓ ان سے کچھ کہنے کو اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں پکارا اس طرح کہ وہ سن رہے تھے "اے وہ ٹولی جسے محض ضد نے پیدا کیا اور خودسری نے راہِ حق سے ہٹا دیا اور وہ شبہ و خطا میں مبتلا ہو گئی، تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ اگر تم بے راہ روی میں بڑھتے چلے گئے تو چاروں شانے چت پڑے پائے جاؤ گے۔ نہ تمہیں خدا کی طرف سے کوئی دلیل حاصل ہے نہ برہان، کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے دونوں حکموں پر شرط عائد کی تھی کہ فیصلہ کتاب الٰہی کے احکام کے مطابق کریں؟ میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ یہ لوگ تحکیم کا مطالبہ از رہِ مکر کر رہے ہیں، مگر جب تم اڑ گئے اور تحکیم کے سوا کسی اور بات پر رضامند نہ ہوئے تو میں نے یہ شرط عائد کر دی کہ دونوں اس شے کو زندہ کریں گے جسے قرآن زندہ کرتا ہے اور اس شے کو ماریں گے جسے قرآن مار دیتا ہے، مگر دونوں حکموں نے قرآن و سنت کی مخالفت کی، اور ہوس کے اشارے پر عمل پیرا ہوئے۔ اس لیے ہم نے ان کا حکم رد کر دیا، اور اپنے پہلے موقف پر لوٹ آئے، ـــ مگر تمہارا دخل ہی کیا ہے، تم کہاں سے آن ٹپکے ہو؟"

خوارج نے جواب دیا "جب ہم نے حکموں کے حق میں اظہارِ رضامندی کیا تھا تو ہم کفر کے مرتکب ہوئے تھے، چنانچہ ہم نے خدا کے حضور اپنے عمل سے توبہ کر لی ہے۔ اگر تم بھی اسی طرح توبہ کر لو جیسے ہم نے کی ہے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں، بصورتِ دیگر جنگ کی کھلی چھٹی ہے ہم آپ سے یکساں طور پر لاتعلق ہیں" ـــ

اس پر حضرت علیؓ نے ان سے کہا "دنیا میں اپنی ذات کے بارے

Marfat.com

میں کفر کی شہادت دوں ؟ ، اگر میں ایسا کروں گا تو بہت بڑی گمراھی میں پڑوں گا اور ھرگز اھلِ ہدایت میں سے نہ ھوں گا '' ۔ مزیدبرآں یہ کہا '' تم میں سے کوئی ایک شخص جسے تم پسند کرو میرے پاس آ جائے تاکہ میں اس سے اور وہ مجھ سے بات کر لے ۔ اگر از روئے دلیل مجھ پر واجب آیا تو میں تمہارے روبرو اقرار اور خدا کے حضور توبہ کر لوں گا ، اور اگر یہ بات تم پر واجب آئے تو پھر ڈرو اس خدا سے جس کی طرف تمھیں واپس جانا ھے '' ۔ اس پر خوارج نے عبداللہ بن کوّاء سے جو ان کے اکابر میں سے تھا کہا '' جائیے اور علی سے تبادلۂ خیال کیجیے '' ۔ چنانچہ عبداللہ بن کواء حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گیا ، حضرت علیؓ نے کہا '' کیا تم لوگ مان گئے '' ؟

بولے '' ہاں ''۔

حضرت علیؓ نے کہا، '' اے خدا گواہ رھنا ، تیرے ھوتے کسی اور گواہ کی ضرورت نہیں '' ۔ اس کے بعد ابن کواء سے مخاطب ھوئے '' اے ابن کواء ! تم لوگ مجھ سے کس بنا پر بگڑ گئے ؟ تم لوگ تو میری خلافت پر اظہارِ رضامندی کر چکے تھے ، میرے ساتھ شاملِ جہاد تھے ، میری اطاعت کا دم بھرتے تھے ، اگر علحیدگی ھی اختیار کرنا تھی تو تم نے جنگ جمل کے روز کیوں نہ کی ؟ ''

ابن کواء نے جواب دیا '' اُس موقع پر تحکیم ظہور میں نہ آئی تھی ''۔

حضرت علیؓ نے پوچھا '' اے ابن کواء میں زیادہ ہدایت‌یافتہ ھوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''۔

ابن کواء نے جواب دیا '' رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ ہدایت‌یافتہ تھے '' ۔

حضرت علیؓ نے کہا '' کیا تم نے خدا کا یہ ارشاد سنا ھے '' فَقُلْ تَعَالَوا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَکُمْ ۔ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَکُمْ ، وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ[۱] ۔۔۔ (پس تو کہ

۱۔ سورۂ آل عمران آیت ۶۱ ،

Marfat.com

دے کہ آؤ بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی، اپنی جانوں کو بھی اور تمہاری جانوں کو بھی ــ) تو کیا خدا کو کافروں کے جھوٹے ہونے میں شک تھا"؟

ابن کوّاء بولا "یہ تو ان کے (کفار) خلاف حجّت تھی، مگر حکموں کے حق میں اظہار رضامندی کر کے آپ نے خود اپنے بارے میں شک کیا، لہذا ہمیں تو اور بھی زیادہ حق پہنچتا ہے کہ آپ پر شک کریں"۔

حضرت علیؓ نے کہا "بے شک خدائے تعالیٰ کا قول ہے 'فأتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدَ الله، هُوَ اَهْدَى مِنْهُمَا اَتَّبِعْهُ'، ــ (تو پھر خدا کے یہاں سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ راہِ ہدایت کی طرف رہنمائی کرتی ہو ــ میں اس کا اتّباع کر لُوں گا)"۔

ابن کوّاء نے کہا "یہ بھی تو اسی طرح خدا کی طرف سے ان کے (کفار) خلاف حُجّت ہے"

غرضیکہ حضرت علیؓ اور ابن کوّاء ان اور اسی طرح کی دوسری دلیلوں کی روشنی میں بحث کرتے رہے۔ آخر ابن کوّاء کہنے لگا "آپ ہر بات میں جو آپ کہتے ہیں سچے ہیں مگر جب دو حکموں کا تقرر منظور کیا تو یقیناً ارتکابِ کفر کیا"

حضرت علیؓ نے جواب دیا "حد ہے ابن کواء! میں نے تو اکیلے ابوموسیٰ کو حکم بنایا تھا۔ عمرو کو تو معاویہؓ نے مقرر کیا تھا"

ابن کواء نے کہا "ابوموسیٰ تو کافر ہو گیا"۔

حضرت علیؓ بولے "حد ہے، وہ کب کافر ہو گیا؟ ــ جب میں نے اسے مقرر کر کے بھیجا تھا یا جب اس نے فیصلہ دیا؟"

ابن کواء نے جواب دیا "اُس وقت جس وقت اُس نے فیصلہ دیا؟"

Marfat.com

حضرت علیؓ نے کہا ” تم نہیں دیکھتے کہ میں نے اسے مسلمان بھیجا تھا ـــ گویا تمہارے قول کے مطابق وہ میرے مقرر کر کے بھیجنے کے بعد کافر ہؤا ـــ کیا خیال ہے اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد مسلمان کو کسی کافر گروہ کی طرف روانہ کرتے کہ وہ ان لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور وہ جا کر اللہ کے بجائے کسی اور کی طرف بلانے لگ پڑتا تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی الزام آتا ؟ “

ابن کوّاء نے جواب دیا ” نہیں “۔

حضرت علیؓ نے کہا ” حد ہے، پھر تم یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ اگر ابوموسیٰ گمراہ ہوئے تو میں کیسے موردِ الزام پڑا ـــ اور پھر کیا تمہارے لیے جائز ہے کہ غلطی ابوموسیٰ کی ہو اور تم تلواریں کاندھے پر رکھ کر چل کھڑے ہو اور جو ملے اُسے تہ تیغ کر دو “۔

جب خوارج کے سربراہوں نے یہ بات سنی تو ابن کواء سے کہا ” تم واپس آ جاؤ اس شخص کے ساتھ مزید تبادلۂ خیال نہ کرو “۔

ابن کوّاء اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔ بہر حال یہ قوم راہِ سرکشی میں بڑھتی ہی چلی گئی۔

اب حضرت علیؓ نے لشکر میں منادی کرا دی کہ اسلحۂ جنگ پہن لیا جائے ـــ پھر انھوں نے سپاہ کی تنظیم کی، میمنہ پر حضرت حُجر بن عدی کو، میسرہ پر شَبَث بن ربعی کو اور رسالے پر حضرت ابوایوب انصاری کو اور پیادوں کی قیادت پر ابوقتادہ کو مقرر کر دیا۔

اسی طرح خوارج بھی جنگ کے لیے تیار ہو گئے، انھوں نے میمنہ پر یزید بن حصین کو، میسرہ پر شریح بن ابی اوفی عبسی کو ـــ جو خوارج کے پاکباز ترین اصحاب میں سے تھا ـــ پیادوں پر حرقوص بن زهیر کو اور پورے رسالے پر عبداللہ بن وهب کو مقرر کر دیا۔

پھر حضرت علیؓ نے اپنا علم بلند کیا جس کے تحت دو هزار اشخاص جمع ہو گئے، ساتھ ہی للکار کر کہا ” جو شخص اس جھنڈے

Marfat.com

کے نیچے پناہ گزین ہؤا وہ مامون ہے "

جب دونوں لشکر آمنے سامنے آن کھڑے ہوئے تو فَروَہ بن نوفل اشجعی جو خوارج کے رؤسا میں سے تھا اپنے رفقا سے کہنے لگا " اے میری قوم خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہ ہم علیؓ سے کس بات پر لڑ رہے ہیں ، حق یہ ہے کہ علیؓ کو مار ڈالنے کے معاملے میں ہمارے پاس کوئی دلیل اور واضح سبب موجود نہیں ، اے میری قوم کے لوگو ! ہمارے ساتھ لوٹ چلو ، تاآنکہ ہم پر از روئے عقل حتماً واضح ہو جائے کہ ہم علیؓ سے جنگ کریں یا اس کا اتباع کریں "۔

غرضیکہ وہ اپنے اصحاب کو ان کے موقف پر چھوڑ کر پانصد اشخاص کی معیّت میں رخصت ہو گیا ، اور بندنیجین میں جا پہنچا ۔ ایک گروہ اور بھی خوارج کا ساتھ چھوڑ کر کوفے میں جا وارد ہؤا ، ان میں سے دیگر ایک ہزار افراد نے حضرت علیؓ کے جھنڈے تلے پناہ لے لی ، نتیجہ یہ ہؤا کہ عبداللہ بن وہب کے ساتھ چار ہزار سے بھی کم آدمی رہ گئے ۔

حضرت علیؓ نے اپنی جمعیت سے کہا " جب تک یہ لوگ پہل نہ کریں تم جنگ نہ چھیڑنا "۔ اس پر خوارج نے نعرہ بلند کیا لَا الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ " (حکم فقط خدا کا ہے ، خواہ یہ بات مشرکوں کو ناگوار ہی گزرے ") ۔ اور پھر حضرت علیؓ کے ساتھیوں پر شخصِ واحد کی طرح ٹوٹ پڑے ۔ اُن کا حملہ اتنا شدید تھا کہ حضرت علیؓ کے سواروں کے قدم اکھڑ گئے ، ۔ اور خود خوارج بھی دو گروہوں میں بٹ گئے ، ایک گروہ نے میمنہ کا رخ کیا ، دوسرے نے میسرہ کا ۔ اس پر حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے یورش کی ، ان کے ایک ساتھی قیس بن معاویہ بُرجُمی نے شریح بن ابی اَوفٰی پر حملہ کیا اور اس کی پنڈلی کاٹ کر رکھ دی ، مگر وہ ایک ہی ٹانگ کے بل پر لڑتا رہا ، ساتھ ہی کہتا رہا " جوان گھبرو اونٹ رسے میں جکڑا ہؤا بھی اپنی اونٹنی کی مدافعت کرتا رہتا ہے "۔

Marfat.com

ـ آخر قیس بن سعد نے اس پر وار کیا اور مار ڈالا ـ ہوتے ہوتے خوارج کا سارے کا سارا لشکر موت کی نیند سلا دیا گیا ـ

کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ جن خوارج میں کوئی رمق باقی ہے انہیں ان کے اعزہ کے پاس پہنچا دیا جائے، یہ بھی حکم دیا کہ ان کے معسکر میں جس قدر اسلحہ اور مویشی ہیں سب پر قبضہ کر لیا جائے ـ جب وہ سب کچھ پیش کیا گیا تو آپ نے اسے اپنے لشکر میں بانٹ دیا ـ اسلحہ اور مویشی کے سوا جو کچھ تھا وہ خوارج کے وارثوں کو دے دیا گیا ـ

اب جب حضرت علیؓ نے نہروان سے واپسی کی ٹھانی تو اپنے اصحاب کو خطاب کیا اور کہا "اے لوگو! خدا نے آپ کو دین سے منحرف ہو جانے والوں پر فتح عطا کی ہے اب جلد از جلد ستم شعاروں یعنی اہل شام کا رخ کرو" ـ اس پر ان کی جمعیت کے بہت سے افراد اٹھ کھڑے ہوئے، جن میں اشعث بن قیس بھی تھا اور کہا "اے امیرالمومنین ہمارے تیر کھپ چکے ہیں، تلواریں کند ہو چکی ہیں، نیزوں کی نوکیں جھڑ گئیں ہیں، ـ ہمیں ہمارے شہر کی طرف واپس لے چلیں، تاکہ ہم بہتر اسلحہ سے لیس ہو سکیں"

غرضیکہ حضرت علیؓ نے اپنے رفقا کے ساتھ نُخیلہ میں جا پڑاؤ کیا ـ وہاں یہ لشکر کئی روز تک پڑا رہا، لوگ آہستہ آہستہ کوفے کی جانب کھسکنے لگے، اور حضرت علی کے ہمراہ ایک ہزار سرداروں کے سوا کوئی باقی نہ رہ گیا، جب یہ دیکھا تو آپ نے بھی کوفے میں جا کے اقامت اختیار کر لی ـ فروہ بن نوفل نے اپنے رفقا سمیت حلوان کی راہ لی اور وہاں کا خراج وصول کر کر کے اپنے ساتھیوں میں بانٹنا شروع کر دیا ـ

حضرت علی بن ابی طالب کے آخری ایام

کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ نے دیکھا کہ ان کے کُو[...] اصحاب ان کے ہمراہ چلنے اور اہل شام سے لڑنے کے معاملے م[...]

Marfat.com

بے دلی کا اظہار کر رہے ہیں، نیز جب انھیں یہ خبر ملی کہ معاویہ رض کے سوار انبار تک آ پہنچے ہیں اور انھوں نے وہاں حضرت علی رض کی چوکی کے سپاہیوں کو قتل کر کے چوکی کو لوٹ لیا ہے تو انھوں نے ایک خط لکھا اور ایک شخص کو دے کر ہدایت کی کہ جمعہ کے روز جب لوگ نماز سے فارغ ہو چکیں تو انھیں پڑھ کر سنا دینا۔ خط کا متن یہ تھا ــ

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــ خدا کے بندے علی امیرالمومنین کی طرف سے اُن کے کوفی حامیوں کے نام، سلام علیکم: امّا بعد! بےشک جہاد جنت کا دروازہ ہے، جس نے جہاد ترک کر دیا خدا نے اس کو ذلت کی پوشاک پہنا دی اور اس پر پستی مسلط کر دی، اور ان پر ذلت و توہین مستولی کر دی۔ میں نے اُس قوم کے خلاف دعوت جہاد دی، صبح کو بھی اور شام کو بھی، رازدارانہ بھی اور کھلے بندوں بھی، ــ میں نے تم سے یہ کہا کہ اُن لوگوں سے لڑ جاؤ قبل اس کے کہ وہ تم سے آ کے لڑیں، وہ قوم ذلیل ہو جاتی ہے جس کے دشمن اس سے اس کے صحن خانہ میں آ کے جنگ کریں، اُس قوم کے دشمن تیز ہو جاتے ہیں ــ وہ دیکھو برادرِ بنو عامر انبار تک آن پہنچا ہے۔ اس نے ابنِ حسان البکری کو قتل کر کے تمھاری چوکی کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا ہے، وہ تمھارے بہت سے نیکوکار افراد کو تہ تیغ کر چکا ہے ــ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ مسلمان عورت کے گھر میں بھی گھسے اور ذمی عورت کے گھر میں بھی اور اس کے پاؤں سے پازیب کھینچ لی، گلے سے ہار اتار لیے اور مالا مال ہو کر لوٹ گئے، حملہ آوروں میں سے کسی شخص کو بھی خراش تک نہ آئی۔ اگر کوئی شخص اس امر پر ملول ہو کر چل بسے تو میں اسے لائقِ ملامت قرار نہیں دوں گا۔ متوقع یہی تھا۔ کتنی حیرت‌ناک ہے وہ بات جو دلوں کو مار دے، تردد کو اڑا لے جائے، اور اس قوم کے جھوٹے اقدامات پر بھی اس کے اجتماعی ولولوں کو بھڑکا دے، دوسری طرف تم حق پر ہوتے ہوئے بھی تتر بتر ہو، ستیاناس ہو تمھارا۔ تم کبھی

Marfat.com

کے نہ رہو ، تم دشمنوں کا ہدف بن کر رہ گئے ہو ، تم پر تیر چلائے جا رہے ہیں مگر جواباً تم تیر نہیں چلاتے ، تم پر غارت ڈالی جا رہی ہے مگر تم غارت نہیں ڈالتے ، فرمانِ خدا سے روگردانی ہو رہی ہے مگر تم خوش ہو رہے ہو ۔ جب میں موسم سرما میں کوچ کے لیے کہتا ہوں تو تم جواب دیتے ہو کہ کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہے کیسے کوچ کریں ، اور جب میں موسم گرما میں کوچ کے لیے کہتا ہوں تو تم فریاد کر اٹھتے ہو کہ گرمی کی حدت ذرا کم ہو لینے دیں ، — یہ سب کچھ موت سے فرار ہے ۔ اگر تم سردی کی شدت سے فرار چاہتے ہو تو شمشیر سے اور بھی زیادہ گریزاں ہو ۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ، تم گرمی یا سردی سے نہیں بلکہ شمشیر سے جی چراتے ہو ۔ اے مرد نما نامردو ! ، اے بچوں کی دانش اور پردہ نشین عورتوں کی عقل والو ! بخدا میں چاہتا ہوں اے کاش میں نے تمھیں جانا اور پہچانا نہ ہوتا ۔ خدا کی قسم تم نے میرا سینہ غم و غصہ سے پر کر دیا ہے ۔ تم نے میری آتی اور جاتی سانس کو میرے لیے تلخ ترین جرعے بنا دیا ہے ۔ تم نے نافرمانی اور کنارہ کشی سے خود میری دانش کو میری ہی نظروں میں پراگندہ کر دیا ہے ۔ یہاں تک کہ قریش کہنے لگے ہیں " علی بن ابی طالب آدمی تو شجاع ہے مگر آدابِ جنگ سے ناواقف ہے "۔ میں انہیں ان کے باپ کے نام پر خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا اُن میں کوئی ایک بھی ہے جس نے جنگ کی سختیاں مجھ سے زیادہ جھیلی ہوں ، اور مجھ سے زیادہ عرصے تک مشقّت اٹھائی ہو ، — میں نے اُس وقت جنگ میں حصہ لینا شروع کیا تھا جب ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا ، اور آج میری عمر ساٹھ سال کی ہو رہی ہے — بات یہ نہیں ، بات یہ ہے کہ جس کا حکم نہ مانا جائے اس کی دانش کیا اور رائے کیا " ؟

یہ سنا تو لوگ ہر طرف سے آ کر ان کے گرد جمع ہو گئے ، اور بولے چلیے ہمارے ساتھ ، خدا کی قسم فقط وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جو جان کو بہت ہی عزیز جانتے ہیں " — یہ دیکھ کر حضرت

علیؓ نے حارث ہمدانی کو لشکر میں یہ اعلان کر دینے کا حکم دیا کہ کل صبح سویرے سبھی لوگ مقام رحبہ میں موجود ہوں ، وہی لوگ آئیں جن کی نیت صادق ہو "۔

اگلے روز حضرت علیؓ نے اٹھ کے نماز پڑھائی اور رحبہ کی طرف چل دیے ، مگر وہاں تقریباً تین صد آدمیوں کے سوا اور کسی کو نہ پایا ، لہذا فرمایا " اگر یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو جاتے تو میں جانتا کہ ان پر میری بات کا اثر ہوتا ہے "۔

بہر حال حضرت علیؓ وہاں دو روز مقیم رہے ، ان کا غم پدید تھا اور کرب شدید ۔ آخر حضرت حجر بن عدی اور سعید بن قیس ہمدانی ان کے پاس گئے اور عرض کیا " آپ اعلان کرا دیں کہ ہر ایک کو جبراً کوچ کرنا ہو گا ، جو پیچھے رہ جائے گا اُسے سزا دی جائے گی "۔ چنانچہ آپ کے حکم سے منّاد نے منادی کر دی کہ کوئی پیچھے نہ رہے ۔ ساتھ ہی حضرت علیؓ نے معقل بن قیسؓ کو حکم دیا کہ وہ گرد و نواح میں گھومیں پھریں اور جو لشکری ملے اسے ہانک لائیں ، کسی کو مت چھوڑیں ، ۔ مگر معقل واپس اس وقت آئے جب حضرت علیؓ کو شہید کیا جا چکا تھا ۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب کی شہادت

کہتے ہیں کہ جس سال حضرت علیؓ شہید ہوئے اس سال حج کے موقع پر عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی ، نزال بن عامر اور عبداللہ بن مالک صیداوی اکٹھے ہوئے ۔ یہ جنگ نہروان کے چند ماہ بعد کا واقعہ ہے ۔ باتوں باتوں میں ان لڑائیوں کے باعث لوگوں کا جو حال ہو رہا تھا اس کا ذکر بھی چلا ۔ لہذا ایک نے دوسرے سے کہا " آرام اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک ان تینوں افراد یعنی علیؓ بن ابی طالب معاویہؓ بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص کو قتل نہ کر دیا جائے "۔

اس پر ابن ملجم نے کہا " علیؓ کا قتل میرے ذمّے "۔

نزال نے کہا " معاویہ کا قتل میرے ذمّے "۔
عبداللہ نے کہا " عمرو کا قتل میرے ذمّے "۔
اور پھر ایک شب مقرر کر دی جس میں تینوں کو ٹھکانے لگا دینا قرار پایا۔

عبدالرحمان ابن ملجم اٹھا اور کوفے میں جا ٹھہرا۔ وہاں قطام سے اس کی بیٹی رباب کا رشتہ مانگا۔ قطام خوارج کی ہمخیال تھی۔ اس کا باپ، بھائی اور چچا حضرت علیؓ کے ہاتھوں جنگ نہروان میں سارے جا چکے تھے چنانچہ قطام نے ابن ملجم سے کہا " میں بیٹی تم سے بیاہ دوں گی مگر مہر کی شرائط یہ ہوں گی (۱) تین ہزار درہم (۲) ایک غلام (۳) ایک باندی اور (۴) قتل علیؓ ابن ابی طالب"۔

عبدالرحمان نے یہ شرطیں مان لیں اور رباب سے بیاہ رچا لیا۔

ابن ملجم کا معمول تھا کہ بنو تیشم رباب کی محفل میں نماز صبح سے لے کر خاصے دن چڑھے تک بیٹھا رہتا۔ لوگ بے تحاشا باتیں کرتے رہتے تھے مگر وہ چپ سادھے رہتا، ایک لفظ بھی نہ کہتا اس لیے کہ اس کی ساری توجہ قتل علیؓ کی جانب مبذول تھی۔

ایک روز تلوار لگائے بازار کی طرف نکلا۔ ایک جنازہ پاس سے گزرا۔ جس کی مشایعت اکابر عرب کر رہے تھے، پادری بھی ساتھ ساتھ انجیل پڑھتے جا رہے تھے۔ اس نے کہا " حد ہو گئی ہے لوگو، یہ کیا ہے "۔ اسے بتایا گیا کہ اَبجر بن جابر عجلی ہے جس نے نصرانی کی حیثیت سے وفات پائی ہے۔ اس کا فرزند حجّار بن ابجر بنو بکر بن وائل کا سردار ہے لہذا اس کے بیٹے کی سرداری کے لحاظ سے قوم کے بڑے بڑے رئیس جنازے کے پیچھے پیچھے چل کھڑے ہوئے ہیں۔ نصاری اس لیے ساتھ ہیں کہ وہ ان کا ہمکیش تھا۔ اس پر وہ کہنے لگا "خدا کی قسم اگر میں نے اپنے آپ کو ایک اور کام کے لیے جو خدا کے نزدیک اس سے بہت زیادہ عظیم ہے وقف نہ کر رکھا ہوتا تو ان لوگوں کا سامنا تلوار کے ساتھ کرتا "۔

جب وہ دن غروب ہو گیا اور رات پڑ گئی تو اس نے وہ تلوار

Marfat.com

لگائی جسے وہ زہر پلا چکا تھا اور منہ اندھیرے اٹھ کے حضرت علیؓ کے انتظار میں بیٹھ گیا تاکہ جب وہ نماز فجر کی خاطر مسجد کی جانب جائیں تو اس کے پاس سے گزریں ۔ وہ اسی طرح بیٹھا تھا کہ حضرت علیؓ چلے آئے ۔ وہ آواز دیتے آ رہے تھے '' اے لوگو نماز ''۔ اب وہ اٹھا اور ان کے سر پر تلوار دے ماری ۔ تلوار کا ایک سرا دیوار کے ساتھ ٹکرا گیا اور اس میں خراش ڈال دی اور خود دہشت زدہ ہو کر منہ کے بل گرا ۔ تلوار ہاتھ سے نکل گئی ۔ لوگوں نے جمع ہو کر اسے گرفتار کر لیا ۔ ایک شاعر اس ضمن میں کہتا ہے ۔

(۱) وَلَمْ أَرَ مَهْراً سَاقَهُ ذُو سَمَاحَةٍ
كَمَهْرِ قَطَامٍ مِنْ فَصِيحٍ وَأَعْجَمِ
(۲) ثَلَاثَةَ آلَافٍ وَعَبْداً وَقَيْنَةً
وَضَرْبَ عَلِيٍّ بِالْحُسَامِ الْمُصَمَّمِ
(۳) فَلَا مَهْرَ أَغْلَى مِنْ عَلِيٍّ وَإِنْ عَلَا
وَلَا فَتْكَ إِلَّا دُونَ فَتْكِ ابْنِ مُلْجَمِ

۱- میں نے عرب یا عجم کے کسی بھی فیاض و عالی حوصلہ شخص کو ایسا مہر ادا کرتے نہیں دیکھا جیسے مہر کا قطام نے مطالبہ کیا تھا ۔

۲- تین ہزار درہم ، ایک غلام ، ایک باندی اور ایک تیغ بے زنہار سے علیؓ کا قتل ۔

۳- کوئی مہر کتنا ہی گراں بہا ہوتا رہے علیؓ سے زیادہ گراں بہا نہیں ہو سکتا اور کوئی جھپٹا خواہ کتنا ہی اچانک کیوں نہ ہو ابن ملجم کے جھپٹے سے فروتر ہی ہو گا ۔

حضرت علیؓ کو اٹھا کے ان کے گھر لے جایا گیا اور وہاں ابن ملجم کو ان کی خدمت میں پیش کر دیا گیا ۔ اسے دیکھ کر امّ کلثوم بنت علیؓ نے کہا '' اے دشمنِ خدا تم نے امیرالمومنین کو مار ڈالا ؟ ''

Marfat.com

وہ بولا " میں نے امیرالمومنین کو نہیں تیرے باپ کو قتل کیا ہے "۔

امّ کلثوم نے کہا " خدا کی قسم ، مجھے امید ہے ان کا کچھ نہ بگڑے گا "۔

وہ بولا " تو پھر روتی کیوں ہے ۔ خدا کی قسم میں تلوار کو پورا ایک مہینہ زہر پلاتا رہا ہوں اگر پھر بھی میری مرضی کے مطابق کارگر نہ ہوئی تو خدا اس کا ستیاناس کرے "۔

مگر وہ دن ابھی غروب بھی نہیں ہؤا تھا کہ حضرت علیؓ فوت ہو گئے ۔ خدا ان پر رحم کرے اور ان سے راضی رہے ۔

قصاص

اس پر عبداللہ بن جعفرؓ نے ابن ملجم کو بلوایا ، اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹ دیے اور آنکھوں میں سلائیاں پھیر دیں ۔ ابن ملجم کہنے لگا " اے ابنِ جعفر تم میری آنکھوں میں واقعی تیز اور جلتی ہوئی سلائیاں ڈال رہے ہو "۔ پھر اسے حکم دیا کہ زبان نکالے تاکہ اسے بھی کاٹ دیا جائے ، اس پر وہ جزع فزع کرنے لگا ۔ چنانچہ ابن جعفرؓ نے پوچھا " ہم نے تیرے ہاتھ پاؤں کاٹے ۔ تیری آنکھوں میں سلائیاں پھیریں مگر تو نے واویلا نہ کیا ۔ اب زبان کٹنے پر کیوں فریاد کر رہا ہے ؟ "

بولا " میں اس لیے واویلا نہیں کر رہا کہ زبان کٹنے سے مر جاؤں گا ۔ مجھے کوئی خوف نہیں ، واویلا اس لیے کر رہا ہوں کہ دنیا میں بے ذکرِ خدا ایک گھڑی بھی زندہ رہنا پسند نہیں ۔ بہر حال زبان کاٹ دی گئی اور وہ مر گیا "۔

قتلِ معاویہؓ کی کوشش

نزاّل بن عامر بھی اسی شب (دمشق میں) پہنچ گیا اور جب صبح کے وقت امیرمعاویہؓ نماز فجر پڑھانے لگے تو اُن کے پیچھے کھڑا

Marfat.com

ہو گیا ۔ خنجر اس کے پاس تھا ۔ اچانک وار جو کیا تو وہ معاویہؓ کے چوتڑ پر پڑا ۔ چوتڑ ان کے بڑے بڑے تھے ۔ وہیں اسے گرفتار کر لیا گیا ۔ مگر وہ معاویہؓ سے کہنے لگا " اے دشمنِ خدا کیا میں تمھیں قتل نہیں کر پایا " معاویہؓ نے جواب دیا " نہیں میرے بھتیجے " ۔

ازاں بعد معاویہؓ کے حکم سے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے ، زبان کھینچ دی گئی اور وہ مر گیا ۔

اب معاویہؓ نے ایک طبیب کو بلا کر حکم دیا کہ وہ زخم کے ارد گرد کا گوشت کاٹ ڈالے ۔ مبادا خنجر زہر آلود ہو ۔ اس روز کے بعد جامع مسجد میں مقصورے بنوا دیے گئے جن میں فقط معتمد اور پاسبان و نگران افراد ہی داخل ہو سکتے تھے ۔ اسی روز سے رات کے پہرےدار بھی مقرر ہوئے ۔ چنانچہ جب معاویہؓ نماز پڑھاتے ہوئے سجدے میں جاتے دس قابلِ اعتماد پہرے دار ان کی حفاظت پر مامور ہوتے جو تلواریں اور ڈنڈے لیے ان کی پشت پر کھڑے رہتے ۔

عمرو بن عاص کے قتل کی کوشش

رہا عبداللہ بن مالک صیداوی تو وہ مصر میں وارد ہؤا اور جب شب موعودہ آئی تو محراب کے گرد چھپ رہا ۔ اس کے پاس نیمچہ تھا جو اس نے کپڑوں میں چھپا رکھا تھا ۔ مگر اس شب عمرو کے پیٹ میں درد اٹھا لہذا انھوں نے قبیلۂ عامر بن لُؤی" کے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ جا کے نماز پڑھا دے ۔ چنانچہ وہ منہ اندھیرے نماز پڑھانے کی نیت سے اٹھ چلا ۔ عبداللہ کو یقین تھا کہ وہ عمرو ہے لہذا جونہی وہ سجدے میں گیا اس نے پیچھے سے تلوار کا وار کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ مگر جب اسے بتایا گیا کہ " تم نے امیر کو قتل نہیں کیا " تو وہ بولا " میرا کیا قصور ۔ خدا کی قسم میں تو اسی کو قتل کرنا چاہتا تھا " ۔

حسنؓ بن علیؓ کی بیعت

کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی نماز جنازہ حضرت حسنؓ نے پڑھائی

Marfat.com

اور انھیں دفن کر دیا گیا ۔ نماز جنازہ میں حسنؓ نے پانچ بار اللہ اکبر کہا تھا ۔ حضرت علیؓ کہاں دفن کیے گئے یہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا ۔

کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت حسنؓ بڑی مسجد میں جا بیٹھے ۔ لوگ گرد جمع ہو گئے اور ان کی بیعت کر لی ۔ ازاں بعد انھوں نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا ”کیا تم بیعت کر چکے ؟ جان لو کہ امیرالمومنین کو تم نے قتل کیا ہے ۔ خدا کی قسم مگر وہ اس رات قتل ہوئے جس رات قرآن نازل ہؤا تھا ۔ جس رات تقدیریں تحریر کی گئی تھیں اور قلم خشک ہو گیا تھا ۔ موسیٰ بن عمران نے بھی اسی رات جان دی تھی اور عیسیٰ کو بھی اسی رات اٹھا لیا گیا تھا“

معاویہ کے عساکر کی پیش قدمی

کہتے ہیں کہ جب معاویہؓ کو قتل علیؓ کی خبر ملی تو ساز و سامان تیار کر کے اپنے آگے عبداللہ بن عامر بن کُریز کو روانہ کر دیا اور وہ عین تمر کی راہ سے مدائن کا ارادہ لیے ہوئے انبار میں جا اترا ۔ یہ خبر حضرت حسنؓ کو بھی مل گئی ۔ وہ اس وقت کوفے میں تھے ۔ لہذا تیار ہو کر مدائن کی راہ لی تاکہ عبداللہ بن عامر بن کُریز سے دو دو ہاتھ کر لیں ، مگر جب ساباط تک پہنچے تو دیکھا کہ ان کے ساتھی ڈھیلے پڑ رہے ہیں اور جنگ سے جی چرا رہے ہیں لہذا وہ ساباط ھی میں اتر پڑے اور ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا ”اے لوگو کسی مسلمان کے خلاف کینہ رکھنا میرے بس میں نہیں رہا ۔ میں تمھیں بھی اسی نظر سے دیکھتا ہوں جس نظر سے خود اپنی ذات کو دیکھتا ہوں ۔ میں نے ایک رائے قائم کر لی ہے ، تم میری رائے کو رد نہ کر دینا ۔ وہ چیز جس کے باعث تم جماعت سے بیزار ہو اُس سے افضل ہے جس کے باعث تم تفرقے کو پسند کرتے ہو ۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر اصحاب جنگ سے بیزار ہو چکے ہیں اور خونریزی

Marfat.com

سے جی چراتے ھیں - میں اس خیال کا ہر گز حامی نہیں کہ تم سے وہ کام لوں جو تمھیں ناگوار ہو "۔

حضرت حسنؓ کے ساتھی یہ بات سن کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے اور ان میں سے ہر وہ شخص جو خوارج کا ھمخیال تھا بول اُٹھا کہ " حسن نے بھی اسی طرح ارتکاب کفر کیا ھے جیسے ان کے باپ نے کیا تھا "۔ چنانچہ ان میں سے ایک ٹولے نے اُٹھ کر ان پر حملہ کر دیا ، ان کے نیچے سے مصلّا کھینچ لیا ، ان کے ملبوسات لوٹ لیے حتٰی کہ ان کے کاندھے پر سے خز کی چادر بھی کھینچ لی - یہ دیکھ کر حضرت حسنؓ نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور سوار ہو کر للکارا " کہاں ھیں بنو ربیعہ و ھمدان "۔ بنو ربیعہ و ھمدان یہ سن کر دوڑے اور انھیں حملہ آوروں سے بچا لیا ۔

وہاں سے حضرت حسنؓ نے مدائن کا رخ کیا ۔ اس موقع پر بنو اسد کا ایک فرد مسمّی جرّاح بن قبیصہ جو خوارج کا ھمخیال تھا ساباط کی جھاڑیوں میں چھپ رہا ۔ جب حضرت حسنؓ اس کے قریب پہنچے تو بھالے سے وار کر دیا اور ان کی ران زخمی کر دی ، یہ دیکھ کر عبداللہ بن خَطَل اور عبداللہ بن ظَبیان نے جراح اسدی پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا ۔

بہر حال حضرت حسنؓ زخموں سے نڈھال مدائن میں جا اترے اور قصر ابیض میں مقیم ہو گئے۔ وہاں ان کا معالجہ جاری رہا تاآنکہ تندرست ہو گئے اور پھر ابن عامر کے مقابلے کی تیاری کرنے لگے ۔ دوسری طرف معاویہؓ انبار میں آن پہنچے۔ وہاں قیس بن سعد بن عبادہ حضرت حسنؓ کی طرف سے مامور تھے ۔ معاویہؓ نے ان کا محاصرہ کر لیا اسی اثنا میں حسنؓ نکلے اور عامر کے سامنے جا کے صفیں جما لیں مگر عبداللہ بن عامر نے اعلان کرایا " اے اھل عراق میں جنگ کی نیت نہیں رکھتا ، میں تو معاویہ کا محض نمائندہ ہوں ۔ وہ خود انبار میں پہنچ چکے ھیں ۔ اھل شام کے عساکر ان کے ھمراہ ھیں ۔ ابو محمد (حسنؓ) کو میرا سلام لکھو اور بتا دو کہ میں انھیں ان کی جان اور اس ساری جماعت

Marfat.com

کی جانوں کے نام پر جو ان کے همراه هیں خدا کا واسطه دیتا هوں "۔
جب لوگوں نے یه بات سنی تو ساتھ چھوڑنے اور جنگ سے کترانے لگے ۔ لهذا حسنؓ نے بھی جنگ کا اراده ترک کیا اور مدائن کی طرف لوٹ گئے مگر وهاں عبداللہ بن عامر نے ان کا محاصره کر لیا ۔

معاویهؓ کی بیعت خلافت

جب حضرت حسنؓ نے اپنے ساتھیوں کی بیدلی دیکھی تو عبداللہ بن عامر کے پاس کچھ شرائط بھیجیں که اگر معاویهؓ انھیں مان لیں تو وه خلافت ان کے سپرد کر دیں گے ۔ وه شرائط یه تھیں که معاویهؓ کسی عراقی سے کوئی انتقام نه لیں گے ۔ اسود و احمر مامون هوں گے اور ان کی لغزشوں سے در گزر کیا جائے گا ۔ هر سال اهواز کا خراج ان کے (حسنؓ) حوالے کر دیا کریں گے ۔ هر سال ان کے بھائی حسینؓ کے لیے بیس لاکھ درهم بھجوائیں گے اور بنو هاشم کو وظائف و صلات کے معاملے میں بنو عبد شمس پر ترجیح دیں گے ۔
عبداللہ بن عامر نے یه معامله معاویهؓ کی خدمت میں تحریر کر بھیجا ۔ معاویهؓ نے یه سب (مطالبے) خود اپنے قلم سے لکھ کر اس پر اپنی مہر ثبت کر دی اور بڑی فراخدلی سے پکے وعدے اور مضبوط قسمیں درج کر کے تمام رؤسائے شام کو اس امر پر گواه ٹھیرا لیا ۔ ازاں بعد وه عهد نامه عبداللہ بن عامر کے پاس بھیج دیا ۔ عبداللہ نے اسے حسن کے یہاں پہنچا دیا ۔ حسنؓ رضامند هو گئے اور قیس بن سعد کو صلح کر لینے کے لیے لکھ بھیجا ۔ نیز یه حکم بھی تحریر کر بھیجا که وه امارت معاویهؓ کے حوالے کر کے خود مدائن واپس آ جائیں ۔
جب یه خط قیس بن سعد کو ملا تو انھوں نے لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا " اے لوگو دو میں سے ایک بات کا انتخاب کر لو ۔ یا بلا امام جنگ کرو یا معاویهؓ کی اطاعت کا دم بھرو " ۔ چنانچه انھوں

Marfat.com

نے معاویہ رض کا اطاعت گزار ہونا قبول کر لیا ۔

معاویہ رض وہاں سے رخصت ہو کر مدائن میں آئے اور حسن رض مدائن سے اپنی جمعیت سمیت کوچ کر کے کوفے میں جا وارد ہوئے۔ معاویہ رض بھی وہاں جا پہنچے دونوں کی ملاقات ہوئی ۔ حضرت حسن رض نے ان کے سامنے وہ شرطیں اور قسمیں از راہ تاکید دھرا دیں ۔ پھر جلد ہی وہ اپنے اہلِ بیت کو لے کر رخصت ہو گئے اور مدینۂ رسول صلّی اللہ علیہ وسلم میں جا اترے ۔

ادھر امیر معاویہ رض نے اہلِ کوفہ سے بیعت طلب کی ، انھوں نے بیعت کر لی ۔ بیعت لینے کے بعد معاویہ رض نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رض کو ان کا گورنر (عامل) مقرر کر دیا اور خود اپنے لاؤ لشکر سمیت شام کی طرف لوٹ گئے ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رض معاویہ رض کی جانب سے نو برس کوفے کے گورنر رہے تاآنکہ وہیں وفات پا گئے ۔

زیاد بن ابیہ

زیاد بن ابیہ کو زیاد بن عُبید کے نام سے جانا جاتا تھا ۔ عبید بنو ثقیف کے ایک فرد کا مملوک تھا جس نے سُمَیّہ سے شادی کر لی تھی ۔ سُمیّہ حارث بن کلدہ کی آزاد کردہ باندی تھی ۔ اس نے عبید کے صلب سے زیاد کو جنم دیا تھا چنانچہ وہ بھی آزاد ہو گیا اور ایک ذہین ، فہیم ، عاقل اور مودّب نوجوان کی صورت میں پروان چڑھا ۔ جب حضرت مغیرہ بن شعبہ رض حضرت عمر بن خطاب رض کی طرف سے والیٔ بصرہ تعینات ہوئے تو اسے اپنا منشی بنا کر ساتھ لے گئے ۔

حضرت علی رض خلیفہ ہوئے تو انھوں نے زیاد کو سرزمین فارس کا گورنر مقرر کر دیا ۔ جب زیاد نے صفین کا رخ کیا تو معاویہ رض نے اسے دھمکی سے بھرپور خط تحریر کیا ۔ جس پر زیاد نے لوگوں سے خطاب کر کے کہا " مجھے اس عورت کے بیٹے نے خط لکھ کر دھمکایا ہے جو کلیجے کھایا کرتی تھی ، اور حق یہ ہے کہ وہ شخص خود تفرقے کا بانی ہے ۔ حالانکہ اس کے اور میرے درمیان رسول خدا صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے ابن عم اپنے نوے ہزار سلاح پوش رفیقوں کے ساتھ حائل ہیں ۔ خدا کی قسم اگر اس نے میری طرف آنے کا قصد کیا تو وہ دیکھے گا کہ میں کتنا ماہر شمشیر زن ہوں ۔

جب حضرت علیؓ قتل ہو گئے اور خلافت کی زمام معاویہؓ کے ہاتھ آ گئی تو زیاد نے شہر اصطخر کے قلعہ میں پناہ لے لی ۔ معاویہؓ نے اس کے نام امان نامہ تحریر کر بھیجا بشرطیکہ وہ ان کے یہاں حاضر ہو جائے ۔ پھر جو وہ چاہے گا معاویہؓ عطا کر دیں گے بصورت دیگر اس کو اس قلعہ کی پناہ گاہ کی جانب لوٹا دیں گے ۔

چنانچہ وہ معاویہؓ کی جانب روانہ ہو پڑا اور آخر اس کے معاملات نے یہ عروج پایا کہ معاویہؓ نے اس کے بھائی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور لوگوں کو یقین دلا دیا کہ زیاد ابوسفیان کا فرزند ہے ۔ معاویہؓ کے اس موقف کے حق میں ابومریم سلولی نے گواہی دی ۔ سلولی بعہد جاہلیت طائف میں شراب فروش تھا ۔ اس نے گواہی دی کہ سمیہ کے حارث کی طرف سے آزاد ہو جانے کے بعد ابوسفیان نے سمیہ سے راہ و رسم پیدا کر لی تھی ۔ اسی طرح بنو مصطلق میں سے ایک شخص یزید نامی نے یہ گواہی دی کہ ابوسفیان کہا کرتے تھے " زیاد میرے نطفے اور سمیہ کے بطن سے ہے "۔ مختصر یہ کہ معاویہ کا دعویٰ تکمیل کو پہنچ گیا اور پھر اس ضمن میں جو کچھ ہوا سو ہوا ۔

پھر معاویہؓ نے زیاد کو ہدایت کی کہ وہ کوفے کی راہ لے اور وہاں جا کر ان کے حکم کا انتظار کرے ۔ چنانچہ زیاد رخصت ہو کر کوفے میں جا پہنچا ۔ اس زمانے میں وہاں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ گورنر تھے ۔ زیاد سلمان بن ربیعہ باہلی کے یہاں مہمان ہوا ۔ وہیں اس کے پاس معاویہؓ کی طرف سے بصرے کی گورنری کا حکمنامہ پہنچ گیا اور وہ بصرے کی سمت چل دیا ۔

بصرے میں پہنچا تو سیدھا مسجد جامع کا رخ کیا اور منبر پر چڑھ کر حمد و ثنائے الٰہی بیان کی ، ازاں بعد کہا " میرے اور ان لوگوں کے مابین عداوتیں تھیں اب میں نے ان عداوتوں کو پاؤں تلے

Marfat.com

روند ڈالا ہے - میں کسی کا بھی کسی عداوت کے بدلے مواخذہ نہ کروں گا - کسی کو بھی اس وقت تک ذلیل نہ کروں گا جب تک اس کا جرم واضح نہ ہو جائے - جس کا ظلم عیاں نظر آئے گا اسے مہلت نہ دوں گا - پس تم میں جو شخص بھلا ہے وہ اور بھی بھلا ہو جائے اور جو برا ہے وہ برائی سے دستکش ہو جائے - ہماری بات کان دھر کر سنے ، اطاعت کا دم بھرے اور ہمارے ساتھ تعاون کرے " یہ کہا اور اتر آیا - زیاد کو بصرے کی گورنری کرتے دو برس گزرے تھے کہ مغیرہ چل بسے - لہذا معاویہؓ نے کوفہ اور بصرہ دونوں کی گورنری کا فرمان زیاد کے نام لکھ بھیجا - فرمان پہنچتے ہی زیاد کوفے کی سمت روانہ ہو پڑا -

کہتے ہیں حضرت حسنؓ کو جو شخص سب سے پہلے ملا اور جس نے سب سے پہلے انہیں ان کی کارروائی پر شرم دلا کر جنگ کی جانب لوٹ جانے کی ترغیب دی وہ حجر بن عدیؓ تھے - انہوں نے حضرت حسنؓ سے کہا " اے ابن رسول کاش میں یہ کچھ دیکھنے سے قبل مر گیا ہوتا - آپ نے ہمیں عدل سے نکال کے جور کے حوالے کر دیا لہذا ہم نے حق کو ترک کر دیا جس پر قائم تھے اور باطل کو قبول کر لیا جس سے گریزاں تھے - ہم نے نفس کی کمینگی کے سامنے سرخم کر دیا اور وہ ذلت قبول کر لی جو ہمارے لیے زیبا نہ تھی " -

حضرت حسنؓ کو حجرؓ کے الفاظ سخت ناگوار گزرے لہذا انہوں نے جواب دیا " میں نے اکثر لوگوں کو صلح کا طلب گار پایا تھا ، وہ جنگ سے جی چرا رہے تھے - میں نہیں چاہتا تھا کہ انہیں ایسے کام پر مجبور کروں جو وہ نہیں چاہتے چنانچہ میں نے صلح کر لی - اس سے خصوصاً یہ مقصود تھا کہ ہمارے شیعہ (حامی) قتل سے بچ جائیں اس لیے میں نے یہی مناسب جانا کہ کچھ عرصے کے لیے لڑائی کو ٹال دیا جائے - خدا کی شان ہر روز نرالی ہے " -

کہتے ہیں کہ حضرت حجرؓ حضرت حسنؓ کے یہاں سے نکل کر حضرت حسینؓ سے ملے - عبیدہ بن عمرو ان کے ہمراہ تھے - دونوں نے حسینؓ سے کہا " اے ابوعبداللہ آپ لوگوں نے عزت کے بدلے

Marfat.com

ذلت خرید لی ، قلیل کو قبول کر لیا اور کثیر کو چھوڑ دیا ۔ اے حسین رض آج ہماری بات مان لیں اور دنیا کا حکم رد کر دیں ، حسن رض کو بھی چھوڑ دیں اور ان کی اس رائے کو بھی جو انھوں نے لڑائی کے بارے میں اختیار کی ہے ۔ کوفہ اور دیگر مقامات میں رہنے والے اپنے شیعوں (اپنے حامیوں) کو اکٹھا کر لیں ، مقدمے پر مجھے اور میرے اس ساتھی کو مامور کر دیں ۔ ابنِ ہند (معاویہ) کو پتہ اُس وقت چلے گا جب ہم تلواریں سونتے اس پر حملہ بول چکے ہوں گے ۔

مگر حضرت حسین رض نے جواب دیا " ہم بیعت کر چکے اور عہد دے چکے اب بیعت توڑی نہیں جا سکتی " ۔

علی بن محمد بشر ہمدانی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور سفیان ابن لیلیٰ روانہ ہوئے اور مدینہ میں حسن رض کے یہاں پہنچے اور ان سے ملاقات کی ۔ ان کے پاس مسیب بن نجبہ ، عبداللہ بن ودّاک تمیمی اور سراج بن مالک خثعمی موجود تھے ۔ میں نے کہا " اے اہلِ ایمان کو ذلیل کر دینے والے السلام علیکم " ۔ وہ بولے " وعلیکم السلام بیٹھ جاؤ ۔ میں مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا نہیں ۔ الٹا میں تو انھیں عزت‌مند کرنے والا ہوں ۔ میں نے اگر معاویہ سے صلح کر لی ہے تو اس سے مقصد محض یہ تھا کہ تم لوگوں سے کشت و خون کو ٹال دوں ۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میرے ساتھی لڑائی سے جی چرا رہے ہیں اور کشت و خون سے بیزار ہیں ۔ خدا کی قسم اگر ہم پہاڑوں اور درختوں کو ساتھ لے کر بھی معاویہ رض کی طرف کوچ کرتے جب بھی خلافت ان کے پاس پہنچ کر رہتی " ۔ پھر کہا " ازاں بعد میں حضرت حسن رض کے یہاں سے رخصت ہو کر حضرت حسین رض سے ملا اور انھیں بتایا کہ حسن رض نے ہمیں یہ جواب دیا ہے ۔ اس پر حضرت حسین رض نے کہا " ابو محمد نے سچ کہا ہے ۔ اب چاہیے یہ کہ آپ میں سے ہر شخص خانہ نشین ہو جائے اور اس وقت تک خانہ نشین رہے جب تک یہ صاحب (معاویہ رض) زندہ ہیں " ۔

حسن بن علی کی وفات

کچھ عرصے کے بعد حضرت حسن رض مدینہ میں بیمار پڑ گئے اور حالت نازک ہو گئی - ان کے بھائی محمد بن حنفیہ ان کی جاگیر پر تھے - انھیں بلوایا ، وہ آ گئے اور حسن رض کے پاس پہنچ کر ان کی بائیں طرف بیٹھ گئے - حسین رض دائیں جانب تھے - اب جو حسن رض کی آنکھ کھلی تو وہ دونوں نظر پڑے - چنانچہ حسین رض سے کہا " اے بھائی میں تمھیں تلقین کرتا ہوں کہ محمد کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا - وہ دو آنکھوں کے درمیان کی کھال ہے (یعنی بہت ہی عزیز ہے) " - پھر کہا " اے محمد تجھے حسین رض کے بارے میں تلقین کرتا ہوں کہ اس کا ساتھ دے اور اس کا ہاتھ بٹا " -

اسی طرح یہ بھی کہا " مجھے اپنے نانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کرنا اور اگر اس کی اجازت نہ ملے تو پھر بقیع میں "- جلد ہی بعد فوت ہوگئے - مگر مروان نے اجازت نہ دی کہ انھیں رسول خدا کے پاس دفن کیا جائے - لہذا انھیں بقیع میں دفن کر دیا گیا - جب اہلِ کوفہ کو حضرت حسن رض کی وفات کا علم ہؤا تو ان کے اکابر اکٹھے ہوئے اور حضرت حسین رض کی خدمت میں تعزیت نامہ تحریر کیا " -

اُسی طرح حضرت حسین رض کی خدمت میں جعد بن ہبیرہ بن ابی وہب نے بھی خط لکھا جو اس خانوادے کا مخلص ترین دوست اور ہوا خواہ تھا - " امّا بعد ، آپ کے شیعہ جو ہمارے متوسل ہیں آپ کی طرف گردنیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھ رہے ہیں - وہ کسی کو آپ کا ہمسر نہیں جانتے - وہ آگاہ ہیں کہ آپ کے بھائی حسن رض کی لڑائی کو ٹالنے سے متعلق آپ کی کیا رائے تھی - وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ اپنے دوستوں کے حق میں کتنے مہربان ہیں اور دشمنوں کے بارے میں کس قدر سخت گیر ہیں ، نیز یہ کہ آپ احکام الٰہی کے معاملے میں کس درجہ متشدد ہیں لہذا اگر آپ خلافت کے طالب ہیں تو ہمارے پاس چلے آئیے ، ہم

Marfat.com

آپ کے ہمراہ جانیں دے دینے پر بالکل تیار ہیں "۔

حضرت حسینؓ نے جواباً تحریر کیا " جہاں تک میرے بھائی کا تعلق ہے میں اس خیال کا حامل ہوں کہ انہیں خدا کی توفیق حاصل تھی اور آگے بھی خدا ان کا مددگار ہو گا ۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں ابھی اس رائے کا مالک نہیں ۔ خدا تم پر رحم کرے ۔ جب تک معاویہؓ زندہ ہیں زمین کے ساتھ چپکے رہو ۔ اپنے گھروں میں چھپے رہو اور اپنے آپ کو بدگمانی و وہم کا تختۂ مشق نہ بناؤ ۔ میرے جیتے جی خدا معاویہؓ کو کسی حادثے سے دو چار نہیں کرنے کا ، میں نے اپنا عندیہ تمہیں تحریر کر دیا ، والسلام "۔

حضرت حسنؓ کی وفات کی خبر معاویہؓ کو بھی مل گئی ۔ انہیں عاملِ مدینہ مروان نے اس امر سے مطلع کیا تھا ۔ چنانچہ معاویہؓ نے ابن عباس کو بلوایا ۔ ان دنوں ابن عباس شام میں انہیں کے یہاں آئے ہوئے تھے۔ جب وہ ملے تو معاویہؓ نے حسنؓ کی وفات پر تعزیت بھی کی اور اظہارِ مسرت بھی کیا ۔ لہذا ابن عباس نے کہا " آپ حسنؓ کی موت پر خوش نہ ہوں ۔ خدا کی قسم ان کے بعد آپ کا بھی چل چلاؤ ہے "۔

حضرت عمرو بن عاص اور امیر معاویہؓ کے مابین مکاتبت

کہتے ہیں کہ معاویہؓ نے عمرو بن عاص کو خط لکھا ۔ (عمرو اس وقت مصر کے گورنر تھے اور یہ تو ظاہر ہے کہ انہوں نے مصر کو انہیں شرائط پر حاصل کیا تھا جو معاویہؓ کے ساتھ طے پائی تھیں)

" اما بعد ! میرے یہاں حجازی اہلِ حاجت اور عراقی ملاقاتیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے ۔ عساکر کی تنخواہ کے بعد میرے پاس کچھ نہیں بچتا ۔ لہذا اس سال مصر کا مالیہ مجھے دے کر میری مدد کریں "۔

Marfat.com

اس پر عمرو بن عاص نے ان کی طرف لکھ بھیجا۔

(۱) مُعَاوِیَ اِنْ تُدْرِکْکَ نَفْسٌ شَحِیْحَۃٌ
فما وَرِثَتْنِی مِصْرَ اُمِّیْ وَلَا اَبِیْ

(۲) وما نِلْتُھَا عَفْواً وَلٰکِنْ شَرَطْتُھا
وَقَدْ دَارَتِ الحَرْبُ العَوَانُ عَلٰی قُطُبْ

(۳) وَلَو لَا دِفَاعِیْ الاَشْعَرِیَّ وَصَحْبَہٗ
لَاُلْفِیْتَھَا تَرْغُوْ کَرَاغِیَۃِ السَّقْبِ

۱- اے معاویہؓ اگر تیرے نفس میں ہوس اور حرص در آئی ہے تو یہ الگ بات ہے۔ ورنہ مصر میں نے ماں باپ کی وراثت کے طور پر نہیں پایا۔

۲- مصر میں نے مفت میں بھی نہیں پایا بلکہ میں نے اسے (مدد کے بدلے میں) مشروط کیا تھا اور حالت یہ تھی کہ اس وقت جنگ بے درنگ پوری شدت کے ساتھ جاری تھی۔

۳- نیز یہ کہ اگر میں اشعری اور اس کے رفقا کی مدافعت نہ کرتا تو تو دیکھتا کہ وہ نوزائیدہ بچۂ شتر کی طرح غل مچا رہا ہوتا (بے کس ہو کر بلبلا رہا ہوتا)۔

جب معاویہؓ کے پاس یہ جواب پہنچا تو وہ بل کھا کے رہ گئے اور پھر مصر کے بارے میں عمرو سے کبھی کوئی بات نہ کی۔

کہتے ہیں کہ جب معاویہؓ مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کی حکومت سونپ کر وھاں سے رخصت ہوئے تو جمعہ کے روز مغیرہؓ منبر پر چڑھے تاکہ حاضرین کو خطاب کریں مگر حجر بن عدیؓ نے انہیں کنکریاں ماریں۔ حجر شیعان علیؓ میں سے تھے۔ اس پر وہ بسرعت تمام منبر سے اتر کر قصر امارت میں جا رہے اور رضاجوئی کے طور پر حجر کے پاس پانچ ہزار درھم بھجوا دیے چنانچہ مغیرہ سے کہا گیا۔ "آپ نے یہ کیا کیا اس سے تو آپ کی کمزوری اور کمتری مترشح ہوتی ہے"۔ مغیرہ نے جواب دیا "میں نے اس رقم کے ذریعے حجر

Marfat.com

کو ہلاک کر ڈالا ہے "۔

جب حضرت مغیرہ رضؓ کی وفات پر معاویہ رضؓ نے بصرے کے ساتھ کوفے کی حکومت بھی زیاد کے سپرد کر دی تو زیاد نے معمول بنا لیا کہ چھ ماہ بصرے میں بسر کرتا اور چھ ماہ کوفے میں ۔ ایک بار جب وہ بصرے کے دورے پر نکلا تو عمرو بن حُریث عدوی کو حکومت کی باگ ڈور سونپ گیا ۔ چنانچہ جمعہ کے روز عمر بن حریث منبر پر چڑھا تاکہ خطاب کرے مگر حجر اور ان کے ساتھیوں نے اٹھ کے اسے بھی کنکریاں مارنا شروع کر دیں ۔ عمرو منبر سے اترا ، قصر میں داخل ہؤا اور دروازہ بند کر لیا ۔

عمرو بن حریث نے حجر اور ان کے ساتھیوں کے طرز عمل کا ماجرا زیاد کے پاس لکھ بھیجا ۔ زیاد اطلاع پاتے ہی ڈاک کے گھوڑوں پر سوار ہؤا اور کوفہ میں آن پہنچا ۔ آتے ہی مسجد میں داخل ہؤا ۔ اپنا تخت قلعے سے نکلوا کر مسجد ہی میں بچھوا لیا ۔ اشرافِ کوفہ میں سے پہلا شخص جو زیاد کے پاس حاضر ہؤا وہ محمد بن اشعث بن قیس تھا ۔ اُس نے آ کے سلامِ امارت عرض کیا ۔ زیاد نے کہا " تم پر خدا کی مار جاؤ اور ابھی اپنے چچازاد بھائی کو لے آؤ "۔ محمد بن اشعث نے جواب دیا " مجھے حجر سے کیا تعلق ۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے مابین کتنی دوری ہے "۔

اس پر جریر رضؓ بن عبداللہ نے کہا " اے امیر میں حجر کو لے آتا ہوں بشرطیکہ آپ ان کے لیے امان کا وعدہ کریں اور جب تک وہ معاویہ رضؓ سے نہ مل لیں آپ ان سے کوئی تعرض نہ کریں ۔ معاویہ رضؓ ان کے بارے میں جو فیصلہ چاہیں کریں " ۔ زیاد نے کہا " قبول ہے "۔

جریر رضؓ بن عبداللہ حجر کو زیاد کے پاس لے آئے ۔ زیاد نے حکم دیا کہ انھیں قید کر دیا جائے ۔ نیز یہ حکم دیا کہ حجر کے ان ساتھیوں کو بھی تلاش کیا جائے جو ان کے ہمراہ کنکریاں مارنے میں شریک تھے ۔ چنانچہ ان سب کو بھی لا کر حاضر کر دیا گیا ۔ زیاد نے ان سب کو ایک سو سپاہیوں کے ہمراہ معاویہ رضؓ کے پاس روانہ کر دیا ۔ اس

Marfat.com

موقع پر حجرؓ کی والدہ نے کہا ۔

(۱) تَرَفَّعْ ایُّها القَمَرُ المُنِیرُ
ترفّعْ هَلْ تَرى حُجراً یَسِیرُ

(۲) اَلاَ یا حُجرُ حُجْرُ بَنِی عَدِیٍّ
تلقّتْکَ البشَارَۃُ والسُّرورُ

(۳) وَانْ تَهلِکْ فَکُلُّ عَمِیدِ قَومٍ
مِنَ الدُّنیا اِلی هلکٍ یَسِیرُ

۱- اے ضیا بار قمر بلند ہو جا ، تو دیکھتا نہیں کہ حجر جا رہا ہے ۔

۲- اے حجر اے بنی عدی کے حجر خدا کرے تمھیں ہمیشہ خوشخبری اور مسرت ھی سے واسطہ رہے ۔

۳- اور اگر تو ھلاک بھی ہو جائے تو خیر ، آخر ھر سردار قوم دنیا سے منزل ھلاکت کی طرف کوچ کرتا ھے ۔

زیاد نے تین آدمی ساتھ کر دیے تاکہ وہ معاویہؓ کے یہاں حجر اور ان کے ساتھیوں کے طرزِ عمل پر گواھی دیں ۔ یہ تین آدمی ابو بُردہ بن اَبی موسیٰ ، شُریح بن ھانی حارثی اور ابُو ھُنید قینی تھے ۔

جب معاویہؓ کے پاس پہنچے تو ان تینوں نے گواھی دی کہ ان لوگوں نے عمرو بن حُریث کو کنکریاں ماری تھیں ۔ چنانچہ معاویہؓ نے انھیں قتل کرا دیا ۔ اس پر مالک بن ھُبیرہ معاویہؓ کے پاس گئے اور کہا " اے امیرالمومنین آپ نے ان لوگوں کو قتل کر کے بہت برا اقدام کیا ۔ انھوں نے ایسی حرکت تو نہ کی تھی کہ ان کا قتل واجب ہوتا " ۔ معاویہ نے کہا " میں نے تو ان سے در گزر کر ھی لیا ھوتا مگر زیاد کا خط آ گیا تھا جس میں درج تھا کہ یہ لوگ فتنے کے سربراہ ھیں ۔ اگر میں انھیں قتل کر دوں گا تو گویا فتنے کا قلع قمع ھو جائے گا " ۔

جب حجر اور ان کے ساتھی قتل کر دیے گئے تو یہ بات اہلِ کوفہ کو نہایت شاق گزری ۔ حجر حضرت علیؓ کے عظیم ترین

Marfat.com

هواخواهوں میں سے تھے - حضرت علیؓ تو اشعث بن قیس کو معزول کر کے انھیں کندہ کی حکومت پر مامور کرنے والے تھے - یہ دونوں آکل‌المرار حارث بن عمرو کی نسل سے تھے ، مگر حجر نے اشعث کے جیتے جی حکومت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا -

اب اکابر کوفہ کی ایک جماعت حضرت حسینؓ کے پاس حاضر ہوئی اور انھیں سارا ماجرا کہ سنایا - ان کے منہ سے نکلا " انا للّٰلہ وانا الیہ راجعون "- اس واقعہ نے انھیں بہت ہی دکھ دیا تھا - غرضیکہ وہ لوگ حضرت حسینؓ سے باقاعدہ ملتے رہے - اُن دنوں مدینے کا گورنر مروان بن حکم تھا وہ بھی اس امر سے آگاہ ہو گیا - چنانچہ اس نے امیرمعاویہؓ کو لکھا کہ اہلِ عراق حسینؓ بن علیؓ کے پاس آئے ہوئے ہیں - انھیں کے یہاں مقیم ہیں اور اُن سے ملتے رہتے ہیں - لکھیے کہ آپ کا مشورہ کیا ہے ؟ "

چنانچہ معاویہؓ نے جواباً لکھ بھیجا " حسینؓ سے کوئی تعرض نہ کریں - حسینؓ نے ہماری بیعت کر رکھی ہے - وہ نہ اس بیعت کو توڑیں گے اور نہ ہمارے حقوق سے روگرداں ہوں گے "-

ساتھ ہی معاویہؓ نے حسینؓ کے نام بھی ایک خط تحریر کر دیا " اما بعد - میرے پاس کچھ ایسی باتیں پہنچی ہیں جو آپ کے شایاں نہیں - اس لیے کہ جو شخص بنجہ ملا کے قول دیتا ہے اس پر وفا فرض ہوتی ہے - لہذا آپ جان لیں - خدا آپ پر رحم کرے کہ جب میں آپ سے منہ پھیر لوں تو آپ بھی مجھے نظرانداز کر دیں - اور اگر آپ میرے خلاف دام بچھائیں گے تو میں آپ کے خلاف بچھاؤں گا - لہذا احمقوں کے کہنے میں آ کے بہک نہ جانا یہ وہ لوگ ہیں جو فتنہ و فساد کے خواہاں ہیں - والسلام "

اس خط کے جواب میں حضرت حسینؓ نے یہ لکھا کہ " میں نہ آپ سے لڑنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کے در پئے ہوں "-

کہا جاتا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ کو زندگی بھر معاویہؓ کی جانب سے کوئی دکھ نہ پہنچا ، نہ ان کے حق میں معاویہؓ سے کوئی

Marfat.com

ناگوار حرکت ظہور میں آئی ۔ معاویہؓ نے ان دونوں کے ساتھ جو شرائط طے کی تھیں ان میں کوئی کمی نہ کی ۔ وہ دونوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے رہے اور اس نیک برتاؤ میں کوئی تغیر رونما نہ ہؤا ۔

کہتے ھیں کہ زیاد چار برس تک کوفہ و بصرہ کا حاکم رہا ۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو معاویہؓ کی خلافت کو تیرہ برس بیت چکے تھے ، یہ ۵۳ھ کا واقعہ ھے ۔

جب وقت آخر قریب آ گیا تو زیاد نے معاویہؓ کے نام خط لکھا " اما بعد ۔ میں یہ خط لکھ رہا ھوں اور عالم یہ ھے کہ میرا یہ دنیا کا آخری اور آخرت کا پہلا دن ھے ۔ میں نے کوفے کی حکومت عبداللہ بن خالد بن اُسید کے سپرد کر دی ھے اور بصرہ کی سُمرہ بن جُندب الفزاری کے ۔ والسلام " ۔

زیاد سے یہ کہا گیا تھا " آپ کوفہ و بصرہ میں سے کسی ایک کی حکومت اپنے بیٹے کے سپرد کیوں نہیں کرتے ۔ وہ ان دونوں (مقرر کردہ) اشخاص میں سے کسی سے کم تو نہیں " ۔

مگر زیاد نے یہ جواب دیا تھا " اگر اس میں کوئی جوھر ھے تو اس جوھر کا خیرمقدم اس کے چچا معاویہؓ کر لیں گے "۔ جلد ھی بعد زیاد چل بسا ۔ اس کی نماز جنازہ اس کے بیٹے عُبَیدُاللہ نے پڑھائی اور اسے قریش کے گورستان میں دفن کر دیا گیا ۔

عبداللہ بن خالد بن اُسید کوئی آٹھ ماہ تک کوفے کا حاکم رہا ۔ بصرے کی حکومت کا پروانہ معاویہؓ نے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیجدیا تھا ۔ خالد آٹھ ماہ حکومت کر چکا تو معاویہؓ نے اسے کوفے کی حکومت سے معزول کر کے ان کی جگہ نُعمان بن بَشیر انصاری کو گورنر مقرر کر دیا ۔

معاویہؓ کی وفات

کہتے ھیں کہ جب ساٹھواں سال ھجری شروع ھؤا تو معاویہؓ مرضِ موت میں مبتلا ھو گئے ، چنانچہ انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو

Marfat.com

جو دمشق سے باہر تھا بلوا بھیجا۔ جب یزید کو پہنچنے میں دیر لگی تو ضحاک بن قیس فہری کو جو معاویہرضؓ کی پولیس کا افسر اعلی تھا اور مسلم بن عُقبہ کو جو ان کے محافظ دستے کا قائد تھا طلب کیا اور ان سے کہا " یزید سے میری یہ وصیت کہہ دینا اور بتا دینا کہ میں اسے حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنے پاس آنے والے ہر حجازی کی عزت و تکریم کرے۔ جو حجازی بزرگ حاضر نہیں ہوتے ان کا بھی خیال اور لحاظ رکھے۔ کیونکہ وہ لوگ اس کی اصل ہیں۔ میں اسے حکم دیتا ہوں کہ اہلِ عراق کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتا رہے، ان کی دلدھی میں کوتاھی نہ کرے اور ان کی فرو گزاشتوں سے درگزر کرتا رہے۔ اور میں اسے یہ بھی حکم دیتا ہوں کہ اہلِ شام کو اپنی آنکھیں اور جانیں جانے۔ انہیں ان کے وطن شام سے باہر زیادہ دیر تک کبھی نہ روکے ایسا نہ ہو کہ وہ دوسروں کے طور طریقے سیکھ لیں۔

تم دونوں اسے یہ بھی بتا دینا کہ مجھے اس کے حق میں فقط چار آدمیوں سے اندیشہ ہے، حسین بن علیرضؓ، عبداللہ بن عمررضؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور عبداللہ بن زبیررضؓ۔ جہاں تک حسین بن علیرضؓ کا تعلق ہے اس سے اہلِ کوفہ ضرور بغاوت کرائیں گے اور اگر وہ بغاوت کرے اور تم فتح پاؤ تو درگزر سے کام لینا۔ عبداللہ بن عمررضؓ کو عبادت نے محو کر لیا ہے، وہ خلافت کا طالب نہیں۔ ہاں اگر خلافت بلا سعی و کوشش اس کے پاس پہنچ جائے تو یہ الگ بات ہے۔ رہا عبدالرحمٰن بن ابی بکررضؓ تو لوگوں کے دلوں میں اُس کا ایسا وقار اور اعتبار نہیں ہے کہ وہ خلافت کا مطالبہ کر سکے یا اس کے لیے کوشاں ہو، البتہ بغیر ہاتھ ہلائے اس کے ہاتھ لگ جائے تو یہ الگ بات ہے۔ لیکن جو شخص شیر کی طرح گھات میں رہے گا اور لومڑی کی طرح جل دے گا اور موقع پا کر پل پڑے گا وہ عبداللہ بن زبیر ہے۔ اگر وہ ایسا کرے اور تم اس پر فتح پاؤ تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ ہاں اگر وہ طالبِ صلح ہو تو یہ الگ بات ہے۔ اس کی طرف سے صلح کی پیش کش ہو تو قبول کر لینا۔ کوشش کرنا کہ قوم کا خون نہ بہے۔ ان میں

Marfat.com

سے جو بدخواہ ہوں انھیں تحفہ و انعام دے کر روک لو اور ان کی زیادتیوں پر اپنے حلم کا پردہ ڈال دو ''۔

اسی اثنا میں خود یزید اُن کے پاس آن پہنچا۔ انھوں نے وصیت اس کے روبرو دھرائی اور چل بسے۔

اب ضحاک بن قیس بڑی مسجد میں آیا اور منبر پر چڑھ گیا۔ معاویہؓ کے کفن اس کے ہاتھ میں تھے اور کہا '' اے لوگو! معاویہؓ بن ابی سفیان بندگانِ الٰہی میں سے ایک بندہ تھا۔ خدا نے اسے اپنے بندوں کا حاکم بنایا تھا۔ جب تک مقدّر میں تھا وہ زندہ رہا۔ جب اجل آئی وہ چل دیا۔ یہ ہیں اس کے کفن ــ تم لوگ دیکھ رہے ہو۔ ہم معاویہؓ کو ان میں لپیٹ کر قبر میں اتار دیں گے۔ پھر وہ جانے اور اس کا خدا۔ جو اس کے جنازے میں شامل ہونا چاہے وہ نماز ظہر کے بعد پہنچ جائے ''۔ یہ کہا اور منبر سے اتر آیا۔

لوگوں نے اپنی اپنی راہ لی۔ تاآنکہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ پھر اکٹھے ہو گئے اور معاویہؓ کی تجہیز و تکفین کی۔ ان کا جنازہ اٹھایا اور دفن کر دیا۔

بیعت یزید

یزید واپس آ کے جامع مسجد میں داخل ہؤا اور لوگوں سے بیعت کرنے کو کہا۔ لوگوں نے بیعت کر لی اور وہ اپنے گھر چلا گیا۔

معاویہؓ کی وفات کے وقت مدینے کی حکومت پر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان اور مکے کی حکومت پر یحییٰ بن حکیم بن صفوان بن اُمّیہ، کوفے کی حکومت پر نعمان بن بشیر انصاری اور بصرے کی حکومت پر عبیداللہ بن زیاد فائز تھا۔

اب یزید کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ چاروں شخص اس کی بیعت کر لیں چنانچہ اس نے ولید بن عتبہ کے نام فرمان لکھ بھیجا کہ وہ بہ شدت و جبر بیعت لے اور کسی کو بھی مہلت نہ دے۔ جب یہ خط ولید کو ملا تو وہ گھبرا گیا۔ اسے فتنہ و فساد

Marfat.com

کا خوف لاحق ہو گیا لہذا مروان کے پاس پیغام بھیجا ـ دونوں کے تعلقات کشیدہ تھے تاہم مروان آ گیا اور ولید نے اسے خط پڑھ کے سنا دیا اور مشورہ طلب کیا ـ

مروان نے کہا ''جہاں تک عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا تعلق ہے ان کی جانب سے تیرے دل میں خطرہ جاگزیں نہ ہونا چاہیے وہ خلافت کے لیے کوئی مطالبہ نہ کریں گے ـ البتہ تجھے چاہیے کہ حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے فوراً نپٹ لے ـ انھیں ابھی بلوا لے ـ اگر وہ بیعت کر لیں تو فبہا ورنہ دونوں کا سر اڑا دے قبل اس کے کہ معاویہؓ کی وفات کی خبر عام ہو ـ یہ خبر عام ہو گئی تو ان میں سے ہر ایک کسی جانب بھاگ جائے گا اور مخالفت پر کمر باندھ لے گا ـ

چنانچہ ولید نے عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے جو وہاں موجود تھا اور ابھی نوعمر ہی تھا کہا '' اے بیٹا جاؤ اور حسین بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا لاؤ ''ـ

عبداللہ چلا گیا ـ جب مسجد (نبوی) میں پہنچا تو دیکھا کہ دونوں وہاں بیٹھے ہیں لہذا کہا '' آپ کو گورنر نے یاد کیا ہے '' ـ

انھوں نے کہا '' تم جاؤ ہم ابھی تمہارے پیچھے پیچھے چلے آتے ہیں ''ـ عبداللہ چلا گیا ـ

اب عبداللہ بن زبیرؓ نے حسینؓ سے کہا '' کیا خیال ہے اس نے ہمارے پاس اس گھڑی آدمی کیوں بھیجا ہے ''ـ

حسینؓ نے کہا ''میرا اندازہ یہ ہے کہ معاویہؓ فوت ہو گئے ہیں اور اس نے ہمیں بیعت کے لیے بلوایا ہے '' ـ ابن زبیرؓ نے کہا ''میرا بھی بالکل یہی گمان ہے ''ـ چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی ـ

اب حضرت حسینؓ نے اپنے موالی اور غلام اکٹھے کیے اور دار امارت کی راہ لی ـ وہاں اپنے ان جوانوں سے کہ دیا کہ تم

Marfat.com

دروازے پر بیٹھ رہو اگر میری آواز سنو تو گھر کے اندر گھس آنا ۔

حسینؓ ولید کے پاس پہنچے اور اس کے ایک پہلو میں جا کے بیٹھ گئے ۔ مروان بھی ولید کے یہاں موجود تھا ۔ ولید نے انھیں خط پڑھ کر سنایا ۔ جس پر حسینؓ نے جواب دیا "میرے جیسا کوئی شخص چھپ کر بیعت نہیں کرتا ۔ میں ہر وقت تمھاری دسترس میں ہوں ۔ جب اس مقصد کے لیے باقی لوگ جمع ہوں گے میں بھی پہنچ جاؤں گا ۔ پھر جو کچھ وہ کریں گے میں بھی کر لوں گا "۔

ولید عافیت پسند شخص تھا ۔ لہذا حسینؓ سے کہا "اچھا تو اب آپ جائیں اور پھر دیگر لوگوں کے ہمراہ ہمارے پاس تشریف لے آئیں "۔ حسینؓ چلے گئے ۔ ان کے جانے کے بعد مروان نے ولید سے کہا "تم نے میری بات نہ مانی ۔ خدا کی قسم ایسا موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا " ۔

ولید نے کہا "کمبخت تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو کہ میں حسینؓ بن فاطمہ علیہ السلام بنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دوں ؟ خدا کی قسم جس شخص کا قیامت کے دن خونِ حسینؓ کے ضمن میں محاسبہ کیا جائے گا وہ شخص بہت ھی خفیف المیزان ہوگا " ۔

رہے ابن زبیرؓ تو انھوں نے گھر میں جا کے پناہ لے لی اور ولید سے لاولابہ کرنے لگے تاآنکہ جب رات کاملاً سیاہ ہو گئی تو انھوں نے مکے کی راہ لی ۔ مگر شاہراہ کے بجائے پگڈنڈی پر ہو لیے " ۔

صبح جب ولید کی آنکھ کھلی تو عبداللہ بن زبیرؓ کا ماجرا معلوم ہؤا ۔ لہذا اس نے حبیب بن کُوَین کو تیس سواروں کے ہمراہ ان کے تعاقب میں روانہ کر دیا ۔ مگر تمام دن تلاش میں سرگرداں رہنے کے باوصف وہ لوگ ان کا کھوج نہ پا سکے ۔

جب دن غروب ہؤا اور رات تاریک ہو گئی تو حسینؓ نے بھی مکے کی راہ لی ۔ ان کے ہمراہ ان کی ہمشیر امّ کلثوم ، زینب ، بھائی کے فرزند تھے اور بھائیوں میں سے ابوبکر ، جعفر اور عباس تھے ۔ علاوہ

Marfat.com

ازیں دیگر اهل بیت بھی جو اس وقت مدینے میں مقیم تھے ان کے ساتھ هو لیے ۔ البتہ محمد بن حنفیه وهیں ٹھیرے رهے ۔

جہاں تک عبداللہ بن عباس کا تعلق هے وہ کئی روز قبل مکے جا چکے تھے ۔ بہر حال حسین رض منزلیں مارتے جا رهے تھے ۔ راستے میں عبداللہ بن مطیع سے ملاقات هوئی ۔ وہ مکے سے مدینے کو جا رها تھا ۔ چنانچہ اس نے پوچھا ''کہاں کے ارادے هیں''۔ حضرت حسین رض نے جواب دیا '' فی الحال تو مکے جا رها هوں ''۔

وہ بولا '' خدا آپ کے لیے بہتری هی کا سامان کرے ۔ ویسے میں آپ کو ایک صلاح ضرور دینا چاهتا هوں ''۔

حضرت حسین نے کہا '' وہ کیا هے ''۔

وہ بولا '' جب مکے میں پہنچیں اور وهاں سے کسی شہر کی جانب نکل جانا چاهیں تو یاد رکھیں کہ کوفے کا هرگز رخ نہ کریں ۔ وہ منحوس شہر هے ۔ وهاں آپ کے والد مار دیے گئے اور وهاں آپ کے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا گیا ــ یہی نہیں بلکہ ان پر نیزے کا حملہ بھی هؤا جو قریب تھا کہ ان کی جان لے لیتا ۔ بہتر هو کہ حرم هی کے هو رهیں اس لیے کہ اهلِ حجاز کسی کو آپ کا همسر نہیں جانتے ۔ جہاں جہاں آپ کے شیعہ موجود هوں انہیں بلوا بھیجیے، وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں گے ''۔ حسین رض نے جواب دیا '' جو خدا چاهے گا وهی هو گا '' یہ کہ کے حسین رض نے اپنی سواری بڑھا دی اور مکے جا پہنچے ۔ وهاں شِعبِ علی میں ڈیرے ڈال دیے ۔ لوگ عبداللہ بن زبیر کا ساتھ چھوڑ کر گروہ در گروہ ان کے پاس پہنچنے لگے ۔ حسین رض کی آمد سے قبل وہ سب ابن زبیر کے گرد جمع تھے ۔ یہ بات ابن زبیر کو ناگوار گزری ان پر واضح هو گیا کہ جب تک حسین رض شہر میں موجود هیں انهیں کوئی نہ پوچھے گا ۔ ویسے وہ خود صبح و شام حسین رض کے پاس آتے جاتے تھے ، اسی اثنا میں یزید نے یحییٰ بن حکیم بن صفوان بن اُمیہ کو (مکے کی حکومت) سے معزول کر دیا ۔

اہل کوفہ اور حسین

کہتے ہیں کہ جب اہلِ کوفہ معاویہ رض کی وفات سے آگاہ ہوئے اور یہ اطلاع بھی مل گئی کہ حسین بن علی رض مکے کی جانب نکل گئے ہیں تو شیعہ حضرات کا ایک گروہ سلیمان بن صُرد کے گھر پہنچا اور بااتفاق رائے یہ طے کیا کہ حسین رض کی خدمت میں خط لکھ کے گزارش کی جائے کہ وہ ان کے پاس کوفے میں تشریف لے آئیں تاکہ زمامِ خلافت ان کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ اور نعمان بن بشیر انصاری کو وہاں سے نکال دیا جائے چنانچہ انہوں نے حسین رض کے نام اس مضمون کا خط لکھا اور عبداللہ سُبیع ہمدانی اور عبداللہ بن وَدّاک سُلمی کے ہاتھ روانہ کر دیا۔ جب یہ دونوں شخص خط لے کر حسین رض کے پاس مکے میں پہنچے، اس دن ماہ رمضان کے دس دن گزر چکے تھے۔ بہر حال انہوں نے خط حضرت حسین رض کے حوالے کر دیا مگر ابھی وہ دن شام میں تبدیل بھی نہ ہؤا تھا کہ حضرت حسین رض کے پاس مُسہر صیداوی اور عبدالرحمٰن بن عبیدارجی آن پہنچے۔ ان کے پاس پچاس پچاس چٹھیاں تھیں جو اہلِ کوفہ کے اکابر و رؤسا نے تحریر کی تھیں۔ ہر چٹھی دو دو، تین تین اور چار چار اصحاب کی طرف سے تھی۔

صبح ہوئی تو حضرت حسین رض کے پاس ہانی بن ہانی سُبیعی اور سعید بن عبداللہ خثعمی حاضر ہوئے۔ ان کے ہمراہ بھی پچاس چٹھیاں تھیں۔

جب وہ دن غروب ہؤا اور شام چھا گئی تو ان کی خدمت میں سعید بن عبداللہ ثقفی آن پہنچا۔ اس کے ہمراہ ایک ہی خط تھا اور وہ تھا شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث، عزرہ بن قیس عمرو بن حجاج اور محمد بن عمیر بن عُطارد کی طرف سے۔ یہ سبھی افراد کوفے کے رؤسا میں سے تھے۔ غرضیکہ کئی روز تک اہلِ کوفہ کے قاصد پے بہ پے پہنچتے رہے حتٰی کہ حضرت حسین رض نے چٹھیوں سے

Marfat.com

خُرجیاں بھر لیں - آخر حسینؓ نے اُن سب کے نام ایک چٹھی تحریر کی اور ھانی بن ھانی اور سعید بن عبداللہ کے سپرد کر دی - مضمون یہ تھا " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : حُسین بن علیؓ کی طرف سے اُس کے ھر کوفی شیعہ اور دوست کے نام جس تک یہ خط پہنچے - السلام علیکم : اما بعد ! مجھے آپ کے خطوط مل گئے ھیں اور مجھ پر واضح ھو گیا ھے کہ آپ اس امر کے کس قدر مشتاق ھیں کہ میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں - لہذا میں مسلم بن عقیل کو بھیج رھا ھوں جو میرا بھائی ، میرا ابن عم اور میرے کنبے کے معتمد افراد میں سے ھے تاکہ وہ میری طرف سے آپ کا احوال معلوم کرے اور آپ کی جمعیت کے بارے میں جو کچھ معلوم ھو اس سے مجھے آگاہ کرے - اگر حقیقت حال ویسی ھی ھے جیسی آپ کے خطوط سے ظاھر ھے اور جس طرح آپ کے قاصدوں نے بیان کی ھے تو پھر میں جلد از جلد آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا - انشا اللہ ، والسلام "۔

مسلم بن عقیل بھی مدینے سے حضرت حسینؓ ھی کی معیت میں مکے چلے آئے تھے - حضرت حسینؓ نے ان سے کہا " اے میرے ابن عم ! میری صلاح یہ ھے کہ آپ کوفے جائیں اور دیکھیں کہ ان لوگوں کا اتفاق رائے کس امر پر ھے ، اگر ان کا موقف وھی ھے جو ان کی چٹھیوں سے ظاھر ھو رھا ھے تو مجھے فوراً خط لکھنا - میں بسرعت تمام تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا ، اگر صورت حال کچھ اور ھو تو پھر جلد از جلد واپس چلے آنا " -

یہ حکم پا کر مسلم نے راہِ مدینہ اختیار کی تاکہ اپنے اھل و عیال سے ملتے جائیں ، پھر وھاں سے دو رھبر اجرت پر ھمراہ لیے جن کا تعلق بنو قیس سے تھا اور کوفے کی طرف روانہ ھو پڑے مگر ایک رات دونوں راھبر راستہ بھول گئے - صبح ھوئی تو دونوں تھکاوٹ سے چور تھے - گرمی اور پیاس سے حالت غیر ھو رھی تھی - مزید چلنے کی قطعاً ھمت باقی نہ رھی تاھم انھوں نے مسلم سے کہا " آپ اس رخ چلتے رھیں ممکن ھے بچ نکلیں " -

Marfat.com

چنانچہ مُسلم اور ان کے ہمراہی خدام نے راہبروں کو وہیں چھوڑ دیا ، ان میں جان کی محض رمق سی باقی رہ گئی تھی خود چلتے رہے تاآنکہ ایک راستے پر جا نکلے اور پھر اس راستے سے ہرگز ادھر اُدھر نہ ہوئے۔ آخر ایک چشمے پر پہنچ گئے وہاں مسلم نے پڑاؤ کیا ۔

اب مسلم نے اس چشمے کے مالکوں سے اُجرت پر ایک قاصد حاصل کیا ۔ ایک خط حسین رض کے نام لکھ کر اس قاصد کے ہاتھ ارسال کیا ۔ جس میں اپنا حال اور دونوں رہبروں کا ماجرا قلمبند کرنے کے علاوہ یہ بھی لکھا کہ دیگر کس کس مشقت کا سامنا کرنا پڑا ہے ۔ ساتھ ہی اس امر سے بھی آگاہ کیا کہ میں جس مقصد کی خاطر رُوبراہ ہوں اس کے بارے میں بدشگونی کا احساس ہو رہا ہے ۔ لہذا ملتجی ہوں کہ مجھے معاف فرمائیں اور کسی دوسرے شخص کو اس کام پر بھیج دیں ۔ یہ بھی قلمبند کیا کہ میں اس وقت وادیٔ حُریث میں فلاں مقام پر خیمہ زن ہوں '' ۔

قاصد روانہ ہؤا اور مکے میں پہنچا ۔ خط حضرت حسین رض کے سپرد کر دیا ۔ انہوں نے خط پڑھا اور جواباً تحریر کیا '' اما بعد ! میرا گمان یہ ہے کہ تم پر بزدلی مسلط ہے اور وہ تمھیں اس مقصد کے حصول سے روک رہی ہے جس کی خاطر میں نے تمھیں روانہ کیا تھا ۔ معافی نہیں مل سکتی ۔ میں نے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کے لیے چل دو ۔ والسلام '' ۔

مسلم کوفے میں

بہر حال مسلم رخصت ہوئے اور کوفے میں پہنچ کر ایک مکان میں جسے خانۂ مختار بن اَبی عُبیدہ کہتے تھے اور جسے آجکل خانۂ مسیب کے نام سے جانا جاتا ہے ، مقیم ہو گئے ۔

شیعہ حضرات اُن کے پاس آتے اور وہ انھیں حضرت حسین رض کے خط پڑھ کر سنا دیتے ۔ ہوتے ہوتے کوفے میں اُن کی آمد کا راز فاش

ہو گیا ۔ وہاں کے حاکم نُعمان بن بشیر کو بھی علم ہو گیا ۔ مگر اس نے کہا " میں تو اسی سے لڑوں گا جو میرے ساتھ لڑے گا اور اسی پر حملہ کروں گا جو مجھ پر حملہ‌آور ہو گا ۔ محض ظن و گمان کی بنا پر کسی کو کیوں پکڑ لوں ۔ ہاں جس کا جرم واضح ہو گیا اور پتہ چل گیا کہ اس نے بیعت توڑ دی ہے تو پھر جب تک میرے ہاتھ میں دستہ رہے میں اس پر تلوار کے وار کرتا چلا جاؤں گا ، خواہ میں بالکل اکیلا ہی کیوں نہ ہوں " ۔ نعمان بن بشیر عافیت پسند اور امن دوست شخص تھا ۔

مگر مسلم بن سعید حضرمی اور عمارہ بن عقبہ نے جو یزید بن معاویہ‌رض کے جاسوس تھے یزید کو مسلم بن عقیل کے کوفے میں آنے اور حسین بن علی‌رض کی خاطر تبلیغ کرنے کی اطلاع تحریر کر بھیجی ۔ یہ بھی لکھ بھیجا کہ مسلم بن عقیل نے اس کے خلاف لوگوں کے دلوں میں زہر ڈال دیا ہے ۔ لہٰذا اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کا اقتدار قائم رہے تو کسی ایسے شخص کو کوفے کی حکومت پر مامور کرے جو اس کے احکام کو نافذ کر سکے اور اس کے دشمن کے ساتھ وہی برتاؤ کر سکے جو وہ خود کرتا ہے ۔ حق یہ ہے کہ نعمان کمزور آدمی ہے یا یہ کہ کمزور بن رہا ہے ۔ والسلام "۔

جب یزید کو یہ خط ملا تو اس نے ایک فرمان لکھوایا جس کی رو سے عبیداللہ کو کوفے کا گورنر بنا دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ فوراً کوفے کی راہ لے اور مسلم بن عقیل کو اس طرح تلاش کرے جس طرح کوئی گراں بہا شے تلاش کی جاتی ہے ۔ ڈھونڈھے بغیر ہرگز دم نہ لے ۔ پھر خواہ اسے قتل کر دے خواہ کوفہ و بصرہ سے نکال باہر کرے ۔ یہ خط اس نے مسلم بن عمرو باہلی کے سپرد کیا جو قُتَیْبَہ بن مسلم کا والد تھا اور اسے حکم دیا کہ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔ مسلم بن عمرو چلا اور بصرے میں پہنچ کے فرمان عبیداللہ بن زیاد کے کے حوالے کر دیا ۔

اسی زمانے میں حسین بن علی‌رض نے ایک خط اپنے بصری شیعوں

کی طرف اپنے مولیٰ مسمیٰ سُلیمان کے ہاتھ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین بن علی رضؓ کی طرف سے مالک بن مِسمَع، احنف بن قیس، مُنذر بن جارود، مسعود بن عمرو اور قیس بن ھَیثم کے نام، سلام علکیم۔ امّا بعد! بے شک میں آپ لوگوں کو حق کی نشانیوں کے احیا اور بدعتوں کے قلع قمع کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر میری دعوت قبول کر لو گے تو ہدایت کی راہ پا لو گے۔ والسلام"۔ جب ان کے پاس یہ خط پہنچا تو ہر ایک نے چھپا رکھا، سوا منذر بن جارود کے، اس نے راز فاش کر دیا اس لیے کہ اس نے اپنی بیٹی ہند کو عُبیداللہ بن زیاد سے بیاہ دیا تھا۔ بہر حال وہ اس خط کو لیے عُبیداللہ سے ملا اور اسے خط کے مضمون سے آگاہ کیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ قاصد کو ڈھونڈا جائے چنانچہ اسے ڈھونڈ نکالا گیا اور موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

پھر وہ بڑھ کر بڑی مسجد میں داخل ہو گیا اور کہا "قارہ کے ساتھ تیراندازی کا مقابلہ کرنے والے نے قارہ کے ساتھ انصاف کیا ہے۔ اے بصرے والو! امیرالمومنین نے مجھے بصرے کے ساتھ کوفے کی حکومت بھی دے دی ہے لہذا میں کوفے جا رہا ہوں یہاں میں اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو آپ کا حاکم بنا چلا ہوں۔ خبردار، مخالفت و سرکشی پر کمر نہ باندھنا ورنہ مجھے قسم ہے اس خدا کی جس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں اگر مجھے یہ اطلاع ملی کہ تم میں سے کسی نے مخالفت کی ہے یا سرکشی اختیار کی ہے تو اسے بھی اور اس کے ولی کو بھی تہ تیغ کر دوں گا۔ میں دور والے کے بدلے نزدیک والے کو پکڑ لوں گا۔ بیمار کے بدلے تندرست کو دھر لوں گا تاآنکہ تم لوگ سیدھے ہو جاؤ گے۔ جس نے تنبیہ کر دی اس کی طرف سے اتمام حجت ہو گئی"۔ یہ کہ کر منبر سے اترا اور چل دیا۔

عبیداللہ کے ہمراہ بصرے کے اکابر میں سے شَریک بن اعوَر اور منذر بن جارود تھے۔ عبیداللہ کوچ کرتا ہؤا کوفے میں جا پہنچا۔ اس

Marfat.com

نے چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا۔

اُدھر اہلِ کوفہ چونکہ حضرت حسین بن علیؓ کی آمد کے منتظر تھے، لہذا وہ جس ٹولے کے پاس سے گزرتا ٹولے والے جانتے کہ یہ حسین بن علیؓ ہیں لہذا احتراماً کھڑے ہو جاتے اور دعاگو انداز میں کہتے "مرحبا اے ابن رسول، آپ کا آنا مبارک ہو"

اس طرح ابن زیاد نے دیکھ لیا کہ اہلِ کوفہ حسینؓ کا استقبال کس خوشی سے کرنے والے تھے۔ یہ بات اس کے لیے بڑی تکلیف دہ تھی۔ بہر حال وہ بڑی مسجد میں جا کے داخل ہو گیا۔ لوگوں میں منادی کرا دی گئی۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو عبیداللہ بن زیاد منبر پر چڑھا۔ حمد و ثنائے الٰہی بیان کی اور پھر کہا "اے اہلِ کوفہ امیرالمومنین نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم مقرر کر دیا ہے اور تمہارا مالِ غنیمت تمہیں میں تقسیم کر دیا۔ مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے مظلوم کے ساتھ انصاف کراؤں اور تم میں سے جو جو اطاعت و فرمانرداری کا دم بھرے اس سے نیک برتاؤ کروں اور جو سرکش اور اشتباہ پرداز ہو اس پر سختی کروں۔ میں اس ضمن میں امیرالمومنین کے حکم کی مکمل تعمیل کروں گا۔ جو تم میں سے مطیع ہوگا میں اس کے حق میں باپ کی طرح شفیق ہوں گا۔ جو تم میں سے مخالفت کی راہ پر گامزن ہوگا اس کے لیے ستم قاتل ثابت ہوں گا۔ لہذا تم میں سے ہر ایک کو اپنی ذات کا ذمہ دار ہونا چاہیے"۔

یہ کہہ کے وہ منبر سے اتر کر محل میں آیا اور ڈیرہ جما دیا۔ ساتھ ہی نعمان بن بشیر اپنے وطن کی طرف جو شام تھا لوٹ گیا۔ مسلم بن عقیل کو بھی عبیداللہ کی آمد اور نعمان کی واپسی کا علم ہو گیا۔ یہ بھی پتہ چل گیا کہ اس نے کیا خطبہ دیا ہے اور کیسی تنبیہ کی ہے۔ چنانچہ انہیں جان کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ جب رات کا تہائی حصہ گزر گیا تو وہ اس گھر سے نکلے جہاں مقیم تھے اور ہانی بن عروہ مذحجی کے در پر پہنچے۔ ہانی کوفے کے اکابر میں سے تھا۔ مسلم اس کے مکان کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گئے اور پھر ہانی کی طرف پیغام بھیجا

کہ باہر آئیں ۔ وہ اس وقت مکان کے زنانے حصے میں تھا ۔ پیغام پا کر باہر آ گیا ۔

مسلم نے اُٹھ کر سلام کیا اور کہا میں آپ کے یہاں اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے پناہ دیں اور میری میزبانی کریں ۔ جواباً ہانی نے کہا ”آپ نے اس معاملے میں مجھ پر بے حد بار ڈال دیا ہے اور اگر آپ میرے گھر میں داخل نہ ہو چکے ہوتے تو میں ضرور چاہتا کہ میرے یہاں سے چلے جائیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ اب مجھ پر ذمہ داری آن پڑی ہے اس لیے کہ آپ میرے گھر میں داخل ہو چکے ہیں“ ۔

بہر حال ہانی نے انھیں اپنی محل سرائے میں داخل کر لیا اور اس کا ایک پہلو ان کے لیے مخصوص کر دیا ۔ اب شیعہ حضرات نے نے مسلم کے پاس ہانی کے گھر میں آنا جانا شروع کر دیا ۔

ہانی بن عُروہ بھی شَریک بن اعور بصری کے ساتھ رابطہ قائم رکھے ہوئے تھا ۔ شریک وہی جس نے ابن زیاد کے ہمراہ کوچ کیا تھا وہ بصرے میں بڑی عزت و احترام کا مالک تھا ۔ چنانچہ ہانی اس کے ڈیرے پر گیا اور اپنے ساتھ اپنے مکان پر لا کے اس کمرے میں ٹھیرا دیا جہاں مسلم ٹھیرے ہوئے تھے ۔

شریک بصرے کے اکابر شیعہ میں سے تھا اور وہ ہانی کو مسلم کے موقف کی تائید پر اُبھارتا رہتا تھا ۔ ادھر مسلم بھی ہر کوفی سے جو ان کے پاس آتا اس سے بیعت لیتے اور اُن سے مستحکم و پائدار عہد و پیمانِ وفا لے لیتے ۔ اسی اثنا میں شریک بن اعور، ہانی بن عروہ کے گھر میں بیمار ہو گیا اور بیماری نے شدت اختیار کر لی ۔ جب یہ خبر عبیداللہ کو ملی تو اس نے ہانی بن عروہ کو اطلاع دی کہ وہ شریک کی عیادت کے لیے آ رہا ہے ۔

چنانچہ شریک نے مسلم بن عقیل سے کہا ”تمھارا اور تمھارے حامیوں کا مقصد بیشک یہی ہے کہ اس گردن کش کو ہلاک کر ڈالا جائے ۔ اب خدا نے تمھیں اس امر پر قادر کر دیا ہے ۔ وہ میرے پاس عیادت کے لیے آ رہا ہے ۔ لہذا اٹھ کے سامان والے کمرے میں

Marfat.com

گھس جائیں اور جب وہ بے فکر ہو کر میرے پاس بیٹھ جائے تو آپ نکل کر اسے قتل کر دیں اور پھر قصرِ امارت میں جا کر مقیم ہو جائیں، وہاں آپ سے کوئی تنازع کرنے والا نہ ہو گا اور اگر خدا نے مجھے صحت عطا کی تو میں بصرے جاؤں گا اور وہاں آپ کی طرف سے کافی ہو رہوں گا ۔ لہذا اہلِ بصرہ آپ کی بیعت کر لیں گے ۔

اس پر ھانی بن عروہ نے کہا " میں پسند نہیں کرتا کہ ابن زیاد میرے گھر میں مارا جائے " ۔

شریک نے کہا " مگر کیوں ؟ خدا کی قسم اس کا قتل تو قربِ الٰہی کا موجب ہے " ۔

ازاں بعد شریک نے مسلم سے کہا " کچھ بھی ہو اس معاملے میں کوتاھی نہ کریں " ۔

وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ انہیں بتایا گیا " امیر دروازے پر آیا کھڑا ہے " ۔

اس پر مُسلم بن عقیلؑ سامان والے کمرے میں داخل ہوگئے اور عبیداللہ بن زیاد شریک کے پاس چلا آیا ۔ آ کے سلام علیکم کہا اور پوچھا " تمہیں کیا بیماری ہے ۔ کس تکلیف میں مبتلا ہو ؟ "

جب عبیداللہ کو شریک کی پرسش کرتے دیر ہو گئی تو شریک کو احساس ہؤا کہ مسلم جلدی سے کام نہیں لے رہے لہذا اس نے مُسلم کو سنا کر کہنا شروع کیا ۔

مَا تَنْتَظِرُونَ بِسَلْمٰی عِنْدَ فُرْصَتِهَا
فقد وَفٰی وُدُّهَا واسْتَوسَقَ الصَّرْمُ

۱۔ سلمی کو فراغت حاصل ہے اب اس کے بارے میں تم کس کا انتظار کر رہے ہو ۔ اس کی دوستی کا حق ادا ہو گیا اور لوگوں نے موقع سے فائدہ اٹھا لیا ۔

اب جو وہ بار بار یہی شعر پڑھنے لگا تو ابن زیاد نے ھانی سے پوچھا " شریک کو ھذیان تو نہیں ہو گیا ؟ "

ھانی نے جواب دیا " خدا امیر کا بھلا کرے وہ صبح سے اسی

Marfat.com

عالم میں ہے "۔

ازاں بعد عبیداللہ رخصت ہو گیا اور مسلم بن عقیل سامان کے کمرے سے نکل آئے۔ شریک نے ان سے کہا " محض بزدلی اور کمزوری نے تمہارا ہاتھ روکے رکھا "۔

مُسلم نے جواب دیا " مجھے دو باتوں نے اس کے قتل سے روکا۔ ایک یہ کہ ہانی کو اپنے گھر میں اس کا قتل پسند نہ تھا، دوسرے یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے " ایمان چھپ کر حملہ کرنے سے روکتا ہے۔ مومن چھپ کر حملہ نہیں کرتا "۔

اس پر شریک نے کہا " خدا کی قسم اگر آپ اسے قتل کر دیتے تو آپ کا کام سیدھا ہو جاتا اور آپ کے اقتدار کی راہ صاف ہو جاتی "۔

شریک اس واقعے کے بعد چند ہی روز زندہ رہ کر راہیٔ عدم ہؤا۔ ابن زیاد نہ صرف یہ کہ اس کے جنازے کے ساتھ ساتھ رہا بلکہ نماز بھی اسی نے پڑھائی۔

تاہم مسلم بن عقیل اہلِ کوفہ سے بیعت لیتے چلے گئے تاآنکہ اندر ہی اندر رفتہ رفتہ تقریباً اٹھارہ ہزار کوفیوں نے ان کی بیعت کر لی۔ مگر عبیداللہ کی نگاہوں سے مسلم بن عقیل کا ٹھکانہ بدستور پوشیدہ رہا۔ آخر ایک روز اس نے اپنے ایک شامی آزاد کردہ غلام مسمی مِعقَل کو تین ہزار درہم کی ایک تھیلی دے کر کہا " یہ لے اور جا کے مسلم بن عقیل کی جستجو کر، اس کی خاطر جہاں تک جانا پڑے جا "۔

وہ شخص رخصت ہو کر بڑی مسجد میں پہنچا۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس معاملے سے کیونکر نبٹے۔ اچانک اس کی نظر ایک شخص پر پڑی جو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ لگا بڑی طول طویل نمازیں پڑھ رہا ہے۔ لہذا اس نے اپنے دل سے کہا " شیعہ لوگ نمازیں بہت پڑھتے ہیں میرا خیال ہے یہ بھی انھیں میں سے ہو گا "۔

مِعقَل یہ سوچ کر بیٹھ رہا جب وہ نماز سے فارغ ہؤا تو اٹھ

Marfat.com

کے اس کے قریب جا بیٹھا اور کہا " میں آپ کے قربان، میں شام کا رہنے والا ہوں اور بنو ذی کلاع کا مولٰی ہوں۔ اللہ نے مجھ پر بڑا کرم کیا ہے کہ مجھے حبِّ اہلِ بیتِ رسول سے نوازا ہے۔ یہی نہیں ہر اس شخص کی محبت سے نوازا ہے جو اہلِ بیت کا محبّ ہے۔ میرے پاس یہ تین ہزار درہم ہیں اور میں یہ رقم انہی میں سے کسی فرد تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ اسی شہر میں حسین بن علیؓ کے کوئی داعی آئے ہوئے ہیں کیا آپ ان تک میری رہبری کر سکتے ہیں تاکہ میں یہ مال ان کی نذر کر دوں تاکہ وہ اسے اپنی ضروریات کے ضمن میں خرچ کرنے کے علاوہ اپنے شیعوں میں حسبِ منشا بانٹ دے۔

اس شخص نے کہا " مسجد میں دوسرے لوگ بھی تو موجود ہیں تم نے یہ بات مجھی سے کیوں پوچھی؟ " جواب دیا " یہ اس لیے کہ مجھے آپ میں خیر کے آثار نظر آئے۔ مجھے توقع تھی کہ آپ یقیناً اہلِ بیتِ رسول کے دوستداروں میں سے ہیں "۔

اس شخص نے کہا " خوب ہے صاحب۔ تمہارا اندازہ بالکل درست ہے۔ میں تمہارے ہی بھائیوں میں سے ہوں۔ میرا نام مُسلم بن عَوسجہ ہے۔ مجھے تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ تمہاری ملاقات سے قبل میرا اندیشہ مجھے دکھ دے رہا تھا۔ میں شیعانِ اہلِ بیتِ رسول میں سے ہوں اور اس مردِ گردن کش عبیداللہ بن زیاد سے خائف تھا۔ بہر حال خدا کو حاضر و ناظر جان کر میرے ساتھ عہد و پیمان کرو کہ یہ بات کسی اور کو نہ بتاؤ گے۔ معقل نے اس شخص کے ساتھ حسبِ دلخواہ وعدے کیے اور قسمیں کھائیں۔

اس پر مُسلم بن عَوسجہ نے کہا " آج تم واپس چلے جاؤ کل میرے گھر آنا۔ وہاں سے ہم دونوں اپنے ہادی یعنی مسلم بن عقیل کے یہاں چلیں گے اور میں تمہیں ان سے ملا دوں گا "۔

معقل چلا گیا۔ رات بسر کی اور صبح سویرے اٹھ کے مسلم بن عوسجہ سے اس کے گھر میں جا ملا۔ وہ اسے لے کر چل دیا اور

Marfat.com

پھر مسلم بن عقیل کے یہاں پہنچا کر اس کا ماجرا بیان کیا ۔ معقل نے وہ مال مسلم بن عقیل کے حوالے کر دیا اور ان کے ھاتھ پر بیعت کر لی ۔

اب وہ شامی مسلم بن عقیل کے یہاں آنے جانے لگ پڑا ۔ اُس سے کوئی پردہ روا نہ رکھا جاتا تھا ۔ وہ دن دن بھر انھی کے پاس رھتا ۔ لہذا ایک ایک بات سے بخوبی آگاہ ھو گیا ۔ رات کو روزانہ وہ عبیداللہ سے ملتا اور ساری کہانی سنا دیتا ۔ جو کچھ یہ لوگ کہتے اور کرتے تھے بیان کر دیتا ۔ ظاھر ھے کہ اُسے یہ بھی بتا دیا کہ مسلم بن عقیل ھانی بن عروہ کے گھر میں روپوش ھیں ۔

اب ھؤا یہ کہ ایک روز ابن اشعث اور اسماء بن خارجہ ، ابن زیاد کے پاس آئے اور سلام عرض کیا ۔ عبیداللہ نے ان سے کہا " یہ ھانی بن عروہ نے کیا کر رکھا ھے "۔

وہ دونوں بولے " اے امیر! وہ تو کئی روز سے علیل ھے "۔

ابن زیاد نے کہا " یہ کیونکر ھو سکتا ھے ؟ مجھے بتایا گیا ھے کہ وہ دن کا بیشتر حصہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا ھوتا ھے ۔ پھر ھمارے پاس حاضر ھونے اور عرضِ تسلیمات کا فرض بجا لانے میں کونسی شے مانع ھے"؟ دونوں کہنے لگے " ھم اسے بتا دیں گے اور اس امر سے بھی آگاہ کر دیں گے کہ آپ اس کی طویل غیرحاضری کو محسوس کر رھے ھیں "۔

وہ دونوں رخصت ھو کر ھانی بن عُروہ کے یہاں گئے اور ان سے اس کے بارے میں جو کچھ ابن زیاد نے کہا تھا کہ سنایا ۔ ساتھ ھی یہ بھی کہا کہ ھم تمھیں قسم دے کے کہتے ھیں کہ ابھی ھمارے ساتھ چلو اور ابن زیاد سے مل کے اس کے دل سے کینہ و کدورت کو دور کر دو ۔ اس پر ھانی نے سواری طلب کی ۔ سوار ھؤا اور ان کے ھمراہ چل دیا ۔ مگر جب قصرِ امارت کے قریب پہنچا تو اس کے دل میں میل آگیا اور کہنے لگا " میرے دل میں اس شخص کی جانب سے خوف و خدشہ جاگزیں ھے ۔ وہ بولے " تمھارا دل تمھیں

خوف کیوں سمجھاتا ہے ۔ تم تو بالکل بے خطا شخص ہو "۔

بہر حال وہ ان کے ہمراہ رواں رہا ۔ تاآنکہ ابن زیاد کے روبرو پہنچ گیا ۔ ابن زیاد نے اسے دیکھتے ہی بطورِ تمثیل یہ شعر بار بار پڑھنا شروع کر دیا ۔

أُرِيْدُ حَيَاتَهُ وَيُرِيْدُ قَتْلِي ۱
عَذِيْرَكَ مِنْ خَلِيْلِكَ مِنْ مُرَادِ!

۱- میں اس کی زندگی کا طالب ہوں اور وہ میرے قتل کا ۔ تم بنو مراد سے تعلق رکھنے والے اس دوست کا کوئی عذر خواہ تو لاؤ "۔

ھانی نے کہا " اے امیر اس کے کیا معنی ! "

ابن زیاد بولا " اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ مسلم بن عقیل تیرے یہاں پہنچا تو نے اسے اپنے گھر میں پناہ دی اور لوگوں کو اکٹھا کیا تاکہ اس کی بیعت کر لیں "۔

ھانی نے کہا " نہ میں نے ایسا کیا اور نہ کسی ایسی شے سے آگاہ ہوں "۔

اس پر ابن زیاد نے غلام سے کہا کہ معقل کو میرے پاس بلا لاؤ ۔ معقل حاضر ہو گیا ۔

اب ابن زیاد نے ھانی بن عروہ سے کہا " اسے پہچانتے ہو ؟ "

معقل کو دیکھا تو ھانی جان گیا کہ وہ اس کے یہاں ابن زیاد کے لیے جاسوسی کر رہا تھا ۔ بولا " اے امیر خدا کی قسم آپ کی خدمت میں سچ سچ عرض کیے دیتا ہوں ۔ خدا کی قسم میں نے مسلم بن عقیل کو نہیں بلایا تھا اور نہ ایسا کوئی خیال ھی تھا "۔ اور پھر اس نے ساری داستان جوں کی توں کہ سنائی ۔ آخر میں عرض کیا " اب میں مسلم کو اپنے گھر سے نکالے دیتا ہوں جہاں ان کا جی

۱- صاحب لسان العرب کے نزدیک دوسرے مصرعے کا مفہوم یہ ہے کہ " کوئی ہے جو تمہارے دوست کے مقصد کے ضمن میں عذر خواھی کرے "۔

Marfat.com

چاہے گا چلے جائیں گے - میں آپ سے پختہ وعدہ کرتا ہوں کہ (انہیں گھر سے نکال کر) آپ کے پاس واپس آ جاؤں گا "۔

ابن زیاد نے کہا " نہیں خدا کی قسم ، فقط اس شرط پر جا سکتے ہو کہ اُسے میرے پاس لے آؤ "۔

ھانی نے جواب دیا "کیا مجھے زیب دیتا ھے کہ میں اپنے مہمان اور پناہ گزین کو ھلاکت کے حوالے کر دوں - خدا کی قسم یہ تو میں کبھی نہ کروں گا "۔

مگر ابن زیاد نے اس کو بات مکمل نہ کرنے دی اور بید اس کے منہ پر کھینچ مارا - جس سے ناک اس کی پچک گئی - بانسا ٹوٹ گیا اور پھر حکم دیا کہ اسے ایک کمرے میں بند کر دیا جائے۔

بَنُو مِذْحج کو پتہ چلا کہ ابن زیاد نے ھانی کو قتل کر دیا ھے - لہذا انھوں نے قصر امارت کے دروازے پر جمع ھو کر نعرے لگانے شروع کر دیے - یہ دیکھ کر ابن زیاد نے مسمی شریح سے جو وھیں بیٹھے تھے کہا " آپ ان کے آدمی (ھانی) کے پاس جائیں - اسے دیکھ لیں اور ان لوگوں کے روبرو لے جا کر بتا دیں کہ وہ زندہ ھے "۔ قاضی شُرَیح نے اسی طرح کیا -

یہ دیکھ کر اُن کے رئیس عَمرو بن حجّاج نے ان سے کہا " جب تمہارا آدمی زندہ و سلامت ھے تو تم فتنہ انگیزی میں جلد بازی سے کام نہ لو — واپس چلے جاؤ " چنانچہ وہ لوگ واپس چلے گئے -

جب ابن زیاد کو ان لوگوں کے واپس چلے جانے کا علم ھؤا تو حکم دیا کہ ھانی کو بازار میں لے جا کر اس کی گردن مار دی جائے۔

ادھر مسلم بن عقیل کو بھی ھانی بن عروہ کے مارے جانے کی اطلاع مل گئی - لہذا انھوں نے ان سب افراد کو جنھوں نے ان کے ھاتھ پر بیعت کی تھی بلوایا اور جب وہ سب اکٹھے ھو گئے تو عبدالرحمٰن بن کُرَیز کندی کو بنو کندہ و ربیعہ کا ، مسلم بن عوسجہ کو بنو مِذْحِج اور بنو اسد کا ، ابو ثمامہ صیداوی کو بنو تمیم اور ھمدان کا ،

Marfat.com

عباس بن جَعدہ بن ھبیرہ کو قریش اور انصار کا قائد مقرر کر دیا اور پھر سب نے بڑھ کر قصرِ امارت کا محاصرہ کر لیا ۔ خود مسلم بن عقیل باقی ماندہ لوگوں کے ہمراہ پیچھے پیچھے تھے ۔

ابن زیاد اپنے دو سو حاضرین مجلس سمیت جو اُس روز وہاں موجود تھے اور جن میں کوفے کے اکابر و اعوان اور پولیس افسر شامل تھے قلعہ بند ہو گیا ۔ پھر وہ لوگ فصیل پر جا کھڑے ہوئے ۔ محاصرین پر نکیلے سینگوں والے بھالے اور تیر برسانے لگے ۔ اس طرح انھیں یہ مہلت نہ دی کہ وہ قصر کے قریب آ سکیں ۔ اسی عالم میں رات پڑ گئی ۔

اب عبیداللہ بن زیاد نے اُن اکابر کوفہ سے جو اس کے یہاں موجود تھے کہا ” تم میں سے ہر ایک دیوار قصر پر سے جھانک کر اپنی اپنی قوم کو (انجامِ کار سے) متنبہ کر دے اور خوف دلائے “ ۔

چنانچہ کَثیر بن شہاب ، محمد بن اشعث ، قعقاع بن شَور ، شَبث بن رِبعی حَجار بن ابجر اور شِمر بن ذی جوشن نے فصیل پر سے جھانکا اور للکار کے کہا ” اے اھلِ کوفہ خدا سے ڈرو ۔ فتنہ انگیزی میں جلد بازی سے کام نہ لو ، قومی اتحاد کو پارہ پارہ مت کرو اور شامی رسالوں کو یہ دعوت مت دو کہ وہ تم پر چڑھ دوڑیں ، تم ان کے ہاتھوں کا مزا چکھ چکے ہو اور ان کی قوت آزما چکے ہو “ ۔

جب مسلم بن عقیل کے ساتھیوں نے یہ گفتگو سنی تو کسی قدر ڈھیلے پڑ گئے ۔

اب ہؤا یہ کہ کوئی مرد اپنے بھائی کے پاس آتا ، کوئی بیٹے یا عم زاد کے پاس اور کہتا ” تم چلو واپس ، دوسرے جو اتنے لوگ موجود ہیں تمھاری کیا ضرورت ہے ۔ اسی طرح کوئی کوئی عورت آتی اور آ کے اپنے بیٹے خاوند یا بھائی سے چمٹ جاتی اور اس وقت تک نہ چھوڑتی جب تک وہ واپس نہ چلا جاتا ۔ آخر جب مسلم نے نماز عشا پڑھی تو ان کے ہمراہ بمشکل تیس آدمی رہ گئے تھے ۔

جب مسلم نے یہ عالم دیکھا تو پا پیادہ واپس ہو چلے باقی

Marfat.com

ساتھی بھی پا پیادہ ساتھ تھے - سبھی نے بنو کندہ کے محلے کا رخ کیا ، ذرا دیر بعد مسلم نے مڑ کر دیکھا تو ان میں سے کسی کو بھی نہ پایا ، کوئی ایک بھی نہ تھا جو راہ ھی بتاتا ، چنانچہ وہ رات بھر ٹامک ٹوئیاں مارتے رہے اور آخر بنو کندہ کے یہاں جا پہنچے -

وھاں دیکھا تو ایک عورت اپنے بیٹے کے انتظار میں اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی تھی - یہ عورت ان لوگوں میں سے تھی جو مسلم کے ھمراہ لڑنے نکلے تھے چنانچہ اس نے مسلم کو اپنے گھر میں پناہ دے دی - مگر جب اس کا بیٹا آیا تو اس نے پوچھا '' یہ گھر میں کون ھے ؟ '' عورت نے اسے حقیقتِ حال سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ اس بات کو راز ھی میں رکھنا -

ادھر ابن زیاد نے جب آوازیں نہ سنیں تو گمان کیا کہ وہ لوگ مسجد میں داخل ھو گئے ھوں گے لہذا کہا '' دیکھو تو کوئی مسجد میں نظر آتا ھے ؟ '' مسجد قصر امارت کے پہلو میں تھی -

دیکھا گیا تو وھاں کوئی بھی نہ تھا - اب انہوں نے گنے کی جڑیں جلا جلا کر صحن مسجد میں پھینکنی شروع کیں تاکہ روشنی ھو ، روشنی ھوئی تو دیکھا کہ وھاں کوئی بھی نہیں -

اس پر ابن زیاد نے کہا '' وہ لوگ رخصت ھو گئے — مسلم کو اکیلے چھوڑ دیا اور لوٹ گئے '' -

اب زیاد اپنے ساتھیوں کے ھمراہ نکل کے مسجد میں جا بیٹھا - قندیلیں لا کے وھاں رکھ دی گئیں اور منادی والے کو حکم دیا کہ کوفے میں یہ منادی کر دے کہ شہر کے سربراھوں ، پولیس والوں اور چوکیداروں کے سوا باقی جو لوگ مسجد میں حاضر نہ ھوں گے میں ان کا ذمہ‌دار نہ ھوں گا '' -

جب لوگ اکٹھے ھو گئے تو ابن زیاد نے کہا '' اے حُصَین بن نُمیر — اور وہ کوفہ کا کوتوال تھا — تیری ماں تیرا ماتم کرے اگر کوفے کی گلیوں کا کوئی دروازہ بھی دیکھے بغیر رہ جائے — صبح ھوتے ھی تمام گھروں کی تلاشی لے ، ایک ایک گھر دیکھ ڈال تاآنکہ

Marfat.com

اُسے ڈھونڈ نکالی — اس کے بعد ابن زیاد نے مسجد میں نماز عشا پڑھائی اور واپس قصر میں چلا گیا ۔

جب صبح ہوئی تو اس نے مجلس منعقد کی ، لوگ اس کے پاس پہنچنے لگے ۔ سب سے اول پہنچنے والوں میں محمد بن اشعث تھا ۔ ابن زیاد نے اسے اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا ۔

اتنے میں اس عورت کا بیٹا جس کے گھر میں مسلم موجود تھا عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے پاس آیا ۔ وہ اس زمانے میں ابھی نوخیز تھا اور بتا دیا کہ مسلم اس کے یہاں ہے ۔ عبدالرحمٰن اُٹھ کے باپ کے پاس گیا جو ابن زیاد کے پاس بیٹھا ہؤا تھا اور اس کے کان میں یہ بات کہ دی ۔ ابن زیاد نے اس سے پوچھا '' تمھارے بیٹے نے کیا سرگوشی کی ہے ؟ '' وہ بولا کہ اس نے بتایا ہے کہ مسلم بن عقیل ہمارے ہی گھروں میں سے ایک گھر میں مقیم ہے ۔

ابن زیاد نے کہا '' جلؤ اور اسے ابھی میرے پاس لے آؤ ''۔ ساتھ ہی عُبید بن حُریث سے کہا کہ سو قریشی مرد روانہ کر دو ۔ اسے یہ بات پسند نہ تھی کہ مسلم کی طرف قریش کے علاوہ کسی اور قبیلے کے اشخاص کو روانہ کرے اس لیے کہ عصبیت کی آگ بھڑک اٹھنے کا اندیشہ تھا ۔

بہر حال وہ لوگ اس گھر میں جا پہنچے جہاں مسلم پوشیدہ تھے ۔ دروازہ کھول لیا ۔ مسلم نے مقابلہ کیا ۔ مقابلہ میں ان کا جبڑا ٹوٹ گیا ۔ پھر انھیں گرفتار کر لیا گیا اور ایک گھوڑے پر سوار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا گیا ۔

مسلم بن عقیل کا قتل

جب وہ عبیداللہ کے روبرو پہنچے تو سپاہی جو ان کے دائیں بائیں تھے کہنے لگے '' امیر کی خدمت میں سلام عرض کرو ''۔ مسلم نے جواب دیا '' اگر امیر میرے قتل کا ارادہ کیے بیٹھا ہے تو میرا اسے سلام کرنا بے سود ہے اور اگر وہ ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تو

پھر بارہا سلام کے مواقع ملیں گے "۔

ابن زیاد نے کہا "گویا تمھیں توقع ہے کہ بچ جاؤ گے؟"

مسلم نے جواب دیا "اگر تم میرے قتل پر تلے ہی بیٹھے ہو تو پھر اجازت دو کہ یہاں کسی ایسے شخص کو وصیت کر دوں جو میرا ہم‌قوم ہو" — ابن زیاد نے کہا "جو وصیت چاہو کر لو"۔

مسلم نے عمر بن سعد بن ابی وقاص پر نظر ڈالی اور بولے "ذرا مکان کے اس گوشے میں میرے ساتھ تنہائی میں بات کریں، مجھے آپ کو وصیت کرنا ہے، ان لوگوں میں میرا آپ سے زیادہ قریبی رشتہ‌دار کوئی نہیں" — چنانچہ عمر مسلم کے ساتھ گوشے میں چلا گیا۔ مسلم نے کہا "میری وصیّت قبول کرو گے؟" عمر نے جواب دیا "ہاں"۔

مسلم نے کہا "میں یہاں تقریباً ایک ہزار دینار کا مقروض ہوں، تم میرا قرض ادا کر دینا، اور جب میں قتل کر دیا جاؤں تو تم میری نعش مانگ لینا، مبادا ابن زیاد اس کا مُثلہ کرے، تیسرے یہ کہ حسین بن علیؓ کے پاس اپنی جانب سے قاصد روانہ کر دینا اور انھیں میرے احوال سے آگاہ کر دینا۔ بتا دینا کہ وہ جن لوگوں کو اپنا حامی گمان کرتے ہیں ان کی غدّاری کا عالم کیا ہے، اس امر سے بھی مطلع کر دینا کہ اٹھارہ ہزار آدمیوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد پیٹھ پھیر لی — یہ اطلاع ضروری ہے تاکہ وہ حرم کی طرف لوٹ جائیں۔ وہیں اقامت گزیں رہیں اور اہلِ کوفہ کے فریب میں نہ آئیں"۔

بات یہ تھی کہ مُسلم بن عقیل حسینؓ کے نام اس مضمون کا خط روانہ کر چکے تھے کہ جلد از جلد تشریف لے آئیں — عُمر بن سعد نے کہا "مجھے تمھاری ہر بات قبول ہے، اور میں ہر بات کا ضامن ہوں۔ مگر عمر بن سعد عبیداللہ کے پاس گیا اور بتا دیا کہ انہوں نے اس کو کیا وصیت کی ہے۔ سن کے عبیداللہ نے کہا "تم نے اس کا راز فاش کر کے بُرا کیا۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ "تمھارے امانت‌دار ہی تمھارے ساتھ غدّاری کرتے ہیں اور بارہا یوں بھی ہوتا ہے کہ غدّار تمھیں اپنا امین بنا لیتے ہیں"۔

Marfat.com

پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ مُسلم کو قصر کی چھت پر چڑھا دیا جائے اور لوگوں کو دکھا دیا جائے۔ لوگ قصر کے دروازے پر جو میدان سے ملحق تھا کھڑے تھے، ــ جب لوگ انھیں دیکھ چکے تو وھیں ان کی گردن ماردی گئی ــ سر نیچے میدان میں جا پڑا ــ جس نے مُسلم کو قتل کیا تھا وہ اَحمَرَ بن بُکَیر تھا۔

عبدالرحمٰن بن زبیر اسدی نے اس ضمن میں کہا تھا۔

(۱) فاِن کُنْتِ لاَ تَدْرِیْنَ ما المَوْتُ فانْظُرِی
اِلیٰ ھَانِیءٍ فیِ السُّوقِ وابنِ عَقِیلِ،

(۲) اِلیٰ بَطَلٍ قَدْھَشَّمَ السَّیْفُ اَنْفَہ'
وَ آخَرُ یھوی مِنْ طِمَارَ قَتِیلُ'

(۳) أَصابَھُما رَیْبُ الزمانِ فأصْبَحا
أحا دِیْثَ مَنْ لَیَسْعیٰ بکُلِّ سَبِیْلِ،

(۴) تَرى جَسَداً قَدْ غیّرَ المَوْتُ لَوْنَہ'
نَضحَ دمٍ قَدْ سَالَ کُلَّ مَسِیْلِ!

۱۔ اگر تُو یہ نہیں جانتی کہ موت کیا ھے تو بازار میں ھانی اور ابن عقیل (کی لاش) کو دیکھ لے۔

۲۔ وہ بہادر مرد ھانی جس کی ناک تلوار نے پھوڑ دی اور دوسرا جسے بلندی سے مار کے گرا دیا گیا۔

۳۔ دونوں کو گردشِ آفاق نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، اور وہ رھگیروں کے لیے افسانے بن کر رہ گئے۔

۴۔ تو ایسا جسم دیکھے گا جس کا رنگ موت نے بدل دیا ھے اور جس کا خون ھر جانب بہتا رھا ھے۔

پھر ابن زیاد نے دونوں کے سر یزید کے پاس بھجوا دیے اور دونوں کے بارے میں مفصل اطلاع تحریر کر کے بھیج دی۔ جواباً یزید نے ابن زیاد کو لکھا کہ ھم نے تمھارے بارے میں جو گمان کیا تھا وہ بے وجہ نہ تھا، تم نے جو کارروائی کی ھے وہ کوئی دور اندیش اور

صاحبِ جرأت شخص ھی کر سکتا تھا - میں نے تمھارے دونوں قاصدوں سے روداد سنی، دونوں نے میرے سامنے بطریقِ احسن وضاحت کر دی، دونوں خیرخواھی اور بلند حوصلگی میں ویسے ھی ھیں جیسا کہ تم نے بیان کیا ھے، لھذا ان سے صلاح لیتے رھا کرو ـ مجھے یہ اطلاع بھی ملی ھے کہ حسین بن علیؓ مکے سے نکل کر تمھارے علاقے کا رخ کرنے والے ھیں - ان پر جاسوس مقرر کرنے کے علاوہ تمام راستے میں اپنے مبصر اور نگران مامور کر دو ـ بہر حال جو کارروائی مناسب ھو وہ کرو، البتہ لڑنا اُسی سے جو لڑے، ھر روز کی اطلاع میرے پاس تحریر کر کے بھیجتے رھو "۔

ابن زیاد نے وہ دونوں سر ھانی بن ابی حیّہ ھمدانی اور زبیر بن اروَح تمیمی کے بدست بھیجے تھے، مُسلم بن عقیل کا قتل ماہ ذوالحجہ کی تیسری تاریخ کو ۶۰ھ میں وقوع پذیر ھؤا تھا ـ امیر معاویہؓ نے بھی اسی سال وفات پائی تھی۔

حضرت حسینؓ کا کوچ کوفے کی جانب

اُسی روز (جس روز مُسلم کوفے میں قتل ھوئے) حسینؓ نے مکے سے کوفے کی جانب کوچ کیا ـ اُدھر ابن زیاد نے حُصَین بن نُمَیر کو جو اس کی پولیس کا افسرِ اعلی تھا چار ھزار کوفی سواروں کے ھمراہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہ قادسیہ اور قُطقُطانہ کے درمیان مقیم رھے اور کوفے سے حجاز کی سمت جانے والے ھر شخص کو روک دے، البتہ وہ لوگ مستثنٰے ھوں گے جو حج یا عمرہ کے لیے جا رھے ھوں یا وہ جن پر یہ الزام نہ ھو کہ وہ حسینؓ کے دوستداروں میں سے ھیں "۔

کہتے ھیں کہ مُسلم بن عقیل کا خط جو حضرت حسینؓ کو ملا وہ یہ تھا " پیش روِ قافلہ قافلے والوں سے جھوٹ نہیں کہتا، اٹھارہ ھزار کوفی مردوں نے میرے ھاتھ پر بیعت کر لی ھے لھذا تشریف لے آئیں، یہ سب لوگ آپ کے حامی و ھواخواہ ھیں ـ انھیں

Marfat.com

آل ابی سفیان سے کوئی ہمدردی نہیں "۔

جب یہ خط ملا تو انھوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ جب حضرت ابن عبّاسؓ کو پتہ چلا تو وہ آ کے حسینؓ سے ملے اور کہا " اے ابن عم! مجھے معلوم ہؤا ہے کہ آپ عراق جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ " حضرت حسینؓ نے جواب دیا " ارادہ تو یہی ہے "۔

ابن عباس نے کہا " اے ابنِ عم! میں تمھارے لیے خدا سے پناہ کا طالب ہوں، یہ کام نہ کرنا "۔

حسینؓ نے جواب دیا " میں نے عزم کر لیا ہے اب تو جانا ہی ہوگا "۔

ابن عباسؓ نے کہا " کیا آپ اس قوم کے پاس جا رہے ہیں جنھوں نے اپنے گورنر کو اپنے وطن سے بھگا دیا ہے اور نظم و اہتمام اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے؟ اگر انھوں نے ایسا کیا ہے تو آپ بیشک اُن کے پاس چلے جائیں اور اگر اُن کا گورنر اُن پر مسلّط ہے اور اس گورنر کے عمّال اُن سے واجبات وصول کیے جا رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو جنگ میں کود پڑنے کی دعوت دے رہے ہیں، مجھے خطرہ ہے کہ وہ آپ کو بھی اسی طرح چھوڑ دیں گے جس طرح آپکے والد اور بھائی کو چھوڑ دیا تھا "۔

حضرت حسینؓ نے کہا " اے ابنِ عم! آپ نے جو کچھ کہا ہے اس پر غور کروں گا "۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کو بھی حضرت حسینؓ کے ارادوں کی خبر ہو گئی، لہذا وہ بھی ان سے آ کے ملے اور کہا " بہتر یہ تھا کہ آپ یہیں حرم میں مقیم رہتے، یہیں سے سارے شہروں کی طرف اپنے قاصد دوڑا دیتے اور اپنے عراقی حامیوں (شیعوں) کو کہتے کہ وہ یہیں آپ کے پاس جمع ہو جاتے، پھر جب آپ اپنے ہاتھوں کو مضبوط پاتے تو یزید کے اُن عمّال کو جو اس شہر میں مامور ہیں نکال باہر کرتے — میں بھی آپ کا ساتھ دوں گا اور آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا، یہ میرا فرض ہے — بہر حال اگر میرے مشورے پر عمل کریں تو خلافت کا مطالبہ

Marfat.com

یہیں حرم میں رہ کے کریں ، اس لیے کہ اہلِ عالم یہیں آن جمع ہوتے ہیں ، کس ملک کے باشندے یہاں نہیں آتے ؟ ۔ خدا چاھے آپ اپنے مقصد میں ناکام نہ رھیں گے ، مجھے امید ہے کہ آپ کی مراد بر آئے گی "۔

کہتے ھیں کہ تیسرے روز عبداللہ بن عبّاسؓ پھر حسینؓ کے پاس آئے اور کہا " اے ابن عم ! اہلِ کوفہ کے قریب ہرگز نہ پھٹکنا ، وہ غدّار لوگ ھیں ۔ آپ اسی شہر میں مقیم رھیں ، آپ اس شہر کے باشندوں کے سردار ھیں اور اگر یہ بات قبول نہیں تو پھر یمن کی راہ لیں ، وھاں قلعے ، سرنگیں اور گھاٹیاں ھیں ۔ علاقہ بڑا طویل و عریض ہے ۔ علاوہ ازیں وھاں آپ کے والد کے شیعہ (حامی) بھی موجود ھیں ، ویسے بھی آپ وھاں عام لوگوں سے الگ ایک گوشے میں پڑے ہوں گے ، پھر وھیں سے اپنے داعی دنیا بھر میں پھیلا دیں ، اگر آپ یہ طریقِ عمل اختیار کریں تو مجھے امید ہے کہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے "۔

حضرت حسینؓ نے جواب دیا " اے ابن عم ! خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ آپ میرے خیرخواہ اور شفیق ھیں ، مگر امر کا کیا علاج کہ میں نے سفر کا عزم بالجزم کر لیا ہے "۔

حضرت عباسؓ نے کہا " اگر آپ کا جانا ناگزیر ھی ٹھیرا تو پھر عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیں ۔ مجھے خطرہ ہے کہ آپ کو بھی آپ کے عیال کے روبرو اسی طرح قتل کر دیا جائے گا جیسے عثمانؓ کو کر دیا گیا تھا "۔

حسین نے جواب دیا " اے ابن عم : میں تو اہل و عیال سمیت ھی جاؤں گا "۔

ابن عباس یہ کہہ کے رخصت ہو گئے ۔ جاتے ہوئے ابن زبیرؓ کے پاس سے گزرے ، وہ بیٹھے تھے ، ابن عباسؓ نے کہا " اے ابن زبیرؓ ، حسینؓ کے کوچ سے تمھاری آنکھیں تو ٹھنڈی ہوئیں ؟ ۔ ساتھ

Marfat.com

ھی تمثیلاً یہ شعر پڑھا ؎

خلاً لکِ الجوُّ فبیضی واصفری
و نقّری ما شئتِ ان تنقری!

" اے پرندے اب تو ساری فضا کا مالک ہے ۔ انڈے دے ، چہچہا ، اور جب تک اور جو کچھ جی چاہے چگتا پھر " ۔

کہتے ھیں کہ جب حضرت حسینؓ نے مکے سے کوچ کیا تو وھاں کے حاکم عمرو بن سعد بن عاص کا کوتوال سپاھیوں کی ایک جمعیّت کے ساتھ مزاحم ھؤا اور کہا " امیر آپ کو حکم دیتا ھے کہ لوٹ آئیں ۔ لہذا آپ لوٹ جائیں ۔ ورنہ میں آپ کی راہ روک لوں گا "۔

حضرت حسینؓ نے حکم ماننے سے انکار کر دیا ، لہذا فریقین میں دھینگا مُشتی ھوئی ، لاٹھیاں بھی چلیں ۔ جب اس امر کی اطلاع عمرو بن سعد کو ھوئی تو اسے خطرہ لاحق ھؤا کہ کہیں معاملہ خطرناک صورت نہ اختیار کر جائے لہذا کوتوال کو واپس بلوا لیا ۔

کہتے ھیں کہ جب حضرت حسین بن علیؓ مکے سے رخصت ھو گئے تو راہ میں بمقام تنعیم ایک قافلے سے مڈ بھیڑ ھوئی جو یمن سے آ رھا تھا ۔ قافلے میں ورس[1] بھی تھی اور حنا بھی۔ یہ قافلہ یزید بن معاویہ کی طرف رواں تھا ، حسینؓ نے جملہ مال و متاع سمیت قافلے پر قبضہ کر لیا اور شتربانوں سے کہا " جو ھمارے ساتھ عراق جانا چاھے ھم اس کو کرایہ ادا کر دیں گے اور اس کے حق رفاقت کی قدر کریں گے ، اور جو یہیں ھم سے جدا ھو جانا چاھے ھم قطع کردہ مسافت کے تناسب سے اس کا کرایہ ابھی ادا کیے دیتے ھیں " ۔

کچھ شُتربان اُن سے الگ ھو گئے ، اور کچھ ان کے ھمراہ چل پڑے ۔

۱- یمنی زعفران

جب وہاں سے آگے بڑھے تو مقامِ صِفَّاح پر فَرَزْدَق شاعر سے ملاقات ہوئی، جو عراق سے آ رہا تھا، اور مکّے کو جا رہا تھا، اُس نے حضرت حسین رض کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ انھوں نے پوچھا "جب تم رخصت ہوئے اس وقت اہلِ عراق کس عالم میں تھے؟" فَرَزْدق نے جواب دیا "جب میں اُن سے رخصت ہؤا اس وقت ان کا عالم یہ تھا کہ ان کے دل آپ کے حامی تھے اور ان کی تلواریں آپ کی مخالف تھیں"۔ فَرَزْدق یہ کہ کے رخصت ہو گیا۔

وہاں سے چل کے حضرت حسین رض وادیٔ رمّہ میں پہنچے اور اہلِ کوفہ کے نام خط لکھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حسین بن علی رض کی طرف سے کوفی اہلِ ایمان بھائیوں کے نام — سلام علیکم، امّا بعد: بیشک میرے پاس مسلم بن عقیل کا خط آیا ھے جس میں مذکور ھے کہ تم لوگ میرے حق میں متحد و متفق ہو، اور میرے وہاں پہنچنے کا بے پناہ شوق رکھتے ہو — یہ بھی پتہ چلا ھے کہ لوگ ہماری معاونت کرنے اور ہمارا حق طلب کرنے کا عزم باالجزم کیے ہوئے ہو، خدا اس کام کو تمھارے لیے بھی باعث خیر بنائے اور ہمارے لیے بھی — خدا تمھیں اس عمل کے بدلے میں بہترین انعامات سے نوازے، میں تمھیں یہ خط وادیٔ رُمّہ سے لکھ رہا ہوں، تمھاری طرف آ رہا ہوں، تیز تیز آ رہا ہوں، والسلام"۔

حسین رض نے یہ خط قَیْس بن مُسہر کے ہاتھ روانہ کر دیا — مگر جب وہ قادسیہ کے مقام پر پہنچا تو اسے حُصَین بن نُمیر نے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا — اور جب اسے ابن زیاد کے روبرو لایا گیا تو اس نے ابن زیاد کو گالیاں سنائیں۔ لہذا ابن زیاد نے اسے فصیل پر سے میدان میں پھنکوا دیا، اور وہ راھیٔ ملکِ عدم ہو گیا۔

اب جو حضرت حسین رض وادیٔ رُمّہ سے رخصت ہوئے تو عبداللہ بن مُطیع سے ملاقات ہوئی۔ جو عراق سے لوٹ رہا تھا، وہ ان کی خدمت میں حاضر ہؤا اور سلام عرض کر کے کہا "اے ابن رسول!

Marfat.com

میرے ماں باپ آپ پر قربان ۔ آپ کو خدا کے اور آپ کے ناناؐ کے حرم سے کیا چیز نکال لائی ہے '' ۔

حضرت حسینؓ نے جواب دیا '' مجھے اہلِ کوفہ نے لکھا ہے اور التجا کی ہے کہ میں ان کے پاس پہنچ جاؤں ۔ وہ لوگ آرزومند ہیں کہ آثارِ حق کا احیا اور بدعتوں کا قلع قمع ہو ''۔

اس پر ابن مطیع نے کہا '' میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں ، کوفے ہرگز نہ جانا ، خدا کی قسم اگر آپ وہاں گئے تو آپ کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا '' ۔ حضرت حسین نے جواب دیا '' جو کچھ اللہ نے ہمارے لیے مقدر کر دیا ہے وہی کچھ پیش آئے گا '' ۔ یہ کہ کے اسے رخصت کیا اور روانہ ہو پڑے ۔ زَرْوَدْ کے مقام پر اترے تو دیکھا کہ وہاں ایک بڑا سا خیمہ نصب ہے لہذا پوچھا '' یہ کس کا خیمہ ہے '' بتایا گیا کہ وہ زہَیر بن قَین کا خیمہ ہے ۔

ابن قَیْن حج پر آیا تھا اور اب کوفے جا رہا تھا ، چنانچہ حضرت حسینؓ نے اسی کے پاس پیغام بھیجا کہ '' ذرا مجھ سے آ کے مل جائیں ، آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں '' ۔ مگر اس نے ملاقات کرنے سے انکار کر دیا ۔

زُہیر بن قین کے ہمراہ اس کی بیوی بھی تھی وہ بولی '' سبحان اللہ ، ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلا بھیجیں اور آپ انکار کر دیں ؟ '' یہ سن کے زُہیر حضرت حسینؓ کی طرف چل دیا ، اور پھر جلد ہی واپس آ گیا ، چہرے پر رونق تھی ۔ آتے ہی حکم دیا کہ خیمے کو اکھاڑ کے حضرت حسینؓ کے خیمے کے پہلو میں نصب کر دیا جائے ، اور پھر بیوی سے کہا '' میں نے تمھیں طلاق دے دی ہے ، اب تم اپنے بھائی کے ہمراہ اپنے گھر چلی جاؤ ۔ میں نے ٹھان لی ہے کہ حضرت حسینؓ کے ہمراہ جان دے دوں گا ''۔ ساتھ ہی اپنے رفیقوں سے کہا '' تم میں سے جو جو شہادت کا طالب ہو وہ (میرے ساتھ) اُٹھ چلے ، جو شہادت سے گریزاں ہو اسے الگ ہو جانے کی اجازت ہے '' ۔ اُن میں سے ایک نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا ، سارے اس عورت اور اس کے بھائی

کی معیّت میں روانہ ہو کے کوفے میں جا رہے۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت حسین رض زَرُوْد سے نکلے تو انھیں بنو اسد کا ایک فرد ملا۔ انھوں نے حال احوال پوچھا تو وہ بولا "میں کوفے سے نکلا تو مُسلم بن عقیل اور ھانی بن عُروہ مارے جا چکے تھے، میں نے یہ بھی دیکھا کہ بچے ان کی ٹانگیں گھسیٹتے پھرتے تھے"۔

اس پر حضرت حسین رض نے کہا "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، ہم سب اپنا اپنا حساب خدا کے یہاں دیں گے"۔ اُس شخص نے مزید کہا "اے ابن رسول ص! میں آپ کو آپ کی جان اور آپ کے همراهی اہلِ بیت کی جانوں کے علاوہ ان سب لوگوں کے ضمن میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اپنے گھر واپس چلے جائیں، کوفے کا سفر ترک کر دیں — خدا کی قسم وهاں آپ کا کوئی معاون و مددگار نہیں"۔

اس پر فرزندانِ عقیل نے جو حضرت حسین رض کے همراه تھے کہا "اپنے بھائی مُسلم کی موت کے بعد ہمارے لیے زندگی بے معنی ہے، ہم جانیں دے دیں گے — واپس نہ ہوں گے"۔

یہ سن کے حضرت حسین رض بولے "ان لوگوں کے بعد تو میری زندگی میں بھی کوئی خوشی نہیں" یہ کہا اور روانہ ہو پڑے۔

جب وہ مقام زُبَالہ پر پہنچے تو وہاں ان کے پاس محمد بن اشعث اور عمر بن سعد کا قاصد وہ پیغام لے کر آن پہنچا جو انھیں مُسلم نے دیا تھا اور کہا تھا کہ حسین رض کو یہ بات کہہ بھیجیں کہ اہلِ کوفہ نے میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد مجھے چھوڑ دیا ہے"۔

جب انھوں نے یہ خط پڑھا تو خبروں کی صحت کا یقین ہو گیا۔ اور مسلم بن عقیل اور ھانی بن عُروہ کے قتل کی وجہ سے بہت ہی مضطرب ہوئے — ساتھ ہی قاصد نے یہ بھی بتا دیا کہ ان کے قاصد قَیْس بن مُسْہر کو بھی جسے انھوں نے وادیٔ رُمّہ سے روانہ کیا تھا قتل کر دیا گیا ہے۔

راستے کی مختلف منزلوں سے کئی لوگ حضرت حسین رض کے ساتھ

Marfat.com

شامل ہو گئے تھے ، انھوں نے گمان کر رکھا تھا کہ حسینؓ اپنے معاونوں اور دوستداروں کے پاس جا رہے ہیں ، مگر جب مسلم کے قتل کی خبر سنی تو وہ سارے کے سارے اُن کا ساتھ چھوڑ گئے ، اور اب ان کے ساتھ ان کے خاص اعزّہ و اقربا ہی رہ گئے — بہر حال حضرت حسینؓ چلتے چلتے وادیٔ عَقیق میں پہنچ گئے ، وہاں اُن سے بنو عِکرِمہ کا ایک فرد ملا ، اور سلام عرض کر کے اطلاع دی کہ ابن زیاد کے سوار قادسیہ سے لے کر عُذَیب تک سارے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں اور وہ محض انھی کی تاک میں ہیں ۔ ساتھ ہی گزارش کی کہ " میری جان آپ پر قربان ، آپ لوٹ جائیں ، خدا کی قسم آپ محض نیزوں اور تلواروں کا شکار ہونے جا رہے ہیں ۔ آپ اُن لوگوں پر جنھوں نے آپ کو چٹھیاں لکھی ہیں ہرگز اعتماد نہ کریں ، کیونکہ وہی لوگ سب سے قبل آپ کے خلاف صف آرا ہوں گے " ۔

حضرت حسینؓ نے جواب دیا " تم نے خیرخواہی کا اظہار کیا ، بات بخوبی ذہن‌نشین کر دی ، خدا تمھیں جزائے خیر دے ۔ یہ کہ کے اس کو سلام کیا اور چل دیے ، رات ایک ٹیلے پر بسر کی ، پھر وہی کوچ ، وہی سفر — گرمی کا موسم تھا ، جب دوپہر کے وقت تپش شدید ہو گئی تو انھیں بہت سے سوار دکھائی دیے ۔ چنانچہ انھوں نے زُہیر بن قَین سے کہا " کیا یہاں قریب کوئی پناہ گاہ نہیں ، کوئی ٹیلہ یا پہاڑی بھی نہیں جس کو پشت پر رکھ لیں ، اور ان لوگوں کا صرف ایک رُخ پر مقابلہ کریں " ۔

زہیر نے جواب دیا " ہاں ذوحُسَم کی پہاڑی آپ کی بائیں طرف ہے ۔ آپ ہمیں لے کر اُس کی طرف نکل چلیں ، اگر آپ وہاں ان لوگوں سے قبل پہنچ جائیں تو پھر آپ کی یہ خواہش پوری ہو سکتی ہے " ۔

چنانچہ حضرت حسینؓ اُن سواروں سے قبل وہاں پہنچ گئے ، اور اُس پہاڑی کو اپنی پشت پر رکھ لیا ، اتنے میں سوار بھی پہنچ گئے ، تعداد ان کی ایک ہزار تھی ، قیادت حُرّ بن یزید تمیمی ثُم یربُوعی کے سپرد تھی ۔ جب وہ قریب آ گئے تو حسینؓ نے اپنے لشکر کے

Marfat.com

جوانوں سے کہا " کہ اُن کا استقبال کریں اور انھیں پانی پلائیں "۔ چنانچہ سواروں نے بھی اور ان کے گھوڑوں نے بھی خوب سیر ہو کر پانی پیا ، ازاں بعد سبھی اپنے اپنے گھوڑوں کے سایوں میں بیٹھ رہے ۔ عنانیں ھاتھ میں تھیں ، تاآنکہ ظہر کا وقت ہو گیا اور حسین رض نے حرّ سے کہا تم نماز ھمارے ساتھ پڑھو گے یا یہ کہ تم اپنے آدمیوں کو پڑھاؤ گے اور میں اپنے آدمیوں کو ؟ " حُرّ نے جواب دیا " نہیں تو ، سبھی آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے " ۔ لہذاحضرت حسین رض نے سب کو نماز پڑھائی ۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان لوگوں کی طرف رخ کیا اور کہا " اے لوگو ! میں خدا سے بھی معذرت خواہ اور آپ سے بھی ، میں نے تمھاری طرف اس وقت تک سفر اختیار نہیں کیا جب تک تمھاری چٹھیاں اور تمھارے قاصد میرے پاس نہیں پہنچے ، اگر تم اس طرح میری اطاعت کرو کہ مجھے تمھارے قول و قرار پر اعتبار آ جائے تو ھم سب تمھارے ساتھ تمھارے شہر کو چلے چلیں گے ، اور اگر معاملہ برعکس ھو تو میں جدھر سے آیا ھوں اُدھر کو واپس چلا جاؤں گا " ۔

وہ لوگ دم سادھے رہے ، کسی نے کوئی جواب نہ دیا ، حتٰی کہ عصر کا وقت ہو گیا اور حضرت حسین رض کے مؤذن نے صدائے اذان بلند کی ، پھر تکبیر اقامت کہی ، حضرت حسین رض آئے اور دونوں فریقوں کو نماز پڑھائی ۔ نماز سے فارغ ہو کر اُن لوگوں سے پھر خطاب کیا اور وھی بات جو نماز ظہر کے بعد کہی تھی دھرائی ۔ اس پر حُرّ بن یزید نے کہا " خدا کی قسم ھم نہیں سمجھ پائے کہ آپ کن خطوط کا ذکر کر رہے ھیں " ۔ لہذا حضرت حسین رض نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ دونوں خُرجیاں جن میں خطوط بھرے ہوئے ھیں اُٹھا لائیں ۔ خُرجیاں لا کے آپ کے سامنے رکھ دی گئیں ، وہ خطوط سے بھرپور تھیں ، حضرت حسین رض نے وہ سارے خطوط حُرّ اور اس کے آدمیوں کے سامنے بکھیر دیے ، اس پر حُر نے کہا ھم اُن لوگوں میں سے نہیں ھیں جنھوں نے آپ کو یہ خط لکھے ، ھمیں تو حکم ملا ھے کہ آپ سے دو چار ہونے کے بعد آپ سے الگ نہ ھوں یا یہ کہ آپ کو کوفے لے چلیں

Marfat.com

اور عبیداللہ بن زیاد کے پیش کر دیں "

حضرت حسینؓ نے جواب دیا " میں مر جاؤں گا مگر یہ بات (کہ عبیداللہ کے پیش ہوں) ہرگز قبول نہ کروں گا " ۔

یہ کہہ کے سامان لدوایا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ سوار ہو جائیں ، مگر جب انھوں نے واپس حجاز کی طرف باگ موڑی تو حُر کے سواروں نے راستہ روک لیا ۔ لہذا حضرت حسینؓ نے پوچھا " آخر تم کیا چاہتے ہو " ۔

حُرؓ نے جواب دیا " خدا قسم میں آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں " ۔

حضرت حسینؓ نے کہا " اگر یہ بات ہے تو پھر میری جانب سے جنگ کی کُھلی چھٹی ہے " ۔ جب بات بڑھ گئی تو حُرؓ نے کہا " مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں مِلا ۔ مجھے تو فقط یہ حکم ملا ہے کہ آپ کے ساتھ ساتھ رہوں ۔ البتہ مجھے ایک تجویز سوجھی ہے جس کے طفیل آپ جنگ سے بچ سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ میرے اور اپنے مابین وہ راستہ طے کر لیں جو آپ کو نہ کوفے لے جائے نہ حجاز ، اور جو آپ کے اور ہمارے مابین فاصلے کی رو سے برابر ہو ۔ تاآنکہ امیر عبیداللہ کی طرف سے ہدایات موصول ہو جائیں " حضرت حسینؓ نے جواب دیا " اچھا تو پھر تم یہ راہ اختیار کرو اور میں بائیں جانب عُذَیب کی راہ سے جاتا ہوں " ۔ عُذَیب وہاں سے کوئی اڑتیس میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔ غرضیکہ دونوں گروہوں نے (اپنی اپنی راہ پر) کوچ کیا اور عُذیبِ حمامات میں پہنچ کر ایک دوسرے سے ایک تیر کے فاصلے پر خیمے گاڑ دیے ۔ کچھ دیر بعد وہاں سے حضرت حسینؓ کوفے جانے والی راہ کے دائیں ہاتھ کو روانہ ہو پڑے اور قصر بنی مُقاتِل^ میں جا اترے ، وہاں بھی دونوں گروہوں نے ایک دوسرے سے ایک معیّن فاصلے پر پڑاؤ کر لیا ۔ حضرت حسینؓ نے دیکھا کہ اُس جگہ ایک بڑا سا خیمہ نصب ہے لہذا دریافت کیا کہ کس کا ہے ؟ بتایا گیا کہ یہ عبیداللہ بن حُرؓ جُعفی کا ہے ، وہ کوفے

Marfat.com

کے رئیسوں اور بہادر شہسواروں میں سے تھا ۔

حسینؓ نے اس کے پاس کسی مولٰی کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ " مجھ سے آ کے مل جاؤ "۔ قاصد اس کے پاس پہنچا اور کہا " حضرت حسین بن علیؓ خیمہ‌زن ہیں اور خواہاں ہیں کہ آپ اُن سے مل لیں "۔ عبیداللہ بن حُرؓ نے جواب دیا " خدا کی قسم میں کوفے سے یہی دیکھ کر نکل آیا ہوں کہ لوگ حضرت حسینؓ کے لیے روانہ ہو رہے تھے ، میں نے وہاں یہ بھی جان لیا تھا کہ اُن کے شیعہ اُن کا دم بھرنے سے منحرف ہیں ، چنانچہ مجھ پر واضح ہو گیا کہ حسینؓ مارے جائیں گے اور میں ان کی کوئی مدد نہ کر سکوں گا ، اندریں حالات نہ میں اس امر کا خواہاں ہوں کہ اُن سے جا کے ملوں اور نہ اس کا کہ وہ مجھ سے آ کے ملیں " ۔

مگر حضرت حسینؓ پاپوش پہنے اور پیادہ پا چل کے اُس کے کے خیمے میں آئے اور اعانت کے طلبگار ہوئے ۔ جواباً عبیداللہ نے کہا " خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ جو آپ کا ساتھ دے گا وہ قیامت کے دن سعادت‌مند ہو گا ، مگر میں جانتا ہوں کہ میں آپ کے کسی کام کا نہیں ۔ میں نے کوفے سے نکلتے وقت کوئی شخص بھی ایسا نہ پایا جو آپ کا مددگار ہو ، لہذا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اس اقدام پر مجبور نہ کریں ۔ میرا جی تا حال موت قبول کر لینے کی اجازت نہیں دے رہا — ہاں میرا یہ رہوار باد رفتار حاضر ہے ۔ خدا کی قسم اس پر سوار ہو کر میں نے جس شے کا بھی تعاقب کیا اسے پا لیا ، مگر میرا جس شے نے بھی تعاقب کیا وہ مجھ تک کبھی بھی پہنچ نہ پائی ، یہ گھوڑا آپ لے لیں ، یہ آپ کی ملک ہے " ۔

حضرت حسینؓ نے کہا " جب تم خود ہم سے گریزاں ہو تو ہم تمہارے گھوڑے کو لے کر کیا کریں گے " ۔

حضرت حسین کا انجام

اس کے بعد حضرت حسینؓ نے قصر بنی مقاتل سے کوچ

Marfat.com

کیا ، حُرؓ بن یزید ساتھ ساتھ تھا ، وہ جب بھی چاھتے کہ بیاباں کا رخ کریں تو وہ راہ روک لیتا ، یہاں تک کہ ایک مقام کے نواح میں جسے کربلا : کہتے ھیں جا پہنچے ، وھاں سے قدرے دائیں جانب کو مڑے ، اور نَیْنَوا میں جا وارد ھوئے ۔ اچانک کیا دیکھتے ھیں کہ ایک سوار کوتل گھوڑا دوڑاتا سامنے کی طرف سے آ رھا ھے ، سبھی رک گئے اور اس کی راہ دیکھنے لگے ، اس نے قریب پہنچ کے حُرؓ کو تو سلام کیا ، مگر حسینؓ کو نہ کیا اور پھر عبیداللہ بن زیاد کا خط حُرؓ کے سپرد دیا ۔ حُرؓ نے پڑھا ، مضمون یہ تھا '' اما بعد ! جہاں یہ خط ملے وھیں حسین بن علیؓ اور اس کے ساتھیوں کے گرد گھیرا تنگ کر لو اور انھیں کسی ایسی چٹیل جگہ میں اتارو جہاں نہ پانی ھو نہ سایہ — میں نے حاملِ مکتوب کو ھدایت کر دی ھے کہ وہ مجھے آ کے بتائے کہ تم نے تعمیلاً کیا کارروائی کی ھے ۔ والسلام ''۔

حُرؓ نے خط پڑھ کے حسینؓ کو دے دیا اور کہا '' امیر عبیداللہ بن زیاد کے حکم کی تعمیل سے چارہ نہیں ، لہذا آپ اسی جگہ اتر پڑیں ، اور امیر کو میرے خلاف شکایت کا موقع نہ دیں '' ۔ حسینؓ نے جواب دیا '' اُس گاؤں '' غاضریّہ '' تک ھمارے ساتھ چلے چلو ، قریب ھی تو ھے ، یا پھر اُس گاؤں تک جس کا نام سَقَبہ ھے ، ھم ان دونوں میں سے کسی ایک میں اتر پڑیں گے '' ۔ حُرؓ نے کہا '' مگر امیر کا حکم یہ ھے کہ آپ کو کسی ایسی جگہ اتارا جائے جہاں پانی نہ ھو اور امیر کے حکم کی تعمیل کامل طور پر کرنی ھو گی ۔ اس کے بغیر کوئی چارہ‌کار ھی نہیں '' ۔

اس پر زُھیر بن قَین نے حضرت حسین سے کہا '' اے ابن رسول ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ، اگر ان لوگوں کے علاوہ کوئی لشکر نہ آئے جب بھی یہ ھمارے لیے کافی ھیں ، پھر اگر ان کے علاوہ بھی عساکر آ گئے تو کیا بنے گا ؟ آئیے اِن کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیں ، ان سے لڑنا نسبتاً آسان ھو گا ، جب مزید فوج پہنچ گئی تو جنگ مشکل ھو جائے گی '' ۔

Marfat.com

حضرت حسینؓ نے جواب دیا " میں جنگ چھیڑنے میں پہل نہیں کرنا چاھتا ، جب تک یہ نہ لڑیں گے میں نہ لڑوں گا " ۔ اس پر زُھَیر بولا " اچھا تو پھر ھم سے قریب ھی ایک گاؤں ھے ، جسے عَاقُول حصینہ کہتے ھیں ، اور اسے ایک طرف کے سوا دریائے فرات نے گھیر رکھا ھے " ۔ حسینؓ نے پوچھا " اور اس گاؤں کا (جہاں ھم کھڑے ھیں) کیا نام ھے " ؟ جواب دیا " عُقْر " ۔ حسینؓ نے کہا " عُقْر (بے ثمری) سے خدا بچائے " ــ بہر حال حضرت حسینؓ نے حُرّ سے کہا " ھمارے ساتھ ذرا دیر اور چلو ، پھر اترتے ھیں " ۔

حُرّ ان کے ساتھ چل پڑا ۔ تاآنکہ (پھر) کربلا میں پہنچ گئے ، وھاں حُرّ اور اس کے ساتھی حضرت حسینؓ کے سامنے آن کھڑے ہوئے اور آگے بڑھنے سے روک دیا ، ساتھ ھی یہ حکم دیا " بس یہیں اتر پڑیں ، یہاں فرات آپ سے دور نہیں " ۔

حضرت حسینؓ نے پوچھا " اس جگہ کا نام کیا ھے " ؟ بتایا گیا " کربلا " ۔ حضرت حسینؓ بولے " یعنی کرب و بلا والی جگہ ، میرے والدِ محترم صِفّین کو جاتے ہوئے اس مقام سے گزرے تھے ، میں ان کے همراہ تھا ، انھوں نے یہاں رُک کے اس جگہ کا نام پوچھا تھا اور جب نام بتایا گیا تو انھوں نے کہا " یہیں تم ڈیرہ ڈالو گے اور یہیں تمھارے خون بہیں گے " ــ جب اُن سے پوچھا گیا کہ یہ کیا بات ھے تو بولے " آلِ بیتِ محمدؐ ساز و سامان سمیت یہاں اتر پڑے گی " ۔

بہر حال وھاں حضرت حسینؓ نے اپنے ساز و سامان کے اتارے جانے کا حکم دے دیا ۔ یہ یکم ماہ محرّم[1] ۶۱ھ کے چہارشنبے کی بات ھے ــ اور پھر اسی مقام پر دس روز بعد یوم عاشورہ کو انھیں شہید کر دیا گیا ۔

ان کے کربلا میں اترنے کے اگلے روز عمر بن سعد چار هزار سوار

۱- یوم عاشورہ تقویم مسیحی کی رو سے ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ کو تھا ۔

Marfat.com

لے کر آ گیا ۔ اس کے اِدھر آنے کا قصہ یہ ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے اُسے رَیّ ، سرحد دستبی اور دَیلم کا والی مقرر کیا اور اس کے نام فرمان جاری کر دیا ، چنانچہ عمر بن سعد نے سفر کے ارادے سے چھاؤنی جا لی ، اسی اثنا میں حضرت حسینؓ کا معاملہ سامنے آ گیا ۔ لہذا ابن زیاد نے حکم دیا کہ عمر بن سعد حسینؓ سے لڑنے کے لیے روانہ ہو جائے ۔ جب اُدھر سے فارغ ہو تو پھر اپنی عملداری کی راہ لے ۔

عمر بن سعد نے ٹالنا چاہا ، کیونکہ اسے حضرت حسینؓ کے خلاف لڑنا پسند نہ تھا ۔ اس پر عبیداللہ نے کہا '' اچھا تو ہمارا فرمان ہمیں واپس دے دو '' ۔ عمر نے کہا '' اگر یہ بات ہے تو میں جاتا ہوں '' چنانچہ وہ چل دیا ۔ وہ سب لوگ اس کے ہمراہ تھے جو رَیّ اور دستبی کے خیال سے بھرتی ہوئے تھے ۔ ہوتے ہوتے وہ حضرت حسینؓ کے مقابل جا پہنچا ، وہاں حُرّ بھی اپنے تمام آدمیوں سمیت اس کے لشکر میں شامل ہو گیا ۔

اب عمر نے قُرّہ بن سُفیان حنظلی سے کہا '' تم حسینؓ سے جا کے پوچھو کہ وہ کیوں آئے ہیں ۔ '' اس نے جا کے حضرت حسینؓ سے یہ بات کہہ دی ، انھوں نے جواب دیا '' عمر کو میری جانب سے بتا دو کہ میرے پاس اہلِ کوفہ کے خط پہنچے تھے ، مضمون یہ تھا کہ ان کا کوئی امام نہیں ہے ۔ لہذا وہ ملتمس ہیں کہ میں ان کے پاس پہنچوں ، میں نے ان پر اعتماد کر لیا ، مگر انھوں نے غدّاری کی ، حالانکہ ان میں سے اٹھارہ ہزار افراد میری بیعت کر چکے تھے ۔ اب جو میں قریب پہنچا تو ان کے لکھنے کی بےمعنویّت مجھ پر واضح ہو گئی ، لہذا میں نے چاہا کہ جدھر سے آیا ہوں اُدھر کو لوٹ جاؤں ۔ لیکن حُرّ بن یزید نے مجھے روک دیا اور یہاں لا کے میرے گرد گھیرا تنگ کر دیا ۔ اس کے علاوہ تم عمر سے یہ کہو کہ میرے اور تمھارے مابین قرابتِ قریبہ ہے ، عزیزداری کا لحاظ کرو اور مجھے چھوڑ دو تاکہ میں واپس چلا جاؤں '' ۔

قُرّہ عمر بن سعد کے پاس واپس گیا اور حسینؓ بن علیؓ کا جواب

Marfat.com

کنہ سنایا ، اس پر عمر نے کہا " الحمدللہ — واللہ ، باللہ ، میری یہی تمنا ھے کہ مجھے حسین سے نہ لڑنا پڑے " — اور یہ کیفیت ابن زیاد کے پاس تحریر کر بھیجی ۔

جب عمر کا خط ابن زیاد کو ملا تو اس نے جواباً لکھ بھیجا " میں نے تمھارے خط کا مفہوم پا لیا ، حسین رض سے کہو کہ وہ یزید کی بیعت کر لیں اور جب وہ اپنے رفقاء سمیت بیعت کر لیں تو مجھے اطلاع دو ، پھر میرا عندیہ تم تک پہنچ جائےگا " — جب یہ خط عمر بن سعد کو ملا تو وہ بولا " مجھے ابن زیاد عافیت کا طالب نظر نہیں آتا " ۔

بہر حال عمر نے وہ خط حسین رض کے پاس بھیج دیا ، حسین رض نے قاصد سے کہا " میں ابن زیاد کا یہ حکم ھرگز نہیں ماننے کا ، اگر اس کا نتیجہ موت ھے تو میں اسے خوش آمدید کہتا ھوں " ۔

عمر بن سعد نے یہ بات ابن زیاد کو لکھ بھیجی ، وہ بھڑک اٹھا ، اور اپنے جملہ رفقاء کی معیت میں نُخَیلہ کی سمت نکل کھڑا ھوا ، وھاں سے حصین بن نمیر ، حَجّار بن اَبجَر ، شَبَث بن رِبعِی اور شِمر ذُوالجوشَن کو روانہ کیا کہ وہ اس معاملے میں عمر بن سعد کی مدد کریں ، شِمر تو حکم ملتے ھی نکل کھڑا ھوا ، مگر شَبَث بیمار پڑ گیا — اس پر ابن زیاد نے کہا " تم بیمار بن تو نہیں رھے ؟ اگر ھمارے مطیع ھو تو جاؤ ھمارے دشمن سے لڑو "۔ شَبَث نے یہ سنا تو چل دیا ۔ اسی طرح ابن زیاد نے حارث بن یزید بن رُوَیم کو بھی روانہ کر دیا ۔

کہتے ھیں کہ ابن زیاد جس شخص کو بھی حسین رض سے لڑنے پر مامور کرتا اس کے ھمراہ بہت سا لشکر روانہ کر دیتا تھا مگر جب وہ کربلا پہنچتا تھا تو اھلِ لشکر کی تعداد تھوڑی سی رہ گئی ھوتی تھی ۔ اصل میں لوگوں کو حسین رض کے خلاف لڑنا ھر گز پسند نہ تھا ، وہ اس تصور ھی سے کانپ جاتے تھے لہذا پیچھے رھنا شروع کرتے اور پھر غائب ھو جاتے ۔

Marfat.com

اس بات کا علم ھؤا تو ابن زیاد نے سُوید بن عبدالرحمن مِنقری کو ایک رسالہ دے کر کوفے بھیجا اور کہا '' کوفے کے گرد گھومو پھرو، اور جو شخص بھی لشکر سے بھاگا ھؤا نظر آئے اسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ '' -

مِنقری نے کوفہ کے گرد گھومنا شروع کر دیا ــ ایک شخص نظر آیا، جو شام سے کوفے میں اپنی میراث طلب کرنے آیا تھا، مِنقری نے اسے پکڑا اور ابن زیاد کے پاس بھیجدیا، ابن زیاد نے اس کا سر اڑا دیا - جب لوگوں نے یہ دیکھا تو لشکر کے همراہ چل پڑے (اور پھر لشکر سے بھاگنے کی جرأت نہ کی) -

کہتے ھیں کہ ابن زیاد کا ایک خط عمر کے پاس پہنچا جس میں حکم مرقوم تھا کہ حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کا پانی بند کر دو، خبردار جو وہ ایک چُلّو بھی چکھنے پائیں، انھیں پیاسا رکھو، اُسی طرح جس طرح انھوں نے عثمان بن عفّانؓ جیسے مرد خدا ترس کو رکھا تھا '' -

جب یہ خط عمر بن سعد کو ملا تو اس نے عمرو بن حجّاج کو حکم دیا کہ پانچ سو سواروں کے ساتھ جا کے دریا پر پہرہ بٹھا دے اور حسینؓ اور اُن کے ساتھیوں کو پانی نہ لینے دے - یہ حسینؓ کے قتل کے تین روز قبل کی بات ھے ــ اس طرح گویا حضرت حسینؓ کے ساتھی پانی سے محروم ھو گئے -

کہتے ھیں کہ جب حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو پیاس نے بہت ستایا تو حضرت حسینؓ نے اپنے بھائی عباسؓ بن علیؓ سے جن کی والدہ بنو عامر بن صعصعہ سے تھیں کہا کہ وہ تیس سواروں اور بیس پیادوں کو لے کر جائیں، ھر ایک کے پاس ایک مشکیزہ ھو، اور جا کے پانی بھر لائیں - اگر کوئی روکے تو لڑ جائیں ــ چنانچہ عباسؓ نے پانی کا رُخ کیا، ان کے آگے آگے نافع بن ھلال تھا تاآنکہ دریا کے قریب پہنچ گئے، وھاں عمرو بن حجّاج نے انھیں روکا ــ عباس نے اپنے ساتھیوں کی معیّت میں اُن کا مقابلہ کیا اور انھیں دریا کے

کنارے سے ہٹا دیا — اب حضرت حسینؓ کے پیادے دریا میں کود پڑے اور مشکیزے بھر لیے ۔ عبّاس اپنے ہمراہیوں (سواروں) کی معیّت میں ان لوگوں کی مدافعت کرتے رہے تاآنکہ انھوں نے پانی حضرت حسینؓ کی لشکر گاہ میں پہنچا دیا ۔

اسی اثنا میں ابن زیاد نے عمر بن سعد کے نام خط لکھا " امّا بعد ! میں نے تمھیں حسینؓ کی طرف اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ جاؤ اور وقت ضائع کرو ، نہ اس لیے کہ تم اُن کی سلامتی اور بقا کے خواستگار ہو ۔ اور نہ اس لیے کہ میرے پاس ان کی سفارشیں کرو ، حسینؓ اور ان کے ساتھیوں سے کہو کہ میرا حکم مانیں ، اگر مان جائیں تو انھیں اور ان کے ساتھیوں کو میرے پاس روانہ کر دو — اگر انکار کریں ، تو پھر اُن پر چڑھائی کر دو ، اُن سے کوئی رشتہ و واسطہ نہیں ، اگر تم ایسا نہیں کرتے تو ہمارے لشکر سے الگ ہو جاؤ اور قیادت شِمۡر ذُوجَوۡشَنۡ کے سپرد کر دو ، ہم نے تمھیں حکم دے دیا ، اپنا موقف واضح کر دیا ، آگے تمھاری مرضی " ۔

اور پھر جمعرات کی شام محرّم کے نویں دن شام کے وقت عمر بن سعد نے پیش‌قدمی کی ، مگر حضرت حسینؓ نے خواہش ظاہر کی کہ لڑائی کو اگلے روز تک ملتوی کر دیں — عمر نے ان کی بات مان لی ۔

کہتے ہیں کہ حضرت حسینؓ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اپنے خیمے ایک دوسرے کے بالکل ساتھ ساتھ چپکا کے نصب کر دیں ، اور خود گھروں کے مقابل (صف‌آرا) ہوں — نیز یہ کہ گھروں کی پشت پر خندق کھود ڈالیں اور اس میں لکڑیاں اور سرکنڈا وغیرہ بہت سا ڈال کر شعلے بھڑکا دیں ، تاکہ دشمن پیچھے سے آ کے گھروں میں داخل نہ ہو سکیں ۔

کہتے ہیں کہ عمر بن سعد نے اگلے روز نماز صبح ادا کرنے کے بعد اپنے لشکر کو لے کر پیش‌قدمی کی ۔ اس کے مَیۡمَنَہ پر عمرو بن حجّاج ، میسرہ پر شِمۡر بن ذی جوشن — (شِمۡر کا اصلی نام شُرَحۡبِیۡل

Marfat.com

بن عمرو بن معاویہ تھا ، تعلق آل وحید سے تھا جو بنو عامر بن صعصعہ کی شاخ تھی) — سواروں پر عزرہ بن قیس اور پیادوں پر شبث بن ربعی مامور تھا ۔ رایت زید کے ہاتھ میں جو عمر بن سعد کا مولی تھا ۔

حضرت حسین رض نے بھی اپنے آدمیوں کو مسلح و منظم کر دیا ، وہ کل تیس سوار اور چالیس پیادوں پر مشتمل تھے — اور پھر زُہیر بن قین کو میمنہ پر اور حبیب بن مُظہِر کو میسرہ پر ، متعین کر کے علم اپنے بھائی عباس رض بن علی رض کے سپرد کر دیا — اس بندوبست کے بعد حسین رض اور ان کے ساتھی نکل کے گھروں کے سامنے آن کھڑے ہوئے ، عین اس موقع پر حر بن یزید عمر کے لشکر سے الگ ہو گیا ۔ وھی حُر جس نے حضرت حسین رض کے گرد گھیرا تنگ کیا تھا ، اور حضرت حسین رض کے پاس حاضر ہو کر کہا " مجھ سے جو خطا سرزد ہوئی وہ ہوئی — اب میں آپ کی ہمدردی میں اپنی جان کی بازی لگانے آیا ہوں ، کیا آپ اسے میرے کیے کی توبہ کے طور پر قبول کر سکتے ہیں " ۔

حضرت حسین رض نے جواب دیا " ہاں یہ تیری توبہ ہے اور قبول ہے ۔ خوش ہو جا ، کہ تُو دنیا میں بھی حُر ہے اور آخرت میں بھی ، انشاءاللہ " ۔

کہتے ہیں کہ ازاں بعد عمر بن سعد نے اپنے مولی زید سے کہا کہ جھنڈا آگے بڑھائے — لہذا زید جھنڈا لے کر آگے بڑھا اور جنگ کی آگ بھڑک اٹھی — حضرت حسین رض کے ساتھی مرتے مارتے رہے تاآنکہ ان کے ہمراہ اپنے اہلِ بیت کے سوا کوئی بھی نہ رہ گیا ، اہلِ بیت میں سے جس نے سب سے پہلے پیش قدمی کی اور لڑا وہ علی بن حسین رض تھے ، جنھیں علی اکبر کہتے ہیں ۔ وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے — انھیں مرہ بن مُنقِذ عبدی نے نیزہ مار کر گرا دیا اور دوسروں نے تلواریں مار مار کے موت کی نیند سلا دیا ۔

علی اکبر کے بعد عبداللہ بن مُسلم بن عقیل قتل ہوئے ، انھیں

Marfat.com

عمرو بن صَبیح صَیدَاوی نے تیر مار کے گرا دیا تھا ، ان کے بعد عدی بن عبداللہ بن جعفر طیّار قتل ہوئے - انھیں عمرو بن نَہشَل تمیمی نے موت کی آغوش میں سلایا تھا ، ان کے بعد عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب قتل ہوئے ، انھیں عبداللہ بن عُروہ خَثعَمِی نے ہدفِ تیر بنایا تھا -

ازاں بعد محمد بن عقیل بن ابی طالب مارے گئے ، انھیں لَقِیط بن ناشِر جُہَنِی نے تیر مار کے ہلاک کر دیا ، ان کے بعد قاسم بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب کام آئے - انھیں عمرو بن سعد بن مُقبِل اَسَدی نے راہیٔ عدم کیا تھا — ان کے بعد ابوبکر بن حسنؓ بن علیؓ قتل ہوئے وہ عبداللہ بن عَقبَہ غَنَوی کے تیر کا نشانہ بن گئے تھے -

کہتے ہیں کہ جب عبّاس بن علی علیہ السلام نے یہ دیکھا تو اپنے بھائیوں عبداللہ ، جعفر اور عثمان علیہ السلام سے جن کی ماں آلِ وحید سے تعلّق رکھنے والی عامری باندی تھیں کہا " میری جان کی قسم تم لوگ آگے بڑھو اور اپنے آقا کی مدافعت کرو تاآنکہ ان کی مدافعت میں جان دے دو " — چنانچہ وہ سب بھائی نکل آئے اور حضرت حسینؓ کے آگے آگے رہ کر اپنے چہروں اور گردنوں کو ان کی ڈھال بناتے رہے — پھر ہانی بن ثُوَیب حَضرَمِی نے عبداللہ بن علی پر حملہ کر کے انھیں مار ڈالا — ان کے بعد ان کے بھائی جعفر بن علی پر حملہ کیا اور انھیں بھی ختم کر دیا ، پھر یزید اِصبَحِی نے عثمان بن علی کو تیر کا نشانہ بنایا اور موت کی آغوش میں سلا دیا ، یہی نہیں بلکہ بڑھ کر ان کا سر تن سے جُدا کر دیا اور لے کر عمر بن سعد کے پاس گیا اور کہا " مجھے انعام دیں " - عمر نے کہا " اپنے امیر (عبیداللہ بن زیاد) کے پاس جاؤ اور اس سے انعام مانگو " — حضرت عباس بدستور حضرت حسینؓ کے آگے آگے رہ کر ان کی مدافعت میں لڑتے رہے - حضرت حسینؓ جس طرف بھی مڑتے عباس بھی ساتھ مڑ جاتے ، یہاں تک کہ حضرت حسینؓ کی مدافعت میں شہید ہو گئے ، ان پر خدا کی رحمت ہو -

اب حضرت حسینؓ اکیلے رہ گئے چنانچہ مالک بن بشر کندی نے ان کے سر پر تلوار سے وار کیا، انھوں نے خز کی ٹوپی پہن رکھی تھی، جسے تلوار نے کاٹ دیا اور سر سے جا ٹکرائی، سر زخمی ہو گیا، حسینؓ نے وہ ٹوپی اتار دی اور کلاہ منگوائی، کلاہ کے اوپر پگڑی باندھی اور پھر بیٹھ کے اپنے چھوٹے بیٹے کو بلوایا، وہ آیا اسے گود میں لے لیا ــ مگر بنو اسد کے ایک فرد نے اس بچے کو بھی تیر تیز دم کا نشانہ بنا دیا، اور اسے والد کی گود ھی میں شہید کر دیا۔

حضرت حسینؓ ذرا سی دیر وھیں بیٹھے رہے، دشمن انھیں قتل کرنا چاھتے تو کر سکتے تھے، مگر ھر قبیلہ یہ کام دوسرے کے سپرد کر رھا تھا، ھر کوئی ان کے قتل سے جی چرا رھا تھا ــ اب حضرت حسینؓ کو پیاس لگی، لہذا انھوں نے پانی مانگا، اور جب پیالہ منہ سے لگایا تو حُصَین بن نُمیر نے تیر مارا جو ان کے منہ میں لگا ــ چنانچہ وہ پانی نہ پی سکے ــ اور پیالہ ان کے ھاتھ سے چھوٹ کر زمین پر آ رھا۔

اب حضرت حسینؓ نے دیکھا کہ لوگ ان کے ارد گرد سے ھٹ گئے ھیں، وہ اُٹھے اور ایک مینڈھ پر چلنے لگے، رُخ دریا کی طرف تھا، مگر ان کی راہ روک دی گئی، وہ پانی تک نہ جا سکے، لہذا اپنی جگہ پر جہاں سے گئے تھے واپس آ گئے۔

آخر ان لوگوں میں سے ایک شخص نے تیر مارا جو حضرت حسینؓ کے کاندھے میں گڑ گیا ــ مگر انھوں نے اس تیر کو کھینچ کر نکال دیا، اس پر زُرعہ بن شریک تمیمی نے ان پر تلوار سے وار کیا، انھوں نے ھاتھ کی پناہ کر لی۔ چنانچہ تلوار ھاتھ کو کاٹتی چلی گئی۔ زُرعہ کے بعد سنان بن اَوس نخعی نے انھیں نیزہ مار کے گرا دیا، یہ دیکھ کر خولی بن یزید اَصبحی گھوڑے سے اتر پڑا تاکہ ان کا سر کاٹ لے، مگر اس کا ھاتھ لرز گیا، یہ دیکھ کر اس کا بھائی شبل بن یزید اترا اور حضرت حسینؓ کا سر کاٹ کر اپنے بھائی کو دے دیا۔

اس کے بعد لوگ اُس وَرْس پر جو حسینؓ نے (یزید کے) قافلے

Marfat.com

سے چھینا تھا ، اور دیگر ہر شے پر جو خیموں میں تھی ٹوٹ پڑے اور لُوٹ مچا دی ۔

حسینؓ کے بیٹوں اور بھتیجوں میں سے ان کے دو بیٹوں کے سوا اور کوئی بھی زندہ نہ بچا ، ایک علی اصغر تھے ، جو نوجوان تھے اور دوسرے عُمَر ، جن کی عمر چار برس تھی ۔ ان کے رفقا میں سے فقط دو آدمی بچے ، ایک کا نام مُرَقّع بن ثمامہ اسدی تھا جسے عمر بن سعد نے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا ، اس نے اسے رَبَذَہ روانہ کر دیا اور وہ یزید کے مرنے تک وہیں مقیم رہا ۔ یزید کی موت پر عبیداللہ شام کی طرف بھاگ گیا لہذا مُرقّع کوفے کی سمت لوٹ گیا ۔ دوسرا شخص امّ سکینہ رباب کے غلاموں میں سے تھا ، اسے قتلِ حسینؓ کے بعد پکڑ لیا گیا ، جب اسے ہلاک کرنے لگے تو وہ بولا "میں غلام مملوک ہوں" چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا ۔

عمر بن سعد نے حضرت حسینؓ کا سر اسی وقت خَوَلی بن یزید اَصْبَحی کے بدست عبیداللہ بن زیاد کے پاس روانہ کر دیا ــ عمر بن سعد قتلِ حسینؓ کے دو روز بعد تک کربلا ھی میں مقیم رہا اور پھر لشکر میں کوچ کی منادی کرا دی ۔ شہیدوں کے سر نیزوں کی نوکوں پر اٹھا لیے گئے ، یہ کُل بہتر سر تھے ، ان میں سے بائیس سر بنو ہَوَازن نے قَیْس بن اشعث کی سرکردگی میں اُٹھائے ہوئے تھے ، سترہ سر بنو تمیم نے حُصَیْن بن نُمَیر کی سرکردگی میں اُٹھائے ہوئے تھے ۔ چھ سر بنو اسد نے ہلال اعور کی سرکردگی میں اُٹھائے ہوئے تھے ، پانچ سر بنو ازد نے عَیْہَمَہ بن زُھیر کی سرکردگی میں اُٹھائے ہوئے تھے اور بارہ سر بنو ثقیف نے ولید بن عمرو کی سرکردگی میں اُٹھائے ہوئے تھے ۔

ازاں بعد عمر بن سعد نے حکم دیا کہ حضرت حسینؓ کی بیویاں ، بہنیں ، بیٹیاں ، باندیاں اور نوکرانیاں باپردہ محملوں میں اونٹوں پر سوار کرا دی جائیں ــ حضرت حسینؓ کی شہادت کے وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت ہوئے پچاس سال کا عرصہ بیتا تھا ۔

Marfat.com

کہتے ہیں کہ جب حضرت حسینؓ کا سر ابن زیاد کے پیش کیا گیا تو اس نے اپنے سامنے رکھ لیا ، اور پھر اپنے بید سے ان کے لبوں کو ٹھکورنا شروع کیا ۔ زید بن ارقمؓ وہیں بیٹھے تھے ، وہ رسولِ خداؐ کے صحابہ میں سے تھے ، چنانچہ وہ بولے " نہ ، نہ ، ان لبوں سے اپنا بید ہٹا لے ، خدا کی قسم میں نے رسولِ خدا کو ان لبوں پر بوسہ دیتے دیکھا ہے " ۔ اتنا کہا اور آواز بھرّا گئی اور انھوں نے زار و قطار رونا شروع کر دیا ۔

اس پر ابن زیاد نے پوچھا " روتے کیوں ہو ؟ خدا تمھاری آنکھوں کو رُلاتا رہے ، خدا کی قسم اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ بڑھاپے کے باعث تمھاری عقل ٹھکانے نہیں رہی تو میں تمھارا سر اڑا دیتا " ۔

کہتے ہیں کہ عمر بن سعد کے پاس جو شخص ان سروں کو لے کر گیا تھا وہ شِمرؔ بن ذی‌جوشن تھا ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کربلا کے مقتولوں کے تنوں کی تدفین کرنے والے موضع غاضِریّہ کے باشندے تھے ۔

حُمَید بن مسلم سے روایت ہے ، وہ کہتا ہے کہ عمر بن سعد میرا دوست تھا ، جب وہ حسین بن علیؓ کی جنگ سے لوٹا تو میں اس سے ملنے گیا ، اور پوچھا " کیا حال احوال ہے ؟ " وہ بولا " میرا حال مت پوچھو ، کوئی پردیسی اپنے گھر کو ایسے بُرے حالوں نہیں لوٹتا جیسے میں لوٹا ہوں ، میں نے قرابتِ قریبہ کو قطع کر ڈالا ، اور ایک نہایت ہی ناگوار فعل کا ارتکاب کیا " ۔

کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے علی بن حسینؓ اور مستورات کو جو اس کے یہاں تھیں سفر پر تیار کر کے زَحر بن قَیس ، مِحقَن بن ثعلبہ اور شِمر بن ذی‌جوشن کے همراہ یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کر دیا ۔ چنانچہ یہ لوگ شام میں جا اترے ، اور پھر شہر دمشق میں جا کے یزید بن معاویہ کے یہاں حاضر ہوئے ۔ اُنھی کے همراہ سرِ حسینؓ بھی تھا جو لا کے یزید کے روبرو پھینک دیا گیا ۔

Marfat.com

اب شِمر بن ذی‌جوشن نے بات شروع کی اور کہا " اے امیرالمومنین یہ شخص اپنے اٹھارہ اہلِ بیت اور ساٹھ حامیوں کے ہمراہ ہمارے خلاف میدان میں آیا ، ہم نے بھی ان کی طرف پیش‌قدمی کی اور ان سے کہا کہ ہمارے امیر ابن زیاد کا حکم مان لیں ورنہ جنگ کی کھلی چھٹی ہے — آخر ایک صبح کو دن نکلتے ہی ہم نے ان پر چڑھائی کر دی اور انہیں ہر جانب سے گھیر لیا ۔ جب تلواروں نے انہیں ٹھکانے لگانا شروع کیا تو وہ پناہیں ڈھونڈنے لگے مگر پناہیں کہاں تھیں ، ایسے ہی جیسے کبوتری شہبازوں سے پناہ ڈھونڈتی ہے — پھر بمشکل اتنا وقت گزرا ہو گا جتنا ایک اونٹنی کے ذبح کرنے یا قیلولہ کرنے والے کو قیلولے پر لگتا ہے کہ ہم نے ان کے آخری فرد تک کا صفایا کر ڈالا تھا — آپ دیکھیے کہ ان کے ننگے جسموں ، لیر لیر کپڑوں اور غبار آلود رخساروں سے تُند ہوائیں اٹکھیلیاں کر رہی تھیں — ان کے زائر عقاب تھے ، اور ملاقاتی گِدھ —

جب یزید نے یہ سنا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ، اور بولا " بس کرو ، میں تمہاری فرمانبرداری کی داد دیتا اگر تم حسینؓ کو قتل نہ کرتے ، خدا کی مار ابن مرجانہ (عبیداللہ بن زیاد) پر ، خدا کی قسم اگر حسینؓ کا سابقہ مجھ سے پڑا ہوتا تو میں اس سے درگزر کرتا ، خدا رحم کرے ابوعبداللہ (حسینؓ) پر " اس کے بعد تمثیلاً یہ شعر پڑھا ۔

نُفَلِّقُ هَامًا مِنْ رِجَالٍ أَعِزَّةٍ
عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوا أَعَقَّ وَأَظْلَمَا

" ہمیں سر اڑانے پڑے اُن لوگوں کے جو ہمارے نزدیک بڑے محترم تھے اور دل کو بڑے عزیز تھے ، مگر (ہم کیا کرتے) انہوں نے ہمارے حق میں بے مہری ، قطع رحم اور بے انصافی کا رویہ اختیار کر رکھا تھا " ۔ ازاں بعد حکم دیا کہ حضرت حسینؓ کی اولاد کو اُس کے حرمسرا میں پہنچا دیا جائے ۔

Marfat.com

یزید جب بھی کھانا کھانے لگتا علی بن حسین رض اور اس کے بھائی عمر کو بلوا لیتا ، اور دونوں کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتا تھا ، چنانچہ ایک روز یزید نے عمر بن حسین رض سے کہا '' کیا تو میرے اس بیٹے سے کشتی لڑے گا '' ؟ اشارہ خالد بن یزید کی طرف تھا ، جو عمر کا ھمسن تھا ــ عمر نے جواب دیا '' کشتی نہیں ، آپ مجھے بھی تلوار دیدیں ، اور اسے بھی ، میں اس سے جنگ کروں گا ، پھر دیکھ لینا کہ کون زیادہ ثابت قدم ھے '' -

یزید نے عمر کو گلے لگا لیا ، اور کہا '' پتا پرپُوت - سانپ کا بچہ سانپ کے سوا اور کیا ھو سکتا ھے '' ــ کہتے ھیں کہ پھر یزید نے ان کے لیے بہترین سازوسامان تیار کرایا ، اور علی بن حسین رض سے کہا '' تم اپنی مستورات کے ھمراہ جاؤ اور انھیں ان کے وطن میں پہنچا دو '' ــ پھر ایک شخص کو تیس سواروں کے ساتھ ان کے ھمراہ روانہ کر دیا ، جو اس قافلے کے آگے چلتا اور جب اترتے تو وہ ایک معقول فاصلے پر پڑاؤ کر لیتا ، یہاں تک کہ وہ انھیں لے کر مدینے شریف میں پہنچ گیا -

کہتے ھیں کہ عبداللہ بن حُرّ کو (بعد میں) اس بات پر شدید ندامت ھوئی کہ حضرت حسین رض نے اسے قصرِ بنی مُقاتِل کے مقام پر اپنی مدد کے لیے پکارا تھا اور اس نے پہلو تہی کی تھی ، چنانچہ اس نے کہا : -

(۱) فَیَا لَکَ حَسْرَةً مَّا دُمْتُ حَیّاً
تُرَدِّدُ بَیْنَ حَلْقِي وَالتَّرَاقِي !

(۲) حُسَیْنٌ حِیْنَ یَطْلُبُ بَذْلَ نُصْرِي
عَلٰی اَهْلِ الْعَدَاوَةِ وَالشِّقَاقِ !

(۳) فَمَا اَنْسَی غَدَاةَ یَقُوْلُ حُزْناً !
اَتَتْرُکُنِي وَ تُزْمِعُ لِانْطِلَاقِ !

(۴) وَلَوْ فَلَقَ التَّلَهُّفُ قَلْبَ حَیٍّ !
لَهَمَّ الْقَلْبُ مِنِّيْ بِانْفِلَاقِ !

۱- میں جب تک زندہ ہوں مجھے یہ (تلخ احساسِ ندامت) پریشان کرتا رہے گا ، یہ (تلخی) میرے حلق اور ھنسیلی کے مابین گرداں رھتی ھے - (جی کو جلاتی ھے اور بیان نہیں ھو پاتی)

۲- حد ھے کہ حسینؓ مجھ سے مدد طلب کر رھے تھے اھلِ عداوت و نفاق کے خلاف -

۳- اور غمناک لہجے میں کہہ رھے تھے " کیا تم مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ گے " — میں اُس صبح کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا -

۴- اگر کسی زندہ انسان کے دل کو رنج و افسوس پھاڑ سکتا تو یقیناً میرا دل پھٹ جاتا -

ازاں بعد وہ ابن زیاد سے بگڑ کر سرزمین جبل کی طرف نکل گیا — فقرائے کوفہ کی ایک اچھی خاصی جمعیّت اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی -

عبداللہ بن زبیرؓ

کہتے ھیں کہ جب ابن زبیرؓ مکے پہنچے اور حسینؓ نے کوفے کی راہ لی ، تو وہ (ابن زبیرؓ) کہا کرتے تھے " میں حلقۂ اطاعت سے باھر نہیں ھوں ، مگر میں کسی کی بیعت نہیں کروں گا ، میں تو بیت اللہ میں پناگزیں ھوں " -

چنانچہ یزید بن معاویہؓ نے ایک شخص کو اپنے حفاظتی دستے کے دس سپاھیوں کے ھمراہ ان کے پاس بھیجا اور کہا " جاؤ اور معلوم کرو کہ ان کا عندیہ کیا ھے - اگر وہ اطاعت کا دم بھرتے ھیں تو ان سے بیعت لے لو ، اور اگر انکار کرتے ھیں تو مشکیں کس کے میرے پاس لے آؤ " -

جب محافظ نے ابن زبیرؓ کی خدمت میں حاضر ھو کر اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو انھوں نے حسب حال یہ شعر پڑھا ؎

Marfat.com

مَا اءِنْ أَلِيْنُ لِغَيْرِ الحقِّ أَسْأَلُهُ
حتّٰی یَلِیْنَ لِضِرْسِ الماضِغِ الحَجَرُ

”میں کسی ناحق مطالبے کے بارے میں اُس وقت تک نرم نہیں پڑ سکتا جب تک کسی چبانے والے کی ڈاڑھوں کے لیے پتھر نرم نہ پڑ جائیں“۔

اور پھر محافظ سے کہا ”اپنے آقا کے پاس جاؤ اور کہو کہ میں اس کی کوئی بھی بات نہ مانوں گا“۔ محافظ نے پوچھا ”کیا آپ اقرار اطاعت نہیں کرتے“؟

جواب دیا ”کرتا ہوں، یہ الگ بات ہے کہ میں تجھے اپنے اوپر قابض نہیں ہونے دینا چاہتا ــ یہ ممکن ہی نہیں کہ میں کبھی بھی ایسا ہونے دوں“ ــ محافظ یزید کے پاس واپس چلا گیا اور جا کے صورت حال بیان کر دی۔

اب یزید نے شام کے بعض اکابر کو روانہ کیا جن میں نُعمان بن بشیر اور عبداللہ بن عضاۃ اشعری (جو مرد صالح تھا) اور مسلم بن عُقبہ، (اس پر خدا کی مار) شامل تھے اور اُن سے کہا ”جاؤ اور ان سے کہو کہ اطاعت کریں، جماعت میں داخل ہوں، انہیں یہ بھی بتا دو کہ مجھے سب سے عزیز وہ بات ہے جو سلامتی کی ضامن ہو“۔

وہ لوگ رخصت ہو کر مکے پہنچے، پھر حضرت ابن زبیرؓ سے مسجد (حرم) میں ملے، انہیں اطاعت کی دعوت دی، اور بیعت کر لینے کو کہا۔

اس پر ابن زبیرؓ نے ابن عضاۃ سے کہا ”کیا اس حرم میں میرے ساتھ لڑنا حلال ہو گا“ ابن عضاۃ نے جواب دیا ”ہاں اگر آپ امیرالمومنین کی اطاعت نہ کریں“۔

ابن زبیرؓ نے کہا ”کیا اِس کبوتر کا مارنا حلال ہے؟“ ساتھ ہی مسجد حرام کے کبوتروں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا، اس پر ابن عضاۃ نے کمان اٹھائی، تیر جوڑا اور کبوتر کی طرف شست باندھ کے

کہا " اے کبوتر تُو امیرالمومنین کا نافرمان ہے " ؟

اور پھر ابن زبیرؓ کی طرف مڑ کے دیکھا اور کہا " اگر وہ " ہاں " کہہ دیتا ۔ تو میں اسے ہلاک کر دیتا " ۔

پھر ابن زبیرؓ نے نُعمان بن بشیر سے تنہائی میں بات کی اور کہا " میں تمھیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تیرے نزدیک میں افضل ہوں کہ یزید " ؟

کہا " آپ "۔

پوچھا " کیا میرے والد بہتر ہیں یا یزید کے " ؟

کہا " آپ کے "۔

پوچھا " میری والدہ بہتر ہیں یا یزید کی " ؟

کہا " آپ کی "۔

پوچھا " میری خالہ بہتر ہیں یا یزید کی " ؟

کہا " آپ کی "۔

پوچھا "میری پھوپھی بہتر ہیں یا یزید کی ؟

کہا " آپ کی ۔ آپ کے والد زبیرؓ ، والدہ اسماء بنت ابی بکر ، خالہ حضرت عائشہ اور پھوپھی خدیجہ بنت خُوَیلد ۔

پوچھا " پھر بھی تم یہی مشورہ دیتے ہو کہ میں یزید کی بیعت کر لوں " ؟

نُعمان بن بشیر نے کہا " اگر آپ میرا مشورہ چاہتے ہیں تو میں آپ کو یہ رائے نہ دوں گا ، اور آئندہ کبھی آپ کے پاس آؤں گا بھی نہیں" ؟

پھر جلد ہی یہ لوگ واپس شام چلے گئے ، اور جا کے یزید کو بتا دیا کہ ابن زبیرؓ نے کوئی بات نہیں مانی ۔ اس پر مُسلم بن عُقبہ مُرّی نے یزید سے کہا " اے امیر المومنین ! ابن زبیرؓ نے نُعمان بن بشیر سے تنہائی میں کچھ باتیں کی تھیں ، ہمیں معلوم نہ ہو سکا وہ کیا تھیں ، البتہ یہ جو رائے لے کر آپ کے یہاں سے گئے تھے اس سے مختلف رائے کے حامل واپس آئے ہیں " ۔

جب یہ لوگ ابن زبیرؓ کے یہاں سے رخصت ہو کر چلے گئے

تو ابن زبیرؓ نے اهلِ تہامه و حجاز کے اکابر کو بلایا اور اُن سے اپنی بیعت کر لینے کو کہا ، سبھی نے بیعت کر لی ، البته عبداللہ بن عبّاس ، اور محمد بن حنفیّه نے انکار کر دیا ۔

پھر ابن زبیرؓ نے حکم دیا که مکه و مدینه سے یزید کے گورنر کو نکال دیا جائے، چنانچه وہ نکال دیے گئے ـ مروان (بھی) اپنے بچوں اور دیگر اهلِ خانه کو لے کر شام میں چلا گیا ۔

جب یزید بن معاویهؓ تک یه اطلاع پہنچی که اهلِ تہامه و حجاز نے ابن زبیرؓ کی بیعت کر لی هے تو اُس نے حُصَین بن نُمیر سکونی ، حُبَیش بن دَلجه قَینی ، اور رَوح بن زِنباع جُذامی کو بلایا اور هر ایک کو ایک لشکر کا سردار مقرر کر دیا اور پھر اُن سب کو مسلم بن عُقبه مُرّی کے ماتحت کر کے اُسے کماندار اعلی بنا دیا ۔ جب ان عساکر کو رخصت کیا تو خود بھی مشایعت میں " وَبِشره " نامی چشمے تک گیا ـ اس چشمے سے زیادہ اور کوئی شامی چشمه حجاز سے قریب نه تھا ، جب یزید نے انھیں وداع کیا تو مُسلم سے کہا " اے مسلم شامیوں کو اپنے دشمن سے نبٹنے دینا ، ان کا هاتھ نه روکنا ، بیشک مدینے کا رُخ کرو ۔ اگر اهلِ مدینه تم سے لڑیں تو لڑ جاؤ ، اور جب فتح پا لو تو پھر تین روز تک اس شہر کو خوب لُوٹو ، یه کہه کے تمثیلاً شعر پڑھا ؎

أَبلِغ اَبَابَکرٍ اذاالخَیلُ أَنبری
وَسَارَتِ الخَیلُ اِلٰی وَادِی القُریٰ
أَجمَعُ سَکرانٍ مِنَ الخَمرِ تری

" جب سوار چڑھ دوڑیں اور وادیٔ مکه میں جا داخل هوں تو تُو ابوبکر (ابن زبیرؓ) سے پوچھنا که یه لشکر جو تم دیکھ رهے هو مخمور شخص کے هو سکتے هیں (یا کسی مستعد هوشیار شخص کے) "

وجه اس کی یه هے که ابن زبیرؓ یزید کو مخمور (سکران) کہا کرتے تھے ۔

Marfat.com

جب اهلِ مدینه کو لشکر کے آنے کا علم هؤا تو جنگ کے لیے تیار هو گئے ، قریش نے اپنی قیادت عبداللہ بن مُطیع عدَوی کے سپرد کی اور انصار نے عبداللہ بن حنظله راهب کے (یه وهی بزرگ هیں جنهیں غسیل‌الملائکه کہا جاتا تھا) — پھر یه سب لوگ حرّه کی طرف روانه هو گئے اور وهاں معسکر قائم کر لیا ۔

اس موقع پر ان کے ایک شاعر نے کہا تھا ۔

(۱) اِنَّ فی الخَندَقِ المُکَلَّلِ بالمَجدِ
لَضَربٌ یَفُورُ بالسَنَوَاتِ !
(۲) لَستَ مِنَّا ولَیسَ خَالُکَ مِنَّا
یَا مُضیعَ الصَّلَاتِ لِلشَّهَوَاتِ !

۱- اس خندق میں جسے تقدس کا تاج پہنایا گیا هے ایسی شمشیرزنی هو گی جس کے باعث وہ سالہاسال تک موجزن رهے گی (یعنی خون سے لبریز رهے گی) ۔

۲- اے اپنی هوا و هوس میں نمازوں کو ضائع کر دینے والے (یزید) نه تُو خود هم میں سے هے اور نه تیرا ماموں " ۔

آخر لشکرِ یزید ان کے پاس آن پہنچا ، اور گھمسان کی جنگ رونما هوئی ، کشتوں کے پشتے لگ گئے ۔

ازاں بعد شامیوں کے ایک گروه نے پیش‌قدمی کی اور بنی حارثه کے محلے کی جانب سے مدینے میں داخل هو گیا — یه بنی حارثه وهی لوگ هیں جنهوں نے (جنگ خندق کے موقع پر) کہا تھا اِنَّ بُیُوتَنَا عَورَةٌ[1] (همارے گھر غیر محفوظ هیں) یه لوگ اپنے سامنے والوں سے لڑنے میں مصروف رهے ، انهیں خبر بھی نه هوئی اور اهلِ شام نے انهیں پیچھے سے مارنا شروع کر دیا — بهر حال امیرِ انصار عبداللہ بن حنظله انصاری مارے گئے ، اسی طرح عمرو بن حزم قاضیٔ مدینه بھی هلاک هو گئے ، اور پھر اهلِ شام نے سه‌شبانه روز مدینے میں

۱- سورة احزاب آیت ۱۳

Marfat.com

لوٹ مار کا بازار گرم کیے رکھا -
جب چوتھا دن آیا تو مسلم بن عُقبہ نے دربار لگایا اور اهلِ مدینہ کو بیعت کے لیے بلوایا ، سب سے پہلے جو بزرگ آئے وہ یزید بن عبداللہ بن ربیعہ ابن اسود تھے - یہ حضرت امّ سلمہ زوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے -
مسلم نے ان سے کہا " میری بیعت کرو "
جواب دیا " میں کتابِ الٰہی ، سُنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر تمھاری بیعت کروں گا " -
اس پر مسلم نے کہا " نہیں بلکہ بیعت کرو اس اقرار کے ساتھ کہ تم امیرالمومنین کی چراگاہ ہو ، وہ تمھارے اموال و اولاد کے معاملے میں جو چاہیں کریں ، انھیں حق حاصل ہے " -
یزید بن عبداللہ نے اس شرط پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا ، لہذا مسلم نے ان کی گردن کٹوا دی ، پھر محمد بن ابی جہم بن حُذیفہ عدوی پیش ہوئے ، اُن سے مسلم نے کہا " تمہی وہ شخص ہو کہ امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ، اور انھوں نے تمھاری عزت و تکریم کی تھی - تمہیں انعام و هدایا سے نوازا تھا ، مگر تم نے مدینے میں واپس آ کے یہ گواهی دی کہ امیرالمومنین شراب پیتے ہیں ، خدا کی قسم تم پھر کبھی جھوٹی گواهی نہ دو گے ، مار دو گردن اسکی "
- چنانچہ ان کی گردن مار دی گئی -
پھر معقل بن سنان اشجعی آئے جو بنو هاشم کے حلیف تھے - اُن سے مسلم نے کہا " یاد ہے کہ ایک روز تم بمقام طبریہ میرے پاس سے گزرے تھے ، میں نے تم سے پوچھا تھا کہاں سے آئے ہو ؟ تم نے جواب دیا تھا " ایک ماہ گرداں رہے ، ہمارے اونٹ لاغر ہو گئے اور ہم خالی هاتھ لوٹ آئے - اب ہم مدینے جا کر اُس فاسق یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دیں گے اور اولادِ مہاجرین میں سے کسی کی بیعت کر لیں گے " -
تو یہ جان لو کہ میں نے اُسی روز قسم کھا لی تھی کہ اگر کہیں

مجھے تم پر قدرت حاصل ہوئی تو میں تمھیں موت کے گھاٹ اتار کے دم لوں گا — اے احمق ! اب خدا نے مجھے تم پر قادر کر دیا ہے ۔ اے اشجع کجا تُو ، کجا خلافت کہ تُو جسے چاہے معزول کرے اور جسے چاہے مامور کرے — مار دو گردن اس کی "۔

ازاں بعد ، عمرو بن عثمان پیش ہوئے ، اُن سے مسلم نے کہا " تو ہے خَبیِث بن طیّب ، جب اہلِ شام فتحمند ہوں تو تُو کہتا ہے میں عثمان بن عفانؓ کا فرزند ہوں ، اور جب اہلِ حجاز کو کامیابی حاصل ہو تو تُو کہتا ہے میں تمھی میں سے ہوں ، اور پھر تُو اتہام طرازی کر کے امیرالمومنین کے خلاف دلوں میں نفرت بٹھاتا ہے — مونڈ دو داڑھی مونچھ ان کی "۔

چنانچہ ان کی ڈاڑھی مونچھ نوچ ڈالی گئی ، ایک بال بھی باقی نہ رہنے دیا گیا ۔

یہ دیکھ کے عبدالملک بن مروان نے آ کے مسلم سے کہا " انھیں از راہ بخشش میرے حوالے کر دو " ۔ چنانچہ مسلم نے انھیں عبدالملک کے حوالے کر دیا — عمرو بن عثمان کے بعد علی بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب آئے ۔ مسلم نے انھیں اپنے غالیچے پر بٹھا لیا اور کہا " مجھے امیرالمومنین نے آپ کے حق میں شدید تاکید کی تھی ، علیؓ نے جواب دیا " اہلِ مدینہ نے جو کچھ کیا مجھے بالکل پسند نہ تھا " ۔

مسلم بولا " بجا : — اور پھر انھیں ایک خچر پر سوار کرایا اور ان کے گھر کی طرف روانہ کر دیا ، اب مسلم نے علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس آدمی بھیجا کہ انھیں بیعت کرنے کے لیے لایا جائے ۔ چنانچہ اُنھیں گھر سے نکال لایا گیا ۔ راستے میں ان کی ملاقات حُصَیْن بن نُمیر سے ہوئی ، اس نے انھیں فوجداروں سے چھڑوا لیا — حُصَیْن بن نُمیر علی بن عبداللہ کے ننھیال میں سے تھے — اس پر مسلم نے کہا " میں نے اس کی طرف آدمی بھیجا تھا کہ وہ آ کے بیعت کرے ، اسے لے کر آؤ " چنانچہ حُصین نے عبداللہ کو بلوایا ، عبداللہ آیا ، اور بیعت کر لی ۔

بنت اشعث بن قیس نے جو حضرت حسینؓ بن علیؓ کی زوجہ تھیں مسلم کے پاس پیغام بھیج کر مطّلع کیا کہ اُن کا گھر لُوٹ لیا گیا ہے۔ اس پر مسلم نے حکم دیا کہ ان کے گھر سے جو کچھ لوٹا گیا تھا لوٹا دیا جائے۔ اس کے بعد مسلم نے مکے کی راہ لی، اور یزید کو لکھ بھیجا کہ اس نے مدینے میں کیا کارروائی کی ہے۔ یزید نے آگاہ ہونے پر تمثیلاً یہ شعر کہے ؎

(۱) لَیتَ أَشیاخِی بِبَدرٍ شَهِدُوا
جَزَعَ الخَزرَجِ مِنْ وَقْعِ الأَسَلْ!
(۲) حِینَ حَکَّت بِقُبَاءٍ بَرْکَهَا
واسْتَحَرَّ القَتْلُ فِی عَبْدِ الأَشَلْ!

۱- اے کاش آج میرے وہ بزرگ جو بدر میں کام آئے تھے دیکھتے کہ نیزوں کی مار کے باعث بنو خزرج کس طرح جزع و فزع کر رہے ہیں۔
۲- وہ دیکھتے کہ مقام قباء پر انہیں روند کر رکھدیا گیا ہے اور بنو عبدالاشہل کو کاٹ کر پھینک دیا گیا ہے"۔

مگر جب مسلم بمقام ھَرشی پہنچا تو بیمار ہو گیا اور بیماری نے شدت اختیار کر لی، جب موت کی گھڑی سر پر آن پہنچی تو کہا "مجھے سہارا دو"۔ سہارا دیا گیا تو بولا "مجھے امیرالمومنین نے حکم دیا تھا کہ اس مہم کے دوران میں اگر میرے ساتھ کوئی حادثہ گزر جائے تو میں اپنی جگہ حُصَین بن نُمیر کو کماندار عساکر مقرر کر دوں، ویسے اگر اختیار میرا اپنا ہوتا تو میں اپنا جانشین اسے ہرگز نہ بناتا۔ اس لیے کہ نرم خوئی اہلِ یمن کی خصلت ہے تاہم میں امیرالمومنین کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا"۔

ازاں بعد کہا "اے حُصَین! جس روز مکے پہنچو اُسی روز ابن زبیرؓ کے خلاف اعلان جنگ کر دو، اور اہلِ شام کو اپنے دشمن کے خلاف جو کارروائی وہ کرنا چاہیں کرنے دو، اُن کا ہاتھ مت روکو،

Marfat.com

قریش کی باتوں پر کان نہ دھرنا ، وہ تمھیں دھوکا دیں گے " ـــ یہ کہا اور چل بسا ، موت اس کی خناق کے باعث ہوئی تھی ۔

بہر حال اب حُصَین بن نُمیر نے لشکر کی کمان سنبھالی اور کوچ کرتا ہؤا مکے میں جا اترا ۔ ابن زبیرؓ اپنے رفقاء سمیت مسجد حرام میں قلعہ بند ہو چکے تھے ، لہذا حُصین بن نمیر نے کوہِ ابو قُبیس پر مَنجنیقیں نصب کر دیں ، اور مسجد حرام پر سنگباری شروع کر دی ۔

یہ لوگ اسی عالم میں تھے کہ حُصَین بن نمیر کے پاس یزید بن معاویہؓ کے وفات پا جانے کی خبر پہنچی ۔ چنانچہ اُس نے عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ جس شخص نے مجھے آپ سے لڑنے کے لیے روانہ کیا تھا رحلت کر گیا ہے ۔ کیا اب آپ صلح کرتے ہیں ؟ کیا ہمارے لیے حرم کے در کھولتے ہیں ، کہ ہم طواف کر لیں اور لوگ ایک دوسرے سے مل جل لیں ۔

عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ بات مان لی ، اور مسجد حرام کے در کھول دیے ۔ لہذا حُصین اور اس کے ساتھیوں نے کعبے کا طواف شروع کر دیا ـــ اُسی روز دراں حالیکہ حصین بعد عشاء طواف میں مصروف تھا اس کا سامنا ابن زبیرؓ سے ہو گیا ۔ اُس نے انھیں بازو سے پکڑا اور راز دارانہ کہا " کیا آپ میرے ہمراہ شام جا سکتے ہیں ؟ میں وہاں لوگوں کو دعوت دوں گا کہ وہ آپ کی بیعت کر لیں ، اب خلافت کا معاملہ گڈ مڈ ہو گیا ہے ، اور میں آپ سے زیادہ کسی کو مستحق نہیں جانتا ـــ مجھے توقع ہے کہ شام میں میری بات رد نہ کی جائے گی ۔ مگر ابن زبیرؓ نے اپنا ہاتھ حُصین کے ہاتھ سے چھڑا لیا ، اور باآواز بلند بولے " جب تک میں ایک حجازی کے بدلے دس شامیوں کو قتل نہ کر لوں یہ بات ممکن نہیں " ۔ چنانچہ حصین نے کہا " جھوٹا ہے وہ شخص جس نے آپ کو عرب کے مدبرین میں شمار کیا ، میں آپ سے سرگوشی میں بات کرتا ہوں ، آپ علی الاعلان جواب دیتے ہیں ، میں آپ کو خلافت کی پیشکش کرتا ہوں اور آپ دعوتِ جنگ دیتے ہیں ؟ " جلد

Marfat.com

ہی حُصین نے اپنی جمعیت سمیت شام کی راہ لی ، اور جب مدینے کے پاس سے گزرا تو پتہ چلا کہ اہلِ مدینہ اس سے باردگر جنگ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں ۔ چنانچہ اس نے اہلِ شہر کو بلوایا اور پوچھا " آپ لوگوں کے بارے میں مجھ تک یہ کیا بات پہنچ رہی ہے ؟ " اس پر انہوں نے معذرت کر لی اور کہا " ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہ تھا " ۔

اُبو ہارُوْن عبْدی کا بیان ہے کہ " میں نے ابو سعید خُدْری کو دیکھا تھا ، اُس وقت ان کی ریش سفید تھی ، ریش کے دونوں پہلو غائب تھے ، درمیانی حصہ باقی تھا ، چنانچہ میں نے پوچھا " اے ابو سعید یہ آپ کی ڈاڑھی کا کیا عالم ہے " بولے " یہ کارنامہ یوم حرّہ کو ظالم شامیوں نے سرانجام دیا تھا ۔ وہ میرے گھر میں گھس آئے اور جو کچھ وہاں تھا لوٹ لیا ، وہ پیالہ بھی اڑا لیا جسمیں میں پانی پیتا تھا ۔ جب وہ چلے گئے تو دس نفر اور آ گئے ، میں اُس وقت نماز پڑھ رہا تھا ۔ انہوں نے گھر کی تلاشی لی ۔ وہاں کچھ نہ پایا ، لہذا رنجیدہ ہوئے اور مجھے مصلی پر سے اُٹھا کے زمین پر دے مارا ، پھر اُن میں سے ہر شخص نے بڑھ کر میری ڈاڑھی نوچنی شروع کر دی ، جہاں سے تمہیں اُڑی ہوئی نظر آتی ہے وہاں سے ُنچ گئی تھی جو باقی دکھائی دیتی ہے وہ مٹی میں دھنسی ہونے کے باعث بچ رہی ، مٹی کے اندر ان کے ہاتھ نہ پڑے ۔ میں اس ڈاڑھی کو اسی صورت میں بحال رکھوں گا اور خدا کے سامنے اسی طرح پیش ہوں گا " ۔

خوارج

کہتے ہیں کہ ٦٠ھ میں ازرقی خارجیوں نے زور پکڑ لیا ۔ انہیں ازرقی اُن کے سربراہ نافع بن ازرق کی مناسبت سے کہتے ہیں ۔ جب ان کا اوّلین خروج عمل میں آیا تو ان کی تعداد چالیس تھی ۔ ان کے اکابر میں نافِعْ بن اَزْرَق ، عَطیّہ بن أسْوَد ، عبداللہ بن صبّار ، عبداللہ بن رباض ، حَنْظَلَہ بن بہیّس اور عبداللہ بن ماحُوز شامل تھے ۔ یہ یزید بن معاویہ کے عہد کا واقعہ ہے ۔ اس وقت بصرے میں عبیداللہ بن

Marfat.com

زیاد حکمران تھا ۔ چنانچہ اس نے اسلم بن ربیعہ کو دو ہزار سوار دے کر اُن سے نبٹنے کے لیے بھیجا ۔ اسلم نے انھیں اھواز کے ایک گاؤں میں جا لیا جسے آسک کہتے تھے ، یہ گاؤں فارس سے قریب واقع تھا ۔ اسلم نے انھیں دیکھتے ہی حملہ بول دیا ، مگر خوارج نے اس کے ساتھیوں میں سے پچاس کو موت کے گھاٹ اتار دیا - یہ دیکھ کر اسلم کے پاؤں اُکھڑ گئے ۔ چنانچہ ایک خارجی نے کہا :

(۱) أَأَلْفَا مُؤْمِنٍ مِنْكُمْ زَعَمْتُمْ
وَيَهْزِمُهُمْ بِآسَكَ أَرْبَعُونَا !
(۲) كَذَبْتُمْ لَيْسَ ذَاكَ كَمَا زَعَمْتُمْ
وَلٰكِنَّ الخَوَارِجَ مُؤْمِنُونَا !
(۳) هُمُ الفِئَةُ القَلِيلَةُ قَدْ عَلِمْتُمْ
عَلَى الفِئَةِ الكَثِيرَةِ يُنْصَرُونَا !
(۴) أَطَعْتُمْ أَمْرَ جَبَّارٍ عَنِيدٍ
وَمَا مِنْ طَاعَةٍ لِلظَّالِمِينَا !

۱- تم کہ بخیالِ خویش مومن ہو اپنے اُن دو ہزار افراد کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو جنھیں آسک کے مقام پر چالیس آدمیوں نے مار بھگایا ۔

۲- تم جھوٹے ہو ، بات یوں نہیں ہے جو تم نے فرض کر رکھی ہے — درحقیقت مومن تو خوارج ہیں ۔

۳- تم جانتے ہو کہ مختصر گروہ وہی تھا جسے بھاری بھر کم گروہ کے خلاف فتح و نصرت عطا کی گئی ۔

۴- تم وہ لوگ ہو کہ ایک ظالم و سرکش شخص کے سامنے سرتسلیم خم کیے ہوئے ہو ، حالانکہ ظالموں کی اطاعت کا دم بھرنا بالکل ناروا ہے ۔

ابن زیاد کو اس بات نے بہت مشتعل کیا ۔ چنانچہ وہ بصرے میں جس شخص کو بھی خارجی نظریات سے متہم پاتا اُس کا سر اڑا دیتا ۔

یہاں تک کہ محض تہمت اور شبہ کی بنا پر اس نے نو سو افراد کو فنا کر ڈالا ۔

اس کے باوصف خوارج کی قوت میں بدستور اضافہ ہوتا چلا گیا ۔ اھلِ بصرہ میں سے جو جو اُن کے همخیال تھے کھسک کھسک کر اُن کے یہاں پہنچ رہے تھے اور جب یزید نے وفات پائی تو ان کی تعداد میں اور بھی اضافہ ہو گیا ۔ یہ دیکھ کر عُبیداللہ بن زیاد نے عراق کو چھوڑا اور راہ فرار اختیار کر لی ۔

اب اہلِ بصرہ کو خوارج کی طرف سے اپنی جانوں کا خوف لاحق ہو گیا ، ان دنوں حال یہ تھا کہ نہ اُن کا کوئی والی تھا نہ امیر ۔ آخر سب نے متفق ہو کر مسلم بن عُبیس قُرشی کو اپنا سربراہ مقرر کر لیا اور پانچ ہزار بہادر بصری سوار اس کے سپرد کر کے خوارج کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے روانہ کر دیا ۔

مُسلم بن عُبیس نے انہیں '' دولاب '' کے مقام پر جا لیا ۔ مقابلہ ہؤا اور گھمسان کا رن پڑا ۔ ہر ایک نے دوسرے کے مقابلے میں کامل پائداری کا مظاہرہ کیا ، یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ گئے ، تلواریں کٹ گئیں ، اور وہ ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹنے لگ پڑے ، اسی اثنا میں مُسلم بن عُبیس مارا گیا اور اس کی جمعیّت بھاگ نکلی —

اس موقع پر بنو ازد کے ایک فرد نے کہا تھا :

(۱) قَدْ رَمَیْنَا العَدُوَّ اِذْ عَظُمَ الخَطْبُ
بِذِی الجُودِ مُسْلِم بن عُبَیْس !

(۲) فَانْظُرُوا غَیْرَ مُسْلِم بن عُبَیْس
فاطلُبُوهُ مِنْ حَیْثُ اَیْشنَا وَلَیْس !

(۳) لَوْ رُمُوا بالمُهلَّبِ بنِ أَبی صُفْرَةَ
کَانُوا لَهُ کَاَکْلَةِ حَیْس

۱- جب معاملہ خطرناک صورت اختیار کر گیا تو ہم نے مرد فیّاض مسلم بن عُبَیس کو دشمن (خوارج) کے مقابلے پر متعیّن کر دیا ۔

۲- اب مسلم بن عُبیس کے علاوہ کسی مرد پر نگاہ ڈالو اور یہاں وہاں جہاں سے بھی ملے اسے ڈھونڈ نکالو۔

۳- (میرا خیال ہے) اگر اُن کے مقابلے میں مُہلّب بن ابی صُفرہ کو مامور کیا جائے تو یہ حلوا مانڈا ہو کر رہ جائیں (انھیں آسانی سے ہڑپ کر لیا جائے)۔

ان دنوں مُہلّب خراسان کی حکومت پر فائز تھا۔

بہر حال جب مُسلم بن عُبیس مارا گیا تو اہلِ بصرہ کو خوارج کی طرف سے شدید خوف لاحق ہو گیا۔ چنانچہ انھوں نے عثمان بن مَعمَر قرشی کو منتخب کیا اور کوئی دس ہزار دلیرانِ بصرہ اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ وہ خوارج کے تعاقب میں روانہ ہو پڑا، اور آخر فارس میں ان کو جا لیا۔ شدید جنگ ہوئی، عثمان مارا گیا اور اس کے ساتھی بھاگ نکلے۔

اب اہلِ بصرہ نے ابن زبیرؓ کی خدمت میں عریضہ ارسال کر کے اطلاع دی کہ اُن کا کوئی والی نہیں، نیز گزارش کی کہ وہ اپنی جانب سے کسی کو روانہ فرمائیں، جو ان کے شہر و نواح کی حکومت سنبھال لے۔

عبداللہ بن زبیرؓ نے حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ مَخزومی کو روانہ کر دیا۔ اس نے بصرے میں جا کے کاروبار حکومت اپنی تحویل میں لے لیا، اور پھر اکابرِ بصرہ کو بلا کے صلاح لی، کہ خوارج سے نبٹنے کے لیے کس شخص کو مامور کیا جائے۔ سبھی نے کہا ” آپ یہ کام مہلّب بن ابی صُفرہ کے سپرد کر دیں “۔

اسی عالم میں ایک بصری اُٹھ کھڑا ہؤا جس کا نام ابن عَرّادہ تھا اور اس نے ذیل کے اشعار سر کیے :

(۱) مَضَی بْنُ عُبَیْسٍ مُسْلِمٌ لِسَبِیْلِہٖ
فَقَامَ لَہَا الشَّیْخُ الحِجَازِیُّ عُثْمَانُ!

(۲) فَأَرْعَدَ مِنْ قَبْلِ اللِّقَاءِ ابْنُ مَعْمَرٍ
وَأَبْرَقَ وَالْبَرْقُ الحجازیُّ خَوَّانُ!

Marfat.com

(۳) وَلَمْ يُنْشِک عُثْمانُ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ
وأَضْحٰی عَدُوُّ الدِّین مِثْلَ الَّذی کَانُوا

(۴) ولَیْسَ لَهَا اِلاَّ الْمُهلَّبُ اَنَّهُ!
مُسِیْءٌ بِأَمْرِ الحَرْبِ شَیْخٌ لَهُ شأنٌ

(۵) اِذا قِیْلَ مَنْ یَحْمِی العِراقَیْن أَوْمَأَتْ
اِلَیْهِ مَعَدٌّ بِالأَکُفِّ و قَحْطَانُ!

(۶) فذالکَ امْرُءٌ اِنْ یَلْقَهُمْ یُطْفِ نَارَهُمْ
ولَیس لَهَا اِلاَّ المُهلَّبُ اِنْسانُ!

۱- مُسلم بن عُبَیس نے اپنی راہ پکڑی اور چل دیا ، پھر اس کی جگہ ایک حجازی بزرگ جس کا نام عثمان تھا سربراہِ کار بنا -

۲- یہ عثمان بن مَعْمَرْ جنگ سے قبل خوب کڑکا ، خوب چمکا ، مگر ظاہر ہے کہ حجازی بجلی بڑی خیانت کار ہوتی ہے -

۳- عثمان نے تو پشے کا پر بھی مجروح نہ کیا - لہذا دشمنِ دین جیسا تھا ویسا ہی رہا -

۴- خوارج کی جنگ کے لیے موزوں ترین آدمی مہلب بن ابی صفرہ ہی ہے - وہ امورِ حرب کا ماہر اور عالی‌قدر رئیس ہے -

۵- جب یہ کہا جائے کہ عراقین کی مدافعت کون کر سکتا ہے تو بنو سعد اور بنو قحطان یکساں ہاتھ اٹھا کر اُسی کی طرف اشارہ کریں گے -

۶- وہی شخص ہے کہ اگر خوارج کے مقابل آیا تو اُن کے فتنے کی آگ کو بجھا ڈالے گا - اس فتنے کا مقابلہ مہلب کے سوا اور کسی انسان سے ممکن نہیں -

خوارج کے خلاف مہلب کی صف‌آرائیاں

اب اَحْنَف بن قیس نے حارث بن عبداللہ سے کہا ” اے امیر آپ

Marfat.com

امیرالمومنین عبداللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں لکھیں کہ وہ مہلب کے نام یہ فرمان جاری فرمائیں کہ وہ اپنی جگہ خراسان میں کسی کو مامور کر کے خوارج کی جانب متوجّہ ہو اور اُن سے نبٹنے کی ذمہ‌داری سنبھالے ــ حارث نے اسی کے مطابق عرضداشت تحریر کر دی ۔

جب حارث کا عریضہ ابن زبیرؓ کو ملا تو انھوں نے مہلب کے نام ذیل کا مکتوب روانہ کر دیا :

'' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ! خدا کے بندے عبداللہ بن زبیرؓ امیرالمومنین کی طرف سے مہلب بن ابی صفرہ کے نام ، اما بعد ! حارث بن عبداللہ نے میرے پاس عریضہ بھیج کر مطّلع کیا ہے کہ بے دین ازرقیوں نے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے اور ان کی قوت میں خاصہ اضافہ ہو گیا ہے ۔ میری تجویز یہ ہے کہ تم اُن سے نبٹنے کا بیڑا اٹھاؤ ۔ اس لیے کہ میری امید تمھارے استقلال کے ساتھ وابستہ ہے ۔ تم اپنے شہر والوں کو خوارج کی آفت سے بچا لو گے ، اور ان کی پریشانی کو جمعیّت ِ خاطر میں بدل دو گے ۔ لہذا یوں کرو کہ اعزّہ میں سے کسی کو خراسان کی حکومت پر اپنا قائمقام کر کے خود بصرے کی راہ لو ، اور پھر جہاں تک ہو سکے بہترین اسلحہ و سامان سے لیس ہو کر ان سے مقابلہ کرنے کی خاطر نکل کھڑے ہو ۔ مجھے امید ہے کہ خدا تمھیں ان پر فتح عطا کر دے گا ، والسلام ''۔

جب مہلّب کو یہ خط ملا تو اُس نے خراسان کی حکومت پر اپنا جانشین مقرر کر دیا اور رخت ِ سفر باندھ کے روانہ ہو پڑا ۔ بصرے میں پہنچ کے وہ منبر پر جلوہ افروز ہؤا ــ آدمی کم‌گو اور ایجاز پسند تھا ۔ فقط اتنا کہا '' اے لوگو ! ایک بڑے منہ‌زور اور ضدی دشمن نے تمھارا ناطقہ بند کر رکھا ہے ۔ وہ تمھارا خون بہائے اور مال اُڑائے جا رہا ہے ۔ اگر تم لوگ میرے مطالبات مان لو تو میں اُن سے تمھاری خاطر لڑنے کا ذمہ لے لوں گا اور خدا سے مدد کا طلبگار ہوں گا کہ ان کے خلاف کامیابی عطا کرے اور اگر تم متفقہ طور پر زمام ِکار کسی اور کے سپرد کر دو تو میں تمھی میں سے اور تمھی جیسا ایک فرد ہوں گا ،

(جو کام تم کرو گے میں بھی وھی کروں گا) -

لوگوں نے پوچھا ''تم کیا چاھتے ھو'' -

کہا ''میں تم میں سے درمیانے درجے کے لوگ چنوں گا ، نہ سرمایہ دارِ گراں بار کو اور نہ فقیر بے مقدار کو ، جو علاقہ میں فتح کروں گا وہ میرا ھو گا - نیز یہ کہ میں خوارج کے خلاف جو بھی تدبیر کروں گا اس کی خلاف‌ورزی نہ کی جائے گی - میری رائے میں دخل نہ دیا جائے گا ، اور جو راہِ عمل میں اختیار کروں گا اس سے تعرّض نہ کیا جائے گا -

لوگوں نے باواز بلند جواب دیا ''تمھارا مطالبہ منظور ھے ، اور ھم اس پر رضامند ھیں''- پھر وہ منبر سے اترا ، گھر آیا ، فوج کا رجسٹر منگوایا - جب وہ لایا گیا تو اُس نے اھلِ بصرہ میں سے بیس ھزار جانباز منتخب کر لیے ، ان میں سے آٹھ ھزار ازْدی تھے اور باقی باقی عرب سے — مقدمۃالجیش پر اپنے بیٹے مُغیرہ کو تین ھزار سپاھی دے کر مامور کیا -

اب وہ رخصت ھؤا اور خوارج کے قریب پہنچ گیا - وہ اُس وقت دریائے تُستَر کے کنارے تھے ، اُن پر دھاوا کیا اور انھیں ایسا بھگایا کہ وہ اھواز میں جا ٹھیرے - زیاد اعجم نے اسی موقع پر کہا تھا :

(۱) جزى اللهُ خيراً والجزاءُ بكفّه،
أخا الازْدِ عنّا ما اذبّ و أحرَبا !

(۲) ولمّا رأينا الأمرَ قد جدّ جِدّه،
و ألاّ تُوارِي دُونَنا الشمسُ كوكبا

(۳) دعونا اباغسّان فاستَكَ سمعُه،
وأحنَفَ طا طا رأسَه، وتهيَّبا !

(۴) و كانَ ابنُ مَنجُوفٍ لكُلِّ عظيمةٍ
و قصَّر عنها حبلَه، و تذبذبا !

(۵) فلمّا رأينا القومَ قد كلَّ حدُّهم
لدى حَرْبِهم فيها دعونا المُهلَّبا !

۱- خدا بنو ازد کے اِس شیر مرد کو جزائے خیر دے ، اور ظاہر ہے کہ جزا اُسی کے ہاتھ میں ہے — وہ مرد جس نے ہماری خاطر جنگ لڑی اور ہمیں حملوں سے بچایا ۔

۲- جب ہم نے یہ دیکھا کہ معاملہ بہت بگڑ گیا ہے یہاں تک کہ مارے غم و اندوہ کے ہم سمجھنے لگ گئے تھے کہ شاید ہماری تاریک رات کبھی دن میں تبدیل نہ ہو گی ۔

۳- تو ہم نے ابو غسّان کو پکارا مگر اس کے کان بہرے ہو گئے ، پھر ہم نے اَحنَف کو پکارا اس نے خوفزدگی کے عالم میں اپنا سر نہوڑا لیا ۔

۴- ہر مشکل کا شیرانہ مقابلہ کرنے والا ہر دلیر ، خوارج کی جنگ سے کنی کتراتا ، بے ہمتی کا احساس کرتا اور ڈول جاتا تھا ۔

۵- آخر جب ہم نے یہ دیکھا کہ خوارج کی جنگ کے ضمن میں لوگوں کی تلواریں کند ہو گئی ہیں (بالکل حوصلہ ہار چکے ہیں) تو ہم نے مہلب کو آواز دی ۔

خوارج کو شکست دینے کے بعد مہلب چالیس روز پل پر ٹھہرا رہا ، اور پھر ان کے تعاقب میں روانہ ہو پڑا ۔ اس بات کا علم نافِع بن اَزْرَق کو بھی ہو گیا ۔ وہ نواحِ اہواز ہی میں مقیم رہا تاآنکہ مہلب نے اسے جا لیا ، اور ایک مقام پر جسے ” بِسِلیٰ[۸] “ کہتے تھے خوارج پر ہلہ بول دیا ۔ صبح سے شام تک جنگ جاری رہی ۔ مہلّب کے چہرے پر تلوار کا زخم آیا اور وہ بیہوش ہو گیا ۔ چنانچہ کہا جانے لگا کہ ” امیر مارا گیا “ — اس بات نے اہلِ لشکر کے غضب اور سرگرمی میں مزید اضافہ کر دیا اور انھوں نے بے شمار افراد کو تہ تیغ کر ڈالا ، تاآنکہ اُن کا سردار نافِع بن ازرق بھی ہلاک ہو گیا اور آخر کار خوارج شکست کھا کر فارس کی سمت نکل گئے ۔

جب اہلِ بصرہ کو اطلاع ملی کہ مہلّب مارا گیا ہے تو پورے شہر میں ہلچل مچ گئی ۔ ان کے حاکم حارث بن ابی ربیعہ نے چاہا کہ

Marfat.com

بھاگ جائے۔ اس پر بنی یَشکُر کے ایک فرد نے اس کے پاس رقعہ بھیجا :

(۱) اَلاَ یاحارِ یاابْنَ السَّادةِ الصِّیْدِ ھَبْ لَنَا
مَقَامَکَ لاَ تَرْحَلْ وَلَمْ یَاتِکَ الخَبَرْ

(۲) فاءِنْ کَانَ أوْدَی بالمهلَّبِ یَوْمُه
فَقَدْ کَسَفَتْ فِی أرْضِنَا الشَّمْسُ وَالقَمَرہ

(۳) ومَالَکَ مِنْ بعدالمهلَّبِ عَرْجَةٌ
وَمَالَکَ بالمِصْرَیْنِ سَمْعٌ وَّلاَ بَصَرْ

(۴) فَدُونَکَ فالْحَقْ بالحِجازِ وَلاَ تُقِمْ
بِبَلْدَتِنَا اِنَّ المُقَامَ بِهَا خَطَرْ !

(۵) وَاءِنْ کَانَ حَیّاً کُنْتَ بالمِصْرِ آمِناً
وَکَانَ بَقَاءُ المَرْءِ فِیْنَا هُوَالظَّفَر

۱۔ اے حارث ، اے سردارانِ گردن کش کے فرزند ، ہماری خاطر ٹھیرا رہ ــ رخصت نہ ہو ، ابھی کوئی (مصدقہ) خبر تو تجھ تک پہنچی بھی نہیں ۔

۲۔ اگر مہلّب فنا سے دوچار ہو چکا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہماری سرزمین کا چاند بھی گہنا گیا ہے اور سورج بھی ۔

۳۔ (تو یہ سمجھتا ہے کہ) مہلب کے بعد تیرا وقار ختم ہو گیا ۔ کوفہ و بصرہ میں تیرا ادب اور تیری اطاعت ناپید ہو گئی ۔

۴۔ (یہ بات ہے تو) بیشک جان بچا ، اور حجاز میں پہنچ جا ، ہمارے شہر میں مت ٹھیر ۔ یہاں ٹھیرنا خطرے سے خالی نہیں ۔

۵۔ اور اگر مہلب زندہ ثابت ہؤا تو تجھے اس شہر میں پھر امن و سکون میسر آ جائے گا ، ہمارے درمیان کسی شخص کا زندہ و سلامت رہ جانا ھی اس کی بڑی فتح ہے ۔

اسی طرح بنی سعد کے ایک شخص نے کہا تھا :

Marfat.com

(۱) اَلاَ کُلُّ مَا یَأْتِی مِنَ الأَمْرِ هَیِّنٌ
عَلَیْنَا یَسِیرٌ عِنْدَ فَقْدِ المُهَلَّبِ
(۲) فَاِنْ یَکُ قَدْ أَوْدَی فَمَا نَحْنُ بَعْدَهُ
بِأَمْنَعَ مِنْ شَاءٍ عِجَافٍ لِأَزْوَبِ
(۳) نَعُوذُ بِمَنْ أَرْسَی ثَبِیْراً مَکَانَهُ
وَمُرْسِی حِرَاءٍ والقُدَیْدَ وکَبْکَبِ!
(۴) مِنَ الخَبَرِ المُلْقِی عَلَی الحُورِ خِدْرَهَا
ویَشْجَی بِهِ مَا بَیْنَ بُصْرَی ویَثْرِبِ

۱- مہلب کی موت کے بعد جو حادثہ بھی پیش آئے وہ ہمارے لیے بالکل معمولی ہے۔

۲- اگر وہ فنا کی آغوش میں جا چکا ہے تو اس کے بعد ہم اتنے ہی غیرمحفوظ ہیں جتنی ضعیف و ناتواں بھیڑیں بھیڑیوں کے مقابل ہوتی ہیں۔

۳- ہم اُس ذات کی پناہ مانگتے ہیں جس نے کوہ ثَبیر، حِرا، قُدَیْد، اور کَبکَب کو اپنی جگہ پر استوار کیا ہے۔

۴- کہ ہم وہ خبر نہ سنیں جو سیاہ چشم نازنینوں پر (غم کا) پردہ ڈال دے اور جس کے باعث بصرے سے لے کر یثرب تک غم کی لہر دوڑ جائے۔

مگر جلد ہی بعد اہلِ بصرہ کے پاس ایک شخص خوشخبری لے کر پہنچا کہ مہلّب سلامت ہے۔ چنانچہ اہلِ بصرہ مسرور ہو گئے۔ دلوں کو اطمینان حاصل ہوگیا، اور امیر بصرہ جو پر تول رہا تھا ٹھہر گیا۔ اس پر بنو ضَبّہ کے ایک فرد نے کہا:

(۱) اِنْ رَبَّنَا أَنْجَی المُهَلَّبَ ذَا الطَّوْ
لِ لِأَهْلٍ أَنْ تَحْمَدُوهُ کَثِیرا!
(۲) لاَ یَزَالُ المهلّبُ ابنُ أَبِی صُفْرَةَ

Marfat.com

مَا عَاشَ بالعِراقِ اَمیراً!
(۳) فَاِذا مَاتَ فالرِّجالُ نِساءٌ
مَایُساوِی مِنْ بَعْدِہِ قِطمِیرا!
(۴) قَدْ أَمِنّا بکَ العَدُوَّ عَلَی المِصْرِ
وَ وَقَرْتَ مِنْبَراً وَّ سَرِیرا!

۱- وہ خدا جس نے مہلب جیسے فیاض شخص کو خیریت و عافیت سے نوازا ہے وہ مستحق ہے کہ اس کا لاکھ لاکھ شکر کیا جائے۔

۲- مہلب جب تک زندہ رہے گا عراق میں اس کی حیثیت امیر (گورنر) کی سی رہے گی ۔

۳- اگر وہ چل بسے تو مرد عورتوں کی طرح ہو کر رہ جائیں اور اس کے بعد کوئی مرد کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی برابری بھی نہ کر سکے ، (بے وقار و بے مقدار ہو کر رہ جائے)

۴- اے مہلب تیری وجہ سے ہم اپنے دشمنوں کے حملے سے مامون ہو گئے ۔ منبر کو تو نے وقار بخشا اور تخت کو تو نے اعتبار عطا کیا ۔

دوسری طرف نافع بن ارزق کے قتل پر ایک خارجی شاعر نے کہا :

(۱) شَمِتَ المُہلَّبُ والحَوادِثُ جَمَّةٌ
والشامِتُون بِنافِعِ بْنِ الازرقِ!
(۲) اِنْ مَاتَ غَیْرَ مُداهِنٍ فِی دِیْنِہِ
وَمَتَی یَمُرُّ بِذِکْرِ نارٍ یَصْعَقِ!
(۳) وَالمَوْتُ أَمْرٌ لاَ مَحالَةَ وَاقِعٌ
مَنْ لاَ یُصَبِّحُہُ نَہاراً یَطْرُقِ
(۴) فَلَئِنْ مُنِینا بالمُہلَّبِ اِنَّہُ
لأَخوالحُرُوبِ ولَیْثُ أَهْلِ المَشْرِقِ

Marfat.com

(۵) ولَعَلَّهُ يَشْتَجِي بنا ولَعَلَّنَا !
نَشْجِي بِهِ فِي كُلِّ مَاقَدْ نَلْتَقِي !
(٦) بالسُّمْرِ نختَطِفُ النُّفُوسَ ذَوَاوابلاً !
وَبِكُلِّ أبيَضَ صَارِمٍ ذِي رَوْنَقِ،
(۷) فَيُذِيقُنَا فِي حَرْبِنَا و نُذِيقُهُ
كُلُّ مَقَالَتُهُ لِصَاحِبِهِ ذُقِ !

۱- نافع بن ارزق کی موت پر مہلب کو بھی خوشی ہوئی اور کئی دوسرے لوگوں کو بھی حالانکہ حادثات رنگا رنگ کے ہیں اور بے شمار (خوش ہونے والے خود بھی کسی حادثے کا شکار ہو سکتے ہیں) -

۲- کیا ان کی خوشی کا باعث یہ ہے کہ نافع نے دین کے معاملے میں کہیں مداهنت نہ کی، اور وہ ایک مومن مخلص کی طرح فوت ہؤا - اگر کہیں سے دوزخ کا ذکر بھی سن پاتا تھا تو بے ہوش ہو جاتا تھا -

۳- موت تو آ کے رہے گی - اگر کسی کو دن کے وقت نہ آئے تو رات کے وقت آئے گی -

۴- اگر ہمارا (مقابلہ) مہلّب سے آن پڑا ہے (تو شرم کی کوئی بات نہیں) - مہلب مرد جنگ‌آزما ہے، وہ اہلِ مشرق کا شیر ہے -

۵- کبھی ہمارے ہاتھوں وہ دکھ اُٹھاتا ہے کبھی اس کے ہاتھوں ہم — جب بھی جھڑپ ہوتی ہے یہی ہوتا ہے -

٦- ہم گندم‌گوں پتلے نیزوں اور سفید تابدار برندہ تلواروں کی مدد سے جانوں کو اچک لیتے ہیں -

۷- وہ ہمیں جنگ کا مزہ چکھاتا ہے اور ہم اُسے - ہر آدمی دوسرے سے یہی کہتا ہے کہ لے جنگ کا مزہ چکھ لے -

جب ابن زبیرؓ کو یہ پتہ چلا کہ امیر بصرہ بھاگ چلنے کو تھا تو انھوں نے اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ اپنے بھائی مصعب

Marfat.com

بن زبیرؓ کو مامور کر دیا ۔ چنانچہ مصعب نے باگ اُٹھائی اور بصرے میں جا اترے اور عراقین ، فارس اور اھواز کی زمامِ حکومت اپنے ھاتھ میں لے لی ۔

جب نافع بن ارزق مارا گیا تو خوارج کا اجتماع ھؤا اور انھوں نے اپنی عنانِ امارت عبداللہ بن ماحُور کے سپرد کر دی ۔ عبداللہ ان کے عابد و زاھد افراد میں سے تھا ۔

مہلب کو یہ اطلاع ملی تو وہ ان کی جستجو میں اھواز سے نکلا اور شہر شاپور میں جو سرزمینِ فارس میں ھے اُن سے ملا ، آمنا سامنا ھؤا ، گھمسان کا رن پڑا ۔ مگر خوارج کو دن کے آخری حصے میں شکست سے دو چار ھونا پڑا ، اور وہ بھاگ کر ایک مقام پر جسے " گرگان " کہتے ھیں جا ٹھیرے ۔ مہلب بھی تعاقب کرتا ھؤا جا پہنچا ۔ چنانچہ وہ ایک روز پھر اس کے خلاف صف‌آرا ھوئے ۔ موسلادھار بارش برس رھی تھی ۔ مہلب خوب لڑا اور خوارج کو مار بھگایا ۔ اس شکست کے بعد خوارج نے کرمان کی طرف رخ کر لیا ۔

مگر مہلب شہر بہ شہر ان کا تعاقب کرتا اور ان پر پے بہ پے حملے کرتا چلا گیا ۔ وہ سارا عرصہ جس میں اقتدار عبداللہ بن زبیرؓ کے ھاتھ میں رھا اور پھر ان کے بعد حکومت عبدالملک بن مروان کے قبضے میں آئی مہلب کی کیفیت یہی رھی ۔

جب عنانِ خلافت بلاشرکتِ غیرے عبدالملک بن مروان کے ھاتھ میں آ گئی اور اس نے عراقین کی حکومت حجاج کو سونپ دی تو حجاج کو محسوس ھؤا کہ مہلب خوارج کا قلع قمع کرنے کے معاملے میں سُستی سے کام لے رھا ھے ۔ گمان تھا کہ مہلب جان بوجھ کر اس معاملے کو طول دے رھا ھے ۔ لہذا اس کے پاس عبدُالاٴعلی بن عبداللہ العامری اور عبدالرحمٰن بن سَبَرہ کو بھیجا اور ان دونوں سے کہا " مہلب کو خوارج سے جلدی نبٹنے پر آمادہ کرو اور ترغیب دو کہ وہ اس معاملے کو طول نہ دے ۔ چنانچہ وہ دونوں مہلب کے پاس گئے اور اسے بتایا کہ ان کے بھیجے جانے کا مقصد کیا ھے ۔ مہلب نے اُن سے کہا " تم

Marfat.com

یہیں ٹھیر کر دیکھو کہ ہم کس (کٹھن) معاملے سے دوچار ہیں۔ حجاج تک اُڑتی ہوئی خبر پہنچی اور اُس نے مان لی۔ جب عینی شہادت پہنچی تو اسے رد کر دیا اور مجھے اختلاف رائے پر مجبور کر دیا۔ گویا اس نے فرض کر لیا ہے کہ میں غائب ہوں اور وہ شاهد ہے"۔

بہر حال وہ روانہ ہؤا اور سرزمینِ کرمان کے نواح میں خوارج پر جا گرا۔ اس کے آگے آگے اُس کا بیٹا مُفَضّل تھا۔ عبداللہ بن مَاحُور رئیس خوارج مارا گیا، اور اس کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ لہذا خوارج بھاگ کر کرمان میں جا گھسے اور اپنے عابدوں زاهدوں میں سے ایک شخص کو امیر بنا لیا۔ اس کا نام قَطَری بن فُجاءَہ تھا۔ مہلب وہاں سے شہر شاپور کی طرف لوٹ گیا اور عیدِ قربان کے روز اہلِ شاپور کے یہاں پہنچ کے لوگوں کی معیت میں عیدگاہ کا رخ کیا۔

نماز اسی نے پڑھائی تھی، مگر ابھی منبر پر خطبہ دے رہا تھا کہ خوارج آن پہنچے۔ مہلب نے کہا "سبحان اللہ، وہ ایسے دن کو بھی حملہ آور ہو رہے ہیں — ایسے دن کو لڑنا مجھے ناپسند ہے لیکن اللہ تعالی کا ارشاد ہے الشَّهرُ الحرام بِالشَّهْرِ الْحَرامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ [۱] محترم مہینے کے مقابل محترم مہینہ، اسی طرح دیگر حرمات کا قصاص ہو گا۔ پس جو تم پر چڑھ دوڑے تم اس پر چڑھ دوڑو"۔

وہ یہ کہہ کے منبر سے اتر آیا اور اپنے ساتھیوں میں ڈونڈی پٹوا دی۔ چنانچہ انھوں نے ہتھیار لگا لیے، اور گھوڑوں پر سوار ہو کر خوارج کا مقابلہ کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ خوارج نے ان پر حملہ کیا۔ سب سے آگے خوارج کا نامی گرامی بہادر سردار عمرو القَنَا تھا جس کے لبوں پر یہ رجز تھی:

(۱) نَحْنُ صَبَحْنَا كُمْ غَدَاةَ النَّحْرِ،
بِالْخَيْلِ أَمْثَالَ الْوَشِيْجِ تَسْرِي!

۱- سورۂ بقرۃ آیت ۱۹۴

Marfat.com

(۲) یَـقـدُمُ مُـهـا عـَمرو القَـنـَا فِیالفَـجر !
اِلٰی اُنـاسٍ لَـهـَجوا بِـالـکُـفـْر !
اَلـیَـومَ أقـضِـی فیالعـَدوّ نـَذرِی

۱- ہم عید قربان کے روز صبح سویرے گھوڑ سواروں کو لے کر چڑھ دوڑے ، سواروں کے پاس اسقدر نیزے تھے کہ جب وہ چلتے تھے تو محسوس ہوتا تھا گویا بانسوں کا جنگل حرکت میں آ گیا ہے -

۲- اُن سواروں کے آگے آگے عمروالقنا تھا ، وقت صبح کا تھا ، اور یہ سوار اُن لوگوں پر یورش کر رہے تھے جو کفر بولتے ہیں — بہر حال آج دشمنوں کے بارے میں اپنی قسم اور نذر پوری کردوں گا "

پھر جلد ہی جنگ چھڑ گئی ، ہر شخص نے مقابلے میں پائداری کا ثبوت دیا - بے شمار لوگ ڈھیر ہو گئے مگر کوئی فریق بھی اپنی جگہ سے نہ ٹلا تاآنکہ اُن کے مابین شب حائل ہو گئی اور خوارج گازرون کی جانب کھسک گئے — مہلب بھی پیچھے پیچھے چل دیا ، اور گازرون میں جا کے ان پر حملہ بول دیا - مہلب کا حملہ اس قدر تیز تھا کہ خوارج تتر بتر ہو گئے ، اور قافلہ قافلہ ہو کر سرحدات اصطخر کی جانب نکل گئے - مہلب نے بھی تعاقب نہ چھوڑا — کچھ دنوں کے بعد پھر جنگ چھڑ گئی ، فریقین ایک دوسرے کے مقابل ڈٹ گئے - خوارج کے آگے آگے ایک شخص رجز الاپ رہا تھا :

حَتّٰی مَتٰی یَـتـْبـَعـُنـَا المُـهـَلـَّب
لَـیـْسَ لنا فِیالارضِ مِـنْهُ مَـهْـرَب !
ولا السَّمَاءِ أیْنَ أیْنَ المَـذْهَـب

" مہلب کب تک ہمارا تعاقب کرتا رہے گا - ہم اس سے بھاگ کر نہ زمین میں پناہ لے سکتے ہیں نہ آسمان میں ، جائیں تو کہاں جائیں " -

Marfat.com

جب قطری نے یہ سنا تو رو دیا اور پھر مر مٹنے کا تہیہ کر کے کمانِ جنگ اپنے ہاتھ میں لی اور برنگ رجز کہا :

(۱) حتّٰی متٰی تخطئنی الشّہادۃ
والموتُ فی أعناقنا قلادۃ !
(۲) لیس الفرارُ فی الوغٰی بعادۃ
یا ربّ زدنی فی التّقٰی عبادۃ
و فی الحیاۃ بعدھا زہادہ

۱- شہادت کب تک میرے معاملے میں چوکتی رہے گی ، حالانکہ موت کا پٹہ تو ہمارے گلے میں آویزاں ہے (وہ تو آ کے رہے گی) -

۲- میدانِ جنگ سے فرار ہماری عادت نہیں - اے پروردگار میری عبادت میں تقویٰ کا اضافہ فرما ، اور اے پروردگار اُس کے بعد میری نظروں میں زندگی کی قیمت کم کر دے -

دن بھر جنگ جاری رہی تاآنکہ فریقینِ جنگ کے مابین رات حائل ہو گئی — اور رات کو قطری اپنے ساتھیوں کو لے کر " جیشرفٹ "[۱] کی طرف نکل گیا ، ارادہ یہ تھا کہ کرمان کے رخ بھاگ جائے — اس پر ایک ساتھی نے کہا :

(۱) أیا قطریّ الخیرِ إن کنتَ ھارباً
ستلبسنا عاراً وَ انتَ مہاجرٌ !
(۲) إذا قیل قد جاء المہلّب أسلمت
لہ شفتاک الفمّ والقلبُ طائرٌ
(۳) فحتّی متٰی ہذا الفرارُ مخافۃً
وأنتَ ولیٌّ والمہلّبُ کافرٌ !

۱- اے نیک مرد قطری اگر تو فرار اختیار کرے گا تو ہماری توہین

۱- کرمان کا نہایت صاف ستھرا اور مشہور قصبہ

Marfat.com

کا باعث ہو گا ، حالانکہ تو خدا کی راہ میں ہجرت کر چکا ہے (پھر موت سے کیوں بھاگتا ہے) ۔

۲۔ جب کہا جاتا ہے کہ وہ مہلب آیا تو تیرا منہ کھُلے کا کھُلا رہ جاتا ہے اور طائرِ قلب پرواز کر جاتا ہے ۔

۳۔ مارے ڈر کے تیرا یہ فرار آخر کب تک ، تو خدا دوست ہے اور مہلب کافر ، (بھاگنا تو مہلب کو چاہیے ، مگر بھاگتا تُو ہے) ۔

بہر حال جب خوارج نے قَطَری کو جنگ سے گریزاں پایا اور یہ جانا کہ وہ ٹھیرنے کا نہیں تو اسے معزول کر کے اس کی جگہ '' عَبۡدرَبِّہٖ '' کو جو ان کے زاھد و عابد افراد میں سے تھا اپنا امیر بنا لیا ۔ عَبۡدرَبِّہٖ انھیں لے کر قُوس کی طرف چلا گیا اور وہاں جا کے پڑاؤ کر لیا ۔

مہلّب اور حجّاج

کہتے ھیں کہ حجّاج نے مہلّب کو لکھا '' امّا بعد ! تم خوارج کو ڈھیل دیتے رہے ہو اور وہ تمھیں ڈھیل دیتے رہے ھیں تاآنکہ وہ تمھیں نقصان پہنچانے لگ پڑے ، اور تمھارے طریقِ جنگ سے بخوبی آگاہ ہو گئے ۔ مجھے اپنی جان کی قسم اگر تم ڈھیل نہ دیتے تو بیماری کا قلع قمع ہو چکا ہوتا اور یہ کانٹا نکل گیا ہوتا ۔ ظاھر ہے کہ تم اور وہ برابر نہیں ۔ تمھاری پشت پر افراد بھی ھیں اور اموال بھی ۔ ان لوگوں کے پاس نہ افراد ھیں نہ اموال ۔ رینگنا اور شے ہے اور دوڑنا اور چیز ، لگام کھینچ لینا اور بات ہے اور تیزگامی اور بات ـــ میں تمھاری طرف عبیداللہ بن مَوۡھَب کو بھیج رہا ھوں تا کہ وہ تمھیں خوارج سے نبٹنے کی ترغیب دے اور انھیں ڈھیل دینے سے روکے ۔ والسلام ''

جب عُبیداللہ بن مَوۡھب مہلب سے آ کے ملا اور حجاج کا خط دیا تو مہلب نے اس خط کے جواب میں لکھ بھیجا ۔'' امّا بعد : میرے پاس آپ کی طرف سے دو آدمی آئے ، میں نے انھیں سچ کی کوئی قیمت

Marfat.com

عطا نہ کی تھی اس لیے کہ میں مشاہدے کے ہوتے تخمینے کا محتاج نہ تھا ۔ اُن دونوں نے آپ کو میرے اور میرے دشمن کے بارے میں جو اطلاع دی اس میں جھوٹ کچھ نہ تھا ۔ جنگ وہی جیتتا ہے جو سنبھل سنبھل کے چلے ، اس قدر وقفہ جس میں فتح مند ذرا سستا لے اور مغلوب اپنا حیلہ کر لے ناگزیر ہے — مگر یہ کہ میں انہیں بھول جاؤں ، یا وہ مجھے بھول جائیں تو یہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا — خوارج کو اگر فتح کی توقع ہو تو لڑتے رہتے ہیں ۔ مایوس ہو جائیں تو بھاگ اٹھتے ہیں ۔ میرا فرض یہ ہے کہ وہ ٹھہریں تو میں اُن سے لڑوں اور مار گراؤں ، بھاگیں تو دوڑوں اور تعاقب کروں ۔ جب میں انہیں ڈھیل دیتا ہوں تو ان کی مرضی میں شریک ہوتا ہوں ۔ جب جلدی کرتا ہوں تو وہ میری مرضی میں شریک ہو جاتے ہیں ۔ اگر آپ مجھے میری مرضی پر چھوڑ دیں گے تو دیکھیں گے کہ بیماری کا قلع قمع ہو جائے گا ، اور خلش ختم ہو جائے گی ۔ اگر جلدی ڈالیں گے تو نہ میں اطاعت کروں گا نہ بغاوت — میں آپ کی اجازت سے آپ کے پاس چلا آؤں گا ۔ میں اس امر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ حکام ناراض ہوں ، یا امام (خلیفہ) متنفر ہوں ۔ والسلام "۔

جب حجّاج نے خط پڑھا تو مہلب کی طرف لکھ بھیجا " میں نے تمہیں تمہاری مرضی پر چھوڑ دیا ۔ جو حیلہ بہتر جانو کام میں لاؤ — جو کارروائی مناسب سمجھو کرو "۔

جب مہلب کے پاس یہ خط پہنچا تو بڑی مستعدی سے خوارج کا تعاقب کرنے لگا ۔ چنانچہ ان کی جستجو میں سرزمین قُومس تک جا پہنچا — مگر وہ اس کا مقابلہ کیے بغیر بھاگ اُٹھے ، اور نواح جیرفت کے ایک شہر میں قلعہ بند ہو گئے ۔ مہلب بھی پیچھے پیچھے چل پڑا ، اور اُس شہر میں پہنچ کے ان کا محاصرہ کر لیا ، تاآنکہ خوارج (قلتِ خوراک کے باعث) گھوڑے کھانے پر مجبور ہو گئے — آخر مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو حکم دیا کہ وہ کچھ دن تو محاصرہ کیے رہے ، اور پھر ان کے دروازے کے سامنے سے ہٹ جائے — اور جب وہ نکل کر

Marfat.com

کھلے میں پہنچیں تو ان کو پیچھے سے آن لے ۔

بیٹے کو یہ سمجھا کے خود مہلب ایک طرف کو ہٹ گیا ، اور پانچ فرسخ کے فاصلے پر جا کے چھاؤنی جا لی ۔ یزید نے خوارج کا کچھ روز تو محاصرہ کیے رکھا ، اور پھر ان کے دروازے کے آگے سے ہٹ گیا ۔ لہذا وہ نکل کھڑے ہوئے ۔ مہلب ان کے پیچھے پڑ گیا ۔ دو روز تک تعاقب جاری رہا اور پھر انھیں جا پکڑا ۔ وہ بھی مقابلہ پر ڈٹ گئے ۔ تمام دن جنگ ہوتی رہی ۔ اگلے روز خوارج پھر صبح سویرے جنگ پر تُل گئے ۔ '' عبدربہ '' نے انھیں للکارا '' اے مہاجر بھائیو ! آؤ ہمارے ساتھ جنت کی طرف ، کیونکہ ان لوگوں نے تو جہنم کی راہ چُن ہی لی ہے '' ۔

اب وہ نیزے چلے کہ ٹوٹ کر رہ گئے ۔ وہ تلواریں ٹکرائیں کہ کٹ کر رہ گئیں ۔ آخر وہ لوگ ایک دوسرے سے گُتھ گئے ۔ مہلب اپنے محافظوں کے ہمراہ پیادہ ہو کر اُن پر حملہ‌آور ہؤا ۔ لبوں پر یہ ارشاد خداوندی تھا '' وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ ۱ '' لڑو اُن سے حتٰی کہ فتنہ ناپید ہو جائے اور دین‌اللہ کا ہو رہے ''۔

وہ بدستور مصروف جنگ رہے حتٰی‌کہ رات نے انھیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا ، اگلے روز وہ پھر برسرپیکار ہوئے ۔ خوارج نے تلواروں کی نیامیں توڑ دی تھیں ۔ سر منڈوا دیے تھے اور خوب جان توڑ کر لڑے تھے ، حتٰی‌کہ عبدربّہ اور اس کے سارے جانباز قتل ہو گئے ۔ ضُعفا کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہا ، اور وہ ضُعفا مہلب کی لشکرگاہ میں داخل ہو کر فرداً فرداً اپنے کسی نہ کسی عزیز سے جا ملے ۔ یہ دیکھ کر مہلب گھوڑے سے نیچے اتر پڑا اور کہا '' لائق حمد و ثنا ہے وہ خدا جس نے ہمیں امن و سلامتی کی طرف لوٹا دیا ۔ ہمیں اس جنگ کے بار سے بچایا اور اس دشمن کے جھنجھٹ سے نجات دی ''

۱۔ سورۃ بقرہ آیت ۱۹۳

اب اس نے بشر بن مالک کو جو اس کے محافظ دستے ھیں شامل تھا حجاج کے پاس بھیجا کہ اُسے فتح کی خوشخبری دے ، ساتھ ھی ایک فتحنامہ بھی تحریر کر کے اس کے سپرد کر دیا ۔ حجاج کو یہ خط ملا تو اس نے پڑھ کر عبدالملک کے پاس روانہ کر دیا — اسی عالم میں بشر بن مالک نے اُٹھ کر (حجاج کے روبرو) یہ شعر پڑھے :

(۱) قَدْ حَسَمْنَا دَاءَ الازَارِقَةِ الدَّهْرَ
فَأَضْحَوْا طُرًّا ، كَآلِ ثَمُودٍ !
(۲) بِطِعَانِ الكُمَاةِ فِي ثُغَرِ القَوْ
مِ وَضَرْبٍ يُشَيِّبُ رَأْسَ الوَلِيْدِ !
(۳) كُلَّمَا شِئْتُ رَاعَنِي قَطَرِيٌّ !
فَوْقَ عَبْلِ الشَّوِيِّ أَقَبَّ عَنُودٍ !
(۴) مُعْلِماً يَضْرِبُ الكَتِيبَةَ بالسَّيْفِ
و عَمْرٌو كالنَّارِ ذَاتِ الوَقُودِ !

۱- هم نے ازارقہ کی بیماری کو همیشہ کے لیے ختم کر دیا ، اور وہ سب آل ثمود کی طرح فنا کے گھاٹ اتر گئے ۔

۲- انھیں فنا کے گھاٹ اتارنے والے بہادروں کے نیزے تھے جو گُدی میں گڑ رہے تھے اور تلواروں کے وار تھے ۔ یہ حملہ ایسا هیبتناک تھا کہ بچوں کے سروں کو سفید کر رہا تھا ۔

۳- جب بھی میں نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا مجھے قطری نے دهلا دیا ۔ وہ مضبوط تن و توش کے چاق و چوبند اور تیز گھوڑے پر سوار ھوتا تھا ۔

۴- اُس کا مقام نمایاں تھا ، اور دستوں پر شمشیر بدست ٹوٹ پڑتا تھا یہی حال عمرو کا تھا ۔ جو بھڑکتی ھوئی آگ کی مثال تھا ۔

اب حجاج نے مہلّب کو لکھا کہ میرے پاس چلے آؤ — اس

Marfat.com

نے رختِ سفر اٹھایا اور حجاج سے جا ملا ۔ حجاج نے اس کی پیشوائی کی ، بڑی عنایت سے پیش آیا ۔ بڑی عزت افزائی کی ۔ اس کے لیے انعامات اورعطیات کا حکم صادر کیا ، اس کے بیٹوں کو حکومتیں عطا کیں ۔ مہلب کے سات بیٹے تھے ، مُغیرہ ، حَبیب ، یزید ، مُفضّل ، مُدرک ، محمد ، عبدالملک ، عبداللہ ۔ علاوہ ازیں حجاج نے مہلب کے رفقا کو بھی خوب نوازا ۔

قطری بن فجاۃ کا قتل

قطری رَے میں جا پہنچا تھا ۔ لہذا حجاج نے سفیان بن ابرد کو روانہ کیا ، اور وہ رَے میں جا وارد ہؤا ۔ وہاں اس وقت اسحاق بن محمد بن اشعث کی حکومت تھی ، وہ بھی اپنے سواروں سمیت سفیان کے ہمراہ سوار ہو گیا ۔ دونوں چل کھڑے ہوئے ، اور آخر قطری کو جا لیا ۔ اس کے ساتھ کل سو سوار تھے ، اور وہ سرحدات طبرستان کے علاقے میں گرداں تھے ۔ اب ہؤا یہ کہ قطری سواری سے اترا ، اور ہاتھ کا سرھانہ بنا کر سو رھا ۔ جب جاگا تو وھاں کے باشندوں میں سے کسی سے کہا " مجھے پانی پلاؤ "۔ وہ پانی لے آیا ، اتنے میں یہ لوگ اس کے سر پر جا پہنچے ، اور قبل اس کے کہ وہ اس پانی کو پی سکتا اسے قتل کر ڈالا ، اور سر کاٹ لیا ۔ ابو سفیان بن ابرد اس سر کو قبضے میں لے کر واپس حجاج کی طرف روانہ ہو پڑا ۔ حجاج کے یہاں پہنچ کر سر اس کے سامنے پھینک دیا ۔ حجاج نے وہ سر عبدالملک کی خدمت میں روانہ کر دیا ۔

ولایت خراسان

مہلب بصرے میں واپس آ کر اپنے گھر میں مقیم ہو گیا ۔ تاآنکہ اُس کے پاس عبدالملک کی طرف سے حکومتِ خراسان کا فرمان آن پہنچا ۔ فرمان پا کر اُس نے خراسان کی راہ لی ، وھاں پانچ برس مقیم رھا اور راہیٔ ملکِ عدم ہؤا ۔

اب عبدالملک نے خراسان کی حکومت کا معاملہ حجاج کے سپرد

Marfat.com

کر دیا ۔ اُس نے یزید بن مہلب کو برقرار رکھا ۔ مہلب کا یہ بیٹا یزید (باقیوں کے مقابلے میں) حُسن کے اعتبار سے خوبرو، عقل کی رُو سے کامل تر، رائے کے لحاظ سے فائق تر، اور زبان کے خیال سے خوش گفتارتر تھا ۔ مہلب نے اپنی وفات کے وقت اُسی کو اپنا جانشین بنایا تھا ۔ یزید وہاں کئی سال تک مقیم رہا، آخر حجاج نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ قُتیبہ بن مُسلم کو مامور کیا ۔ قُتیبہ نے سارا ماوراءالنہر فتح کر لیا ۔ وہ بدستور والیٔ خراسان تھا کہ اس کے ساتھی اس کے خلاف بھڑک اُٹھے اور اسے تہ تیغ کر دیا ۔

کچھ مدت کے بعد زمامِ خلافت ولید بن عبدالملک کے ہاتھ آئی اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک مسندنشین ہؤا ۔ سلیمان نے خالد بن عبداللہ قسری کو عراق کا حاکم مقرر کر دیا اور پھر خالد نے اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو والیٔ خراسان متعیّن کیا ۔ وہ بدستور اس منصب پر فائز رہا تاآنکہ وہاں امام محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے داعیوں نے سرکشی اختیار کر لی ۔

یزید کی وفات کے بعد عراق کی حالت

کہتے ہیں کہ جب یزید بن معاویہؓ فوت ہؤا تو اُس وقت حاکم بصرہ عبیداللہ بن زیاد کو اس کے بھتیجے حارث بن عبّاد بن زیاد نے یہ شعار لکھ بھیجے :

(۱) اَلَایَا عُبَیْدَاللہِ قَدْمَاتَ مَنْ بِہٖ
مَلَکْتَ رِقَابَ العَالَمِیْنَ یَزِیْدُ!

(۲) أَتَثْبُتُ لِلْقَوْمِ الَّذِینَ وَتَرْتَہُم
وذاکَ مِنَ الرَّأیِ الزَّنِیقِ بَعِیْدُ!

(۳) وَمَالَکَ غَیْرَ الأَزْدِ جَارٌ فَاءِنَّہُم
أَجَارُوا أَبَاکَ وَالبِلَادُ تَمِیْدُ!

۱- اے عبیداللہ وہ یزید تو مر گیا جس کی وجہ سے تُو اہلِ عالم کی گردنوں کا مالک بنا بیٹھا تھا ۔

Marfat.com

۲۔ کیا تُو ان لوگوں میں ٹھہر سکتا ہے جنھیں تُو اپنا خونی دشمن بنا چکا ہے — کوئی بھی دانشمند شخص اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا ۔

۳۔ بنو ازد کے سوا تمھیں کوئی پناہ نہ دے گا ، پہلے بھی جب شورش بپا تھی انھی نے تمھارے والد کو پناہ دی تھی ۔

عبداللہ بن زیاد کو اپنے بھتیجے کی یہ رائے بھا گئی — وہ تھا بھی صائب الرائے شخص ، چنانچہ اس نے اپنے ایک مولٰی کو جسے " مہران " کہہ کے پکارا جاتا تھا بلایا — یہ مہران تدبیر ، تمیز ، اور دانش میں عمرو بن عاص کے مولٰی وَرْدان کا ہم پلہ تھا : مہرانی ٹٹو اسی کی طرف منسوب ہیں ۔ بہر حال ابن زیاد نے مہران سے کہا " امیرالمومنین یزید چل بسے ہیں ۔ اب تمھاری کیا صلاح ہے " ؟ مہران نے جواب دیا " اگر لوگوں کا اپنا بس چلا تو اولادِ یزید میں سے کسی کو اپنا امیر نہ بنائیں گے ۔ آپ لوگوں نے رعایا پر جو حکومت کی وہ پہلے معاویہؓ کے نام سے تھی اور پھر یزید کے نام سے — وہ دونوں مر چکے ہیں ۔ رعایا کے دل میں تم نے عداوت اور بغض پیدا کر لیا ہے ۔ مجھے خطرہ ہے کہ تم پر ٹوٹ پڑیں گے ، لہذا میرا مشورہ یہ ہے کہ تم بنو ازد کے محلے میں پناہ گزین ہو جاؤ ۔ اگر انہوں نے تم کو پناہ دے دی تو پھر مدافعت بھی کریں گے یہاں تک کہ تمھیں کسی محفوظ مقام تک پہنچا دیں گے ۔ اس وقت یوں کرو کہ حارث بن قیس کو جو قوم ازد کا سردار ہے بلواؤ ، اُسے تم سے محبت بھی ہے ۔ نیز یہ کہ اُس پر تمھارے احسانات بھی ہیں ۔ اسے تم یزید کی موت سے آگاہ کرو اور پھر کہو کہ وہ تم کو اپنی پناہ میں لے لے " ۔

یہ سن کر عبیداللہ نے کہا " اے مہران تم نے بالکل صحیح مشورہ دیا ہے "۔ لہذا اُسی وقت حارث بن قیس کی طرف آدمی بھیجا ۔ وہ آیا تو اسے مرگ یزید سے مطلع کیا اور صلاح چاہی ۔ اس نے جواب دیا " جس سے مشورہ لیا جائے اسے امانت‌دار ہونا چاہیے ۔ اگر آپ ٹھہرنا

Marfat.com

چاهیں تو هم لوگ یعنی قوم ازد آپ کی حفاظت کریں گے ، اگر آپ روپوش هو جانا چاهیں تو هم آپ کے ساتھ اس وقت تک لگے رهیں گے جبتک آپکو تلاش کرنے والوں کی طرف سے اطمینان نه هو جائے، اور لوگوں کی نگاهوں سے آپ کا ٹھکانا اوجھل نه هو جائے ـ ازاں بعد هم آپ کے ساتھ کسی ایسے شخص کو روانه کریں گے جو آپ کو آپ کے مامن تک پهنچا دے گا ـ

عبیدالله نے کہا '' میں بھی یہی چاهتا هوں '' ـ حارث بولا '' میں آپ کے پاس ٹھیرتا هوں ، جب اندهیرا هو جائے گا تو میں آپ کو اپنے محلے میں لے جاؤں گا ـ جب شام هو گئی تو عبیدالله بن زیاد نے حکم دیا که اس کے قصر میں رات بھر چراغ روشن رکھے جائیں تاکه جو اس سے ملنا چاهے وه اس گمان میں رهے که وه قصر میں موجود هے ـ

پھر اس نے اٹھ کے لباس تبدیل کیا ، پگڑی سر پر رکھی اور نقاب ڈال لیا ، اس پر حارث بولا '' نقاب‌پوشی دن کے وقت ذلت هے ، رات کے وقت اشتباه ـ چهرے کو بے نقاب کر لیں ، اور میرے پیچھے پیچھے چلے آئیں ـــ آگے والا پیچھے والے کے لیے ڈهال هوتا هے ـ چنانچه عبیدالله چل دیا ، مگر حارث سے یه کہا که '' آپ مجھے لے کر مختلف راهوں پر چلیں ـ میرے ماں باپ آپ پر قربان ، همیں ایک راه پر نهیں چلنا چاهیے ـ مجھے خطره هے که لوگ میرا کھوج لگائیں گے ـــ حارث نے جواب دیا '' انشاءالله آپ کا کچھ نه بگڑے گا ، مطمئن رهیں '' ـــ پھر وه دونوں ستاروں کی چھاؤں میں کچھ دیر چلتے رهے ـــ تھوڑا سا وقت گزرا تو اس نے حارث سے پوچھا '' هم کہاں هیں ؟ '' ـ حارث نے جواب دیا '' بنو مُسلم کے محلے میں '' ـ عبیدالله نے کہا '' هم سلامتی سے بهره‌مند هوئے انشاءالله '' ـ پھر دونوں گھڑی بھر اور چلے عبیدالله نے پوچھا '' اب هم کہاں هیں ؟ '' ـ حارث نے جواب دیا '' بَنُو نَاجِیه کے محلے میں '' ـــ عبیدالله بولا '' انشاءالله هم نے نجات پائی '' ـ

اسی طرح دونوں چلتے چلتے آخر بنو ازد کے محلے میں جا پهنچے ، اور

Marfat.com

حارث عبیداللہ کو ساتھ لیے مسعود بن عمرو کی حویلی میں گھس گیا۔ مسعود مہلب بن ابی صفرہ کے بعد سارے قبیلۂ ازد کا سردار بن گیا تھا، خود مہلب اُن دنوں خراسان میں تھا۔

اب حارث نے مسعود سے کہا "اے ابن عم! یہ عبیداللہ بن زیاد ھیں، میں نے انھیں آپ کی طرف سے اور آپ کی قوم کی طرف سے پناہ دے دی ھے"۔

مسعود نے جواب دیا "اے ابنِ قیس تم نے اپنی قوم کو ھلاکت میں ڈال دیا اور سارے باشندگانِ بصرہ کو ھمارے خلاف اعلانِ جنگ کرنے کا موقع دے دیا۔ ھم نے ان (ابن زیاد) سے قبل ان کے والد کو جو پناہ دی تھی، آخر ان کی جانب سے کیا پھل پایا تھا؟"

زیاد کو پناہ دینے کا باعث یہ ھؤا تھا کہ علی بن ابی طالبؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں جب وہ خود صفین کی طرف جا رہے تھے زیاد کو بصرے کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ اس وقت وہ زیاد بن عُبَیْد کے نام سے جانا جاتا تھا۔ پھر جب امیر معاویہؓ نے بصرے کی جانب عامر بن حضرمی کو ایک لشکر کے همراہ بھیجا اور اس نے آ کے بصرہ فتح کر لیا تو زیاد اس کے مقابلے کی همت نہ پا کر بھاگ کھڑا ھؤا اور بنو ازد سے پناہ مانگی، انھوں نے پناہ دے دی، اور اس وقت تک اس کی حفاظت کرتے رہے جب تک کہ لشکر اس کے گرد آ کٹھا نہ ھو گیا اور اس نے عامر حضرمی کو بصرے سے نکال کے وھاں کی حکومت دوبارہ اپنے ھاتھ میں نہ لے لی۔

بھر حال مسعود نے عبیداللہ بن زیاد کو اپنی حرمسرا میں داخل کر کے ایک کمرا اُس کے لیے مخصوص کر دیا، اور اپنی خادماؤں میں سے دو عورتیں اس کی خدمت پر مامور کر دیں۔ اس کے بعد اپنی ساری قوم کو بلا کر اس امر سے آگاہ کر دیا۔

جب صبح ھوئی اور لوگوں نے (مرگ یزید کی) خبر کے بارے میں تحقیق کر لی تو عبیداللہ بن زیاد کے قصر میں گھس گئے تاکہ اسے تہ تیغ کر دیں مگر وھاں کسی کو بھی نہ پایا۔ اب انھوں نے قیدخانے

Marfat.com

کا رخ کیا اور اسے توڑ کر قیدیوں کو رہا کر دیا ۔ ازاں بعد نو دن تک بصرے کا کوئی والی یا حاکم نہ تھا ۔ آخر سبھی نے متفق ہو کر عبداللہ حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کو اس کی پاکبازی اور رسولِ خدا سے قرابتداری کے پیشِ نظر اپنا والی بنا لیا ، اور عبداللہ حکومت کی باگ ڈور سنبھال کے اہتمام و بندوبست میں مصروف ہو گیا ۔

جب عبیداللہ کو غائب ہوئے بہت سے دن ہو گئے اور اسے ڈھونڈنے والوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہا تو مسعود بن عَمْرو اور حارث بن قَیس سے کہا " اب لوگوں کو چین آ گیا ہے اور وہ (مجھے تلاش کر کر کے) مایوس ہو گئے ہیں ۔ لہذا تم کوئی بندوبست کرو کہ مجھے بصرے سے نکال کے شام میں پہنچا دو " ۔

چنانچہ ان دونوں نے بَنُو یَشْکُر کے ایک فرد کو جو بڑا امانتدار ، اور راہ شناس تھا اُجرت پر حاصل کیا اور عبیداللہ کو ایک مہری پر سوار کر کے یَشکری سے کہا " دیکھو ! جب تک انھیں ملک شام میں کسی مامن تک نہ پہنچا دو ان کا ساتھ نہ چھوڑنا " ۔ چنانچہ عُبیداللہ چل پڑا ، وہ دونوں بھی اپنی قوم کے چند افراد کی معیّت میں بطور مشایعت تین روز تک ساتھ رہے ، پھر اسے الوداع کہا اور لوٹ آئے ۔

یَشکری کا بیان ہے کہ ایک شب جب ہم جا رہے تھے تو ایک قافلے سے آمنا سامنا ہؤا ، جس میں کوئی حدی خواں گا رہا تھا :

(۱) یَا رَبِّ رَبَّ الأَرضِ والعِبادِ
أَلْعَنْ زِیاداً و بَنِی زِیادِ !
(۲) کَمْ قَتَلُوا مِنْ مُسْلِم عَبَّادِ
جَمِّ الصلٰوۃ خَاشِعِ الفُؤادِ !
یُکَا بِدُ اللَّیْلَ مِنَ السُّهادِ !

۱- اے خدائے زمین ، اے خدائے بندگان ، زیاد اور آلِ زیاد پر

Marfat.com

لعنت بھیج ، انھیں ذلیل و خوار کر دے -

۲- ان لوگوں نے کتنے ہی عابد و زاھد مسلمان تہ تیغ کر ڈالے ھیں ، وہ مسلمان جو بڑے نمازی تھے ، جن کے دل خوفِ الٰہی سے کانپتے رھتے تھے ، اور جو رات رات بھر بیداریوں کی کلفت برداشت کرتے تھے -

جب عبیداللہ نے یہ آواز سنی تو بوکھلا گیا اور بولا " لوگوں کو میرا اتا پتا معلوم ھو گیا ہے " - میں نے جواب دیا " ڈریں نہیں - ھر شخص جو آپ کا ذکر کرے ضروری نہیں کہ آپ کا اتا پتا بھی جانتا ھو " -

بہر حال ھم پھر روانہ ھو پڑے - وہ دیر تک سوچ میں گم رہا ، میں نے جانا وہ سو گیا ھے - لہذا میں نے آواز دی " اے سو جانے والو " -

وہ بولا " میں سویا نہیں ھوں ، البتہ ایک بات پر غور کر رہا ھوں " -

میں نے کہا " میں جانتا ھوں آپ کس بات پر غور کر رہے ھیں " -

بولا " پھر بتاؤ " -

میں نے کہا " آپ ایک تو قتل حسینؓ بن علیؓ پر ندامت محسوس کر رہے ھیں ، دوسرے بصرے میں اپنے تعمیر کردہ قصرِ ابیَض (قصر سُفَید) اور اس پر صرف ھونے والے زر و مال پر اور پھر اس بات پر غور کر رہے ھیں کہ اس قصر سے مُتَمَتِّع ھونا آپ کے نصیب میں نہ تھا — نیز آپ کو اس بات پر بھی ندامت کا احساس ھو رہا ھے کہ آپنے محض ظن و گمان کی بنا پر کتنے اھلِ بصرہ کو خارجی جان کر تہ تیغ کر ڈالا " - عبیداللہ نے جواب دیا " اے یَشکری بھائی تم نے ٹھیک اندازہ نہیں لگایا - میں اس بات پر غور نہیں کر رہا تھا - جہاں تک قتلِ حسینؓ کا تعلق ھے انھوں نے امام اور پوری امت کے خلاف بغاوت کی تھی ، اور امام نے مجھے لکھ بھیجا تھا کہ میں انھیں قتل

Marfat.com

کر دوں ۔ اگر یہ اقدام غلط تھا تو اس کے ذمہ دار یزید تھے ۔

رہا میرا قصرِ ابیض تعمیر کرنا تو میں اس قصر کے بارے میں کیوں سوچ بچار کروں جو میں نے امام کے حکم اور روپے سے بنایا، باقی رہا خوارج کے قتل کا معاملہ تو انہیں مجھ سے قبل اُس شخص نے بھی قتل کیا تھا جو مجھ سے بہت بہتر تھا یعنی حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ ۔ ان سب چیزوں سے قطع نظر میں تو اپنے بھائیوں اور ان کی اولاد کے بارے میں سوچ رہا ہوں اور ندامت اس بات پر ہو رہی ہے کہ میں نے ان پر آفت ٹوٹنے سے قبل انہیں بصرے سے نکلوانے کی تدبیر کیوں نہ کی ۔ دوسری سوچ کوفے اور بصرے کے بیت المال کے بارے میں ہے اور وہ یہ کہ جب مجھے خلیفہ کی وفات کا علم ہؤا تھا تو میں نے دونوں بیت المالوں میں جو کچھ تھا وہ لوگوں میں بانٹ کیوں نہ دیا ۔ اس طرح میں لوگوں کی ثنا کما لیتا، اور وہ مجھے عزت سے یاد کرتے " ۔

میں نے کہا " تو اب کیا کرنا چاہتے ہیں " ؟

بولا " اگر دمشق میں پہنچ گیا اور لوگوں نے کسی کو متفقہ طور پر خلیفہ بنا لیا تو میں بھی وہی راہ اختیار کر لوں گا جو دوسروں نے کی ہو گی، اور اگر وہ کسی پر بھی متفق نہ ہوں اور بھیڑ بکری بن کر رہ جائیں تو ایسے عالم میں مَیں اُن کا رُخ جدھر چاہوں گا موڑ دوں گا " ۔

مروان بن حکم کی خلافت

یَشکری کا بیان ہے کہ آخر ہم چلتے چلتے دمشق میں جا پہنچے ۔ دیکھا کہ لوگ مختلف الرائے ہیں، لہذا کسی کو اپنا خلیفہ نہ بنا پائے تھے ۔ مروان بن حکم تو یہ ارادہ کر چکا تھا کہ ابن زبیرؓ سے جا ملے اور بیعت کر کے انھی ہو رہے ۔

اسی دوران میں عبیداللہ آن پہنچا اور اس نے مروان کو اس ضمن میں بہت کچھ سخت سست کہا اور پھر سمجھایا " تم سردارِ قوم ہو

اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ، نکالو ہاتھ میں تمھاری بیعت کرتا ہوں "۔ مروان نے جواب دیا " تمھاری اکیلے کی بیعت کا کیا معنٰی ، باہر جا کر لوگوں سے تبادلۂ خیال کرو " ۔ چنانچہ عبیداللہ مروان کے یہاں سے نکل کر بنواسیہ کی ایک ٹولی سے ملا اور اس معاملے میں انھیں سرزنش کر کے شرم دلائی کہ وہ کیوں جی چھوڑ رہے ہیں ۔ اور آخر انھیں مروان کی بیعت کرنے پر رضامند کر لیا ۔ چنانچہ ان سب نے بالاتفاق رائے اس کی بیعت کر لی ۔

مروان نے ام' خالد بنت ہاشم بن عُتبہ سے جو یزید بن معاویہؓ کی بی‌بی تھی شادی رچا لی ، مگر جب اسے خلیفہ بنے نو ماہ ہو گئے تو اسے اس کی بیوی ام' خالد نے ہلاک کر دیا ۔ سبب یہ ہؤا تھا کہ ایک روز مروان نے ام' خالد کے بیٹے خالد بن یزید بن معاویہؓ کی جانب دیکھا ، وہ اس وقت سات برس کا تھا ۔ اس کی چال مروان کو ناپسند تھی ۔ لہذا بچے سے کہا " اے فاحشہ کے بیٹے یہ کیا چال ہے " ۔

بچے نے اس بات کی شکایت ماں کے پاس کی ۔ چنانچہ اس نے بچے سے کہا " آئندہ وہ کبھی ایسی بات نہ کہے گا " ۔ چنانچہ ام' خالد نے اسے زہر پلا دیا ۔ جب مروان کو احساس مرگ ہؤا تو اس نے بنو امیہ اور شام کے دیگر اکابر و اشراف کو جمع کیا اور اپنے بیٹے عبدالملک کے لیے بیعت لے لی ۔

عبدالملک بن مروان کی خلافت

عمرو بن سعید بیعت کرنے سے محترز رہا تھا ۔ اسی اثنا میں مروان مرگیا ۔ موت کے وقت اس کی عمر تریسٹھ برس تھی ۔ اس کے بعد عبدالملک بن مروان خلیفہ بنا ، یہ ۶۳ھ کا واقعہ ہے ۔ اس کے خلیفہ بنتے ہی عمرو بن سعید بن عاص نے بغاوت کر دی ، جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اہلِ شام دو ٹولوں میں بٹ گئے ایک ٹولہ عبدالملک کا حامی تھا اور دوسرا عمرو بن سعید بن عاص کا ۔

Marfat.com

آخر بنو امیہ اور شامی اکابر نے دونوں کے مابین مداخلت کی اور اس شرط پر صلح کرا دی کہ حکومت میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے ۔ جب عبدالملک مر جائے گا تو خلافت عمرو بن سعید کو ملے گی ، اس ضمن میں دونوں کے مابین تحریری اقرارنامہ عمل میں آ گیا اور شامی اکابر و اشراف نے اس اقرارنامے پر گواہی ثبت کر دی ــ اب رَوح بن زِنباع نے جو عبدالملک کے خاص معتمدوں میں سے تھا ایک روز تخلیے میں عبدالملک سے کہا '' اے امیرالمومنین کیا آپ عمرو کے ساتھ وفا کرنے کی نیت رکھتے ھیں '' ؟

عبدالملک نے جواب دیا '' حد ھے ، اے زِنباع کیا کبھی ایک گلے میں دو سانڈ اونٹ اکٹھے ھوئے ھیں ۔ جب بھی ایسا ھؤا ھے ایک نے دوسرے کو مار دیا ھے '' ــ عمرو بن سعید برخود غلط شخص تھا ۔ اپنے جملہ معاملات میں غفلت شعار تھا اور بڑی جلدی دشمنوں کے دام فریب میں آ جاتا تھا ۔

عمرو بن سعید بن عاص کا قتل

اب یوں ھؤا کہ ایک روز عمرو عبدالملک سے ملنے کے لیے گیا ۔ عبدالملک اس سے غداری کرنے پر تلا بیٹھا تھا ۔ چنانچہ اس نے عمرو کو گرفتار کرایا اور پھر لٹوا کر نہایت بیدردی سے ذبح کروا دیا ۔ لاش ایک غالیچے میں لپیٹ دی ۔

عمرو کے ساتھیوں کو بھی اس امر کا احساس ھو گیا ، وہ دروازے پر ھی تھے ، لہٰذا انھوں نے شور و غل بپا کر دیا ۔ اس پر عبدالملک نے پانچسو تھیلیاں اٹھوائیں جو پہلے سے تیار پڑی تھیں ۔ ھر تھیلی میں دو ھزار درھم تھے ، اور جا کے قصر کی چھت پر سے عمرو بن سعید کے آدمیوں کی طرف عمرو کے سر سمیت پھینک دیں ــ ساتھیوں نے سر کو پڑا رھنے دیا ، مال اٹھایا اور اپنی اپنی راہ لگے ۔

صبح ھوئی تو عبدالملک نے عمرو کے ساتھیوں اور موالیوں میں سے پچاس آدمیوں کو پکڑوا کے قتل کرا دیا ، باقی بھاگ کر عبداللہ بن

Marfat.com

زبیرؓ کے یہاں پہنچ گئے ۔ انھی میں سے کسی نے ذیل کے اشعار کہے تھے :

(۱) غَدَرْتُمْ بِعَمْرٍو یَالَ مَرْوَانَ ضِلَّةً
وَ مِثْلُکُمْ یَبْنِی الْبُیُوتَ عَلَی الْغَدْرِ !

(۲) فَرُحْنَا وَرَاحَ الشَّامِتُونَ بِقَتْلِہٖ
کَأَنَّ عَلَی أَکْتَافِنَا فِلَقُ الصَّخْرِ

(۳) وَمَا کَانَ عَمْرٌو عَاجِزاً غَیْرَ أَنَّہٗ
أَتَتْہُ الْمَنَایَا بَغْتَةً ، وَھُوَ لَایَدْرِی

(۴) کَأَنَّ بَنِی مَرْوَانَ اِذْ یَقْتُلُوْنَہٗ
بُغَاثٌ مِنَ الطَّیْرِ اجْتَمَعْنَ عَلَی صَقْرٍ

۱- اے مروانیو ! تم نے عمرو بن سعید کے ساتھ اچانک غداری کی ، حق یہ ہے کہ تمھارے جیسے لوگ حویلیوں کی بنیاد غداری ھی پر استوار کرتے ھیں ۔

۲- ہم بھی چل دیے اور عمرو کی موت پر خوش ھونے والے بھی رخصت ھو گئے مگر ھمیں یوں معلوم ھوتا تھا جیسے کاندھوں پر پتھر کی بھاری سلیں رکھ دی گئی ھوں ۔

۳- عمرو کوئی عاجز شخص تو نہ تھا ، مگر اس کا کیا علاج کہ اموات اس پر اچانک ٹوٹ پڑیں ۔ اسے گمان بھی نہ تھا ۔

۴- بنو امیہ جب اسے قتل کر رہے تھے تو وہ اُن پدیوں کی طرح نظر آ رہے تھے جو بہ تعداد کثیر کسی باز پر جھپٹ رھی ھوں ۔

کہتے ھیں کہ جب عبیداللہ بن زیاد بصرے سے نکل گیا تو یہ بات مشہور ھو گئی کہ وہ بنو ازد کے یہاں پناہ گزیں تھا ۔ چنانچہ ایک خارجی ایک رات مسعود بن عمرو کی تاک میں چھپا رھا ، اور جب وہ نماز فجر پڑھنے کے لیے نکلا تو اس پر چھرے سے وار کیا اور ڈھیر کر

Marfat.com

دیا ۔ اس پر بنو ازد جمع ہوئے اور کہا '' اسے بنو تمیم کے سوا اور کسی نے قتل نہیں کیا لہذا ہم ان کے سردار اَحنَف بن قیس کو قتل کر کے رہیں گے ۔

اس پر اَحنَف نے اپنی قوم سے کہا '' بنو ازد تم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ تم نے ان کے سردار کو مار ڈالا ہے ۔ حد یہ ہے کہ انھوں نے اس گمان کو یقین کے مقابلے میں کافی جان لیا ہے ، لہذا اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ اس کے خون بہا کا بار برداشت کیا جائے '' ۔

چنانچہ ایک ہزار اونٹنیاں اکٹھی کی گئیں ، اور بنو ازد کے حوالے کر دی گئیں ــ ایک ہزار اونٹنیاں بادشاہوں کا خون بہا تھا ــ بنو ازد راضی ہو گئے اور احنف کا پیچھا چھوڑ دیا ۔

ادھر عبداللہ بن زبیرؓ کا اقتدار زور پکڑتا جا رہا تھا ۔ اہل کوفہ نے بھی ان کی اطاعت قبول کر لی تھی اور انھوں نے عبداللہ بن مُطیع عَدوی کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا تھا ۔ اسی طرح اپنے بھائی مُصعب بن زبیرؓ کو بصرے روانہ کر دیا تھا ــ جب عبداللہ بن مطیع کوفے جانے لگا تو ابن زبیرؓ نے حکم دیا کہ وہ مصعب سے نامہ و پیام کرتا رہے ۔ علاوہ ازیں انھوں نے یمن ، بحرین ، عمان اور حجاز کے باقی حصوں پر بھی اپنے عامل مقرر کر دیے ۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ شام اور مصر کے سوا تمام ممالک نے ابن زبیرؓ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ، البتہ شام و مصر کی نگرانی مروان بن عبدالملک کر رہا تھا ۔

اب ابن زبیرؓ کے پاس دولت کے انبار لگنے شروع ہو گئے ــ چنانچہ انھوں نے کعبہ کو گروا کر نئے سر سے تعمیر کرایا ۔ یہ ۶۵ھ کا واقعہ ہے ۔ حجر اسود کو ریشم میں لپیٹا اور صندوق میں رکھ کر مہرزد کر دیا ، اور کعبہ میں معلق دیگر زر و جواہر سمیت حاجیوں کی تحویل میں دے دیا ، پھر جب دیواریں اٹھیں تو حجرِ اسود کو کعبے کی عمارت میں نصب کر دیا ۔ جب ابن زبیرؓ مارے گئے تو

Marfat.com

حجاج نے کعبے کو گروا کے پھر پہلی صورت پر تعمیر کرا دیا ، اور وہ آج تک اُسی صورت پر قائم ہے -

علویوں کے حق میں دعوت۔ تبلیغ

کہتے ہیں کہ مختار بن ابی عُبید ثقفی[1] نے کوفی شیعانِ بنی ہاشم کے یہاں اور انھوں نے مختار کے یہاں آنا جانا شروع کر دیا - مختار انھیں ترغیب دے رہا تھا ، کہ وہ لوگ اس کے ہمراہ خون حسینؓ کا مطالبہ کریں - چنانچہ بے شمار افراد نے اس کی بات مان لی - اُن میں سب سے زیادہ تعداد بنو ہمدان کی اور اُن فرزندان عجم کی تھی جو کوفے میں مقیم تھے - معاویہؓ نے ان کے وظائف مقرر کر رکھے تھے - لوگ انھیں "حمرا" کہہ کے پکارتے تھے - کوفہ میں اُن کی تعداد بیس ہزار سے متجاوز تھی - اس زمانے میں کوفہ کی حکومت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے عبداللہ بن مُطیع کے ہاتھ میں تھی - چنانچہ ابن مطیع نے مختار کے پاس پیغام بھیجا کہ تیرے پاس صبح و شام آنے جانے والے یہ ٹولے کیا ہیں ؟ مختار نے جواب دیا "میں بیمار ہوں ، لوگ عیادت کو آتے ہیں" -

یہ معاملہ ایک مدت تک اُسی طرح چلتا رہا ، آخر مختار کے ہوا خواہوں نے اُسے مشورہ دیا کہ "تم کسی طرح ابراہیم بن اشتر کو اپنا حامی بنا لو ، کیونکہ اگر کسی معاملے میں وہ تمھارا حامی ہو گیا تو تمھاری حاجت بر آ جائے گی - چنانچہ مختار نے بہت سے ساتھیوں کو پیغام بھیج کر بلوایا ، وہ آئے تو دیکھا کہ مختار کے ہاتھ میں ایک لفافہ ہے جس پر سیسے کی ایک مہر ثبت ہے - شعبی کا بیان ہے کہ "میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو اس وقت مختار سے ملے - میں نے دیکھا کہ سفید سیسہ چمک رہا ہے ، اور میں نے اندازہ کیا کہ لفافہ رات کو مہرزد کیا گیا تھا - ہمیں دیکھتے ہی مختار نے کہا "ابراہیم بن اشتر کے پاس چلیں" -

---

۱- مختار نے ماہ صفر ۶۶ھ میں جھنڈا اٹھایا تھا -

شعبی ہی کا بیان ہے کہ میں مختار کے ساتھ ہو لیا ، میرے علاوہ یہ لوگ تھے یزید بن انس اسدی ، احمر بن سلیط ، عبداللہ بن کامل ، ابوعمرہ اور کیسان مولٰی بجیلہ ۔ کہا جاتا ہے کہ ابوعمرہ نے اسے اپنی پناہ میں لے رکھا تھا ۔ یہ شخص بعد میں مختار کی پولیس کا افسر اعلی بن گیا ۔

شعبی کا کہنا ہے کہ جب ہم ابراہیم بن اشتر کے پاس پہنچے تو وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا تھا ۔ ہم نے سلام کیا ۔ اس نے اٹھ کے مختار کا ہاتھ پکڑ لیا ، اور اسے نشست پر اپنے ساتھ بٹھا لیا ۔

مختار نے جو فراخ دہن شخص تھا بات شروع کی ۔ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بیان کی ، پھر رسول خدا پر درود و سلام بھیجا اور کہا " بیشک خدا نے تمھیں اور تم سے قبل تمھارے باپ کو مکرم و محترم کیا اس لیے کہ تم لوگ بنو ہاشم کے دوست اور مددگار تھے ۔ ان کی فضیلت کے معترف تھے اور خدا کی طرف سے واجب کردہ ان کے حقوق کے پاسدار تھے ۔ اب محمد بن علی بن ابی طالب (محمد بن حنفیہ) نے تمھارے نام یہ خط بھیجا ہے ، جو انہوں نے ان لوگوں کی موجودگی میں جو اس وقت میرے ہمراہ ہیں تحریر کیا تھا " ۔

سارے ٹولے نے کہا " ہم گواہ ہیں کہ یہ خط محمد ہی کا ہے اور اس نے ہماری موجودگی میں لکھا ہے ۔ بہر حال مختار نے وہ خط اسے دے دیا ۔ اس نے کھولا اور پڑھا ۔ خط کا متن یہ تھا " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ محمد بن علی کی طرف سے ابراہیم اشتر کے نام ، اما بعد ! بیشک مختار بن ابی عبید خونِ حسینؓ کا طالب ہے ۔ لہذا اس معاملے میں مختار سے تعاون کرو ، اور اسے امداد بہم پہنچاؤ ، خدا تمھیں ثواب دنیا بھی بخشے گا اور ثواب آخرت سے بھی خوب نوازے گا "۔

جب ابراہیم اشتر نے یہ خط پڑھا تو مختار سے کہا " محمد بن علی کے حکم پر سرِ تسلیم خم ہے ۔ جو جی میں ہے کہہ ڈالو ، اور جس شے کی طرف لے جانا چاہتے ہو لے چلو ۔

Marfat.com

مختار نے کہا " اس ضمن میں آپ ہمارے پاس آیا کریں گے یا ہم آپ کے پاس ؟ "

ابراہیم نے جواب دیا " میں آپ کے پاس آپ کے گھر پر ہر روز آیا کروں گا " ۔

شعبی کا بیان ہے کہ اب ابراہیم نے اپنے غلاموں ، چاکروں اور خادموں کی ایک جماعت کے ہمراہ سوار ہو کر روزانہ مختار کے گھر جانا شروع کر دیا ۔

شعبی ہی کا کہنا ہے کہ میں نے جو اپنے رفقا کی گواہی کا وہ عالم دیکھا تو مجھ پر وحشت طاری ہو گئی ۔ انہوں نے گواہی دی تھی کہ جب محمد بن حنفیہ نے یہ خط ابراہیم اشتر کے نام تحریر کیا تھا تو یہ لوگ دیکھ رہے تھے ۔ چنانچہ میں نے ایک ایک کے گھر جا کر پوچھا " کیا تم نے محمد بن حنفیہ کو یہ خط لکھتے دیکھا تھا " ۔ ہر ایک نے یہی جواب دیا " ہاں اور اس میں تمہیں تعجب کی کونسی بات نظر آتی ہے ؟ " ۔

اس پر میں نے دل میں کہا " اگر میں اُس عجمی یعنی ابوعمرہ سے کچھ معلوم نہ کر سکوں تو پھر کسی اور کے ساتھ کوئی توقع وابستہ نہ کر سکوں گا ۔ چنانچہ میں ابو عمرہ کے گھر گیا اور کہا " آخرکار لوگ ہمارے موقف کے ضمن میں ہمارے معاون و مددگار ہو جائیں گے ، اس میں کسی شبہے یا شک کی گنجائش نہیں ۔ تا ہم مجھے یہ تو بتاؤ کہ آیا تم نے محمد بن حنفیہ کو یہ خط لکھتے وقت خود دیکھا تھا " ؟

اس نے جواب دیا " خدا کی قسم میں نے تو نہیں دیکھا ، مگر بات یہ ہے کہ ابو اسحاق (مختار) ہمارے نزدیک بہت قابل اعتماد شخص ہے ۔ لہذا جب وہ ہمارے پاس محمد بن حنفیہ کی نشانیاں لے کر آیا تو ہم نے اس کو سچا تسلیم کر لیا ۔

شعبی کا کہنا ہے کہ یہ جان کر میں مختار کی دروغ گوئی اور

Marfat.com

جعلسازی کو پا گیا ۔ چنانچہ میں کوفے سے نکل کر حجاز میں جا ٹھیرا اور پھر جو واقعات رونما ہوئے میں اُن سے بالکل کنارہ کش رہا ۔

کہتے ھیں کہ عبداللہ بن مطیع کی طرف سے کوفہ میں پولیس کا افسر اعلی ایاس بن نضار عجلی تھا ۔ جب ابراھیم اشتر سوار ہو کر مختار کے گھر جاتا تو اسے ایاس کے دروازے پر سے گزرنا پڑتا ۔ چنانچہ اس نے ایک روز ابراھیم اشتر کے پاس پیغام بھیجا کہ تمھارا اس طرف آنا جانا بہت بڑھ گیا ھے ، اس سے باز آؤ ۔

ابراھیم نے مختار کو بتایا کہ ایاس کی جانب سے یہ پیغام آیا ھے ۔ مختار نے کہا ” تم وہ راستہ چھوڑ دو ، کسی اور طرف سے آ جاؤ “ ۔

مگر جب ایاس کو پتہ چلا کہ ابراھیم اشتر نے مختار کے یہاں روزانہ کا آنا جانا ترک نہیں کیا تو پیغام بھیجا ” تمھاری روش میری نگاھوں میں مشکوک ھے ۔ خبردار جو اب تمھیں سوار دیکھوں ؟ زنہار جو گھر سے نکلو ، ورنہ سر اڑا دوں گا “ ۔

ابراھیم نے مختار کو بھی اس امر سے آگاہ کر دیا اور ایاس کے قتل کی اجازت طلب کی ۔ مختار نے اجازت دے دی ۔ اب ھؤا یہ کہ ابراھیم اپنے اھلِ بیت اور خدام و سوالی کی ایک جمعیت کے ھمراہ سوار ھو کر نکلا اور ایاس کی بیٹھک کے پاس سے گزرنے والا راستہ اختیار کیا ۔ اس پر ایاس نے ابراھیم کو سرزنش کی ” اے ابن اشتر ! میں نے تمھیں ھدایت نہ کی تھی کہ گھر سے نہ نکلنا ؟ “ ۔

ابراھیم نے کہا ” خدا کی قسم مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تم اتنے احمق ھو “ ۔

ایاس نے اپنے سپاھیوں سے کہا ” اسے پکڑ کے اوندھا کر دو “ ۔ ساتھ ھی ابراھیم نے تلوار سونت لی اور ایاس پر ٹوٹ پڑا ، اور ایسی ضرب لگائی کہ وہ ھلاک ھو گیا ۔ ازاں بعد سپاھیوں پر ھلہ بول دیا مگر وہ بھاگ گئے ، اور ابراھیم آگے چلا گیا ۔

Marfat.com

عبداللہ بن مطیع کو یہ اطلاع ملی تو ایک شخص کو ابراھیم کے گھر بھیجا تاکہ اسے بلا لائے۔ مختار کو بھی پتہ چل گیا۔ لہذا اس نے ابراھیم کے پاس سو سوار بھیج دیے۔ اِن سواروں کے پہنچنے پر ابراھیم نے ابن مطیع کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ اب ابراھیم نے دارالامارت کا رُخ کیا۔ اُدھر سے مختار بھی سات ہزار سوار لے کر ابراھیم سے آن ملا۔

ابن مطیع قصر میں قلعہ بند ہو گیا، اور حفاظتی دستوں اور فوج کے نام پیغام روانہ کر دیا۔ چنانچہ ان میں سے تین ہزار افراد اس کی مدد کو آ گئے۔ اتنے میں مختار نے نعرہ مارا "اے حسینؓ کا انتقام لینے والو کہاں ہو"۔ یہ سن کر دس ہزار سے زائد افراد اُن افراد میں سے جنھوں نے خونِ حسینؓ کے انتقام کی خاطر مختار کی بیعت کر رکھی تھی پہنچ گئے۔

عبداللہ بن ہُمام نے اسی موقع پر کہا تھا:

(۱) وَفِي لَيْلَةِ الْمُخْتَارِ مَا يُذْهِلُ الْفَتَى
دَيْزَوِيهِ عَنْ رُوْدِالشَّبَابِ شَمُوْعٍ!

(۲) دَعَا، يَا لَثَارَتِ الْحُسَيْنِ فَأَقْبَلَتْ
كَتَائِبُ مِنْ هَمْدَانَ بَعْدَ هَزِيعٍ!

(۳) وَمِنْ مَذْحِجٍ جَاءَ الرَّئِيسُ بْنُ مَالِكٍ
يَقُودُ جُمُوعاً أُرْدِفَتْ بِجُمُوعٍ!

(۴) وَمِنْ أَسَدٍ وَافَى يَزِيدُ لِنَصْرِهِ
بِكُلِّ فَتًى مَاضِي الْجَنَانِ مَنِيعٍ!

۱۔ اور وہ رات جب مختار نے لوگوں کو مدد پر بلایا تھا جوانوں کو ہر شے سے غافل کر رہی تھی۔ وہ نرم و نازک اور رُخ تاباں کی مالک نازنینوں سے بھی کنارہ کش تھے۔

۲۔ اُسی رات مختار نے نعرہ مارا "اے حسینؓ کا انتقام لینے والو

Marfat.com

کہاں ہو " چنانچہ بنو ہمدان کے دستے بنو ہـَزیع کے بعد دھڑا دھڑ پہنچنا شروع ہو گئے ۔

۳- بنو مَذحِج میں سے اُن کا رئیس ابن مالک آن پہنچا ۔ اُن کے زیر کمان بہت سے دستے تھے ۔

۴- بنو اسد میں سے مختار کی امداد کے لیے یزید آ گیا ۔ اس کے ہمراہ بھی سارے وہ جواں‌مرد تھے جو جگردار بھی تھے اور ثابت‌قدم بھی ۔

آخر ابنِ مطیع قصر سے نکل آیا ۔ اس کے سارے عساکر اس کے جھنڈے تلے جمع تھے ۔ مختار نے اپنی جمعیت کے ساتھ اس پر حملہ کر دیا — اُس کے مقدمے کی کمان ابنِ اشتر کے ہاتھ میں تھی ۔ آمنے سامنے صفیں آراستہ ہوئیں ، گھمسان کا رَن پڑا ، ابن مُطیع کے بے شمار آدمی ہلاک ہو گئے ۔ باقی لشکر بھاگ گیا ۔ ابنِ مطیع خود قصر میں جا گھسا اور رفقا کی ایک جمعیت سمیت قلعہ بند ہو گیا ۔ بنو ہمدان آئے اور عمارہ بن عُقبہ بن ابی مُعیط کے گھر کی طرف سے رسیوں پر چڑھ کے قصر میں جا داخل ہوئے ۔

آخر جب ابنِ مطیع نے دیکھا کہ وہ حملہ آوروں کے مقابلے کی تاب نہیں رکھتا تو اپنے لیے اور اپنے ان آدمیوں کے لیے جو اس وقت ساتھ تھے امان مانگ لی ۔ مختار نے گزارش قبول کر لی اور امان دے دی ۔ لہذا ابنِ مطیع قصر سے باہر نکل آیا ۔ مختار نے اس کی بڑی عزت افزائی کی اور حکم دیا کہ اسے بیت‌المال سے ایک لاکھ درہم دیے جائیں ۔ غرضیکہ ابنِ مطیع کو حضرت عمرؓ سے جو قرابت تھی اس کو مختار نے ملحوظ رکھا اور اس سے کہہ دیا کہ تمہارا جہاں جی چاہے جا سکتے ہو " ۔

جلد ہی بعد مختار نے کوفے پر قبضہ کر لیا ، اور جزیرہ کے سوا سارا عراق اور دیگر تمام علاقے شام و مصر کے سوا اس کے قبضے میں آ گئے ۔ شام و مصر کو عبدالملک نے سنبھال رکھا تھا ۔ دیگر سب علاقوں میں مختار نے اپنے عامل روانہ کر دیے اور وہ یہ تھے

Marfat.com

" عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو موصل کی حکومت پر ، محمد بن عثمان تمیمی کو آذربیجان کی حکومت پر ، اشتر کے بھائی عبداللہ بن حارث کو ماہین و ہمدان کی حکومت پر ، یزید بن معاویہ بجلی کو اصفہان ، قم ، اور ملحقات کی حکومت پر ، ابن مالک بکراوی کو حلوان اور ماسبزان کی حکومت پر ، یزید بن ابی نجبہ فزاری کو رے اور دستبی کی حکومت پر اور زحر بن قیس کو جوخی کی حکومت پر مامور کر کے باقی علاقے اپنے خاص احباب و اعزہ میں بانٹ دیے -

پولیس کا افسر اعلی ابو عمرہ کو مقرر کیا ، اور اسے حکم دیا کہ ایک ہزار کدال‌زن آدمی جمع کر کے ان تمام افراد کے گھروں کے در پے ہو جو حضرت حسینؓ کے خلاف جنگ کرنے گئے تھے ، اور ایسے تمام گھروں کو زمین برابر کر دیے -

ابو عمرہ ان لوگوں سے خوب آگاہ تھا - لہذا اس نے کوفے میں ایسے تمام افراد کے گھروں کے گرد گھومنا شروع کر دیا - جس گھر تک پہنچتا اسے لحظہ بھر میں گروا دیتا ، اور جو شخص اس کا مقابلہ کرنے لگتا اسے ہلاک کرا دیتا - اس طرح اس نے بہت سے گھر مسمار کرا دیے ، اور بہت سے افراد ہلاک کرا دیے - غرضیکہ وہ اسی طرح تعاقب کرتا اور انتقام لیتا رہا - جو ہتھے چڑھتا اُسی کو مروا دیتا اور اس کا مال و وظیفہ اپنے حامی فرزندانِ عجم کو دلا دیتا -

کچھ دنوں کے بعد مختار نے یزید بن انس اسدی کو بیس ہزار افراد کی کمان سپرد کی اور انھیں اسلحہ و سامان کی مدد سے خوب مستحکم و مضبوط کر کے جزیرے کی حکومت کے علاوہ ہر اس قطعے کی عملداری عطا کر دی جو وہ بزور شمشیر سرزمین شام میں سے فتح کر لے — یزید رخصت ہؤا اور نصیبین میں جا کے ڈیرے ڈال دیے -

عبدالملک بن مروان کو یہ پتہ چلا تو وہ اہلِ شام کی معیت میں نصیبین پہنچا - یزید بن انس کا مقابلہ کر کے اس کو شکست فاش دی اور اس کے بے شمار و حساب آدمی موت کے گھاٹ اتار دیے -

مختار کو اس امر کی اطلاع ملی تو اُس نے ابراہیم بن اشتر سے

کہا " اے جواں‌مرد یہ کام یا تم کر سکتے ہو یا میں ، لہذا ان پر لشکر کشی کرو ۔ خدا کی قسم وہاں تم یا تو عبیداللہ بن زیاد کو قتل کرو گے یا حُصین بن نُمیر کو ، اور خدا تمہارے ہاتھوں اس لشکر کو ہزیمت سے دو چار کرے گا ۔ یہ بات مجھے ایک ایسے شخص نے بتائی تھی جس نے آسمانی صحیفے پڑھے ہیں اور جنگوں کا وسیع تجربہ و شعور رکھتا ہے " ۔ ابراہیم نے کہا " اے امیر ! میں نہیں سمجھتا کہ آپ اہلِ شام سے لڑنے کے مجھ سے زیادہ خواہاں ہیں اور نہ یہ جانتا ہوں کہ اس معاملے میں آپ مجھ سے زیادہ بابصیرت ہیں ۔ لہذا میں تو یہ چلا " ۔

چنانچہ مختار نے اس کے لیے بیس ہزار سپاہی منتخب کر دیے ، جو سارے کے سارے کوفہ میں بس جانے والے فرزندانِ عجم تھے اور جنھیں " حمراء " کہ کے پکارا جاتا تھا ۔

بہر حال ابراہیم نے جزیرے کی راہ لی اور یزید بن انس کے ساتھیوں میں سے جو افراد شکست کھا کے لوٹ رہے تھے انھیں واپس لے گیا ۔ اب اُس کے ہمراہ کوچ کرنے والوں کی ساری تعداد تیس ہزار تھی — عبدالملک کو پتہ چلا تو اس نے شامی سواروں کی کمان حصین بن نمیر کے سپرد کر دی ۔ ان سواروں کی تعداد چالیس ہزار تھی ۔ عبیداللہ بن زیاد بھی انھیں میں شامل تھا ، اور قاتلینِ حسینؓ میں سے عُمیر بن حُباب ، فرات بن عالم ، اور یزید بن حصین کے علاوہ اور بھی بہت سے اشخاص تھے ۔

اس موقع پر فرات نے عُمیر سے کہا " تو نے بنو مروان کی خرابیٔ عمل دیکھی ؟ اور یہ بھی دیکھا کہ وہ ہماری قوم قیس کے بارے میں کتنی بری رائے رکھتے ہیں ۔ اگر حکومت بلا شرکت غیرے مستحکم طور پر عبدالملک کے ہاتھ آ گئی تو وہ بنو قیس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گا یا یہ کہ انھیں کسی دُور افتادہ مقام پر بھیج دے گا — ہم بھی تو انھی میں سے ہوں گے ۔ لہذا آؤ ذرا چل کے دیکھیں ابراہیم اشتر کا کیا حال ہے ؟ چنانچہ وہ پردۂ شب میں اپنے گھوڑوں پر سوار

Marfat.com

هو گئے ۔ ان کے اور ابراهیم کی لشکرگاہ میں کوئی چار فرسنگ کا فاصلہ حائل تھا ۔ یہ دونوں اسلحہ سے لیس تھے ۔ لہذا جب بھی کوئی (شامی) پوچھتا " تم کون ہو " ؟ تو وہ جواب دیتے ہم سالارِ فوج حصین بن نمیر کے هراول دستے سے تعلق رکھتے ہیں ۔

مختصر یہ کہ دونوں ابراہیم بن اشتر کی لشکر گاہ میں جا پہنچے ۔ وهاں آگ بھڑک رهی تھی اور ابراهیم اپنے آدمیوں کی تنظیم و ترتیب میں مصروف تھا ۔ اس وقت وہ زرد هراتی قمیض پہنے ہوئے تھا ۔ گلابی رنگ کی دوهری چادر گلے سے لپیٹ رکھی تھی اور تلوار لٹکی هوئی تھی ۔

عُمیر بن حُباب اُس سے قریب جا کے پشت پر کھڑا ہو گیا ۔ ابراهیم نے اُس کا خیال تک نہ کیا ۔ پھر اس نے ابراهیم کو پیچھے سے دھکیلا ، وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا ۔ بس سر پھرا کے کہا " کون ہے ؟ " ـــ جواب دیا " میں عمیر بن حُباب هوں " ۔

اس پر ابراهیم اس کی طرف مڑا اور کہا " بیٹھیے میں فارغ هو کر حاضر هوتا هوں " ـــ یہ سن کر عُمیر ایک طرف کو ہٹ گیا اور پھر دونوں اپنے اپنے گھوڑوں کی عنانیں پکڑ کر بیٹھ گئے ـــ عُمیر نے اپنے ساتھی سے کہا " تم نے کبھی کسی کو اس شخص سے زیادہ قوی الاعصاب اور مضبوط دل والا پایا ہے ؟ تم نے دیکھا تو ہے ، کیا وہ اپنی جگہ سے ہلا ؟ یا جب میں اسے پیچھے سے دھکیل رہا تھا کیا اس نے بھی میرے مقابلے پر زور لگایا ؟ "

ساتھی نے جواب دیا " میں نے ایسا شخص کوئی نہیں دیکھا " ۔

جب ابراهیم اپنے آدمیوں کی تنظیم و ترتیب سے فارغ ہؤا تو اُن دونوں کے پاس آ کے بیٹھ گیا اور عُمیر سے کہا " اے ابوالمُغلّس[۸] : میں تمھاری کیا خدمت کروں " ؟

عمیر بولا " جس وقت سے تمھاری لشکرگاہ میں داخل ہؤا ہوں شدید کرب کا شکار ہوں ۔ سبب اس کا یہ ہے کہ جب تک تمھارے پاس نہیں پہنچ گیا میں نے کوئی عربی گفتگو نہیں سنی ، جس کا معنی

یہ ہے کہ تمہارے ساتھ جو لوگ ہیں وہ سارے عجمی ہیں ۔ ادھر مقابلے پر شام کے جانباز اور بہادر سپاہی ہیں جن کی تعداد چالیس ہزار سے بھی متجاوز ہے ۔ اپنے ان آدمیوں کی معیت میں تم اُن کا مقابلہ کیا کرو گے '' ؟

ابراھیم نے جواب دیا '' خدا کی قسم اگر مجھے اور کوئی بھی نہ ملے اور محض چیونٹیاں ھی میرے ھتّے چڑھیں تو میں انھی کی مدد سے شامیوں کا مقابلہ کروں گا ۔ پھر یہ کہ جو لوگ میرے ساتھ ھیں شامیوں سے لڑنے کے معاملے میں ان سے زیادہ بابصیرت کوئی نہیں ــ یہ لوگ عجمی شہسواروں اور مرزبانوں کی اولاد ھیں ۔ میں سوار کو سوار سے اور پیادے کو پیادے سے ٹکرا دوں گا ۔ فتح خدا کے ھاتھ میں ہے '' ــ

عُمیر نے کہا '' میری قوم قیس ہے ۔ کل جب دونوں پہاڑ ٹکرائیں گے تو ھم اھلِ شام کے میسرہ میں ھوں گے لہٰذا ھماری فکر مت کرنا ، ھم بھاگ کھڑے ھوں گے ۔ تاکہ سارے لشکر میں افراتفری مچ جائے ۔ ھم نہیں چاھتے کہ بنو مروان فتحمند ھوں ، اس لیے کہ انھوں نے ھمارے قبیلے کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا ۔ میں ان کی نسبت تمھاری طرف زیادہ مائل ھوں ۔ ابراھیم نے کہا '' ٹھیک ہے '' ۔

اس کے بعد وہ دونوں اپنی لشکرگاہ کی جانب لوٹ گئے ــ صبح ھوئی تو دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کی طرف پیش قدمی کی ، اور پھر ایک جگہ پہنچ کر جسے 'خازِر' کہتے تھے رک گئے ۔ وھاں ابراھیم نے اپنے لشکر کے مجاھدین سے کہا '' میسرہ سے خبردار رھنا میسرہ میں بنو قیس تھے ۔ یہ سن کر عُمیر نے اپنے ساتھی سے کہا '' تیرے باپ کی قسم حزم و احتیاط اس کا نام ہے ، اس نے ھماری بات کا اعتبار نہیں کیا ۔ اسے خدشہ ہے کہ مبادا ھم مکر کر رہے ھوں '' ــ جلد ھی بعد عُمیر بن حباب نے بنو قیس کے لشکر میں نعرہ مارا '' اے مرج راھط کے قتیلوں کا انتقام لینے والو کہاں ھو '' ۔ یہ سن کر انھوں نے جھنڈے سرنگوں کر دیے اور بھاگ کھڑے ھوئے ۔ انھیں بھاگتا

Marfat.com

دیکھ کر اہلِ شام کی صفیں ٹوٹ گئیں۔

اُدھر سے ابراہیم نے حملہ بول دیا، اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ چنانچہ اہلِ شام نے راہ فرار اختیار کی۔ ابراہیم تعاقب میں رہا اور انھیں رات تک کاٹ کاٹ کر پھینکتا رہا۔ ان کا کماندار حُصَین بن نُمَیر مارا گیا۔ شُرَحبِیل بن ذی کَلاع بھی جو قاتلین حسینؓ میں سے تھا کھیت رہا۔ علاوہ ازیں اور بہت سے اکابرِ شام بھی کام آئے۔

جب لڑائی رک گئی تو ابراہیم اشتر نے کہا "میں نے اہلِ شام میں سے ایک شخص کو قتل کیا ہے جو ان کے آگے آگے جان توڑ کر لڑ رہا تھا، اور کہہ رہا تھا "میں قُرَشی جوان ہوں" ۔ اور جب وہ گرا تو اس سے کستوری کی سی خوشبو آئی۔ مقتولین میں ذرا اسے ڈھونڈھو تو سہی"۔ چنانچہ تلاش شروع ہوئی اور اسے ڈھونڈ نکالا گیا۔ دیکھا تو وہ عبیداللہ بن زیاد تھا۔ چنانچہ ابراہیم نے اس کا سر کٹوا کر مختار کے پاس بجھوا دیا، اور مختار نے اسے محمد بن حنفیہ کی خدمت میں ارسال کر دیا۔

ابراہیم اشتر نے شامی لشکرگاہ پر قبضہ کر لیا اور جو کچھ بھی اس میں تھا مالِ غنیمت کے طور پر لوٹ لیا۔ اسی اثنا میں ابراہیم کے پاس ہِند آئی جو اسماء بن خارجہ فزاری کی بیٹی اور عبیداللہ بن زیاد کی بیوی تھی اور آ کے بتایا کہ اس کے پاس جو کچھ تھا لُٹ گیا ہے۔ ابراہیم نے پوچھا "تمھارا کس قدر نقصان ہؤا ہے"۔ بولی "پچاس ہزار درہم"۔

ابراہیم نے حکم دیا کہ اُسے ایک لاکھ درہم دے دیے جائیں۔ پھر اس کے ہمراہ سوار بھیجے جنھوں نے اسے بصرے میں اس کے والد کے یہاں پہنچا دیا۔ اسی اثنا میں عبیداللہ بن عمرو السّاعدی شاعر، ابراہیم اشتر سے آ کے ملا اور اسے یہ شعر سنائے:-

(۱) اَللّٰہُ أَعْطَاكَ الْمَهَابَةَ وَالتُّقٰى
وَأَحَلَّ بَيْتَكَ فِي الْعَدِيدِ الْأَكْثَرِ!

Marfat.com

(۲) وَاَقَرَّ عَيْنَكَ يَوْمَ وَقْعَةَ خَازِرٍ
وَالْخَيْلُ تَعْثُرُ بِالْقَنَا الْمُتَكَسِّرِ!

(۳) مِنْ ظَالِمِيْنَ كَفَتْهُمْ آثَامُهُمْ
تُرِكُوا لِعَافِيَةٍ وَّ طَيْرٍ حُسَّرِ

(۴) مَا كَانَ أَجْرَأَهُمْ جَزَاهُمْ رَبُّهُمْ
شرَّ الجَزَاءِ عَلَى ارتِكَابِ الْمُنْكَرِ!

(۵) اِنِّيْ أَتَيْتُكَ اِذْ تَنَاءَىْ مَنْزِلِيْ
وَذَمَمْتُ اِخْوَانَ الْغِنٰى مِنْ مَعْشَرِيْ

(۶) وَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَا تُضَيِّعُ مِدْحَتِيْ
وَمَتٰى اَكُنْ بِسَبِيْلِ خَيْرٍ اَشْكُرُ!

(۷) فَهَلُمَّ نَحْوِيْ مِنْ يَمِيْنِكَ نَفْحَةً
اِنَّ الزَّمَانَ اَلَحَّ يَابْنَ الاَشْتَرِ!

۱- خدا نے تجھے باوقار بھی بنایا ہے، اور پرہیزگار بھی - نیز تیرے گھرانے کو وہی درجہ عطا کیا ہے جو اہلِ ثروت و تموّل کے گھرانوں کا ہوتا ہے -

۲- خدا نے جنگ خازر میں تیری آنکھیں ٹھنڈی کر دیں - اس روز سوار دشمنوں پر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے، ان کے ہاتھوں میں نیزے تھے ٹوٹے ہوئے -

۳- وہ ظالم لوگ جن کی تباھی کے لیے ان کے اپنے گناہ کافی تھے سر میدان مار کر پھینک دیے گئے، تا کہ وہ درندوں اور مردارخوار پرندوں کی خوراک بنیں -

۴- وہ کتنے جری تھے گناھوں کے معاملے میں — لہذا خدا نے ان کے ناپسندیدہ افعال کی بنا پر اُنھیں بدترین سزا دے دی -

۵- اگرچہ میری منزل دور تھی تاھم میں تیرے پاس آ پہنچا، اور اپنے اعزّہ میں سے جو افراد صاحبِ زر و مال تھے

Marfat.com

ان کی مذمت کی -

۶- مجھے معلوم تھا کہ تو میری مدح و ثنا کو ضائع نہ جانے دے گا ، اور میں تیرے احسان کو جب تک خدا مجھے راہِ خیر میں چلنے کی توفیق دے گا ضائع نہ کروں گا - ہر دم شکر گزار رھوں گا -

۷- لہذا اے ابراھیم میری مدد کو پہنچ ، اپنے دائیں ھاتھ میں سے سخاوت کی خوشبو کا ایک جھونکا میری جانب بھی پھیر دے - اے ابراھیم زمانے نے مجھے دکھ دیا ھے اور پے در پے دیا ھے -

ابراھیم اشتر نے اسے دس ہزار درھم عطا کیے -

ازاں بعد ابراھیم اشتر نے موصل میں پڑاؤ کیا ، اور الجزیرہ کے شہروں میں اپنے عامل روانہ کر دیے - قَرقِیسیا پر اسماعیل بن زُفَرؔ کو ، حرّان ، رُھا اور سُمَیشسیاطؔ پر حاتم بن نُعمان کو ، کَفَرؔ تُوثا پر عُمیر بن حُباب سُلمِی کو ، سِنجار پر سفّاح بن کُردُوس کو ، میّا فار ِقیِن پر عبداللہ بن مُسلم کو اور آمد پر مسلم بن ربیعہ عُقَیلی ِ کو مامور کر دیا — خود نَصیبَین کی جانب کوچ کیا اور وھاں جا کے اقامت گزیں ھو گیا -

اُدھر مختار نے عبیداللہ بن حُرّ جُعفِی کو جو نواحِ جبل میں گرداں اور لوٹ مار میں مصروف تھا لکھا کہ تم نے حسینؓ کی ھمدردی میں غضبناک ھو کر خروج کیا تھا - ھم بھی انھی میں سے ھیں جو حسینؓ کی خاطر جوش میں آ گئے - ھمارا مقصد وحید بھی یہی ھے کہ حسینؓ کے خون کا انتقام لیں اس لیے تم اس معاملے میں ھمارے ساتھ تعاون کرو " — مگر عبیداللہ نے یہ دعوت قبول نہ کی - اب مختار سوار ھو کر اس کے گھر پر جو کوفے میں تھا پہنچا اور اسے مسمار کرا دیا - اس کی بیوی اُمّ سلمہ کو جو عُمر جُعفی کی بیٹی تھی قید خانے میں ڈلوا دیا - اس کے گھر میں جو کچھ تھا لٹوا دیا — یہ ساری کارروائی جس کے ھاتھوں عمل میں آئی وہ عمرو بن سعید بن قیس ھمدانی تھا -

جب حُرّ کو پتہ چلا تو اس نے عمرو بن سعید کی جاگیر کا رُخ کیا جو ماھَیشن میں تھی اور وھاں اندھا دھند لُوٹ مچا دی ۔ سارے مویشی ھانک لے گیا اور کھیتی باڑی کو نذر آتش کر دیا ، ساتھ ھی یہ شعر بھی سر کیے :

(۱) وَمَاتَرَکَ الکَذّابُ مِن جُلِّ مَالِنَا
وَلاَ المَرءَ مِن ھَمدَانَ غَیرَ شَرِید !

(۲) أَفِي الحَقِّ أَن یُجتَاحَ مَالِيَ کُلُّهُ،
وَتَامَنُ عِندِی ضَیعَةَ ابنَ سَعِیدٍ !

۱- (مختار) کذّاب نے ھمارا سارا مال متاع لٹوا دیا ۔ کچھ بھی نہ چھوڑا ۔ سب آدمیوں کو قتل کرا دیا ، وھی بچا جو بھاگ گیا تھا ۔

۲- پھر کیا یہ جائز ھے کہ میرا تو سب کچھ برباد کر دیا جائے اور میرے یہاں ابن سعید کی جاگیر مامون رہے ؟ ۔

اس کے بعد حُرّ نے اپنے آدمیوں میں سے ایک صد جانباز سپاھی منتخب کیے ، جن میں مُحَشِّر تمیمی ، دالہَم بن زیاد مُرادی ، اَحمَر طائی وغیرہ شامل تھے ۔ باقی ساتھیوں کو ماھَیشن ھی میں رھنے دیا ۔

ان سو سواروں کو لے کر اس نے کوفے کا رُخ کیا ، اور ایک شب کوفے کے پل پر پہنچ کر پہریداروں کو پکڑ لیا ۔ ان کی مشکیں کسوا دیں اور پھر انھیں اپنے ایک ساتھی کی نگرانی میں چھوڑ کر خود پار اتر گیا ۔

کوفے میں داخل ھؤا تو اُبو عَمرہ کَیسان سے مڈ بھیڑ ھوگئی ۔ وہ اس وقت پہرہ دے رھا تھا ۔ لہذا اس نے پوچھا " تم کون ھو ؟ — کہا " ھم عبداللہ بن کامل کے آدمی ھیں ، اور امیر مختار کی خدمت میں حاضر ھونے آئے ھیں " وہ بولا " جاؤ ، خدا تمھارا حافظ ھو " ۔

وہ چلتے چلتے قید خانے تک جا پہنچے اور اسے توڑ دیا ۔ سارے

Marfat.com

قیدی باھر نکل آئے۔ اُمِّ سلمہ کو ایک گھوڑے پر سوار کر کے اسے چالیس سواروں کے ھمراہ آگے روانہ کر دیا ـ پھر جلدھی بعد خود بھی چل دیا ۔

مختار کو پتہ چلا تو اس نے (فوراً) بنُو بجیلہ کے مولٰی راشد کو تین ھزار سپاہ کے ساتھ بھیجا ، ابُو عَمرہ بھی ایک ھزار سوار لے کر عبیداللہ کے لشکر پر چڑھ دوڑا ۔ بنُو نخَع کی طرف سے عبیداللہ بن کامل بھی ایک ھزار سوار لے کر برآمد ھؤا ، اور پھر سب نے مل کر عبیداللہ کے ساتھیوں کو گھیر لیا ـ مگر عبیداللہ ان کے پرے الٹتا چلا گیا ۔ اُس پر اور اُس کے آدمیوں پر کوفے کے مکانوں کی چھتوں پر سے پتھر برستے رھے مگر وہ اس کے باوصف پل کے پار اتر گیا ـ اُس نے اس جھڑپ میں مختار کے ایک سو آدمیوں کو ھلاک کر دیا ، حالانکہ خود اس کے اپنے محض چار آدمی مارے گئے ۔

اب عبیداللہ کوچ کرتا ھؤا بانِشیَا میں پہنچ گیا ۔ وھاں اس کے اھلِ لشکر نے پڑاؤ کر لیا ، زخمیوں کی مرھم پٹی کی گئی ، گھوڑوں کو چارا کھلایا ، اور پانی پلایا ۔ ذرا سا سستا کے پھر سوار ھو گئے اور جب تک سُورا میں نہ پہنچ لیے گھوڑوں کے تنگ نہ کھولے ۔ سُورا میں تھوڑی دیر آرام کیا ، وھاں سے مدائن میں وارد ھوئے اور پھر مدائن سے نکل کر مَاھَیشَن میں اپنے آدمیوں سے جا ملے ۔

جب مختار نے ھر شے سے توجہ ھٹا کے قاتلین حسینؓ کی جستجو پر کمر باندھ لی تو عمر بن سعد اور محمد بن اشعث اس سے خائف ھو کر بھاگ نکلے ، ظاھر ھے کہ حسینؓ کے خلاف جو جنگ لڑی گئی تھی اس کے تحویلدار یہی دونوں تھے ـ اسی اثنا میں مختار کے سامنے عبدالرحمٰن بن ابِزی خزاعی کو لایا گیا ـ یہ بھی قاتلینِ حسینؓ میں سے تھا ۔ چنانچہ مختار نے اس سے پوچھا ” اے دشمنِ خدا تو بھی حسینؓ سے لڑنے والوں میں شامل تھا ؟ “ ۔

کہا ” نہیں میں تو اُن میں شامل تھا جو وھاں موجود تھے مگر شریکِ جنگ نہ تھے “ ۔

مختار بولا " تم جھوٹ بول رہے ہو " اور پھر حکم دیا کہ اس کا سر اڑا دیا جائے۔

اس پر عبدالرحمٰن نے کہا " آج تو مجھے قتل کر بھی دے تو تجھے کیا قوت حاصل ہو جائے گی۔ تجھے قوت تو اسی وقت حاصل ہو گی جب بنو امیّہ پر غلبہ حاصل کرے گا، شام مکمل طور پر تیرے قبضہ و اقتدار میں ہوگا اور تو دمشق کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ اس وقت تو مجھے آ کے پکڑ لے اور کنارِ دریا پر کسی درخت کے ساتھ لٹکا کے پھانسی دے دے۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا میں اِس لمحے یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں " ۔ مختار نے اپنے آدمیوں کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا " یہ شخص تو بڑا جنگ شناس معلوم ہوتا ہے "۔ پھر حکم دیا کہ اسے قید خانے میں ڈال دیا جائے۔

جب رات چھا گئی تو مختار نے کسی کو بھیج کر عبدالرحمٰن کو بلوایا اور کہا " اے برادرِ خزاعہ! کیا موت کے روبرو بھی تجھے مزاح سوجھتا ہے؟ " بولا " میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میں بالکل بے قصور مارا جا رہا ہوں "۔ کہا " تو شام سے کیونکر آیا تھا " بولا " ایک کوفی سے چار ہزار درھم لینے تھے، وہ مانگنے آیا تھا "۔

اس پر مختار نے حکم دیا کہ اسے چار ہزار درھم دے دیے جائیں ساتھ ہی یہ بھی کہا " اگر تو صبح کے وقت کوفے میں پایا گیا تو تیرا سر اڑا دوں گا " چنانچہ وہ اسی شب کوفے سے نکل گیا، اور شام (کے علاقے) میں جا پہنچا۔

مختار وھیں ٹھیر گیا اور قاتلینِ حسینؓ کو ڈھونڈوانے میں مصروف رھا ــ اٹھارہ ماہ تک اس کی طرف سواد، جبل، اصفہان، رَے، آذربیجان، اور جزیرے سے خراج اور محصولات جمع ہو کر پہنچتے رہے۔ اس نے فرزندانِ عجم کو اپنا مقرب بنایا، ان کے اور ان کی اولاد کے وظائف مقرر کر دیے۔ اکثر اٹھنا بیٹھنا اُنھی کے ساتھ تھا ــ عربوں کو دور ھٹا دیا تھا۔ انھیں انعامات و عطیّات سے بھی محروم

Marfat.com

رکھا ۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ عرب مختار سے ناراض ہو گئے ۔

آخر عرب اکابر اکٹھے ہو کر مختار کے پاس گئے اور اسے بُرا بھلا کہا ۔ اس نے جواب دیا '' خدا تمھارا ستیاناس کرے تم وہ ہو کہ میں نے تمھاری عزت بڑھائی اور تم نے مجھے رگید ڈالا ، میں نے تمھیں حاکم مقرر کیا اور تم نے خراج غبن کر لیا ۔ یہ اہلِ عجم جس قدر میرے وفادار ہیں تم نہیں ہو ۔ جس مستعدی اور سرعت سے میرے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تم نہیں کرتے '' ۔

کہتے ہیں کہ بعد ازاں عرب باہم ایک دوسرے سے ملے اور کہا '' یہ شخص دروغ گو ہے ۔ احساس یہ دلاتا ہے کہ وہ بنو ہاشم کا دمساز ہے ، حالانکہ طالبِ دنیا ہے '' ۔

چنانچہ قبائل عرب نے اس سے لڑنے کا تہیہ کر لیا ، اور تین مقامات میں تقسیم ہو گئے ۔ عنانِ امارت رفاعہ بن سوّار کے سپرد کر دی ، بنو کندہ ، ازد بجیلہ ، نخع ، خثعم ، قیس اور تیم رباب محلّۂ رباب میں جمع ہو گئے ۔ بنو ربیعہ اور تمیم محلّۂ حشاشین میں اکٹھے ہو گئے ۔

اُدھر مختار نے بنو ہمدان کی طرف پیغام بھیجا ۔ وہ اس کے خاص معتمد لوگ تھے ۔ فرزندانِ عجم بھی اس کے گرد اکٹھے ہو گئے ۔ لہذا مختار نے اُن سے کہا '' تم دیکھتے نہیں یہ لوگ کیا کر رہے ہیں ؟ ''

بولے '' ہم دیکھ رہے ہیں '' ۔

کہا '' یہ لوگ میرے ساتھ ایسا سلوک محض اس لیے کر رہے ہیں کہ میں تمھیں مقدّم و افضل قرار دیتا ہوں ، لہذا ثابت کر دو کہ تم مردانِ احرار و باوقار ہو '' ۔ غرضیکہ انھیں خوب اشتعال دلایا ، اور پھر کوفے سے باہر لے جا کر ان کی گنتی کی ۔ پتہ چلا کہ ان کی تعداد چالیس ہزار ہے ۔

دوسری طرف جب شمر ذی جوشن ، عمر بن سعد ، محمد بن اشعث اور اس کے بھائی قیس بن اشعث کو پتہ چلا کہ لوگ مختار کے باغی

Marfat.com

ہو گئے ہیں تو وہ بھی کوفے میں آ دھمکے ۔ یہ لوگ مختار کے سارے زمانۂ اقتدار میں مفرور رہے تھے ۔ اس لیے کہ یہ حسینؓ سے لڑنے والوں کے سربراہ تھے ــ بہر حال یہ اہلِ کوفہ سے مل گئے ، اور ان کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی ۔ اب دونوں فریق جنگ پر تُل گئے ۔ اس وقت تک اہلِ کوفہ سارے کے سارے محلّۂ حشاشین میں اکٹھے ہو گئے تھے ۔ لہٰذا مختار نے ان کی طرف پیش قدمی کی ، زوروں کی جنگ ہوئی ، مختار نے ان کے بے شمار آدمی مار ڈالے اور کہا " اے بنو ربیعہ ! کیا تم نے میری بیعت نہیں کی تھی ، پھر میرے خلاف کیوں اُٹھ کھڑے ہوئے ہو " ۔

بنو ربیعہ نے ایک دوسرے سے کہا " مختار سچ ہی تو کہتا ہے ۔ ہم نے اس کی بیعت کی تھی ، اور اپنا دایاں پنجہ اس کے پنجے میں تھمایا تھا "۔ چنانچہ وہ الگ ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ " ہم دونوں میں سے کسی بھی فریق کا ساتھ نہ دیں گے " ۔ باقی قبائل ڈٹے رہے ، اور خوب جان توڑ کر لڑے ۔

آخر اہلِ کوفہ کو ہزیمت سے دو چار ہونا پڑا ۔ اُن کے کوئی پانچ سو آدمی ہلاک اور دو سو آدمی گرفتار ہو گئے ۔ رؤسائے کوفہ نے بصرہ کی راہ لی ــ وہاں مُصعَب بن زبیر حکمران تھے لہٰذا جا کے اُن سے مل گئے ۔

مختار کو پتہ چل گیا کہ شَبَث بن ربعی ، عمرو بن حجاج ، محمد بن اشعث اور عمر بن سعد کوفی اکابر و اشراف کی ایک جمعیّت کے ہمراہ بصرے کی سمت روانہ ہو گئے ہیں ۔ چنانچہ اپنے ایک خاص معتمد کو جسے اُبو قلوص شبامی کہتے تھے سواروں کا ایک لشکر دے کر تعاقب میں روانہ کیا ۔ ابُو قلوص شبامی نے انھیں نواح مذار میں جا لیا اور ہلّہ بول دیا ، کوئی ایک گھنٹے تک جنگ جاری رہی ــ کوفیوں کے قدم اکھڑ گئے ۔ باقی تو بچ نکلے مگر عمر بن سعد ابو قلوص کے ہتّے چڑھ گیا ۔ جب اسے مختار کے روبرو لایا گیا تو مختار بولا " خدا کا شکر ہے جس نے تجھے ہمارے قبضے میں دے دیا ۔ خدا کی قسم

Marfat.com

میں تمھارا خون بہا کر آلِ محمدؐ کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچاؤں گا ''۔ ساتھ ھی کہا '' اے کسیان اس کا سر اڑا دو '' ــ چنانچہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا ــ مختار نے اس کا سر لے کر مدینے میں محمد بن حنفیه کے پاس روانه کر دیا۔

اعشٰی همدان جو اهلِ کوفه کا ساتھی تھا اس ضمن میں کہتا ھے :

(۱) وَلَمْ أَنْسَ هَمْدَاناً غَدَاةَ تَجُوسُنَا
بِأَسْيَافِهَا لَا أُسْقِيَتْ صَوْبَ هَاضِبِ !
(۲) فَقُتِّلَ مِنْ أَشْرَافِهِم فِي مَحَالِّهِمْ !
عَصَائِبُ مِنْهُمْ أُرْدِفَتْ لِعَصَائِبِ !
(۳) فَكَمْ مِنْ كَمِيٍّ قَدْ أَبَادَتْ سُيُوفُهُمْ
إِلَى اللهِ أَشْكُو رُزْءَ تِلْكَ الْمَصَائِبِ !
(۴) يُقَتِّلُنَا الْمُخْتَارُ فِي كُلِّ غَائِطٍ
فَيَالَكَ دَهْرٌ مُرٌّ صَدٌّ بِالْعَجَائِبِ

۱۔ میں بنو همدان کو بھولا نہیں۔ وہ صبح مجھے خوب یاد ھے جب وہ تلواریں ھاتھوں میں لیے ھمیں ڈھونڈ رھے تھے۔ خدا انھیں محروم بارانِ رحمت رکھے۔

۲۔ ھمارے رؤسا اپنے ٹھکانوں پر تہس نہس کر دیے گیے۔ حال یه تھا که همدانیوں کے دستوں پر دستے چڑھے چلے آتے تھے۔

۳۔ کیا کیا بہادر سردار تھے جنھیں همدانیوں کی تلواروں نے فنا کر دیا۔ میں اُن مصائب کی اذیّت کا شکوہ خدا ھی سے کر سکتا ھوں۔

۴۔ مختار نے ھمیں ھر کھتان میں تہس نہس کیا۔ ھائے گردشِ زمانه کیا کیا انقلابات اپنے دامن میں لیے تاک میں رھتی ھے۔

اس کے بعد مختار کو معلوم ہؤا کہ شمر ذی جَوشن ''دَستُمِیشان'' میں بنو عامر بن صعصعہ کی ایک جمعیّت کے ساتھ مقیم ہے اور وہ اہلِ بصرہ کی لعنت ملامت کے خیال سے بصرے میں داخل ہونے سے گریزاں ہے ۔ لہذا مختار نے زَرِیشبا مولائے بنو بَجِیلہ کو سو سواروں کے ساتھ جو کوتل گھوڑوں کی زینوں کی زیبائش تھے ان کی طرف روانہ کر دیا ۔ زَرِیشبا بگٹٹ چلا ۔ دس سواروں کے سوا باقی ساتھی پیچھے رہ گئے ۔ جب وہ شِمر کے قریب پہنچا تو اس کے ساتھی لڑنے مرنے پر تُل گئے ۔ شِمر نے زَرِیشبا پر نیزے سے وار کیا اور اُسے مار ڈالا ۔ دس سوار جو اس کے ساتھ تھے بھاگ اٹھے ، اتنے میں پیچھے رہ جانے والے آن پہنچے ، اور شِمر اور اس کے ساتھوں کو تلاش کرنے لگے ، مگر وہ ان کی دسترس سے دور نکل گئے تھے ۔

اب شِمْر نے جا کے بصرے کے قریب ایک مقام پر ڈیرہ ڈال دیا جسے '' سادماہ '' کہتے تھے ۔ قیس بن اَشعَث کو یہ بات ہرگز گوارا نہ تھی کہ وہ بصرے میں جا کے اہلِ بصرہ کی لعنت ملامت کا سامنا کرے چنانچہ وہ کوفے کی سمت مڑ گیا اور جا کے عبداللہ بن کامِل سے پناہ طلب کی ، اور حالت یہ تھی کہ مختار عبداللہ کو اپنے خاص الخاص آدمیوں میں سے جانتا تھا ۔

عبداللہ ، قیس کو پناہ دینے کے بعد مختار کے پاس آیا اور کہا '' اے امیر ! قیس بن اشعث نے مجھ سے پناہ مانگی اور میں نے پناہ دے دی ــ میں نے جو پناہ کا قول دیا ہے اس پر قائم رہوں گا ''۔ مختار نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ اُسے اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول رکھا ، پھر ذرا دیر بعد کہا '' مجھے اپنی انگوٹھی تو دکھاؤ '' ۔ قیس نے انگوٹھی دے دی ۔ مختار نے اس کو دیر تک اپنی انگلی میں ڈالے رکھا ــ پھر ابُو عَمرہ کو بلایا اور وہ انگوٹھی اس کو دے کر کان میں کہا '' عبداللہ بن کامل کی بیوی کے پاس جاؤ اور کہو کہ یہ تیرے خاوند کی انگوٹھی بطور نشانی لایا ہوں ، مجھے اندر قیس بن اشعث کے پاس لے چلو ، تاکہ اس سے بعض ایسے معاملات میں تبادلۂ خیال کروں جن کے

Marfat.com

طفیل وہ مختار سے نجات پا سکے "۔ چنانچہ عبداللہ کی بیوی نے ابُوعَمْرہ کو گھر کے اندر بلا لیا ــ اس نے اندر جاتے ہی تلوار کھینچی ، قیس کی گردن ماری ، سر کاٹا اور لا کے مختار کے رُوبرُو پھینک دیا ۔

مختار نے کہا " یہ ہے حسینؓ کے قطیفے کا بدلہ " ۔

وہ یوں کہ جب حسینؓ قتل ہوئے تو قیس نے ان کی مخملیں چادر (قطیفہ) اڑا لی تھی اور اسی باعث سے اس کا نام " قیسِ قطیفہ " پڑ گیا تھا ۔

عبداللہ بن کامل کے منہ سے نکلا " انا لِلّٰہِ و انا اِلیہِ راجعون ، پھر مختار سے کہا " آپ نے میرے پناہ گزیں مہمان اور دنیا میں میرے واحد دوست کو مار ڈالا " ۔

مختار نے جواب دیا " خدا تمھارے باپ پر رحم کرے ، تم چپ رہو ، کیا یہ بات جائز ہے کہ تم اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹوں کے قاتلوں کو پناہ دو ؟ " ۔

اس کے بعد مختار نے ان تمام کوفی قیدیوں کو جو اس کے اور اہلِ کوفہ کے مابین رونما ہونے والی لڑائی میں گرفتار ہوئے تھے قتل کرنا شروع کر دیا تاآنکہ سُراقہ بَارِقِی کی باری آ گئی ۔ وہ بھی قیدیوں میں شامل تھا ، اس نے مختار کے روبرو یہ شعر پڑھے :

(۱) اَلاَ مَنْ مُبْلِغُ المختارَ اَنّا
نَزَوْنَا نَزْوَۃً کَانَتْ عَلَیْنَا !

(۲) خَرَجْنَا لاَ نَرَی الاِشْرَاكَ دِیناً
وَکَانَ خُرُوْجُنَا بطَراً وَحَیْنَا !

۱- کون ہے جو مختار تک یہ بات پہنچا دے کہ ہم نے جو اقدام کیا تھا اس کا وبال ہمیں پر پڑا ۔

۲- ہم نکل کھڑے ہوئے تھے ، حالانکہ نکل کھڑے ہونے والوں کے ساتھ ہمارا تعاون ہماری نگاہوں میں دینداری پر استوار نہ تھا ۔ حق یہ ہے کہ ہمارا خروج شوخی تھی اور ہلاکت ۔

اور پھر مختار سے کہا " اے امیر ان باتوں کے باوصف اگر محض تمھی لوگ ہم سے لڑتے تو ہمارا کچھ بگاڑ نہ سکتے "۔ مختار بولا " تو پھر تمھارے ساتھ کون لڑا "۔

سراقہ نے جواب دیا " ہم سے لڑنے والے سفیدرو لوگ تھے جو بھورے گھوڑوں پر سوار تھے"۔

مختار نے کہا " وہ تو فرشتے تھے۔ تیرا ستیاناس، تو نے انھیں دیکھ لیا ؟ چلو میں اُن فرشتوں کی خاطر تمھاری جان بخشی کرتا ہوں "۔

بہر حال مختار نے اسے چھوڑ دیا اور وہ بھاگ کر بصرے میں جا پہنچا اور یہ شعر پڑھے :۔

(۱) أَلَا أَبْلِغْ أَبَا إِسْحَاقَ أَنِّي
رَأَيْتُ الشُّهْبَ كُمْتاً مُصْمَتَاتِ !

(۲) أُرِي عَيْنَيَّ مَا لَمْ تَرَأَيَاهُ
كِلَانَا عَالِمٌ بِالتُّرَّهَاتِ !

(۳) كَفَرْتُ بِدِينِكُمْ وَبَرِئْتُ مِنْكُمْ
وَمِنْ قَتْلَاكُمُ حَتَّى الْمَمَاتِ !

۱- ابو اسحاق تک کوئی یہ بات پہنچا دو کہ میں نے بھورے رنگ کے تنومند گھوڑے دیکھے۔

۲- اور اپنی آنکھوں کو وہ کچھ دکھایا جو انھوں نے نہ دیکھا تھا۔ تُو اور مَیں دونوں حادثات کا تجربہ اور علم رکھتے ہیں۔

۳- میں جب تک زندہ ہوں تیری جماعت کے دین سے منکر ہوں، تجھ سے بھی لا تعلق ہوں اور تیرے مقتولوں سے بھی۔

اسماء بن خارجہ فزاری کو بھی جو اہلِ کوفہ کا رئیس و سربراہ تھا خوف لاحق ہؤا کہ مختار اسے قتل کرا دے گا لہذا وہ بھاگا اور بنو اسد کے چشمے پر جسے " ذَرْوَہ " کہتے تھے جا مقیم ہؤا۔ اس کے

Marfat.com

همراہ کچھ غلام اور کچھ اعـزّۂ و اقربا تھے -

عمرو بن حجّاج نے بھی جو قاتلینِ حسین رضؓ کے سرگروھوں میں سے تھا بصرے کی سمت بھاگ اٹھا ، مگر پھر اھل بصرہ کی ملامت کے خوف سے " سراف " میں پہنچا تو مالکان چشمہ نے اس سے کہا " ہمارے یہاں سے چلا جا - ھمیں مختار کی جانب سے خطرہ لاحق ھے " - چنانچہ وہ چل دیا - بعد میں وہ لوگ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ یہ ہم نے بہت بُـرا کام کیا ھے - لہذا کچھ افراد سوار ہو کر اس کی تلاش میں نکل پڑے تاکہ اسے لوٹا لائیں ، مگر جب اُس نے انھیں دور سے دیکھا تو جانا کہ وہ مختار کے آدمی ھیں - اس لیے " بُـیَـیۡشَـضَـه " کی راہ سے ریگستان میں گھس گیا - عالم یہ تھا کہ گرمی آگ برسا رھی تھی — بُـیَـیۡشَـضَـه بلادِ بنو کلاب اور بلادِ بنو طے کے مابین واقع ھے — بہر حال عمرو کی دوپہر اسی ریت میں بسر ھوئی اور پیاس نے اسے اور اس کے رفقاء کو ھلاک کر دیا ، مگر اسماء " ذَرۡوہ " ھی میں مقیم رھا ، تاآنکہ مختار مارا گیا اور کوفے پر مصعب بن زبیر نے قبضہ کر لیا - لہذا اسماء بھی واپس کوفے چلا گیا اور جا کے اپنے گھر میں مقیم ھو گیا -

جب مختار اھلِ کوفہ کے در پے تھا اس وقت وھاں کے عظماء نے کھسک کھسک کر بصرے میں پہنچنا شروع کر دیا تھا - ھوتے ھوتے ان کی تعداد دس ھزار تک پہنچ گئی تھی - انھی میں محمد بن اشعث بھی تھا - اب یہ لوگ جمع ھو کر مصعب سے ملے - محمد بن اشعث نے بات شروع کی ، اور کہا " اے امیر ! آپ کو اس کذّاب پر چڑھائی کرنے سے کونسی چیز مانع ھے - اس کذّاب نے ہمارے بہترین افراد کو تہ تیغ کر دیا ھے ، گھر گرا دیے ھیں ، ہماری جمعیّت پریشان کر دی ھے ، عجمیوں کو ہماری گردنوں پر سوار کر دیا ھے اور انھیں کُـھلی چھـٹی دے دی ھے کہ جس طرح چاھیں ہمارے مال و متاع کو لوٹیں اور برباد کریں - آپ اُس پر حملہ‌آور ھوں - ھم آپ کے ساتھ ھیں - علاوہ ازیں کوفے کے دیگر تمام عرب بھی آپ کے ساتھی اور مددگار ھوں گے جنھیں ھم اپنے پیچھے چھوڑ آئے ھیں " -

مصعب نے کہا " مختار نے تم پر جو جو زیادتی کی ہے میں اس سے بخوبی واقف ہوں لیکن مجھے اس پر چڑھائی کرنے سے جو شے روکتی ہے وہ یہ ہے کہ بصرے کے شاھسوار اور سردار موجود نہیں ۔ وہ تیرے ابن عم ! مہلّب کے ساتھ گئے ہوئے ہیں ، اور نواح کرمان میں ازرقیوں (خارجیوں) سے برسرِ پیکار ہیں ــ البتہ مجھے ایک تدبیر سوجھی ہے "۔

کہا " اے امیر وہ کیا ہے "۔

مصعب نے جواب دیا " تدبیر یہ ہے کہ میں مہلّب کو لکھوں اور حکم دوں کہ وہ ازرقیوں کو چھوڑے اور آدمیوں کو لے کر میرے پاس چلا آئے ۔ جب وہ آ جائے گا تو ہم مختار سے نبٹنے کے لیے تیار ہو جائیں گے " ۔ ابن اشعث نے کہا " آپ کی تدبیر بہت پسندیدہ ہے ۔ مہلّب کے نام خط لکھیے اور مجھے قاصد بنایے " ۔ چنانچہ مصعب بن زبیرؓ نے مہلّب کے نام خط لکھا اور ذکر کیا کہ اھلِ کوفہ پر کیا کیا آفت ٹوٹ رہی ہے ، کس کس طرح جنگ و پیکار نے تباھی مچا رکھی ہے ۔ مختار کی کارروائیاں بھی تفصیل کے ساتھ درج کر دیں " ۔

محمد بن اشعث ، مصعب کا خط لے کر چل دیا اور کرمان میں جا کے مہلّب کے حوالے کر دیا اور بیان کیا " اے ابن عم ! مختار کے ھاتھوں اھلِ کوفہ پر جو گزری تم اس سے آگاہ ہو اور مصعب نے جو کچھ تمھارے نام تحریر کیا ہے وہ بھی تم نے پڑھ لیا ہے " ۔

اس پر مہلّب نے قَطَری کے نام رقعہ لکھا ۔ وہ اُن دنوں ازارقہ کا سربراہ تھا ۔ خط میں ایک معیّن مدت تک کے لیے صلح کی خواھش کی اور پیشکش کی کہ اس ضمن میں تحریری پیمان ہو جائے اور جو عرصہ معیّن ہو جائے اس کے دوران میں جنگ بالکل بند رہے " ۔

قَطَری نے اس کی بات مان لی ۔ پھر دونوں کے مابین تحریری معاھدہ ہو گیا ۔ مدت صلح اٹھارہ ماہ قرار پائی ۔ اس کے بعد مہلّب نے اپنی ساری جمعیّت سمیت کوچ کیا اور بصرے میں جا پہنچا ۔ مصعب نے اھلِ بصرہ کے وظائف ادا کیے اور کوچ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا ۔

Marfat.com

مختار کو معلوم ہؤا تو اس نے احمر بن سلیط کو کماندار مقرر کر کے ساٹھ ہزار کا لشکر اس کے سپرد کر دیا اور حکم دیا کہ وہ بڑھ کر مصعب کے لشکر کی راہ روک لے اور ٹھیر جائے ۔ احمر بن سلیط اپنے لاؤ لشکر کو لے کر مذار کے مقام پہنچ گیا ۔ یہ وہی جگہ ہے جس طرف کا شِمر بن ذوجوشن نے رُخ کیا تھا کیونکہ وہ اہلِ بصرہ کی ملامت کے خوف سے بصرے میں داخل ہونے کی ہمت نہ کر سکا تھا ۔ اب احمر بن سلیط نے پچاس ہزار سوار اُس جگہ کی طرف روانہ کیے جہاں شِمر پناہ گزیں تھا ۔ ایک نبطی ان سواروں کی رہبری کر رہا تھا ۔ رات کا وقت تھا ، چاندنی چھٹکی ہوئی تھی ۔

جب شِمر کو ان کی آمد کا احساس ہؤا تو گھوڑا منگوایا اور سوار ہو گیا ، اس کے رفقاء بھی سوار ہو گئے تاکہ بھاگ نکلیں مگر اتنے میں یہ لوگ ان کے سروں پر جا پہنچے ۔ چنانچہ لڑائی چھڑ گئی ، اور شِمر اپنے جملہ رفقاء سمیت لڑتا ہؤا مارا گیا ۔ شِمر کا سر کاٹ کے احمر بن سلیط کے پاس لایا گیا ۔ احمر نے اسے مختار کے پاس بھیجا اور مختار نے محمد بن حنفیہ کی خدمت میں روانہ کر دیا ۔

اُدھر مصعب بن زبیر نے بھی اہلِ بصرہ کی جمعیّت کے ہمراہ مذار کی جانب باگ اٹھائی ۔ مُنذر بن جارود ان کا ساتھ چھوڑ کر اپنے اعزّہ کے ساتھ کرمان کی طرف بھاگ گیا اور وہاں جا کے عبدالملک بن مروان کے حق میں تبلیغ کرنے لگا ۔

مصعب منزلیں مارتے ہوئے مذار میں پہنچے ۔ احنف بن قیس بنو تمیم کی جمعیّت کے ساتھ ان کے آگے تھا ۔ اب فریقین نے ایک دوسرے پر چڑھائی کی ۔ خونریز جنگ ہوئی ، مختار کے ساتھی بھاگ اٹھے ، بےشمار مارے گئے ۔ جو بچے انہوں نے کوفے کی راہ لی ۔ مصعب ان کے تعاقب میں تھے ، اور کوفے تک تمام راہ انہیں کاٹتے رہے ۔ بسلامت کوفے میں پہنچنے والوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی ۔ أعشی ہمدان نے اسی موقع پر کہا تھا : ۔

Marfat.com

(۱) أَلَمْ يَبْلُغْكَ مَا لَقِيَتْ شِبَامُ
وَمَا لَاقَتْ عُرَيْنَةُ بالمذار !
(۲) أُتِيحَ لَهُمْ بها ضَرْبٌ طِلَحْقٌ
و طَعْنٌ بالمُثَقَّفَةِ الحِرَارِ !
(۳) كَأَنَّ سَحَابَةً صُعِقَتْ عَلَيْهِم !
فَعَمَّتْهُمْ هنا لِكَ بالدَّمَارِ !
(۴) وَمَا إِنْ سَاءَنِي مَا كَانَ مِنْهُمْ !
لَدَى الإِعْسَارِ مِنِّي واليَسَارِ !
(۵) ولكنِّي فَرِحْتُ و طَابَ نَوْمِي !
وَقَرَّ لِقَتْلِهِم مِنِّي قَرَارِي !

۱- کیا تجھ تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ بنو شِبام اور عُرینہ پر بمقام مذار کیا بیتی -
۲- ان پر شمشیر بے دریغ کے وار ہوئے ، اور انھیں مضبوط اور اعلی قسم کے نیزوں کا نشانہ بنایا گیا -
۳- یوں گویا اُن پر تباہی کی بدلیوں نے بے پناہ بجلیاں گرانا شروع کر دی تھیں -
۴- میرے دائیں بائیں ان پر جو گزری مجھے اس کا کوئی غم نہیں -
۵- بلکہ مجھے تو خوشی ہوئی - میں میٹھی نیند سویا ، اور میرے دل کو تسکین حاصل ہو گئی -

اب مصعب نے اپنے لشکر کے ساتھ کوفے کی راہ لی - دجلہ عبور کیا ، کسکر کے رخ نکلے - وہاں سے حَدِیثَۃُ التّفجار اور وہاں سے نجرانّیہ کی سمت کوچ کیا تاآنکہ کوفے کے قریب جا پہنچے -

مختار کا قتل

مختار کو بھی اطلاع مل گئی کہ اس کے ساتھی تہ تیغ کر دیے گئے ہیں چنانچہ اس نے اپنے باقیماندہ لشکر میں منادی کرا دی کہ تیار

Marfat.com

هو جائیں اور فوجیوں کو بہت سا اسلحہ اور مال و زر عطا کیا کہ وہ خوب مستحکم ہو جائیں ۔ اور انہیں لے کر مصعب کے مقابلے کی نیّت سے چل کھڑا ہؤا ۔ دونوں لشکروں کا نہر بصریّین پر آمنا سامنا ہؤا گھمسان کی جنگ ہوئی ۔ مختار کے بے شمار ساتھی مارے گئے ۔ اسی جنگ میں محمد بن اشعث اور عمر بن علیؓ بن ابی طالب علیہ السلام بھی کام آئے ۔ عمر کا واقعہ یہ ہے کہ وہ حجاز سے مختار کے پاس آئے تو مختار نے اُن سے کہا " تمہارے پاس محمد بن حنفیہ کی تحریر ہے "۔ عمر نے جواب دیا " نہیں میرے پاس ان کی تحریر تو نہیں ہے " ۔

اس پر مختار بولا " تو پھر جدھر جی چاہے چلے جاؤ ۔ مجھ سے کسی خیر کی توقع مت رکھو " ۔

عمر وہاں سے نکلے اور مصعب کی جانب روانہ ہو گئے ۔ راستے ہی میں کسی مقام پر ملاقات ہو گئی ۔ مصعب نے انہیں ایک لاکھ درہم سے نوازا ۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ ہی اس جنگ میں آن شریک ہوئے ۔ پھر جہاں اور لوگ مارے گئے وہاں وہ بھی ہلاک ہو گئے ۔

غرضیکہ مختار نے شکست کھائی اور کوفے کی راہ لی ۔ مصعب بھی اس کے تعاقب میں کوفے کے اندر چلے گئے ۔ مختار بڑھ کر قصرِ امارت میں قلعبند ہو گیا ۔ مصعب نے قصر کا سختی سے محاصرہ کر لیا ، جو چالیس روز تک جاری رہا ۔

محاصرے کی شدت کے باعث مختار کی جان پر بن گئی لہذا بے بس ہو کر سائب بن مالک اشعری سے جو اس کے خواص میں سے تھا کہا " اے شیخ ! آؤ نکلیں دین کی خاطر نہ سہی ۔ اپنے احساب ہی کے نام پر لڑ جائیں " ۔ سائب کے منہ سے نکلا " انا للہِ و انا الیہِ راجعون " ۔ پھر کہا " اے ابو اسحاق لوگ تو سمجھتے تھے کہ تم نے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں محض دینی حمیّت کی خاطر لیا ہے " ۔

مختار نے جواب دیا " نہیں میری جان کی قسم ! یہ محض دنیا طلبی تھی ۔ میں نے دیکھا کہ عبدالملک نے شام کا علاقہ دبا لیا ہے ۔ عبداللہ بن زبیرؓ حجاز پر قابض ہے ۔ مصعب بصرے پر مسلّط ہے ۔

Marfat.com

نجده حروری بھی یمامه و بحرین وغیرہ کا مالک بن بیٹھا ہے ، نیز عبداللہ بن خازم خراسان کا حکران ہے ۔ حالانکه میں ان میں سے کسی سے بھی کم نہیں ۔ مگر مقصد حاصل نه ہؤا ۔ آخر ایک طریقه سُوجھا اور وہ تھا خُونِ حسینؑ کے انتقام کی دعوت و تبلیغ ۔

ازاں بعد کہا " اے لڑکے میرا گھوڑا اور اسلحه لاؤ " ۔

اب اس کا آهنی ملبوس اس کے حوالے کر دیا گیا اس نے پہنا اور سوار ہو گیا ۔ سوار ہونے کے بعد کہا " جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس کے بعد زندگی پر اللہ کی پھٹکار ۔ اے دربان دروازہ کھول دے "۔ دربان نے دروازہ کھول دیا ۔

مختصر یه که مختار اپنے باوفا رفقاء کے همراہ باہر نکل آیا ، اور محاصرین سے خوب جان توڑ کر لڑا ، مگر اس کی جمعیّت کے پاؤں اکھڑ گئے اور پھر قصرِ امارت کی طرف چل دیا ۔ فقط مخلص اصحاب ساتھ رہ گئے ۔ جن کی تعداد کوئی چھ ہزار تھی ۔ باقی ساتھی تو قصر میں داخل ہو گئے مگر مختار اور اس کے تین صد ساتھیوں کی راہ مصعب کے آدمیوں نے روک لی ، اب مختار نے همراهیوں سمیت قصر کی دیوار کے ساتھ پناہ لے لی اور اپنے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہتا ہؤا لڑنے لگ پڑا حتٰی که ان (بیرونی) رفقاء کی اکثریت ہلاک ہو گئی ۔

اسی اثنا میں مہلب کے لشکر میں سے دو بھائیوں نے جن کا تعلق بنو حَنِیفَه سے تھا مختار پر حمله بول دیا ، اور تلوار کے ایسے وار کیے که اسے زمین پر گرا دیا ۔ پھر دونوں نے بڑھ کر اُس کا سر کاٹا ، اور مصعب کے پاس لے آئے ۔ مصعب نے انھیں تیس ہزار درهم انعام دیے ۔ قتلِ مختار کی یاد میں سوَید بن ابی کاهِلْ نے کہا تھا :-

(۱) یَالَیْتَ شِعْرِی مَتٰی تَغْدُو مُخَیَّسَةٌ
مِنَّا فَتُبْلِغُ أَهْلَ الْمَوْسِمِ الْخَبَرَا

(۲) اِنَّا جَزَرْنَا عَنِ الْكَذَّابِ هَامَتَهُ
مِنْ بَعْدِ طَعْنٍ وَضَرْبٍ يَكْشِفُ الْخُمُرَا

Marfat.com

۱- کاش مجھے معلوم ہو کہ ہمارے سدھائے ہوئے شُتر کب ہماری طرف سے اہلِ حج کو جا کے یہ اطلاع دیں گے -
۲- کہ ہم نے مختار دروغ گو کا غضبناک نیزہ زنی اور تیغ‌بازی کے بعد سر اتار دیا -

مصعب نے مختار کا سر عبداللہ بن عبدالرحمٰن کے ہاتھ عبداللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں بھجوا دیا -

عبداللہ کا بیان ہے کہ میں عشائے آخر کے وقت مکہ میں پہنچا - مسجد حرام میں گیا تو عبداللہ بن زبیرؓ نماز میں مشغول تھے - میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا ، مگر ابن زبیرؓ صبح تک نماز پڑھتے رہے - جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں ان کے قریب گیا اور مکتوبِ فتح ان کے حوالے کر دیا - انھوں نے پڑھ کر وہ مکتوب اپنے غلام کے سپرد کیا اور کہا اسے اپنے پاس رکھنا -

پھر میں نے کہا " اے امیرالمومنین میں یہ سر لایا ہوں "-

پوچھا " کیا مطلب " ؟

میں نے عرض کیا " انعام چاہتا ہوں " -

جواب دیا " یہی سر جو تم لائے ہو بطور انعام رکھ لو " -

میں نے سر کو وہیں چھوڑا اور واپس آ گیا -

عبداللہ بن زبیرؓ کا اقتدار

کہتے ہیں کہ جب مختار مارا گیا اور اقتدار کامل طور پر عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ میں آ گیا تو انھوں نے عبداللہؓ بن عباسؓ اور محمد بن حَنَفیّہ کے پاس پیغام بھیجا کہ یا تم دونوں میری بیعت کر لو ، یا میرا جوار ترک کر دو - چنانچہ وہ دونوں مکے سے نکلے اور طائف میں جا کے مقیم ہو گئے -

عبداللہ بن عباسؓ طائف ہی میں فوت ہو گئے - ان کی نماز جنازہ محمد بن حنفیہ نے پڑھائی ـــ کچھ عرصہ بعد محمد بن حَنَفیّہ طائف چھوڑ کر اُیلہ میں آ گئے اور عبدالملک بن مروان کے نام مکتوب لکھا کہ

Marfat.com

مجھے اجازت دیں ۔ میں آپ کی پناہ میں آ کے اقامت گزیں ہو جاؤں ۔ عبدالملک نے جواب دیا ’’ مُلکِ خدا بہت وسیع ہے ۔ مجھے آپ کی ضرورت نہیں ‘‘ ۔

چنانچہ محمد بن حنفیّہ نے وہ سال اَیلہ ھی میں بسر کر دیا ، اور وھیں فوت ھو گئے ۔

جب مختار قتل ھؤا ، اس وقت جزیرے کے اضلاع کی حکومت پر اس کی طرف ابراھیم اشتر مامُور تھا ۔ اب اس نے مصعب کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا اور امان طلب کی ۔ مصعب نے امان تحریر کر بھیجی اور اسے حاضر ھونے کو کہا ۔ ابراھیم آیا اور مصعب کے ھاتھ پر بیعت کر لی ۔ مصعب نے اسے ھر معاملے کا مختار بنا دیا ، اور اس پر بہت ھی مہربان رھا ۔

ھاں اور وہ چھ ھزار جو قصر میں داخل ھو گئے تھے دو ماہ سے بدستور محصور تھے ۔ حتیٰ کہ قصر میں مختار نے جس قدر رسد اکٹھا کیا تھا ختم ھو گیا ۔ لہذا انھوں نے امان طلب کی ۔ مصعب نے امان دینے سے انکار کر دیا اور کہا ’’ تمھیں غیر مشروط طور پر ھتھیار ڈالنا ھوں گے ۔ اس کے بعد میں جو چاھوں گا کروں گا ‘‘۔ محصورین نے پیغام بھیجا کہ ھمیں آپ کا فیصلہ قبول ھے ۔ ھم ھتھیار ڈال رھے ھیں ۔ فاقوں نے انھیں بے حال تو کر ھی رکھا تھا چنانچہ انھوں نے سر تسلیمِ خم کر دیا ۔

مصعب نے سب کو قتل کرا دیا ۔ وہ کل چھ ھزار تھے ۔ دو ھزار عرب اور چار ھزار عجم ۔

اب مصعب نے مختار کی دونوں بیویوں کو بلوایا ۔ ایک اُمّ ثابت بنت سُمرہ بن جُندَب اور دوسری عَمرہ بنت نعمان بن بشیر تھی اور ان سے کہا کہ وہ مختار سے بریّت کا اقرار کریں ۔

امّ ثابت نے تو بریّت کا اقرار کر لیا ، مگر امّ عَمرہ نے انکار کر دیا ۔ اس پر وہ مصعب کے حکم سے میدان میں لائی گئی اور وھاں اس کا سر اڑا دیا گیا ۔

Marfat.com

ایک شاعر نے اسی واقع سے متاثر ہو کر کہا تھا :

(۱) اِنَّ مِنْ أَعْجَبِ العَجائبِ عِنْدی
قَتْلُ بَیْضَاءَ حُرَّةٍ عُطْبُولِ !

(۲) قَتَلُوها بِغَیرِ ذَنْبٍ سَفَاهاً
اِنَّ لِلّٰہِ دَرَّها مِنْ قَتِیْلِ !

(۳) کُتِبَ القَتْلُ والقِتَالُ عَلَیْنا !
و عَلَی المُحْصَنَاتِ جَرُّ الذُیُولِ !

۱- کسی آزاد ، خوبرو ، دراز قد اور دلربا خاتون کا قتل میرے نزدیک حیرتناک ترین بات ہے -

۲- اُسے بغیر کسی گناہ کے موت کی آغوش میں سُلا دیا گیا - اُس کا قتل سراسر حماقت ہے ، قربان جاؤں ایسے مقتول کے -

۳- (ظالموں نے یہ نہ خیال کیا کہ) قتل اور قتال تو ہم مردوں کا حصہ ہے پاکدامن معزز حسیناؤں کا کام تو یہ ہے کہ دامن گھسیٹتی ہوئی مٹکتی پھریں -

اسی موقع پر سعید بن عبدالرحمٰن بن حسّان بن ثابت نے کہا تھا :

(۱) أَلَمْ تَعْجَبِ الاقوامُ مِنْ قَتْلِ حُرَّةٍ
مِنَ المُخْلِصَاتِ الدّینِ مَحْمُودَةِ الاَدب

(۲) مِنَ الغَافِلاتِ المؤمناتِ بَرِیئَةٍ
مِنَ الزورِ والبُهتانِ والشکِ والرَیبْ

(۳) عَلَیْنا کتابُ اللہ فِی القَتْلِ وَاجِبٌ
وَهُنَّ الضِّعَافُ فی الحِجَالِ وفی الحُجُبْ

(۴) فَقُلْتُ و لَمْ أَظْلَمْ أَعمرِو بن مالِکٍ
یُقَتَّلُ ظُلْماً لَمْ یُخالِف وَلَم یَرِبْ

(۵) ویَسْبِقُنا آلُ الزبیر بِوَتْرِنَا !
و نَحْنُ حُماةُ النّاسِ فی البَارِقِ الأَشیبْ

(۶) فاِن تُعْقِبُ الایّامُ مِنْهُم نُجازِهِم
عَلَی حَنَقٍ بالقَتْلِ والأَسْرِ ولحَنَبْ !

Marfat.com

۱- کیا لوگوں کو حیرت نہیں ہوئی کہ ایک مخلص دیندار خوش آداب اور آزاد عورت کا سر اڑا دیا جائے۔

۲- وہ ان ایماندار عورتوں میں سے تھی جو بیچاری بھولی بھالی ہوتی ہیں - جن کے کردار شک شبہے، الزام اور بہتان سے بالا ہوتے ہیں -

۳- کتاب الہی ہمارے پاس موجود ہے - ہمیں قتل کے معاملے میں اس کے مطابق عمل پیرا ہونا چاہیے - ان جھانجھروں اور پردوں والی صنفِ نازک کو کیوں دھر پکڑا جائے -

۴- میں نے کہا اور میرا یہ کہنا زیادتی نہ تھا کہ عمرو بن مالک کو کیوں بے گناہ مارا جا رہا ہے، اس نے نہ مخالفت کی تھی نہ اشتباہ پھیلایا تھا -

۵- ہم اہلِ عالم کے محافظ ہیں - بارق کے شاداب و شجردار گاؤں میں (آرام سے) پڑے ہوئے تھے مگر آلِ زبیر پہل کر کے ہماری عداوت مول لے رہی ہے -

۶- اگر زمانے نے مہلت دی تو ہم اُن سے قتل، قید اور کج روی کا پورا پورا انتقام لیں گے -

اب مصعب بن زبیر نے قصرِ کوفہ میں ڈیرے ڈال دیے - اپنی جانب سے عُمّال مقرر کیے، اور خراج وصول کرائے۔ بصرے کی حکومت پر عبیداللہ بن معمر تمیمی کو مامور کر دیا - اور مہلّب کو ازارقہ سے نبٹنے کے لیے واپس روانہ کر دیا -

کہتے ہیں کہ جب زمامِ اقتدار کامل طور پر عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ میں آ گئی اور شام کے سوا تمام ممالک نے ان کی سیادت قبول کر لی تو عبدالملک بن مروان نے اپنے بھائیوں اور خانوادے کے دیگر معززین کو جمع کیا اور کہا " مصعب بن زبیرؓ نے مختار کو مار ڈالا ہے - اور عراق اور عراق کے علاوہ دیگر ممالک نے بھی بالادستی قبول کر لی ہے - مجھے خطرہ ہے کہ اب وہ تمہارے ملک کے اندر آ کر تم پر حملہ بولیں گے اور ظاہر ہے کہ جس قوم پر اس کے صحن خانہ میں آ کے حملہ

Marfat.com

کیا جاتا ہے وہ ذلت سے کبھی بچ نہیں سکتی، لہذا بتاؤ کیا کیا جائے"۔

بشر بن مروان نے بات چھیڑی اور کہا "اے امیرالمومنین! میری رائے تو یہ ہے کہ اپنے سب ہاتھ پاؤں یکجا کر لیں۔ اپنے عساکر کو جنگ پر ابھاریں۔ دور نشین اعزہ واحباب کو بلا لیں، اور پھر مصعب کی طرف چل دیں۔ تاکہ گھوڑے گھوڑوں سے لڑیں اور پیادے پیادوں سے — رہی فتح تو وہ خدا کے ہاتھ میں ہے"۔

حاضرین نے کہا "یہ بالکل صحیح تجویز ہے۔ اسے عمل میں لایے۔ قوت ہمیں میسر ہے، اور ہم اٹھ چلنے کو تیار ہیں" — چنانچہ اس نے اپنے قاصد شامی اضلاع میں پھیلا دیے تاکہ سب لوگ آ کے اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں، اس طرح سارے شامی عساکر اکٹھے ہو گئے۔ اب عبدالملک ایک جرار لشکر کے ہمراہ روانہ ہو پڑا۔ کہیں بھی پڑاؤ نہ کیا۔

عراق پر لشکر شام کا غلبہ

مصعب بن زبیرؓ کو بھی عبدالملک کے کوچ کی اطلاع مل گئی۔ لہذا انھوں نے اپنے قریبی اور دور نشین عساکر و اصحاب کو اپنے پاس اکٹھا کیا اور پوری طرح تیار ہو کر مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ دَیرِ حانات کے مقام پر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہؤا۔ چنانچہ عدی بن زید بن عدی نے جو عبدالملک کے رفقاء میں شامل تھا اس کے ضمن میں کہا :-

(۱) لَعَمری لَقَد اَصحَرَت خَیلُنا
بِاَکنافِ دِجلَةَ لِلمُصعَبِ!

(۲) یَجُرُّونَ کُلَّ طَویلِ الکُعُوب
مُعتَدِلِ النَّصلِ والثَّعلَبِ!

(۳) بِکُلِّ فَتًی واضِحٍ وَجهُهُ
کَریمِ الضَّرائِبِ والمَنصِبِ!

۱- مجھے میری جان کی قسم کہ کنارِ دجلہ پر ہمارے سوار مصعب کے مقابلے میں آن پہنچے ہیں ۔

۲- ان سواروں کے ہاتھوں میں لمبی پوروں والے نیزے ہیں ، جنکی نوکیں متناسب نیزوں کے اندر دھنسی ہوئی ہیں ۔

۳- یہ سوار روشن چہرہ ، عالی خاندان اور خوش‌صفات نوجوان ہیں ۔

اب جو مصعب کے آدمیوں نے عبدالملک کے لشکرجرّار کو دیکھا تو ایک دوسرے کے پیچھے پناہ لینے لگے ۔ ان پر ہیبت سی طاری ہو گئی ۔ چنانچہ مصعب نے عُروہ بن مُغیرہ سے جو اس کے ہمرکاب تھا کہا " ذرا قریب آؤ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں " ۔

وہ قریب ہؤا — تو مصعب بولے " مجھے یہ بتاؤ کہ جب حسینؓ کو اسی جیسی صورتِ حال کا مقابلہ کرنا پڑا تھا تو انہوں نے کیا کیا تھا " ۔

عروہ کا بیان ہے کہ میں نے حسینؓ کا ماجرا کہہ سنایا ۔ انہیں بتایا کہ ابن زیاد نے کس طرح اُن سے سرِ تسلیم خم کرنے کو کہا تھا اور انہوں نے کس طرح انکار کر دیا اور پھر کس عزم کے ساتھ مرنے مٹنے پر تیار ہو گئے ۔

یہ سن کر مصعب نے اپنے گھوڑے کے پٹھے پر ڈنڈا مارا اور کہا : ۔

فاِنَّ الأُلٰی بِالطَّفِّ مِنْ آلِ ہاشمٍ
تأَسَّوا فَسَنُّوا لِلکرامِ التأَسِّیا !

" آلِ ہاشم کے وہ افراد جو مقام طف (نزد کربلا) پر خیمہ‌زن تھے بڑے صابر اور مستقل مزاج تھے ۔ وہ آبرومندوں کے لیے صبر و استقلال کی سنت قائم کر گئے " ۔

اُدھر عبدالملک نے مصعب کے سرداروں کو اپنی طرف مائل کرنے

Marfat.com

کے لیے چٹھیاں لکھیں ، اور ترغیب دی کہ وہ اس کی اطاعت کر لیں ۔ نیز اس مقصد سے ان پر خوب زر و مال خرچ کیا ۔ دیگر سرداروں کی طرح ابراہیم بن اشتر کو بھی لکھا ۔ ابراہیم وہ سربمہر مکتوب لیے مصعب کے پاس آیا اور پیش کر کے کہا " اے امیر ! یہ اُس فاسق عبدالملک بن مروان کا خط ہے " ۔

مصعب نے پوچھا " تم نے پڑھا تو نہیں " ؟

کہا " میں نے پسند نہ کیا کہ اسے کھولوں ، پہلے آپ پڑھ لیں ، پھر میں بھی پڑھ لوں گا " ۔ چنانچہ مصعب نے وہ مکتوب کھولا ۔ اس میں ذیل کی عبارت مرقوم تھی " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، خدا کے بندے عبدالملک بن مروان کی جانب سے ابراہیم بن اشتر کے نام ، " اما بعد ! میں جانتا ہوں کہ تم میری اطاعت سے محض بر بنائے ناراضگی گریزاں ہو ۔ میں فرات اور وہ سارا علاقہ جسے فرات سیراب کرتا ہے تمہارے سپرد کرتا ہوں ، لہٰذا اپنی قوم کے جُملہ افراد کے ہمراہ جو تمہارے تابع ہوں میرے ساتھ تعاون کرو ۔ والسلام " ۔

مصعب نے پوچھا " اے ابن نعمان ، پھر تمہیں کون سی شے مانع ہے " ؟ ۔

جواب دیا " اگر وہ کنارہ مشرق و مغرب کے مابین واقع ہر شے میرے حوالے کر دیں جب بھی میں اُمیّہ کے فرزندوں کی صفیّہ بیٹوں کے خلاف مدد نہ کروں گا " ۔

مصعب نے کہا " خدا تمہیں جزائے خیر دے " ۔

اس پر ابراہیم بن اشتر نے عرض کیا " اے امیر ! مجھے یقین ہے کہ عبدالملک نے جس مضمون کا خط میرے نام لکھا ہے اس مضمون کے خط آپ کے سارے سردارانِ عساکر کے نام لکھے ہوں گے اور وہ یقیناً اس کی جانب راغب بھی ہو چکے ہوں گے ۔ لہذا آپ مجھے اجازت دیں کہ میں انھیں قید کر دوں ۔ پھر جب آپ جنگ سے بصورت فتحیابی فارغ ہوں تو انھیں رہا کر کے اُن کے اعزّہ پر احسان کر دیں ۔ اور اگر صورت حال برعکس ہو جب بھی یہ اقدام حفظ ماتقدم کی خاطر بیجا نہ ہوگا ۔

Marfat.com

مصعب نے جواب دیا ” اگر میں ایسا کروں گا تو یہ لوگ میرے خلاف امیرالمومنین کے یہاں احتجاج کریں گے “ ۔ ابراھیم بولا ” خدا کی قسم آج آپ کا کوئی امیرالمومنین نہیں ہے ۔ آج حکم صرف موت کے ھاتھ میں ہے لہذا عزت کی موت مرجائیے “ ۔

مصعب نے کہا ” اے ابو نعمان یہاں عزت کی موت کے طلبگار یا تم ھو یا میں ـــ آؤ موت کا استقبال کریں “ ۔ ابراھیم بولا ” ٹھیک ہے ۔ خدا کی قسم میں تو یہی کچھ کروں گا “ ۔

کہا جاتا ہے کہ جب مصعب اپنے لشکر لے کر مقام دَیر جاثلیق میں پہنچے تو رُک گئے ، رات وھیں بسر کی ، صبح اُٹھ کے جو ابراھیم نے نظر دوڑائی تو دیکھا کہ جن جن لوگوں پر اسے (غدّاری کا) شبہ تھا وہ پردۂ شب میں کھسک کے عبدالملک کے پاس پہنچ گئے ھیں - لہذا آ کے مصعب سے کہا ” آپ نے میری رائے کو غلط پایا یا صحیح ؟ “ ۔

پھر دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کی طرف پیش قدمی کی اور گھمسان کا رن پڑا ۔ بنو ربیعہ جو مُصعَب کا میمنہ تھے مصعب سے یہ کہ کے الگ ھو گئے کہ ھم نہ تمھاری حمایت کرتے ھیں نہ تمھارے خلاف لڑتے ھیں “ ۔

اب مصعب کے ھمراہ فقط اھلِ حمیّت و وفا ھی رہ گئے ، جو آخر دم تک لڑتے رہے ۔ ابراھیم بن اشتر سب سے آگے آگے تھا ، اور وہ لڑتا لڑتا ھلاک ھو گیا ۔

جب مصعب نے یہ رنگ دیکھا تو موت سے بغلگیر ھونے کے لیے گھوڑے سے اتر پڑے ۔ ان کے جانثار رفقاء بھی گھوڑوں سے اتر پڑے ، اور ایک ایک کر کے ڈھیر ھو گئے ۔ باقی لشکر مصعب کے گرد سے چھٹ گیا ۔ اب عبداللہ بن ظَبیان نے پشت کی طرف سے حملہ کیا اور مصعب کے سر پر تلوار ماری ، مصعب اس کے حملے سے محض بے خبر تھے ، زخم کھا کر گر پڑے ۔ عبداللہ نے گھوڑے سے اتر کر اُن پر آخری اور کاری ضرب لگائی اور پھر سر تن سے جدا کر دیا ۔

جب وہ مصعب کا سر لے کر عبدالملک کے پاس پہنچا تو اسے شدید دکھ ہؤا ، اور کہنے لگا " قریش میں مصعب کا مثیل کہاں پیدا ہو گا ۔ کاش وہ صلح کر لیتا ۔ میں تو اپنا سب کچھ اپنے اور اس کے مابین بانٹنے کو تیار تھا " ۔

جب مُصعب بن زبیر مارے گئے تو اُن کے باقیماندہ آدمیوں نے عبدالملک سے امان طلب کی ۔ عبدالملک نے امان دے دی ۔ اس پر عبداللہ بن قیسِ الرّقیّات نے کہا :

(۱) لَقَدْ اَوْرَدَا الْمِصْرَيْنِ خِزْيٌ وَّ ذِلَّةٌ
قَتِيْلٌ بِدَيْرِ الْجَاثَلِيْقِ مُقِيْمٌ !

(۲) فَمَا صَبَرَتْ فِي الْحَرْبِ بَكْرُ بْنُ وَائِلٍ
وَلَا ثَبَتَتْ عِنْدَ اللِّقَاءِ تَمِيْمٌ !

(۳) وَلٰكِنَّهُ ضَاعَ الذِّمَارُ فَلَمْ يَكُنْ
بِهَا عَرَبِيٌّ عِنْدَ ذَاكَ كَرِيْمٌ !

۱۔ جاثلیق کے مقام پر قتل ہونے والے نے (قتل ہو کر) کوفہ و بصرہ پر دائمی ذلت و خواری مسلّط کر دی ۔

۲۔ اس جنگ میں بنوبکر بن وائل نے پامردی کا ثبوت نہ دیا ۔ اسی طرح بنو تمیم بھی مقابلے کی تاب نہ لا سکے ۔

۳۔ حق یہ ہے کہ وفا و حمیت مفقود ہو گئی ۔ کسی عرب نے بھی اس موقع پر آبرومند ہونے کا ثبوت نہیں دیا ۔

مصعب کا قتل ۷۲ھ جمادی الاول کے نصف میں بروز جمعرات واقع ہؤا تھا ۔

اب عبدالملک نے باگیں اٹھائیں اور کوفے پر قبضہ کر کے لوگوں کو بیعت کے لیے بُلایا ۔ چنانچہ انھوں نے آ کے اس کی بیعت کر لی ۔ پھر اس نے اپنے لشکر کو تیار کیا تاکہ اسے تہامہ کی جانب عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لیے روانہ کرے ۔ کمان قُدامہ بن مظعُون کے سپرد کی ، اور اسے کوچ کا حکم دے کر خود شام کی سمت لوٹ گیا ۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا قتل

جلد ہی بعد عبدالملک نے قُدامہ کو معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلے پر حجاج کو مامور کیا - حجاج نے رخصت ہو کر طائف میں ڈیرے ڈالے ــ ایک ماہ تک وہاں مقیم رہا ، اور پھر عبدالملک کو لکھا '' اے امیرالمومنین اگر آپ ابن زبیرؓ کو مہلت دیں گے تو وہ اپنی ذہانت کو کام میں لا کر لوگوں کو بھرتی ہونے کی ترغیب دیں گے - اپنے انصار کو اکٹھا کریں گے - نیز اُن کے ہزیمت خوردہ سپاہی بھی ان سے آن ملیں گے - اس سے ان کی قوت بڑھ جائے گی - مجھے اجازت دیں کہ میں ان سے جلدی نبٹ لُوں '' -

عبدالملک نے اجازت دے دی - چنانچہ حجاج نے اپنے آدمیوں سے کہا ''حج کے لیے تیار ہو جاؤ '' اس واقع کا تعلق ایّام حج سے ہے -

پھر وہ طائف سے کوچ کر کے مکّے جا پہنچا ، اور کوہ ابوقُبَیس پر منجنیقیں نصب کر دیں - اقَیشر اسدی نے اسی ضمن میں کہا تھا :

(۱) لَمْ أَرَ جَيْشاً غُرَّ بِالحَجِّ مِثْلَنَا
وَلَمْ أَرَ جَيْشاً مِثْلَنَا غَيْرَ مَاخُرِسِ !
(۲) دَلَفْنَا لِبَيْتِ اللهِ نَرْمِي سُتُورَهُ
بِأَحْجَارِنَا زَفْنَ الوَلَائِدِ فِي العُرُسِ
(۳) دَلَفْنَا لَهُ يَوْمَ الثَلَاثَاءِ مِنْ مِنًى
بِجَيْشٍ لِصَدْرِ الفِيلِ لَيْسَ بِذِي رَأسٍ !
(۴) فَإِلَّا تُرِحْنَا مِنْ ثَقِيفٍ وَ مُلْكِهَا
نُصَلِّ لِأَيَّامِ السَّبَاسِبِ وَالخَمْسِ !

۱- ایسا لشکر میں نے کبھی نہیں دیکھا جو ہمارے لشکر کی طرح ایّام حج میں نمودار ہؤا ہو ، اور ایسا لشکر بھی کبھی نہیں دیکھا جو ہمارے لشکر کی طرح چپ ہو ماسوا گونگوں کے لشکر کے -

Marfat.com

۲- ہم بیت اللہ میں پہنچے ، اور اس کے پردوں کو پتھروں کا نشانہ بنانے لگ پڑے - پتّھر اُن لڑکوں کی طرح تھے جو شادی بیاہ کے موقع پر اچھل کود رہے ہوتے ہیں -

۳- ہم مِنٰی سے منگل کے روز بیت اللہ کی طرف بڑھے تھے - ہمارے ہمراہ وہ لشکر تھا جو فیلِ بے سر کی طرح اندھا دُھند چلا جا رہا تھا -

۴- اگر ہمیں ثقیف اور اس کی حکومت (حجاج اور اس کے قبیلے کی حکومت) سے نجات نہ ملی تو مسیحی طریقے پر ایّام سباسب اور نَحشَس کے دوران میں نماز (حج) پڑھیں گے - (اگر حجاج کی حکومت ہے تو حج قتل و غارت کی نذر ہو گا اور ہمیں نصاریٰ کی عیدیں منانا پڑیں گی) -

یہ سن کر حجاج نے اسے ڈھونڈوایا مگر وہ بھاگ گیا — پھر حجّاج نے ابن زبیرؓ کا گھیرا تنگ کر دیا - ابن زبیرؓ حجاج کے مقابلے کی تاب نہ لا کر مسجدالحرام میں قلعبند ہو گئے -

حجاج نے منجنیقیں ابن خُزیمہ خثعمی کی تحویل میں دے دیں اور اُس نے حرم نشینوں پر پتّھر برسانے شروع کر دیے - وہ پتھر برسا رہا تھا اور یہ شعر گنگنا رہا تھا :

خَطّارَةٌ مِثْلَ الفَنِيقِ المُلْبِدِ
نَرمِي بِهَا عُوّاذَ أَهْلَ المَسْجِدِ !

” منجنیق جوان گھبرو اونٹ کی طرح بے پناہ ہے - ہم اس کے ذریعے حرم میں پناہ لینے والوں پر سنگ باری کر رہے ہیں “ -

جب ابن زبیرؓ اور ان کے آدمیوں کا محاصرہ سخت ہو گیا اور بنو سَہم اپنے دروازے سے باہر نکل گئے تو ابن زبیرؓ نے کہا :

فَرّتْ سَلاَمَانُ و فَرّتْ النَّمِرَ وَ قَدْ تَكُوْنُ مَعَهُمْ فَلاَ تَفِرْ

” بنو سلامان اور بنو نمر جو محصورین کے ساتھ تھے بھاگ گئے - مگر تُو نہ بھاگ “ -

اس دوران میں اہلِ شام نے ابنِ زبیرؓ کے پاس مسجد حرام

Marfat.com

میں آنا جانا شروع کیا مگر وہ ان پر سختی کرتے اور انھیں مسجد حرام سے باہر نکال دیتے — آخر ایک پتھر ان کے ماتھے پر لگا اور وہ زخمی ہو کر منہ کے بل گر پڑے۔ مگر پھر ہمت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ زبان پر یہ شعر تھا :

فلَسْنَا عَلَی الأَعْقاب تَدْمَی کُلُومُنا
ولٰکِنْ عَلَی أَقْدامِنا تَقْطُرُ الدِّما

" ہمارے زخم ہماری ایڑیوں پر خُون نہیں گراتے۔ ہمارے خون ہمارے پنجوں پر گرتے ہیں " ۔

ساتھ ہی انھوں نے اپنے آدمیوں کو کہا کہ " جو لوگ دروازے کے باہر کھڑے ہیں اُن پر حملہ کر دو ، میری جستجو میں ڈھیلے نہ پڑنا ، میں صف اوّل میں ہوں گا " — ابن زبیرؓ یہ کہ کے نکل گئے — ان کی فوج بھی ان کے ساتھ ہی نکل گئی۔ سبھی نے خوب جان توڑ کر جنگ کی ، تاآنکہ ابنِ زبیرؓ کے اکثر و بیشتر رفقاء ہلاک ہو گئے۔ خود ابن زبیرؓ کو بھی ہر جانب سے گھیر لیا گیا اور تلواریں مار مار کر شہید کر دیا گیا — پھر حجاج کے حکم سے ان کی نعش کو لٹکا دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو ان کی نعش کے پاس سے گزرے تو کہا " اے ابوبکر (ابن زبیرؓ) تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ خدا کی قسم تُو بڑا نمازی اور روزہ دار شخص تھا۔ یہ الگ بات ہے تُو نے دنیا کو اس کی حیثیت سے زیادہ وقعت دی حالانکہ وہ اس وقعت کی اہل نہ تھی۔ وہ جماعت جس کا گیا گزرا فرد تُو تھا ، بڑی ہی عالی قدر جماعت تھی" — ابن زبیرؓ کا قتل ۷۳ھ کے ماہ جمادی الآخر کی تیرھویں تاریخ کو منگل کے دن وقوع پذیر ہؤا تھا۔

جب عبداللہ بن زبیرؓ مارے گئے تو اُن کا بھائی عُروہ بن زبیرؓ حجاج کے خوف سے بھاگا اور شام میں پہنچ کر عبدالملک بن مروان سے پناہ کا طالب ہؤا۔ عبدالملک نے اسے پناہ دے دی اور اس کے ساتھ

Marfat.com

بڑا نیک برتاؤ کیا - چنانچہ وہ عبدالملک ہی کے یہاں رہ پڑا -

ادھر حجاج نے عبدالملک کو لکھا " عبداللہ بن زبیرؓ کا جملہ مال و متاع اس کے بھائی عُروہ کے قبضے میں ہے - اسے میرے پاس بھیجیے تاکہ میں اموال برآمد کروں" - اس پر عبدالملک نے ایک محافظ کو ہدایت کی کہ عُروہ کو حجاج کے یہاں لے جاؤ - اس پر عروہ نے کہا " اے بنو مروان ذلیل وہ نہیں جسے تم نے مار ڈالا ، ذلیل تو وہ ہے جو تمہارا محکوم ہو گیا " - عبدالملک کو احساس ندامت ہؤا اور اس نے عروہ کو چھوڑ دیا - ساتھ ہی حجّاج کو لکھ دیا کہ عروہ کے درپے نہ ہو - میں اسے تمہارے سپرد نہ کروں گا " -

حجاج یوم ِ حج تک مکے ہی میں مقیم رہا - نماز حج اُسی نے پڑھائی - ازاں بعد اس کے حکم سے کعبے کی عمارت ڈھا دی گئی اور اسے پہلی شکل پر استوار کر دیا - وہ آج تک اُسی صورت پر قائم ہے -

اُسی سال عبداللہ بن عمرؓ نے وفات پائی - ان کی عمر چوھتر برس تھی - انھیں مکے کے قریب " ذی طُوی " کے گورستان ِ مہاجرین میں سپرد خاک کر دیا گیا - ابن عمر کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی -- اسی سال سعید خدریؓ نے بھی وفات پائی ' نام ان کا سعید بن مالک تھا - رافع بن حُدَیج بھی اسی سال راھیٔ عدم ہوئے - بوقت وفات عمر چھیاسی برس تھی - کنیت ابو عبداللہ تھی -

عربی سکوں کی ڈھلائی

کہتے ھیں کہ ۷۶ھ میں عبدالملک نے درہم ڈھالنے کا حکم دیا - عبدالملک پہلا مسلمان تھا جس نے یہ سکتے ڈھلوائے -- ورنہ قبل ازاں عجم کے ڈھلے ہوئے درہم و دینار ھی سے کام لیا جاتا تھا - اُسی سال حضرت جابر بن عبداللہ نے انتقال کیا - وفات کے وقت ان کی عمر ستانوے برس تھی -

ابن اشعث اور اس کی فتنہ‌انگیزی

کچھ عرصے کے بعد عبدالرحمٰن بن اشعث بن قیس نے حجاج کے

خلاف بغاوت کر دی ۔ اس کی بغاوت کا باعث یہ تھا کہ ایک روز جب وہ حجاج کے پاس حاضر ہؤا تو حجاج نے (طنزاً) کہا "تم دیدارُو تو ہو"۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا "خدا کی قسم میں جہاندیدہ و پختہ کار بھی ہوں"۔ عبدالرحمٰن یہ کہ کے اٹھ کھڑا ہؤا ۔

حجاج نے حاضرین مجلس کے کہا "میں جب بھی اس کو دیکھتا ہوں یہی جی چاهتا هے کہ اس کا سر اڑا دوں" ــ عامر شَعبی بھی وہاں موجود تھا ــ

عبدالرحمٰن باہر نکل کر دروازے پر بیٹھ رہا تھا ۔ جب عامر شعبی باہر آیا تو عبدالرحمٰن نے اس سے پوچھا "کیا امیر نے میرے چلے آنے کے بعد بھی میرے بارے میں کچھ کہا تھا" ؟

شعبی بولا "وعدہ کرو کہ تم کسی اور کو نہ بتاؤ گے" ۔ اس نے وعدہ کر لیا ۔ چنانچہ شعبی نے بتا دیا کہ حجاج نے اس کے بارے میں کیا کہا تھا ۔ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا "خدا کی قسم میں پوری کوشش کروں گا کہ اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالوں" ۔

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے کوفے کے عابدوں ، زاهدوں اور قاریوں کو همخیال بنانا شروع کر دیا ۔

وہ کہتا تھا "اے لوگو! کیا تم اس جابر شخص ــ یعنی حجّاج ــ کو نہیں دیکھتے ؟ نہیں دیکھتے کہ وہ لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کر رہا ھے ۔ تمھیں خدا کی خاطر بھی غصّہ نہیں آتا ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سنت کو موت کی نیند سلا دیا گیا ھے ۔ احکام معطّل کر دیے گئے ھیں ۔ بدی علی الاعلان عمل میں آ رہی ھے ۔ قتل کُھلے بندوں ہو رہے ھیں ــ خدا کی خاطر جوش میں آؤ اور میرے ساتھ نکل کھڑے ہو ــ خاموشی تمھارے لیے حلال نہیں" ۔

وہ یہ اور اس طرح کی دیگر باتیں کہہ کہہ کر لوگوں کے دلوں میں غصے اور نفرت کا زہر اتارتا رہا ، تاآنکہ عابدوں اور قاریوں نے اس کی ھاں میں ھاں ملا دی ۔ اب اس نے ایک دن مقرّر کر کے ان سے وعدہ و پیمان لے لیا کہ وہ اس روز علمِ بغاوت بلند کر دیں گے ــ چنانچہ

Marfat.com

وہ بلا استثنٰے نکل کھڑے ہوئے۔ عوام ان کے پیچھے پیچھے تھے، اور وہ چلتے چلتے اہواز میں جا اترے۔ وہاں سے حجاج کو خط لکھا:

خَلَعَ المُلُوكَ وسَارَ تَحتَ لِوَائِہِ
شَجَرُ العُرى و عُرا، عُرالاَقوَام !

" اس نے بادشاہوں کی اطاعت کا جؤا اتار پھینکا، اور اس کے جھنڈے تلے عوام الناس کے علاوہ پختہ کار و کہنہ مشق افراد بھی جمع ہو گئے ہیں "۔

حجاج نے یہ خط عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا۔

عبدالملک نے جواباً تحریر کیا:۔

(۱) وَاِنّی واِیّاھُمْ کَمَنْ نَبّہٗ القَطَا
وَلَوْلَمْ یُنَبِّہْ بَاتَتِ الطَّیْرُ لاَتَسْرِی !

(۲) أَخَالُ صُرُوفَ الدَّھْرِ لِلْحَیْنِ مِنْھُمْ
سَتَحْمِلُھُم مِنّی عَلٰی مَرْکَبٍ وَعْرٍ !

۱۔ میری مثال ایک بھٹ تیتر کی سی ہے جو خموشی اور سکون سے شب بسر کر دینا چاہتا ہو اور ان لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سوئے ہوئے بھٹ تیتر کو چمکا دے۔

۲۔ میرا خیال ہے کہ گردش زمانہ انہیں تباہی سے ہمکنار کرنے کی خاطر مجھ جیسے بے قابو گھوڑے پر سوار کر دے گی (یعنی ان کا سابقہ مجھ جیسے سخت جان شخص سے پڑ جائے گا)۔

کہتے ہیں کہ اُسی روز عبدالملک کی خدمت میں ایک افریقی باندی تحفۃً پیش کی گئی۔ پیش کرنے والا موسیٰ بن نُصَیر تھا جو عبدالملک کی طرف سے سرزمین مغرب کا عامل تھا۔ وہ باندی حُسن میں یکتائے روزگار تھی۔ اس نے عبدالملک کے یہاں شب بسر کی مگر عبدالملک نے زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبا دیا، اور اس سے یہ کہ کے کنارہ کش ہو گیا کہ " اک تمنائے دلنشیں اور ہے

Marfat.com

جو تمھاری جانب متوجہ نہیں ہونے دیتی "۔ وہ بولی "کیا شے مانع ہے "۔ عبدالملک نے جواب دیا " ایک شعر جو ہماری ہی مدح میں کہا گیا ہے "۔

قومٌ اِذَا حَارَبوا شَدّوا مآزِرَ هُمْ
دُونَ النِّساء وَلَوْ باتَتْ بأطْهارِ !

" یہ وہی لوگ ہیں کہ جب درپے جنگ ہوتے ہیں تو عورتوں سے متعرّض نہیں ہوتے خواہ وہ نہائی دھوئی ان کے یہاں رات بسر کر رہی ہوں "۔

کہتے ہیں کہ عبدالملک کی سات ماہ تک یہی حالت رہی ، اور جب تک اسے عبدالرحمٰن بن اشعث کے قتل کی اطلاع نہ مل گئی ، وہ کسی عورت کے قریب نہ پھٹکا ۔

ہاں تو حجّاج نے ایّوب بن قِریّہ کو عبدالرحمٰن کی طرف روانہ کیا اور کہا " جاؤ اور اسے واپس حلقۂ اطاعت میں لے آؤ ، جو غلطی وہ کر چکا ہے میں اس سے درگزر کرتا ہوں ، اور اسے امان دیتا ہوں " ــ ابن القِریّہ عبدالرحمٰن کے پاس گیا ، اور اسے خُوب خُوب تلقین کی ۔ مگر عبدالرحمٰن نے کہا " ابن القَریّہ حد ہے ، کیا تمھارے نزدیک اس کی اطاعت جائز ہے ، کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے ، محرّمات کو حلال جان رہا ہے ۔ اے ابن القریّہ خدا سے ڈرو اور دنیا میں خدا کے بندوں کی مدد کرو "۔

غرضیکہ عبدالرحمٰن ابن القِریّہ کو ورغلاتا اور بہکاتا رہا تاآنکہ وہ اُس مقصد سے دستکش ہو گیا جس کی خاطر اسے بھیجا گیا تھا ، اور عبدالرحمٰن ہی کے پاس رہ پڑا ۔

اب عبدالرحمٰن نے اس سے کہا " میں چاہتا ہوں کہ حجّاج کو ایک مسجّع خط لکھوں ، جس میں اسے اس کی بداعمالی سے آگاہ کروں اور اس کی بدفطرتی اس پر اجاگر کر دوں لہذا تم مجھے املا کرا دو "۔

ابن القِریّہ نے جواب دیا " حجّاج میرے الفاظ اور اسلوب کو پہچانتا ہے "۔ عبدالرحمٰن نے کہا " گھبراؤ مت ، امید ہے کہ ہم اسے

Marfat.com

جلدی ٹھکانے لگا دیں گے "۔

چنانچہ ابن القریہ نے اِملا کیا اور عبدالرحمٰن نے لکھ دیا " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ! عبدالرحمٰن بن محمد کی طرف سے حجّاج بن یوسف کے نام : سلام ان پر جو اللہ کے اطاعت گزار ہیں ، وہ لوگ جو وحیٔ خدا وندی کے مطابق حکم دیتے ہیں ، خونِ بے گناہ نہیں گراتے ، احکام الٰہی کو معطّل نہیں کرتے ۔ میں خدا کا ثناخواں ہوں ۔ جس نے مجھے تمھارا مقابلہ کرنے کے لیے مبعوث کیا ہے ، اور مجھے تقویت دی ہے ، کہ تم سے بھڑ جاؤں ۔ اس وقت تمھارا پول کھل چکا ہے ۔ تمھارے معاملات گڈ مڈ ہیں ۔ ہوش و حواس غائب ہیں ۔ تم مبتلائے کرب ہو کیونکہ نہ حق کو پہچانتے ہو نہ صدق کا ساتھ دے سکتے ہو ، نہ چاک کو سی سکتے ہو ، نہ سِلے کو چاک کر سکتے ہو ۔ تم ایک مدت سے اپنے دائرۂ اختیار میں ستم ڈھاتے چلے آ رہے ہو ۔ لہذا کجی کی راہ میں ٹامک ٹوئیاں مارنا تمھارا مزاج بن گیا ہے ، اور شرارت تمھاری سرشت ہو کر رہ گئی ہے ۔ اپنی صورت حال کا بغور جائزہ لو ، اور اپنی کرتوتوں کی خوب چھان پھٹک کرو ۔ تمھیں یہ پتہ چلے گا کہ تم خود کامِ بے لگام ہو ۔ تمھارے گرد نافرمانوں کا گروہ ہے ، جنھوں نے تمھیں نمونہ و مثال بنا رکھا ہے ۔ یہ نمونہ ان کے لیے اتنا ہی متناسب ہے جتنا اُن کا جوتا ان کے پاؤں کے لیے ۔ اب تمھارا پالا جوانمردوں سے پڑا ہے ۔ اُن سے نبردآزما ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ ۔ یہ لوگ تلواروں اور نیزوں سے مسلّح ہوں گے ، اس وقت تم اپنی کرتوتوں کا مزا چکھو گے اور دیکھو گے کہ تمھاری کجروی نے تمھیں اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے والسلام "۔

جب حجّاج نے خط پڑھا تو ابن القریہ کے کلمات پہچان لیے اور جان گیا کہ یہ اُسی کی اِملا ہے ۔ چنانچہ اس نے عبدالرحمٰن کو جواباً تحریر کیا : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حجّاج بن یوسف کی طرف سے عبدالرحمٰن بن اشعث کے نام ۔ سلام ان پر جو اہلِ ورع ہیں نہ کہ ان پر جو اہلِ بدعت ہیں ۔ میں ثناخوانِ خدا ہوں ۔ جس نے تمھیں

Marfat.com

بصیرت دینے کے بعد تمھاری مت مار دی ، اور تم حلقۂ اطاعت اور جماعت سے تیر کی طرح نکل کر میدانِ کفران میں جا پڑے اور تشکر و امتنان سے رو گردان ہو گئے ــ اب تم نہ مسرت کے موقع پر خدا کا شکر کر سکتے ہو نہ مضرّت کے محل پر ہمت و استقلال سے کام لے سکتے ہو ۔ مجھے تمھارا خط ملا جس کے الفاظ اُس فاجر کی زبان سے نکلے ہیں جو عہدفراموش اور خیانت کار ہے ۔ خدا (مجھے) اس پر قدرت عطا کرے گا ۔ اور اس کا پول کھول دے گا ۔ اما بعد ! اب آؤ دو دو ہاتھ کر لیں ۔ ہمارے نیزہباز و شمشیرزن بہادرانِ مردافگن سے گلے مل لو ، تمھارے لیے یہ بات ڈینگیں مارتے رہنے سے زیادہ موزوں ہے ۔

سلام ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے ــ خدا سے ڈرے ، گناہ سے بچے "۔

اسی اثنا میں عبدالملک نے حجّاج کی طرف دس ہزار شامی شاہسوار روانہ کر دیے تاکہ وہ عبدالرحمٰن بن محمد سے نبٹ لیں ۔ جب یہ لشکر اس کے پاس پہنچا تو وہ جنگ پر کمر باندھ کر عبدالرحمٰن کی طرف روانہ ہو پڑا ۔ اہواز میں آمنا سامنا ہوا ، زوروں کی جنگ ہوئی ، جس میں عبدالرحمٰن کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ، اور وہ جدھر کو منہ آیا اُدھر کو بھاگ گیا ۔ اسی عالم میں وہ اپنے ایک ساتھی کے پاس سے گزرا جو بالکل برہنہ تن اور برہنہ پا تھا ، چلتا تھا اور لڑکھڑا کر گر پڑتا تھا ۔

اسے دیکھ کر عبدالرحمٰن نے کہا :

(۱) مُنْخَرِقُ الخُفَّيْنِ يَشْكُو الوَجَى
تَنْكُبُهُ أَطْرافُ مَرْوٍ حِدادِ !

(۲) أَخْرَجَهُ الخَوْفُ لَانُ عَنْ أَرْضِهِ
كَذلِكَ مَنْ يَكْرَهُ حَرَّ الجِلادِ

(۳) اِنْ كَانَ فِي المَوْتِ لَهُ راحَةٌ
فَالمَوْتُ حَتْمٌ فِي رِقابِ العِبادِ !

۱- پھٹے پرانے پاپوش والا شخص جو برہنہ پائی کے باعث مبتلائے

Marfat.com

کرب ہو ، جیسے آتشی پتھروں کی نوکیں چبھ رہی ہوں ۔
۲۔ جیسے " بیکسی " اُس کے وطن سے نکال لائی ہو ــ یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے جیسے گرمئی جنگ ناگوار ہو ۔
۳۔ موت اُس کے لیے وجۂ راحت ہو سکتی تھی ــ ویسے بھی موت سے کون بچ سکتا ہے ۔ یہ قضائے مبرم ہے جس سے چھٹکارا ممکن نہیں ۔

یہ سُن کے وہ آدمی بولا " تم نے کیوں پائداری کا ثبوت نہ دیا ، ہم تمہارے دوش بدوش لڑتے چلے جاتے " ۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا " کیا تمہارے جیسے لوگوں کی مدد سے سرحدوں کی حفاظت کی جا سکتی ہے ؟ "

بہ ہر حال عبدالرحمٰن چلتا چلاتا شاہِ تُرکان کے یہاں پناہ گزیں ہو گیا ــ جب عبدالملک کو معلوم ہؤا تو اس نے شاہ ترکان کو خط لکھا اور عبدالرحمٰن کی تفرقہ انگیزی ، رُو گردانی ، اور بغاوت کا ذکر کر کے خواہش ظاہر کی کہ اس کو واپس بھیج دیا جائے ــ خط پا کر شاہ ترکان نے اپنے طرخانوں (سرداروں) سے کہا " یہ شخص ابن اشعث بادشاہوں کا مخالف ہے ۔ مناسب نہیں کہ میں اسے پناہ دوں ، کیوں نہ اسے اس کے بادشاہ کے پاس بھیج دوں ، وہ اس کے ساتھ جو سلوک چاہے کرے " ۔

چنانچہ اُس نے اپنے ایک صد معتمد اس کے ہمراہ روانہ کر دیے ــ انھوں نے ابنِ اشعث کو بہ دورانِ راہ ایک گاؤں کے اندر ایک حویلی میں اتارا ۔ وہ حویلی کی چھت پر چڑھ گیا ، اور منڈیر پر سے کود کر راہئ عدم ہو گیا ۔

اُدھر ایّوب بن القِریّہ دیگر کئی دوستدارانِ اشعث کے ہمراہ گرفتار ہو گیا ، اور اسے لا کے حجّاج کے پیش کر دیا گیا ۔ جب وہ روبرو ہؤا تو حجّاج نے کہا " اے دشمنِ خدا میں نے تمھیں عبدالرحمٰن کے پاس قاصد بنا کے بھیجا تھا مگر تو اس کام سے دستکش ہو کر جس کی خاطر تجھے روانہ کیا گیا تھا عبدالرحمٰن کا وزیر و مشیر

بن بیٹھا "۔

اس پر ابن القریہ نے جواب دیا " خدا امیر کو صلاحیت بخشے ، وہ شیطان تھا کہ انسانی پوست میں پنہاں تھا ۔ اس نے مجھے اپنے جادو سے موہ لیا اور اپنی باتوں سے میری مت مار دی ۔ چنانچہ میری زبان وہ کچھ کہتی رہی جو کچھ دل میں نہ تھا " ۔

اس پر حجاج بولا " اے زنِ فاحشہ کے فرزند تو غلط کہتا ہے ، تیرا دل منافق تھا ، زبان موافق تھی ۔ لہذا جو کچھ خدا نے ظاہر کیا تھا تو نے اسے چھپا لیا ، اور ایک ایسے فاسق کی اطاعت قبول کر لی جسے خدا نے بے یارو مددگار کر رکھا تھا ۔ اس حرکت نے تجھ میں کونسا جوہر باقی رہنے دیا " ۔

ابن القریہ بولا " میرا جدت طراز ذہن اور میری حاضر جوابی " ۔

حجاج نے کہا " دنیا کے بارے میں تیرا علم کیسا ہے " ۔

بولا " اے امیر ! مجھ سے جس سر زمین کے بارے میں چاہو پوچھ دیکھو ؟ " ۔

حجاج نے کہا " مجھے مکران کے بارے میں کچھ بتا " ۔

بولا " وہاں کا پانی کمیاب ، کھجور گلوگیر ، میدان سنگلاخ ، ڈاکو جگردار ، لشکر زیادہ ہو گا تو بھوکا مر جائے گا کم ہو گا تو ضائع ہو جائے گا "۔

کہا " اچھا تو خراسان ؟ "

بولا " وہاں کا پانی منجمد ، دشمن پیکر کینۂ و ضِد ، باشندوں کی جنگ شدید ۔ ان کی فطرت بدی سے معمور اور نیکی سے دور ہے "۔

کہا : "اچھا تو یمن" ۔

بولا : "یمن سر زمینِ عرب ہے اور کانِ زر "۔

کہا : "اچھا تو عمان "۔

بولا : " گرمی وہاں کی شدید ہے ، شکار موجود ہے ، باشندے غلام ہیں" ۔

Marfat.com

کہا : ''اچھا تو بحرین ؟''
بولا : ''دو صدر مقاموں کے مابین یہ ٹکڑا ایک حسینۂ نازنیں کی حیثیت رکھتا ہے ۔ یہ دو سمندروں کے مابین ایک جنت ہے ۔''
کہا : ''اچھا تو مکہ ؟ ''
بولا : ''لوگ تند مزاج ہیں مگر ان کی فطرت میں وفا ہے'' ۔
کہا : ''اچھا تو مدینہ ؟''
بولا : ''صاحبِ لطف و کرم ، دارائے خیروشر ''۔
کہا : ''اچھا تو بصرہ ؟''
بولا : '' گرمی ناگوار پانی نمکین اور چشمے راھی'' ۔
کہا : ''اچھا تو کوفہ ؟''
بولا : ''قصبۂ حاۃ وکہنہ کے مابین جنت ، عراق اس پر ٹوٹا پڑتا ہے ۔ شام اس پر نعمت برساتا ہے ، فضا شام سے کم سرد ، اور حجاز سے کم گرم'' ۔
کہا : ''اچھا تو شام ؟''
بولا : ''وہ زنانہ محفل کی دلھن ہے ، مال و زر اس کی جانب کھنچے چلے آتے ہیں ۔ وھاں بہادرانِ شیردل بستے ہیں'' ۔
کہا '' تیری ماں تجھ پر بین کرے تُو ھی تو ابن اشعث کی طرف سے خط لکھتا تھا ؟ کیا تجھے یہ معلوم نہ تھا کہ جو تفرقہ پردازی کرے وہ میرا مصاحب نہیں ھو سکتا ، اور جو منافقت کرے میرا مقرّب نہیں بن سکتا ''۔
بولا : اے ''امیر ! میری جان بخشی کرو ؟''
کہا : ''کیوں'' ۔
بولا : ''تاکہ میں نے جو غلطی کی ہے اس کا ازالہ کر سکوں'' ۔
کہا '' نہیں ــ تاکہ تُو عہدِ شکنی کے بعد غدّاری کرے اے لڑکے ذرا دینا میری برچھی '' —
اس پر ابن القریہ نے کہا '' مجھ سے تین باتیں سن لے ، جو میرے بعد ضرب المثل ہوں گی ۔

Marfat.com

حجّاج بولا '' سناؤ ''۔

بولا : '' ہر گھوڑا ٹھوکر کھاتا ہے۔ ہر دانشمند غلطی کرتا ہے، اور ہر بہادر (کا وار) چوکتا ہے''۔

اس کے بعد حجّاج نے برچھی اس کی چھاتی کے اُبھار میں چبھو کر پیٹ تک اتار دی، پھر خوب ہلایا، جھنجوڑا اور نکال لیا۔ برچھی کے نکلتے ہی سیاہ خُون پھوٹ بہا۔

یہ دیکھ کر حجّاج نے کہا '' یوں تو اونٹ کی رگِ گردن بہتی ہے ''۔

اب ابن القریہ نے ایڑیاں رگڑنا شروع کر دیں، آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔ حجاج کی نگاہیں اس پر جمی رہیں تاآنکہ وہ چل بسا ۔ اسے کھال کی چٹائی میں لپیٹ کر اٹھا لیا گیا، اور حجّاج بولا '' کیا کہنے تیرے اے ابن القریہ، تیری رحلت نے ہمیں کس ادب سے محروم کر دیا، ہم نے تجھ سے کیا کیا مرصع باتیں سنی تھیں ''۔

اتنے میں حضرت انس بن مالکؓ داخل ہوئے۔

حجّاج نے اُن سے کہا '' دور ہو جاؤ میری آنکھوں سے، تم ایک دن مختار کے ساتھ ہوتے ہو تو ایک دن ابن اشعث کے ساتھ، فتنہ گاہوں کی خوب سیر کرتے ہو۔ خدا کی قسم جی چاہتا ہے تمہیں یوں پیس ڈالوں جیسے چکی کے دو پاٹ پیس ڈالتے ہیں ۔ چاہتا ہوں کہ تمہیں نیزوں کا ہدف بنا لوں ''۔

انس نے کہا : خدا امیر کو صلاحیت بخشے اس کی مراد کس سے ہے؟

حجّاج بولا : میری مراد تمہیں سے ہے۔ خدا تمہارے کان بہرے کرے۔

یہ سن کر انس بن مالکؓ اپنے گھر کی جانب لوٹ گئے، اور اسی وقت عبدالملک بن مروان کے نام خط لکھا '' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ خدا کے بندے عبدالملک کے نام، انس بن مالکؓ کی طرف سے۔ امّا بعد! حجّاج نے مجھ سے بدکلامی کی ہے، اور مجھے ناسزا سنائی

Marfat.com

ہیں ۔ میں اس کا سزاوار نہ تھا ۔ اسے باز رکھیں اور اس کے خلاف میری مدد کریں ۔ والسلام "۔

جب عبدالملک نے یہ خط پڑھا تو غصے سے لال پیلا ہو گیا ، اور حجاج کے نام لکھا " دُورباش ، اے ابن یوسف ، میں چاہتا ہوں کہ تم انس رض کے بارے میں امیرالمومنین کی رائے جان لو ۔ اگر وہ تمھیں بھا جائے گی تو بھاگے چلے جاؤ گے ۔ اگر نہ بھائے گی تو انھیں قدموں پر لوٹ آؤ گے ۔ اے زنِ گرم اختلاط کے فرزند کیا تم بھول گئے ہو کہ طائف میں تمھارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے ۔ اُن کا کام تھا کنوئیں کھودنا ، بند باندھنا ، اور اپنی پیٹھ پر پتھر ڈھونا ۔ کیا اب امیرالمومنین کے حق میں تمھاری خیرہ چشمی اتنی بڑھ چلی ہے کہ تم خادمِ رسول ص کی شان میں گستاخی کرنے لگے ہو ۔ انس رض نے رسولِ خدا کی چھ برس خدمت کی ۔ آپ ص انھیں اپنا راز دار جانتے تھے ۔ خدا کی طرف سے آپ ص کو جو آگہی حاصل ہوتی تھی اس سے بھی انھیں مطلع کر دیا کرتے تھے ۔ پس جب تمھیں میرا یہ خط ملے تو اُسی وقت پیادہ پا جا کے انس رض سے معافی مانگو اور اُن سے میرے نام خط لکھواؤ جس میں مرقوم ہو کہ وہ تم سے راضی ہو گئے ہیں ۔ والسلام "۔

جب عبدالملک کا یہ خط حجّاج کو ملا تو اُس نے اُن احباب سے جو ارد گرد تھے کہا " آؤ ابو حمزہ (حضرت انس رض) کے یہاں چلیں"۔ چنانچہ پیادہ پا ان کے گھر کی راہ لی ، اور حاضر ہو کر انھیں عبدالملک کا خط پڑھ کر سنا دیا ۔ اس پر حضرت انس رض نے کہا " خدا امیرالمومنین کو جزائے خیر دے ، مجھے اُن سے یہی توقع تھی "۔

اب حجاج نے کہا " آپ کو حق پہنچتا ہے کہ مجھے بُرا بھلا کہیں اور سر زنش فرمائیں ۔ میں آپ کی رضا کا خواستگار ہوں ۔ آپ امیرالمومنین کے نام اپنی خوشنودی کا خط تحریر کر دیں "۔ چنانچہ حضرت انس رض نے خط لکھ دیا کہ وہ حجّاج سے راضی ہو گئے ہیں اور یہ تحریر حجاج کے حوالے کر دی ۔ حجاج نے اسے بذریعہ برید

Marfat.com

عبدالملک کے پاس بھجوا دیا ۔

عبدالملک بن مروان کا انجام

کہتے ہیں ۸۶ھ میں عبدالملک کا وقت آخر آ گیا تو اس نے اپنے بیٹے ولید کے لیے بیعت لے لی ۔ اس کے بیٹوں کے اسماء یہ تھے ۔ ولید ، سلیمان ، یزید ، ھشام ، مَسلمہ ، محمد ۔

بیعت لینے کے بعد ولید سے کہا " اے ولید جب تو مجھے دفن کر چکے تو ایسا نہ ہو کہ کسی احمق لونڈی کی طرح آنسو بہاتا رہے ۔ تیرے لیے یہ بات ہرگز زیبا نہ ہو گی ، بلکہ فوراً مستعد و تیار ہو جانا ۔ چیتے کی کھال اوڑھ لینا ، اور لوگوں کو دوبارہ بیعت کرنے کی دعوت دینا ۔ پھر جس کسی نے سر کے اشارے سے کہا " یُوں " تو تُو اُسے بزبان تیغ جواب دے کہ " یوں " ۔ اس کے بعد نہایت شدید بخار میں مبتلا ہو گیا ۔

صبح ہوئی تو ولید آیا ، اور درِ مجلسِ خاص پر کھڑے ہو کر پوچھا " امیرالمومنین کی رات کیسے گزری ؟ " اس وقت عبدالملک کو عورتوں نے گھیر رکھا تھا ۔

ولید سے کہا گیا کہ امید ہے خدا صحت بخشے گا ۔

عبدالملک نے یہ بات سنی تو کہا :

وَكَمْ سَائِلٍ عَنَّا يُرِيدُ لَنَا الرَّدَى
وَكَمْ سَائِلاتٍ وَالدُّمُوعُ ذَوَارِفُ

" ہمارا حال پوچھنے والے کتنے ہی ہیں جو ہماری فنا کے خواستگار ہیں ، اور پوچھنے والی کتنی ہی ہیں جو زار و قطار رو رہی ہیں" ۔

پھر عبدالملک نے عورتوں کو چلے جانے کی ہدایت کی ، چنانچہ وہ رخصت ہو گئیں ۔

جلد ہی بعد بنو امیّہ کے افراد حاضر ہوئے ۔ جن میں یزید کے دو بیٹے خالد اور عبداللہ بھی شامل تھے ۔ ولید نے ان دونوں سے کہا

" اے یزید کے بیٹو ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں ولید کی بیعت سے مستثنٰے کر دوں ؟

وہ بولے " معاذاللہ اے امیرالمومنین " ۔

عبدالملک نے کہا : " اگر تم کوئی اور جواب دیتے تو میں ابھی اپنی اس حالت کے باوصف تم دونوں کے قتل کا حکم دے دیتا "۔

اس کے بعد لوگ رخصت ہو کر چلے گئے ۔ جب عبدالملک کے درد نے شدت اختیار کی تو اس نے حسبِ حال امیہ بن ابی الصلتؓ کا یہ شعر پڑھا :

لَیۡتَنِی کُنۡتُ قَبۡلَ مَاقَدۡ بَدَالِیۡ
فِی قِلَالِ الجِبَالِ أَرۡعَی الوُعُوۡلَا

جو کچھ اب مجھ پر ظاہر ہؤا ہے کاش میں اُس سے قبل پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہاڑی بکرے چرایا کرتا ۔

اور پھر ابھی اس روز کا سورج غروب نہ ہؤا تھا کہ وہ چل بسا ۔

عبدالملک کی مدت حکومت اکیس برس اور چھ ماہ تھی ۔ وفات کے روز اس کی عمر اٹھاون برس تھی ۔ اکیس برس میں سے سات برس عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف لڑتے گزر گئے ۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد اس کے ہاتھ میں اقتدار ساڑھے تیرہ برس رہا ۔

ولید بن عبدالملک

ولید اپنے والد کے یہاں سے اٹھ کر بڑی مسجد میں آیا ، اور لوگوں نے اس کے پاس حاضر ہو کر بیعت کر لی ۔ اب ولید نے عمر بن عبدالعزیز بن مروان کو حرمین کا گورنر مقرر کر دیا ـــ انھوں نے جا کے مدینے میں ڈیرہ ڈال دیا ، اور وہاں کے دس فاضل‌ترین بزرگوں کو بُلوا بھیجا ۔ اُن میں عُروہ بن زبیر ، عبیداللہ عُتبہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام ، ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ ، سلیمان بن یسار ، قاسم بن محمدؒ اور سالم بن عبداللہ شامل تھے ۔ جب وہ اکٹھے ہو کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے تو انھوں نے کہا " آپ اصحاب جان

Marfat.com

لیں کہ میں کوئی بھی فیصلہ آپ لوگوں کی رائے اور مشورے کے بغیر نہ کروں گا ۔ لہذا مجھے مشورہ دیتے رہا کریں "۔

سب نے جواب دیا " اے امیر! ہم ضرور مشورہ دیا کریں گے ۔ خدا آپ کو اس نیک ارادے کے بدلے میں ایسی ھی جزائے خیر دے جو خدا کی رضا جوئی کو ترجیح دینے والوں کو دی جاتی ھے "۔

یہ کہ کے وہ لوگ رخصت ہو گئے ۔

حرم نبوی کی اصلاح و ترمیم

کچھ عرصے کے بعد ولید نے عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ جو مکانات مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد واقع ھیں انھیں خرید لیں اور انھیں مسجد کے رقبے میں شامل کر کے عمارتِ مسجد کی تجدید کریں ۔ ساتھ ھی اس نے شاہ روم کو خط لکھ کر اپنے مقصد سے آگاہ کیا اور خواھش ظاھر کی ، کہ جس قدر ٹائلیں ممکن ھوں بھجوا دے ۔ چنانچہ اس نے موزیک‌دار ٹائلیں چالیس اونٹوں پر بھجوا دیں ۔ ولید نے انھیں عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھجوا دیا ۔ عمر نے مسجد گروا دی ۔ رقبے میں توسیع کر کے پھر تعمیر کروایا اور ٹائلوں سے سجا دیا ۔

بخارا و سمرقند کی فتح

حجاج کی جانب سے خراسان کی حکومت پر قُتَیبہ بن مسلم باھلی مامور تھا ۔ اسے حجّاج نے لکھا کہ دریائے بلخ کو عبور کر کے اُدھر کا ملک مسخّر کرے ۔ چنانچہ قتیبہ نے تیاری کی ، اور اس لق و دق صحرا میں سے گزرتا ھؤا جو شھر مرو اور آموھیہ کے درمیان ھے اور جو ریت کے ٹیلوں اور گھنی جھاڑیوں پر مشتمل ھے آموھیہ جا پہنچا ۔ وھاں سے دریا کو عبور کیا اور بخارا میں جا اترا ۔

اس منطقے کے بادشاہ کو " صُول " کہتے ھیں ۔ اس کی حکومت پورے ماوراءالنھر میں پھیلی ھوئی تھی ۔ اس نے اپنا لشکر لیا اور قتیبہ کے مقابلے بر آ گیا ۔ قُتیبہ نے اسے شکست دی ، اور وہ بھاگ کے صفاھان کی طرف چلا گیا ۔ قُتَیبہ نے بخارا کی چھاردیواری تعمیر کرائی

Marfat.com

اور ایک شخص کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا ۔ خود سُغد میں جا پہنچا اور وہاں کے عظیم ترین شہر یعنی سمر قند کا سختی سے محاصرہ کر لیا ۔ یہ محاصرہ کئی ماہ جاری رہا ۔ ایک روز حاکم نے قتیبہ کے پاس ایک قاصد بھیجا جس نے پیغام دیا کہ اگر تم میرے شہر کے دروازے پر تمام عمر بسر کر دو جب بھی اسے فتح نہ کر سکو گے ۔ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کی کتب میں لکھا ہؤا دیکھا ہے کہ اس شہر پر فقط ایک شخص قابض ہوگا ۔ نام اس کا بالان ہو گا ، تم وہ نہیں ہو ، لہذا جاؤ ، اپنا کام کرو " ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب قتیبہ والئی سمرقند کے مقابلے سے عاجز آ گیا تو اس نے ایک حیلہ تراشا ، وہ یہ کہ بہت سے صندوق تیار کرائے جن کے تلے میں دروازہ تھا ۔ وہ دروازہ اندر ھی سے بند ھوتا تھا ، اندر سے ھی کھلتا تھا ۔ ہر صندوق میں ایک زرہ پوش مرد تلوار سمیت داخل کر دیا ، اور اوپر کا ڈھکنا مقفل کر دیا ۔

ازاں بعد حاکمِ شہر کے پاس پیغام بھیجا " کہ اگر معاملہ اسی طرح ہے (جیسا تم لوگ بیان کرتے ہو) تو میں تمھیں چھوڑ کر صغانیان اور اس کے نواح کی راہ لیتا ھوں ، مگر میرے یہاں کچھ فالتو مال اور اسلحہ ہے ۔ میرے حق میں امانت روا رکھو اور ان صندوقوں کو اپنے یہاں بحفاظت رکھوا لو ، پھر بشرطِ سلامتی جب میں تمھاری طرف واپس آؤں گا تو میرے سپرد کر دینا ۔

والئی سمرقند نے یہ بات مان لی ۔ قتیبہ نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ آدھی رات کو صندوقوں کے دروازے کھول کر نکل آئیں ، اور دروازۂ شہر پر آ کے اسے کھول دیں ۔ بہر حال والئی سمر قند کے کے حکم سے صندوقوں کو شہر میں داخل کر لیا گیا ۔

جب رات چھا گئی اور لوگ آرام کرنے لگے تو قتیبہ کے آدمی (صندوقوں سے) نکل آئے ۔ زرہیں پہن رکھی تھیں ، تلواریں ھاتھ میں تھیں ، جو بھی ان کے سامنے آتا اُس کا سر اڑا دیتے تاآنکہ دروازۂ شہر پر جا پہنچے اور پاسبانوں کو ھلاک کر کے دروازہ کھول دیا ۔

Marfat.com

قُتَیبہ لشکر سمیت شہر میں گھس آیا ، بھگدڑ مچ گئی ۔ حاکمِ شہر ایک سرنگ کی راہ سے نکل بھاگا اور بادشاہ سے جا ملا ۔ سمرقند قُتَیبہ کے قبضے میں آ گیا ، اور وہاں اُس نے ایک شخص کو اپنا نائب مقرر کر دیا ــ وہاں سے قُتیبہ صغانیاں پہنچا ۔ بادشاہ اس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر ترکوں کی مملکت کے اندر دُور تک بھاگا چلا گیا اور سارا ملک قتیبہ کے لیے چھوڑ دیا ۔ قتیبہ نے صغانیاں پر قبضہ کر لیا ، اور کش و نسف کی طرف اپنے حاکم مقرر کر کے روانہ کر دیے ۔ رفتہ رفتہ اس نے سارا ماوراءلنہر اور سارا تخارستان مسخّر کر لیا ۔ غرضیکہ خراسان کا کوئی حصہ مسخّر کیے بغیر نہ چھوڑا ۔

قتیبہ کئی سال تک خراسان کی حکومت پر مامور رہا حتٰی کہ اس کے لشکر نے باغی ہو کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا ــ قتیبہ کے قتل کے بعد ولید بن عبدالملک نے جرّاح بن عبداللہ حَکَمی کو خراسان کا حاکم مقرر کر دیا ۔

ولید بن عبدالملک نے ۹۱ھ میں حج کیا ۔ اُس وقت تک عمر بن عبدالعزیز تعمیر مسجد سے فارغ ہو چکے تھے ۔ ولید مسجد میں داخل ہؤا اور گھوم پھر کر اس کی تعمیر کا معائنہ کیا ۔

ولید کے زمانے میں صحابہ کرام کی نہایت ہی تھوڑی سی تعداد باقی رہ گئی تھی ۔ ان میں سہیل بن سعد ساعدیؓ نے جنکی کنیت ابوالعباس تھی اور مدینہ میں مقیم تھے ولید کی خلافت کے آخری حصے میں وفات پائی ۔ وفات کے دن ان کی عمر سو برس تھی ۔ دوسرے بزرگ جو مدینے میں موجود تھے ، وہ جابر بن عبداللہؓ تھے ۔ بصرے میں انس بن مالکؓ تھے ، کوفے میں عبداللہ بن ابی اَوفٰیؓ اور شام میں ابُو اُمامہ باھلیؓ ۔

حجاج کی موت

ولید کی خلافت کے پانچویں برس حجّاج نے بمقام واسط چوّون برس کی عمر میں وفات پائی ۔ اس نے عراق پر بیس برس حکومت کی ،

پندرہ برس عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانے میں اور پانچ برس ولید کی خلافت کے دور میں۔ اس نے اپنی وفات سے چالیس روز قبل سعید بن جُبیر کو قتل کرایا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب مرض نے طول پکڑا تو وہ ھذیانی کیفیت میں کہا کرتا تھا "اے ابن جُبیر، میرا تجھ سے کیا واسطہ؟" — قتل کے وقت سعید بن جُبیر کی عمر ۴۹ برس تھی، کُنیت ابوعبداللہ تھی اور رشتہ وِلا بنو اسیّہ سے تھا۔

سلیمان بن عبدالملک

جب ولید کو خلیفہ بنے نو سال اور چھ ماہ ہو گئے تو اُس کی موت کا وقت آن پہنچا، چنانچہ اس نے حکومت اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کو تفویض کر دی — سلیمان کی بیعت جمادی الآخر ۹۶ھ میں کی گئی تھی۔

اس وقت وہ سینتیس برس کا تھا۔ سلیمان دو برس اور آٹھ ماہ حکومت کر چکا تو مرض الموت میں مبتلا ہو گیا۔ جب حالت نازک ہو گئی تو اس نے وصیت تحریر کر کے مہر لگا دی۔ کسی کو کچھ پتہ نہ چلا کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ پھر اس نے اپنی پولیس کے افسرِ اعلیٰ کو بلوایا اور کہا "میرے بھائیوں، چچاؤں، بیٹوں، میرے خانوادے کے دیگر افراد اور سردارانِ لشکرِ شام کو اپنے پاس اکٹھا کر کے اُن سے اُس شخص کی بیعت لو جس کا نام میں نے اس وصیت میں درج کیا ہے، اور پھر جو اس کی بیعت سے سرتابی کرے اس کی گردن مار دو"۔ کوتوال نے حسب الحکم سبھی کو مسجد میں اکٹھا کیا۔ جب وہ اکٹھے ہو گئے تو اس نے فرمانِ سُلیمان کی تعمیل کرنے کو کہا۔ وہ بولے "ہمیں بتاؤ وہ کیا حکم ہے، تاکہ ہم علی وجہ البصیرت بیعت کر لیں۔

وہ کہنے لگا "خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ وہ کون شخص ہے۔ (جس کو خلیفہ نامزد کیا گیا ہے) مجھے تو امیرالمومنین کا حکم ہے کہ

Marfat.com

جو نہ مانے اس کا سر اڑا دوں "۔

رجاء بن حیوٰۃ کا قول ہے کہ میں سلیمان کے پاس گیا، اور اس سے پوچھا "اے امیرالمومنین آپ کے وصیت نامے میں کس کا اسم ہے جس کی ہم بیعت کریں"۔ وہ بولا "میرے بیٹے ہشام اور یزید ابھی اتنے بالغ نہیں ہوئے کہ امت کے معاملات ان کے سپرد کیے جائیں۔ لہٰذا میں نے خلافت مردِ صالح عمر بن عبدالعزیز کو تفویض کر دی ہے۔ جب عمر فوت ہو جائے تو پھر خلافت میرے دونوں بیٹوں کی جانب لوٹ آئے گی"۔

رجاء بن حیوٰۃ نے رخصت لی اور جا کے یزید و ہشام کو مطلع کر دیا۔ وہ دونوں راضی ہو گئے — سر تسلیم خم کیا اور بیعت کر لی۔ ان کے بعد باقی سب لوگوں نے بھی بیعت کر لی۔

سلیمان کا سب سے بڑا لڑکا محمد بن سلیمان تھا جس کی عمر اس وقت بارہ برس تھی — جب جانکنی کا وقت آیا تو سلیمان کہنے لگا:

إِنَّ بَنِيَّ صِبْيَةٌ صَيْفِيُّونْ
أَفْلَحَ مَنْ كَانَ لَهُ رِبْعِيُّونْ

"میرے بیٹے بچپنی عمر کے ہیں۔ کامیاب ہے جسے نوعمری میں فرزند عطا ہوں"۔

ابن کلبی سے روایت ہے کہ میرے پاس ہشام بن عبدالملک کا بلاوا آیا۔ میں حاضر ہوا۔ میرے بھتیجے بیٹھے رہے تھے۔ میں آدابِ خلافت بجا لایا۔ اس نے میرے سلام کا جواب دیا پھر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا — اس نے مجھ سے کوئی بات نہ کی حتیٰ کہ میرا سانس معمول پر آ گیا اور کہنے لگا "اے کلبی! میرا بچہ یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا حصہ ہے۔ میری تمنا ہے کہ خدا اسے اتنی بلندی و بزرگی بخشے جو اس کے خاندان کے کسی بھی شخص کو بخشی ہے۔ میں تمہیں اس کا اتالیق مقرر کرتا ہوں۔ اسے قرآن پڑھانا۔ اشعار سنانا اس لیے کہ شعر دیوانِ عرب ہے۔ اسے جنگوں کے واقعات سے آگاہ کرنا۔ فرائض اور سُنن سمجھا دینا — شب و روز اس

کے ساتھ رہنا ، اگر وہ کوئی کلمہ غلط کہے یا کسی حرف کے بارے میں لغزش کا شکار ہو یا کوئی مقولہ نادرست بیان کرے تو اسے اس کے اہلِ محفل کے سامنے بُرا بھلا نہ کہنا ، اس وقت کہنا جب وہ اکیلا تمھارے پاس بیٹھا ہو تا کہ وہ چڑ نہ جائے ـ اسے تلقین کرنا کہ جب لوگ اس کے پاس آداب عرض کرنے آئیں تو اُن پر لطف و کرم اور شفقت کا اظہار کرے ۔ جب وہ دعاؤسلام کہیں تو وہ جواباً اُن سے بہتر دعاؤ سلام کہے ، جو تم دونوں کے ساتھ شریکِ طعام ہو اس کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آؤ ۔

اُسے تلقین کرنا کہ وہ پیشانی کشادہ رکھے ۔ خوش سلوکی کو وتیرہ بنائے ، غصے کو پی جائے ، کم آلائش ہو ، گفتگو متانت سے کرے ، وعدے کا پکا ہو ، دروغ سے پرہیز کرے ۔ چلتے وقت کبھی کندھے جھٹکنے والے اُڑی ہوئی دم والے گھوڑے پر سوار نہ ہو اور نہ کبھی چھوٹی زین پر بیٹھے کہ ہر وہ تشریف پارے نمایاں ہو‘‘ ۔

کلبی کا بیان ہے کہ سلیمان جلد ہی بعد فوت ہو گیا ۔

عمر بن عبدالعزیز

بہر حال اب حکومت کی باگ ڈور عمر بن عبدالعزیز کے سپرد کر دی گئی ۔

کہتے ہیں کہ جب وہ خلیفہ بنے تو فرشِ زمین پر لوگوں کے برابر بیٹھ گئے ـ جب اُن سے کہا گیا کہ آپ فرمائیں تو آپ کے لیے قالین بچھا دیا جائے . اُس پر آپ بھی بیٹھ جائیں اور دوسرے لوگ بھی ـ اس سے لوگوں کے دل مزید مرعوب ہوں گے ۔

یہ سن کر عبدالعزیز نے تمثیلاً یہ شعر پڑھا :

(۱) قَضَی مَا قَضَی فِی مَا مَضَی ثُمّ لاَ تَرَی
لَہُ صبوۃٌ احدٰی اللّیالی الغَوابِرِ !

(۲) وَ لَولاَ التُّقٰی مِن خَشْیَۃِ الموتِ وَالرّدیٰ
لَعَاصَیْتُ فِی حُبِّ الصِّبَا کُلَّ زَاجِرِ

۱- عہدِ ماضی میں جو ہو گیا سو گیا ـ اب راتیں گزرتی رہیں گی مگر تم اُسے سرمست نہ پاؤ گے ـ
۲- اگر مرگ و فنا کا خوف اور ڈر نہ ہوتا تو میں عشق و محبت کے ضمن میں ہر ملامت گر کی ملامت کو پس پشت ڈال دیتا "ـ

انھوں نے جب دربارِ عام منعقد کیا تو کہا : بسم اللہ ، باللہِ ، صلی اللہ علی رسول اللہ ـ أَفَرَأَيْتَ اِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِيْنَ ، ثُمَّ جَاءَ هُمْ مَاكَانُوايُوعَدُوْنَ ـ مَا اَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُو ايُمَتَّعُوْنَ" ۱ (کیا تم نے غور کیا کہ اگرچہ ہم نے انھیں مدتِ دراز تک نعمتوں سے متمتّع ہونے کا موقع دیا تاہم جب وہ وقت آ گیا جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا تھا ، تو اُن کی کوئی نعمت اور کوئی متاع کسی کام نہ آئی) ـ

ازاں بعد یہ شعر پڑھے :

(۱) نُسَرُّ بِمَا يَبْلٰى وَ نُشْغَلُ بِالْمُنٰى
كَمَا سُرَّ بِالْأَحْلَامِ فِي النَّوم حَالِمٌ !
(۲) نَهَارُكَ يَامَغْرُورُ سَهْوٌ وَّ غَفْلَةٌ
ولَيْلُكَ نَوْمٌ وَالرَّدَى لَكَ لَازِمٌ !
(۳) وَسَعْيُكَ فِيْمَا سَوْفَ تَكْرَهُ غِبَّهُ
كَذٰلِكَ فِي الدُّنيا تَعِيْشُ الْبَهَائِمُ

۱- ہم خراب و فرسودہ ہو کر رہ جانے والی چیزوں سے خوش ہو جاتے ہیں ، اور تمناؤں میں الجھا دیے جاتے ہیں مگر یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی خواب دیکھنے والا خواب سے بہلایا جا رہا ہو ـ
۲- اے فریب خوردہ شخص تیرا دن سہو و غفلت ہے ـ تیری رات نیند ہے اور جان لے کہ فنا تیرے در پے ہے ـ

۱- سورۃالشعراء آیت ۲۰۵

Marfat.com

۳۔ تیری ساری دوڑ دھوپ اس شے کے لیے ھے جس کے انجام کو تُو پسند نہ کرے گا ، دنیا میں یہ انداز زیست تو حیوانوں کا ھے ۔

اس کے بعد ازالۂ بے انصافی میں مُنہمک ہوئے ــ ابتدا بنو امیّہ سے کی ، اور انھوں نے جو جو کچھ غضب کر رکھا تھا وہ مالکوں کو واپس کرا دیا ــ اس پر اُن کے اعزّہ و خواص کی ایک جماعت نے ان سے آ کے ملاقات کی ، اور عرض کیا '' اے امیرالمومنین آپ اپنی قوم کی کینہ‌پروری سے خائف نہیں ؟

جواب دیا '' کیا آپ لوگ مجھے یومِ قیامت کے سوا کسی اور دن سے بھی ڈرا سکتے ھیں ؟ یومِ قیامت سے قبل کا کوئی خوف اگر باز رکھنے پر قادر ھو سکے تو پھر خدا مجھے اس سے بیشک محفوظ نہ رکھے ''۔

اور جب اُن کی مدتِ خلافت دو سال پانچ ماہ ھو گئی تو وہ فوت ھو گئے ۔

اوائل ۱۰۱ھ میں خلافت یزید بن عبدالملک کے سپرد کر دی گئی ۔ اس نے کوفۂ و بصرہ کی حکومت پر اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو مامور کر دیا ۔ مسلم کامل عقل اور فائق تمیز و ادب کا مالک تھا اس نے خراسان کی حکومت سعید بن العزیز بن حکم بن ابی العاص بن امیہ کو سونپ دی ۔

عباسیوں کے حق میں دعوت و تبلیغ

کہتے ھیں کہ اُس سال شیعہ اصحاب امام محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ھاشم کی خدمت میں حاضر ھوئے ۔ اُن کا بسیرا سر زمینِ شام میں بمقام حُمَیْمہ تھا ۔ شیعہ میں سے سب سے قبل آ کے ملنے والے مَیسرہ عبدی ، ابوعِکرمہ السّراج ، محمد بن خُنَیْس اور حیّان عطار تھے ۔ انھوں نے حاضر ھو کر امام محمد کو بیعت لینے پر آمادہ کیا اور کہا '' ھاتھ بڑھایے ھم خلافت کے مطالبے کی شرط کے ساتھ

آپ کی بیعت کرتے ھیں - ھو سکتا ھے کہ خدا عدل و انصاف کو آپ کے ھاتھوں زندہ اور جور و ستم کو آپ کی بدولت ناپید کر دے - اب اس امر کا وقت آ گیا ھے - یہی موقع ھے ، اور یہ وہ چیز ھے جو ھم نے آپ کے علماء کے یہاں (مروی) پائی ھے '' -

محمد بن علی نے جواب دیا '' ھم اس ضمن میں جس امر کے امیدوار ھیں اس کا وقت آ گیا ھے اس لیے کہ تاریخ کا ایک سو سال بیت چکا ھے - جب بھی کسی قوم یا امّت (کے اقتدار) کی عمر سو برس ھو جائے خدا (اسے ناپید کر کے) حقداروں کو اُن کا حق دے دیتا ھے ، اور جھوٹوں کے جھوٹ کو ملیا میٹ کر دیتا ھے - ارشاد خدائے تعالی یہی ھے '' اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَ قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ '' یا جیسے وہ شخص کہ گزرا ایک قصبے کے پاس سے جو چھتوں پر گرا پڑا تھا اور کہنے لگا خدا اس شہر کو اس کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا - چنانچہ اللہ نے اس شخص کو ایک سو سال تک مارے رکھا اور پھر زندہ کر لیا '' -

لھذا اے عزیزو ! جاؤ اور لوگوں میں نرمی و آھستگی سے اندر ھی اندر تبلیغ کرتے رھو - مجھے امید ھے کہ خدا تمھاری کارگزاری کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دے گا اور تمھاری دعوت و تبلیغ کو استحکام اور مضبوطی بخشے گا — ھر قوت فقط اللہ ھی کی عنایت سے ھے '' -

پھر اُس نے میسرہ عبدی اور محمد بن خُنیس کو سرزمین عراق اور ابوعکرمہ اور حیّان عطار کو خراسان کی طرف روانہ کر دیا - خراسان پر اُن دنوں سعید بن عبدالعزیز بن حکم بن ابی العاص کی حکومت تھی -

اب مؤخرالزکر دونوں نے خراسان میں ضلع بہ ضلع گردش کر کے لوگوں کو بیعت محمد بن علی کی دعوت دینی شروع کر دی ، ساتھ ھی

۱- سورۃ بقرہ آیت ۲۵۹

Marfat.com

ساتھ بنو امیّہ کی بدسلوکی اور بے پناہ جور و ستم کے تذکرے سے ان کی حکومت کے وقار کو لوگوں کے دلوں سے محو کرنے لگے ۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ خراسان کی کثیرآبادی نے ان کی دعوت قبول کر لی ۔ جس کے باعث ان کی سرگرمیاں کسی قدر ظاہر و عیاں ہو گئیں ۔

سعید بن عبدالعزیز کو بھی پتا چل گیا ۔ لہذا اس نے ان لوگوں کو پکڑ بلوایا ۔ جب پیش ہوئے تو کہا :

" تم کون ہو " ؟ جواب دیا " ہم تاجر لوگ ہیں " ۔

کہا " تمھارے بارے میں یہ کیا بات بیان کی جا رہی ہے ؟ " ۔

بولے " وہ کیا بات ہے " ؟

کہا " ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم بنو عباس کے داعی بن کر آئے ہو " ۔

بولے اے امیر ! ہمیں تو اپنی جان اور اپنے سامانِ تجارت سے غرض ہے ۔ کسی اور شے سے ہمیں کیا کام ؟ " سعید نے یہ بات سن کر انھیں رہا کر دیا ۔

ابو عکرمہ اور ابو حیّان سعید کے یہاں سے رہائی پا کر خراسان کے مختلف سنطقوں اور شہروں میں تاجروں کا بھیس بنائے گھومتے اور لوگوں میں محمد بن علی کے حق میں پراپیگنڈا کرتے رہے ۔ اسی عالم میں دونوں نے ایک سال بسر کر دیا ۔

اب وہ پھر امام محمد بن علی کے یہاں شام میں جا کے حاضر ہوئے اور آگاہ کر دیا کہ اُن دونوں نے سرزمین خراسان میں بیج بو دیا ہے جو اپنے وقت پر لازماً پھلے پھولے گا ۔ وہیں انھیں یہ بھی پتہ چلا کہ محمد بن علی کے یہاں اس کا بیٹا ابوالعباس پیدا ہؤا ہے ۔ محمد نے حکم دیا کہ " بچے کو ان لوگوں کے سامنے لایا جائے " ۔ جب بچے کو باہر لایا گیا تو امام نے کہا " یہ ہے تمھارا یار و دوستدار " حاضرین نے بچے کے ہاتھ پاؤں چوم لیے ۔

جنید بن عبدالرحمٰن عامل سندھ کے ہمراہ ایک شیعہ شخص تھا جسے بُکیر بن ہامان کہتے تھے ۔ سندھ میں بے حساب زر و مال اس کے ہاتھ لگا تھا ۔ اب جو وہ اپنے وطن کوفہ کی جانب لوٹا ، تو وہاں اس کی

Marfat.com

ملاقات مَیْسرہ عبدی اور ابن خُنَیس سے ہو گئی ۔ ان دونوں نے اسے اپنے موقف سے آگاہ کیا اور اس سے گزارش کی کہ وہ بھی اس معاملے میں ان کا معاون ہو ۔ بُکیر ان کی دعوت قبول کر کے انھی کے یہاں مقیم ہو گیا اور پھر سندھ سے جس قدر مال و زر کما کے لایا تھا وہ سب اسی مد میں خرچ کر ڈالا ۔

مَیْسرہ سرزمینِ عراق میں فوت ہو گیا ۔ لہذا امام محمد نے بُکَیر بن ہامان کو لکھا کہ وہ میسرہ کا جانشین ہو ۔ بُکیر کی کنیت ابو ہاشم تھی اور وہ لوگوں میں ابو ہاشم ھی کے طور پر معروف تھا ۔ بڑا آتش بیان شخص تھا ۔ اس نے دعوت و تبلیغ کی ذمہ‌داری قبول کر لینے کے بعد عراقِ عرب و عراقِ عجم میں باقاعدہ کام شروع کر دیا ۔ امام محمد کے خطوط اس کے پاس لگاتار آتے رہتے تھے ۔ وہ انھیں (پڑھنے کے بعد) دھوتا اور دھلائی کے پانی سے آٹا گوندھتا ، اور پھر اُس آٹے سے روٹی پکوا کر اپنے سارے اہلِ و عیال کو تھوڑی تھوڑی کھلا دیتا ۔ کچھ مدت کے بعد وہ مرضِ موت میں مبتلا ہو گیا اور ابو سَلمہ خلّال کو جو شیعہ اکابر میں سے تھا اپنا ولی مقرر کر دیا اور امام محمد کو خط لکھ کر اس بات سے مطلع کر دیا ۔

اس پر امام محمد نے ابو سَلَمہ کے نام خط لکھا اور اسے صاحبِ امر بنا کے حکم دیا کہ جو جو فرائض ابو ہاشم سر انجام دے رہا تھا وہ اُن سب فرائض کو سر انجام دے ۔ اس کے بعد امام محمد نے ابوعکرمہ اور حیان کو جو خراسان میں صاحبِ امر تھے خط لکھ کر ہدایت کی کہ وہ دونوں ابوسَلَمہ سے خط کتابت کرتے رہیں اور ترغیب دی کہ وہ دونوں اُس کے شریکِ کار اور معاون بن جائیں ۔ انھوں نے تعمیلِ حکم کی اور ابُو سَلَمہ کے شریک کار و معاون بن گئے ۔

اسی اثنا میں یزید نے خراسان کی حکومت اسد بن عبداللہ قسری کے سپرد کر دی ۔ اب جو ابو عکرمہ اور حیان کی سرگرمیوں کا اسد بن عبداللہ کو پتہ چلا تو اس نے دونوں کو پکڑ بلوایا ۔ وہ لائے گئے تو دونوں کا سر اڑا دیا گیا اور لاشوں کو لٹکا دیا گیا ۔

محمد کو اس امر کی اطلاع ملی تو کہا " شکر خدائے کردگار کا جس نے یہ علامت صحیح ثابت کر دی ۔ ابھی میرے حامیوں میں کثیر تعداد ایسے مردوں کی موجود ہے جو شہادت کے درجے پر فائز ہوں گے "۔

جب یزید بن عبدالملک کو حکومت کرتے چار برس اور چند ماہ گزر گئے تو اس کا سرزمینِ دمشق میں بمقام " بَلْقَاء " انتقال ہو گیا ــ یزید کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی ۔ وفات کے وقت اس کی عمر پینتیس برس تھی ۔

یزید کے بعد ھشام بن عبدالملک خلیفہ بنا ۔ عمر اس کی چونتیس برس تھی ۔ ھشام نے اسد بن عبداللہ کو خراسان کی حکومت سے معزول کر کے جنید بن عبدالرحمٰن کو مامور کیا ۔ اُس کا تعلق یمنی قبائل سے تھا ۔ بڑا فیاض اور سخی مرد تھا ۔

یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں کسی شاعر نے کہا تھا :

ذَهَبَ الجُودُ والجُنَيْدُ جَمِيْعاً
فَعَلَى الجُودِ والجُنَيدِ السّلامُ

" جُود اور جنید اکٹھے ہی رخصت ہو گئے ہیں ۔ جُود و جنید پر سلام " ۔

جب ابو عکرمہ اور حیان مارے گئے تو امام محمد بن علی نے خراسان کی طرف اپنے حامیوں میں سے پانچ افراد کو متعیّن کر کے بھیج دیا ۔ سلیمان بن کثیر ، مالک بن ھَیْثَمْ ، موسیٰ بن کعب ، خالد بن ھَیْثَمْ اور طلحہ بن زُریق ــ اور انھیں ہدایت کی کہ رازداری سے کام لیں اور جب تک کسی شخص سے رازداری کا پکا وعدہ نہ لے لیں اس پر اپنا بھید ظاہر نہ کریں ۔

بہر حال یہ پانچوں رخصت ہو کر خراسان میں پہنچے ، اورضلع بہ ضلع گردش کر کے لوگوں کو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے حق میں پوشیدہ طور پر دعوت دینے لگے ۔ ساتھ ہی بنی امیّہ کے

Marfat.com

خلاف دلوں میں یہ کہہ کر بُغض بٹھانے لگے کہ وہ لوگ ظالم ستم جُو اور بدکار ہیں ـ ہوتے ہوتے خراسان کے مختلف اضلاع میں بے شمار لوگ ان کے ہم خیال ہو گئے ـ

جنید کو اس کا پتہ چلا تو حکم دیا کہ ان افراد کو تلاش کیا جائے ، چنانچہ انھیں پکڑ کے رُوبرو لایا گیا ـ جنید نے کہا " اے فاسقو تم نے اس علاقے میں آ کے لوگوں کے دلوں میں بنو امیّہ کے خلاف نفرت جاگزیں کر دی ہے اور بنو عباس کے حق میں تبلیغ کر رہے ہو " ـ جواباً سلیمان بن کثیر نے بات چھیڑی اور کہا " اے امیر اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں " ؟

جنید نے کہا " بولو "۔

وہ بولا " میری اور آپ کی مثال ویسی ہی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا تھا :

لَوْ بِغَیْرِ الماءِ حَلْقِیْ شَرِقٌ
لا استَغَثْتُ الیَوْمَ بالماءِ القراحِ !

اگر بغیر پانی کے میرا حلق تر رھتا تو میں آج آبِ ناب کی بارش کا طلبگار نہ ہوتا " ـ

" اے امیر ! ہم بتائے دیتے ہیں کہ ہم آپ کی یمینی قوم کے فرد ہیں ـ مُضری لوگ ہمارے خلاف تعصّب و تنگ نظری کا مظاہرہ کر رہے ہیں ـ آپ کے پاس ہمارے خلاف دروغ اور بہتان تراش کر آن پہنچے ـ وجہ یہ ہے کہ ہم قتیبہ کے شدید ترین مخالفوں میں سے تھے اور یہ لوگ ہر ذریعے اور طریقے سے اس کا انتقام لینے کے درپہ ہیں " ـ

یہ سن کر جنید نے حاضرین سے پوچھا " کیا رائے ہے " ـ

عبدالرحمٰن بن نعیم جو بنو اسد کا رئیس اور جُنید کے خاص معتمدوں میں سے تھا بولا " ہماری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان کے ذریعے اپنی قوم پر احسان کر دیں ـ ممکن ہے کہ حقیقتِ حال وہی ہو جو یہ اصحاب بتا رہے ہیں ـ چنانچہ جنید نے ان کی رہائی کا حکم

Marfat.com

دے دیا ۔

جب یہ لوگ رہائی پا کر رخصت ہوئے تو سارا ماجرا امام کی خدمت میں تحریر کر بھیجا ۔

امام محمد نے جواباً تحریر کیا " یہ جو کچھ ہؤا تمھارے استحقاق کا قلیل ترین حصہ ہے ۔ اپنی کارروائی کو پوشیدہ رکھو اور دعوت و تبلیغ میں نرمی اختیار کرو " ۔

چنانچہ یہ پانچوں افراد شہر مرو سے نکل کر بخارا میں گئے ۔ وہاں سے سمرقند اور سمرقند سے کش و نسف میں وارد ہوئے ۔ وہاں سے صغانیاں کی جانب مڑ گئے ۔ صغانیاں کو عبور کر کے ختّلان میں جا نکلے ۔ ختّلان سے مرو روز اور طالقان کی راہ لی ۔ اُدھر سے ہرات اور بوشنگ کا رخ کیا ، اور وہاں سے سجستان کی سمت کھسک گئے ۔

ان علاقوں میں انھوں نے بہ تعداد کثیر پودے گاڑے یعنی لوگوں کو ہم خیال بنایا ۔ آخر کار انؑ کی کارستانی سارے خراسانی علاقوں میں ظاہر ہو گئی ۔ جُنید کو پتا چلا تو وہ انھیں رہا کر دینے پر بہت نادم ہؤا ۔ لہذا ان کی تلاش میں پھر آدمی دوڑائے ، مگر وہ ان پر قابو نہ پا سکے ۔

اب جنید نے خالد قسری کو جو عراق کا حاکم تھا خط لکھ کر خراسان میں انتشار پھیل جانے کا ذکر کیا اور محمد بن علی کے حامیوں کے ہاتھوں رونما ہونے والے واقعات کا بھی مفصل ذکر کر دیا ۔

خالد بن عبداللہ قسری نے یہ ماجرا ہشام کی اطلاع کے لیے تحریر کر کے ارسال کر دیا ۔ ہشام نے جواب دیا کہ جنید کو لکھو کہ وہ خون ریزی کے در پے نہ ہو ، جو لوگ اس سے متعرض نہ ہوں ان سے تعرض نہ کرے ، اور کوشش کرے کہ لوگوں کے دل اطمینان و سکون سے بہرہ مند رہیں ۔ ان افراد کو جو لوگوں میں تبلیغ کرتے پھر رہے ہیں ڈھونڈوا کر اپنے علاقے سے باہر نکال دے ۔

جنید کو یہ حکم ملا تو اس نے سارے خراسانی علاقوں میں اپنے قاصد دوڑا دیے اور مختلف اضلاعی حکام کے نام فرمان جاری کیا ، کہ

Marfat.com

وہ اُن افراد کو تلاش کریں ۔ تلاش تو کی گئی مگر اُن کا کوئی کھوج نہ ملا ۔

ابو مسلم خراسانی

ابُو مسلم خراسانی کے آغاز سے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ادریس بن عِیسٰی عِجلی کے بیٹوں عیسیٰ اور مِعقَل کا غلام تھا ۔ ان دونوں بھائیوں کا مسکن سرحدِ اصفہان سے قریب ”ماہ بصرہ“ میں تھا ۔ ابو مسلم انھی بھائیوں کے یہاں پیدا ہؤا اور انھی کے یہاں بطور غلام نشو و نما پائی ۔ یہ بڑا صاحب فہم ، باادب اور ذہین ثابت ہؤا ۔ لہذا وہ دونوں اسے اپنے بیٹے کی طرح چاہنے لگے ۔ اتفاق کی بات ہے کہ وہ دونوں بھائی بنو ہاشم کے دوستدار تھے ، اور امام محمد بن علی سے خط کتابت کرتے رہتے تھے ۔ ایک عرصے تک ان کا یہی شیوہ رہا ۔

اسی دوران میں ہشام نے خالد بن عبداللہ قسری کو عراق کی حکومت سے معزول کر کے اس کی جگہ یوسف بن عمر ثقفی کو متعیّن کر دیا ۔ یوسف بن عمر کا عالم یہ تھا کہ جس کے بارے میں بھی یہ سن لیتا کہ وہ بنو ہاشم کا دوستدار اور اہلِ بیت کا مُحِبّ ہے اسے بلوا کر واسط میں قید کرا دیتا ۔ ہوتے ہوتے اسے ادریس کے ان دونوں فرزندوں یعنی عیسٰی اور معقِل کے موقف کا بھی پتہ چل گیا ۔ لہذا انھیں واسط بھجوا دیا کہ دیگر شیعوں کے ہمراہ انھیں بھی زندان میں ڈال دیا جائے ۔ وہ دونوں اپنے ہمراہ ابومسلم کو بھی لے گئے ، اور وہ جیل میں ان کی خدمت کرتا رہا ۔

اُدھر سلیمان بن کثیر ، مالک بن ہَیثَم اور لاھز بن قُرط جو خراسان میں دعوت و تبلیغ کر رہے تھے حج کی خاطر نکلے ۔ ان کے ہمراہ قحطبہ بن شَبِیب بھی تھا ، جو ان لوگوں کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور ان کے موقف کی تائید کرنے والوں میں سے تھا ۔ ان لوگوں نے راستہ وہ اختیار کیا جو واسط سے گزرتا تھا ، اور جب واسط میں داخل

Marfat.com

ہوئے تو اُن شیعہ حضرات سے بھی ملے جو وہاں مقید تھے - وہیں ابومسلم کو بھی دیکھا اور اس کی ہئیت ، ذہانت ، درّاکی اور بنو ہاشم سے اس کی سوچی سمجھی عقیدت و محبت سے بہت متاثر ہوئے -

یہ لوگ واسط کی کسی سرائے میں مقیم تھے - جب تک وہ وہاں مقیم رہے ابو موسیٰ ان کے پاس روزانہ جاتا رہا - لہذا اسے اُن سے اور انھیں اُس سے بڑی محبت ہو گئی - انھوں نے ابُو مسلم سے اس کا حال احوال دریافت کیا - ابومسلم نے کہا " میری ماں عُمَیْر بن بُطَیْن عِجْلی کی باندی تھی - میں عُمَیر کی ملاقاتوں کی نشانی کے بطور اُس کا بارِ شکم ہؤا - اسی اثنا میں عُمَیر نے اسے بیچ دیا ، اور ادریس کے بیٹوں عیسیٰ اور معقل نے اسے خرید لیا - میں انھی کے یہاں پیدا ہؤا - لہذا میری حیثیت ان کے غلام کی سی ھے -

پھر یہ لوگ واسط سے نکلے اور بصرے کی راہ سے مکے کی سمت ہو لیے - مکے میں پہنچے تو وہاں امام محمد بن علی بھی حج کی غرض سے آئے ہوئے تھے - لہذا یہ لوگ محمد کے یہاں حاضر ہوئے - آداب بجا لائے اور خراسان میں جو بیج بوئے تھے ان سے مطلع کیا - یہ بھی بتایا کہ وہ واسط کی راہ سے آئے تھے اور وہاں اپنے زنداں نشیں بھائیوں سے ملے تھے -

انھوں نے امام کے حضور ابومسلم کی کیفیت بھی بیان کی اور بتایا کہ انھوں نے اسے بے حد عاقل ، فہیم ، خوش نظر ، درّاک اور خوش گفتار پایا ھے -

امام نے پوچھا " وہ آزاد ھے یا غلام " ؟

وہ بولے " جہاں تک اُس کا تعلق ھے وہ اپنے آپ کو عُمَیر بن بُطَین عِجلی کا بیٹا کہتا ھے - داستان اس کی یہ اور یہ ھے " - چنانچہ ابو مسلم نے انھیں اپنا جو ماجرا سنایا تھا انھوں نے امام کے روبرو بیان کر دیا - اس پر امام نے کہا " بیٹا ماں کے تابع ھے - جب تم واپس جاؤ تو واسط ھی کے راستے سے جاؤ اور اس کو خرید کر میرے پاس شام میں بمقام حُمَیمہ بھیج دو - میں اسے اپنے اور تم لوگوں کے

Marfat.com

مابین قاصد بنا لوں گا - ویسے میرا اندازہ ہے کہ تم مجھے اس سال کے بعد مل نہ سکو گے - اگر مجھ پر کوئی سانحہ گزر جائے تو تمھارا امام میرا یہ بیٹا ہو گا ــ ابراہیم ــ اس کے حق میں بھلائی کی تلقین کرنا - میں اسے تلقین کروں گا کہ تمھارے ساتھ بھلائی کرے -

غرضیکہ یہ لوگ خراسان کی جانب لوٹے تو واسط میں سے گزرتے ہوئے ادریس کے بیٹوں عیشٰی اور معقل سے بھی ملے ، اور انھیں بتایا کہ امام کو ابومسلم کی ضرورت ہے اور خواہش ظاہر کی کہ وہ اسے ان کے ہاتھ فروخت کر دیں - خیال یہ ہے کہ انھوں نے اسے امام کی نذر کر دیا ــ اس ٹولے نے ابومسلم کو عیسیٰ و معقل سے لے کر امام کی طرف روانہ کر دیا - امام نے دیکھتے ہی اُس کے جوہر محسوس کر لیے اور اس سے یہ توقع وابستہ کر لی کہ وہ اس کا نگرانِ کار ہوگا - وہ اس میں ایسی علامتیں پا گیا جو اسے لائقِ اعتماد بنا رہی تھیں -

بہر حال امام نے اسے اپنے اور ان لوگوں کے مابین اپنا پیغام رساں بنا لیا - چنانچہ وہ ان لوگوں کے یہاں بارہا آیا گیا -

امام کی وفات

کچھ دنوں کے بعد امام محمد بن علی کی وفات ہوگئی اور سربراہی کی ذمہ داری اُس کے فرزندِ اکبر ابراہیم نے سنبھال لی ــ اب ابراہیم نے ابو مسلم کو حکم دیا کہ وہ عراق اور خراسان کے داعیوں کے یہاں جائے اور انھیں وفاتِ امام سے آگاہ کر دے - نیز یہ بھی بتا دے کہ اس کے بعد سربراہِ کار میں ہوں -

ابو مسلم رخصت ہؤا اور عراق میں پہنچا ــ ابو سَلَمَہ اور اس کے شیعہ رفقاء سے ملا اور انھیں ابراہیم کے حکم سے آگاہ کیا ــ عراق سے خراسان گیا اور وہاں کے داعیوں سے ملکر انھیں بھی اس امر کی اطلاع دے دی - غرضیکہ سارے خراسانی منطقوں میں جس جس نے بھی امام کی بیعت کی تھی اس کو اس کے انتقال کی خبر مل گئی - چنانچہ سبھی نے اُس کی موت پر اظہارِ غم کی خاطر اور تعزیت کی غرض سے اپنے

Marfat.com

کپڑے سیاہ کر لیے - سب سے اول جس نے سیاہ ملبوس پہنا وہ حُریش مولائے خزاعہ تھا - جو اہلِ نَسَا کا رئیس تھا - اس کے بعد قحطبہ بن شبیب نے، اور پھر ساری قوم کے ملبوس سیاہ ہو گئے - اس وقت تک خراسان میں شیعوں کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی، اور ان کی سرگرمیاں منظر عام پر آ چکی تھیں -

چنانچہ یوسف بن عمر والئی عراق نے ہشام کو یہ ساری صورت حال لکھ بھیجی - ہشام نے یوسف کے نام جواباً لکھا کہ اُس نواح کے کسی ایسے آدمی کو یہاں بھیجے جو خراسان کے احوال سے بخوبی واقف ہونے کے علاوہ وہاں کے قائدینِ عساکر اور عساکر سے بھی باخبر ہو -

اُس سے ذرا پہلے یوسف بن عمر نے خراسان کی حکومت سے جُنید بن عمر کو معزول کر کے وہاں جعفر بن حَنظلہ بَہرانی کو مامور کر دیا تھا - چنانچہ جعفر نے یوسف بن عمر کو عبدالکریم بن سلیط بن عطیہ حَنَفِی کے بدست خط بھیج کر خراسان کے اندر پیدا شدہ سیاہ پوشوں کے زور شور سے آگاہ کیا - یہ بھی بتایا کہ داعیوں کے دعوت قبول کرنے والوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا ہے -

جب اس کے پاس ہشام کا خط پہنچا کہ وہ اس کے پاس کسی ایسے شخص کو روانہ کرے جو خراسان سے بخوبی آگاہ ہو تو اس نے عبدالکریم بن سلیط کو اس کی طرف ڈاک سوار کر دیا - عبدالکریم بن سلیط کا بیان ہے کہ میں رخصت ہو کر دمشق میں پہنچا، اور ہشام کی خدمت میں حاضر ہو کر آدابِ خلافت بجا لایا - اس نے مجھ سے پوچھا تو کون ہے؟

میں نے جواب دیا "میں عبدالکریم بن سلیط بن عطیہ حنفی ہوں" -

پوچھا "تم خراسان اور اہلِ خراسان سے کس حد تک با خبر ہو؟" -

میں نے جواب دیا "میں ان سے بخوبی آگاہ ہوں" -

Marfat.com

ازاں بعد میں نے بتایا کہ میں خراسان سے جعفر بن حنظلہ بَہرَانی کا خط لے کر یوسف بن عمر کے پاس گیا تھا کہ اسے خراسان میں رونما ہونے والے واقعات سے آگاہ کروں۔

ھشام نے کہا " میں کسی سپہ سالار کو وھاں کا گورنر مقرر کرنا چاھتا ھوں۔ مگر وہ ھو انھی میں سے جو وھاں متعیّن ھیں۔ تمھاری رائے میں کس سپہ سالار کو خراسان کی حکومت سونپوں۔ سب سے زیادہ مضبوط کون ھے؟ عبدالکریم کا بیان ھے کہ میں یمنیوں کا حامی تھا۔ لہذا کہا " اے امیرالمومنین اُس شخص کے بارے کیا رائے ھے جو خراسان کے قائدین عساکر میں سے دوربین، باھیبت، حیلہ جُو اور قوی ھے، نیز اسے اپنی قوم کی اعانت بھی حاصل ھے "۔

پوچھا " وہ کون ھے "؟

میں نے کہا: " جُدَیْع بن علی ازدی معروف بہ کرمانی "

پوچھا: " اسے کرمانی کیوں کہا جاتا ھے "۔

میں نے کہا " وہ پیدا کرمان میں ھؤا تھا۔ جب مہلّب بن ابی صُفْرہ کرمان میں ازرقیوں کے خلاف نبرد آزما تھا تو اس کا والد مہلّب کے ھمراہ تھا۔ جُدَیْع اُسی زمانے میں وھاں پیدا ھؤا تھا "۔

بولا: مجھے یمنیوں کی ضرورت نہیں ھے — ھشام یمنیوں کے خلاف بغض رکھتا تھا، باقی بنو امیہ کا بھی یہی عالم تھا "۔

میں نے کہا " اے امیرالمومنین تو پھر اُس کہنہ مشق بہادر جری اور فصیح و بلیغ شخص کے بارے میں کیا خیال ھے "؟

پوچھا " وہ کون ھے "

میں نے کہا " یحییٰ بن نُعَیم جوابی مَیلاد کے نام سے معروف ھے اور مَصْقَلہ بن ھُبَیرہ کا بھتیجا ھے "۔

بولا: " مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ بنو ربیعہ کی مدد سے سرحدوں کی مدافعت ممکن نہیں "۔

پھر میں نے کہا " اے امیرالمومنین تو آپ اس صاحب مجد، دانا، درّاک، صاحبِ کمال، خوش اوصاف عقیل بن مَعْقِل لَیثی کو

Marfat.com

مامور کر دیں "۔

بولا " میری بھی کچھ ایسی ہی خواہش ہے "۔

اس پر میں نے کہا " بشرطیکہ آپ اس کا ایک نقص نظرانداز کر دیں "۔

پوچھا : وہ کیا ؟ "۔

میں نے کہا " وہ شکم اور جنس کے معاملے میں پاکباز نہیں ہے "۔

بولا " مجھے اس کی ضرورت نہیں "۔

میں نے کہا : " اچھا تو پھر صاحبِ کمال ، جگردار ، کہنہ مشق سوار مُحَسّن بن مُزاحِم سُلَمی سہی ؟ "

بولا : " میری بھی کچھ ایسی ہی رائے ہے اس لیے کہ وہ مُضَری ہے "۔

میں نے کہا " بشرطیکہ آپ اس کا ایک نقص نظرانداز کر دیں "۔

پوچھا " وہ کیا "؟

میں نے کہا : " وہ جھوٹا اور گپ باز شخص ہے "۔

بولا : " مجھے اس کی ضرورت نہیں "۔

میں نے کہا " اچھا تو پھر وہ جو آپ کا فرمانبردار ، آپ کے ساتھ کیے ہوئے وعدوں کا پابند ، آپ کی قیادت کا مُقتدی یحییٰ بن حُصَین بن منذر بن حارث بن وَعلَہ سہی "۔

بولا : " میں نے تمھیں بتایا نہیں کہ بنو ربیعہ کی مدد سے سرحدوں کی مدافعت ممکن نہیں "۔

میں نے کہا : " اچھا تو وہ صاحب کمال ، جری ، شجاع ، اور ہیرو قَطَن بن قُتَیبہ بن مسلم سہی "۔

بولا : " اس کے مضری ہونے کے باعث میں اس کی جانب مائل تو ہوں "۔

میں نے کہا " بشرطیکہ آپ اس کا ایک نقص نظرانداز کر دیں "۔

Marfat.com

بولا : '' وہ کیا '' ؟

میں نے کہا : '' مجھے خطرہ ہے کہ اگر اقتدار اس کے ہاتھ میں آ گیا تو وہ عساکر خراسان سے اپنے باپ قُتَیبہ کے خون کا انتقام لے گا ''۔

بولا '' مجھے اس کی ضرورت نہیں ''۔

میں نے کہا : '' پھر اس پاکباز آزمودہ کار، جانباز، کہنہ مشق شخص نَصر بن سیّار لیثی کے بارے میں آپ کا خیال ہے ؟ ''

بولا : '' میں اسے نیک شگون جانتا ہوں، اور اس کے مضری ہونے کے باعث اس کی جانب مائل ہوں ''۔

میں نے کہا '' بشرطیکہ آپ اس کا ایک نقص نظرانداز کر دیں ''۔

پوچھا '' وہ کیا '' ؟

میں نے کہا : '' خراسانی عساکر کے اندر اس کے اہلِ قبیلہ نہیں پائے جاتے ــ خراسان میں اُسی شخص کی حکومت مستحکم ہو سکتی ہے جس کے اعزّہ و اقربا وہاں کی افواج میں موجود ہوں ''۔

بولا '' مجھ سے بڑھ کر اور کونسا کنبہ و قبیلہ ہو سکتا ہے ــ تیرا باپ مرے ــ اے لڑکے جاؤ مُنشیوں کے پاس اور کہو کہ وہ نصر بن سیّار کے نام فرمان انشا کر کے میرے پاس لائیں ''۔

بہر حال نصر کے نام فرمان تحریر کر کے ہشام کے پاس لایا گیا۔

وہ فرمان اس نے مجھے دے دیا اور کہا '' جا کے یہ نصر کے سپرد کر دو ''۔

اور پھر حکم دیا کہ مجھے ڈاک سوار کر دیا جائے۔

چنانچہ میں رخصت ہؤا اور خراسان میں وارد ہو کر نصر کے گھر پر پہنچا اور اسے فرمان دے دیا۔ فرمان پا کر اس نے حکم دیا کہ مجھے دس ہزار درہم انعام میں دیے جائیں۔

مختصر یہ کہ نصر فرمان لیے ہوئے جَعفر بن حنظلہ جو وہاں کا گورنر تھا کو ملا اور فرمان دے دیا۔ اس نے فرمان پڑھا تو نصر کا ہاتھ

Marfat.com

پکڑا اور اسے اٹھا کے اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیا ، اور کہا :
" اے امیرالمومنین سر تسلیم خم ہے " ۔
نصر نے اس سے کہا " اے ابو خالف : حاکم آپ ہی رہیں گے ۔ جو حکم چاہیں دیں " جعفر نے اس کے لیے دعائے خیر کی اور حکومت اس کے سپرد کر دی ۔
اُدھر سلیمان بن کثیر ، لاہز بن قُرظ ، مالک بن ھثیم اور قحطبہ بن شبیب نے حج کا ارادہ کیا ، اور بھیس بدل کر حاجیوں میں شامل ہوگئے اور مکے جا پہنچے ۔ اس سال امام ابراہیم بن محمد بھی وہاں آیا ہؤا تھا ، وہاں انہوں نے ابراہیم کو بتایا کہ اہلِ خراسان کی کس قدر کثیر تعداد اس کے نام پر متحد ہو چکی ہے ۔ شیعوں نے جو کچھ امام ابراہیم کی طرف بھیجا تھا وہ یہ لوگ اٹھا لائے تھے ۔
چنانچہ کہا : " ہم آپ کے لیے بہت سی دولت لے آئے ہیں " ۔
پوچھا " وہ کس قدر ہوگی ؟ " ۔
بولے " دس ہزار دینار ، دو لاکھ درہم " ۔
ابراہیم نے کہا : " یہ میرے غلام عُروہ کے حوالے کر دو " ۔
چنانچہ انہوں نے وہ ساری دولت عُروہ کے سپرد کر دی ۔
ازاں بعد ابراہیم نے اُن سے کہا : " میری تجویز یہ ہے کہ وہاں کی زمام کار ابو مسلم کے حوالے کر دوں ، اس لیے کہ میں نے اس کی عقل کو آزما لیا ہے ۔ اس کی دیانت کا امتحان لے لیا ہے ۔ میں اسے تم لوگوں کے پاس بھیج رہا ہوں ۔ اس کی بات پر کان دھرنا ، اس کے حکم کی تعمیل کرنا ، کیونکہ ہمارے والد نے ۔ خدا کی ان پر رحمت ہو ۔ ہم لوگوں کو اس کے جوہر سے آگاہ کر دیا تھا ۔ مجھے امید ہے کہ یہی شخص حکومت کو ہماری جانب ہانک لانے والا ثابت ہوگا ۔ لہذا اس کے ساتھ تعاون کرو ، اس کی دستگیری کرو ، اس کے مشورے اور حکم کے مطابق عمل کرو " ۔
بولے " اے امام آپ کا حکم سرآنکھوں پر " ۔
حج سے فارغ ہو کے وہ لوگ ابومسلم کے ہمراہ واپس چلے گئے ۔

ابومسلم خراسان میں پہنچ کر دعوت و تبلیغ پر بہ شدومد کمربستہ ہو گیا ۔ لوگوں سے دوڑ دوڑ کر بیعت لینا شروع کی ۔ اپنے آدمی خراسان کے ہر نواح میں روانہ کر دیے ، جنھوں نے تاجروں کے بھیس میں ضلع بہ ضلع شہر بہ شہر گھومنا شروع کر دیا ۔ ہوتے ہوتے بے شمار لوگ اس کے پیرو ہوگئے — پھر اُن سے ایک دن مقرر کر کے عہد کیا کہ وہ اُس روز کھلم کُھلا میدان میں آ جائےگا '' ۔ ساتھ ہی اُس نے ہر ضلعے میں بیعت کرنے والوں کا ایک امیر انھی میں سے مقرر کر دیا اور ہدایات جاری کر دیں کہ وہ سب لوگ روز معیّن میں علَم بغاوت بلند کرنے کے لیے تیار ہو جائیں ۔

تمام سرزمین خراسان نے یہ حکم مان لیا ۔ پہاڑوں نے بھی ، میدانوں بھی ، قریب نے بھی دور نے بھی ۔

ابو مُسلم کو اس معاملے میں وہ کامیابی حاصل ہوئی کہ قبل ازاں کسی کو نہ ہوئی تھی ۔ وہ لوگوں کا واحد محبوب رہنما بن گیا — اپنے شیعوں کے نزدیک اس کا مقام سب سے عالی تھا حتّٰی کہ جب وہ اس کے نام کی قسم کھا لیتے تو پھر کبھی نہ توڑتے — وہ لوگ ہر وقت اسی کی باتیں کرتے رہتے تھے اور اس کی باتیں کرتے کبھی نہ تھکتے تھے ۔

خالد بن عبداللہ قسری نے دس برس تک عراقِ عجم و عراق عربِ پر حکومت کی تھی ۔ چار برس یزید بن عبدالملک کے زمانے میں اور چھ برس ہشام کی خلافت کے دوران میں ۔ پھر جب ہشام نے اسے معزول کیا اور اس کی جگہ یوسف بن عمر کو مامور کیا تو یوسف نے اس کا محاسبہ کیا ۔ چنانچہ اس کے ذمّے دس ہزار درہم نکلے جو اس نے بخشش و عطا کی صورت میں اڑا دیے تھے — خالد عرب کے سخی ترین افراد میں سے تھا — بہر حال یوسف نے اس رقم کے بدلے میں اسے اپنے یہاں عراق ہی میں قید کر دیا ، ساتھ ہی ہشام کو خط لکھ کر آگاہ کیا کہ خالد نے اتنی رقم غبن کر لی ہے ۔ ہشام نے جواباً لکھا کہ اس پر خوب دباؤ ڈالا جائے ۔

Marfat.com

چنانچہ یوسف نے اسے طلب کیا اور کہا " اے ابن کاھن ! تم نے حکومت کے پیسے کیوں غبن کر لیے ؟ " ابن کاھن اس لیے کہا تھا کہ خالد شق بن صَعب کی اولاد میں سے تھا جو بحیثیت کاھن معروف تھا -

اس پر خالد بن عبداللہ نے اس سے کہا " تو میرے خاندانی شرف پر طنز کرتا ھے ؟ اے بچھُو فروش ! تیرا باپ اور تیرا دادا طائف میں شراب خانہ چلاتے تھے " ۔ مگر اسی عرصے میں ھشام کو یہ معلوم ھو گیا کہ خالد نے وہ رقم لوگوں میں (بطور خیرات) بانٹ دی تھی - لہذا اُس نے یوسف کو لکھا کہ خالد کو رھا کر دیا جائے ، کوئی باز پرس نہ کی جائے " -

خالد رھا ھو کر کوفے میں مقیم رھا تاآنکہ زید بن علی بن حسینؓ بن علی بن ابی طالب علیہ‌السلام نے کوفے میں علم بغاوت بلند کر دیا - یہ ماہ صفر ۱۱۰ھ کا واقعہ ھے - یوسف بن عمر نے زید پر چڑھائی کی ، کوفے کے محلے " کُناسہ " کے قریب آمنا سامنا ھؤا اور جنگ چھڑ گئی - زید کے ساتھی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے - یوسف نے زید کو گرفتار کیا اور اُن کا سر اڑا دیا ۔ سر تو ھشام کے پاس بھجوا دیا ، اور جسم " کُناسہ " میں لٹکوا دیا -

ازاں بعد خالد نے ھشام کو خط لکھ کر التماس کی کہ اسے طرطوس کی جانب جانے اور بطور رضاکار جہاد کرنے کی اجازت دے دی جائے - ھشام نے اسے اجازت دے دی ، اس نے کوچ کیا ، طرطوس میں پھنچا ، اور سرحدی نگران و محافظ بن کر ڈیرے ڈال دیے -

خالد اور ھشام کے مابین معرکہ

ایک عراقی باشندے کا پیشہ راھزنی تھا - کنیت اسکی ابُوالمُعترِس تھی - وہ کوفے سے سرزمین شام کی جانب آیا ، کوفی راھزنوں کی ایک جمعیت ھمراہ تھی - ھوتے ھوتے دمشق میں جا پھنچا ۔ ایک رات جب تاریکی خوب چھا گئی تو بازار کی ایک

Marfat.com

جانب آگ کے شعلے بلند ہوئے ــ اچانک لوگوں نے چیخنا پکارنا شروع کر دیا ، اور آگ بجھانے میں مصروف ہو گئے ــ ابوالمعتّرس نے بازار کی دوسری جانب سے داخل ہو کر تالے توڑے ــ جو کچھ ہاتھ لگا اڑا لیا اور غائب ہو گیا ۔

اب ہؤا یہ کہ کلثوم بن عیاض قسری ہشام سے جا کر ملا ، یہ شخص خالد بن عبداللہ قسری کا چچازاد بھائی اور بدخواہ تھا ۔ چنانچہ اس نے ہشام سے کہا '' اے امیرالمومنین ! ایسی آگ دمشق میں کبھی نہ لگی تھی ۔ یہ بالکل انوکھی بات ہے ، اور مجھے یہ محمد بن خالد بن عبداللہ قسری اور اس کے چاکروں کی کارستانی معلوم ہوتی ہے ۔ ہشام نے محمد کو پکڑنے کا حکم دے دیا ۔ چنانچہ اسے اس کے چاکروں سمیت گرفتار کر کے پیش کر دیا گیا ۔ ہشام نے سبھی کو قیدخانے میں ڈال دیا ۔

خالد طُرطُوس میں تھا ۔ اسے یہ بات معلوم ہوئی تو کوچ کیا اور دمشق میں داخل ہو کر اپنے گھر میں ڈیرہ ڈال دیا ــ لوگ اس سے ملنے کے لیے گیے ۔ جب اس کے پاس اکٹھ ہو گیا ، تو اس نے کہا '' اے لوگو : میں بغرضِ جہاد ہشام کی اجازت اور اس کے حکم سے گیا ہؤا تھا ۔ مگر اس نے میرے بیٹے اور غلام قید میں ڈال دیے ہیں ۔ اے لوگو ! کہاں میں اور کہاں ہشام ؟ ــ خدا کی قسم یا تو ہشام میرا پیچھا چھوڑ دے گا (اور اس نے ہر بار ہشام کا صرف نام ہی لیا ، امیرالمومنین نہ کہا) یا میں لوگوں میں اُس شخص کے حق میں تبلیغ کروں گا جس کا میلان عراقیوں کی طرف ہے ۔ جس کا گھر شام میں ہے ، اور جو اصلاً حجازی ہے یعنی ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ، اور دیکھو تمھیں اجازت ہے کہ یہ بات ہشام تک پہنچا دو '' ۔

یہ بات ہشام کو معلوم ہوئی تو کہنے لگا '' ابوالھیثم کا دماغ چل گیا ہے ۔ میں اُس کی یاوہ گوئی برداشت کر لوں گا ۔ اس لیے کہ قدیم خاندانی وجاہت کا مالک ہے ، اور اس کا ہم پر بڑا حق ہے '' ۔ بہر حال خالد بن عبداللہ دمشق میں مقیم رہ کر ہشام کو بُرا بھلا کہتا رہا ۔ ہشام

Marfat.com

سے تعلق منقطع کر لیے۔ نہ اُس سے ملنے جاتا نہ اس کا پاس لحاظ کرتا ۔ ہشام یہ ساری باتیں برداشت کرتا اور درگزر سے کام لیتا رہا ۔

اس زمانے میں ایک شخص مسمٰی عبدالرحمٰن بن ثویب کلبی خالد بن عبداللہ سے ملنے آیا اور آداب بجا لایا ۔ اس وقت خالد کے پاس شامی اکابر کی ایک پارٹی بیٹھی ہوئی تھی ۔ اس نے خالد سے کہا ”اے ابوالھثیم میں تم سے محبت کرتا ہوں اس لیے کہ تم میں دس خوبیاں ایسی ہیں جو خدا کو محبوب ہیں ، اور وہ ہیں بخشش ، درگزر ، دینداری ، انصاف‌پسندی ، نیک‌روی ، محفل میں سنجیدگی و متانت ، بہادری ، وفاداری ، اقرباپروری ، اور ادب و تواضع ۔

خالد نے اس کی تعریف کی اور اس کے حق میں کلمۂ خیر کہا ۔

جب یہ بات ہشام تک پہنچی تو اس نے کہا ”کیا اس فاسق عبدالرحمٰن بن ثویب کا معاملہ اب اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ وہ خالد میں اُن محاسن کا ذکر کرتا ہے جو کسی خلیفے میں بھی جمع نہ تھے ۔ حالانکہ وہ خدا کے بندوں کے محافظ اور ممالک کے نگران تھے“ ۔

پھر حکم دے کر اُس کی تواضع کرائی اور شہر دمشق سے نکلوا دیا ۔ خالد کو بھی معلوم ہو گیا ۔ اُس گھڑی بہت سے سردارانِ شام اس کے یہاں موجود تھے ۔ لہذا اُن سے کہنے لگا ”تمھیں یہ جان کر حیرت نہیں ہوئی کہ ہشام نے اس شخص کے حق میں جس نے میری بعض خوبیوں کا ذکر کیا تھا کیا حرکت کی ہے ۔ اسے گمان ہے کہ وہ شخص اُن خوبیوں کی بنا پر مجھے چاہتا ہے ۔ اسے پٹوایا ، اور اسے شہر سے نکلوا دیا ۔ عبدالرحمٰن بن ثویب نے میرے بارے میں زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہا وہ زیادہ سے زیادہ عبداللہ بن صیفی کے اُن کلمات کے مساوی ہے جو اس نے ہشام سے کہے تھے ۔ اس نے ہشام سے پوچھا تھا ”اے امیرالمومنین آپ کو اپنا وہ جانشین جو آپ کے اپنے خاندان سے ہو زیادہ عزیز اور پسندیدہ ہوگا یا آپ کا رسول ؟“ (صلی اللہ علیہ وسلم) ۔ تو ہشام نے جواب دیا تھا ”میرا جانشین جو میرے خاندان سے ہو“ ۔

Marfat.com

اس پر عبداللہ بن صَیْفِی نے کہا " ظاہر ہے کہ آپ دنیا اور مخلوق میں خدا کے خلیفہ ہیں حالانکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف رسول تھے ۔ اس اعتبار سے آپ محمد کے مقابلے میں خدا کے یہاں بیشتر احترام و عزت کے مالک ہیں " ۔ ہشام نے عبداللہ بن صَیْفِی کی یہ بات سنی اور اظہار ناپسندیدگی نہ کیا حالانکہ اس گفتگو کے ڈانڈے کفر سے مل رہے ہیں ۔ مگر وہ عبدالرحمٰن بن ثوبیب سے بگڑتا ہے ۔ ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے ، صرف اس لیے کہ اس نے میری وہ خوبیاں بیان کر دیں جو خدا کو محبوب ہیں اور جن کے باعث خدا مجھ سے محبت بھی کرتا ہے " ۔

جب خالد کی یہ گفتگو ہشام تک پہنچی تو جب بھی اس نے کوئی پروا نہ کی ، اور اس سے ان کلمات پر کوئی مواخذہ نہ کیا — جب ہشام کو خلیفہ بنے نو برس اور سات ماہ ہو گئے تو وہ مرض الموت میں مبتلا ہو گیا ۔ لہذا اس نے خلافت اپنے بھتیجے ولید بن یزید بن عبدالملک کو تفویض کر دی ۔

ولید بن یزید بن عبدالملک

جب ولید بن یزید خلیفہ بن گیا تو اس نے اپنی پولیس کے افسر اعلی سعید بن غیلان کو حکم دیا کہ خالد کو محاصل عراقَین کی بقایا رقوم کے بہانے گرفتار کرو اور ایسا صاف کرو کہ اس کی چیخیں میرے کانوں تک پہنچیں ۔

سعید بن غَیلان خالد کے گھر آیا ۔ خالد موجود تھا ۔ اسے پکڑا اور قیدخانے میں لے جا کر سارا دن رنگ رنگ کے عذاب میں مبتلا کیے رکھا — مگر خالد نے اس کو ایک حرف بھی نہ کہا ۔

اشعث بن قینی نے خالد کے اسی ابتلا کے بارے میں کہا تھا :

(۱) اَلاَ اِنَّ خَیْرَ النَّاسِ نَفْساً وَّ وَالِداً
أَسِیْرُ قُرَیْشٍ عِنْدَھَا فِی السَّلاَسِلِ !

Marfat.com

(۲) لَعَمْرِی لَقَدْ أَعْمَرْتُمُ السِّجْنَ خَالِدًا
وَأَوْطَأْتُمُوهُ وَطْأَةَ الْمُتَثَاقِلِ!

(۳) فَإِنْ تَحْبِسُوا الْقَسْرِیَّ لَا تَحْبِسُوا اسْمَهُ
وَلَا تَحْبِسُوا مَعْرُوفَهُ فِی الْقَبَائِلِ!

۱- دیکھو کہ وہ شخص جو اپنی ذات اور خاندان کی رُو سے یکتا ہے ، آج قریش کے یہاں پابہ زنجیر پڑا ہے -

۲- مجھے میری حیات کی قسم تم نے کینہ پروری کا ثبوت دیا ہے اور خالد کو جیل میں ڈال کے بری طرح رگیدا ہے -

۳- مگر جان لو کہ اگر تم قسری کو قیدخانے میں ڈال بھی دو جب بھی اس کے نام کو مقیّد نہیں کر سکتے - اس کی اُن نیکیوں کو بھی مقید نہیں کر سکتے جو قبائل میں مشہور ہیں -

اس عرصے میں یوسف عراقین کے محاصل لے کر ولید کی خدمت میں حاضر ہؤا - ولید نے دربار منعقد کیا اور بارعام بخشا - دربار میں زیاد بن عبدالرحمٰن ضمری جو خالد کے مخالفین میں سے تھا بولا '' اے امیرالمومنین مجھے خالد سے پچاس لاکھ درہم کا حساب لینا ہے - اسے میرے سپرد کر دیجیے '' -

اس پر ولید نے خالد کے پاس جیل میں پیغام بھیجا کہ زیاد بن عبدالرحمٰن نے تمھارے حساب میں پچاس لاکھ درھم نکالے ھیں - اگر تم حساب چکا دو تو ٹھیک ہے - ورنہ ھم تمھیں اس کی تحویل میں دے دیں گے - جواباً خالد نے ولید کے پاس پیغام بھیجا '' میرا عرب میں جو منصب ہے وہ بیچا نہیں جا سکتا - خدا کی قسم اگر تو مجھ سے درخواست کرے کہ میں تمھارے لیے اس رقم کی ضمانت دوں تو زمین سے تنکا اٹھا کے قسم کھا رہا ھوں کہ میں ایسا ھرگز نہ کروں گا '' -

جب ولید بن یزید نے دیکھا کہ خالد وہ رقم جو اس کے ذمّے

Marfat.com

ہے ادا کرنے سے گریزاں ہے تو حکم دیا کہ اسے یوسف بن عمر کے سپرد کر دیا جائے اور یوسف سے کہا ’’ اسے عراق لے جاؤ اور جسقدر رقم اس کے ذمے بقایا ہے اس سے ادا کراؤ ‘‘ ۔

چنانچہ یوسف اسے اپنے ہمراہ واسط میں اٹھوا لے گیا ۔ وہاں وہ اسے روزانہ قید سے بلواتا ، اذیت دیتا ، اور پھر قیدخانے میں واپس بھیج دیتا ۔ ایک روز اسے جیل سے بلوایا اور کہا ’’ اے احمق ماں کے بیٹے یہ ٹال مٹول کیا ہے ‘‘ ؟ ۔ خالد نے کہا ’’ تم ماؤں کو گالیاں دیتے ہو ؟ خدا کی تم پر لعنت ہو ۔ میں اب تم سے کبھی کوئی بات نہ کروں گا ‘‘ ۔ یہ سن کر یوسف لال پیلا ہو گیا اور خالد پر بھاری کھردری پتھر کی سل رکھوا دی اور اس رنگ میں ایسی اذیت دی کہ وہ ھلاک ہو گیا ۔ جب رات ہو گئی تو اُسے اس کی عبا میں جو اس کے بدن پر تھی دفن کر دیا گیا ۔

اس ضمن میں ولید بن یزید نے ذیل کے اشعار کہے تھے :

(۱) أَلَمْ تَهْتَجْ فَتَذْكُرُ الوِصَالا
وَحَبْلاً كَانَ مُتَّصِلاً فَزَالا
(۲) بَلٰی فَالدَّمْعُ مِنْكَ لَهُ سِجَالٌ
كَمَاءِ الغَرْبِ يَنْهَمِلُ انْهِمَالا !
(۳) فَدَعْ عَنْكَ الدِّكَارَ آلَ سُعْدَى
فَنَحْنُ الاكثرون حَصًى وَمَالا
(۴) فَنَحْنُ المَالِكُونَ النَّاسَ قَسراً
نَسُومُهُمُ المَذَلَّةَ وَالنَكَالا
(۵) وَنُورِدُهُمْ حِيَاضَ الخَسْفِ ذُلاً
وَمَا نَالُوهُمُ اءِلاً خَبالاَ
(۶) وَطِئْنَا الأَشْعَرِيْنَ بِكُلِّ أَرْضٍ
وَلَمْ يَكُ وَطْؤُنَا أَنْ يُتَقَالا

(٧) وَكِنْدَةُ والسَّكُونُ قَدِ اسْتَعَادُوا
تَسُوْسُهُم المَذَلَّةَ والخَبَالاَ

(٨) شَدَدْنا مُلْكَنَا بِبَنِي نِزارٍ
وَقَوَّمْنَا بِهِمْ مَنْ كَانَ مَالا

(٩) وَهَذا خَالِدٌ فِينا قَتِيلاً
أَلا مَنَعُوهُ اِنْ كَانُوا رِجَالا

(١٠) وَلَوْ كَانَتْ بَنُو قَحْطَانَ عُرْباً
لَمَا ذَهَبَتْ صَنَائِعُهُ ضَلالاَ

(١١) وَلاَ تَرَكُوهُ مَسْلُوباً أَسِيْراً
نُحَمِّلُهُ سَلاَسِلَنَا الثِّقَالاَ

(١٢) وَلكِنَّ المَذَلَّةَ ضَعْضَعَتْهُم
فَلَم يَجِدُوا لِذِلَّتِهِمْ مَقَالاَ

١- کیا میری محبوبه بضد نه تهی که وه وصال کا نام نه لے گی ؟ حق یه هے که رشتۂ دوستی جو استوار تها وه ٹوٹ کر ره گیا هے -
٢- یه ٹهیک هے اور (اسی لیے) میں نے دیکها هے که تمهارے آنسو موسلادهار بارش کی طرح برس رهے هیں -
٣- مگر چهوڑو تم آل سعدی کا ذکر کیوں کرتے هو ؟ هم تعداد اور مال و دولت کے اعتبار سے برتر هیں -
٤- هم تو لوگوں پر بزور بازو حکومت کرتے هیں ، اور ان پر ذلت و مسکنت مسلط کر دیتے هیں -
٥- هم انهیں ذلت کے گهرے گڑهے میں پانی پینے پر مجبور کر دیتے هیں ، اور وه وهاں سے هلاکت کے سوا کچھ بهی حاصل نهیں کر سکتے -
٦- هم نے اشعریوں کو هر جگه پامال کیا ، وه اس پامالی سے بچ نه سکتے تهے -

۷- اسی طرح بنو کندہ اور بنو سکون بھی پناہ پناہ کر اٹھے ، اس لیے کہ ہم نے انھیں بھی ذلیل و خوار کر دیا تھا ۔

۸- ہم نے بنُو نزار کی مدد سے اپنی حکومت کو پختہ و مستحکم بنا لیا ۔ جو ذرا ٹیڑھا ہؤا ہم نے اسے بنو نزار کی مدد سے سیدھا کر دیا ۔

۹- مثلاً یہ دیکھو کہ ہمارے یہاں خالد قسری قتل ہؤا ۔ اگر وہ لوگ مرد ہوتے تو اس کی مدافعت کیوں نہ کرتے ۔

۱۰- اگر بنو قحطان واقعی عرب ہوتے تو خالد کے کمالات اور اور محاسن برباد کیوں چلے جاتے ۔

۱۱- وہ اسے لٹتا اور برباد ہوتا کیونکر دیکھ سکتے تھے ۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ہم نے اسے اتنی بھاری بھرکم زنجیریں پہنائی تھیں ۔

۱۲- مگر مسکنت و ذلت نے بنو قحطان کو ناکارہ اور ازکار رفتہ کر کے رکھدیا ہے ، اور وہ اس پر قادر نہیں کہ اپنی ذلت کے جواز کے لیے کوئی بات بنا سکیں ۔

جب یہ اشعار یمنی قبائل سے تعلق رکھنے والے شامی باشندوں نے سنے تو انھیں سخت غیرت آئی ، اور وہ مختلف شامی قصبوں سے آ آ کے اکٹھے ہوئے اور ولید بن یزید کی جانب چڑھ دوڑے ۔

جب ولید کو ان کے کوچ کی خبر ملی تو اس نے حکم دیا کہ محمد بن خالد بن عبداللہ قسری کو دمشق میں قید کر دیا جائے ۔ آخر یمنی عساکر آن پہنچے اور ولید مُضَریوں کی جمعیت لے کر جنگ کے لیے تیار ہو کر نکل کھڑا ہؤا ۔ گھمسان کا رن پڑا ۔ یمنیوں نے مضریوں کو بے دریغ قتل کیا ، اور وہ دم دبا کر بھاگ نکلے ۔ اب یمنیوں نے دمشق کا رخ کیا ۔ ولید قصر میں داخل ہو کر قلعبند ہو گیا ۔

یمنیوں نے دمشق میں داخل ہو کر محمد بن خالد کو قید سے نکال کر اپنا سردار قرار دے لیا ــ اور پھر محمد بن خالد نے ولید بن یزید کے ابن عم : یزید بن ولید بن عبدالملک کو آدمی بھیج کر بلوایا ۔ سب

یمنیوں نے اس کی بیعت کر لی ۔ ساتھ ہی مضری اکابر کے پاس بھی پیغام روانہ کر دیا ۔ انھوں نے بھی آ کے طوعاً و کرہاً اس کی بیعت کر لی ۔ اس طرح گویا ولید بن یزید کی بیعت فسخ کر دی گئی اور وہ خاصے عرصے تک بے اختیار و بے اقتدار رہا ۔ اسی لیے اسے خَلِیۡعُ بن امیہ کہتے ہیں ۔

یزید بن ولید

بہر حال اب یزید بن ولید خلیفہ بن گیا ۔ اُس نے لوگوں کے وظائف مقرر کیے اور یمنیوں کو عطیات و انعامات سے نوازا ۔ کچھ عرصے بعد محمد بن خالد نے ولید بن یزید کے قصر پر چڑھائی کی اور محل کی چھتوں پر کمندیں ڈلوا دیں ۔ لوگ لٹک کر اوپر جا پہنچے اور پکارے "اے ولید اے لوطی ، اے شراب خوار" پھر چھتوں سے اس کے کمرے کی جانب اتر گئے ، اور جا کر تہ تیغ کر دیا ۔

اس طرح یزید بن ولید کو بلاشرکت غیرے حکومت حاصل ہو گئی ۔ اب محمد بن خالد نے منصور بن جمہور کو سواروں کی کمان دے کر عراق روانہ کیا اور ہدایت کی کہ شہر واسط میں جا کے لوگوں سے یزید بن ولید کی بیعت لے ۔ جب لوگ بیعت کر چکیں تو پھر یوسف بن عمر کو بلوائے اور اُس کا سر اڑا دے ۔

منصور بن جمہور چل دیا ، ابتدا کوفے سے کی ۔ چنانچہ یزید بن ولید کی بیعت لینے لگا ۔ جب کوفے والے بیعت کر چکے تو اس نے واسط کی راہ لی ۔ واسط میں لوگ اس کے یہاں اکٹھے ہو گئے اور پھر سبھی نے یزید کی بیعت کر لی ۔ جب بیعت سے فارغ ہؤا تو یوسف بن عمر کو بلوایا اور کہا "تمھی ہو نا سردار عرب خالد بن عبداللہ کے قاتل ؟"

یوسف نے کہا "مجھے حکم یہی تھا ۔ میرا اپنا اس معاملے میں کیا قصور ۔ کیا ممکن ہے کہ آپ میرے قتل سے درگزر کریں اور میں دس ہزار درہم بطور دیت آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا ۔ منصور نے یہ

Marfat.com

سن کر قہقہہ لگایا اور پھر اس کو اٹھوا کر شام میں محمد بن خالد کے پاس لے گیا ۔ محمد نے اس سے کہا " تمہارا یہ کہنا کہ تمہیں حکم دیا گیا تھا بجا ہے ، اور میں اپنے باپ کے قاتل کو قتل بھی کر چکا ہوں ۔ لہذا تمہیں اپنے باپ کے بدلے میں نہیں بلکہ اس کے غلام غـزدان کے بدلے میں قتل کر رہا ہوں" یہ کہ کے اسے قریب بلوایا اور اس کا سر اڑا دیا ۔ یزید بن ولید نے چھ ماہ حکومت کی اور چل بسا ۔

ابراهیم بن ولید

یزید کے بعد اس کے بھائی ابراهیم بن ولید نے عنانِ حکومت سنبھالی ۔ اھلِ شام کے ساتھ ساتھ دیگر سب علاقوں نے بھی اس کی بیعت کر لی ۔ خلیفہ بننے کے بعد اس نے اپنا ولیعہد مقرر کر دیا ، اور وہ تھا عبدالعزیز بن حجّاج بن عبدالملک بن مروان ۔ اب ابراهیم نے عراق کی حکومت یزید بن عمر بن ھُبیرہ کے سپرد کی ۔ ھُبیرہ کوچ کر کے اس مقام پر جا اترا جسے آج تک قصر ابن ھُبَیْرہ کہتے ھیں ۔ وھاں اس نے ایک قصر تعمیر کرایا تھا اور اس مقام کو اپنا ڈیرہ اور اپنے عساکر کی چھاؤنی بنا دیا تھا ۔

کہتے ھیں کہ مُضَری باشندے اپنے اوپر یمنیوں کے اس غلبے اور ان کے ھاتھوں خلیفہ ولید بن یزید کے مارے جانے کے خلاف ایک دوسرے کو ملامت کرنے اور ایک دوسرے سے جا جا کے ملنے لگے ، اور پھر مختلف علاقوں سے آ آ کے اکٹھے ھو گئے ۔ ازاں بعد جا کے حمص میں اجتماع کیا ۔ وھاں مروان بن محمد بن مروان بن حکم مقیم تھا ۔ وہ اس وقت بنو امیّہ کا رئیس و بزرگ تھا اور بڑا ھی خوش خُو اور صائب الرائے شخص تھا ۔ ان لوگوں نے اسے گھر سے نکالا ، اس کی بیعت کی اور کہا : ۔

" آپ ھماری قوم کے بزرگ اور سردار ھیں لہذا اپنے ابن عم ولید بن یزید کا انتقام لیں " ۔

چنانچہ مروان نے بنو تمیم ، بنو قیس ، بنو کنانہ اور دیگر قبائل کی مدد سے لشکر تیار کیے اور دمشق پر حملہ کرنے کی نیت سے روانہ

Marfat.com

ھو پڑا - جب ابراھیم بن ولید کو اس امر کی خبر ھوئی تو اپنے قصر میں قلعبند ھو گیا - مگر مروان بن محمد نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد ابراھیم بن ولید اور اس کے ولیعہد عبدالعزیز بن حجاج دونوں کو قتل کر دیا - محمد بن خالد بن عبداللہ قسری نے عراق کی جانب راہ فرار اختیار کی اور کوفے میں جا کے عمرو بن عامر کا مہمان ھؤا - اس کے گھر میں چھپ کے بیٹھ رھا - کوفے پر اُن دنوں زیاد بن صالح حارثی کی حکومت تھی - جسے زید بن عمر بن ھبیرہ نے مامور کیا تھا -

مروان بن محمد

اب حکومت کامل طور پر مروان بن محمد کے ھاتھ آ گئی - تمام علاقوں کے باشندوں نے اس کی اطاعت کا اقرار کر لیا — مگر کچھ عرصے بعد خراسان میں مضری اور یمنی قبائل کے مابین تعصب کی آگ بھڑک اٹھی - سبب اس کا یہ ھؤا کہ جُدیع بن علی معروف بہ کرمانی خراسان میں بس جانے والے یمنیوں کا سردار تھا - دوسری طرف نصر بن سیار (گورنر) یمنیوں کا مخالف تھا ، اور اُن سے شدید نفرت کرتا تھا - چنانچہ وہ کسی بھی یمنی کے سپرد کوئی عہدہ نہ کرتا تھا - اسی طرح اسے بنو ربیعہ سے بھی نفرت تھی، اس لیے کہ بنو ربیعہ کا رُجحان یمنیوں کی طرف تھا — اس پر کرمانی نے نصر کو بُرا بھلا کہا -

نصر نے جواب دیا " تم اس معاملے میں دخل دینے والے کون ھوتے ھو " -

کرمانی بولا " میں اس سے تمھارے ھی معاملات کی اصلاح چاھتا ھوں - مجھے خطرہ ھے کہ تمھاری حکومت تمھارے لیے وبال بن جائے گی ، اور نتیجہ یہ ھوگا کہ تمھارا یہ خُون آشام دشمن — سیاہپوشوں کا ٹولہ — تم پر چڑھ دوڑے گا " -

نصر نے کہا " تم بوڑھے ھو ، تمھارے ھوش ٹھکانے نہیں " — اس پر کرمانی نے نصر کو گالیاں سنائیں - نصر بھڑک اٹھا — اور حکم دیا کہ اسے " کہن دژ " میں بند کر دیا جائے - کہن دژ پرانا قلعہ ھے -

Marfat.com

عرب قبائل کرمانی کی همدردی میں بھڑک اٹھے ، اور نصر بن سیار سے قطع تعلق کر لیا — یہ دیکھ کر مُضری آبادی نصر کے گرد جمع هوگئی اور اس کی مدد و معاون بن گئی ۔

کرمانی کا ایک عجمی مولٰی تھا ، بڑا مدبّر اور تجربہ‌کار ۔ وہ جیل میں کرمانی کی خدمت کرتا رہتا تھا ۔ کرمانی موٹا تازہ اور بھاری بھر کم شخص تھا — سینہ بڑا چوڑا چکلا تھا — ایک روز اس کے غلام نے کہا '' کیا آپ سختی برداشت کرنے اور خطرہ مول لینے پر اپنے آپ کو آمادہ کر سکیں گے ؟ اگر ایسا ممکن هو تو مَیں آپ کو جیل سے نکال دوں گا '' ۔

کرمانی نے پوچھا '' تم مجھے کیسے نکال دو گے ؟ '' ۔

جواب دیا '' میں نے ایک موری تاڑی ھے جس میں سے بارش کا پانی نالی میں جاتا ھے — لہٰذا آپ اپنے آپ کو تیار کر لیں کہ سوراخ کی تنگی کے باعث آپ کی کھال چھِل جائے گی — کرمانی بولا '' برداشت کیے بغیر چارہ نہیں ۔ تم جو چاهتے هو کر گزرو '' ۔

بہر حال کرمانی کا غلام یمنیوں کے پاس گیا ، انھیں هم‌رائے بنا لیا ، اور اپنے منصوبے پر متفق کر لیا ۔ پھر جب رات چھا گئی اور پاسبان سو گئے تو غلام چاردیواری کے باهر سے آیا اور موری کے سامنے کھڑا هو گیا ۔ کرمانی نے آگے سر سرنگ میں ڈال دیا ، اور اپنے هاتھ آگے کو بڑھائے تاآنکہ وہ غلام کی هتھیلیوں میں جا پہنچے ۔ غلام نے زور سے کھینچا جس کے باعث کھال کئی جگہ سے چھل گئی ۔ دوبارہ اسی طرح کھینچا اسے نصف تک پہنچا دیا ۔ اچانک وهاں کرمانی کو سانپ دکھائی دیا ، لہٰذا اس نے غلام کو پکارا '' بذبخت مار مار '' — یعنی سانپ نکل آیا ھے ۔ غلام نے کہا '' بگز بگز '' یعنی ڈس لے ، ڈس لے ، پھر اسے تیسری بار جو کھینچا تو کھینچ هی لیا ۔ نکل کر اس نے غلام سے کہا '' مجھے دم بھر کی مہلت دے کہ سنبھل جاؤں ، اور گھسٹنے چھلنے سے جو درد هو رها ھے وہ ذرا کم هو لے '' ۔

جب کرمانی کے اوسان بجا هوئے تو وہ اُس ٹیلے سے اُتر آیا ۔ اس

Marfat.com

کی سواری لا کے پیش کر دی گئی - وہ سوار ہؤا اور گھر میں جا داخل ہؤا ــ اب اس کے ارد گرد بنو ازد اور دیگر یمنی قبائل جمع ہو گئے ــ بنو ربیعہ بھی اُنھی کے ساتھ مل گئے -

نصر بن سیار کو علم ہؤا تو اس نے جیل کے داروغے کو بلوایا اور اس کا سر اڑا دیا ـ اس کا گمان یہ تھا کہ کرمانی کی رہائی داروغے کی موافقت سے عمل میں آئی ہے - پھر اس نے مسلم بن احوز مازنی سے جو اس کی پولیس کا افسر اعلی تھا کہا '' جاؤ کرمانی کے پاس اور اس سے کہو کہ تمھیں کوئی نقصان پہنچانا میرا مقصود نہ تھا ـ تم نے ذرا شوخ چشمی کا مظاہرہ کیا تھا لہذا میں نے چاہا کہ تمھاری تھوڑی سی تادیب ہو جائے ــ اور پھر اسے حکم دو کہ وہ میرے پاس چلا آئے ، میں اسے امان دیتا ہوں ــ بلا اس لیے رہا ہوں کہ اس سے بعض معاملات میں تبادلۂ خیال کرنا چاہتا ہوں '' -

چنانچہ مسلم کرمانی کے پاس گیا اور دیکھا کہ محمد بن مثنّے ربعی سات سو افراد ربیعہ کے ساتھ اس کے دروازے پر بیٹھا ہؤا ہے ـ تاہم مسلم کرمانی سے جا کر ملا اور پیغام دے دیا ــ کرمانی نے کہا '' نہیں میں اپنی خوشی سے تو ہرگز نہ جاؤں گا ــ اب اس کے اور میرے درمیان فیصلہ تلوار ہی کرے گی '' - مُسلم نے یہ بات جا کے نصر سے کہہ دی ''۔

اب نصر نے عِصمَت بن عبداللہ ازدی کو جو اس کے معتمدوں میں سے تھا بلا بھیجا ، اور اس سے کہا کہ جاؤ اپنے ابن عم کے پاس ، اسے امان کا یقین دلاؤ ، اور کہو کہ میرے پاس چلا آئے ، میں اس کے ساتھ اُس دشمن (ابو مسلم خراسانی) کی طرف سے پیش آنے والے خطرے کے ضمن میں کچھ تبادلۂ خیال کرنا چاہتا ہوں -

جب عصمت نے کرمانی کو نصر کا پیغام دیا ، تو اُس نے عصمت سے کہا '' اے خبیث ماں کے فرزند ! تو اس معاملے میں کیوں ٹانگ اڑاتا ہے ، تیرے چچا نے مجھے بتا دیا تھا کہ تُو اس باپ کا بیٹا نہیں ہے جس سے منسوب ہے - تو ابن اقطع (نصر بن سیّار) کا تقرب چاہتا ہے ــ

Marfat.com

اگر تو واقعی صحیح النسب ہوتا تو اپنی قوم کو چھوڑ کر اس کی طرف مائل نہ ہوتا جس سے تیرا کوئی بھی رشتہ نہیں "۔

عِصْمَت واپس چلا گیا اور جو کچھ کرمانی نے کہا تھا وہ اس تک پہنچا دیا ـــ اب کرمانی نے عمر بن ابراہیم کو جو حیرہ کے آخری بادشاہ ابرہ بن صباح کی اولاد میں سے تھا خط لکھا ۔ وہ کوفے میں آباد تھا ۔ اُس سے گزارش کی کہ یمن و ربیعہ کے مابین جو پیمان عہد جاہلیت میں ہوا تھا اُس کا نسخہ بھیجدے ، کیونکہ وہ اس پیمان کو ازسرنو زندہ اور تازہ کرنا چاہتا ہے ـــ کرمانی کا اُس سے مقصود یہ تھا کہ بنو ربیعہ کو اپنی مدد پر آمادہ کر لے ۔

عمر بن ابراہیم نے معاہدے کا نسخہ کرمانی کے پاس بھیج دیا ۔ لہذا کرمانی نے اکابرِ یمن اور رؤسائے بنو ربیعہ کو اکٹھا کیا اور حلف نامہ پڑھ کر سنا دیا ۔

" اللہ کے نام سے جو بالا و برتر ہے ۔ صاحبِ مجد ہے اور نعمتیں عطا کرتا ہے ۔ یہ ہے وہ حلف جو دو برادر قبیلوں آلِ قحطان و ربیعہ نے اٹھایا ۔ قرار پایا کہ دونوں آپس میں کامل مساوات روا رکھیں گے ۔ ایک دوسرے کے عزیز اور بھائی بند رہیں گے اور اس وقت تک رہیں گے جب تک کوئی شخص پاؤں میں جوتا ڈالنے پر اور کوئی سوار سفرِ سحر و شام پر مجبور ہے ۔ اس حلف کی پابندی بڑوں کی طرف سے چھوٹوں پر اور نیکوں کی طرف سے بدوں پر عائد ہوگی ۔ تاآخرِ زماں ، تاابد ، تاحدِ آخریں ، جب کائنات سے باپ بھی ناپید ہو جائیں اور بیٹے بھی ، اس حلف کو دھرایا جاتا رہے گا ، اس کی پابندی کی جاتی رہے گی اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک ستاروں کا طلوع و غروب جاری ہے ۔ اس شرط پر انھوں نے ایک بادشاہ کے حضور جو انھیں بہت پسند تھا اپنے خون بہم ملا دیے ۔ بادشاہ نے اس مخلوط خون میں شراب ملا دی اور انھیں پلا دی ۔ پھر اس بادشاہ نے ان کے ماتھے سے بال کاٹے ، ان کے پوروں سے ناخن اتارے ، انھیں ایک ہمیانی میں ڈالا اور گہرے پانی کی تہ میں دفن کر دیا ۔ وہ گہرا پانی شکم بحر تھا تاکہ

Marfat.com

وہاں تاآخر دھر رہے ۔ اس میں کسی سہو ، بُھول چوک ، خیانت اور ترک ِ رفاقت کی گنجائش نہیں ۔ یہ عقد سوکنّد ہے ۔ اس میں کوئی نرمی نہیں تاآخر زمان ِ بے پایاں ۔ جب تک دنیا میں کوئی بچہ باپ کو بلائے اور جب تک کوئی شخص اپنے برتن میں دودھ دوہے ۔ جننے والیاں بھی اس کی پابند ہوں گی اور دائیاں بھی اسی پر کاربند ۔ جب تک ایک سال کے بعد دوسرا سال آ رہا ہے ، اسی پر جینا ہوگا اور اسی پر مرنا ہوگا تاآنکہ فرات خشک ہو جائے ۔ یہ عہدنامہ ماہ رجب میں باحمیّت و وفاشناس کان ِ فضیلت اور عالی تبار بادشاہ ملکیکرب کے کے سامنے تحریر میں آیا ۔ سبھی اس کے پابند قرار پائے ۔ خدائے برتر و قادر ِ مطلق گواہ ہے اور اُس خدا کو سمجھدار لوگ سمجھ لیتے ہیں ۔ بے سجھ نہیں سمجھ سکتے '' ۔

جب یہ متن پڑھایا گیا تو اکابر یمن اور رؤسائے بنو ربیعہ باہم ایک دوسرے کی مدد پر متفق ہو گئے اور طے پایا کہ ان کا موقف ایک ہو گا ۔

اب کرمانی نے نصر بن سیّار کی طرف پیغام بھیجا کہ '' اگر جنگ چاہتے ہو تو شہر سے باہر نکل آؤ ''۔ چنانچہ نصر نے اپنی مضری افواج میں ڈونڈی پٹوا دی اور پھر افواج کو لے کر صحرا کے کنارے ڈیرہ ڈال دیا ۔ کرمانی نے بھی ایسا ہی کیا ۔ دونوں نے اپنی اپنی لشکرگاہ کے گرد خندقیں کھدوالیں ۔ یہی باعث ہے کہ اس جگہ کو آج تک خَنۡدَقَین کہا جاتا ہے ۔ ازاں بعد محمد بن مثنّٰی اور ابو سَیّلا کو جن کا تعلق بنو ربیعہ سے تھا ایک ہزار سوار کے ساتھ روانہ کیا اور حکم دیا کہ نصر بن سیار کے عساکر کی سمت پیش‌قدمی کریں ۔ جب دونوں بڑھتے ہوئے نصر کی افواج کے قریب آ گئے تو اس نے اپنے بیٹے تمیم سے کہا '' تم بنو قیس اور بنو تمیم کے ایک ہزار سوار لے کر مقابلے پر جاؤ '' ۔ تمیم نے ایک ہزار سوار منتخب کیے اور مقابلے پر نکل آیا ۔ زوروں کی جنگ ہوئی ۔ خود محمد بن مثنّٰی رَبَعی نے تمیم بن نصر پر حملہ کر دیا ۔ دونوں ایک دوسرے پر تلواروں کے وار کرتے رہے مگر کسی

Marfat.com

بھی تلوار سے کچھ نہ ہو سکا اس لیے کہ وہ دونوں سر تا پا لوہے میں غرق تھے ۔ آخر جب محمد بن مثنٰی نے یہ دیکھا تو اپنے آپ کو تمیم کے اوپر گرا کر اس کے گلے سے چمٹ گیا ، لهذا دونوں زمین پر جا رہے ۔ تمیم نیچے تھا ، محمد اوپر ۔ اب محمد نے جھک کے تلوار تمیم کی گردن پر رکھی اور اسے ذبح کر ڈالا ۔ نصر بن سیّار نے اپنے بیٹے کا مرثیہ ان الفاظ میں کہا :

(۱) نَفَى عَنِّي العَزَاءَ وَكُنْتُ جَلْداً
غَدَاةُ جَلَى الفَوارِسُ عَنْ تَمِيْمٍ

(۲) وَمَا قَصُرَتْ يَدَاهُ عَنِ الأَعادِي
وَلاَ اَضْحٰى بِمَنزِلَةِ اللَّئِيْمٍ

(۳) وَفَاءً لِلْخَلِيْفَةِ وَابْتِذَالاً
لِمُهْجَتِهِ يُدَافِعُ عَنْ حَرِيْمٍ

(۴) فَمَنْ يَكُ سَائِلاً عَنِّي فَاِنِّي
أنَا الشَّيْخُ الغَضَنْفَرُ ذُوالكَلِيْمٍ

(۵) نَمَتْنِي مِنْ خُزَيْمَةَ بَاذِخَاتٌ
بَوَاسِقُ يَنْتَمِيْنَ اِلٰى صَمِيْمٍ

۱۔ اُس صبح نے جب تمیم کے سوار اس سے الگ ہو گئے تھے میرے دل کی تسکین برباد کر دی ۔ حالانکہ میں بڑا سخت جان شخص تھا ۔

۲۔ تمیم دشمنوں کے مقابلے میں کبھی ھیٹا ثابت نہ ھؤا تھا ، نہ وہ کسی گھٹیا اور باعثِ ننگ درجے کا مالک تھا ۔

۳۔ وہ خلیفہ کا وفادار تھا اور حق وفا کرنے کی خاطر لڑ جاتا تھا ۔ وہ مقدّس ذمہ داریوں کا پاسدار تھا اور ان کی خاطر جان کھپا دیتا تھا ۔

۴۔ کوئی اگر مجھ سے پوچھے کہ میں کون ھوں تو یہ جان لے کہ میں شیردل رئیس ھوں ، زخم لگانا اور زخم کھانا میرا

Marfat.com

شیوہ ہے -

۵- میری نمو خزیمہ کے بلند و بالا درختوں نے کی ہے - اُن درختوں کی فلک‌پوش ٹہنیاں اُس تنے سے تعلق رکھتی ہیں جو مضبوط ، خالص اور بےداغ ہے -

کہتے ہیں کہ طرفین کے عساکر بیس ماہ تک اسی عالم میں رہے ـ روزانہ کچھ لوگ ادھر سے نکلتے اور کچھ اُدھر سے - تھوڑی دیر لڑتے اور لوٹ جاتے- دونوں میں سے کوئی بھی اپنے مدمقابل سے ہیٹا ثابت نہ ہؤا -

اس امر نے ان لوگوں کو ابو مسلم اور اُس کے رفقا کے تعاقب سے بالکل غافل کر دیا جس کے باعث وہ بہت طاقت پکڑ گیا اور اس کا اثر و رسوخ اتنا بڑھ گیا کہ خراسان کے ہر ضلع میں اس کی حیثیت واضح طور پر محسوس کی جانے لگی -

یہ دیکھ کر عقیل بن مَعقِل لیثی نے نصر بن سیّار سے کہا '' ہمارے اور تمیمیوں کے درمیان اس عصبیت کا سلسلہ‌دراز ہو گیا ہے جس نے آپ کو آپکے تمام مشاغل اور کاروبار حکومت سے غافل کر دیا ہے - حالانکہ وہ حریص دشمن (ابو مسلم) آپ پر چڑھا آ رہا ہے - میں آپکو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ اپنے اعزّہ کو لے کر شام کی طرف چلے جائیں اور اس بوڑھے یعنی کرمانی سے کسی قدر صلح و صفائی کر لیں اس لیے کہ امام مروان بن محمد کے ہاتھوں سے حکومت نکلی جا رہی ہے -

نصر نے جواب دیا '' اے ابن عم - میں نے تمھاری بات سمجھ لی مگر بوڑھے کو اپنے افراد قبیلہ کی مدد حاصل ہے اور ان افرادِ قبیلہ کو بنو ربیعہ کی پشت پناہی میسّر ہے اس وجہ سے اس کا دماغ آسمان پر پہنچ گیا ہے - نہ وہ صلح کی طرف مائل ہوتا ہے نہ امن و امان کی جانب ملتفت ہوتا ہے - تاہم اے ابن عم ! اگر تم چاہتے ہو تو جاؤ اس سے یہ بات کر دیکھو اور جو وہ مطالبہ کرے مان لو '' -

چنانچہ عقیل بن مَعقِل چلا گیا اور جا کے کرمانی سے ملاقات کی

Marfat.com

اجازت چاهی - کرمانی نے اندر بلا لیا - ابن معقل تسلیمات بجا لایا اور کہا " آپ اس سرزمین میں عرب کے بزرگ اور سردار هیں - عرب پر رحم کریں - آپ کے اور همارے مابین اس عصبیّت کا سلسله بہت دراز هو گیا هے - آپ کے اور همارے اتنے آدمی مارے جا چکے هیں که اگر کوئی گننا چاهے تو گن نه سکے - نصر نے مجھے آپ کے پاس بھیجا هے اور کہا هے که آپ جو کہیں گے وه مان لیا جائے گا ایسے هی جیسے بچے کی بات ماں باپ مان لیتے هیں بشرطیکه آپ حسبِ سابق ان کی اطاعت کا اقرار کر لیں تاکه پھر آپ دونوں اُس آگ کو بجھانے کی خاطر کمر باندھ سکیں جو تمام اضلاع خراسان میں بھڑک رهی هے قبل اس کے که وه لوگ یعنی سیاه‌پوش کھُلے بندوں مقابلے پر نکل آئیں " -

کرمانی بولا " میں نے تمھاری بات پا لی - میں بھی اس صورت حال کو پسند نه کرتا تھا مگر تمھارے ابن عم نصر کو ظلم و زبردستی کے سوا اور کچھ گوارا هی نه تھا - یہاں تک که اُس نے مجھے اپنے قیدخانے میں ڈال دیا - پھر میں اور میری قوم اس کے دشمن کیوں نه هوتے " -

عقیل نے اس سے کہا " اب آپ اس آتش‌نفاق و عداوت کو بجھانے اور اس خون‌ریزی کو ختم کرنے کے لیے کیا تجویز پیش کرتے هیں " -

کرمانی نے جواب دیا " میری تجویز یه هے که نه میں زمامِ حکومت اپنے هاتھ میں لوں نه نصر لے - بلکه هم اپنی حکومت بنو ربیعه کے کسی فرد کے سپرد کر دیں ، وه سارا انتظام سنبھال لے اور هم سبھی اس کے مدد و معاون هو کر اُن سیاه‌پوشوں کے مقابلے کی خاطر آستینیں چڑھا لیں - انھیں اکٹھا نه هونے دیں کیونکه اگر وه اکٹھے هو گئے تو پھر خواه سارا عرب همارے جھنڈے تلے جمع هو جائے هم ان پر قابو نه پا سکیں گے " -

عقیل نے کہا " یه بات (که نصر حاکم نه رهے) امام مروان بن محمد

کو پسند نہیں ۔ ویسے امیر نصر جملہ اختیارات آپ کو سونپتے ہیں ۔ یعنی آپ جسے چاہیں متعیّن کریں جسے چاہیں معزول کریں اور جس طرح چاہیں ان سیاہپوشوں سے نپٹنے کی تدبیر فرمائیں ۔ نیز یہ کہ آپ نصر کے خاندان میں اور نصر آپ کے خاندان میں شادی کر لیں ''۔

کرمانی نے جواب دیا '' وہ میرے خاندان میں کس طرح شادی کر لے ۔ وہ میرا ہمسر ہے ؟ ''۔

عقیل بولا '' آپ یہ بات ایک ایسے شخص کے بارے میں کیونکر کہہ رہے ہیں جس کا گھرانہ بنو کنانہ سے تعلق رکھتا ہے ''۔ کرمانی نے کہا '' اگر وہ صحیح اور اصل کنانہ میں سے ہوتا تو میں یہ بات مان لیتا مگر وہ تو کنانہ میں دخیل ہے ۔ رہا تمہارا یہ قول کہ وہ مجھے یہ اختیار سونپ رہا ہے کہ میں جسے چاہوں عہدہ دوں اور جسے چاہو معزول کروں تو میری آن کی قسم ایسا کبھی نہ ہوگا ، میں کسی طرح بھی اس کے تابع رہنا اور اُسے حکومت پر قائم رکھنا گوارا نہیں کر سکتا ''۔

عقیل نصر کے پاس واپس چلا گیا اور کہا '' اس مسخرے کے بارے میں آپ کی رائے میری رائے سے واقعی زیادہ صائب تھی '' اور پھر دونوں کے مابین جو جو باتیں ہوئی تھیں نصر کو کہہ سنائیں ۔

اس پر نصر بن سیّار نے امام مروان بن محمد کی خدمت میں عریضہ تحریر کر کے اسے آگاہ کیا کہ کیس طرح کرمانی نے اُس کے خلاف سر اُٹھایا اور جنگ کی ہے جس کے باعث وہ ابومسلم اور اس کے ساتھیوں کے تعاقب کی طرف متوجہ نہیں ہو سکا اور اب حالت یہ ہے کہ وہ بہت زور پکڑ گئے ہیں ۔ ان کی تعداد کو کمتر سے کمتر شمار کرنے والا بھی اس خیال کا حامی ہے کہ خراسانی علاقوں میں دو لاکھ افراد ابومسلم کی بیعت کر چکے ہیں ۔ لہذا اے امیرالمومنین اپنے اس خطرے کا تدارک کیجیے ۔ اپنی طرف سے میرے پاس ایسے عساکر روانہ فرمائیے جو میری قوت میں اضافہ کریں ، اور میں ان کی مدد سے اپنے مخالفین سے لڑنے پر قادر ہو سکوں ''۔

اس نے اپنے خط کے آخر میں یہ شعر بھی درج کر دیے :

Marfat.com

(۱) أَرَى تَحْتَ الرَّمادِ وَمِيْضَ جَمْرٍ
وَيُوشِكُ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ ضَرامُ
(۲) فَاِنَّ النَّارَ بِالعُوْدَيْنِ تُذْكٰى
وَاِنَّ الشَّرَّ مَبْدَءُهُ كَلَامُ !
(۳) وَقُلْتُ مِنَ التَّعَجُّبِ لَيْتَ شِعْرِي
أَأَيْقَاظٌ أُمَيَّةُ أَمْ نِيَامُ !
(۴) فَاِنْ يَقِظَتْ فَذاكَ بَقاءُ مُلْكٍ
وَاِنْ رَقَدَتْ فَاِنِّى لَا أُلَامُ !
(۵) فَاِنْ يَكُ أَصْبَحُوا ، وثَوَوْا نياماً
فَقُلْ قُوْمُوا فَقَدْ حَانَ القِيَامُ !

۱- میں راکھ کے نیچے انگارے کی دھک دیکھ رہا ہوں عنقریب وہ انگارہ شعلہ بن کر بھڑک اٹھنے کو ہے -

۲- آگ دو لکڑیوں سے بھڑکائی جاتی ہے - فتنہ و فساد کا آغاز گفتگو ہے (لکڑیاں رگڑ کھاتے کھاتے گرم ہو جاتی ہیں اور پھر بھڑک اٹھتی ہیں - اسی طرح باتیں بڑھتے بڑھتے فساد کی شکل اختیار کر لیتی ہیں) -

۳- میں نے تعجب سے کہا اے کاش میں جان سکتا کہ بنو امیّہ جاگتے ہیں یاں سوئے ہوئے ہیں ؟

۴- اگر جاگتے ہیں تو حکومت کو بقا حاصل رہے گی اور اگر وہ سوئے ہوئے ہیں تو مجھ پر کوئی الزام عائد نہ کیا جائے گا (میں انھیں جگانے اور متنبہ کرنے سے غافل نہیں رہا) -

۵- اگر وہ چڑھے دن بھی سوئے پڑے رہیں تو پھر کہ دو کہ اے بنو امیّہ اٹھ کھڑے ہو - اٹھ کھڑے ہونے کی گھڑی سر پر آن کھڑی ہے -

جب یہ خط مروان کو ملا تو اس نے معاویہ بن ولید بن

Marfat.com

عبدالملک کے نام جو اس کا عاملِ دمشق تھا فرمان صادر کیا ۔ مروان خود تا حال حمص ھی میں مقیم تھا ۔ فرمان یہ تھا کہ وہ اپنے عاملِ بلقاء کو حکم دے کہ فوراً حُمَیمہ جا کے ابراھیم بن محمد بن علی کو گرفتار کر لے اور اس کی مشکیں کس کر میری طرف بھیج دے ۔

حاکم بلقاء ابراھیم کے پاس پہنچا وہ اس وقت مسجد میں تھا ۔ اس کی گردن میں کپڑا ڈالا اور لدوا کر مروان کی طرف بھیج دیا ۔ اس کے اھل بیت میں سے عبداللہ بن علی اور عیسیٰ بن موسیٰ بن علی اور کچھ سوالی پیچھے پیچھے ھو لیے ۔

جب مروان کے سامنے ابراھیم آیا تو مروان نے پوچھا " یہ کیا انبوہ ھیں جو خراسان میں سر اٹھائے تمھارے لیے خلافت کا مطالبہ کرتے پھرتے ھیں " ۔

ابراھیم نے جواب دیا " مجھے تو اس چیز کا قطعاً کوئی علم نہیں ویسے اگر تم ضرور ھمیں نشانۂ ستم بنانا چاھتے ھو تو جو جی میں آئے کر گزرو " ۔ اور پھر مروان کو گالیاں دے ڈالیں ۔ چنانچہ مروان نے اسے قیدخانے میں ڈلوادیا ۔

ھیثم کہتا ھے " مجھے ابوعبیدہ نے بتایا کہ میں ابراھیم کے پاس قیدخانے میں جایا کرتا تھا ۔ وھاں اس کے ساتھ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بھی تھا ۔ میں جا کے ابراھیم کی خدمت میں تسلیمات بجا لاتا اور دن کا بیشتر حصہ اسی کے پاس گزار دیتا ۔ بعض اوقات اگر رات کو دیر ھو جاتی تو وھیں پڑ رھتا ۔ چنانچہ اسی طرح ایک رات جبکہ میں ابراھیم کے یہاں قیدخانے کے اندر ایک گیلری میں سویا پڑا تھا کہ آواز آئی " میں مروان کا مولیٰ ھوں ۔ دروازہ کھولو " چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا ۔ وہ اندر آ گیا ۔ اس کے ھمراہ مروان کے موالیوں میں سے دس نفر اور بھی تھے ۔ وہ تھوڑی دیر ٹھہر کے رخصت ھو گئے — پھر میں نے کسی کی کوئی آواز نہ سنی ۔

صبح اٹھ کے میں کمرے میں داخل ھؤا کہ دونوں کو سلام کروں مگر دیکھتا کیا ھوں کہ وہ مرے پڑے ھیں ، چنانچہ میں جان گیا کہ ان

Marfat.com

کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے ۔

جب ابراہیم بن محمد مارا گیا تو اس کے دونوں بھائیوں ابوجعفر اور ابوالعباس کو بھی خطرۂ جان محسوس ہؤا ۔ لہذا وہ حُمَیمہ سے عراق کی سمت بھاگ اٹھے ۔ علی بن عبداللہ بن عباس کے بیٹے عبداللہ ، اسماعیل ، عیسیٰ اور داؤد بھی ان کے ہمراہ تھے ۔ ہوتے ہوتے وہ کوفے میں جا پہنچے اور ابوسلمہ کے یہاں مہمان ہوئے ۔ ابوسلمہ سرزمین عراق میں اُن دونوں بھائیوں کے باپ کا داعی تھے ۔

ابو سلمہ نے انھیں ولید بن سعد کے گھر میں ٹھہرا دیا جو محلہ بنی اَود میں تھا اور ان کی دیکھ بھال پر مُساوِرْ قصّاب اور یَقْطِین مسالہ فروش کو مامور کیا ۔ یہ دونوں کبارِ شیعہ میں سے تھے اور دونوں محمد بن علی سے اس کی زندگی میں ملاقات کر چکے تھے ۔ اُسی نے انھیں حکم دیا تھا کہ ابو سلمہ کو اس کے مشن میں مدد دیں ۔

ابو سلمہ خود سرکے کی تجارت کرتا تھا ۔ جب شام ہو جاتی تو مساور گوشت کا ایک ٹکڑا ، ابو سلمہ سرکہ اور یقطین مسالہ لے کر آ جاتا ۔ پھر سبھی مل کر کھانا تیار کرتے اور کھاتے ۔ اسی ضمن میں ابوجعفر نے کہا تھا :

لَحْمُ مُسَاوِرٍ وَّ خَلُّ أَبِی سَلَمَہ
وَ ابْزَارُ یَقْطِیْنٍ وَّ طَابَتِ الْمَرَقَہ

” جب گوشت مساور کا ، سرکہ ابوسلمہ کا اور مسالہ یقطین کا ہو تو شوربہ لذیذ ہی ہوگا “ ۔

بہر حال ابوالعباس اور ابو جعفر دونوں کوفے میں پوشیدہ رہے تاآنکہ قحطبہ بن شبیب عراق میں آن پہنچا ۔

کہا جاتا ہے کہ ابومسلم کو بھی امام ابراہیم بن محمد کے قتل اور ابوالعباس اور ابو جعفر کے شام سے بھاگ کر کوفے میں ابوسلمہ کے یہاں چھپ رہنے کی اطلاع مل گئی ۔ چنانچہ وہ خراسان سے کوفے میں

Marfat.com

آیا ۔ اُن دونوں سے ملا اور ان کے بھائی امام ابراہیم کی موت پر تعزیت کی ۔ ازاں بعد ابوالعباس سے کہا ۔ '' ہاتھ نکالیں میں آپ کی بیعت کرتا ہوں '' ۔

ابوالعباس نے ہاتھ نکالا اور ابومسلم نے اس کی بیعت کر لی ۔ اس کے بعد وہ مکے چلا گیا ۔ وہاں سے لوٹ کر پھر ان دونوں کے پاس آیا ۔ اس وقت ابوالعباس نے اسے تلقین کی کہ خراسان میں جو بھی عربی بولنے والا تمہارے موقف کا حامی نہ ہو اس کا سر اڑا دو ۔

جلد ہی بعد ابومسلم خراسان کی طرف لوٹ گیا اور وہاں ضلع بہ ضلع اور دیہ بہ دیہ گھوم پھر کر لوگوں سے ایک معیّن دن کو علمِ بغاوت بلند کر دینے کا پیمان لینے اور حسبِ مقدرت ہتھیار اور سواریاں تیار کر رکھنے کا حکم دینے لگا ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب کرمانی کے ضمن میں نصر بن سیّار کا ہر حیلہ بیکار ہو کر رہ گیا اور دوسری طرف ابومسلم کے سر پر آن پہنچنے کا خطرہ زیادہ محسوس ہونے لگ پڑا تو اس نے مروان کے نام مکتوب تحریر کیا :

(۱) یاایها المَلِکُ الوَانِی بِنُصْرَتِهِ
قَدْ آنَ لِلأَمْرِ أَنْ یاتِیکَ مِنْ کَثَبِ !

(۲) أَضْحَتْ خُراسَانُ قَدْ باضَت صَقُورَتُها
وَفَرَّخَتْ فی نَوا حِیْها بِلاَ رَهَبِ !

(۳) فاءِنْ یطِرْنَ ولَمْ یُحْتَلْ لَهُنَّ بِهَا
یُلْهِبْنَ نِیرانَ حَرْبٍ أَیَّما لَهَبِ

۱۔ اے اپنی مدد کے معاملے میں سستی کا مظاہرہ کرنے والے بادشاہ اب معاملہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ تجھے قریب سے آن لے گا ۔

۲۔ خراسان کا حال یہ ہے کہ وہاں کے شِکروں نے بے خطر ہو کر گوشے گوشے میں انڈے بچے دے رکھے ہیں ۔

Marfat.com

۳۔ ان کی پرواز کو روکنے کی کوئی تدبیر نہیں کی گئی ، اگر وہ اڑے تو جہاں جہاں آتشِ جنگ بھڑک سکی وہ ضرور بھڑکائیں گے ۔

جب یہ شعر مروان کو ملے تو اس نے یزید بن عمرو بن ھُبیرہ کے نام جو اس کا عاملِ عراقین تھا فرمان جاری کیا کہ وہ اپنے عساکر میں سے بارہ ہزار سپاھی منتخب کر لے ۔ علاوہ ازیں کوفہ و بصرہ کے عربوں سے بھی بھرتی لے اور اس سارے لشکر کا کماندار کسی ایسے شخص کو مقرر کر کے جو محتاط اور دوراندیش ھو اور جس کی دانش و مردانگی اس کے نزدیک قابلِ ستائش ھو نصر بن سیار کی طرف روانہ کر دے ۔

مگر جواباً یزید بن عمرو بن ھُبیرہ نے مروان کی خدمت میں عرض کر بھیجا کہ میری فوج میں سے بارہ ہزار سپاھی نہیں نکلتے ۔ ساتھ ھی اس امر سے بھی آگاہ کیا کہ شام کی بھرتی عراق سے بہتر رھے گی اس لیے کہ عراقی خلفائے بنو امیّہ کے خیرخواہ نہیں ۔ ان کے دل میں کینہ پنہاں ھے ۔

بھر حال جب نصر کو دیر تک مدد نہ پہنچ سکی تو اس نے دوبارہ مروان کو لکھا :

(۱) مَنْ مُبْلِغٌ عَنِّی الاِمامَ الَّذِی
قَامَ بِأَمْرٍ بَیِّنٍ سَاطِعٍ !

(۲) أَنِّیْ نَذِیْرٌ لَکَ مِنْ دَوْلَةٍ
قَامَ بِهَا ذُوْرَحِمٍ قَاطِعٍ !

(۳) وَالثَّوْبُ اِنْ أَنْهَجَ فِیهِ البِلٰی
اَعْیٰی عَلٰی ذِی الحِیْلَةِ الصَّانِعِ !

(۴) کُنَّا نُدَ اَرِیْهَا فَقَدْ مُزِّقَتْ !
وَاتَّسَعَ الخَرْقُ عَلَی الرَّاقِعِ !

۱۔ میری طرف سے امام تک جو ایک واضح اور روشن معاملے کا

Marfat.com

تحویلدار ہے یہ بات کون پہنچائے گا ؟

۲- کہ میں تجھے متنبّہ اور خبردار کر رہا ہوں اُس حکومت سے جو ایک ایسا شخص قائم کر رہا ہے جو رشتہ و تعلق کا کوئی پاس نہ کرے گا ۔

۳- کپڑا جب گِھس گِھس کر خستہ ہو جاتا ہے تو پھر کسی ماہر سے ماہر کاریگر کے بس کا نہیں رہتا ۔

۴- ہم اس کپڑے کی پائداری اور دیکھ بھال کرتے رہے مگر اس کا کیا علاج اس کا چاک رفوگر کی طاقت سے وسیع تر ہوتا چلا گیا ۔

مگر نصر مروان کے یہاں سے کوئی مدد حاصل نہ کر سکا ۔

ابومسلم کی دعوت کا ظہور

آخر وہ وقت آ گیا جس کا ابومسلم نے اپنے اراتمندوں سے وعدہ لیا تھا ۔ چنانچہ ان سب نے روز واحد میں خراسان کے ہر ضلع سے سر نکالا اور اس کے پاس آن پہنچے ۔ سب نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا گویا وہ ابراہیم بن محمد بن علی بن عباس کا ماتم کر رہے تھے جسے مروان نے قتل کرا دیا تھا ۔ جو سالار سیاہ لباس میں ابومسلم کے پاس سب سے پہلے پہنچے وہ یہ تھے : أَسِید بن عبداللہ ، مُقَاتِل بن حکیم ، دحقن بن غَزوان ، اور حُرَیش مَولائے بنو خزاعہ ۔ پھر سب نے نعرہ بلند کیا " اے محمد ، اے فاتح " مقصود تھا محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ۔ کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جو قائمِ امر ہؤا اور جس نے دنیا بھر میں اپنی داعی پھیلائے ۔

اب ہرات ، بُوشنگ ، مرو روز ، طالقان ، مرو ، نسا ابیورد ، طُوس ، نیشاپور ، سَرخس ، بلخ ، صُغَانِیان ، طخارستان ، ختّلان ، کش اور نسف سے لوگوں نے ابومسلم کے پاس جوق در جوق آنا شروع کر دیا ۔ سبھی نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا ۔ اسی طرح چھت کی کڑیوں کی سی بڑی بڑی لاٹھیاں جو ہاتھ میں تھیں انھیں بھی سیاہ کر رکھا

Marfat.com

تھا اور ان کا نام "کافر کوب" رکھا ھؤا تھا ۔
اب یہ جتّم غفیر چل نکلا ۔ کوئی گھوڑے پر سوار تھا ۔ کوئی گدھے پر اور کوئی پیدل ۔ یہ لوگ گدھوں کو ھانکتے پیٹتے ہوئے کہتے "چل مروان" یعنی انھوں نے گدھوں کا نام مروان رکھا ھؤا تھا ۔ مقصود مروان کی تذلیل تھی ۔ تعداد ان کی لاکھ سے متجاوز تھی ۔
جب نصر بن سیار کو ابومسلم کی بغاوت کا علم ھؤا تو اس کے چھکے چھوٹ گئے ۔ اسے فوراً اپنی جان کا خوف لاحق ھو گیا ۔ یہ خدشہ بھی تھا کہ کرمانی اپنی یمنی اور ربَعی جمیعتوں سمیت ان سے مل جائے گا ۔ جس کا مطلب اس کی کامل بربادی ھوگا ۔ چنانچہ اس نے چاھا کہ بنو ربیعہ کی اس جمعیت کو جو کرمانی کے ساتھ تھی رام کر لے ۔ وہ سب اس وقت مرو میں تھے ۔ لہذا ان کی طرف لکھ بھیجا :

(۱) أَبْلِغ رَبِيعَةَ فِی مَرْوٍ وَّ اِخْوَتَهَا
أَنْ يَغْضَبُوا قَبْلَ أَنْ لَّا يَنْفَعَ الغَضَبُ،
(۲) مَا بَالُكم تُلحِقُوْنَ الحَرْبَ بَيْنَكُمُ،
كَأَنَّ أَهْلَ الحِجَا عَنْ فِعْلِكم غُيَّبُ،
(۳) وَ تَتْرُكُونَ عَدُوّاً قَدْ اَظَلَّكُمْ
مِمَّنْ تَأَشَّبَ، لَا دِيْنٌ وَّ لَا حَسَبُ!
(۴) لَيْسُوا اِلٰی عَرَبٍ مِنَّا فَنَعْرِفُهُمْ
وَلَا صَمِيمَ المَوَالِی اِنْ هُمْ نُسِبُوا!
(۵) قَوْماً يَدِيْنُوْنَ دِيناً مَا سَمِعْتُ بِهِ
عَنِ الرَّسُوْلِ وَلَا جَاءَتْ بِهِ الكُتُبُ!
(۶) فَمَنْ يَكُنْ سَائِلِی عَنْ أَصْلِ دِيْنِهِم
فَاِنَّ دِيْنَهُمْ أَنْ تُقْتَلَ العَرَبُ!

۱- مرو میں اقامت گزیں بنوربیعہ اور ان کے بھائی بندوں تک میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ وہ جوش میں آئیں قبل اس کے کہ

Marfat.com

جوش بے سود ہو کر رہ جائے ۔

۲- تمھیں کیا سوجھی ہے کہ آپس ہی میں لڑے جا رہے ہو گویا تمھارے فعل کو کوئی صاحب دانش دیکھ ہی نہیں رہا ۔

۳- اپنی باہمی لڑائی میں اُس دشمن کو جو بے دین و بے حسب ہے اور تعداد کثیر کے ساتھ تم پر چھایا جا رہا ہے من مانی کرنے کے لیے چھوڑ دیا ہے ۔

۴- اس دشمن کے لشکریوں کا نسب ہم عربوں سے کہیں نہیں ملتا اور نہ ہی وہ عالی تبار موالی میں سے ہیں ۔

۵- یہ قوم عجیب و غریب دین کی مالک ہے ، ایسا دین جو نہ میں نے رسول سے مروی سنا اور نہ کتب سماوی میں مرقوم پایا ۔

۶- کوئی اگر مجھ سے یہ پوچھے کہ ان لوگوں کے دین کی اصل کیا ہے تو میں کہوں گا کہ ان کا دین فقط یہ ہے کہ عرب قتل کر دیے جائیں ۔

تاہم ابوالعباس کو جو کوفے میں پوشیدہ تھا یہ اطلاع ملی کہ اگر ابومسلم چاہتا تو نصر بن سیار اور کرمانی کے لشکروں کو فنا کر سکتا تھا مگر وہ مدافعتی لڑائی کا خواہاں ہے ۔ چنانچہ ابوالعبّاس نے ابومسلم کو خط لکھا اور اس ضمن میں ڈانٹ پلائی ۔ ابو مسلم خواہاں تھا کہ نصر اور کرمانی میں سے کسی ایک کو ضرور ساتھ ملا لے ۔ اس خیال سے کرمانی کے پاس پیغام بھیجا اور درخواست کی کہ وہ اس کے ساتھ ضرور شامل ہو جائے تاکہ وہ نصر بن سیار سے اس کا انتقام لے سکے ۔ کرمانی نے یہ پیغام پا کر ابومسلم کی طرف کوچ کرنے کا تہیہ کر لیا مگر ابو مسلم اپنا لاؤ لشکر لے کر سرزمین مرو ہی میں آ پہنچا اور شہر سے چھ فرسخ کے فاصلے پر خیمے گاڑ دیے ۔

کرمانی اپنی قوم کی ایک جمعیّت کے ہمراہ ابومسلم سے ملنے گیا اور اُس سے اپنے جملہ اصحاب کے لیے امان طلب کی ۔ ابومسلم نے کرمانی

Marfat.com

کو امان دے دی اور اس کی بڑی آؤ بھگت کی ۔ چنانچہ کرمانی اُسی کے یہاں رہ پڑا ۔ یہ جان کر نصر بن سیار کو بڑا دکھ ہؤا ، وہ جان گیا کہ اب اس کی ہلاکت یقینی ہے لہذا کرمانی کو خط لکھا اور التجا کی کہ '' تم واپس آؤ میں بھی حکمرانی سے دستکش ہو جاتا ہوں ، تم بھی ہو جاؤ پھر ہم دونوں بنوربیعہ کے کسی ایسے فرد کو حاکم مقرر کر دیتے ہیں جو ہم دونوں کو پسند ہو ''۔ یہ وہی بات تھی جس کا کرمانی نے نصر سے مطالبہ کیا تھا ۔

یہ بات کرمانی کے دل میں اتر گئی لہذا ایک رات ڈیرہ ڈانڈا اٹھایا اور ابومسلم کے معسکر سے نکل کر اپنے معسکر کی جانب لوٹ گیا ۔ ازاں بعد کرمانی نے نصر سے نامہ و پیغام کا سلسلہ جاری رکھا اور جب نصر نے دیکھا کہ وہ غافل ہو گیا ہے تو چپکے سے ایک شخص کو بھیج دیا جس نے اُسے قتل کر ڈالا ۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یوں نہیں بلکہ نصر نے تین سو سواروں کے ہمراہ اپنا ایک افسر بھیجا جو اپنی جمعیّت سمیت کرمانی کی تاک میں بیٹھا رہا ۔ یہ اُسی رات کا ذکر ہے جس رات کرمانی نے ابومسلم کا لشکر چھوڑا اور جب ان کے قریب آ گیا تو اس پر بے خبری کے عالم میں حملہ کیا اور اُسے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔

جب ابومسلم کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا '' خدا اس کا ستیاناس کرے اگر استقامت کے ساتھ ہمارے یہاں رہتا تو ہم اس کے معاون ہوتے اور دشمن کے خلاف اس کی مدد کرتے '' ۔

نصر بن سیّار نے کرمانی کو ہلاک کرنے کے بعد کہا تھا :

(۱) لَعَمْرِی لَقَدْ کَانَتْ رَبِیْعَةُ ظَافَرَتْ
عَدُوِّی بِغَدْرٍ حِیْنَ خَابَتْ جُدُوْدُهَا

(۲) وَقَدْ غَمَزُوا مِنِّی قَنَاةً صَلِیْبَةً
شَدِیْداً عَلٰی مَنْ رَامَهَا الکَسْرَ عُوْدُهَا

(۳) وَکُنْتُ لَهَا حِصْناً وَکَهْفاً وَجُنَّةً
یَؤُوْلُ اِلَیَّ کَهْلُهَا وَوَلِیْدُهَا !

Marfat.com

(۴) فَمَا لَبُوا اِلَیَ السَّوآتِ ثُمَّ تَعَذَّرُوا
وَهَلْ یَفعَلُ السَّوْآتِ اِلاَّ مُرِیدُھا !

(۵) فَاَوْرَدْتُ کَرْمَانِیَّھَا المَوْتَ عَنْوَۃً
کَذاکَ مَنَایَا النَّاسِ یَدْنُوا بَعِیدُھا

۱- مجھے میری جان کی قسم کہ جب بنو ربیعہ کی میرے خلاف ساری کوششیں ناکام ہو گئیں تو انہوں نے ازرہ غداری میرے دشمن کے ساتھ ایکا کر لیا ۔

۲- وہ میرے نیزوں کو دیکھ چکے تھے ، وہ جانتے تھے کہ یہ سخت ہیں اور جو بھی ان کی لکڑی کو توڑنا چاہے وہ کامیاب نہیں ہوتا ۔

۳- میں تو بنو ربیعہ کے لیے قلعہ ، غار اور ڈھال رہا ہوں وہ سب میری ہی پناہ لیا کرتے تھے خواہ وہ لڑکے بالے تھے خواہ ادھیڑ عمر کے تھے ۔

۴- مگر وہ بدی کی طرف راغب ہو گئے اور پھر مشکل میں پڑ گئے اور ظاہر ہے کہ بدی کی طرف وہی راغب ہوتا ہے جس کی نیت بد ہو ۔ کوئی دوسرا بھی ہوتا ہے ؟

۵- میں نے پوشیدہ نہیں بلکہ علی الاعلان بزور شمشیر کرمانی کو موت کے گھاٹ اتارا ۔ لوگوں کی موتیں جو دور دکھائی دیتی ہیں اس طرح قریب آ جایا کرتی ہیں ۔

کہتے ہیں کہ جب کرمانی مارا گیا تو اس کا بیٹا علی اپنی خندق سے نکلا اور ابومسلم سے ملکر ملتجی ہؤا کہ وہ اس کے باپ کا انتقام لے ۔ چنانچہ ابومسلم نے قحطبہ بن شبیب کو حکم دیا کہ تیار ہو جائے اور نصر کو اس کی خندق میں گھیر لے ، پھر محاصرہ تنگ کر کے یا اُسے جنگ پر للکارے یا اطاعت کی دعوت دے ۔

قحطبہ رخصت ہؤا ۔ ابتدا شہر سے کی چنانچہ شہر میں داخل ہو کر اپنا تسلط قائم کیا اور پھر نصر کو جنگ کی کھلی چھٹی دے دی ۔

Marfat.com

اس پر نصر نے ابومسلم کے نام مکتوب روانہ کیا اور طالبِ امان ہؤا اور پیشکش کی کہ وہ اس کا شریکِ حکومت ہو جائے۔ ابومسلم نے اس کی پیشکش قبول کر لی اور قحطبہ کو حکم دیا کہ اس سے کوئی تعرض نہ کرے۔

پھر جب نصر نے قحطبہ کو غافل پایا تو ایک رات اپنے فرزندوں خادموں اور مقربوں کو همراہ لے کر ساز و سامان لدوایا اور اپنے لشکریوں کو اطلاع دیے بغیر عراق کی سمت روانہ ہو گیا۔ راستہ جُرجان والا اختیار کیا۔ وهاں پہنچکر اقامت گزیں ہؤا اور بیمار پڑ گیا۔ وهاں سے سادہ کی راہ لی۔ کچھ دن وهاں ٹھیرا اور فوت گیا۔

اب نصر اور کرمانی کے سبھی لشکریوں نے ابومسلم سے امان طلب کر لی ماسوا ان تھوڑے سے افراد کے جنھیں ابومسلم کے موقف سے نفرت تھی۔ ایسے افراد شہر مرو سے بگٹٹ بھاگے اور طوس میں جا ٹھیرے۔

اس اثنا میں ابومسلم خراسان پر قابض ہو گیا اور اس نے وهاں اپنے حاکم مقرر کر دیے۔ چنانچہ سب سے پہلا شخص جسکے نام اس نے تعیّناتی کا فرمان جاری کیا وہ زنباع بن نعمان تھا۔ اُسے سمرقند کی حکومت سونپی گئی۔ اسی طرح خالد بن ابراهیم کو طخارستان کی اور محمد بن اشعث کو طَبَسَیْن کی حکومت پر مامور کر دیا گیا۔ باقی خراسانی علاقوں کی طرف دیگر اصحاب کو روانہ کر دیا۔ ازاں بعد قحطبہ بن شبیب کے زیرِ کمان ابُو عَون۔ مقاتل بن حکیم عکّی۔ خالد بن برمک۔ حارثہ بن خزیمہ۔ عبدالجبّار بن نَہیک۔ جَہوَر بن مراد عِجلی۔ فضل بن سلیمان اور عبداللہ بن نعمان طائی کو بھی مقرر کر دیا اور ان میں سے هر ایک سالار کے ماتحت بڑے سخت جان ماهر اور بهادر سپاهی متعیّن کر دیے گیے۔ پھر قحطبہ کو حکم دیا کہ وہ طوس کی طرف کوچ کرے اور وهاں نصر بن سیار اور کرمانی کے جس قدر عساکر موجود هیں ان کا مقابلہ کرے اور جب تک انھیں وهاں سے بھگا نہ دے جنگ جاری رکھے۔ جب فارغ ہو تو آهستہ آهستہ عراق پہنچ

Marfat.com

جائے۔

قحطبہ نے خیمے اکھاڑے اور رخصت ہو گیا۔ جب طوس کے قریب پہنچا تو وہ لوگ جو وہاں جمع تھے تِتّر بتّر ہو گئے لہذا قحطبہ نے طُوس سے جُرجان کی طرف باگ اٹھائی اور اُسے فتح کر لیا۔ وہاں سے رَےّ کا رُخ کیا اور وہاں کے مروانی عامل پر حملہ کر کے اُسے مار بھگایا۔ پھر رَےّ سے اصفہان کی راہ لی۔ اصفہان پر یزید بن عمرو کی طرف سے عامر بن ضُبارہ حکمران تھا۔ وہ بغیر مقابلہ کیے ابومسلم کے خوف سے بھاگ کھڑا ہوا۔ لہذا قحطبہ اصفہان پر بھی قابض ہو گیا۔

وہاں سے کوچ کیا اور نہاوند جا پہنچا۔ وہاں مالک بن ادھم باھلی مامور تھا وہ کئی روز تک قلعہ‌بند رہا اور پھر قحطبہ سے طالبِ امان ہؤا۔ قحطبہ نے امان دے دی لہذا وہ اس کے پاس حاضر ہو گیا۔ نہاوند سے نکل کر قحطبہ حلوان میں وارد ہؤا اور ٹھیر گیا۔ وہاں سے ابومسلم کو خط تحریر کر کے اپنے مفصّل حالات سے آگاہ کیا۔ یہ بھی لکھا کہ مروان بن محمد شام سے چل کے زَابیَشن تک آ پہنچا ہے اور وہاں تیس ہزار سپاہ کے ساتھ اقامت‌گزیں ہے۔ نیز یہ کہ یزید بن عمر بن ھُبیرہ واسط میں لنگر لنگوٹے کس رہا ہے۔

ابومسلم نے جواباً حکمنامہ بھیجا کہ وہ ابوعَون عتّکی کو اپنے لشکر میں سے تیس ہزار جگردار سوار دیکر زَابین روانہ کر دے تاکہ وہ مروان بن محمد سے ٹکر لے اور خود بقیہ افواج کو لے کر واسط جائے اور یزید بن عمر سے جنگ کرے اور اُسے مہلت نہ دے کہ وہ مروان کو کمک بہم پہنچا سکے۔ قحطبہ نے اسی طرح کیا۔

دوسری طرف مروان کو بھی معلوم ہو گیا کہ ابُوعَون حلوان سے لشکر لے کر اس کی سمت نکل پڑا ہے چنانچہ وہ ابوعون کے استقبال کی خاطر چل دیا۔ شہر زُوُر میں آمنا سامنا ہؤا۔ خوب جنگ ہوئی اور اھلِ شام نے بھاگ کے شہر حرّان میں جا دم لیا۔

ھیثم کا بیان ہے اور وہ بیان مجھ تک خالد بن عبداللہ کے بھائی

Marfat.com

اسماعیل بن عبداللہ قسری کے ذریعے پہنچا کہ جب مروان حرّان میں وارد ہؤا تو مجھے بلوایا - میں اس کے مقرّب ترین اصحاب میں سے تھا - چنانچہ مجھ سے کہا " اے ابوہاشم " حالانکہ اس سے پہلے مجھے کبھی کُنیت سے یاد نہ کیا تھا -

میں نے کہا " اے امیرالمومنین میں حاضر ہوں " -

جواب دیا " تم دیکھ رہے ہو کہ حالت کیا ہوگئی ہے - تمھاری رائے قابلِ اعتماد ہوتی ہے ، اب کوئی رائے دو " -

میں نے کہا " اے امیرالمومنین آخر آپ کا ارادہ کیا ہے " -

جواب دیا " میرا ارادہ تو یہ ہے کہ میں اپنے اہل و عیال ، قریبی اعزّہ اور ان اصحاب کو لے کر جو میرے ہمراہ جانا چاہیں درے کو عبور کروں اور شاہِ روم کے ملک میں چلا جاؤں اور اس سے امان لے لوں — وہاں میرے اہلِ خاندان اور لشکری ابومسلم کے خوف سے آ آ کے جمع ہو جائیں گے تاآنکہ میری قوت بڑھ جائے اور میں اپنے دشمن سے جنگ کرنے کے قابل ہو جاؤں " -

اسماعیل کہتا ہے کہ خدا کی قسم اُس کے لیے رائے تو میری بھی یہی تھی لیکن پھر مجھے خیال آ گیا کہ وہ میری قوم میں بڑا بدنام ہے ، اُن کا دشمن ہے اور اُن سے نا انصافی کرتا رہا ہے - اس خیال کے آتے ہی میں نے مروان کو اس رائے سے ہٹا دیا اور کہا " اے امیرالمومنین ! میں آپ کے لیے خدا کی پناہ چاہتا ہوں اور اسی کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ آپ مشرکوں کو اپنے اور اپنے حرم کے معاملے میں حکم نہ بنائیں - اہلِ روم میں وفا کہاں ہے " -

مروان بولا " اچھا تو تمھاری رائے کیا ہے ؟ " -

میں نے کہا " میری رائے یہ ہے کہ آپ فرات کو عبور کریں اور شام کے ہر شہر اور ہر قریے میں گھوم پھر کر اپنے ہمدردوں اور خیرخواہوں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کریں - کونسا شہر ہے جسمیں آپ کے خیرطلب موجود نہ ہوں - پھر ان سب کو لے کر ملک مصر

میں جا ٹھہریں ۔ کوئی بھی ملک مصر جتنا مالدار نہیں ، نہ کسی ملک میں اس قدر گھوڑے اور سپاہی موجود ہیں ۔ وہاں سے شام کو سامنے رکھیں اور افریقہ کو پشت پر ۔ اگر حالات حسبِ دل خواہ دیکھیں تو شام کی جانب لوٹ جائیں اور اگر دوسری صورت پیش آ جائے تو افریقہ کے اندر راہ فرار بہت کشادہ ہے اس لیے کہ افریقہ کی سرزمین وسیع اور ناپیدا کنار ہے ۔

مروان نے کہا "تم نے سچ کہا ، میری جان کی قسم صحیح رائے یہی ہے" ۔ چنانچہ اس نے حرّان سے رختِ سفر اٹھایا اور فرات کو عبور کر کے شام کے قصبات کا دورہ شروع کر دیا ۔ وہ جہاں جاتا لوگوں کو جوش دلاتا اور لشکر میں بھرتی ہو جانے کی ترغیب دیتا مگر لوگ اس سے کنارہ کش رہے ۔ وہ جنگ سے خائف تھے ۔ لہذا معدودے چند افراد کے سوا کوئی بھی اس کے ہمراہ روانہ نہ ہؤا ۔

اتنے میں قحطبہ کا رفیق ابوعون مروان کے تعاقب میں شام تک آن پہنچا ۔ پھر دمشق پر لپکا اور دمشق میں داخل ہو کر بے حساب و شمار لوگوں کو بے دریغ قتل کر دیا ۔ ان قتل ہونے والوں میں آلِ مروان بن حکم کے استّی مرد شامل تھے ۔

بنو امیہ کا خاتمہ

اس کے بعد ابوعون نے سرزمین شام کو عبور کیا اور مصر میں جا نازل ہؤا ۔ مروان بھی اپنے رفقاء اور اہلِ وفا کی معیّت میں مقابلے کے لیے تیار ہو گیا ۔ اُس کا لشکر کوئی بیس ہزار افراد پر مشتمل تھا ۔ چنانچہ وہ انھیں لے کر ابوعون کے استقبال کو نکلا ۔ حتٰی کہ فریقین کا ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہو گیا اور جنگ چھڑ گئی ، مگر مروان کے آدمیوں میں استقلال نہ تھا ۔ بہت سے ہلاک ہو گئے ۔ باقی بھاگے اور تتّر بتّر ہو گئے ۔ مروان نے افریقہ کی راہ لی ۔ سواروں نے تعاقب کیا مگر رات حائل راہ ہو گئی ۔ مروان نے کشتی پر نیل کو عبور کر کے

مغرب کا رُخ کیا ۔ اُسے نجوم میں بھی درک تھا چنانچہ غلام سے کہا اگر آج کی رات میں بچ گیا تو پھر خراسانی سواروں کو مار بھگاؤں گا حتٰی کہ خراسان میں جا نکلوں گا ۔

جلد ھی بعد وہ گھوڑے سے اترا اور اُسے غلام کے سپرد کر کے زرہ اتاری اور اس کا سرھانا بنا کے سو رھا ۔ اس نے بڑی مشقت اٹھائی تھی لہذا تھکاوٹ سے چُور چُور ہو رہا تھا ۔ ویسے کوئی رھبر بھی ھمراہ نہ تھا کہ رستہ دکھاتا اور اُسے خدشہ تھا کہ اگر صحرا میں گھس پڑا تو راہ بھول جائے گا ۔

اسی اثنا میں ابن عَون کا ایک آدمی مسمّٰی عامر بن اسماعیل مروان کی تلاش میں نکلا اور اُسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے مروان نے دریا عبور کیا تھا ۔ اس نے بھی ایک کشتی طلب کی ، سوار ھؤا دریا عبور کیا اور چلتا ھؤا اُس مقام پر پہنچ گیا جہاں مروان گھری نیند سویا پڑا تھا ۔ چنانچہ اُس نے تلوار کے چند وار کیے اور اُسے موت کی آغوش میں پہنچا دیا ۔

کہتے ھیں کہ جب محمد بن خالد بن عبداللہ قسری کو جو کوفے میں بنو بجیلہ کے یہاں چھپا ھؤا تھا ، یہ اطلاع ملی کہ قحطبہ بن شبیب خراسانی عساکر لے کر حلوان پہنچ گیا ھے تو اس نے اپنی قوم کے چند اکابر کو اپنے پاس بلوایا اور پھر منظرِ عام پر آ کر امام ابوالعباس کے حق میں دعائے خیر کی ۔ چنانچہ زیاد بن صالح نے جو یزید بن عمرو کا عامل تھا اُسے طلب کر لیا مگر اس کی قوم نے اس کے گرد جمع ھو کر مدافعت کی اور گرفتاری سے بچا لیا ۔

جب یزید بن عمر بن ھُبیرہ کو یہ اطلاع ملی تو اس نے زیاد بن صالح کی امداد کے لیے آدمی بھیجے ۔ یہ دیکھ کر کوفے کے سارے یمنی اور ربعی افراد محمد بن خالد کے جھنڈے تلے جمع ھو گئے لہذا زیاد بن صالح نے راہ فرار اختیار کی اور واسط میں یزید بن عمر کے یہاں پہنچ گیا ۔

اب محمد بن خالد نے قحطبہ کو جو اس وقت تک حلوان ھی میں

Marfat.com

تھا خط لکھا کہ آپ مجھے حکومتِ کوفہ پر متعیّن کر دیں اور تعیناتی کا فرمان میرے پاس بھیج دیں ۔ قحطبہ نے اسی طرح کیا ۔ فرمان پا کر محمد بن خالد یمنیوں کی ایک بہت بڑی جمعیّت کے ساتھ بڑی مسجد میں آیا ۔ اُس وقت (کوفے کے) سیاہپوش بھی منظرِ عام پر آ چکے تھے ۔ وہ دن ۱۳۲ھ کا عاشورۂ محرّم تھا ۔ محمد بن خالد نے جب ولید بن یزید بن عبدالملک کو قتل کیا تھا تو ذیل کے اشعار کہے تھے :

(۱) قَتَلْنَا الفَاسِقَ المُخْتَالَ لَمَّا
اَضَاعَ الحَقَّ واتَّبَعَ الضَّلاَلا

(۲) يَقُولُ لِخَالِدٍ أَلاَّ حَمَتْهُ
بَنُو قَحْطَانَ اِنْ كَانُوا رِجَالاً

(۳) فَكَيْفَ رَأَى غَدَاةَ غَدَتْ عَلَيْهِ
كَرَادِيسُ يُشَبِّهُهَا الجِبَالاَ

(۴) أَلاَ اَبْلِغْ بَنِي مَرْوَانَ عَنِّي
بِأَنَّ المُلْكَ قَدْ أَوْدَى فَزَالاَ

۱- ہم نے برخود غلط فاسق کو قتل کر دیا اس لیے کہ اس نے حق کو ضائع کر کے گمراھی کو وتیرہ بنا لیا تھا ۔
۲- وہ خالد کے بارے میں کہتا تھا کہ اگر بنو قحطان مرد ھوتے تو اس کی حمایت و مدافعت کیوں نہ کرتے ۔
۳- اس نے وہ صبح کیسی پائی جب اس پر بلند و قوی ھیکل گھوڑے جو پہاڑوں کی طرح دکھائی دیتے تھے ٹوٹ پڑے ۔
۴- اور ھاں بنو مروان تک میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو کہ تمہاری حکومت ڈول گئی ھے اور چیں بول گئی ھے ۔

اُنھیں دنوں یزید بن عمر بن ھبیرہ نے خالد کی سرکوبی کے لیے کوفے کا رخ کیا ۔ چنانچہ محمد نے ابو سلمہ داعی سے ملاقات کر کے اطلاع دی کہ ابن ھُبیرہ اس کی طرف چڑھا چلا آتا ھے اور خدشہ ھے

Marfat.com

کہ وہ عساکر کی عددی کثرت کے باعث کہیں اس پر غالب ہی نہ آ جائے۔

ابوسلمہ نے جواب دیا " قصور تو تمہارا اپنا ہے۔ تم نے امام ابوالعباس کے حق میں دعائے خیر کی جسے ابن ہبیرہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اب اپنے آپ کو اور اپنے رفقاء کو ہلاک کر کے اس دعائے خیر کو پراگندہ مت کرو۔ کوفے سے نکل جاؤ وہ تمہارے ہی قبضے میں رہے گا مگر فی الحال اپنی جمعیت لے کر قحطبہ سے جا ملو "۔

محمد نے کہا " پہلے ابن ہبیرہ سے لڑوں گا اور جب بے بس و مجبور ہو جاؤں گا تو کوفے سے نکلوں گا، ورنہ نہیں"۔ یہ کہ کے اس نے کوفہ میں مکیں یمنیوں اور ربعیوں کی معیّت میں جنگ کی تیاری کی اور ابن ہبیرہ کے استقبال کو نکل کھڑا ہؤا تاآنکہ فریقین ایک دوسرے کے رُوبرو صف آرا ہو گئے۔

اب محمد بن خالد نے اپنی قوم کے ان افراد کو للکارا جو ابن ھُبیرہ کی فوج میں تھے اور کہا " کیا افسوس ہے تم پر؟ کیا تم نے میرے والد خالد کے قتل کو فراموش کر دیا ہے؟ بھول گئے ہو کہ بنو امیہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا بےانصافی کی ہے؟ تمہیں کس کس طرح روزینوں اور وظیفوں سے محروم رکھا ہے! اے میرے بنو عم! اللہ نے بنی امیہ کی حکومت کو زوال آشنا کر دیا ہے اور اب یہ ان کے ہاتھوں سے نکلنے والی ہے لہذا تم اپنے ابن عم کے ساتھ تعاون کرو۔ وہ دیکھو کہ قحطبہ خراسانی عساکر کو جلو میں لیے حلوان میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ مروان مارا جا چکا ہے۔ پھر کیوں تم اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہو؟ امیر قحطبہ نے کوفے کی حکومت مجھے سونپ دی ہے۔ یہ ہے کوفے پر میری تعیناتی کا فرمان۔ تمہیں چاہیے کہ اس (نئی) حکومت میں رسوخ پیدا کرو "۔

جب اس کی قوم کے افراد نے یہ بات سنی تو سبھی اس کی طرف جھک گئے اور ابن ہبیرہ کے پاس بنو قیس اور بنو تمیم کے سوا کوئی

Marfat.com

بھی نہ رہ گیا - یہ دیکھ کر ابنِ ہبیرہ کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کے واسط میں جا رہا - وہاں اس نے لوگوں کو رسد کی بہم رسانی پر مقرر کر دیا اور قلعہ‌بند ہو کر لڑنے کی تیاری کرنے لگا -

اُدھر محمد بن خالد نے کوفے میں واپس جا کر لوگوں کو خطاب کیا - ابوالعباس کے حق میں دعائے خیر کی اور باشندگانِ کوفہ سے اس کے لیے بیعت لے لی -

اتنے میں قحطبہ حلوان سے کوچ کر کے عراق میں آن پہنچا اور " دمّا " میں اتر پڑا جو انبار اور بغداد کے درمیان واقع ہے - یہ بغداد کی تعمیر سے پہلے کی بات ہے - " دمّا " چھوٹا سا قصبہ تھا جہاں ہر ماہ میلا لگتا تھا - قحطبہ نے وہاں چھاؤنی ڈال دی اور پڑ رہا -

محمد بن سلیمان ازدی نے محمد بن خالد اور اس کی بنوہاشم کے لیے دعائے خیر میں سبقت کو یاد[۱] کرتے ہوئے کہا تھا :

(۱) يَا حَادِيَيْنَا بِالطَّرِيقِ قَوِّمَا !
بِيَعْمَلَاتٍ كَالْقِسِيِّ رُسَّمَا !

(۲) تَنْجُو بِأَجْوَازِ الْفَلَاةِ مُقْدَمَا
إِلَى امْرِئٍ أَكْرَمَ مَنْ تَكَرَّمَا

(۳) مُحَمَّدٍ لَمَّا سَمَا وَأَقْدَمَا !
ثَارَ بِكُوفَانَ بِهَا مُعَلَّمَا !

(۴) فِي عُصْبَةٍ تَطْلُبُ أَمْرًا مُبْرَمَا
حَتَّى عَلَا مِنْبَرَهَا مُعَمَّمَا !

(۵) أَكْرِمْ بِمَا فَازَ بِهِ وَأَعْظِمَا !
إِذْ كَانَ عَنْهَا النَّاسُ كُلًّا نُوَّمَا

۱- اے ہماری راہِ سفر کے دو حُدی خوانو - اپنے نغموں کے اثر

Marfat.com

سے ہماری قوی ہیکل مستعد و توانا اونٹنیوں کو جنھیں دوڑایا جا رہا ہے مضبوط تر بناتے چلے جاؤ۔

۲- جب یہ بیابان کو عبور کر کے (پرلے) کنارے پر پہنچ جائیں گی تو گویا نجات پا جائیں گی۔ اس لیے کہ ایک ایسے شخص کے یہاں پہنچ جائیں گی جو غیر تمندوں کی عزت کرتا ہے۔

۳- وہ محمد بن خالد ہے کہ جب اُسے قوت نصیب ہوئی اور وہ کوفے میں آیا تو اُس نے شہر میں بنو امیہ کے خلاف اپنی بغاوت کا اعلان کر دیا۔

۴- اس کے ساتھ ایک جمعیت تھی جو ایک حتمی بات کی طالب تھی تاآنکہ وہ (محمد بن خالد) عمامہ زیبِ سر کیے کوفے کے منبر پر چڑھ گیا (اور لوگوں سے بنوہاشم کے حق میں بیعت لی)۔

۵- محمد بن خالد کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے اس کے پیشِ نظر تو اس کی عزت و تعظیم کر اور اس بات کی پروا نہ کر کہ باقی تمام لوگ اس کے مقام کو پہچانتے ہیں یا نہیں ؟

قحطبہ نے سر زمینِ عراق کی جانب کوچ کرتے وقت سرزمین جبل پر اپنا نائب یوسف بن عقیل طائی کو مقرر کیا تھا۔ دوسری طرف ہبیرہ نے بھی پیش‌قدمی کی اور دریائے فرات کے مغربی کنارے کو جا لیا۔ اس کے زیرِ کمان تیس ہزار سپاہی تھے۔

قحطبہ نے آ کے مشرقی کنارے پر خیمے گاڑے اور تین روز قیام کرنے کے بعد اپنے عساکر میں اعلان کرا دیا کہ گھوڑے دریا میں ڈال دو۔ چنانچہ سبھی نے گھوڑے دریا میں ڈال دیے۔ قحطبہ خود آگے آگے تھا۔

جب قحطبہ کے آدمی پار اتر گئے تو ابن ہبیرہ ان سے بھڑ گیا مگر ٹھیر نہ سکا۔ بھاگا اور واسط میں جا کے قلعہ‌بند ہو گیا۔ ادھر قحطبہ بن شبیب ایسا لا پتہ ہؤا کہ کوئی بھی یہ نہ جان سکا کہ وہ

Marfat.com

کہاں گیا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے گھوڑے نے غوطہ لگایا اور وہ ڈوب گیا۔ بہر حال اب افواج کی قیادت قحطبہ کے بیٹے حسن نے سنبھال لی۔

جب ابن ہبیرہ قلعبند ہو گیا تو حسن بن قحطبہ نے اپنے بعض افسروں کو بیس ہزار سپاہیوں کی معیت میں وہاں چھوڑا اور خود کوفے کی راہ لی۔ کوفے پر محمد بن خالد قابض ہو چکا تھا۔ اب حسن بن قحطبہ بھی پہنچ گیا۔ امام ابوالعباس پہلے ہی وہاں موجود تھا۔

ابوالعباس کی بیعت

کوفے میں پہنچ کر حسن بن قحطبہ نے ابوالعبّاس کو خلوت سے نکالا اور بڑی مسجد میں لے آیا۔ لوگ ابوالعباس کی خاطر جمع ہوگئے۔ وہ منبر پر چڑھا، حمد و ثنائے الٰہی بیان کی۔ رسولِ خدا پر درود کہا اور ذکر کیا کہ بنو امیہ نے کس طرح محارم کی توہین کی ہے۔ کعبے کو گرایا ہے، اس پر منجنیقوں سے سنگ باری کی ہے اور دیگر کیا کیا بداعمالیوں کی طرح ڈالی ہے"۔ یہ کہا اور اتر آیا۔

لوگوں نے اس کے لیے بہت بہت دعائے خیر کی۔ پھر وہ اٹھا اور جا کے دارلامارت میں اقامت گزیں ہو گیا۔ ساتھ ہی ابن قحطبہ کو حکم دیا کہ وہ واپس واسط جائے اور یزید بن ہبیرہ کا محاصرہ سخت کر دے۔ حسن گیا اور کئی ماہ تک محاصرہ کیے رکھا۔

ھیثم بن عدی کا بیان ہے کہ ابوالعباس کی بیعتِ خلافت اور ابو منصور کی بیعتِ ولیعہدی ماہ رجب ۱۳۲ھ میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔

جب اقتدار کامل طور پر ابوالعباس کے ہاتھ میں آ گیا تو اُس نے ابوسلمہ داعی کو قصر بارگاہ سے باہر کے ہر معاملے کا متولی بنا دیا اور اپنا وزیر قرار دے کر اپنے جملہ امور اُسی کے سپرد کر دیے۔ اسی لیے

Marfat.com

ابوسلمه کو وزیرِ آلِ محمد کہا جاتا تھا اور حق یہ ہے کہ وہ بے روئے و رعائت حکم دیتا اور فیصلے کرتا تھا ۔

ابومسلم کو یہ معلوم ہؤا تو اس نے اپنے ایک کماندار مروان ضَبیؔ کو بلوایا اور کہا ”کوفے پہنچو، ابوسلمه کو ابوالعباس کے حضور سے نکال لے جاؤ اور اس کا سر اڑا دو ۔ ابھی اسی وقت چلے جاؤ“ ضبی نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی ۔

ایک شاعر نے ابوسلمه کے مرثیے میں کہا تھا :

انّ الوزیر وزیر آلِ محمد أودیَ فمَن یَشنَاكَ كَانَ وزیرا

” وہ وزیر کہ وزیرِ آل محمد کا وزیر تھا ، آغوش فنا میں چلا گیا ہے ۔ کسی کو کتنا ھی ناگوار کیوں نہ گزرے حق یہ ہے کہ وہ صحیح معنوں میں وزیر تھا “ ۔

اب امام ابوالعبّاس کو مناسب یہ معلوم ہؤا کہ ابوجعفر منصور کو واسط روانہ کر دے تاکہ وہ ابن ھبیرہ کی جنگ کا معاملہ اپنے ھاتھ میں لے لے اور ابن قحطبه کو خط لکھ کر مطلع کیا کہ لشکر اُسی کا لشکر ہے البتہ اُس نے چاھا ہے کہ جنگ ابن ھبیرہ کا متولّیءِ امر اپنے بھائی کو بنا دے ۔

جب ابوجعفر منصور واسط پہنچ گیا تو ابن قحطبه نے اپنی خرگاہ کو جملہ ساز و سامان سمیت چھوڑ دیا اور اس میں ابوجعفر نے اپنے خدم و چشم کے ساتھ اقامت اختیار کر لی ۔

اب ابوجعفر منصور نے یزید بن عمر بن ھُبَیرہ کے قائدین عساکر اور اکابرِ عرب کو خط لکھ کے لالچ دیے اور ترغیب دی کہ وہ اس سے مل جائیں بصورتِ دیگر دھمکی بھی دی کہ ان کا حشر کیا ھوگا ۔ انھیں اس امر سے بھی بخوبی آگاہ کر دیا کہ بنوامیه کی حکومت نابود ھو چکی ہے ۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ سب نے اس کی اطاعت قبول کر لی ۔ پہلا شخص جس نے اطاعت کا اقرار کیا اور اس سے جا ملا وہ زیاد بن صالح حارثی تھا جو ابنِ ھبیرہ کی طرف سے کوفے کا عامل رہ چکا تھا اور اس کا عزیز ترین دوست تھا ۔ ابن ھبیرہ نے اسے اپنے شہر کی پاسبانیٔ شب

سونپ رکھی تھی اور خود اپنے دروازوں کی بھی چابیاں اُسی کے سپرد کر رکھی تھیں -

ہیثم کہتا ہے "میرے والد نے مجھے بتایا کہ جب زیاد نے ابو جعفر کے یہاں چلے جانے کا عزم کیا تو مجھے بلایا وہ میرے والد کا وصی تھا اور میں اُسے ابا اور چچا کہ کے پکارتا تھا - جھٹ پٹے کا وقت تھا اس کا قاصد میرے پاس آیا اور حکم دیا کہ میں اس کے پاس چلوں - چنانچہ میں گیا اور زیاد نے مجھ سے تخلیے میں کہا " اے بھتیجے میں تم سے کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں رکھنا چاھتا - میرے پاس ابو جعفر کا مکتوب آیا ہے اور اس نے مجھے دعوت دی ہے کہ میں اس کے پاس چلا جاؤں - وہ میرے اس اقدام کی بدولت میری نمایاں قدر و منزلت کرے گا - اپنے مکتوب میں اس نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اپنے ننھیال کی بڑی پاسداری کرتا ہے اس لیے کہ ابوالعباس کی والدہ بنو حارث سے تھی -

میرے والد کا بیان ہے کہ " میں نے کہا چچاجان ! ابن ھبیرہ کے آپ پر بڑے احسانات ھیں - مجھے پسند نہیں کہ آپ اس سے بے وفائی کریں " -

زیاد نے جواب دیا " اے بھتیجے ! جتنا ابن ھبیرہ کا میں شکرگزار ہوں دوسرا کوئی نہیں مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ بر سر اقتدار نہ رہے گا ، اس کا زور ٹوٹ چکا ہے - ھوا اکھڑ چکی ہے - میں آج جس قدر ابوجعفر کے پاس پہنچ کر ابن ھبیرہ کے لیے مفید ھو سکتا ہوں اتنا یہاں رہ کر نہیں ھو سکتا - مجھے امید ہے کہ اللہ زیاد کے معاملات میرے طفیل اور میرے ھاتھوں درست کر دے گا - لہذا میری رخصت کے وقت تک یہاں موجود رہو تاکہ میں چابیاں تمہارے سپرد کر دوں "-

چنانچہ میں اُس کے یہاں ٹھیرا رہا -

جب تہائی رات گزر گئی تو اُس نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کا سارا ساز و سامان اٹھا لیں اور گھوڑوں پر زینیں کس لیں - پھر وہ سوار ھو کر اپنے گھر سے نکل کھڑا ہؤا - میں ساتھ ساتھ پیدل

Marfat.com

چل رہا تھا تاآنکہ وہ شہر کے اُس دروازے پر پہنچ گیا جو دجلہ کے سامنے کھلتا ہے ۔ چابیاں تو اس کے پاس تھیں ہی ۔ لہذا اس نے پاسبانوں کو حکم دیا کہ دروازہ کھول دو ، ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میں بعض ضروری معاملات کے ضمن میں کچھ معلومات حاصل کرنے چلا ہوں ایک گھنٹے تک لوٹ آؤنگا ۔ وہ یہ کہہ کے نکل گیا اور مجھے حکم دیا کہ میں دروازہ بند کر کے چابیاں لے لوں ۔

اور پھر مجھ سے رازدارانہ کہا " صبح ہو تو تم ابن ہبیرہ کے پاس جانا اور چابیاں اپنے ہاتھ سے اس کے ہاتھ میں دے دینا ۔ نیز اُسے بتا دینا کہ میں یہاں کی نسبت وہاں اُس کے لیے زیادہ بہتر ثابت ہونگا ۔ یہ کہ کے مجھے الوداع کہا اور چلا گیا ۔ میں اپنے گھر کو لوٹ گیا ۔

صبح ہوئی تو میں قصرِ امارت کے دروازے پر پہنچا اور ابن ہبیرہ سے ملاقات کی اجازت چاہی مگر حاجب نے جواب دیا کہ وہ مصلیٰ پر بیٹھا ہے ، تاحال اٹھا نہیں ۔ میں نے کہا " اسے بتاؤ کہ میں ایک نہایت ضروری کام سے آیا ہوں " ۔

چنانچہ ابنِ ہبیرہ نے مجھے بلا لیا ۔ میں اندر گیا وہ مسجد قصر کے مصلّے پر کھڑا تھا اور سیاہ پھولدار بھاری چادر اوڑھے ہوئے تھا ۔ میں نے باادب ہو کر کہا " السلام علیکم یا امیر "۔ اس نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا " ضروری کام ہے ؟ "

چنانچہ میں نے زیاد کی روداد کہہ سنائی ۔ سن کر اس کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں اور کہا " آج اگر زیاد بھی لائق اعتماد نہیں تو کسی دوسرے پر کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے ۔ میں نے اُسے کوفے کا گورنر مقرر کیا تھا اور خوب نوازا تھا " ۔

میں نے جواب دیا " اے امیر ممکن ہے خدا اس شر کے پردے میں آپ کے لیے خیر کا بندوبست کر دے ۔ مجھے امید ہے کہ زیاد کے وہاں ہونے کے باعث خدا آپ کو کوئی فائدہ پہنچائے گا " ۔

جواب دیا " لا حول ولا قوة الا باللہ "

Marfat.com

پھر کہا " اے چھوکرے - طارق بن قدامہ قسری کو میرے پاس بلا لاؤ " -

طارق بن قدامہ قسری حاضر ہو گیا - میں وھیں تھا - ابن ہبیرہ نے چابیاں اس کے حوالے کر دیں اور کہا " اے طارق ! ہم نے اس شہر کی پاسبانی کے لیے تمھارے سارے اصحاب میں سے جو میرے عزیز و مقرّب ھیں تمھیں منتخب کیا ھے لھذا میرے اعتماد کی لاج رکھنا " -

آخر جب محاصرے نے بہت طول پکڑا تو ابن ہبیرہ نے ابوجعفر منصور کے پاس قاصد بھیج کر امان کی درخواست کی - ابوجعفر نے جواب دیا کہ " آخری فیصلہ امیرالمومنین کریں گے - اگر یہ قبول ھے تو میں امان دے دیتا ھوں " -

اس پر ابن ہبیرہ نے اپنے خیرخواھوں سے مشورہ لیا - انھوں نے مشورہ دیا کہ یہ شرط قبول کر لینی چاھیے - چنانچہ ابن ہبیرہ نے ابوجعفر کے پاس پیغام بھیج دیا کہ مجھے یہ شرط منظور ھے -

ابوجعفر نے اپنے قلم سے مشروط امان لکھ دی اور اس امر پر اپنے افسروں کی گواھی ثبت کرا لی -

اب ابن ہبیرہ اپنے خاص عزیزوں کی ایک جمعیّت کو ساتھ لے کر شہر سے باھر آیا اور ابوجعفر سے ملا - وہ اس وقت اپنی خرگاہ میں تھا جس کے گرد دس ھزار خراسانی سپاھی سر تا پا لوھے میں غرق پہرہ دے رھے تھے - ابو جعفر نے اس کے لیے گاؤ تکیہ منگوایا - وہ تھوڑی دیر اس سے ٹیک لگا کر بیٹھا اور پھر اٹھ کھڑا ھؤا - چنانچہ اس کی سواری منگوائی گئی اور وہ سوار ھو کر اپنے گھر چلا گیا - اب شہر کے دروازے کھول دیے گئے اور لوگ ایک دوسرے سے ملنے جلنے لگ پڑے -

کہا جاتا ھے کہ جب خزانے، مال، ھتھیار اور باقی ماندہ رسد و خوراک کا جسے ابن ہبیرہ نے قلعبندی کے پیش نظر جمع کر رکھا تھا حساب کیا گیا تو مال تیس لاکھ درھم پر مشتمل تھا - اسلحہ بے حساب،

Marfat.com

تیس ہزار آدمیوں کی خوراک اور بیس ہزار گھوڑوں کا چارا سال بھر کے لیے موجود تھا۔

بہر حال ابوجعفر نے ابوالعباس کو لکھ بھیجا کہ ابن ہبیرہ آپ کے فیصلے کو قبول کر لینے کی شرط پر محاصرے سے نکل آیا ہے۔ مطلع فرمائیں اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

ابوالعباس نے جواب دیا " میرے پاس ابن ہُبیرہ کے لیے ایک ہی حکم ہے اور وہ یہ ہے کہ اُسے حوالۂ تیغ کر دیا جائے۔ جب منصور کو یہ خط ملا تو اُس نے خط چھپا لیا۔ کسی بھی دوست کو آگاہ نہ کیا اور اپنے حاجب سے کہا " ابن ہبیرہ سے کَہ دو کہ ہمارے پاس فقط ایک غلام کے ہمراہ آیا کرے۔ اپنی سواری کے جلو میں جمعیّتوں کا لے آنا ترک کر دے "۔

اگلے روز جب ابن ہبیرہ ابوجعفر سے ملنے کے لیے چلا تو ٹھاٹھ دار جلوس اس کے ہمراہ تھا۔ لہذا حاجب نے اس سے کہا " اے ابن ہبیرہ تم ولی عہد کے پاس ٹھاٹھ دکھانے آتے ہو۔ اطاعت گزاروں کی طرح تو نہیں آتے "۔ ابن ہبیرہ نے جواب دیا " اگر یہ بات تم لوگوں کو ناپسند ہے تو آئندہ میں صرف ایک غلام کے ساتھ آیا کروں گا "۔ حاجب نے کہا " اچھا تو آئندہ صرف ایک ہی غلام کے ہمراہ آنا۔ میں نے یہ بات تمھارے درجے کو جس کے تم مستحق ہو گھٹانے کی خاطر نہیں کہی بلکہ اس لیے کہی ہے کہ یہ خراسانی تمھارے جلو میں سوار ہونے والوں کی کثرت پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں "۔

چنانچہ بعد ازاں ابن ہبیرہ جب بھی آتا ایک ہی غلام کے ساتھ آتا۔ ملتا، آداب بجا لاتا اور لَوٹ جاتا۔

کچھ دنوں کے بعد ابوجعفر نے حسن بن قحطبہ سے کہا کہ ابو بکر عقیلی، حَوثَرہ بن سہیل، محمد بن بنانہ، عبداللہ بن بِشر، طارق بن قدامہ اور سُوید بن حارث حارثی کو اپنے یہاں اکٹھا کرے (یہ سبھی یزید بن عمر کے قائدینِ عساکر تھے) اور جب وہ سارے جمع ہو جائیں تو انھیں قتل کر دے اور ان کی انگوٹھیاں (مہریں) میرے

Marfat.com

پاس لے آئے ۔ ساتھ ہی محافظ سپاہیوں کا ایک دستہ روانہ کر دے کہ وہ جا کے ابن ہبیرہ کے گرد پہرہ دیں تاکہ میں اس کے ضمن میں ابوالعباس کے حکم کو عملی جامہ پہنا سکوں ۔

حسن بن قحطبہ چلا گیا ۔ ان اشخاص کے معاملے میں (ابوجعفر کے) حکم کی تعمیل کی ۔ پھر ان کی انگوٹھیاں اس کے پاس لے آیا اور کہا ’’ کسی نے بھی قتل ہوتے وقت کوئی بات نہیں کی نہ واویلا مچایا نہ مدافعت کی ‘‘ ۔

دوسرے دن ابوجعفر نے خازم بن خُزیمہ اور ابراہیم بن عقیل کو بلایا اور ان سے کہا ’’ تم دونوں محافظ دستے سے دس افراد کو ساتھ لے کر ابن ہبیرہ کے یہاں جاؤ اور اُسے قتل کر دو ‘‘ ۔

وہ دونوں چلے گئے ۔ طلوع آفتاب کے وقت اس کے یہاں جا پہنچے ۔ وہ اس وقت قصر کی مسجد میں محراب سے پیٹھ لگائے بیٹھا تھا ۔ منہ قصر کے میدان کی جانب تھا ۔ جب اس نے ان لوگوں کو دیکھا تو اپنے حاجب سے کہا ’’ اے ابُوعثمان ! خدا کی قسم ان لوگوں کے چہروں سے بدی ٹپک رہی ہے ‘‘ ۔ عثمان نے جا کے اُن کا استقبال کیا اور پوچھا ’’ آپ کیا چاہتے ہیں ‘‘ ۔ جواباً ابراہیم بن عقیل تلوار لے کر اس پر ٹوٹ پڑا اور ہلاک کر دیا ۔ پھر ابنِ ہبیرہ کا بیٹا ابراہیم ان لوگوں سے مقابل ہؤا وہ بھی مارا گیا ، پھر دوسرے بیٹے داؤد نے مقابلہ کیا وہ بھی مارا گیا ، پھر اس کے کاتب عمرو نے سامنا کیا وہ بھی مارا گیا ۔

اب یہ لوگ ابن ہبیرہ کی جانب بڑھے ۔ قریب پہنچے تو وہ قبلہ‌رو ہو کے سجدے میں گر گیا اور ان لوگوں نے اُسے تلواریں مار مار کر ٹھنڈا کر دیا ۔

ابن ہبیرہ کو قتل کر کے یہ سب ابوجعفر کے پاس پہنچے اور روداد کہہ سنائی ۔ اس پر ابوجعفر نے منادی کرا دی ’’ اے لوگو ! تم سب کے لیے امان ہے ، اگر امان نہیں ہے تو فقط حکم بن عبدالملک بن بشر ، محمد بن ذرّ اور خالد بن سلمہ مخزومی کے لیے ‘‘ ۔

ہیثم کا بیان ہے کہ میرے والد نے مجھے بتایا اور ان سے محمد بن ذرؓ نے کہا کہ مجھ پر زمین اپنی جملہ وسعتوں کے باوصف تنگ ہو گئی ۔ چنانچہ ایک رات میں پیادہ پا آیۃُ الکرسی پڑھتا ہؤا شہر واسط سے نکل کھڑا ہؤا ۔ میری کسی شخص سے مڈبھیڑ نہ ہوئی چنانچہ میں بچ کر نکل گیا مگر دھڑکا مسلسل لگا رہا تاآنکہ زیاد بن عبداللہ نے ابوالعباس سے میرے لیے امان حاصل کر لی ۔

میرے والد کا بیان ہے کہ حکم بن عبدالملک کسکر کی طرف بھاگا اور روپوش ہو گیا ۔ خالد کو کہیں بھی پناہ نہ ملی ۔ آخر ایک روز بارگاہِ ابوجعفر منصور پر حاضر ہو کر خواستگارِ امان ہؤا ۔ ابوجعفر نے امان عطا کر دی ۔

ازاں بعد اعلان کر دیا گیا کہ ”اے لوگو! تم سب کے لیے امان ہے ۔ شام والو بے شک اپنے وطن شام کو چلے جاؤ ۔ حجاز والو بے شک اپنے وطن حجاز کی راہ لو“ ۔ اُس سے رعایا کے دل کو سکون آ گیا اور وہ امن و اطمینان کے ساتھ بسر کرنے لگی ۔

اب منصور نے ہیثم بن زیاد خزاعی کو پانچ ہزار خراسانی سپاہ کی کمان دے کر شہر واسط کا والی مقرر کر دیا اور خود باقی لاؤ لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور ابوالعباس کے پاس حیرہ میں جا پہنچا ۔ کچھ دنوں کے بعد امام ابوالعباس اپنی ساری جمعیّت کو ساتھ لے کر حِیرہ روانہ ہؤا اور انبار میں آیا ۔ یہ جگہ اُسے پسند آ گئی لہذا وہاں اپنے لیے اور اپنے عساکر کے لیے ایک نہایت شاندار شہر بسا دیا ۔ اس کا سفیدہ باقاعدہ خاکہ بنا کے اپنے خراسانی اصحاب میں تقسیم کیا ۔ خود شہر کے درمیان اپنے لیے ایک پختہ و بلند قصر تعمیر کرایا اور اس میں مقیم ہو گیا ۔ اس نے اپنی خلافت کی ساری مدت اُسی شہر میں گزار دی ۔ لہذا وہ شہر آج تک مدینۂ ابوالعباس ہی کہلاتا ہے ۔

پھر ابوالعباس نے اپنے بھائی ابوجعفر منصور کو خراسان بھیجا اور حکم دیا کہ وہ جا کر ابومسلم سے ملے اور اس سے فلاں فلاں معاملے میں تبادلۂ خیال کرے ۔ ابوجعفر کے ہمراہ اپنے تیس اعلیٰ پائے

Marfat.com

کے قائدین افواج کو بھی روانہ کر دیا ۔ ان میں حجاج بن ارطاۃ فقیہ اور اسحاق بن فضل ہاشمی بھی شامل تھے ۔

جب منصور ابومسلم سے مِلا تو اُس نے کوئی خاص آؤ بھگت نہ کی ۔ نہ اس کی آمد پر کسی طرح کی مسرت کا اظہار کیا ۔ لہذا منصور نے واپس جا کے ابوالعباس سے کہا "جب تک ابومسلم زندہ ہے آپ خلیفہ نہیں ہیں ۔ لہذا قبل اس کے کہ وہ آپ کے اقتدار میں خلل ڈالے آپ اس کے قتل کی تدبیر کریں ۔ میں نے اسے دیکھا ہے اور محسوس کیا ہے کہ وہ اپنے سے بڑا کسی کو نہیں جانتا ۔ ایسے آدمی کی طرف سے مطمئن نہیں ہؤا جا سکتا ۔ وہ کسی وقت بھی غدّاری اور بدعہدی کر سکتا ہے" ۔

ابوالعبّاس نے جواب دیا "یہ کیسے ممکن ہے جب کہ اہلِ خراسان اس کے ساتھ ہیں ۔ ان کے دل اس کی محبت سے سرشار ہیں ، وہ اس کے حکم کی تعمیل بہ دل و جان کرتے ہیں اور اس کی اطاعت کا جذبہ ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے" ۔ ابوجعفر نے کہا "یہ بات تو اور بھی زیادہ تقاضا کرتی ہے کہ آپ اس کی طرف سے مطمئن نہ ہوں ۔ لہذا اس کے بارے میں کوئی تدبیر ضرور کریں" ۔ مگر ابوالعباس نے جواب دیا "اے بھائی اس بات کو جانے دو اور ہاں اپنی اس رائے کو کسی بھی شخص پر ظاہر نہ ہونے دینا" ۔

اب ہؤا یہ کہ ایک روز ابوالعباس نے تنہائی میں باتیں کرتے کرتے حجاج بن ارطاۃ سے پوچھا "کہ ابومسلم کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے ؟" اس نے کہا "اے امیرالمومنین ! خدا تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے "لَوْ کَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" (اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور بھی کوئی معبود ہوتا تو یہ پراگندا و خراب ہو چکے ہوتے)" ابوالعباس بولا "بس کافی ہے ۔ میں تمھارا مطلب جان گیا ہوں" ۔

اسی اثنا میں ابومسلم نے محمد بن اشعث بن عبدالرحمٰن کو امیر فارس متعیّن کر کے بھیج دیا ۔ ابوالعباس کا خیال یہ تھا کہ وہاں

Marfat.com

اپنے چچا عیسٰی بن علی کو ماسور کرتا چنانچہ اس نے عیسٰی بن علی کے نام فرمان جاری کر دیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ فارس کی راہ لے ۔ مگر جب وہ محمد بن اشعث کے پاس پہنچا تو اُس نے چارج دینے سے انکار کر دیا ۔ اس پر عیسٰی نے اُس سے پوچھا ”کیا تم امام ابوالعباس کے فرمانبردار نہیں ہو؟“ اس نے کہا ”یہ تو ٹھیک ہے مگر مجھے ابومسلم نے یہ ہدایت کی تھی کہ اپنے منصب سے کسی کے بھی حق میں دستبردار نہ ہونا“ ۔

عیسیٰ بولا ”مگر ابومسلم بھی تو امام کا چاکر ہے اور امام ہرگز پسند نہیں کرے گا کہ اس کا حکم رد کر دیا جائے“ ۔ محمد نے جواب دیا ”یہ بات جانے دو ، میں تمہیں اس وقت تک عملداری نہ سونپوں گا جس وقت تک میرے پاس ابو مسلم کا حکمنامہ نہ پہنچ جائے“ ۔

اس پر عیسٰے واپس ابوالعباس کے پاس پہنچ گیا اور سارا ماجرا کہہ سنایا ۔ ابوالعباس کو بڑا تاؤ آیا اور اپنے چچا سے کہا کہ آپ یہیں میرے پاس ٹھیر جائیں ۔ چنانچہ وہ ٹھیر گیا ۔

اب یہ ہؤا کہ ابومسلم نے مغلّس بن سرّی کو سرزمینِ طخارستان کی حکومت کا پروانہ دیکر روانہ کر دیا اور وہ وہاں جا پہنچا مگر ابومنصور تیار ہو کر اس سے لڑنے کی خاطر نکل کھڑا ہؤا ۔ جب آمنا سامنا ہؤا تو جنگ چھڑ گئی ۔ مغلّس کو فتح نصیب ہوئی اور منصور اپنے رفقاء کی ایک جمعیّت کے ساتھ بھاگ نکلا ۔ مگر یہ جمعیّت ریگستان میں جا پھنسی اور مارے پیاس کے ھلاک ہو گئی ۔ اس طرح گویا مغلّس نے ملک سندھ کے دروازے پر ڈیرہ ڈال دیا ۔

کچھ دنوں کے بعد ابومسلم نے ابوالعباس کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ میں حاضر ہونے کی اجازت چاھتا ہوں اور حج کے موقع پر آپ کے یہاں مقیم رھنے کا متمنی ہوں ۔ وہاں سے حج کے لیےچلا جاؤں گا ۔ ابوالعباس نے اس بات کی اجازت دے دی اور ابومسلم روانہ ہو پڑا ۔ جب قریب پہنچا تو ابوالعباس نے جملہ اکابر اور افسرانِ فوج کو جو

Marfat.com

حاضر تھے حکم دیا کہ اس کے استقبال کو جائیں ۔ چنانچہ اس کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا ۔ جملہ اکابر اور قائد اس کے احترام میں سواریوں سے اتر پڑے ۔ آخر جب ابومسلم مدینۂ ابوالعباس میں آن پہنچا تو ابوالعباس نے خود اپنے قصر میں اُسے مہمان ٹھیرایا اور اس کی تکریم و عزت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا تاآنکہ حج کا وقت آ گیا اور اس نے ابوالعباس سے اجازت طلب کی ۔

ابوالعباس نے جواب دیا " اگر میرے بھائی ابوجعفر نے بھی حج کا عزم نہ کر رکھا ہوتا تو میں آپ ہی کو امیرِ حج مقرر کرتا ۔ اب تم دونوں کو امیرِ حج بنائے دیتا ہوں " ۔

ابومسلم نے کہا " مجھے اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے " اور پھر وہ دونوں رخصت ہو گئے ۔ منصور آگے آگے تھا اور ابو مسلم پیچھے پیچھے ۔ ادھر منصور اپنے خیمے اکھڑواتا ادھر ابو مسلم آ کے اپنے خیمے گڑوا دیتا ۔ ہوتے ہوتے وہ دونوں مکے جا پہنچے ، حج کیا او لوٹ گئے ۔

ابوجعفر منصور

واپسی پر جب ابوجعفر مقام " ذی عرق " میں پہنچا تو اُسے مرگ امام (ابوالعباس) کی سناؤنی سنائی گئی ۔ لہذا وہ وہیں ٹھیر گیا تاکہ ابومسلم اُس کے پاس پہنچ جائے ۔ جب وہ آ گیا تو اُسے بھی وفات ابوالعباس سے آگاہ کر دیا گیا ۔ ابومسلم کے آنسو بے اختیار بہ نکلے ۔ منہ سے بات نہ نکلتی تھی ۔ بس اتنا ہی کہا " خدا امیرالمومنین پر رحم کرے ۔ انا للہِ وانا علیہ راجعون " ۔

اب ابوجعفر نے کہا " میری رائے یہ ہے کہ تم اپنا سارا ساز و سامان اور لشکر و فوج جو ساتھ ہے یہیں چھوڑ جاؤ ۔ یہ سب کچھ میرے ساتھ رہے گا اور تم دس آدمیوں کو ساتھ لے کر ڈاک کے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ اور انبار پہنچ کر فوجوں میں نظم و ضبط قائم کرو اور لوگوں کو تسلی و تشفی دو ۔ ابومسلم نے جواب دیا " بجا ، میں

Marfat.com

اسی طرح کروں گا "۔

چنانچہ وہ اپنے دس خاص رفقاء کو ہمراہ لے کر مارا مار کرتا ہؤا عراق میں جا وارد ہؤا ۔ جب انبار کے شہر مدینۂ ابوالعباس میں پہنچا تو پتا چلا کہ عیسیٰ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے ابوجعفر منصور کی ولیعہدی سے روگردانی کر لی ہے اور لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے بلا رہا ہے ، لیکن جب لوگوں نے ابومسلم کو دیکھا تو اُس کی جانب جھک گئے اور عیسیٰ کا ساتھ چھوڑ دیا ۔ بعد ازاں جب ابوجعفر آ گیا تو عیسیٰ نے اس سے معذرت کر لی ۔ اُسے یہ بتایا کہ میں نے یہ سب کچھ فوج کو منظّم ، خزانوں کو محفوظ اور بیت المال کو مامون رکھنے کی خاطر کیا تھا ۔ ابو جعفر نے اس کی معذرت قبول کر لی اور اس کی کارستانی پر کوئی مواخذہ نہ کیا ۔ بہرحال لوگوں نے اکٹھے ہو کر ابوجعفر منصور کی بیعت کر لی ۔

کچھ دنوں کے بعد اسے اہلِ شام کی بغاوت کا پتا چلا ۔ وہ یوں کہ ابوالعباس نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو وہاں کا گورنر مقرر کر رکھا تھا ۔ جب وہ ابوالعباس کی وفات سے آگاہ ہؤا تو اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا اور جس قدر خراسانی عساکر ہمراہ تھے انہیں بہلا پھسلا کر ساتھ ملا لیا ۔ ابوجعفر کو اس امر کا علم ہؤا تو اس نے ابومسلم سے کہا " اے مرد ، یہ مہم یا تم سَر کر سکتے ہو یا میں ۔ یا تم شام جاؤ اور وہاں کا معاملہ سدھارو یا میں جاتا ہوں "۔

ابومسلم نے جواب دیا " آپ نہ جائیں ، میں جاتا ہوں "۔ چنانچہ وہ تیار ہؤا اور دس ہزار جگردار خراسانی سپاہیوں کو ہمراہ لے کر شام میں جا اترا ۔ اس کے پہنچتے ہی وہاں کا سارالشکر ابومسلم سے مل گیا اور عبداللہ بن علی اکیلا رہ گیا ۔ ابومسلم نے درگزر سے کام لیا اور اس سے کوئی مواخذہ نہ کیا ۔ ابوالعباس کی مدت خلافت چار سال چھ ماہ تھی ۔

ابوجعفر نے ابومسلم کو رخصت کرنے کے ساتھ ہی یقطین بن

Marfat.com

موسیٰ کو اس کے پیچھے پیچھے روانہ کر دیا تھا اور کہا تھا کہ '' اگر وهاں مالِ غنیمت هاتھ لگے تو وہ تم اپنے قبضے میں لے لینا ''۔ ابومسلم کو اس بات کا علم هؤا تو اسے رنج پہنچا ۔ لہذا کہا '' کیا امیرالمومنین یہاں کی اشیاء کے ضمن میں مجھے لائق اعتماد نہیں جانتے تھے کہ ایک نگران مجھ پر مقرر کر دیا ''۔ اس بات نے اس کے دل میں شدید هلچل ڈال دی ۔

جب ابوجعفر کو احوالِ شام کے سدھر جانے کی اطلاع مل گئی تو وہ مدینۂ ابوالعباس کی رهائش سے تنگ آ کے اپنے لاؤ لشکر سمیت مدائن کی جانب چل کھڑا هؤا اور ایک قصبے میں جسے '' رُومیه '' کہتے تھے اور جو مدائن سے ایک فرسخ کے فاصلے پر تھا جا اترا اور پڑاؤ کر لیا ۔ رُومیه کو نوشیرواں نے تعمیر کیا اور وهاں ملکِ روم کے قیدیوں کو بسایا تھا ۔

اُدھر ابومسلم نے واپسی پر فرات کے کنارے کنارے عراق کی راہ لی اور انبار کے علاقے میں پہنچ گیا (جہاں مدینۂ ابوالعباس تھا) اور پھر قطع مسافت کر کے کرخِ بغداد میں جا ٹھیرا ۔ یہ اس زمانے میں ایک معمولی سا قصبه تھا ۔ وهاں سے دجله عبور کیا اور مدائن کی راہ سے هٹ کر خراسان کی جانب روانہ هو پڑا ۔ ابوجعفر کو بھی اس امر کی اطلاع مل گئی لہذا اس کے نام رقعه لکھا کہ '' میں بعض ایسے معاملات کے بارے میں تم سے مشورہ کرنا چاهتا هوں جو رقعے میں درج نہیں کیے جا سکتے ۔ اس لیے جہاں میرا یہ رقعه ملے وهیں اپنے لشکر کو چھوڑ دو اور میرے پاس چلے آؤ ''۔

مگر ابومسلم نے نه منصور کے خط کو درخوراعتنا جانا اور نه خود منصور کی کوئی پروا کی -

ابو جعفر منصور کے رفقاء میں ایک شخص جریر بن یزید بن عبداللہ بھی تھا ۔ وہ جریر بن عبداللہ بَجلی کی اولاد میں سے تھا ۔ بڑا درّاک ، معامله رَس اور مدبّر شخص تھا ۔ اس سے ابوجعفر نے کہا '' تم ڈاک کے گھوڑوں پر سوار هو جاؤ ۔ ابومسلم سے ملو اور اُسے واپس

لانے کی کوشش کرو وہ ناراض ہو کر گیا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ میرے خلاف گڑ بڑ کرے گا ، اُسے واپس لانے کے لیے بہترین سے بہترین جو داؤ لگا سکتے ہو لگاؤ "۔

جریر بن یزید اٹھ دوڑا اور اثنائے راہ میں کسی مقام پر ابومسلم کے پاس جا پہنچا ۔ ابومسلم اپنے لشکر سمیت کہیں پڑاؤ کیے ہوئے تھا ۔ جریر اس کے خیمے میں گیا ، ملاقات کی اور کہا " اے امیر ! آپ نے اپنی جان کھپا دی ۔ رات جاگتے کاٹی اور دن دوڑتے بھاگتے بسر کیا تاکہ آپ کے مولیٰ اور آپ کے نبی کے اہلِ بیت فتحیاب ہوں اور اب جبکہ وہ مضبوطی سے تختِ حکومت پر براجمان ہو گئے ہیں اور ان کا اقتدار محکم بنیادوں پر استوار ہو گیا ہے اور ان کے ضمن میں آپ کی دلی مراد بر آ گئی ہے تو آپ اس حال میں واپس جا رہے ہیں ۔ لوگ کیا کہینگے ؟ کیا آپ یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ چیز آپ کے لیے وجہ طعن و تشنیع بن جائے گی ، زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی ؟ " ۔ خلاصہ یہ کہ جریر اسی طرح کی باتیں کرتا رہا اور چمٹا رہا یہاں تک کہ ابومسلم نے اس کے ہمراہ واپس منصور کے پاس جانے کا تہیہ کر لیا اور لشکر کو اُسی جگہ چھوڑ دیا ۔ اپنے ساتھ فقط ایک ہزار خراسانی سوار لیے ۔ یہ جمعیّت خراسان کے بہترین سپاہیوں اور سالاروں پر مشتمل تھی ۔ ابو مسلم کہا کرتا تھا " مجھے منجموں نے یہ بتایا ہے کہ میں قتل ہوں گا تو روم ہی میں ہوں گا " ۔

ابومسلم خراسانی کا قتل

ہوتے ہوتے ابومسلم رُومیہ میں ابوجعفر کے پاس پہنچ گیا ، جب ملنے گیا تو ابوجعفر نے اٹھ کے اُسے گلے سے لگایا ۔ اُس کے لوٹ آنے پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور کہا " تم تو ہم سے ملے بغیر جا رہے تھے مگر مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں لہذا یہاں ٹھیر جاؤ ۔ جا کے کپڑے اتارو اور آرام کرو تاکہ سفر کی تھکاوٹ دور ہو جائے ۔ چنانچہ ابومسلم اٹھ کے ایک محل میں چلا گیا جو اس کے لیے بطور خاص

Marfat.com

سجایا گیا تھا ۔ وھیں ارد گرد اپنے ساتھیوں کا بھی ڈیرا ڈلوا دیا - وھاں اُس نے تین روز قیام کیا ۔ ھر روز سوار ھو کر ابوجعفر کے پاس جاتا اور عین اس کے دربار والے کمرے کے دروازے پر جا کر گھوڑے سے اترتا ۔ اندر جا کر ابوجعفر سے ملاقات کرتا ، تھوڑی دیر بیٹھتا پھر دونوں کے مابین مختلف مسائل پر تبادلۂ خیال ھوتا رھتا ۔

چوتھے دن ابوجعفر نے عثمان بن نَہِیک کو جو اسکے محافظ دستے کا سالار تھا اور شَبیبؔ بن رَوح کو جو اس کی پولیس کا حاکم تھا اور ابوفلاں بن عبداللہ کو جو اس کے سواروں کا سالار اعلیٰ تھا بلایا اور انھیں ابومسلم کو ھلاک کر دینے پر متعیّن کر دیا ۔ انھیں حکم یہ تھا کہ وہ جس کمرے میں مجلس منعقد کرتا ھے اس کے ساتھ والے کمرے میں چھپ رھیں ۔ یہ بھی کہہ رکھا تھا کہ جب میں تین بار تالی پیٹوں تو نکل آنا اور ابومسلم کے ٹکڑے اڑا دینا ۔ ساتھ ھی حاجب کو ھدایت کر دی تھی کہ ابومسلم جب اندر آنے لگے تو اس سے تلوار لے لینا ۔ اب جو وہ آیا تو حاجب نے داخل ھوتے وقت اس سے تلوار لے لی ۔ اُسے بہت غصہ آیا لہذا داخل ھوتے ھی ابوجعفر سے کہا " اے امیرالمومنین جو سلوک میرے ساتھ کیا گیا ھے میرے جیسے لوگوں کے ساتھ ھرگز نہیں کیا جاتا ۔ حد ھے میرے کندھے پر سے تلوار بھی اتار لی گئی ھے " ۔

ابوجعفر بولا " کس نے اتار لی ھے ، اس پر اللہ کی مار ، بیٹھ جاؤ ، کوئی بات نہیں " ۔

ابومسلم بیٹھ گیا ، اس نے سیاہ خز کی قبا اوڑھ رکھی تھی ۔ ایک گاؤ تکیہ لگا دیا گیا ۔ اس وقت کمرے میں ان دونوں کے سوا اور کوئی نہ تھا ۔ اب ابوجعفر نے کہا " کیا یہ ٹھیک نہیں کہ تم نے مجھ سے ملے بغیر خراسان جانے کا ارادہ کر لیا تھا " ۔ ابومسلم نے جواب دیا " وہ اس لیے کہ آپ نے میرے پیچھے پیچھے اموال غنیمت کے شمار و حساب کی خاطر ایک نگران روانہ کر دیا تھا ۔ کیا آپ اُس معاملے میں مجھے لائق اعتماد نہ جانتے تھے ؟ " اس پر ابوجعفر نے اُسے

Marfat.com

ڈانٹ دیا ۔ لہذا ابومسلم بولا " اے امیرالمومنین میری قربانی کو آپ نے نظرانداز کر دیا ہے ۔ آپ کو یہ یاد نہیں رہا کہ میں نے دن رات کس قدر مشقت اٹھائی ہے ۔ جان کھپائی ہے اور جب کہیں جا کر آپ لوگوں کے ہاتھ زمامِ اقتدار تھائی ہے " ۔

ابوجعفر نے جواب دیا " اے خبیث عورت کے فرزند ۔ اگر تمہاری جگہ کوئی کالی باندی بھی اس کام کا ذمہ لیتی تو وہی کچھ کر گزرتی جو تم نے کیا ہے ۔ تمہارے ہاتھوں جو امور سرانجام پائے ہیں وہ خدا کی رضاء و منشا کے باعث سرانجام پائے ہیں ۔ ہم اہلِ بیت تھے خدا نے ہماری دعوت کو تقویت بخشی ۔ ہم حقدار تھے خدا نے حق ہمارے پاس لوٹا دیا ۔ اگر یہ سب کچھ تمہاری محنت ، تدبیر اور قوت سے عمل میں آتا ہوتا تو یقین جانو تم کچھ بھی نہ کر سکتے ۔ اے زنِ فاحشہ کے پسر ! کیا تم نے خط لکھ کے مجھ سے میری پھوپھی آمنہ بنت علی بن عبداللہ کا رشتہ طلب نہیں کیا تھا ؟ اور اس خط میں تم نے کیا یہ بیان نہیں کیا تھا کہ تم سلیط بن عبداللہ بن عباس کے بیٹے ہو ؟ تم اوگھٹ پر آن چڑھے ہو ؟ " ۔

اس پر ابومسلم نے عرض کیا " اے امیرالمومنین میری وجہ سے آپ نہ اندوہ گیں ہوں ، نہ خشمگیں ، میں بہت چھوٹا ہوں ۔ میری کیا حیثیت کہ آپ کے حق میں ایسی گستاخی کروں " ۔ اس موقعہ پر ابوجعفر نے تالی پیٹی اور تین بار پیٹی ۔ چنانچہ چھپے ہوئے افراد نکل آئے ۔ جب ابومسلم نے انہیں دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ اب خیر نہیں ۔ اس لیے اٹھا کہ ابوجعفر کے پاؤں کو پکڑ کے بوسہ دے مگر ابوجعفر نے اس کے لات ماری اور وہ ایک کونے میں جا رہا ۔ ساتھ ہی تلواریں پڑنے لگیں ، اس وقت ابومسلم کے منہ سے نکلا " کوئی ایسا ہتھیار بھی ہے جس کی مدد سے آدمی خود اپنی مدافعت کر سکے " ۔ مگر تلواریں پڑتی رہیں حتٰی کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا ۔ پھر اُسے ابوجعفر کے حکم سے ایک غالیچے میں لپیٹ کر کمرے کے ایک گوشے میں رکھ دیا گیا ۔

Marfat.com

ابومسلم نے ابوجعفر کے یہاں آتے وقت عیسٰی بن علی سے کہا کہ " میرے ساتھ امیرالمومنین کے پاس چلو۔ میں بعض معاملات کے ضمن میں انھیں ذرا سرزنش کرنا چاھتا ھوں " ۔ عیسیٰ نے جواب دیا تھا " تم چلو میں آیا " ۔

اب جو وہ ابوجعفر کے پاس آیا تو پوچھا " اے امیرالمومنین ابومسلم کہاں ھے ؟ " کہا " وہ دیکھو ، اس فرش پر لپٹا پڑا ھے " ۔ عیسیٰ نے پوچھا " کیا آپ نے اُسے قتل کر ڈالا ھے ؟ مگر اس کے لشکریوں سے کیونکر نپٹیں گے ؟ وہ تو اُسے اپنا خدا بنائے ھوئے ھیں ؟ " اس پر ابوجعفر نے ایک ھزار تھیلیاں تیار کرنے کا حکم دیا کہ ان میں سے ھر ایک میں تین تین ھزار درھم ھوں ۔

اتنے میں ابومسلم کے لشکریوں کو بھی صورتِ حال کا احساس ھو گیا ۔ چنانچہ انھوں نے نعرے بلند کیے اور تلواریں سونت لیں ۔ اس پر ابوجعفر نے حکم دیا کہ وہ تھیلیاں ابومسلم کے سرسمیت ان کی طرف پھینک دی جائیں ۔ لھذا عیسیٰ نے محل کی بلندترین چھت پر چڑھ کر آواز دی " اے اھلِ خراسان ! امیرالمومنین کے دیگر غلاموں کی طرح ابومسلم بھی ان کا ایک غلام تھا ۔ وہ اُس سے ناراض ھوگئے اور قتل کر ڈالا ۔ تم طیش میں مت آؤ ۔ امیرالمومنین تمھاری سب امیدیں بر لائیں گے " ۔

یہ سن کر وہ لوگ گھوڑوں سے اتر پڑے ۔ ھر ایک نے ایک ایک تھیلی اٹھا لی ، سر وھیں پڑا رہ گیا ۔

اس کے بعد ابوجعفر نے ابومسلم کے رفقاء کے لیے گرانقدر وظائف اور جاگیریں مقرر کر دیں ۔ اس ضمن میں جاری کردہ احکام انھیں پڑھ کر سنا دیے گئے ۔ جس سے ان کی آرزوئیں اور امنگیں بڑھ گئیں ۔ دیگر خراسانی سپہ‌سالاروں اور رئیسوں کو بھی بڑے بڑے عطیات اور انعامات سے نوازا گیا ۔ لھذا وہ سب ابوجعفر سے راضی ھوگئے ۔ اس طرح ۱۳۸ھ میں ابوجعفر کامل اقتدار کے ساتھ خلیفہ بن گیا ، اور ملک بھر میں اپنے حکّام اور عمّال روانہ کر دیے ۔

Marfat.com

شہر بغداد

ابوجعفر چاہتا تھا کہ اپنے لیے اور عساکر کے لیے ایک شہر تعمیر کر کے اُسے دارالخلافہ بنائے لہذا وہ مناسب جگہ کی تلاش میں بہ نفسِ نفیس روانہ ہؤا اور دیکھتا بھالتا بغداد پہنچ گیا - وہ ان دنوں معمولی سا قصبہ تھا جہاں ہر ماہ میلا لگتا تھا - اُسے وہ جگہ پسند آ گئی - چنانچہ اپنے لیے ، اپنے بیٹوں ، موالیوں اور خادموں کے لیے رقبہ مقرر کر دیا - شہر کی طرح ڈال دی - نام اس کا " مدینة السلام " رکھا - درمیان میں بڑی مسجد سے متصّل اپنا محل کھڑا کر لیا -

ازاں بعد شہر کے گرد اپنے عساکر کے لیے سفیدہ زمین تقسیم کی اور خراسان کے ہر شہر کی نفری کے لیے الگ الگ گوشہ مقرر کر دیا - پھر سب کو حکم دے دیا کہ اپنے اپنے مکان تعمیر کریں - اخراجاتِ تعمیر کے معاملے میں انہیں کھلے دل سے امداد دی - ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ " دمّا " کے مقام سے جو بغداد سے آٹھ فرسخ کے فاصلے پر تھا نہر نکال کے لائی جائے - چنانچہ وہ نہر بغداد میں پہنچا دی گئی تاکہ شام و جزیرہ کی اشیاء اس نہر کے ذریعے بغداد پہنچتی رہیں - موصل اور موصل سے متصلّہ علاقوں کی اشیاء دریائے دجلہ کے ذریعے پہنچ جاتی تھیں - بغداد کی تعمیر ۱۳۹ھ میں واقع ہوئی تھی -

ابوجعفر نے ۱۴۰ھ کا حج خود پڑھایا - واپسی پر مدینۂ رسول کی راہ اختیار کی اور اہلِ مدینہ کے لیے وظائف مقرر کیے - کھلے دل سے روزینے معیّن کیے اور عطیات و انعامات بانٹے - وہاں سے شام کا قصد کیا - مقصود بیت المقدس کی زیارت تھی - بیت المقدّس میں ایک مہینہ گزار کے رَقّہ کی راہ لی اور اس سال کا باقی حصہ وہیں بسر کر دیا - پھر وہاں سے ڈیرہ ڈانڈا اٹھایا اور مدینة السلام میں جا پہنچا - کامل ایک سال وہیں اقامت گزیں رہا -

Marfat.com

فرقہ راوندیہ

اگلے سال ۱۴۲ھ میں ابوجعفر نے بصرے کے ارادے سے کوچ کیا۔ وہاں پہنچا تو اُسے بتایا گیا کہ فرقۂ راوندیہ نے سرکشی اختیار کر لی ہے۔ وہ لوگ ابومسلم کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں، اور اطاعت سے روگرداں ہیں۔ چنانچہ اس نے ہازم بن خزیمہ کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ خازم نے انہیں حوالۂ تیغ کر دیا، جو بچے انہیں منتشر کر دیا۔ ازاں بعد ابوجعفر نے معن بن زائدہ کو یمن کی حکومت پر متعیّن کر کے اس کے نام فرمان صادر کر دیا اور خود وہ سال بصرے ہی میں بسر کر دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ عمرو بن عُبید ابوجعفر سے ملنے آئے تو ابوجعفر نے انہیں دیکھتے ہی ہاتھ بڑھایا۔ مصافحہ کیا اور اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ عمرو نے بات چھیڑی اور کہا " اے امیرالمومنین! خدا نے آپ کو ساری دنیا دے ڈالی ہے لہذا آپ اس کے کچھ حصے کے بدلے میں اللہ سے اپنی جان (کی بخشش) خرید لیں۔ جان لیں کہ اللہ آپ سے وہی کچھ چاہتا ہے جو آپ اللہ سے چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ اللہ سے اپنے حق میں انصاف کے سوا کسی اور شے پر راضی نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اللہ بھی آپ سے جبھی راضی ہو سکتا ہے کہ رعیت کے حق میں عدل روا رکھیں۔ اے امیرالمومنین! آپ کی بارگاہ سے ادھر اُدھر ظلم و زیادتی کی آگ بھڑک رہی ہے۔ آپ کی بارگاہ سے ادھر اُدھر نہ کتاب اللہ کے مطابق عمل ہو رہا ہے نہ سنتِ رسول کے موافق۔ اے امیرالمومنین! اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ، اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ[1] (کیا تُو دیکھتا نہیں کہ تیرے خدا نے عاد کا کیا حال کیا۔ وہ جو ارم تھے بڑے ستونوں والے) اور یہ سورۃ آخر تک پڑھ کر سنا دی۔ پھر کہا خدا کی قسم جو لوگ قوم عاد کی طرح کے کام کریں گے ... کہتے ہیں کہ اتنا سنا تو ابوجعفر

۱- سورۂالفجر آیت ۶

Marfat.com

نے رونا شروع کر دیا ۔

پاس سے ابن مجالِد بولا : " رھنے دو اے عمرو ، تم نے آج امیرالمومنین کو بہت دکھ دیا ھے " ۔

عمرو نے پوچھا : " اے امیرالمومنین یہ شخص کون ھے ؟ "

جواب دیا : " یہ آپ کا بھائی ابن مجالد ھے " ۔

عمرو نے کہا " اے امیرالمومنین ابن مجالد سے بڑا آپکا دشمن اور کوئی نہیں ھو سکتا ۔ وہ خود تو آپ کو نصیحت سے محروم رکھتا ھی ھے دوسروں کو بھی نہیں کرنے دیتا ۔ حالانکہ آپ کو موت کے بعد زندہ ھونا ھے اور خدا کے حضور کھڑے ھو کر ھر نیکی و بدی کے لیے جوابدہ ھونا ھے ۔ خواہ وہ نیکی اور بدی رائی کے دانوں کے برابر ھی کیوں نہ ھو " ۔

کہا جاتا ھے کہ اس پر ابوجعفر نے اپنی خاتم پھینک دی اور کہا " میں تمھیں قصر و بارگاہ کے باھر پوری سلطنت کا متولی" مقرر کرتا ھوں ۔ اپنے اصحاب کو بلاؤ اور مناصب اُن کے سپرد کر دو " ۔ عمرو نے جواب دیا " جب تک میرے اصحاب یہ نہ دیکھ لیں گے کہ آپ جس طرح عدل کے حق میں باتیں کرتے ھیں اُسی طرح عملاً بھی عدل کی راہ پر گامزن ھیں وہ آپ کے پاس نہ آئیں گے " ۔ یہ کہا اور اٹھ کر چل دیے ۔

١٤٣ھ میں ابوجعفر بصرے سے نکلا اور سرزمین جبل کا رخ کیا تاآنکہ نہاوند میں پہنچ گیا ۔ اس نے سن رکھا تھا کہ یہ بڑی فضا کی جگہ ھے ۔ ایک مہینہ وھاں قیام‌پذیر رھا ۔

وھاں سے واپسی کی راہ لی اور مدائن میں ٹھیر گیا ۔ سال کا باقی حصہ وھیں گزار دیا ۔ وھیں سے خُذیشَمَہ بن خازم کے نام پورے طبرستان کی حکومت کا فرمان صادر کیا ۔ پھر جب ١٤٤ھ کے حج کا موسم آ گیا ، تو مدائن سے رخصت ھو کر ربذہ میں جا اترا ۔ حج کیا اور لوٹ گیا ۔ (اس بار) مدینۂ طیبہؓ کی زیارت نہ کی ۔

اس سال ابوجعفر کے خلاف محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب علیہ‌السلام نے جو نفس زکیہ کے لقب سے ملقّب ہیں علمِ بغاوت بلند کیا ۔ چنانچہ اُس نے عیسیٰ بن موسیٰ بن علی کو سواروں کی کمان دے کر ان کے مقابلے پر بھیجا اور نفس زکیہ قتل ہو گئے ۔ ان پر خدا کی رحمت ہو ۔ پھر نفس‌زکیہ کے بھائی ابراهیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن نے بغاوت کی ۔ وہ ھلاک ہو گئے ۔ خدا اُن سے راضی رہے ۔

ابوجعفر منصور کی وفات

۱۵۸ھ میں ابوجعفر نے حج کے ارادے سے کوچ کیا اور بئر میمون کے قریب بمقام‌ابطح اُتر پڑا ۔ وھیں بیمار ھؤا اور شنبے کی صبح کو رحلت کر گیا ۔ یہ ماہ ذوالحجہ کی چھٹی تاریخ کا واقعہ ھے ۔ اس سال نماز حج ابراهیم بن محمد بن یحییٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے پڑھائی ۔ ابوجعفر کی نماز جنازہ عیسیٰ بن موسیٰ نے پڑھائی ۔ اس نے بیس برس خلافت کی ۔ وفات کے وقت عمر تریسٹھ برس تھی اور مکے کے بالائی حصے میں مدفون ھؤا ۔

محمدالمہدی کی حکومت

اب لوگوں نے مہدی بن منصور کی بیعت کر لی ۔ شنبے کا روز تھا ۔ ماہ ذوالحجہ کی سترہ تاریخ تھی ۔ اسی سال مہدی نے یہ حکم دیا کہ تمام جامع مسجدوں میں مقصُورے بنا دیے جائیں ۔ ۱۶۰ھ میں مہدی نے حج کیا ۔ واپسی پر مدینۂ طیبّہ کی راہ اختیار کی اور حکم دیا کہ مسجد نبوی کے ارد گرد کے گھر اور مکان خرید لیے جائیں تاکہ مسجد کو وسیع کیا جا سکے ۔ ۱۶۲ھ میں جُرجان کے علاقوں میں ایک فرقے نے جسے مُحَمِّرَہ (سرخ پوش) کہتے ھیں سر اٹھایا مگرعمرو بن علاء نے ان پر چڑھائی کر کے انھیں تتّر بتّر کر دیا ۔ اسی سال مہدی نے اپنے بیٹے موسیٰ‌الہادی کو اور اس کے بعد الرشید کو ولیعہد مقرر کر دیا ۔ ۱۶۹ھ میں موسیٰ بن مہدی جرجان گیا ۔ مہدی خود بغرض سیر و تفریح

Marfat.com

ساسَبْذان میں جا ٹھہرا اور وہیں فوت ہو گیا ۔ اس وقت وہ تینتالیس برس کا تھا ۔ مدّتِ خلافت دس سال اور ڈیڑھ ماہ تھی ۔

موسیٰ الہادی کی حکومت

اب خلافت کی باگ موسیٰ الہادی کے ہاتھ میں آ گئی جو اس وقت جرجان میں تھا ۔ باقاعدہ بیعت مدینۃالسلام بغداد میں کی گئی ۔ ماہ محرم کی بائیسویں تاریخ کا واقعہ ہے ۔ اسی سال حسین بن علی بن حسن نے مدینہ میں علم بغاوت بلند کر کے مکہ کی سمت کوچ کیا ۔ ان کے مقابلے پر عیسیٰ بن موسیٰ اور عباس بن علی نکلے اور انھیں قتل کر دیا ۔

۱۷۰ھ میں امام موسیٰ بن مہدی (الہادی) نے بمقام عیسیاباد وفات پائی ۔ یہ ماہ ربیع الاوّل کی پندرہ تاریخ تھی ۔ وفات کے روز اس کی عمر چوبیس برس تھی اور عرصۂ خلافت ایک سال ایک ماہ اور چوبیس دن تھا ۔

ہارون الرشید کی خلافت

اسی سال ہارون الرشید کو مسند خلافت پر بٹھایا گیا ۔ اس نے حج کیا ، مدینہ شریف پہنچا اور اہلِ مدینہ کو کھلے دل سے عطیات و وظائف سے نوازا ۔ وہاں سے عراق کی سمت روانہ ہوا اور کوفے میں پہنچ کے ابوالعباس طُوسی کو خراسان کی گورنری پر تعینات کیا ۔ وہ وہاں دو برس رہا ۔ پھر ہارون نے اُسے معزول کر کے اس کی جگہ محمد بن اشعث کو مامور کر دیا ۔ ۱۷۴ھ میں سرزمین شام میں یمنیوں اور مضریوں کے مابین عصبیّت کی آگ بھڑک اٹھی اور طرفین نے لڑتے لڑتے ایک دوسرے کے بے شمار امراء کو ہلاک کر ڈالا ۔ اس سال نماز حج خود ہارون نے پڑھائی ۔ اس کے دونوں بیٹے محمد اور عبداللہ بھی اس کے ساتھ تھے ۔ وہاں اس نے دونوں کی ولیعہدی کی وصیت تحریر کی ۔ پہلا ولیعہد محمد کو بنایا اور دوسرا عبداللہ المامون کو ۔ اس تحریر کو کعبے کے اندر آویزاں کر دیا اور پھر مدینے کی طرف چلا گیا ۔

Marfat.com

اسی سال خراسان کی حکومت غـطریف بن عـطا کو عطا کی ۔

علی بن حمزہ کسائی کا بیان ہے کہ مجھے ہارون الرشید نے محمد اور عبداللہ کا اتالیق مقرر کیا تھا اور میں ادب آداب کے معاملے میں اُن سے بڑی سختی برتتا تھا ۔ ذرا ذرا سی بات پر شدید مواخذہ کرتا تھا ، خاص طور پر محمد کے حق میں ۔ چنانچہ ایک روز میرے پاس امّ جعفر کی باندی خالصہ آئی اور کہا " جناب کسائی ، میری مالکہ آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ میرے بیٹے محمد پر سختی نہ کیا کریں وہ میرے دل کا حاصل اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ، میرا جی اس کے معاملے میں بری طرح جلتا ہے " ۔

میں نے خالصہ کو جواب دیا " محمد اپنے والد کے بعد خلافت کا امیدوار ہے لہذا اس کی تادیب میں کمی جائز نہیں " ۔ خالصہ بولی " اصل میں میری مالکہ اگر کڑھتی ہے تو اس کا ایک سبب ہے اور وہ میں تمھیں بتاتی ہوں ۔ جس رات محمد پیدا ہوا تھا اُسی رات میری مالکہ نے خواب میں دیکھا کہ چار عورتیں بچے کی طرف بڑھی ہیں اور اُسے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے گھیر لیا ہے ۔ اب جو اس کے سامنے تھی کہنے لگی " یہ ہے بادشاہ جس کی عمر تھوڑی ہے ، دل تنگ ہے ، غرور بہت ہے ، اقتدار کمزور ہے ، گناہ زیادہ ہیں ، سخت بے وفا اور بدعہد ہے " ۔

پھر پیچھے والی بولی " یہ ہے بادشاہ جو تباہ‌کار ، فضول‌خرچ اور ہتھ چھٹ ہے ۔ اس میں انصاف کم ہے اور اسراف زیادہ " ۔ پھر دائیں طرف والی بولی " یہ ہے بادشاہ بھاری بھرکم ، تنک مزاج ، بڑا بدکار رشتۂ و پیوند کو کاٹ دینے والا " ۔ پھر بائیں طرف والی بولی " یہ ہے بادشاہ غـدّار ، جس کے لیے ٹھوکریں بے شمار ہیں اور تباہی فوری ہے " ۔ یہ کہہ کے خالصہ رو پڑی اور کہا " کیا کوئی تنبیہ و احتیاط فائدہ‌مند ثابت ہو سکتی ہے ؟ "

اصمعی سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ میں دو برس بصرے میں مقیم رہنے کے باعث اُس کا

Marfat.com

دیدار نہ کر سکا تھا ۔ مجھے دیکھ کر اشارہ کیا کہ میں اس کے قریب بیٹھ جاؤں ۔ میں تھوڑی دیر بیٹھا اور اُٹھ کھڑا ہؤا مگر ہارون نے پھر بیٹھنے کا اشارہ کیا ۔ میں پھر بیٹھ رہا تاآنکہ حاضرین چھٹ گئے لہذا مجھ سے کہا ” اے اصمعی تم محمد اور عبداللہ سے نہیں ملنا چاہتے ؟ “

میں نے عرض کیا ” ملنا چاہتا ہوں ۔ اے امیرالمومنین اس سے زیادہ مجھے اور کیا مطلوب ہے “ ۔ میں ابھی اسی خیال سے اٹھا تھا کہ جا کے انھیں سلام کر لوں “ ۔ کہا ” کافی ہے “ ۔

ذرا دیر بعد کسی کو حکم دیا ” محمد اور عبداللہ کو میرے پاس لایا جائے “ ۔ چنانچہ ایک شخص روانہ ہو گیا ۔

اصمعی کہتا ہے کہ دونوں امیرالمومنین کے حکم کی تعمیل میں حاضر ہو گئے ۔ آئے تو یوں محسوس ہؤا گویا دو چاند نکل آئے ہیں ۔ چھوٹے چھوٹے قدم بھر رہے تھے ، نظریں زمین میں گڑی تھیں تاآنکہ والد کے روبرو آن کھڑے ہوئے اور سلامِ خلافت عرض کیا ۔ ہارون نے اشارہ کیا تو دونوں اس سے قریب ہو گئے لہذا اُس نے محمد کو دائیں جانب اور عبداللہ کو بائیں جانب بٹھا لیا ۔ پھر مجھ سے کہا ” ذرا ان کا استحان لو “ ۔ چنانچہ میں مختلف آداب کے بارے میں سوال کرنے لگا اور وہ ہر بات کا بالکل صحیح جواب دیتے رہے ۔ پھر ہارون نے مجھ سے پوچھا ” ان کے آداب کیسے پائے “ ۔

میں نے جواب دیا ” اے امیرالمومنین میں نے ان دونوں جیسے صاحبِ فہم اور سریع الذہن بچے دیکھے ہی نہیں ۔ خدا ان کی عمر دراز کرے اور امت کو ان کی رافت و عنایت اور پناہ سے نوازے “ ۔

یہ سن کر ہارون نے دونوں کو سینے سے چمٹا لیا ۔ اس کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں ، آنسو بہ نکلے ، پھر جلد ہی انھیں رخصت کر دیا ۔ جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو کہا ” اُس وقت کیا کرو گے جب یہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن اور بدخواہ ہوں گے ، جب دونوں میں جنگ ٹھن جائے گی ، خون کی ندیاں بہ نکلیں گی اور بے شمار لوگ جو اُس وقت بقید حیات ہوں گے بصد حسرت کہینگے ” اے کاش ہم مر چکے ہوتے “۔

Marfat.com

میں نے عرض کیا " اے امیرالمومنین اس بات کی ان کے بارے میں ان کی پیدائش پر منجّموں نے پیش گوئی کی تھی یا علماء کی کوئی روائت ہے ؟ " ۔

ھارون نے کہا " منجموں نے نہیں بلکہ علماء نے اوصیاء[1] سے اور اوصیاء نے انبیاء سے روایت کی ہے " ۔

کہتے ھیں کہ مامون الرشید اپنے زمانۂ خلافت میں کہا کرتا تھا " میرے والد رشید نے موسیٰ بن جعفر بن محمد سے لے کر اب تک ھمارے مابَین جو کچھ ھوتا رھا تھا وہ سب کچھ سن رکھا تھا لہذا جو کچھ اس نے کہا تھا اس بنا پر کہا تھا " ۔

اصمعی کا بیان ہے کہ " ھارون کو کہانیاں سننے کا بڑا شوق تھا ۔ اھلِ دنیا کے قصے اور افسانے بہت پسند تھے چنانچہ جب کبھی زیادہ شوق چراتا مجھے بلوا لیتا اور جب رات پوری طرح مسلط ھو جاتی تو میں داستانیں سنانے لگ پڑتا ۔ ایک شب جو میں آیا تو اس کے پاس اور کوئی بھی نہ تھا ۔ میں نے ذرا سی دیر کوئی کہانی سنائی مگر اُس نے سر جھکا لیا اور سوچ میں پڑ گیا ، کچھ دیر بعد کہا " اے غلام ! عباسی کو میرے پاس بلا لاؤ " ۔ مراد فضل بن ربیع تھا ۔ وہ آ کے حاضرِ خدمت ھؤا تو اُسے بیٹھنے کی اجازت مرحمت کی اور کہا " اے عباسی ! میں ولیعہد کے بارے میں مضطرب ھوں اور چاھتا ھوں کہ حکومت کا معاملہ محمد اور عبداللہ کے حق میں طے کر دوں ۔ مجھے معلوم ہے ، کہ محمد ھواپرست ، لہو و لعب کا دلدادہ اور لذت کوش شخص ہے ۔ اگر میں حکومت اس کے حوالے کر دوں تو رعیّت کے لیے وبال بن جائے گا ۔ اقتدار کو بگاڑ دے گا ، دور پار کے سرکش و متمرّد اس پر چڑھ دوڑیں گے ۔ اگر اسے محروم کر کے حکومت عبداللہ کو دے دوں تو وہ ان کے حق میں معتدل رویّہ روا رکھے گا اور مملکت کو بھی درست کرے گا ۔ اس میں منصور کی سی ھوشیاری و دوراندیشی اور

۱۔ وصی کی جمع

مہدی کی سی جرأت و مردانگی ہے - بہر حال تمھاری کیا رائے ہے ؟ "

فضل نے کہا " اے امیرالمومنین ! یہ معاملہ بڑا ہی اہم ہے - اس ضمن میں اگر لغزش ہو گئی تو ازالہ نہ ہو سکےگا - پھر یہ کہ اس بارے میں کچھ کہنے کے لیے یہ مناسب موقع و محل نہیں " - میں سمجھ گیا کہ وہ خلوت چاہتے ہیں لہذا میں دونوں کے پاس سے اٹھ کر صحن قصر کے ایک گوشے میں جا بیٹھا - انھوں نے تبادلۂ خیالات شروع کیا اور اسی ردّ و کد میں صبح کر دی ، آخر دونوں متفق ہو گئے کہ محمد ہی کو ولیعہد بنا دیا جائے اور عبداللہ اُس کے بعد مسند نشین ہو - نیز یہ کہ اموال و عساکر دونوں میں بانٹ دیے جائیں - محمد دارالخلافت میں رہے اور مامون خراسان کی حکومت سنبھال لے -

صبح ہوئی تو ہارون نے اپنے تمام قائدینِ افواج کو اکٹھا کیا اور انھیں پہلے محمد اور اس کے بعد عبداللہالمامون کی بیعت کرنے کے لیے کہا - سبھی نے سر تسلیم خم کیا اور بیعت کر لی -

۱۸۰ھ میں ہارون نے علی بن عیسیٰ بن ہامان کو خراسان کی حکومت پر متعیّن کیا ، اسی سال خود بھی سرزمین شام کے دورے پر نکلا اور موصل کا رخ کیا - جب وہاں پہنچا تو حکم دیا کہ موصل کا شہر مسمار کر دیا جائے - وجہ یہ تھی کہ اہلِ موصل ہارون کے عامل پر چڑھ دوڑے تھے -

اسی سال اہلِ خراسان نے بھی وہاں ایک عامل پر ھلّہ بولا اور اُسے قتل کر دیا - بہر حال ہارون نے وہ سارا سال شام ہی میں گزار دیا - پھر حج کے ارادے سے رخصت ہؤا - حج سے واپسی پر انبار کے علاقے کا قصد کیا اور مدینۂ ابوالعباس میں جا اترا - یہ شہر انبار سے نصف فرسخ کے فاصلے پر تھا - وہاں بہت سے خراسانی آباد تھے جنکی اولاد خوب پھیل چکی تھی - وہ لوگ اب تک وہیں ہیں - ہاں تو وہاں ہارون نے ایک ماہ قیام کیا پھر رقہ گیا وہاں بھی ایک ماہ قیام کیا -

وھاں سے رومیوں کے خلاف جہاد کرنے نکلا اور ان کا ایک شہر جسے سَتَصُوف کہا جاتا ہے فتح کر لیا ۔ اس کے بعد وہ رقہ واپس آ گیا اور سال کا بقیہ حصہ وھیں بسر کر دیا ۔ جب حج کا موسم آیا تو حج کیا اور جملہ مناسک ادا کیے ۔ وھاں سے واپسی پر پھر رقہ کی راہ اختیار کی اور رقہ میں کچھ روز اقامت گزیں رھا ۔ اسی اثنا میں یزید بن مَزْیَد کو آرمینیہ کا حاکم مقرر کر دیا ۔ پھر ۱۸۴ھ میں رقہ کو وداع کہا ۔ مدینۃالسلام بغداد میں پہنچ کے اپنے محل واقعۂ رصافہ میں ڈیرے ڈال دیے اور اپنے گورنروں سے خراج و محاصل کے بقایا وصول کروائے ۔

۱۸۵ھ میں بغداد سے نکل کے پھر رقہ کی طرف آیا ۔ رقّہ اسے بہت ھی پسند تھا ۔

جب حج کے دن آئے تو وہ حج پر گیا ۔ مدینہ میں سے گزرا تو اھلِ مدینہ کو وظائف کی تین گُنا رقم عطا کی ۔ مکّے میں پہنچا تو انھیں وظائف کی دوگنی رقم بخشی ، واپسی پر انبار کا قصد کیا ، وھاں ایک ماہ تک ٹھیرا رھا اور پھر بغداد کی سمت لوٹ گیا ۔ کچھ عرصے کے بعد ھارون نے اپنے بیٹے قاسم کے لیے بیعت لی کہ محمد اور عبداللہ کے بعد وہ خلیفہ ھوگا ۔ بیعت لینے کے ساتھ ھی اُسے شام کا گورنر مقرر کر دیا چنانچہ قاسم نے شام کی طرف اپنے عامل روانہ کر دیے ۔

۱۸۸ھ میں ھارون نے پھر حج کیا اور واپسی پر حیرہ میں کئی روز تک ٹھیرا رھا ۔ وھاں سے نکل کر مدینۃالسلام میں قیام کیا ، پھر ۱۸۹ھ میں رَے کا سفر اختیار کیا اور واپسی پر قصرِ لصوص میں دوپہر گزاری ، وھاں سے نکل کر بغداد میں داخل ھو گیا مگر ٹھیرا نہیں آگے ''سالحین'' کی طرف چلا گیا ۔ یہ قصبہ مدینۃالسلام سے تین فرسخ کے فاصلے پر ھے ۔ وھاں رات گزاری صبح رقّہ کا رخ کر لیا اور بغداد کے پاس سے گزرتے وقت جعفر بن یحیٰی کی لکڑی[1] کو جلا دینے کا حکم

۱- ممکن ھے وہ لکڑی مراد ھو جس پر جعفر کو پھانسی دی گئی تھی ۔

Marfat.com

صادر کرتا گیا - سال کا بقیه حصه رقّه هی میں گزار دیا - ۱۹۰ھ میں مملکت روم کے خلاف جہاد کا علم بلند کیا اور رومیوں کے علاقے میں گھس کر هرقله پر حملہ‌آور هؤا اور اُسے فتح کر لیا -

اس سال رافع بن نصر بن سیّار نے ملک خراسان میں بغاوت کر دی - سبب اس کی بغاوت کا یه هؤا که علی بن عیسٰی بن هامان جب خراسان کا حاکم بنا تو اس نے بُرائی کی راہ اختیار کر لی - جو عرب وهاں بس رهے تھے وہ ان کا بدخواہ تھا اور ان کے خلاف ظلم و ستم پر اتر آیا تھا - چنانچه رافع نے بغاوت کر کے اس سے کئی جنگیں لڑیں - هوتے هوتے اس کے خراسانی هواخواہ بھی اس کے همنوا هوگئے - ان کی تعداد تیس هزار سے متجاوز تھی - رافع کا مرکز سمرقند تھا جو خراسان کا صدرمقام ہے -

جب هارون کو یه اطلاع ملی تو اس نے عیسٰی کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگه هرثمه بن اعین کو مقرر کیا اور روم سے واپسی پر بغداد میں آیا اور سال کا باقی حصه وهیں اقامت‌گزیں رها - پھر اپنے بیٹے محمد کو دارالمملکت میں اپنا نائب مقرر کر کے خراسان کی طرف باگ اٹھائی تاکه رافع کے خلاف خود بنفسِ نفیس صف‌آرا هو -

۱۹۲ھ شروع هؤا تو سرزمین جبل میں پہلی بار خرّمیوں نے سر اٹھایا - محمدالامین نے ان کی سرکوبی کے لیے عبدالله بن مالک خزاعی کو بھیجا جس نے ان کے بے شمار آدمی ته تیغ کر دیے اور جو بچے انھیں مختلف شہروں میں بکھیر دیا -

اس اثنا میں هارون طُوس پہنچ گیا - حُمید طُوسی کے یہاں مہمان هؤا - وهیں بُری طرح بیمار هو گیا - بہت سے اطبّا کو اس کے معالجے کے لیے اکٹھا کر لیا گیا - اس پر هارون نے کہا :

(۱) انَّ الطَّبِيبَ بِطِبِّهِ وَ دَوَائِهِ
لَا يَسْتَطِيعُ دِفَاعَ مَعْذُورٍ جَوَى

Marfat.com

(۲) مَا لِلطَّبِيبِ يَمُوتُ بِالدَّاءِ الَّذِی
قَدْ كَانَ يَشْفِی مِثْلَهُ فِيمَا مَضٰی

۲- طبیب اپنی طب اور دوا کی مدد سے نازل ہونے والے خطرے کی راہ نہیں روک سکتا ۔

۲- آخر طبیب کو کیا ہو جاتا ہے کہ پیش ازاں جس بیماری سے دوسروں کو شفا دلاتا رہا ہو اسی بیماری سے خود عدم کی راہ لیتا ہے ۔

جب ہارون کا درد بہت شدید ہو گیا تو فضل بن ربیع سے پوچھا " اے عباسی ! لوگ کیا کہتے ہیں ؟ "

جواب دیا " لوگ کہتے ہیں کہ امیرالمومنین کے دشمنوں کو موت آ گئی ہے " ۔

یہ سن کر حکم دیا کہ اس کے لیے ایک خچر پر زین ڈال دی جائے وہ سیر کو جانا چاہتا ہے ۔ زین ڈال دی گئی اور ہارون کو اٹھا کے زین پر رکھ دیا گیا مگر اس کی ٹانگیں لٹک گئیں ۔ جم کے بیٹھنے کی ہمت ہی باقی نہ تھی لہذا کہا " میرا خیال ہے لوگ ٹھیک کہتے ہیں " ۔ اور پھر جلد ہی فوت ہو گیا ۔ یہ ۱۹۳ھ کی بات ہے ۔ دن شنبہ تھا ۔ جمادی الآخر کی پانچویں رات تھی ۔ مدت خلافت تئیس برس اور ڈیڑھ ماہ تھی ۔

محمدالامین کی حکومت

اب نصف جمادی الآخر کو جمعرات کے روز بغداد میں محمدالامین مسندِ خلافت پر جلوہ گر ہؤا اور جمعہ کے روز لوگوں میں ہارون کی موت کا اعلان کر کے ان سے تجدیدِ بیعت کا طلبگار ہؤا ۔ چنانچہ بیعت کر لی گئی ۔

مامون اس وقت مرو میں تھا ۔ اس مہینے کے آٹھ دن گزر چکے تھے، جمعہ کا دن تھا کہ اُسے بھی ہارون الرشید کی وفات کا علم ہو گیا ۔ چنانچہ سوار ہو کر بڑی مسجد مین گیا تمام عساکر اور دیگر رعایا میں

Marfat.com

ڈونڈی پیٹ گئی۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو مامون منبر پر چڑھا ، حمد و ثنائے الہٰی بیان کی ، رسولِ خدا پر درود پڑھا اور پھر خطاب کیا '' اے لوگو خلیفۂ سابق کی رحلت پر خدا آپ کو بھی صبر جمیل عطا کرے اور ہمیں بھی۔ اُس پر خدا کی رحمت ہو اور دعا ہے کہ خدا ہمارے اور تمھارے لیے نئے خلیفہ کو باعثِ برکت بنائے، اس کی عمر دراز کرے ''۔

اور پھر اس کا گلا رُندھ گیا ، آنکھوں میں آنسو آ گئے چنانچہ اس نے آنکھیں پونچھیں اور کہا '' اہلِ خراسان اپنے امام امین کے حق میں تجدید بیعت کرو ''۔ چنانچہ جملہ حاضرین نے بیعت کر لی۔

بہر حال جب محمدالامین خلیفہ بن گیا اور لوگ اس کی بیعت کر چکے تو شعراء اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں حسن بن ھانی (ابو نواس) بھی تھا۔ سبھی نے امین کی شان میں قصیدے کہے۔ حُسَن سب سے آخر پر اٹھا اور اس نے اپنے یہ شعر سنائے:

(۱) أَلاَ دَارِها بالمَاءِ حَتّٰى تُلِينَها
فلَنْ تُكْرِمِ الصَّهْبَاءَ حتّٰى تُهِينَها

(۲) وحَمْرَاءَ قَبْلَ المَزجِ صفراءَ بَعْدَهُ
كأنّ شُعَاعَ الشَّمْسِ يَلْقَاكَ دُونَها

(۳) كَأَنَّ يَوَاقِيتاً رَوَاكِدَ حَولَها
وَزُرْقَ سَنَا نِيشرٍ تُدِيرُ عُيُونَها

(۴) لَقَدْ جلَّلَ اللهُ الكرامَةَ أُمَّةً
يكونُ اميرُ المؤمنين أَمِينَهَا

(۵) حَمَيْتَ حِمَاهَا بالقنابِل والقنَا
وَ وَفَّرْتَ دُنْيَاهَا عَلَيْهَا و دِينَهَا

(۶) يَراكَ بَنُو المَنْصُورِ أَوْلَا هُمُ بِهَا
وإِنْ أظْهَرُوا غَيْرَ الّذي يكتُمونَها

Marfat.com

۱- دیکھو شراب میں پانی ڈالو تاآنکہ وہ پتلی اور نرم ہو جائے۔ تم جب تک شراب کی توہین نہ کر لو اس کی تکریم ہرگز نہیں کر سکتے۔

۲- یہ شراب پانی ملانے سے قبل سرخ تھی۔ پانی ملایا تو زرد ہوگئی یوں گویا اس کے ارد گرد شعاعِ آفتاب تم سے روبرو ہے۔

۳- زرد موتی ساغر کے گرد جھلملا رہے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ نیلی بلیاں اپنی آنکھوں کو ہلا رہی ہیں۔

۴- خدا نے اس امت کو جس کا امیرالمومنین امین ہو توقیر اور جلال عطا کر دیا۔

۵- تو نے اس امت کے حقوق کی حفاظت توپوں اور نیزوں سے کی ہے اور اسے دین و دنیا دونوں اعتبار سے مالا مال کر دیا ہے۔

۶- تجھے ابوجعفر منصورؒ کی ساری آل اولاد خلافت کے باعث اپنا سربراہ جانتی ہے یہ الگ بات ہے کہ ظاہر وہ کچھ کر رہی ہو جو دل میں نہ ہو۔ جو کچھ دل میں پوشیدہ ہو وہ کوئی اور شے ہو۔

امین نے سبھی کو انعام و کرام سے نوزا مگر حسن بن ھانی کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا۔

کچھ مدت کے بعد امین نے اسماعیل بن صبیح کو جو منشیٔ اسرار تھا بلایا اور پوچھا " اے ابن صبیح تمھاری کیا رائے ہے ؟ " جواب دیا " میری رائے تو یہ ہے کہ حکومت بابرکت ہے ، خلافت محکم و پختہ ہے ، اقتدار ترقی‌یاب ہے اور خدا نے امیرالمومنین کے لیے ہر شے اپنے بے حساب فضل و کرم سے پایۂ تکمیل تک پہنچا دی ہے "۔

امین نے کہا " میں نے تمھیں داستان طرازی کے لیے نہیں بلایا میں نے تم سے رائے دریافت کی ہے "۔

اسماعیل نے جواب دیا " میری رائے یہ ہے کہ امیرالمومنین جس

Marfat.com

معاملے کے بارے میں مجھ سے رائے اور مشورہ چاہتے ہیں وہ واضح طور پر بیان کریں ۔ میں عرض کروں گا "۔

امین نے کہا " میری رائے یہ ہے کہ عبداللہ مامون کو خراسان کی حکومت سے معزول کر کے اس کی جگہ امیرالمومنین (ہارون) کے بیٹے موسیٰ کو تعینات کر دوں "۔

اسماعیل نے جواب دیا " خدا کی پناہ اے امیرالمومنین آپ کسی اُس تعمیر کو نہ اکھاڑیں جس کی بنیاد ہارون نے رکھی ہے ، اُسے اسارا ہے اور استوار کیا ہے "۔ امین نے جواب دیا " مامون کے معاملے میں ہارون الرشید ملمّع کا شکار ہو گیا تھا ۔ حد ہے اے ابن صَبیح ! تجھ سے تو عبدالملک زیادہ ہشیار اور دور اندیش تھا جس نے کہا تھا " کبھی ایسا نہیں ہؤا کہ دو سانڈ اونٹ ایک گلے میں اکٹھے ہوئے ہوں اور ایک نے دوسرے کو ہلاک نہ کر دیا ہو "۔

اسماعیل بولا " اگر آپ کی رائے یہی ہے تو پھر اس کا کسی پر اظہار نہ کریں ، چپکے سے مامون کو لکھ دیں کہ مجھے تمھاری دارالخلافے میں ضرورت ہے تاکہ اللہ نے اپنی مخلوق اور ممالک کی جو ذمہ داری میرے کاندھوں پر ڈالی ہے تم اس کے ضمن میں میری امداد کرو ۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچ جائے تو آپ اُسے اُس کے لشکر سے جدا کر دیں ، اس طرح جب اُس کا زور ٹوٹ جائے گا تو آپ اس پر قابو پالیں — وہ آپ کے ہاتھوں میں بے بس ہوگا ، پھر آپ اس کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہیں کر لیں "۔

امین نے کہا " خوب بات کہی ہے اے ابن صَبیح ! ٹھیک مشورہ دیا ہے ۔ مجھے میری جان کی قسم یہ بہترین تجویز ہے "۔ چنانچہ اس نے لکھا کہ " اللہ نے جو بارِ خلافت و سیاست میرے کاندھوں پر ڈال دیا ہے وہ میرے لیے بہت گراں ہے ، لہذا میری التماس ہے کہ آپ امور مملکت داری میں میری مدد کریں اور اس کے مصالح میں میرے مشیر ہوں ۔ اگر آپ خراسان کے بجائے خلیفہ کے پاس ہوں گے تو خلیفہ کو اور بھی زیادہ تقویت حاصل ہوگی ۔ ملک اور بھی

Marfat.com

زیادہ شاد و آباد ہوگا ۔ خراج و محاصل میں اور بھی زیادہ اضافہ ہوگا ۔ دشمنوں کے حوصلے اور بھی زیادہ پست ہو جائیں گے اور محارم اور بھی زیادہ محفوظ و مامون ہو جائیں گے '' ۔

امین نے یہ خط عباس بن موسیٰ ، محمد بن عیسیٰ اور صالح کو جو صاحبِ مصلیٰ تھا دیکر روانہ کر دیا ۔ تینوں نے خراسان کا رخ کیا ، راستے میں طاہر بن حسین سے بھی ملاقات ہوئی جو مامون کے یہاں سے صوبہ رَے کی حکومت کا فرمان لے کے آ رہا تھا ۔ ہوتے ہوتے یہ مامون کے پاس جا پہنچے ۔ وہ اس وقت شہر مرو میں تھا ۔ حاضر ہوئے خط دیا اور بات کی کہ امیرالمومنین کو آپ کی ضرورت ہے اور انہیں امید ہے کہ آپ کا قریب ہونا ملک کی بہبودی و خوشحالی اور دشمن کی پامالی کا باعث ہوگا ۔ غرضیکہ خاصی نمک مرچ لگا کر باتیں کیں ۔

مامون نے انہیں رخصت کیا اور حکم دیا کہ ان کی اچھی طرح آؤ بھگت کی جائے ۔ جب رات تاریک ہو گئی تو مامون نے فضل بن سہل کو بلوایا وہ اس کا عزیزترین وزیر اور معتمد ترین ہمدم تھا ، اور وہ اس کی اصابت رائے اور دور بینی کی بارہا آزمائش کر چکا تھا ۔ جب وہ آیا تو مامون اسے خلوت میں لے گیا اور محمدالامین کا خط پڑھ کر سنایا ۔ یہ بھی بتایا کہ آنے والوں نے اسے کس طرح بھائی کے پاس چلے چلنے کی اور کاروبار حکومت میں اس کا ممد و معاون ہونے کی پُرزور ترغیب دی ہے ۔ فضل نے جواب دیا ۔ امین کی نیّت آپ کے بارے میں نیک نہیں ۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ آپ اس کا یہ مطالبہ رد کر دیں ۔ مامون بولا '' میں اس کا مطالبہ کس طرح رد کر سکتا ہوں ۔ افواج اس کے پاس ، اموال اس کے پاس اور عوام مال کے ساتھی '' ۔

فضل نے کہا : '' اچھا تو مجھے آج کی شب مہلت دیجیے میں صبح آ کے اپنی رائے عرض کر دوں گا '' ۔

مامون بولا : '' اچھا جاؤ خدا کے حوالے '' ۔

فضل بن سہل اپنے گھر چلا گیا ۔ وہ منجم بھی تھا اور بڑا ماہر ۔

Marfat.com

لہذا تمام رات اپنے حساب میں مصروف رہا اور ستاروں پر نظر دوڑاتا رہا ۔ صبح ہوئی تو مامون کے پاس پہنچا اور آ کے بتایا " کہ وہ محمد کے خلاف بغاوت کرے گا ، فتح پائے گا اور حکومت پر قابض ہو جائے گا " ۔ یہ سن کر مامون نے اس سے کہا " اُن پیغام لانے والوں کو میرے پاس بھیج دو " ۔ جب وہ آ گئے تو مامون نے انھیں بڑے گراں بہا انعامات و عطیات سے نوازا اور خواھش ظاھر کی کہ وہ امین کے پاس جا کے اُسے کلماتِ خیر سے یاد کریں اور اس کے نظم و بندوبست کی خوب تعریفیں کریں اور اس کی معذرت بطریق احسن واضح کر کے پیش کریں ۔ ساتھ ھی ان کے بدست امین کے نام یہ مکتوب بھی بھیج دیا " اما بعد : مجھے امام ھارون‌الرشید نے اس سرزمین کا اُس وقت حاکم بنایا تھا جب دشمن دھنِ آز وا کیے اس پر چڑھ دوڑا تھا ۔ یہاں کے دفاع کمزور اور عساکر ڈھیلے پڑ گئے تھے ۔ جب بھی میں یہاں ذرا ڈول گیا یا یہاں سے ھٹا دیا گیا تو مجھے خطرہ ھے کہ اس علاقے کے احوال پھر خراب ھو جائیں گے اور دشمن مسلّط ھو جائے گا جس سے نقصان امیرالمومنین ھی کو پہنچے گا خواہ وہ جہاں بھی ھوں ۔ لہذا امیرالمومنین کے لیے بہترین طریق عمل یہی ھے کہ جس بنیاد کو امام ھارون‌الرشید نے استوار کیا تھا اُسے منہدم نہ کریں " ۔

یہ تینوں افراد مامون کا خط لے کر امین کی بارگاہ میں پہنچ گئے اور خط پیش کر دیا ۔

امین نے یہ خط پڑھنے کے بعد اپنے سپہ‌سالاروں کو اکٹھا کیا اور کہا " میں نے مناسب یہ جانا ھے کہ اپنے بھائی عبداللہ‌المامون کو خراسان سے برطرف کر کے یہاں بلا لوں تاکہ میری مدد کرے اس کے بغیر میرا کام نہیں چل سکتا ، آپ لوگوں کی کیا رائے ھے ؟ "

وہ سب چپ سادھے رھے ۔

آخر خازم بن خُزیمہ نے بات شروع کی اور کہا " اے امیرالمومنین آپ اپنے سپہ‌سالاروں اور فوجوں کو راہِ بے وفائی پر نہ ڈالیں ورنہ وہ آپ سے بھی بے وفائی کریں گے ۔ اگر وہ آپ کو عہدشکنی کرتے دیکھیں

گے تو اُس عہد کو بھی جو انھوں نے آپ سے کر رکھا ہے توڑ دیں گے ''۔

محمدالامین نے جواب دیا '' مگر اس سلطنت کا مردِ بزرگ علی بن عیسیٰ بن ہامان تو اس رائے کا حامل نہیں ہے جس کے تم ہو۔ اس کی رائے تو یہی ہے کہ عبداللہ میرے ساتھ رہے۔ میرا ہاتھ بٹائے اور جو بوجھ میرے کاندھوں پر آن پڑے ہیں ان میں سے کچھ بوجھ وہ اُٹھا لے ''۔ ازاں بعد اس نے علی بن عیسیٰ سے کہا '' میری تجویز یہ ہے کہ تم لشکر لے کر خراسان پر چڑھائی کر دو اور موسیٰ بن امیرالمومنین (ہارون) کے نائب کی حیثیت سے وہاں کی زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لو۔ لشکر تم خود اپنی مرضی کا چن لو ''۔

یہ کہہ کے امین نے افواج کا رجسٹر علی بن عیسیٰ کے سپرد کر دیا اور اس نے ساٹھ ہزار منچلے پیدل اور سوار منتخب کر لیے۔ ان کی تنخواہیں تقسیم کر دیں۔ ہر ایک کو اسلحہ دے دیا اور کوچ کا نقارہ بجا دیا ۔ جب وہ لشکر لے کر روانہ ہؤا تو محمد اس کے ہمراہ سوار ہو گیا اور تلقین کرنے لگا کہ وہاں جس قدر خراسانی کماندار عساکر موجود ہیں ان سب کی عزت و تکریم کرنا۔ اہلِ خراسان کو آدھا مالیہ و محصول معاف کر دینا مگر جو تمہارے خلاف تلوار اٹھائے یا تمہارے لشکر پر تیر چلائے اس پر ہرگز ترس نہ کرنا۔ وہاں پہنچنے کے بعد تین دن کے اندر اندر عبداللہالمامون کو میرے پاس روانہ کر دینا۔

جب علی بن عیسیٰ جانے لگا تو زبیدہ کی خدمت میں وداعی سلام عرض کرنے کی خاطر حاضر ہؤا۔ زبیدہ نے اس سے کہا '' اگرچہ محمدالامین میرا بیٹا اور میرے دل کا حاصل ہے تاہم عبداللہالمامون بھی میرے دل کو بہت عزیز ہے۔ اس کی پرورش میں نے ہی کی تھی اور آج بھی اُس کے لیے میرا دل شفقت سے لبریز ہے۔ خبردار تم پہل کر کے اُسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا ، نہ اس کے آگے آگے چلنا۔ اگر تمہیں اس کے ہمراہ چلنا پڑے تو پیچھے پیچھے چلنا۔ جب وہ بلائے تو فوراً حاضر

Marfat.com

ہونا ۔ جب تک وہ سوار نہ ہو جائے تم ہرگز سوار نہ ہونا ۔ جب وہ سوار ہونے لگے تو اس کی رکاب پکڑنا اور اُس سے بڑے ادب و احترام سے پیش آنا "۔

اس کے بعد زبیدہ نے ایک چاندی کی زنجیر علی کے حوالے کی اور کہا "اور اگر وہ وہاں سے روانہ ہونے کے معاملے میں تمھارا کہا نہ مانے تو پھر اُسے یہ زنجیر پہنا دینا "۔

بہر حال محمد جب علی بن عیسیٰ کو سب کچھ سمجھا چکا اور جو تلقین کرنا تھی کر چکا تو واپس چلا گیا ۔

علی بن عیسیٰ نے کوچ کیا اور حُلوان میں پہنچ گیا ۔ وہاں سے اسے ایک قافلہ ملا جو رَے سے آ رہا تھا ۔ چنانچہ قافلے والوں سے طاہر کا حال و احوال پوچھا ، اسے بتایا گیا کہ وہ جنگ کی تیاری کر رہا ہے ۔ بولا "کیا طاہر ؟ اور کون طاہر ؟ " جوں ہی اُسے معلوم ہوگا کہ میں ہمدان کے ٹیلے سے آگے نکل آیا ہوں وہ رَے سے بھاگ جائے گا "۔ وہ چلتا گیا تاآنکہ ہمدان کا ٹیلہ اس سے پیچھے رہ گیا ۔ پھر اُسے ایک اور قافلہ ملا ، اس نے اہلِ قافلہ سے نئی تازی خبر پوچھی ۔ انھوں نے بتایا کہ طاہر نے اپنے آدمیوں میں تنخواہیں تقسیم کر دی ہیں ۔ اسلحہ بانٹ دیا ہے اور جنگ کے لیے تیار ہو چکا ہے ۔ پھر پوچھا "اس کا لشکر کتنا بڑا ہے ؟ " قافلے والوں نے جواب دیا "دس ہزار کے لگ بھگ ہوگا "۔ اس اثنا میں حسن بن علی بن عیسیٰ باپ کے پاس پہنچا اور کہا "ابا جان اگر طاہر کو بھاگنا ہوتا تو وہ رَے میں ایک دن بھی نہ ٹھہرتا "۔ علی نے جواب دیا "بیٹا مرد اپنے ہمسروں کے لیے تیار ہؤا ہی کرتے ہیں ، طاہر میرے نزدیک اُن مردوں میں سے نہیں جو میرے جیسے کے خلاف صف آرا ہونے کی تیاری کریں یا اُس کے لیے میرے جیسا کوئی مرد تیار ہو "۔

کہتے ہیں کہ بغداد کے بزرگوں کا بیان ہے کہ ہم نے علی بن عیسیٰ کے لشکر سے بہتر کوئی لشکر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ۔ ہتھیاروں کے اعتبار سے فائق ، سامان کے لحاظ سے مکمل ، گھوڑے

Marfat.com

بے شمار اور سپاہی اعلیٰ درجے کے سب منتخب اور چیدہ ۔ جب وہ لشکر چلا تو کیا ٹھاٹھ تھے اُس کے ۔

اُدھر طاہر بن حسین نے اپنے اکابر و رفقاء کو اکٹھا کیا اور اپنی صورتِ حال کے ضمن میں مشورہ طلب کیا ۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ ” آپ شہر رَے میں قلعبند ہو جائیں اور مامون کی طرف سے کمک آ جانے تک حملہ آوروں کا فصیل کے اوپر سے مقابلہ کریں “ ۔ طاہر نے کہا ” یہ کیا ہؤا ، میں جنگ کے معاملے میں تم سے زیادہ باشعور ہوں ۔ اگر میں قلعبند ہو گیا تو اپنے آپ کو کمزور کر لوں گا ۔ اہلِ شہر علی بن عیسیٰ کی قوت کو دیکھ کر اس کی جانب جھک جائیں گے ۔ اور دشمن سے زیادہ یہ لوگ میرے لیے تکلیف‌دہ ہونگے اس لیے کہ ان کے دل میں علی بن عیسیٰ کا خوف جاگزیں ہوگا ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان میں سے بعض کو لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لے ، چنانچہ مناسب طریق عمل یہ ہے کہ میں گھوڑے سے گھوڑا اور پیدل سے پیدل لڑا دوں ۔ فتح خدا کے ہاتھ میں ہے“ ۔ یہ کہہ کے اُس نے شہر میں منادی کرا دی کہ سب سپاہی شہر سے نکل کر قلوصہ کے مقام پر جا چھاؤنی جمائیں ۔

جب سارے لشکری شہر سے نکل گئے تو اہلِ شہر نے فصیل کے دروازے بند کر لیے ۔ اس پر طاہر نے اپنے آدمیوں سے کہا ” اے قوم ! توجہ ان لوگوں کی طرف رکھو جو تمھارے سامنے ہیں ۔ ان کی طرف مڑ کے مت دیکھو جو تمھارے پیچھے ہیں ۔ یہ جان لو کہ تمھاری تلواروں اور برچھیوں کے سوا اب تمھارا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں ۔ انھیں اپنے لیے قلعے بنا لو “ ۔

اُدھر سے علی بن عیسیٰ نے بھی قلوصہ کی جانب پیش قدمی کی ، پھر دونوں لشکر آمنے سامنے صف‌آرا ہو گئے اور جنگ چھڑ گئی ۔ طاہر کے آدمیوں نے حملہ‌آوروں کے دانت کھٹے کر دیے ۔ علی بن عیسیٰ کی صفیں ٹوٹ گئیں اور سپاہیوں کے قدم اکھڑ گئے ، یہ دیکھ کر علی نے انھیں للکارا اور کہا ” اے لوگو ! لوٹ آؤ ۔ اور میرے ہمراہ ہلہ بول

دو "۔ اتنے میں طاہر کے سپاھیوں میں سے کسی نے اُسے تیر کا نشانہ بنایا ۔ تیر خطا نہ گیا ۔ پھر وہ سپاھی اس کے قریب آ گیا اور جم کے ایک اور تیر چھوڑا جو اس کے سینے میں پیوست ہو گیا اور اس کی زرہ کو چیرتا ہؤا پیٹ میں جا لگا ۔ چنانچہ وہ بے ہوش ہو کر گرا اور چل بسا ۔ لشکر اس کا بھاگ اُٹھا اور طاہر کے آدمیوں نے بھاگتے ہوؤں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا اور انھیں شام تک کاٹ کاٹ کر پھینکتے رہے ۔ آخر تاریکیٔ شب ان کی راہ میں حائل ہوگئی ۔ جو مال اور ھتھیار وغیرہ حملہ‌آوروں کی لشکر گاہ میں تھے وہ طاہر کے آدمیوں نے لوٹ لیے ۔

محمد کو اطلاع ملی تو اس نے عبدالرحمٰن انباوی کو تیس‌ہزار انباوی سپاہ کی کمان دے کر روانہ کر دیا اور انھیں تلقین کی کہ وہ نہ علی بن عیسٰی کی طرح غرور کریں اور نہ اس کی طرح کمزوری کا اظہار کریں "۔ بہر حال عبدالرحمٰن لشکر لے کر ھمدان پہنچ گیا ۔ طاہر کو پتا چلا تو تیار ہو کر اس کے استقبال کو نکل کھڑا ہؤا ۔ آمنا سامنا ہؤا ۔ جنگ چھڑی مگر جلد ھی عبدالرحمٰن کے آدمیوں نے جی چھوڑ دیا لہذا عبدالرحمٰن بھاگ اٹھا ، لشکری اس کے پیچھے پیچھے تھے — آ کے شہر ھمدان میں داخل ہو کر قلعبند ہو گیا مگر ایک مہینہ گزرا تو جو سامانِ رسد ان کے پاس تھا وہ سارا ختم ہو گیا ۔

کہتے ھیں کہ یہ عالم دیکھ کر عبدالرحمٰن انباوی نے اپنے لیے اور اپنے عساکر کے لیے امان طلب کی ۔ طاہر نے سب کو امان دے دی ۔ لہذا محصورین نے شہر کے دروازے کھول دیے اور فریقین کے آدمی ایک دوسرے سے ملنے جلنے لگ پڑے ۔

اب طاہر نے کوچ کیا اور ٹیاوں پہاڑوں سے اتر کر اسد آباد کے نواح میں چھاؤنی جا لی — اُدھر عبدالرحمٰن کو بدستور یہ فکر لاحق تھی کہ امیرالمومنین کے حضور کیا عذر پیش کرے گا ۔ اس خیال سے اب نے اپنے آدمیوں کو (رات کے وقت) مسلح کیا اور صبح تڑکے طاہر کے لشکر پر چڑھ دوڑا ۔ وہ غافل پڑے تھے لہذا انھیں اندھا دھند تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا ۔ یہ دیکھ کر طاہر کے پیادوں کا ایک

Marfat.com

دستہ اٹھا اور اپنے ساتھیوں کی مدافعت میں ڈٹ گیا تاکہ وہ تیار ہو کر سوار ہو جائیں ۔ چنانچہ وہ تیار ہو کر عبدالرحمٰن کے آدمیوں پر ٹوٹ پڑے اور ایک بہت بڑی تعداد کو کاٹ کر پھینک دیا ۔ یہ رنگ دیکھا تو عبدالرحمٰن جانثاروں کی ایک جمعیّت کے همراہ گھوڑے سے اتر پڑا اور لڑتے لڑتے هلاک ہو گیا ۔

یہ خبر محمدالامین کو پہنچی تو اس کے هاتھوں کے طوطے اُڑ گئے لہذا پھر لشکر تیار کیا اور عبداللہ حرشی کو پانچ هزار آدمیوں کی کمان دے کر اور اُسی کے برابر سپاهیوں کی کمان یحیٰی بن عیسٰی کو دے کر روانہ کر دیا ۔ یہ دونوں کوچ پر کوچ کرتے " قصرِ شیرین " کے مقام پر پہنچ گئے ۔ طاهر کو یہ معلوم هؤا تو ان کی طرف پیشقدمی کی ۔ یہ دونوں کمانداراپنے عساکر سمیت بغیر لڑے بھاگ اٹھے اور واپس حلوان میں جا کے مقیم ہو گئے ۔ اور جب طاهر نے حلوان پر چڑھائی کر دی تو یہ وهاں سے بھی نکل بھاگے اور بغداد میں جا دم لیا ۔ طاهر حلوان میں ٹھہر گیا تاآنکہ مامؤن کی طرف سے اس کے پاس ہَرثمہ بن اعین پہنچ گیا جس کے ماتحت تیس هزار خراسانی فوج تھی ۔ هرثمہ کے آ جانے کے بعد طاهر نے تو حلوان سے نکل کر بصرہ و اهواز کا رُخ کر لیا اور ہَرثمہ نے بغداد کی طرف پیشقدمی کی ۔ محمد کا جو دستہ بھی مقابلے میں آیا کٹتا چلا گیا اور پھر جو حال اس کا هؤا وہ ظاهر ہے ۔ جلد هی بصرے کی جانب سے آ کے طاهر نے بھی چڑھائی کر دی ۔ هرثمہ بھی بڑھا اور بغداد کو گھیرے میں لے لیا ۔ ساتھ هی دونوں نے محمدالامین کے محل کا بھی محاصرہ کر لیا ، اور اس کے مقابل منجنیقیں نصب کر دیں ۔ اب محمد کی جان پر بن گئی ۔ هرثمہ محمد کی درستیٔ احوال کا خواهاں تھا اور چاهتا تھا کہ اس کی جان بچ جائے ، چنانچہ محمد نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ " معاملہ اپنے هاتھ میں لے لو اور میرے اور مامون کے مابین صلح کرا دو ۔ میں خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں اور اقتدار کی باگ اپنے بھائی کے حوالے کرتا ہوں " ۔

هرثمہ نے جواباً لکھ بھیجا "چاهیے تو یہ تھا کہ آپ صورتِ حال بگڑنے

سے قبل اس امر کی طرف دعوت دیتے ۔ اب تو معاملہ حد سے گزر چکا ہے اور آپ کا عمل آپ کے لیے وبال بن چکا ہے ، تاہم میں آپ کی اصلاح حال کے لیے کوشاں ہوں ۔ آپ یوں کریں کہ رات کو میرے پاس چلے آئیں تاکہ میں آپ کی کیفیت امیرالمومنین کی خدمت میں تحریر کر بھیجوں اور آپ کے لیے پختہ عہد لے لوں ۔ میں اپنی طرف سے آپ کی بہتری اور درستیٔ حال کے لیے پوری کوشش کام میں لاؤں گا ، کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کروں گا ۔ آپ کو امیرالمومنین کے قریب تر لے آؤں گا " ۔

جب محمد نے یہ جواب پایا تو اپنے وزیروں اور خیرخواہوں کو بلا کے صلاح لی ، سبھی نے ہرثمہ کی بات مان لینے کا مشورہ دیا ۔ اصل میں سبھی کی تمنا یہی تھی کہ اس کی کم از کم جان بچ جائے ۔ چنانچہ جب تاریکیٔ شب خوب چھا گئی تو وہ اپنے خاص احباب ، اعزّہ اور باندیوں کی ایک جمعیت کے ہمراہ سوار ہؤا کہ دریا عبور کر کے ہرثمہ کے یہاں پہنچ جائے ۔ مگر اس عرصے میں طاہر کو بھی بھنک پڑ گئی تھی کہ ان دونوں کے مابین کیا مراسلت ہوئی ہے اور کیا طے پایا ہے ۔ لہذا جب محمد آ کے اپنی جمعیت سمیت کشتی میں سوار ہؤا تو طاہر نے جھپٹ کر اسے اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور پھر محمد کو اپنے ٹھکانے پر بلوا کے اس کا سر قلم کیا اور اُسی وقت مامون کے پاس روانہ کر دیا ۔

محمدالامین کا قتل ایک شنبے کے دن محرم کی چھٹی تاریخ کو ۱۹۸ھ میں وقوع‌پزیر ہؤا تھا ۔ قتل کے وقت اس کی عمر اٹھائیس برس تھی اور مدتِ حکومت چار برس اور آٹھ ماہ ۔

عبداللہ المامون کی خلافت

بہر حال اب المامون کی جس کا نام عبداللہ بن الرشید تھا بیعت کر لی گئی ۔ یہ دن دو شنبہ تھا اور ۱۹۸ھ کے محرم کی پچیس تاریخ تھی ۔ مامون بڑا دلیر ، عالی ہمت اور خوددار شخص تھا ۔ از روئے علم و

Marfat.com

حکمت وہ آلِ عباس کا تابندہ ستارہ تھا۔ وہ ہر علم سے برابر بہرہ مند تھا۔ یہ وہی خلیفہ ہے جس نے ملکِ روم سے کتابِ اقلیدس منگوائی اور اس کے ترجمے و تشریح کا حکم دیا۔ علاوہ ازیں اس نے اپنی خلافت کے زمانے میں دینی اور علمی مباحث پر مناظرے کروائے۔ اس معاملے میں مامون کا استاد ابو ہذیل محمد بن ہذیل علّاف تھا۔

مامون نے بلاد جزیرۂ و شام کا دورہ کیا اور وہاں کچھ عرصہ اقامت گزیں رہا۔ پھر اس نے رومیوں کے خلاف جہاد کیا۔ کئی فتوحات حاصل کیں اور کارہائے نمایاں سر انجام دیے۔

مامون کی وفات (طُرطُوس کے قریب) نہر بَذَنْدُوْن کے کنارے ہوئی۔ تدفین طرطوس میں ہوئی۔ یہ رجب ۲۱۸ھ کی نو تاریخ کا واقعہ ہے۔

مامون کی مدتِ خلافت بیس سال پانچ ماہ اور تیرہ دن تھی۔ وفات کے وقت عمر انتالیس برس ہو چکی تھی۔ اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے عباس کی ولیعہدی کے لیے بیعت لے لی تھی۔ اور (اب باہر جاتے وقت) اسے اپنے پیچھے عراق میں چھوڑ گیا تھا۔

محمدالمعتصم کی حکومت

جب مامون نہر بَذَنْدُون کے کنارے فوت ہو گیا تو اس کے بھائی ابو اسحاق محمد ہارون المعتصم باللہ نے تمام چیدہ سپہ سالاروں اور اہلِ عساکر کو اپنے یہاں اکٹھا کر کے انہیں اپنی بیعت کے لیے کہا۔ چنانچہ سب نے معتصم کی بیعت کر لی۔

اب معتصم طرطوس سے روانہ ہؤا۔ مدینۃالسلام میں پہنچا اور شہر پر قابض ہو گیا۔ عباس بن مامون کو مسندِ خلافت سے ہٹایا اور خود اُس مسند پر جلوہ افروز ہؤا۔ رعایا نے بھی اس کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور بیعت کر لی۔

وہ اوائل رمضان ۲۱۸ھ میں بغداد پہنچا تھا۔ دو برس تک وہیں مقیم رہا پھر اپنے ترکوں کو ساتھ لیے "سُرَّمَن رَأیٰ" کی طرف

Marfat.com

نکل گیا اور اسے تعمیر کر کے اپنا مسکن اور چھاؤنی بنا لیا - معتصم کے عہد میں جسقدر فتوحات عمل میں آئیں اتنی اس کے کسی پیشرو خلیفہ کے زمانے میں نہ آئی تھیں - ایک یہ کہ اس نے بابک پر فتح پائی ، اُسے گرفتار کیا ، موت کے گھاٹ اتارا اور اس کی لاش کو لٹکا دیا - دوسرے یہ کہ اس نے قلعۂ طبرستان کے والی مازیار کا محاصرہ کیا جو بہت سے قلعوں اور پہاڑی سلسلوں میں مورچہ بند تھا اور محاصرہ اس وقت تک جاری رکھا جب تک اُسے گرفتار کر کے قتل نہ کر دیا اور اس کی لاش کو بابک کے پہلو میں لٹکا نہ دیا - تیسرے یہ کہ اُس نے جعفر کُردی کا قلع قمع کیا - جعفر نے مختلف علاقوں میں تباہی مچا رکھی تھی اور بہت سے بچوں کو لونڈی غلام بنا لیا تھا - معتصم نے اس سے نپٹنے کے لیے رسالے روانہ کیے اور اس وقت تک اس کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک وہ قتل نہ ہو گیا اور اس کی لاش کو بابک اور مازیار کے پہلو میں نہ لٹکا دیا - اسی طرح عموریہ کو جسے قسطنطنیۂ صغریٰ کہا جاتا ہے فتح کیا - علاوہ ازیں اور کئی فتوحات تھیں جو اُسے اللہ نے عطا کیں -

بابک کی گڑ بڑ کا آغاز مامون کی خلافت کے آخری ایام میں ہؤا تھا - لوگ بابک کے مذہب اور نسب کے ضمن مختلف الرّائے ہیں لیکن جو چیز ہمارے نزدیک درست اور مسلّم ہے وہ یہ کہ وہ مطّہر بن فاطمہ بنت ابی مسلم خراسانی کا بیٹا تھا - اس اعتبار سے وہ خرّمی فاطمی تھا - اسے فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت نہ تھی - جس زمانے میں بابک نے نشو و نما پائی وہ ہلچل اور بے آرامی کا دور تھا - فتنۂ و فساد کا بازار مسلسل گرم رہتا تھا - اُس نے دورِ بے آرامی میں اپنی سرکشی کا آغاز کیا اور اضلاع بَذّ کے باشندوں کو قتل کرنا اور ارد گرد کے شہروں اور دیہاتوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ علاقے اُسی کے ہو کے رہ جائیں اور کوئی اس تک پہنچ نہ سکے - نیز یہ کہ ارد گرد کے علاقوں کی تباہی کے باعث اُس تک پہنچنے کا ارادہ کرنے والوں کی راہ میں رسد کی تکلیف حائل ہو جائے -

Marfat.com

ہوتے ہوتے وہ بڑے بھاری لشکر اور وسیع سامان جنگ کا مالک بن گیا اور اس کی قوت میں بہت ہی اضافہ ہو گیا ۔

جب مامون کو بابک کے فتنے کی اطلاع ملی تو اس نے عبداللہ بن طاہر بن حسین کو ایک لشکرِ جرار دے کر اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا ۔ عبداللہ نے کوچ کے دوران میں دینور کے باہر ایک مقام پر پڑاؤ کیا ، اس مقام کو آج تک قصر عبداللہ بن طاہر کہا جاتا ہے ۔ یہ جگہ مشہور تاکستان اور جانا پہچانا مقام ہے ۔

عبداللہ وہاں سے نکلا اور بَذْ میں جا پہنچا ۔ اس وقت تک بابک بڑی قوت حاصل کر چکا تھا ۔ لوگ اس سے لرزہ براندام تھے ۔ بہر حال عبداللہ کے عساکر نے اس کے ساتھ جنگ کی مگر اُسے شکست نہ دے سکے ۔ اُلٹا اُس نے ان کی جمعیت پریشان کر دی اور ان کے بہت سے سربرآوردہ بہادروں کو فنا کر دیا ۔ انہی مرنے والوں میں محمد بن حُمید طوسی بھی تھا ۔ اَبُو تمام نے وہ قصیدہ جس میں ذیل کا شعر بھی شامل ہے اُسی کے مرثیے میں کہا تھا :

كَأَنَّ بَنِيْ نَبْهَانَ يَوْمَ وَفَاتِهِ،
نُجُوْمُ سَمَاءٍ خَرَّ مِنْ بَيْنِهَا الْبَدْرُ!

" گویا اس کی وفات کے روز بنو نَبْہان کی حیثیت اُن ستاروں کی سی ہو گئی جن سے ماہ کامل الگ ہو کر گر پڑا ہو "۔

اسی قصیدے میں ابو تمام نے یہ بھی کہا تھا :۔

فَأَثْبَتَ فِيْ مُسْتَنْقَعِ الْمَوْتِ رِجْلَهُ،
وَقَالَ لَهَا مِنْ تَحْتِ اَخْمَصِكِ الْحَشْرُ،

" جب موت کے تالاب میں اس نے پاؤں خوب جما لیا تو تالاب نے اس سے کہا تیرے تلووں کے نیچے سے قیامت پھوٹے گی " (یعنی قیامت تک میں نہ ہلوں گا)

پھر جب خلافت کی باگ ڈور معتصم کے ہاتھ میں آ گئی تو اس کے پیشِ نظر سب سے اہم معاملہ یہی تھا ۔ چنانچہ اس نے سازو سامان اور سپاہی جمع کیے اور اپنے مولیٰ حیدر بن کاؤس اَفشین کو سپہ سالار

مقرر کر کے روانہ کر دیا ۔ افشین عساکر و افواج کو لیے برزَنَد^ میں جا اترا اور موسم کے گوارا ہو جانے اور راستوں سے برف کے ہٹ جانے تک وہیں اقامت گزیں رہا ۔

اس اثنا میں اس کا نائب یُوبَارَہ اور جَعفر بن دینار بھی جو جعفر خیّاط کے نام سے معروف ہے اس کے معسکر میں آن پہنچے ۔ ان دونوں کے زیر کمان بھی بے شمار سوار تھے ۔ افشین نے دونوں کو حکم دیا کہ ایک مستحکم خندق کھودیں ۔ چنانچہ یہ دونوں وہاں گئے جہاں کھدائی کرنا تھی اور جا کے خندق تیار کر دی ۔

جب وہ خندق کھود چکے تو اَفشین نے مرزبان کو جو خلیفہ معتصم کا مولیٰ تھا برزَنَد^ میں اپنا نائب مقرر کر کے کچھ افسرانِ عساکر اس کی ماتحتی میں چھوڑے اور خود جا کے خندق میں اتر گیا ، اور یوبارہ اور جعفر خیّاط کو بہت بڑا لشکر دے کر دریائے جیحوں کے اوپر کی طرف بھیجا اور کہا کہ وہاں ایک خندق اور کھود دی جائے۔ چنانچہ یوبارہ اور جعفر نے جا کے ایک خندق اور کھود ڈالی ۔ جب وہ خندق کھود چکے تو افشین ان کے پاس پہنچ گیا اور اس مقام پر اپنے ملازم محمد بن خالد بُخارا خُذاہ کو مامور کر کے خود دو ہزار پیادوں ، پانچ ہزار سواروں اور ایک ہزار مزدوروں کے ہمراہ درُوذ[1] کی راہ لی اور وہاں جا کے ایک اور بہت بڑی خندق کھدوا کر اس پر بلند فصیل کھڑی کر دی ۔ بابک اور اس کے ساتھی بلند پہاڑوں پر مقیم تھے اور وہاں سے افشین کے لشکر کو دیکھ دیکھ کر سراسیمہ ہوئے جا رہے تھے ۔

اب دو شنبہ کے روز ماہ شعبان کی ستائیسویں کو افشین ایک جرار لشکر کو لے کر نکل کھڑا ہؤا ۔ بہت سی توپیں بھی ساتھ لدوا لیں ۔ بابک نے آذین کو حکم دیا کہ اس ٹیلے کو جو عین شہر کے سر پر واقع ہے حصار بنا لے ۔ آذین کے ہمراہ تین ہزار پیادے تھے اور اس نے اپنے گرد بہت سے گڑھے کھدوا ڈالے تھے تاکہ وہ سواروں کی راہ میں حائل ہو جائیں ۔

۱- دُروز

Marfat.com

اس روز تو افشین واپس اپنی خندق کی طرف چلا گیا ۔ جمعہ کے روز یکم رمضان کو اس کی جانب پھر بڑھا ۔ چھوٹی اور بڑی توپیں شہر کے رُخ نصب کر دیں اور بہت سے قائدین اور افسرانِ عساکر نے اس شہر کو گھیرے میں لے لیا ۔ اب بابک اپنے چیدہ ساتھیوں کے ساتھ مقابلے پر آیا اور اپنے لشکر کو مسلح و تیّار کر دیا ۔ افشین کے افسروں نے عرصے تک شدید جنگ کی اور بابک کے آدمیوں کو خاصہ نقصان پہنچا کر لوٹ گئے ۔

افشین چھ روز تک پڑا رہا ۔ جمعرات کے دن برآمد ہوا ۔ ماہ رمضان کی ساتویں تاریخ تھی ۔ بابک بھی مقابلے پر تیار ہو گیا اس نے بَذ^ پر ایک بہت بڑا گھیردار پیّا نصب کر رکھا تھا کہ اسے افشین کے آدمیوں کی طرف لڑھکا دیا جائے ۔ ازاں بعد بابک نے ایک شخص مسمّٰی " موسٰی الاقطع " کو افشین کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ کہ وہ بابک سے روبرو ہو کر بات کر لے ۔ اگر گفت و شنید سے معاملہ طے پائے تو ٹھیک ہے ورنہ لڑ جائے ۔ افشین راضی ہو گیا لہذا بابک نکل کے ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جو افشین سے بالکل قریب تھی ، جہاں اس کے اور افشین کے درمیان فقط ایک وادی حائل تھی ــ بابک نے جب افشین کو دیکھا تو جھک کے آداب بجا لایا ۔ افشین نے اس سے مفصل بات کی اور اُسے آگاہ کیا کہ اطاعت میں اس کے لیے کس قدر دنیوی اور اُخروی سلامتی مضمر ہے مگر اس نے سرِ تسلیم خم کرنے سے انکار کر دیا اور واپس جا کے اپنے آدمیوں کو جنگ کا حکم دے دیا ۔ وہ بسرعت تیار ہو گیے اور اس پیّے کو جو تیار کر رکھا تھا لڑھکا دیا مگر وہ ٹوٹ گیا ۔ ادھر سے افشین کے لشکر نے حلہ بول دیا اور بابک کے آدمیوں کو پہاڑ کی چوٹی کی جانب دھکیل دیا ۔

بُوبارہ اور جعفر خیّاط بابک کے بھائی عبداللہ کے مقابل تھے چنانچہ دونوں اس پر ٹوٹ پڑے ۔ ان کے قائدین نے بھی ہر طرف سے حملہ کر دیا اور بے شمار لوگوں کو بے دریغ تہ تیغ کر ڈالا ۔ لہذا بابک کے آدمی بھاگے اور شہر میں جا گھسے ۔ حملہ‌آور بھی ان کے پیچھے پیچھے

شہر میں داخل ہو گئے اور پھر شہر کے درمیانی میدان میں جنگ شروع ہو گئی اور یہ ایسی شدید جنگ تھی کہ کسی نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی - گھروں کے اندر بھی لڑائی تھی اور باغ بھی میدانِ جنگ بنے ہوئے تھے - آخر بابک کے بھائی عبداللہ نے راہِ فرار اختیار کر لی -

جب بابک نے دیکھا کہ حملہ‌آور عساکر نے اُسے ہر جانب سے دبا لیا ہے ، راہیں مسدود ہوتی جا رہی ہیں ، بہت سے ساتھی مارے گئے ہیں اور بہت سے بھاگ گئے ہیں تو اُس نے آرمینیہ کی راہ لی - دریائے رَسؔ کو عبور کیا اور چاہا کہ ملک روم میں چلا جائے -

مگر جب وہ دریائے رَسؔ کے پار اترا تو سہل بن سنباط جو اس ضلع کا حاکم تھا اس کی جانب بڑھا - افشین نے اُن تمام اضلاع کے حاکموں ، آرمینیہ کے کُردوں اور دیگر اکابر و رؤساء کو لکھ رکھا تھا کہ بابک کی راہیں مسدود کر دیں - بہر حال سہل بن سنباط نے بابک کو جا لیا - اس نے لباس اور پوشش بدل رکھی تھی - پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ رکھے تھے اور ایک پالان‌دار خچر پر سوار تھا - سہل نے جھپٹ کے اُسے گرفتار کر لیا اور افشین کے پاس بھیج دیا - افشین نے اُسے بیڑیاں پہنا دیں اور معتصم کو فتح کی خبر تحریر کر کے حاضر ہونے کی اجازت چاہی - چنانچہ وہ روانہ ہؤا اور اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا - بابک اور اس کا بھائی ہمراہ تھے - پھر جس طرح معتصم نے بابک کو قتل کیا ، اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور اس کی لاش کو لٹکایا یہ سب کو معلوم ہے -

کہتے ہیں کہ جب افشین بابک کو لے کر حاضر ہؤا تو معتصم نے اسے تخت پر اپنے روبرو بٹھایا اور اس کے سر پر تاج رکھ دیا -

ایک شاعر اسحاق بن خلف نے معتصم کی مدح میں قصیدہ کہتے ہوئے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا تھا :

(۱) مَا غِبْتَ عَنْ حَرْبٍ تَحَرَّقَ نَارُھا
بِاللهِ کُنْتَ ھنا و کُنْتَ ھنا کا

Marfat.com

(٢) عَـزّت بأفشِيـنٍ حُسامِکَ اُمَّةٌ
والدّيـن مُمتَسِـکٌ بهِ استمساکا

(٣) لمَّـا اَتـاك ببـَابکٍ تَوّجْتَـه
وَ أحقُّ مَنْ أضحٰی لـه تاجاکا

١- تُو اُس جنگ سے جو بَذْ کے مقام پر بھڑک رهی تهی غیرحاضر نه تها - تو یہاں بهی تها اور وهاں بهی تها - (تیرے اقبال کا سایه وهاں خیمه زن تها) -

٢- افشین تیری تلوار هے جس کی وجه سے امت قوی و معزز هو گئی هے - اور دین کو وقار و استحکام حاصل هو گیا هے -

٣- جب افشین بابک کو (گرفتار کر کے) لے آیا تو تُو نے اس کے سر پر تاج رکھ دیا اور تیرے تاج کو سر پر رکھنے کا اُس سے زیاده اور کس کو حق حاصل تها -

کچھ عرصه بعد احمد بن داؤد کے دل میں اَفشین کے خلاف عداوت پیدا هو گئی جس کا سبب یه تها که افشین نے احمد بن داؤد کے خلاف کچھ باتیں کہی تهیں جو هوتے هوتے اُس تک پہنچ گئیں - چنانچه اس نے معتصم کو مشوره دیا که وه فوج کے دو حصے کر دے - ایک حصه افشین کے ماتحت رهے اور دوسرا اشناس کے ماتحت - معتصم نے اس کے مشورے کو عملی جامه پہنا دیا -

افشین کو یه بات سخت ناگوار گزری - اُسے بڑا هی دکھ هؤا - چنانچه اس کے دل میں بے پناه بغض و عناد پیدا هو گیا - اس پر احمد بن داؤد نے معتصم سے کہا '' اے امیرالمومنین ، ابو جعفرالمنصور نے ابو مسلم کے معاملے میں اپنے یہاں کے مخلص ترین شخص سے مشوره طلب کیا تها تو اس کا جواب یه تها که اے امیرالمومنین خدا کا ارشاد هے '' لَو کَانَ فِیهِمَا آلِهَةٌ اِلاَّاللهُ لَفَسَدَتَا '' (اگر اس زمین و آسمان میں خدا کے علاوه کوئی اور معبود بهی هوتا تو یه برباد

Marfat.com

ہو گئے ہوتے) منصور نے جواباً کہا تھا ” کافی ہے “ اور پھر ابومسلم کو قتل کرا دیا “۔

معتصم نے جواب دیا ” اے عبداللہ تمہارا بھی یہ کہہ دینا کافی ہے “ اور پھر کسی شخص کو بھیج کر افشین کو قتل کرا دیا ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب افشین کے کپڑے اتارے گئے تو پتا چلا کہ وہ غیر مختون ہے ۔

معتصم باللہ نے ۲۲۷ھ میں ماہ ربیع الاوّل کی انیسویں تاریخ کو بروز جمعرات وفات پائی تھی ۔ اس کی نماز جنازہ ابو عبداللہ احمد بن داؤد نے پڑھائی تھی ۔ اسے نماز جنازہ پڑھانے کا حکم خود معتصم ہی نے دیا تھا ۔

معتصم کی مدتِ خلافت آٹھ سال ، آٹھ ماہ اور سات روز تھی ۔ بوقتِ وفات عمر انتالیس سال تھی ۔

Marfat.com

Marfat.com

اشاریہ

☆ اسمائے رجال

☆ اسمائے اماکن

Marfat.com

رجال

ا

ابجر بن جابرالعجلی - ٣٨٨
ابراهیم النبی بن آزر بن تارخ - ٨٩ - ٩٠
ابراهیم بن الاشتر ابوالنعمان - ٤٩٣ - ٤٩٥ - ٤٩٦ - ٤٩٧ - ٤٩٨ - ٤٩٩ - ٥٠٠ - ٥٠١ - ٥٠٢ - ٥٠٣ - ٥٠٤ - ٥٠٥ - ٥٠٦ - ٥٢٣ - ٥٢٨ - ٥٢٩
ابراهیم بن عبدالله، بن حسن بن حسن - ٦٢٨
ابراهیم بن عقیل - ٦١٤
ابراهیم (بن امام محمد بن علی بن عبدالله بن عباس) - ٥٦٣ - ٥٦٨ - ٥٩٠ - ٥٩١ - ٥٩٢ - ٥٩٣
ابراهیم بن محمد یحیٰی بن محمد بن علی بن عبدالله بن عباس - ٦٢٨
ابراهیم بن الولید - ٥٧٩ - ٥٨٠
ابرسام - ١٣٦ - ١٣٧ - ١٣٨
أبرهة الاشرم ابو یکسوم - ١٦٠ - ١٦١
ابرهة بن الصبّاح - ٣٦٦
ابرهة بن ملطاط (ذوالمنار) - ٩٥ - ٩٦
أبرویز = کسریٰ پرویز
أبریان الوزیر - ٩٧
الضبعة الفقنغیر - ١٢٣
ابن ابی اوفی العبسی = شریح
ابن ابی خدیفه = محمد بن ابی حذیفه
ابن الاشتر = ابراهیم بن الاشتر
ابن الاشعث = عبدالرحمٰن بن محمد
ابن الاشعث = محمد بن الاشعث بن قیس
ابن الاقطع = نصر بن سیّار
ابن آکلة الاکباد = معاویه
ابن بدیل = عبدالله بن بدیل بن ورقاء الخزاعی
ابن حُبیَر = سعید بن حُبیَر
ابن جعفر = عبدالله بن جعفر
ابن حسان البکری - ٣٨٥
ابن الحنفیه = محمد بن علی بن ابی طالب
ابن خزیمة الخثعمی - ٥٣٢
ابن الخمّار = یوسف بن عمر

Marfat.com

ابن خُنيس = محمد بن خُنَيس
ابن ربيعه = عبدالله بن اسلم بن ربيعه
ابن الزبير = عبدالله بن الزبير
ابن زياد = عبيدالله بن زياد
ابن الشريه = ٨٨
ابن صبيح = اسماعيل بن صبيح
ابن صفيه = الزبير
ابن عامر = عبدالله بن عامر بن كريز
ابن عباس = عبدالله بن عباس
ابن عُبيس = مسلم بن عُبيس القرشى
ابن عثمان بن عفان = عمروُ بن عثمان
ابن عراده - ٣٦٥
ابن عضاءة = عبدالله ابن عضاءة
ابن عفان = عثمان بن عفان
ابن عقبه = مسلم بن عقبه
ابن عقيل = مسلم بن عقيل
ابن القريه = ايوب بن القريه
ابن قيس = الحارث
ابن الكواء = عبدالله بن الكواء
ابن الكيس النمرى - ٨٨
ابن مالك البكراوى - ٥٠٠
ابن مجالد - ٦٢٧
ابن مرجانه = عُبيدالله بن زياد
ابن معمر = عثمان بن معمر
ابن مطيع = عبدالله بن مطيع
ابن القفع - ٨٧
ابن ملجم = عبدالرحمٰن بن ملجم
ابن هبَيرة = يزيد بن عمر بن هبيره
ابن هند = معاوية بن سفيان
ابن يوسف = الحجاج
ابو اسحاق محمد بن هارون = المعتصم بالله
ابو اسحاق المختار = المختار بن عبيد
ابو الاسودالدئلى - ٣١٣ - ٣٧٥
ابو اعور سُلمى - ٣١٦ - ٣١٧ - ٣١٨ - ٣١٩ - ٣٢٦ - ٣٢٧ - ٣٢٩ - ٣٣٦ - ٣٥١ - ٣٦١ - ٣٦٣
ابو امامه الباهلى - ٣٢٠ - ٣٣٩
ابو ايوب الانصارى - ٣٧٨ - ٣٧٩ - ٣٨٢
ابو برده بن ابى موسىٰ - ٣٠٣
ابو بشر بن عمر الانصارى - ٣٦١
ابوبكر = عبدالله بن الزبير
ابوبكر الصديق - ١٠٣ - ٢٢٦ - ٢٢٧ - ٢٢٨
ابوبكر العقيلى - ٦١٣
ابو بكر (بن الحسن بن على) - ٣٠٩
ابوبكر بن سليمان بن ابى حثمة - ٥٣٦

Marfat.com

ابوبكر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن هشام - ٥٣٦
ابوتمام الشاعر - ٦٥٠
أبو ثمامة الصيداوى - ٣٢٣
ابو ثور = عمرو أبو ثور
ابو جعفر = المنصور بالله
ابو جهم بن حذيفه - ٣٦٣
ابوالحسن = على بن ابى طالب
ابو حمزه = انس بن مالك
ابو حنيفه = احمد بن داؤد الدينورى
ابو خالد = يزيد بن عمر بن هبيره
ابو خلف = جعفر بن حنظله
ابو الدرداء - ٣٢٠
ابو زرعه بن عمرو البجلى - ٣٠٧
ابو سعيد بن ربيعه الانصارى - ٣٦١
ابو سعيد الخدرى = سعد بن مالك
ابو سفيان - ٣٩٦
ابو سلمةالخلال - ٥٥٧ - ٥٦٣ - ٥٩١ - ٥٩٦
ابو صرمه = الطفيل
ابو العباس = سهل بن سعد الساعدى
ابوالعباس عبدالله بن محمد بن على السفاح - ٥٩١ - ٥٩٢ - ٦٠٨ - ٦٠٩ - ٦١٣ - ٦١٣ - ٦١٥ - ٦١٦ - ٦١٧ - ٦١٨ - ٦١٩ -
ابو العباس طوسى - ٦٢٩
ابو عبدالله = احمد بن ابى داؤد
ابو عبدالله = الحسين بن على بن ابى طالب
ابو عبدالله = رافع بن الخُديج
ابو عبدالله = الزبير
ابو عبدالله = سعيد بن جُبير
ابو عبدالله = عمرو بن العاص
ابو عُبيد بن مسعود الثقفى ابو المختار - ٢٢٨ - ٢٢٩
ابو عبيدة بن الجرّاح - ٢٢٧
ابو عثمان (حاجب بن هبيره) - ٦١٣
ابو عكرمة السرّاج - ٥٥٣
ابو عمرة كيسان - ٣٩٥ - ٣٩٦ - ٥٠٧ - ٥٠٨
ابو عمرو = عثمان بن عفان
ابو فلان بن عبدالله - ٦٢٢
ابو قتاده - ٣٨٢ - ٣٨٣
ابو القلوص الشبامى - ٥١١
ابو كرب = شمّر
ابو مالك بن شمر - ١١٧
ابو المحجن الثقفى - ٢٢٩ - ٢٣١ - ٢٣٢
ابو محمد = الحسن بن على
ابو محمد بن سيرين - ٢٢٧

Marfat.com

ابو مريم السلولى - ٣٩٦
ابو مسعود الانصارى - ٣١٢ - ٣١٣
ابو مسلم الخولانى - ٣٠٨ - ٣٠٩
ابو مسلم (خراسانى) - ٥٦١ - ٥٦٢ - ٥٦٣ - ٥٦٨ - ٥٦٩ - ٥٩١ - ٥٩٢ - ٥٩٤ - ٥٩٥ - ٥٩٦ - ٥٩٧ - ٥٩٨ - ٥٩٩ - ٦٠٠ - ٦٠٩ - ٦١٥ - ٦١٦ - ٦١٧ - ٦١٨ - ٦١٩ - ٦٢٠ - ٦٢١ - ٦٢٢ - ٦٢٣ - ٦٢٤ - ٦٢٦ - ٦٥٤ - ٦٥٥
ابو المعرّس - ٥٧٠
ابو المغلّس = عمير بن الحباب
ابو موسى الاشعرى عبدالله بن قيس - ٢٣٦ - ٢٦٩ - ٢٧٨ - ٣٥٦ - ٣٥٧ - ٣٥٩ - ٣٦٥ - ٣٦٦ - ٣٦٧ - ٣٦٨ - ٣٦٩
ابو الميلدء الربعى = يحيى بن نعيم
ابو النعمان = ابراهيم بن الاشتر
ابو هارون العبدى - ٣٦٢
ابو هاشم = اسماعيل بن عبدالله القسرى
ابو هاشم = بكير بن هامان
ابو الهـُذيل = محمد بن الهـُذيل العلاّف
ابو هنيده القينى - ٣٠٣
ابو الهثيم = خالد بن عبدالله القسرى
احمد بن داؤد بن ابى عبدالله - ٦٥٤ - ٦٥٥
احمد بن ابى داؤد الدينورى (ابو حنيفه) - ٨١
احمد بن بكير - ٣٢٨
احمد بن سليط - ٣٩٥ - ٥١٨
احمد طائى - ٥٠٧
الاحنف بن قيس - ٢٨٣ - ٣١٣ - ٣٢٣ - ٣٥٧ - ٣٥٩ - ٤١٥ - ٤٦٦ - ٤٩٣ - ٥١٨
الاحوص بن جعفر العامرى - ١٣٩
اخشوان خاقان - ١٥٧ - ١٥٨
اخنوخ بن يرد بن مهليل = ادريس
ادريس - ٨١
آدم - ٨١ - ٨٦ - ١٠٤
آذين - ٦٥١
اربدالفزارى - ٣١١
ارجاسپ - ١٨٢
ارخبعم بن سليمان - ١٠٩ - ١١٠ - ١١١
ارد شير بن بابكان - ١٣٥ - ١٣٨ - ١٣٩ - ١٨٦
اردوان بن اشه بن اشغان - ١٣٣

Marfat.com

ارسطاطاليس ١٢٠ - ١٣٠
ارسناس - ٩٣
ارطاة بن عبدالله النخعی - ٢٣٢
ارفخشذ بن سام بن نوح - ٨٢ - ٨٣ - ٨٤
ارم بن سام - ٨٣ - ٩٨
ارمیا ییل - ٨٥
ارمین بن نورخ بن سام - ٨٤
اردی بنت ام حکیم بن عبدالمطّلب بن هاشم - ٢٦٩
ارياط - ١٦٠ - ١٦١
ازرقی - ٥١٧ - ٥٦٥
ازد (بنو) ٢٣٢ - ٢٤٣ - ٢٨٠ - ٢٨١ - ٢٨٤ - ٣٢٣ - ٤٤١ - ٤٩٢ - ٤٩٣ - ٥١٠ - ٥٨٢ -
آزر بن تارخ - ٨٨ - ٩٠
آزرمیدخت - ٢٣٧
اسامة بن زید - ٢٧٥
اسحاق بن خلف - ٦٥٣
اسحاق بن الفضل الهاشمی - ٦١٦
اسحاق بن محمد بن اشعث - ٤٨٢
اسد (بنو) - ١٤٨ - ٣٢٢ - ٤٢٣ - ٤٤٩
اسد بن عبدالله القسری - ٤٨٣ - ٥٥٧ - ٥٥٨
الدسدی = الجراح بن قبیصه
اسرائیل (بنو) - ١٠٣ - ١٠٤ -
١١٠ - ١١١ - ١١٥ - ١٣٤
اسعد بن عمرو بن ربیعه بن مالک - ١٣٣
اسفندیار - ١١٣ - ١١٤
الاسکندر بن فیلقوس الرومی = سکندر
اسلم بن ربیعه - ٤٦٣
اسماء بن خارجه انفرادی - ٤٢١ - ٥١٥
اسماء بنت ابی بکر - ٤٥٥
اسماعیل بن ابراهیم - ٩١
اسماعیل بن زفر - ٥٠٦
اسماعیل بن صبیح - ٦٣٨ - ٦٣٩
اسماعیل بن عبدالله القسری ابوهاشم - ٦٠١
اسماعیل بن علی بن عبدالله بن عباس - ٥٩١
الاسود بن غفار - ٩٨ - ٩٩
الاسود بن سام - ٨٣
اسید بن عبدالله - ٥٩٤
الاشتر بن الحارث النخعی - ٢٣٩ - ٢٧٥ - ٢٨١ - ٢٨٣ - ٢٨٤ - ٢٨٥ - ٢٨٦ - ٢٩٦ - ٣٠٦ - ٣١٠ - ٣١١ - ٣١٦ - ٣٢٣ - ٣٣١ - ٣٣٢ - ٣٤٠ - ٣٥٢ - ٣٥٣ - ٣٦١
الاشرس بن عوف - ٢٥٦

Marfat.com

الاشعث بن قيس - ١٣٨ - ٢٣٩ - ٢٤٢ - ٢٦٠ - ٢٦١ - ٢٩٦ - ٣١٨ - ٣٢٢ - ٣٢٦ - ٣٥٠ - ٣٥٢ - ٣٦١ - ٣٦٢ - ٣٨٣ - ٤٠٣
الاشعث بن القينى - ٥٤٣
الاشعرون = الاشريون
الاشعرى = ابو موسىٰ
الاشغانيون - ٩٣
اشناس - ٦٥٣
الاصمعى - ٦٣٠ - ٦٣١ - ٦٣٢
الاعشى الشاعر - ١٠١
اعشى همدان - ٥١٨
اعين بن ضبيع - ٢٨٦ - ٣٢٢
افراسياب - ٨٣ - ٩٣ - ٩٣ - ١٩٣
افريقيس بن ابرهه - ٩٥ - ٩٧ - ٩٨
الا فشين حيدر بن كاؤس - ٦٥٠ - ٦٥١ - ٦٥٢ - ٦٥٣ - ٦٥٤ - ٦٥٥
اقليدس - ٦٣٨
الاقيشر الاسدى - ٥٣١
كرد - ٨٥ - ٩٦ - ١١٦
ام ثابت بنت سمرة بن جندب (زوجه المختار) - ٥٢٣
ام جعفر = زبيده (امرأةالرشيد)
ام حبيبه زوجه النبّى - ٣٦٦
امّ خالد بنت هاشم بن عتبه زوجة يزيد بن معاويه - ٤٩٠
ام سلمه (زوج النبیؐ) - ٣٥٨
امّ سلمه بنت عمروالجعفى (زوجه عبيدالله بن حرالجعفى) - ٥٠٦ - ٥٠٨
ام سنان الصّيداويه - ٣٤٧
امّ كلثوم بنت على - ٣٨٩ - ٤٠٩
ام هانئ - ٣٢٥
آمنة بنت على بن عبدالله - ٣٨٣
اُمَيمه - ٢٣٥ - ٢٣٦
الامين محمد بن هارون الرشيد - ٦٣٥ - ٦٣٦ - ٦٣٧ - ٦٣٨ - ٦٣٩ - ٦٤١ - ٦٤٢ - ٦٤٥ - ٦٤٦ - ٦٤٧
امية بن ابى الصّلت - ٥٤٦
اميه (بنو) - ٥٦٥
انس بن الشيخ بن النعمان - ٢٣٥
انس بن مالک ابو حمزه - ٢٣٦ - ٢٥٥ - ٥٤٣ - ٥٤٩
انس بن هلال - ٢٢٩
انصار - ٢٨٠ - ٢٨١ - ٤٢٣ - ٤٥٧
انوش زاد - ١٦٩ - ١٧٠ - ١٧١
اود (بنو) - ٥٩١
اوس بن حجر - ٣٤٤

Marfat.com

اوفی ابن عنق الحیّه - ۱۴۸
ایاس بن قبیصة الطائی - ۱۹۸ - ۲۲۱
ایاس بن نضار العجلی - ۴۹۷
ایراخت بنت سامال بن ارخبعم بن سلیمان بن داؤد - ۱۱۵
ایران = ارفخشذ
ایرخ - ۹۱
ایمن بن خریم الاسدی - ۳۵۷
ایوب بن القریه - ۵۳۷ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۴

(ب)

بابک - ۱۷۳
بابک (خرّمی) - ۶۴۹ - ۶۵۲ - ۶۵۳
بابک بن نهروان - ۱۷۲
باء بن فیروز - ۱۹۲
باذان - ۱۶۳
بجیله - ۲۳۰ - ۲۴۲ - ۲۸۰ - ۳۲۲ - ۵۱۰
بخت نصر بن کامجار - ۱۰۸ - ۱۱۰ - ۱۱۱ - ۱۱۵ - ۱۳۴ -
براء بن مالک - ۲۳۶ - ۲۵۵
برایان = ابریان
برزند المرزبان (مولی المعتصم) - ۶۵۱
بزرجمهر بن بختکان - ۱۷۲
بسر بن ارطاة القرشی العامری - ۳۰۲ - ۳۱٦ - ۳۲۳ - ۳٦۱
بسر بن یزید الحمیری - ۳٦۲
بسطام اسپهبد - ۱۵۲
بسطام (کسری پرویز کا ماموں) ۱۸۷ - ۱۹۳ - ۲۰۷ - ۲۱۲ - ۲۱۳ - ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۷
بسفرّوخ - ۲۳۲
بشر بن ابی ربیعه - ۲۴۵
بشر بن مالک - ۴۸۱
بشر بن مروان - ۵۲٦
بشر بن سهر الصیداوی - ۴۱۱
بشر بن یزید البولانی - ۳۷۵
بغاویر - ۲۰۴ - ۲۰۵ - ۲۰٦
بکر بن وائل - ۲۲٦ - ۲۸۰ - ۳۳۵ - ۳۸۸
بکیر بن ماهان - ۵۵۷
بلاس بن فیروز - ۱۵۸
بلقیس - ۱۰٦ - ۱۰۷ - ۱۰۸ - ۱۱۰
بندویه - ۱۸۷ - ۱۹۳ - ۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹٦ - ۱۹۷ - ۱۹۹ - ۲۰۱ - ۲۰۷ - ۲۱۱ - ۲۱۲
بهرام بن بهرام - ۱۴۱
بهرام بن بهرام حشنس ملقب به بهرام چوبین - ۱۸۲ - ۱۸۳ -

Marfat.com

۱۸۴ - ۱۸۵ - ۱۸٦ - ۱۸۷ -
۱۸۸ - ۱۹۲ - ۱۹۳ - ۲۰۳
بهرام بن شاپور - ۱۴٦ - ۱۵۳ -
۱۵۴ - ۱۵۵
بهرام بن سیاوشان - ۱۹۳ -
۱۹۴ - ۱۹۵ - ۱۹٦ - ۱۹۷ -
۱۹۸ - ۲۰٦
بهرام بن هرمز بن شاپور - ۱۴۱
بهرام چوبین - ۱۹۵ - ۱۹٦ -
۱۹۷ - ۱۹۸ - ۲۰۰ - ۲۰۲ -
۲۰۳ - ۲۰۵
بهرام گور - ۱۴٦ - ۱۵۱ ها -
۱۵۲ - ۱٦۸
بهمن بن اسفندیار (ابوساسان)
۱۱٦ - ۱۱۵ - ۲۱۳
بوخت نرس = بخت نصر
بوبوز - ۲۱۸
بوران بنت کسری - ۲۲۵ - ۲۳۰

(ت)

تاریس - ۸۳ - ۱۲۹
تاویل - ۱۲۹
تبّع اسد - ۱۴۰
تبع الاقرن - ۱۱۷ - ۱۲۴
تبع بن ملکیکرب - ۱۳۹
تبع (خانواده) - ۱۱۷
تغلب - ۲۸۰
تمیم (بنو) - ۳۲۲ - ۳٦۲ - ۴۲۳ -
۴۴۹ - ۴۹۳ - ۵۱۰ - ۵۷۹ -
۵۸۴
تمیم بن نصر بن سیار - ۵۸۴
تیم الرباب - ۲۸۱ - ۲۸۸ - ۵۱۱

(ث)

ثابت بن اقرم - ۲۳۸
ثقیف - ۳۹۵ - ۴۴۹
ثمامه بن حوشب - ۳٦۲
ثمود - ۸۳ - ۸۹
ثویر بن عامر - ۳۰۷
ثیادوس (بن قیصر) - ۱۹۹ -
۲۰۰ - ۲۰۷ - ۲۱۸

(ج)

جابر بن عبدالله - ۵۳۴
جاسم بن ارم - ۸۳
جالوت - ۸۴ - ۱۰۳ - ۱۰۴
جاماسپ بن فیروز - ۱٦۴ - ۱٦۵
حجل بن اثال - ۳۲۴
جدیس بن ارم - ۸۳ - ۹۸ - ۱۰۲
جدیع بن علی ازدی معروف بکرمانی
۵٦۵ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ -
۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۷ - ۵۸۸ -
۵۹٦
جذیمه بن عمرو - ۱۵۱

Marfat.com

جرّاح بن عبدالله الحكمى - ٥٣٩
جراح بن قبيصه الاسدى - ٣٩٣
جرجيس - ١٣٨
جرهم بن قحطان - ٨٨ - ٩٠
جرير (شاعر) - ١٣٩
جرير بن عبدالله البجلى - ٢٢٩ - ٢٣٠ - ٢٣٤ - ٢٣٢ - ٢٤٣ - ٢٥٣ - ٢٦٢ - ٢٩٦ - ٢٩٤ - ٣٠٦ - ٣٠٢ - ٦٢٠
جرير بن يزيد بن عبدالله - ٦٢٠
جشنساززبيش - ١٥٢
جعدالعنزى - ٣٦٢
جعده بن هبيره بن ابى وهب القرشى ٣٢٣ - ٣٩٩
جعفر بن حنظلة البهرانى - ٥٦٣ - ٥٦٤
جعفر الخياط - ٦٥١
جعفر بن دينار - ٦٥١ - ٦٥٢
جعفر بن على (بن ابى طالب) - ٣٠٩ - ٣٣٤
جعفر بن يحيىٰ برمكى - ٣٩١
جعفر كُردى - ٦٣٩
جم بن وّير نجهان بن ايران - ٨١ - ٨٢ - ٨٣
جندب بن زهير الازدى - ٢٨٠ - ٣٢٢ - ٣٣٦
الجنيد بن عبدالرحمٰن - ٥٥٦ - ٥٥٨ - ٥٥٩ - ٥٦٠
جهور بن مراد العجلى - ٥٩٩
جوان شير بن كسرى - ٢٢٨
جيلوس - ٢٤٣

(ح)

حابس بن ربيعه - ٣٢٣
حابس بن سعد الطائى - ٣٢١
حابس بن سعد - ٣٠٢
حاتم بن النعمان الباهلى - ٥٠٦
حارث بن ابى ربيعه = الحارث بن عبدالله بن ابى ربيعه - ٣٦٩
حارث بن خالد الازدى - ٣٢٣
حارث بن زفر - ٢٩٣
حارث بن زهير الازدى - ٢٨٥
حارث بن عباد بن زياد - ٣٨٣
حارث بن عبدالله بن ابى ربيعه المخزومى - ٣٦٥
حارث بن عمرو الكندى (آكل المرار) ١٣٤ - ١٣٨ - ٣٠٣
حارث بن فهر بن مالك بن النضر - ١٣٢
حارث بن قيس - ٣٨٣
حارث بن كلدة - ٣٩٥
حارث بن مالك - ٣٦١
حارث بن مرّه العبدى - ٣٢٢
حارث بن مرّه الفقعى - ٣٤٤

Marfat.com

حارث بن سنذر التنوخي - ٣٣٢
حارث بن يزيد بن رويم - ٣٣٣
حارث الهمدانی - ٣٨٦
حارثه (بنو) - ٣٥٧
حارثه بن خزيمه - ٥٩٩
حام بن نوح - ٨٢ - ٨٣ - ٨٤ - ١٢٥
حبش بن حام - ٨٣
حبيب بن كوين - ٣٠٩
حبيب بن مسلمه الفهری - ٣٢٠ - ٣٢١ - ٣٢٣ - ٣٢٦ - ٣٣٩ - ٣٦١
حبيب بن مظهر - ٣٣٦
حبيب بن المهلب - ٣٨٢
حبيش بن دلجه قينی - ٣٥٦
حجاج بن ارطاة - ٦١٦
حجّاج بن خزيمه بن الصمّه - ٢٩٣ - ٢٩٤
حجاج بن غزيه الانصاری - ٢٧٣
حجاج بن يوسف - ٣٧٨ - ٣٧٩ - ٣٨١ - ٣٨٢ - ٥٣١ - ٥٣٢ - ٥٣٣ - ٥٣٤ - ٥٣٥ - ٥٤١ - ٥٤٢ - ٥٤٣ - ٥٤٤ - ٥٤٩ - ٥٥٠
حجاج بن ابجر - ٢٨٨ - ٣١١ - ٣٢٤ - ٣٣٣
حُجر بن عدی الكندی - ٢٥٣ - ٢٧٨ - ٢٧٩ - ٢٨٠ - ٢٩٦ - ٣٢٨ - ٣٦١ - ٣٨٢ - ٣٨٧ - ٣٩٧ - ٤٠١ - ٤٠٢
حجر بن عمرو - ١٤٨
حجر بن يزيد - ٣٦١
حجرالشرّ - ٣٢٨
حجل بن اثال - ٣٢٤
حذيفة بن اليمان - ٢٦٢ - ٢٦٣
حُر بن يزيد التميمی اليربوعی - ٣٣٧ - ٣٣٨ - ٣٣٩ - ٣٤٠ - ٣٤٦
حرقوص بن زهير - ٣٧٣ - ٣٨٢
حريث (مولی معاويه) - ٣٣٠
حريث بن جابر حنفی - ٣٣٣
حريش مولیٰ خزاعه - ٥٥٦ - ٥٩٣
حسّان بن بجدل - ٣٢٣
حسّان بن تبّع - ١٣٠ - ١٣٧
حسان بن تبّع بن ملكيكرب - ١٣٠
حسّان بن عبدالله البكری - ٢٩١
حسن بن علی بن ابی طالب (ابومحمد) - ٢٧٧ - ٣٣٠ - ٣٦١ - ٣٩١ - ٣٩٢ - ٣٩٣ - ٣٩٤ - ٣٩٥ - ٣٩٧ - ٣٩٨ - ٣٩٩ - ٤٠٠
حسن بن علی بن عيسیٰ بن ماهان - ٦٤٣
حسن بن قحطبه - ٦٠٧ - ٦١٦
حسن بن هانی - ٦٣٧

حسن البصری - ۲۳۶
حسن بن علی بن ابی طالب - ۲۷۸ - ۲۷۹ - ۳۴۰ - ۳۶۱ - ۳۹۴ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳
حسین بن علی بن حسین - ۶۲۹
حسین بن فاطمه = حسین بن علی بن ابی طالب
حصین بن حارث بن عبدالمطّلب - ۳۶۱
حصین بن معبد بن زراره - ۲۲۹
حصین بن نُمیر السکونی - ۴۲۵ - ۴۲۹ - ۴۳۳ - ۴۴۳ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۶ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۴
حصین بن المنذر ۳۲۰ - ۳۵۲ -
حضر موت - ۲۸۰ - ۳۳۳
حکم بن ابی العاص - ۲۵۹
حکم بن ازهر - ۳۲۸
حکم بن عبدالملک بن بشر - ۶۱۵
الحکم بن مسعود (ابو عُبید کا بهائی) - ۲۲۹
حکیم بن عبدالمطلب بن هاشم - ۲۶۹
حمرا (کوفه کے ابنائے عجم) - ۴۹۴ - ۵۰۱
حمران بن ابان مولیٰ عثمان - ۲۲۷
حمزه بن سیّار - ۳۷۰
حمزه بن مالک - ۳۰۲ - ۳۲۳ - ۳۶۱
حمید بن مسلم - ۴۵۲
حمید الطوسی - ۶۳۵
حِمیَر (قبیله) - ۲۸۰
حِمیَر بن سبأ - ۹۲ - ۹۳
حمیر بن قحطان - ۸۸
الحمیر - ۱۴۰ - ۱۴۷
حنظله - ۳۲۲
حنظله بن بَہیس - ۴۶۲
حنفیه (بنو) - ۱۰۳ - ۵۲۱
حوثره بن سہل - ۶۱۴
حوشب ذوظلیم - ۳۲۳ - ۳۴۶
حولی بن یزید الاصحبی - ۴۴۸
حیّان العطّار - ۵۵۴ - ۵۵۵
حیلوس - ۲۱۹

Marfat.com

(خ)

خاتون (زوج خاقان) - ١٥٣ - ٢٠٩ - ٢١٠
خارجة بن الصلت - ٢٥٢
خارجه بن قدامه - ٣٢٢
خازم بن خزيمه - ٦١٣ - ٦٢٦ - ٦٣١
خاقان - ١٥٣ - ١٥٣ - ١٥٧ - ١٦٧ - ١٦٨ - ٢٠٢ - ٢٠٣ - ٢٠٨ - ٢١٠ - ٢٧٠
خالد بن ابراهيم - ٥٩٩
خالد بن برمک - ٥٩٩
خالد بن جبله غسانی - ١٦٨ - ١٩٨
خالد بن حصين السكسكی - ٣٦١
خالد بن زفرالعبّسی - ٣٧٢
خالد بن سلمة المخزومی - ٦١٥
خالد بن عبدالله انقسری (ابو الهيثم) - ٣٨٣ - ٥٥٧ - ٥٦٠ - ٥٦١ - ٥٦٩ - ٥٧٠ - ٥٧١
خالد بن عرفطه - ٢٣١
خالد بن المعمّر السّدوسی - ٣١٣ - ٣٢٢ - ٣٣٢ - ٣٥١
خالد بن التّهيثم - ٥٥٨
خالد بن الوليد - ٢٢٦
خالد بن يزيد بن معاويه - ٣٩٠ - ٥٣٥
خالصه (ام جعفر کی باندی) - ٦٣٠
خثعم - ٢٨٠ - ٣١٥ - ٥٠٠
خديجه بنت خويلد - ٣٥٥
خراسان بن عالم بن سام - ٨٣
خرزاد بن هرمزد - ٢٥٠
خرّمی - ٦٣٥
خزّين - ١٦٩
خزاعه - ١٢٣ - ٢٨١ - ٣٢٢
الخزر بن يافث - ٨٣
الخزرج - ٣٦٠
خزيمه - ٥٨٦
خزيمه بن خازم - ٣٢٢ - ٦٢٧
خسرؤ - ١٥٢
خليد بن كأس - ٢٩١
خمانی دختر بهمن - ١١٥ - ١١٦ - ٢١٥
خندف - ٣٣٥
خوارج - ٣٧٠ - ٣٧١ - ٣٧٢ - ٣٧٣ - ٣٧٣ - ٣٧٥ - ٣٧٦ - ٣٧٧ - ٣٧٨ - ٣٧٩ - ٣٨٠ - ٣٨١ - ٣٨٢ - ٣٨٣ - ٣٨٣ - ٣٨٨ - ٣٨٩ - ٣٩٠ - ٣٩١ - ٣٩٣ - ٣٦٢ - ٣٦٣ - ٣٦٣ - ٣٦٥ - ٣٦٦ - ٣٦٧ - ٣٦٨ - ٣٦٩ - ٣٧٢ - ٣٧٣ - ٣٧٥ - ٣٧٦ - ٣٧٧ - ٣٧٨ - ٣٧٩ - ٣٨٠ - ٣٨١ - ٣٨٢

Marfat.com

خولان - ٣٠٩

(د)

دارا بن بهمن - ١١٦ - ١١٧ - ٢١٣
دارا بن دارا - ١١٨ - ١٢١ - ١٢٢ - ١٢٨
داريوش - ١١٨
دانيال - ١١١ - ١٤٣
داؤد (النبى) - ١٠٣ - ١٠٤ - ١٠٥ - ١٠٧
داؤد بن على بن عبدالله بن عباس - ٥٩١
دختنوس دختر نرسى - ١٤٣
دقيانوس - ١٠٤
دلهم بن زياد المرادى - ٥٠٧
دوس ذوثعلبان - ١٦٠
دينار - ٢٦٤

(ذ)

ذُبيان - ٢٨٠
ذُهل - ٣٢٢
ذولاذعار = فِند بن ذى جيشان
ذوالاكتاف = شاپور
ذوثعلبان = دوس
ذوالجناحين = عبدالله بن جعفر
ذوجيشان بن افريقيس - ٩٨ - ١٠٠ - ١٠١ - ١٠٦
ذورعين - ١٤٠
ذوشرخ = هدهاد بن شرحبيل بن عمرو بن مالک
ذوشنائر - ١٣٢
ذوظليم = حوشب
ذوالقرنين = سكندر
ذوالكلاع - ٣٢٣
ذوالمنار = ابرهه بن الملطاط
ذونواس = زرعه بن زيد بن كعب

(ر)

راسب (بنو) - ٣٦٢
راشد مولى بجيله - ٥٠٨
رافع بن خديج انصارى (ابو عبدالله) - ٣٦١
رافع بن نصر بن سيّار - ٦٣٥
الراونديه - ٦٢٦
الرّائش = الملطاط بن عمرو بن حِمير بن سبأ
رباب دختر قسطام - ٣٨٨
رباب اُمّ سكينه - ٤٤٩
ربعى بن كاس - ٢٩١
الربعيّه = بنو ربيعه
الربعيون = بنو ربيعه
ربيع بن خثيم - ٣١٢
ربيع بن زياد الحارثى - ٢٨١
ربيعه (بنو) - ١٠٢ - ٢٨١ - ٣٢٢ - ٣٣٢ - ٤٢٣ - ٥١٠ -

Marfat.com

٥٢٩ - ٥٨٢ - ٥٩٦ - ٦٠٣
ربیعه بن شرحبیل - ٣٦١
ربیعه بن نصر لخمی (ربیعه بن نصر بن حارث بن عمر بن لخم) - ١٥٠ - ١٦٠
رجاء بن حَیشُوَه - ٥٥١
رستم پهلوان - ٨٥ - ١١٣ - ١١٤
رستم هرمز - ٢٣٧ - ٢٤٢
رفاعه بن سوار - ٥١٠
رفاعه بن شدّاد - ٣٢٢
رفاعه بن طلیق - ٣٢٨
رمبوزان = بوذ
روبیل - ١١٥
روح بن زنباع الجذامی - ٤٥٦ - ٤٩١
روشنک دختر دارا - ١٢٤
روم بن یفر بن سام - ٨٤
رویم الشیبانی - ٣٢٢
ریاح بن الحمق - ٢٨٦
ریاح بن مرّة - ١٠٠
ریان بن ولید (عزیز مصر) - ٨٤

(ز)

زاب بن بودکان - ٩٣ - ١٩٤
زبیده - ٦٤٢
زبیرالاروج التمیمی - ٤٢٩
زبیر (ابوعبدالله) - ٢٨٠ - ٢٨١ - ٢٨٢ - ٢٨٣ - ٢٨٤
زحر بن قیس الجعفی - ٢٩٦ - ٤٥٠ - ٥٠٠
زحر بن نهشل - ٣٤١
زردشت - ١١٣
زربیا مولی بجیله - ٥١٣
زرعه بن شریک التمیمی - ٣٤٨
زرقاء - ١٠١
زرسهر بن شوخر - ١٦٤ - ١٦٥
زفر بن حارث کلابی - ٣٢٣ - ٣٣٦
زنباع بن نُعمان - ٥٩٩
الزنج بن حام - ٨٣
زهیر بن جویّه - ٢٥٢
زهیر بن سلیم الازدی - ٢٤٣
زهیر بن القین - ٣٣٤ - ٣٣٦ - ٣٣٠ - ٣٣٦
زد - ٩٧
زیاد بن ابیه = زیاد بن عبید
زیاد بن صالح حارثی - ٥٨٠ - ٦٠٣ - ٦٠٩
زیاد بن عبدالله - ٦١٥
زیاد بن عبدالرحمٰن الضمری ٥٧٤
زیاد بن مرحب - ٢٩٦
زیاد بن النضر الحارثی - ٢٨٠

Marfat.com

٣١٣ - ٣١٥
زیاد الاعجم (شاعر) - ۴٦٨
زیاد بن عبید (معروف نهریاد بن ابیه) - ۲۳۷ - ۳۹۵ - ۳۹٦ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۸٦
زید بن ارقم - ۴۵۰
زید بن الحارث - ۳۲۳
زید بن عبدالله النخعی - ۲۴۲
زید بن عدی بن حاتم - ۳۷۴
زید بن علی بن حسین بن علی - ۵۷۰
زید بن وهب - ۳۴۰
زید مولیٰ عمر بن سعد - ۴۴٦
زینب اخت الحسین - ۴۰۹

(س)

سائب بن الاقرع - ۲۵۸ - ۲٦۲
سائب بن مالک الاشعری - ۵۲۰
ساره (زوج ابراهیم) - ۸۹
ساسان بن بهمن - ۱۱٦
ساسان (الراعی) - ۱۱٦
ساسان (کرد) - ۱۱٦
ساسانی - ۲۱۲
سالم بن عبدالله - ۵۴٦
سالم بن نوح - ۸۲ - ۸۳ - ۱۲۵
سبأ بن یشجب - ۹۱ - ۹۲
سبیح بن یزید الحضرمی - ۳٦۱
سراج بن مالک الخثعمی - ۳۹۸
سراقه البارقی - ۵۱۴
سعد (بنو) - ۲۷۷
سعد بن ابی وقاص - ۲۳۸ - ۲۵۲ - ۲۷۲ - ۲۷۵ - ۳٦۴
سعد بن قیس الهمدانی - ۳۲۲ - ۳۲۸
سعد بن مالک - ۵۳۴
سعد بن مسعود بن عمرو الثقفی - ۲۸۰ - ۲۹۱ - ۳۷۴
سعید بن جبیر (ابو عبیدالله) - ۵۵۰
سعید بن عبدالله ثقفی - ۴۱۱ - ۴۱۲
سعید بن عبدالله الخثعمی - ۴۱۱
سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت - ۵۲۴
سعید بن عبدالعزیز بن الحکم بن ابی العاص - ۵۵۴ - ۵۵۵
سعید بن غیلان - ۵۷۲
سعید بن قیس الهمدانی - ۲۸۰ - ۲۸٦ - ۳٦۱ - ۳٦۹ - ۳۸۷
السّفاح بن عمرو - ۱۴۹
السّفاح بن کردوس - ۵۰٦
السّفاح = ابوالعباس عبدالله بن محمد بن علی

Marfat.com

سفیان بن الابرد - ٣٨٢
سفیان بن ثور النكرى - ٣٥١
سفیان بن عمرو - ٣٠٢ - ٣١٦ - ٣٢٣
سفیان بن لیلیٰ - ٣٩٨
سكندر (اعظم) - ٨٥ - ١٠٥ - ١١٣ - ١١٧ - ١١٨ - ١١٩ - ١٢٠ - ١٢١ - ١٢٢ - ١٢٣ - ١٢٤ - ١٢٥ - ١٢٦ - ١٢٧ - ١٢٨ - ١٢٩ - ١٣٠ - ١٣١
سلام (حاجب ابى جعفر) - ٣٧٣
سلاسان - ٥٣٢
سلم بن احوز المازنى - ٥٨٢
سلم بن نمرود - ٩١
سلمان الفارسى - ٢٥٢
سلمان بن ربیعه الباهلى - ٣٩٦
سلمان مولى الحسین - ٣١٣
سلمه بن رجاء - ٢٥٥
سلیط بن عبدالله بن عباس - ٦٢٣
سلیط بن قیس الانصارى - ٢٢٨ - ٢٢٩
سلیک بن عبدالله الطائى - ٢٥٠
سلیم بن منصور - ٣٣٣
سلیمان بن داؤد - ٨٧ - ٩٣ - ١٠٥ - ١٠٧ - ١٠٨ - ١١٠ - ١١١ - ١٣٣
سلیمان بن صرد - ٣٢٢ - ٣٣٦ - ٣١١ - ٣٦٣
سلیمان بن عبدالملک بن مروان - ٣٨٣ - ٥٣٥ - ٥٥٠ - ٥٥١ -
سلیمان بن كثیر - ٥٥٨ - ٥٥٩ - ٥٦١ - ٥٦٨
سلیمان بن یسار - ٥٣٦
سماک بن عبیدالعبسى - ٢٦٣
سمرة بن جندب الفزارى - ٣٠٥ - ٥٢٣
السمیدع بن عمرو بن منظور بن المعتمر - ٩١
سمیه ام زیاد بن ابیه - ٣٩٥ - ٣٩٦
سنان بن اوس النخعى - ٣٣٨
سنجبو خاقان - ١٦٧
سند بن حام - ٨٣
سنطرق (شاه بحرین) - ١٣٦
سهرک - ٢٥٩
سهل بن حنیف - ٢٧٢ - ٣٣٩ - ٣٦١
سهل بن سعد الساعدى (ابو العباس) - ٥٣٩
سهل بن سنباط - ٦٥٣
سهل بن العنقفیر - ١٣٢
سهم (بنو) - ٥٣٢
سوید بن حارث المزنى - ٥٢١
سوید بن عبدالرحمٰن المنقرى -

Marfat.com

٣٣٣
سويد بن عمرو الاسدی - ١٣٩
سويد بن قحطبه العجلی - ٢٢٦،-
٢٣٣
سويد بن مقرّن - ٢٦٣
سياؤش بن كيكاؤس - ٩٦ - ٩٧ -
١٨٢
سيف بن ذی يزن - ١٦١ - ١٦٢
سينه - ٢٥٦

(ش)

شاپور بن ابركان - ١٩١ - ٢٠٢ -
٢١٥ - ٢١٧
شاپور بن اردشير - ١٣٦ - ١٣٧
١٣٠ - ١٣٢ - ١٣٣
شاپور بن خرنبداد - ٢١٣
شاپور بن شاپور - ١٣٥
شاپور ذوالاكتاف بن هرمزدان -
١٣٢ - ١٣٣ - ١٩٣
شاپور الرازی - ١٦٣
شالخ - ٨٢
شاهين - ٢٢٠
شبعث بن ربعی - ٣٢٢ - ٣٨٢ -
٣١١ - ٣٢٣ - ٣٣٣ - ٣٣٦ -
٥١١
شبث بن روح - ٦٢٢
شبل بن يزيد الاصبحی - ٣٣٨
شدّاد بن عمليق بن عاد بن ارم -
٨٦
شدّاد الهلالی - ٣٢٣
شديد بن عمليق - ٨٣
شرحبيل بن السمط الكندی - ٢٤١ -
٣٠١ - ٣٠٢ - ٣٢٠ - ٣٢١
شرحبيل بن عمرو الكندی
شرحبيل بن عمرو بن معاويه =
شمر بن ذی الجوشن
شروين دستبائے - ١٦٩
شروين بن كامگار - ١٩٢
شريح بن ابی اوفی العبسی -
٣٧٢ - ٣٧٣ - ٣٨٢ - ٣٨٣
شريح بن هانئ الحارثی - ٣١٣ -
٣١٦ - ٣٦٣ - ٣٦٩ - ٣٠٣ -
شريح الجذامی - ٣٥١
شريح القاضی - ٣٢٣
شريک بن الاعور البصری - ٣١٥ -
٣١٦ - ٣١٧ - ٣١٨ - ٣١٩
الشبعی - ٣٩٣ - ٣٩٥ - ٣٩٦
شعيب - ٩٢ - ٩٣ - ١٠٣
شق بن صعب - ٥٧٠
شمر بن افريقيس - ١١١ - ١١٣ -
١٣٩
شمر بن ذی الجوشن - ٣٢٣ -
٣٣٣ - ٣٣٥ - ٣٣٦ - ٣٥٠ -
٣٥١ - ٥١٠ - ٥١٣ - ٥١٨

Marfat.com

شمر بن الرّيان العجلى - ٣٢٣
شهر يار بن هرمزد- ١٩٦ - ٢١٨ - ٢٢٥
شوخُر - ١٥٤ - ١٥٨ - ١٦٣ - ١٦٤
شيبان (بنو) - ٢٥٦
شيث - ٨١ - ٨٦
شيرزاد بن بهبودان - ٢١١
شيرزاد بن شيرويه - ٢٢٥
شيرويه بن كسرى - ٢١٩
شيرين - ٢٢٢

(ص)

صالح - ٨٩
صالح بن شقيق - ٣٦٢
صالح صاحب المصلى - ٦٣٠
الصبّاح بن جلهمة الحميرى - ٣٦٢
صحار بن ارم - ٨٣
صعصعه بن صوحان - ٣١٤ - ٣١٥
صيفة ام الزّبير - ٥٢٨
صفيه (زوج عبدالله بن خلف الخزاعى) - ٢٨٤
صهبان بن ذخرب - ١٤٤ - ١٤٩
صول - ٥٤٤

(ض)

ضبّه (بنو) - ٢٨٤
ضحاك بن علوان - ٨٤ - ٨٦
ضحاك بن قيس الفهرى - ٢٩٢ - ٣٢٢ - ٣٢٤ - ٣٣٦ - ٣٠٥ - ٣٠٦ - ٣٠٤
ضيزن الغسّانى - ١٤٢ - ١٤٣ - ١٥١

(ط)

طارق بن قدامه القسرى - ٦١٢ - ٦١٣
طالوت - ١٠٣ - ١٠٤
طاهر بن الحسين - ٦٣٠ - ٦٣٣ - ٦٣٤ - ٦٣٥ - ٦٣٦ - ٦٣٤
طرخان - ٥٤٠
طريف بن جالس - ٣٢٣
طسم (بن ارم) - ٨٣ - ٩٨
طفيل ابوصرمه - ٣٢٢
طفيل بن الحارث بن عبدالمطّلب - ٣٦١
طلحه - ٢٨٢
طلحه بن رزيق - ٥٥٨
طلحه بن عبيدالله - ٢٦١
طليحه بن خويلدالاسدى - ٢٣٨ - ٢٥٢ - ٢٦٢
طوس بن نمرود - ٩١
طئى (بنو) - ٢٨٠

(ع)

عائشه (ام المؤمنين) - ٢٧٢ - ٢٧٩ - ٢٨٦
عابر بن شالخ - ٨٦
عاد بن ارم - ٨٣ - ٨٦ - ١٠٣
عاصی بن قحطان - ٨٨
عالم بن سالم - ٨٣
عامر (بنو) - ٣٨٥
عامر بن اسماعیل - ٦٠٣
عامر بن الحضرمی - ٣٨٣
عامر بن صعصعه (بنو) - ١٣٨ - ٥١٣
عامر بن ضبّاره - ٦٠٠
عامر بن لوئی (بنو) ٣٩١
عامر الشعبی = الشعبی
عامری (ام‌البنین) - ٣٣٧
عباد بن یزید - ٣٢٣
عباس (عم رسول) - ٣١٩
عباس (بنو) - ٥٥٦ - ٥٥٩
عباس بن جعده بن هبیره - ٣٢٣
عباس بن علی - ٣٣٧ - ٦٢٩
عباس بن علی بن ابی طالب - ٣٠٩ - ٣٣٣ - ٣٣٥ - ٣٣٦ - ٣٣٧
عباس بن المأمون - ٦٣٨
عباس بن موسیٰ - ٦٣٩
العبّاسی = فضل بن ربیع

عبدالاشل (اشهل) - ٣٦٠
عبدالاعلی بن عبدالله العامری - ٣٧٣
عبدالجبار بن نهیک - ٥٩٩
عبدربّه - ٣٧٨ - ٣٧٩
عبدالرحمٰن بن ایزی الخزاعی - ٥٠٨ - ٥٠٩
عبدالرحمٰن الدنباوی - ٦٣٥ - ٦٣٦
عبدالرحمٰن بن ابی بکر - ٣٠٦
عبدالرحمٰن بن الاشعث = عبدالرحمٰن ابن محمد ابن الاشعث
عبدالرحمٰن بن ثویب الکلبی - ٥٧٢
عبدالرحمٰن بن جابر الراسبی-٢٨١
عبدالرحمٰن بن جمیل الجمعی - ٢٢٧
عبدالرحمٰن بن حارث بن هشام - ٢٨١
عبدالرحمن بن خالد بن ولید - ٢٩٢ - ٣٢٣ - ٣٣٢ - ٣٣٣ - ٣٦١
عبدالرحمن بن ذی الکلاع - ٣٦٢
عبدالرحمٰن بن الزبیر الاسدی - ٣٢٨
عبدالرحمٰن بن بسره - ٣٧٣
عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس

الهمدانی - ٥٠٠
عبدالرحمٰن بن عبدیغوث - ٣٦٣
عبدالرحمٰن بن عبیدالورجی - ٣١١
عبدالرحمٰن بن عتّاب بن اسید - ٢٨١
عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب - ٣٤٣
عبدالرحمٰن بن کریز الکندی - ٣٢٣
عبدالرحمٰن بن محمد بن الاشعث بن قیس - ٣٢٦ - ٥٣٣ - ٥٣٥ - ٥٣٤ - ٥٣٩ - ٥٣٠
عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی - ٣٨٤ - ٣٨٨ - ٣٨٩ - ٣٩٠
عبدالرحمٰن بن نعیم - ٥٥٩
عبدالرحمٰن القینی - ٣٢٣
عبد شمس (بنو) - ٣٩٣
عبد شمس = سبأبن یشجب - ٩١
عبدالعُزی بن عمر العنزی - ١٠٢
عبدالعزیز بن الحجاج بن عبدالملک بن مروان - ٥٤٩ - ٥٨٠
عبدالقیس (بنو) - ٢٣١
عبدالکریم بن سلیط بن عطیه الحنفی - ٥٦٣
عبدالله بن اباض - ٣٦٢
عبدالله بن ابی اوفی - ٣٤٦ - ٥٣٩
عبدالله ابن ابی سرح - ٢٤٠ - ٣١٤
عبدالله بن بدیل - ٢٨٦ - ٣٢٢ - ٣٢٩
عبدالله بن بشر - ٦١٣
عبدالله بن التامر - ١٥٩
عبدالله بن جعفر بن ابی طالب ذوالجناحین) - ٣٣٣ - ٣٦١ - ٣٩٠
عبدالله بن جون السکسکی - ٣٢٣
عبدالله بن الحارث بن نوفل بن الحارث ابن عبدالمطلب بن هاشم - ٣٨٤
عبدالله بن الحارث (برادر الاشتر) - ٥٠٠
عبدالله بن حرام بن خویلد - ٢٨٠
عبدالله بن حنظلة الرّاهب - ٣٥٤
عبدالله بن خازم السّلمی - ٢٤١ - ٥٣٨
عبدالله بن خالد بن أسید - ٣٠٥
عبدالله بن خبّاب بن الارت - ٣٦١
عبدالله بن خطل - ٣٩٣
عبدالله بن خلف الخزاعی - ٢٨١ - ٢٨٤
عبدالله بن الرشید (المامون) - ٦٢٩ -

Marfat.com

- ٦٣٩ - ٦٣٢ - ٦٣١ - ٦٣٠
٦٥٠
عبدالله بن الزبير (ابوبكر) - ٢٨٠ -
- ٢٨٦ - ٢٨٥ - ٢٨٤ - ٢٨٢
- ٣٠٩ - ٣٠٨ - ٣٠٦ - ٣٦٤
- ٣٥٤ - ٣٥٣ - ٣٣٠ - ٣١٠
- ٣٦٥ - ٣٦١ - ٣٥٦ - ٣٥٥
- ٣٩٠ - ٣٨٩ - ٣٧٣ - ٣٦٧
- ٥٣٣ - ٥٣٢ - ٥٢٢ - ٣٩١
٥٣٤
عبدالله الحرشي - ٦٣٦
عبدالله بن السّنجر - ٣٧١ -
٣٧٨
عبدالله بن سعد العسبى - ٣٧٣
عبدالله بن سليم الازدى - ٢٣١
عبدالله بن الصامت - ٣٠١
عبدالله بن صبّار - ٣٦٢
عبدالله بن صيفى - ٥٧٢
عبدالله بن طاهر بن الحسين -
٦٥٠ - ٦٣٩
عبدالله بن الطفيل - ٣٢٣
عبدالله بن ظبيان - ٣٩٣ - ٥٢٩
عبدالله بن عامر بن كريز القرشي -
- ٣٦٢ - ٢٨١ - ٢٧١ - ٢٧٠
٣٩٤ - ٣٩٣ - ٣٩٢
عبدالله بن عباس - ٢٧٢ - ٢٨٠ -
- ٣٣٤ - ٣٣٢ - ٣٢٢ - ٢٨٨
- ٣٦٧ - ٣٦٣ - ٣٦١ - ٣٥٦
- ٣٧٧ - ٣٧٦ - ٣٧٥ - ٣٦٩
- ٤٣١ - ٤٣٠ - ٤١٠ - ٤٠٠
٥٢٣ - ٥٢٢ - ٤٥٦
عبدالله بن عبدالرحمٰن - ٥٢٢
عبدالله بن عروه الخثعمى - ٣٣٧
عبدالله بن عضاءه الاشعرى -
٣٥٥ - ٣٥٤
عبدالله بن عقبة الغنوى - ٣٣٧
عبدالله بن على بن ابى طالب -
٣٣٧
عبدالله بن على (بن عبدالله بن
عباس) - ٥٩٠ - ٥٩١ - ٦١٩
عبدالله بن عمر بن الخطاب (ابو
عبدالرحمٰن) - ٢٧٢ - ٢٧٥ -
- ٥٣٣ - ٣٠٦ - ٣٦٥ - ٣٦٤
- ٥٣٤
عبدالله بن عمر بن عبدالعزيز -
٥٩٠
عبدالله بن عمرو بن العاص -
٢٩٨ - ٣٢٣ - ٣٦١
عبدالله بن عمرو بن عثمان -
٣٠٨
عبدالله بن قيس ابوموسى
الاشعرى = ابوموسى
عبدالله بن قيس الرقيات - ٥٣٠
عبدالله بن كامل - ٣٩٥ - ٥٠٨ -

Marfat.com

٥١٣ - ٥١٤
عبدالله بن الكوّا - ٣٥٤ - ٣٨٠ - ٣٨١ - ٣٨٢
عبدالله بن ماحور - ٤٧٤ - ٤٧٥ -
عبدالله بن مالک - ٢٨١
عبد بن مالک الخزاعی - ٦٣٥
عبدالله بن مالک التّصیداوی - ٣٨٧ - ٣٨٨ - ٣٩١
عبدالله بن محمد بن علی (ابوالعباس) = ابوالعباس عبدالله
عبدالله بن مساور - ٥٠٦
عبدالله بن مسعود - ٢٥٣ - ٢٥٥
عبدالله بن مسلم بن عقیل - ٤٤٦ - ٥٠٦
عبدالله بن مطیع العدوی - ٤١٠ - ٤٣٤ - ٤٥٧ - ٤٩٣ - ٤٩٧ - ٤٩٨ - ٤٩٩
عبدالله بن المهلب - ٤٨٢
عبدالله بن النعمان الطائی - ٥٩٩
عبدالله بن هاشم بن عُتبه - ٣٤٢
عبدالله بن همام - ٤٩٨
عبدالله بن الودّاک - ٣٩٨ - ٤٠٩
عبدالله بن الوهب الراسبی - ٣٧٠ - ٣٧١ - ٣٧٢ - ٣٧٣ - ٣٧٤ - ٣٧٥ - ٣٨٢
عبدالله بن یزید بن معاویه - ٥٤٥
عبدالله برادر بابک - ٦٥٣
عبدالله الحبر = عبدالله بن عمر بن الخطاب
عبدالملک بن مروان - ١٠٩ - ٣٥٩ - ٣٨١ - ٣٩٠ - ٣٩١ - ٣٩٩ - ٥٠٠ - ٥١٨ - ٥٢٢ - ٥٢٣ - ٥٢٥ - ٥٢٦ - ٥٢٧ - ٥٢٨ - ٥٣٣ - ٥٣٤ - ٥٣٩ - ٥٤٣ - ٥٤٤ - ٥٤٥ - ٥٤٦
عبدالملک بن مهلب - ٤٨٢
عبد مناف (بنو) - ٣٤٨
عبدمناف بن قصّی - ١٥١
عبس (بنو) - ٢٧٤ - ٢٧٩
عبید (ابوزیاد)
عبید بن الابرص - ١٤٩
عبید بن الحریث - ٤٢٦
عبید بن یربوع - ١٠٣
عبیدالله بن الحرالجعفی - ٤٣٨ - ٤٣٩ - ٤٥٢ - ٥٠٦ - ٥٠٨
عبیدالله بن زیاد - ٤٠٥ - ٤٠٧ - ٤١٣ - ٤١٥ - ٤١٦ - ٤١٧ - ٤١٨ - ٤١٩ - ٤٢٠ - ٤٢١ - ٤٢٢ - ٤٢٣ - ٤٢٤ - ٤٢٥ - ٤٢٦ - ٤٢٧ - ٤٢٨ - ٤٢٩ - ٤٣٣ - ٤٣٨ - ٤٤٠ - ٤٤٢ - ٤٤٣ - ٤٤٤ - ٤٤٥ - ٤٤٧ - ٤٤٩ - ٤٥٠ - ٤٥١ - ٤٦٢ -

Marfat.com

٣٦٣ - ٣٦٤ - ٣٨٣ - ٣٨٤ -
٣٨٥ - ٣٨٦ - ٣٨٧ - ٣٨٨ -
٣٨٩ - ٣٩٠ - ٣٩٢ - ٥٠١ -
٥٠٣
عبیدالله بن سبیع الهمدانی - ٣١١
عبیدالله بن عتبه - ٥٣٦
عبیدالله بن عمر بن الخطاب -
٣٠٧ - ٣١٩ - ٣٢٣ - ٣٢٧ -
٣٣٢ - ٣٣٣ - ٣٣٤
عبیدالله بن عمروالساعدی - ٥٠٣
عبیدالله بن ماحوز - ٣٦٢
عبیدالله بن موهب - ٣٧٨
عبیدالله بن معمر التمیمی - ٥٢٥
عُبیدة السلمانی - ٣١٢
عُبیدة بن عمرو - ٣٩٧
عتبه بن ابو سفیان - ٢٩٨ -
٣٠٠ - ٣٢٤ - ٣٦٢
عتبه بن غزوان - ٢٣٣ - ٢٣٤ -
٢٣٥
عثمان بن ابی العاص - ٢٥٩ -
٢٧٠
عثمان بن حنیف - ٢٧٢
عثمان بن عفان - ٢٢٧ - ٢٦١ -
٢٦٩ - ٢٧٠ - ٢٧١ - ٢٧٢ -
٢٧٣ - ٢٧٤ - ٢٧٧ - ٢٧٩ -
٢٨٠ - ٢٨٤ - ٢٩٢ - ٢٩٣ -
٢٩٥ - ٢٩٦ - ٢٩٧ - ٢٩٨ -
٢٩٩ - ٣٠١ - ٣٠٢ - ٣٠٧ -
٣٠٨ - ٣٠٩ - ٣١٠ - ٣١٧ -
٣٢٠ - ٣٢١
عثمان بن علی بن ابی طالب - ٣٤٧
عثمان بن معمر القرشی - ٣٦٥
عثمان بن نهیک - ٦٢٢
عدس بن زید الحنظلی - ١٣٩
عدی بن حاتم الطائی - ٢٢٩ -
٢٣٠ - ٢٨٠ - ٢٨٤ - ٢٨٦ -
٣٢٢ - ٣٣٢ - ٣٣٦ - ٣٧٤
عدی بن الحارث - ٢٩١
عدی بن ربیعه بن نصر - ١٥١
عدی بن زید بن عدی - ٥٢٦
عدی بن عبدالله بن جعفر الطیار -
٣٣٧
عروه بن اُدیّه - ٣٦٢
عروة ابن الزبیر - ٥٣٣ - ٥٣٤ -
٥٣٦
عروه بن زید الخیل الطائی - ٢٢٩ -
٢٣٠ - ٢٣١
عروه بن قیس البجلی - ٢٥٥ -
٣١١ - ٣٣٦
عروه بن المغیره - ٥٢٧
عروه بن المهلهل - ٢٦٧
عروه بن الورد - ٢٣٦
عروه مولی ابراهیم بن محمد الامام -
٥٦٨

Marfat.com

عرينه - ٥١٩
عصمة بن عبدالله الازدى - ٥٨٢
عطيه بن الاسود - ٤٦٢
عفيره بنت غفار - ٩٨
عقبة بن عامر الجهنى - ٣٦١
عقيل (بنو) - ٤٣٥
عقيل بن معقل اللثى - ٥٨٦ - ٥٨٧
عك (بنو) - ٣٣٥
عكاشر بن محصن - ٢٣٨
عكرمه (بنو) - ٤٣٦
علبه بن حجيه - ٣٦١
علقمه بن حكم - ٣٦٢
علقمه بن يزيد الحضرمى - ٣٦١ - ٣٦٢
علقمه بن يزيد الكلبى - ٣٦١
على بن ابى طالب (ابوالحسن) - ٢٦١ - ٢٧١ - ٢٧٢ - ٢٧٣ - ٢٧٤ - ٢٧٥ - ٢٧٦ - ٢٧٧ - ٢٧٨ - ٢٧٩ - ٢٨٠ - ٢٨١ - ٢٨٢ - ٢٨٣ - ٢٨٤ - ٢٨٥ - ٢٨٦ - ٢٨٧ - ٢٨٨ - ٢٨٩ - ٢٩٠ - ٢٩١ - ٢٩٢ - ٢٩٣ - ٢٩٦ - ٢٩٧ - ٢٩٨ - ٢٩٩ - ٣٠٠ - ٣٠١ - ٣٠٢ - ٣٠٣ - ٣٠٤ - ٣٠٥ - ٣٠٦ - ٣٠٧ - ٣٠٨ - ٣٠٩ - ٣١٠ - ٣١١ - ٣١٢ - ٣١٣ - ٣١٤ - ٣١٥ - ٣١٦ - ٣١٧ - ٣١٨ - ٣١٩ - ٣٢٠ - ٣٢١ - ٣٢٢ - ٣٢٧ - ٣٢٩ - ٣٣٠ - ٣٣١ - ٣٣٢ - ٣٣٥ - ٣٣٧ - ٣٣٨ - ٣٣٩ - ٣٤٠ - ٣٤١ - ٣٤٢ - ٣٤٣ - ٣٤٦ - ٣٤٧ - ٣٤٨ - ٣٤٩ - ٣٥٠ - ٣٥٢ - ٣٥٣ - ٣٥٤ - ٣٥٥ - ٣٥٦ - ٣٥٧ - ٣٥٩ - ٣٦٠ - ٣٦١ - ٣٦٢ - ٣٦٣ - ٣٦٤ - ٣٦٦ - ٣٦٨ - ٣٦٩ - ٣٧٦ - ٣٧٧ - ٣٧٩ - ٣٨٠ - ٣٨١ - ٣٨٢ - ٤٨٣ - ٣٨٤ - ٣٨٥ - ٣٨٦ - ٣٨٧ - ٣٨٨ - ٣٨٩ - ٣٩٠ - ٣٩١ - ٤٩٢ - ٣٩٣ - ٣٩٤ - ٣٩٥ - ٤٠١
على بن الحسين بن على بن ابى طالب الاصغر - ٤٤٩ - ٤٥٠ - ٤٥٩
على بن الحسين (على الاكبر) - ٤٤٦
على بن حمزه الكسائى - ٦٣٠
على بن سليمان الازدى - ٦٠٦
على بن عبدالله بن عباس - ٤٥٩
على بن عيسى بن هامان - ٦٣٣ - ٦٣٥ - ٦٤٢ - ٦٤٣ - ٦٤٤ -
على بن الكرمانى - ٥٩٨
على بن محمد بن بشر الهمدانى - ٣٩٨

على الاصغر = على بن الحسين بن على بن ابى طالب
على الاكبر = على بن الحسين بن على بن ابى طالب
عمّار بن الاحوص - ٣٦٢
عمار بن ياسر - ٢٥٣ - ٢٥٤ - ٢٥٨ - ٢٦٩ - ٢٧٧ - ٢٧٨ - ٢٨١ - ٢٨٢ - ٢٨٤ - ٣١٣ - ٣٢٢ - ٣٢٧ - ٣٣٢ - ٢٣٤ - ٢٣٥
عمّار بن حسّان - ٢٧٢
عماره بن عقبه بن ابى معيط - ٤١٤ - ٤٩٩
عماليق - ٨٨ - ٩٠
عمر بن احمد بن هبةالله (عمر بن حسين بن على بن ابى طالب) - ٤٤٩ - ٤٥٢
عمر بن الخطّاب - ٢٢٨ - ٢٢٩ - ٢٣٢ - ٢٣٦ - ٢٣٧ - ٢٣٩ - ٢٤٣ - ٢٤٤ - ٢٤٥ - ٢٥١ - ٢٥٣ - ٢٥٤ - ٢٥٥ - ٢٥٦ - ٢٥٧ - ٢٥٨ - ٢٥٩ - ٢٦٠ - ٢٦١ - ٢٦٢ - ٢٦٦ - ٢٦٧ - ٢٦٩ - ٢٨٩ - ٢٩٥
عمر بن سعد بن ابى وقاص - ٤٢٧ - ٤٣٥ - ٤٤١ - ٤٤٢ - ٤٤٣ - ٤٤٤ - ٤٤٥ - ٤٤٧ - ٤٤٩ -
٥٠٨ - ٥١٠ - ٥١١ - ٥١٢
عمر بن عبدالعزيز بن مروان - ٥٤٦ - ٥٥٢
عمر بن العلاء - ٦٢٨
عمر بن على بن ابى طالب - ٤٤٩ - ٤٥٢ - ٥٢٠ - ٥٢١
عمرة بنت النعمان بن بشير - ٥٢٣
عمرو (ابو ثور) - ٢٤٦
عمرو ابن اشرف - ٢٨٥
عمرو بن تبّع - ١٤٠ - ١٤٧
عمرو بن جرموز - ٢٨٣
عمرو بن الحارث - ٢٦٦
عمرو بن الحجّاج - ٤١١ - ٤٢٣ - ٤٤٤ - ٤٤٥ - ٥١١ - ٥١٦
عمرو بن حريث العدوى - ٤٠٢ - ٤٠٣
عمرو بن حزم الانصارى - ٢٢٧ - ٤٥٧
عمرو بن حمق الخزاعى - ٤٨٤ - ٢٨٦ - ٣١٢ - ٣٢٢ - ٣٦١
عمرو بن حنظله - ٣٢٣ -
عمرو بن حنيف - ٢٥٤
عمرو بن ربيعه بن نصر - ١٥٠
عمرو بن زياد بن حذيفه بن هشام بن المغيره - ٢٢٧
عمرو بن سعد بن مقبل الاسدى - ٤٤٧

عمرو بن سعید بن العاص بن امیه - ٣٣٢ - ٣٩٠ - ٣٩١
عمرو بن سعید بن قیس الهمدانی - ٣٣٧
عمرو بن صبح الصیداوی - ٣٣٧
عمرو بن العاص (ابو عبدالله) - ٢٧٠ - ٢٩٩ تا ٣٠٢ - ٣١٠ - ٣١٢ - ٣١٨ - ٣٢٣ - ٣٣٣ - ٣٣٦ - ٣٣٧ تا ٣٤٣ - ٣٤٧ - ٣٥٣ - ٣٥٥ - ٣٥٦ - ٣٥٩ تا ٣٦٢ - ٣٦٣ تا ٣٧٠ - ٣٨٧ - ٣٩١ - ٤٠٠
عمرو بن عامر البجلی - ٥٨٠
عمرو بن عبید - ٦٢٦
عمرو بن عثمان بن عفان - ٣٦٥ - ٣٥٨
عمرو بن عدی - ١٥١ - ١٥٢ - ٢٢٣
عمرو بن کلثوم - ١٣٩
عمرو بن مالک بن نجبه بن نوفل بن وهب - ابن عبد مناف بن زهره ٢٥١ - ٢٥٢
عمرو بن مالک النبهانی - ٣٧٥
عمرو بن مرحوم العبدی - ٣١٣
عمرو بن معدیکرب - ٢٢٦ - ٢٥٢ - ٢٦٢
عمرو بن بابل اللخمی - ١٣٨
عمرو بن نهشل التمیمی - ٣٣٧
عمرو بن یثربی - ٢٨١ - ٢٨٣
عمرو الجعفی - ٥٠٧
عمرو القنا - ٣٧٥
عمرو (کاتب ابن هبیره) - ٦١٣
عملیق - ٩٨ - ١٣٣
عمیر بن بطین العجلی - ٥٦٢
عمیر بن الحباب السلمی (ابو لمغلس) - ٥٠١ - ٥٠٢ - ٥٠٣ - ٥٠٦
عمیر بن عطارد - ٣٢٢
عنس - ١٣٣
العنقفیر = البضعة
عوف بن البضعة - ١٣٢
عوف بن الحارث بن عبدالمطلب - ٣٦١
عوف بن منقذالتمیمی - ١٣٨
عیسٰی بن ادریس بن عیسٰی العجلی - ٥٦١
عیسٰی بن علی بن عبدالله بن عباس - ٥٩١ - ٦١٦ - ٦١٧ - ٦١٩ - ٦٢٣
عیسٰی بن مریم المسیح - ١٠٦ - ١٣٣ - ١٣٤
عیسٰی بن موسٰی بن علی - ٥٩٠ - ٦٢٨ - ٦٢٩
عهیمة بن زهیر - ٣٣٩

Marfat.com

(غ)

الغافقی - ۲۷۱
غانم بن علوان - ۸۳ - ۸۷
غزوان - ۵۷۹
غسیل الملائکه = عبدالله بن حنظله الراهب
الغطریف بن عطا - ۶۳۰
غفار - ۹۸

(ف)

فور (پورس) - ۸۵ - ۱۲۳ - ۱۲۸
فارس بن الاسور بن سام - ۸۳
فاطمه بنت ابی مسلم - ۶۳۹
فاطمه بنت رسول الله - ۶۳۹
الفاطمیة (الخرمیّه) - ۶۳۹
فالج (بنو) - ۳۴۳
فالخ بن غابر - ۸۶ - ۸۷
فرات بن سالم - ۵۰۱
(فراسیاب بن توزل بن ترک = افراسیاب)
(فراسیاب بن فالیش = افراسیاب بن فائش)
(فراسیاب بن فائش بن نوذسف = افراسیاب)
فرخان (ملک جبل) - ۱۳۵
الفرزدق - ۳۳۲
فرعون موسی - ۹۳
فروة بن نوفل الاشجعی - ۳۸۳ - ۳۸۴
فریدون - ۸۶ - ۸۹ - ۱۶۵
فزاره (بنو) - ۲۱۱
فضل بن ادهم - ۳۵۱
فضل بن الرّبیع العباسی - ۶۳۲ - ۶۳۶
فضل بن سلیمان - ۵۹۹
فضل بن سهل - ۶۴۰
فنّا خسرو - ۱۵۲
فند بن ذی جیشان (ذوالازعار) - ۱۰۰ - ۱۰۱
فهر بن مالک بن النضر - ۱۳۲
فیرک - ۱۵۲
فیروز بن یزد جرد بن بهرام گور - ۱۳۰ - ۱۵۵ - ۱۵۶ - ۱۵۷
فروز دخت - ۱۵۷
فیلقوس - ۱۱۸
فیناوس - ۱۲۷

(ق)

قابوس بن قباد - ۹۳
قارن الجیلی النهاوندی - ۲۰۲
قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب - ۳۴۷
قاسم بن حنظله الجهنی - ۳۲۳
قاسم بن الرشید - ۶۳۴

Marfat.com

قاسم بن محمد - ٥٣٦
قباد بن فيروز - ١٥٨ - ١٦٣ - ١٦٣ - ١٦٥ - ١٦٤
قبط بن حام - ٨٣
قتيبه بن مسلم الباهلى - ٣٨٣ - ٥٣٤ - ٥٣٩
قحطان (بن غابر) - ٨٦ - ٨٧ - ٨٨
قحطان (بنو) - ٣٦٦ - ٥٤٦ - ٥٨٣
قحطبه بن شبيب - ٥٦١ - ٥٦٣ - ٥٦٨ - ٥٩١ - ٥٩٨ - ٥٩٩ - ٦٠٠ - ٦٠٤ - ٦٠٨
قدامه بن عجلان الازدى - ٢٩١
قدامه بن مظعون - ٥٣٠
قرط بن كعب - ٢٩١
قرميسيا (شاه هند) ٢٢٢
قرة بن سفيان الحنظلى - ٣٣٢ - ٣٣٣
قريش - ٢٨٠ - ٢٨١ - ٣٢٣ - ٣٨٦ - ٣٢٣ - ٣٥٤
القسرى = خالد بن عبدالله
قصير - ١٥١
قضاعه - ٢٨٠ - ٢٨١ - ٣٢٢
قطام - ٣٨٨
قطاسى بن قحطان - ٨٨
قطرى بن فجاءة - ٣٥٤ - ٣٤٤ - ٣٨٢ - ٣٨٣ - ٥١٤
قطن بن قتيبه بن مسلم - ٥٦٦
قعقاع بن ابره - ٣٢٣
قعقاع بن شور - ٣٢٣
قعقاع الظفرى - ٣٣٢
قنداقه (ملكة مغرب) - ١٢٥
قيذر بن اسماعيل - ٩١ - ٩٢
قيس (بنو) - ٢٨٠ - ٢٨١ - ٥١٠ - ٥٤٩ - ٥٨٣
قيس بن الاشعث - ٣٣٩ - ٥١٠ - ٥١١ - ٥١٣
قيس بن حبيب - ٢٢٩
قيس بن خريم - ٢٣١
قيس بن سعد بن عباده - ٢٤٢ - ٢٨٦ - ٣٤٨ - ٣٨٣ - ٣٨٣ - ٣٩٣ - ٣٩٣
قيس بن مسهر - ٣٣٣
قيس بن معاوية البرجمى - ٣٨٣
قيس بن هبيره (المرادى) - ٢٣٩ - ٢٣٠ - ٢٣١ - ٢٣٢ - ٢٣٨ - ٢٥٢
قيس بن الهيثم - ٣١٥
قيس بن قطيفه = قيس بن الاشعث
قيصر (شاه روم) - ١٦١ - ١٦٢ - ٢٩٨
القيطون بن سعد - ١٣٣
قيوس - ٩٣

Marfat.com

كثير بن شهاب - ٣٢٤
كردوس بن هانی البکری - ٣٥١
کردی بن بهرام جشنس - ١٩٢ - ٢١٦
کردیه اخت بهرام چوبین - ٢١١
کرمان بن تارح بن سام - ٨٣
کرمانی = جدیع بن علی الازدی
الکسائی = علی بن حمزه
کسری پرویز - ١٨٠ - ١٨١ - ٢١٢ - ٢١٣
کسری نوشیروان - ١٦٥ - ١٦٧ - ١٦٨ - ١٧١ - ١٧٢ - ١٧٣ - ١٧٤ - ٢٠٣
کسری بن هرمزد = کسری پرویز
کعب بن جعیل - ٣٠٣ - ٣٣٣ - ٣٣٥
کعب بن سُور - ٢٧٧ - ٢٨١ - ٢٨٤
کلب - ٢٤٨ - ٥١٦
الکلبی - ٥٥١
کلثوم بن عیاض القسری - ٥٧١
کلیب بن ربیعه تغلبی (کلیب وائل) - ١٤٩
کلیله دمنه - ١٩١
کماری - ١٢٩
کنانه (بنو) - ١٣٢ - ٢٨١ - ٣٣٢ - ٥٧٩ - ٥٨٨
کنده (بنو) - ١٣٣ - ٢٤٢ - ٢٨٠ - ٣٢٢ - ٣٠٤ - ٤٢٣ - ٤٤٩ - ٥١٠
کنعان بن حام بن نوح - ٨٣ - ١٠٩
کهون بن سبأبن یشجب بن یعرب - ٩٢ - ١٠٢ - ١٣٣
کوکسان - ٢١٨
کوهباران - ٨٩
کیابنه - ٩٤
کیخسرؤ بن سیاؤش - ٩٦ - ٩٨ - ١٠١ - ١٠٣ - ١٠٦ - ١٠٧ - ١٨٢
کیسان ابو عُمرة - ٥٠٠
کیقباد بن زاب - ٩٤ - ١١٠ - ١١٣
کیکاؤس بن کیقباد - ٩٦
گشتاسپ - ١١١ - ١١٣ - ١١٤
گودرز - ١٨٢ - ١٩٤
گودرز (کاتب عساکر) - ١٥٢

(ل)

لام بن غابر - ٨٦
لاهز بن قرط - ٥٦١ - ٥٦٨
لبید بن نعمان غسّانی - ١٤٨ - ١٤٩
لخم - ٣٣٤

Marfat.com

لقعيط بن ناشر الجهنی - ۳۴۷
لهزم (بنو) ۳۲۲
لهراسب بن کیمیس بن کیابنه - ۹۳ - ۱۱۱
لوط - ۸۹
لؤی بن غالب - ۳۲۵

(م)

ماروت - ۲۳۳
ماریه اتبه الزباءالغسانیه - ۱۵۱
مازیار - ٦۳۹
مالک الاشتر = الاشتر النخعی
مالک بن ادهم الباهلی - ٦۰۰
مالک بن بشرالکندی - ۳۴۸
مالک بن الحارث = الاشتر
مالک بن حبیب الیربوعی - ۳۱۴
مالک بن عجلان - ۱۳۴
مالک بن عمروالحضری - ۳۳۳
مالک بن کعب همدانی - ۳٦۱
مالک بن مسمع - ۳۱۵
مالک بن هبیره - ۳۰۳
مالک بن الهثیم - ۵۵۸ - ۵٦۱ - ۵٦۸
مامون (عبدالله بن هارون الرشید) - ٦۳٦ - ٦۳۹ - ٦۴۰ - ٦۴۱ - ٦۴۷ - ٦۴۹ - ٦۵۰
مانوس (شاه روم) - ۱۴۳
مانیٔ زندیق - ۱۴۱
ماهویه - ۲۷۰ - ۲۷۱
متلمّس بن قحطان - ۸۸
مثنّی بن حارثه شیبانی - ۲۲٦ - ۲۲۸ - ۲۲۹ - ۲۳۷ - ۲۳۸
مجاشع بن مسعود - ۲۸۱
مجزأة بن ثور البکری - ۲۵۵
محدوج ذهلی - ۲۸۰
محرز بن خُنیس بن ضلیع - ۳٦۳
محسّن بن مزاحم سُلمی - ۵٦٦
محشر التمیمی - ۵۰۷
محقن بن ثعلبه - ۲۵۲ - ۳۵۰
محقن بن غزوان - ۵۹۳
محمد الامین = الامین محمد بن هارون الرشید
محمد بن ابی‌بکر - ۲۸٦ - ۲۸۷
محمد بن ابی جهم بن حذیفه عدوی - ۳۵۸
محمد بن ابی حذیفه - ۲۹۸
محمد بن ابی سفیان - ۳٦۲
محمد بن الاشعث بن قیس - ۳۰۲ - ۳۲۱ - ۳۲۳ - ۳۲٦ - ۳۳۵ - ۵۰۸ - ۵۲۰ - ٦۲۹
محمد بن الاشعث بن عبدالرحمٰن - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱٦ - ۵۱۷ - ۵۹۹ - ٦۱٦
محمد بن بنانه - ٦۱۳

Marfat.com

محمد بن حذيفه = محمد بن ابی حذیفه
محمد بن حمید الطوسی - ٦٥٠
محمد بن حنفیه - ٢٨١ - ٢٨٣ - ٣٢٧ - ٣٩٩ - ٤٥٦ - ٥٠٣
محمد بن خالد بن نجار - ٦٥١
محمد بن خالد بن عبدالله القسری - ٥٤١ - ٥٤٤ - ٥٤٨ - ٥٤٩ - ٥٨٠ - ٦٠٣ - ٦٠٥ - ٦٠٦
محمد بن خُنیس - ٥٥٣
محمد بن ذر - ٦١٣
محمد بن سلیم - ٢٩٠ - ٢٩١
محمد بن سلیمان بن عبدالملک - ٥٥١
محمد بن طلحه - ٢٨٠
محمد بن عبدالله بن حسن بن علی بن ابی طالب - ٦٢٨
محمد بن عبدالله (رسول الله صلی الله علیه وسلم) - ١٠٥ - ١٤٣ - ٢٨٢ - ٣٩٩
محمد بن عبدالملک بن مروان - ٥٣٥
محمد بن عثمان التمیمی - ٥٠٠
محمد بن عقیل بن ابی طالب - ٣٣٧
محمد بن علی بن ابی طالب = محمد بن حنفیه - ٣٣٠ - ٤٩٥ - ٥١٢ - ٥١٨ - ٥٢٢
محمد بن علی بن عبدالله بن عباس بن عبدالمطلب - ٣٨٣ - ٥٥٣ - ٥٥٥ - ٥٥٤ - ٥٥٨ - ٥٦١ - ٥٦٢ - ٦٠٨
محمد بن عمرو بن العاص - ٢٩٨ - ٣٦٢
محمد بن عمیر بن عطارد - ٣١١
محمد بن عیسیٰ - ٦٣٠
محمد بن المثنیٰ الربعی - ٥٨٢ - ٥٨٣ - ٥٨٥
محمد بن مسلمه الانصاری - ٢٣٥
محمد بن المهلّب - ٣٨٢
محمد بن هارون = الامین محمد بن هارون الرشید
محمد بن هارون ابو اسحاق = المعتصم بالله
محمد بن الهذیل العلّاف (ابوهذیل) - ٦٣٨
المحمّره - ٦٢٨
محمود (ابره کا هاتهی) - ١٦١
مخارق بن حارث - ٣٠٢
مخارق (شاعر) - ٣٣٣
مختار بن ابی عبید ثقفی (ابو اسحاق) - ٣٢٥ - ٣١٣ - ٣٩٣ - ٤٩٥ - ٥٠١ - ٥٠٣ - ٥٠٦ - ٥٠٨ تا ٥٢٣
مخزوم - ٣٢٥
مخنف بن سلیم الازدی - ٢٢٩ - ٢٣٣ - ٢٨٠
مدرک بن المهلّب - ٣٨٢

مدین بن اسماعیل - ٩١
مذحج (بنو) - ٢٨٠ - ٢٨١ - ٣٢٢ - ٣٣٣ - ٣٢٣
مراد (بنو) - ٣٦٢
مرثد بن شدّاد - ٨٧
مردان به - ٢١٣
مردان سینه (رویدشی) - ١٩١ - ٢٠٢ - ٢١٠ - ٢١٣
مردان شاه (حاجب) - ٢٢٨
مردان شاه بن هرمزد - ٢٦٠
مرزبان (مولی‌المعتصم) - ٦٥١
مرقال = هاشم بن عتبه بن ابی وقاص ء
مرقع بن ثمامه الاسدی - ٣٣٩
مرّه بن منقذ العبدی - ٣٣٦
مروان بن الحکم - ٢٨٣ - ٣٠٠ - ٣٠٣ - ٣٠٨ - ٣٠٩ - ٣٨٩ - ٣٩٠ - ٣٩١
مروان بن محمد بن مروان الحکم - ٣١٥ - ٥٧٩ - ٥٨٠ - ٥٨٨ - ٦٠٠ - ٦٠٣
مروان الضّبی - ٦٠٩
مزدک بن مازیار - ١٦٣ - ١٦٧
مساور (قصاب) - ٥٩١
مسروق بن ابرهه - ١٦١ - ١٦٢
مسروق بن جبله عتّکی - ٣٣٧ - ٣٦٢
مسعده بن عمرو عتبی - ٣٦٢
مسعر بن فدکی - ٣٥٣
مسعود بن حارثه - ٢٣٠
مسعود بن عمرو (رئیس ازد) - ٣١٥ - ٣٨٦ - ٣٩٢
مسلم بن ربیعه العقیلی - ٥٠٦
مسلم بن سعید حضرمی - ٣١٣
مسلم بن عبیس قرشی - ٣٦٣ - ٣٦٥
مسلم بن عقبه المرّی - ٣٢٣ - ٣٠٦ - ٣٥٣ - ٣٥٥ - ٣٥٦ - ٣٥٧ - ٣٥٨ - ٣٥٩ - ٣٦٠
مسلم بن عقیل - ٣١٢ - ٣١٣ - ٣١٣ - ٣١٦ - ٣١٧ - ٣١٨ - ٣١٩ - ٣٢٠ - ٣٢١ - ٣٢٣ - ٣٢٣ - ٣٢٥ - ٣٢٦ - ٣٢٧ - ٣٢٨ - ٣٢٩
مسلم بن عمرو الباهلی - ٣١٣ - ٥٨٩
مسلم بن عمرو السکسکی - ٣٦١
مسلم بن عوسجه - ٣٢٠ - ٣٢٣
مسلم بن خالد - ٣٢٣
مسلمه بن عبدالملک بن مروان - ٥٣٥ - ٥٥٣
مسیّب بن نجبه - ٣٩٨
مسیح عیسی بن مریم - ١٣٣ - ١٨٦ - ٢١٨

Marfat.com

مصر بن حام - ٩٣
مصر بن القبط بن حام - ٨٣
المصطلق (بنو) - ٣٩٦
مصعب بن الزبير - ٢٣٣ - ٢٧٣ - ٢٩٣ - ٥١١ - ٥١٦ - ٥١٨ - ٥٢٢ - ٥٢٣ - ٥٢٥ - ٥٢٦ تا ٥٣٠
مصقلة بن هبيره - ٥٦٥
مصاص بن عمرو بن عبدالله بن جرهم بن قحطان - ٩٠
مضر - ٣٢٢ - ٥٦٦ - ٥٧٧ - ٥٧٩ - ٥٨٠ - ٦٢٩
مطهر بن فاطمه بنت ابى مسلم - ٦٣٩
معاويه بن ابى سفيان - ٢٧٣ - ٢٧٣ - ٢٩٢ تا ٣٢٣ - ٣٢٩ - ٣٣٢ تا ٣٣٦ - ٣٣٨ تا ٣٤٣ - ٣٤٧ - ٣٥٣ - ٣٥٨ تا ٣٦٣ - ٣٦٦ تا ٣٦٩ - ٣٨٧ - ٣٩٠ تا ٤٠٨ - ٤١٣
معاويه بن حديج الكندى - ٣٦٢
معاوية بن الوليد بن عبدالملک - ٥٨٩
المعتصم بالله (ابو اسحاق محمد بن هارون) - ٦٣٨ - ٦٣٩ - ٦٥٠ - ٦٥٣ - ٦٥٤ - ٦٥٥
المعتمر بن قحطان - ٨٨
معد بن عدنان (بنو) - ٩٧ - ١٢٥ - ١٣٨
معدان العنزى - ٣٦٢
معدى كرب بن عمرو الكندى - ١٣٨
معقل بن ادريس بن عيس عجلى - ٥٦١
معقل بن سنان اشجعى - ٣٥٩
معقل بن قيس - ٣١٥ - ٣٨٧
معقل (مولىٰ عبيدالله بن زياد) - ٣١٩
معن بن زائده - ٦٢٦
معن بن يزيد بن اخنس - ٣٢٠
المغلس بن السرى - ٦١٧
المغيره بن شعبه - ٢٣٥ - ٢٧٣ - ٣٦٣ - ٣٩٥ - ٣٩٦ - ٣٩٧ - ٤٠٢
المغيرة بن المهلّب - ٤٨٢
المفضل بن المهلّب - ٤٧٥ - ٤٨٢
مقاتل بن حكيم عكّى (ابوعون) - ٥٩٣ - ٥٩٥
ملطاط بن عمرو - ٩٣
ملكيكرب بن عمرو بن مالک - ١٣٩
مليكه بنت الضيزن غسّانى - ١٣٢
منجوف بن ثور - ٢٥٨
المنذر (ابوالنعمان - منذراوّل) - ١٣٦
المنذر الثانى - ١٦٨

المنذر بن الجارود - ۳۱۵ - ۵۱۸
منسک - ۱۲۹
منصور بن جمهور - ۵۷۸
المنصور (خلیفه ابو جعفر بن محمد) - ۵۹۱ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۷ - ۶۲۸
منصور - ۶۱۷
منو چهر بن ایرج - ۹۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۱۹۴
متینشع بن قحطان - ۸۸
المهدی بن المنصور - ۶۲۸
مهران اعظم - ۱۶۳
مهران بن مهرویه الهمذانی - ۲۳۰ - ۲۳۱
مهران (مولیٰ عبیدالله بن زیاد) - ۳۸۴
مهره - ۲۸۰
المهلّب بن ابی صفره - ۳۶۵ تا ۳۷۶ - ۳۷۸ تا ۳۸۴ - ۵۱۷
مهلیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم - ۸۱
موسیٰ بن جعفر بن محمد - ۶۳۲
موسیٰ بن هارون الرشید - ۶۳۹
موسیٰ بن عمران - ۹۴ - ۱۰۵ - ۳۹۲
موسیٰ بن کعب - ۵۵۸
موسیٰ بن نصیر - ۱۱۰
موسیٰ الاقطع - ۶۵۲
موسیٰ الهادی بن المهدی - ۶۲۹
موسیل الارمنی - ۱۹۶ - ۱۹۷ - ۱۹۹
میسره العبدی - ۵۵۴

(ن)

نابت بن اسماعیل - ۹۱
نابل بن قیس - ۳۲۳
ناجیه (بنو) - ۳۸۵
نافع بن الازرق - ۳۶۲ - ۳۶۹
نافع بن الحارث بن کده الثقفی - ۲۳۴
نافع بن هلال - ۳۴۴
نبهان (بنو) - ۳۲۷
النجار (بنو) - ۲۲۸
النجاشی (شاعر) - ۳۲۴
النجاشی (شاه حبشه) - ۱۶۰
نجده اطروری - ۵۲۱
النخارجان - ۱۹۱ - ۲۱۵ - ۲۴۳ - ۲۶۵
النخع (بنو) - ۵۰۸ - ۵۱۰
نرسی - ۲۹۲
نرسی (برادربهرام بن بهرام) - ۱۴۱

Marfat.com

نزار (بنو) - ٥٤٦ - ٥٤٤
النزال بن عامر - ٣٨٤ - ٣٨٨ - ٣٩٠
النسناس - ٩٥
نصر بن سيّار - ٥٦٤ - ٥٨٠ - ٥٨٢ - ٥٨٥ - ٥٨٦ - ٥٨٤ - ٥٨٨ - ٥٨٩ - ٥٩٢ - ٥٩٦ - ٥٩٤ - ٥٩٨ - ٥٩٩
نضر بن كنانه - ١١٤ - ١٢٣ - ١٢٥
نعمان الفتى - ٢٣٦
نعمان بن بشير الانصارى - ٣٠٥ - ٣٠٤ - ٣١١ - ٣١٣ - ٣١٦ - ٣٥٥
نعمان بن عجلان الانصارى - ٣٦١
نعمان بن مقرّن المزنى - ٢٥٣ - ٢٦٢
نعمان بن المنذر - ١٥١ - ١٦٢
نعيم بن هبيره - ٣٢٢
النفس الزكيّه = محمد بن عبدالله بن الحسن بن على بن ابى طالب
النّمر بن قاسط - ٢٢٤ - ٢٢٩ - ٣٢٣
نمرود بن كنعان - ٨٦ - ٨٩
نوبة بن حام - ٨٣
نوح بن لمك بن متّو شلح - ٨١ - ٨٦ - ١٢٥
نوفل بن عندمناف (بنو) - ٢٣٣

(ه)

الهادى = موسى الهادى
هاروت - ٢٣٣
هارون الرشيد - ١٣١ - ٦٣٣ - ٦٣٥ - ٦٣٦
هاشم بن عبدمناف - ١٥١
هاشم (بنو) - ٥٦١
هاشم بن عتبه بن ابى وقاص المرقال - ٢٣٩ - ٢٣١ - ٢٤٨ - ٣٢٢ - ٣٢٦ - ٣٣١ - ٣٣٢
هانئ بن ثويب - ٣٣٤
هانى بن ابى حيه الهمدانى - ٣٢٩
هانى بن الخطّاب - ٣٣٣
هانئ بن عروه المذحجى - ٣١٦ - ٣١٤ - ٣١٨ - ٣١٩ - ٣٢١ - ٣٢٢ - ٣٢٣
هانئ بن عمير - ٣٢٣
هانئ بن هانئ السبيعى - ٣١١ - ٣١٢
الهبيره بن ابى وهب - ٣٢٥
الهدهاد بن شرحبيل بن عمرو بن مالك بن الرائش الملقلب (ذى شرخ) - ١٠٦
هرثمه بن اعين - ٦٣٥ - ٦٣٦ - ٦٣٤

هرسفته - ۲۲۰
هرقل - ۲۱۹
هرمز بن شاپور - ۱۳۰ - ۱۳۱
هرمزان (شیرویه بن پرویز کا ماموں) - ۲۵۳
هرمز بن کسری نوشیروان - ۱٦۷ - ۱۷۳ - ۱۷۵ - ۱۷٦ - ۱۸۱ - ۱۸۳ - ۱۸۹ - ۲۰۲ - ۲۰۳
هرمزد بن یزد جرد بن بهرام - ۱۵۳ - ۱۵۵
هرمزدان بن نرسی - ۱۳۱ - ۱۹۱
هرمزد جرابزین - ۱۸۳ - ۱۸٦ - ۲۰۸ - ۲۱۵
هزان بن طسم - ۱۰۲
هشام بن عبدالملک - ۵۳۵ - ۵۵۸ - ۵٦۰ - ۵٦۱ - ۵٦۳ - ۵۷۱
هلال الاعور - ۳۳۹
هلال بن ابی هبیره - ۳۲۳
هلال بن عقبه - ۲۲۷
همام بن قبیصه - ۳۲۳
همدان (بنو) - ۲۸۰ - ۳۲۲ - ۳۳۳ - ۳۲۳ - ۳۹۹ - ۵۱۰
هند (بن حام) - ۸۳
هند بنت اسماء بن خارجه الفزاری - ۵۰۳
هند بنت المنذر بن الجارود - ۵۱۳
هوازن (بنو) - ۳۳۹
هود[۴] - ۸٦ - ۸۷
هیثم بن زیاد الخزاعی - ٦۱۵
هیثم بن عدی - ۵۹۰ - ٦۰۱ - ٦۰۸ - ٦۱۰ - ٦۱۵
هیطل بن عالم بن سام - ۸۳

(و)

وبار بن ارم بن سام بن نوح - ۸۳ - ۹٦
وحید (من بنی عامر بن صعصعه) - ۳۳٦
وردان (غلام عمرو بن العاص) - ۳۸۳
ورقاء بن المعتمر - ۳۵۱
ولید بن الریان بن عاد بن ارم - ۸۳
ولید بن سعد - ۵۹۱
ولید بن عبدالملک - ۳۸۳ - ۵۳۵ - ۵۳٦ - ۵۳۹ - ۵۵۰
ولید بن عتبه بن ابی سفیان - ۳۱۷ - ۳۲۷ - ۳۰۷ - ۳۰۹
ولید بن عقبه بن ابی معیط - ۲٦۹
ولید بن عمرو - ۳۳۹
ولید بن مصعب - ۸۳ - ۹۳
ولید بن یزید بن عبدالملک - ۵۷۳ - ۵۷۵

وهرز بن کامگار - ١٦٢ - ١٦٣

(ی)

یاسر ینعم - ١٠٦ - ١١٠ - ١١١
یافث بن نوح - ٨١ - ٨٣ - ٨٣ - ٨٣ - ٨٥ - ١٢٥
یام (بن نوح) - ٨١
یحایر - ١٣٢ - ١٣٣
یحیٰی بن الحصنین بن المنذر الحارث بن وعله - ٥٦٦
یحیٰی بن حکیم بن صفوان بن امیه - ٣٠٧ - ٣١٠
یحییٰ بن زکریاء - ٣٣١
یحیٰی ابن علی بن عیسیٰ - ٦٣٦
یحیٰی بن نعیم (ابوالمیلا الربعی) - ٥٦٥
یزدان جشنس - ١٨٥ - ١٨٧ - ١٨٨ - ٢٢٠ - ٢٢١
یزدان وزیر ارد شیر - ١٨٦
یزد جرد بن بهرام گور - ١٥٥
یزد جرد بن شاپور بن بهرام گور - ١٥٠ - ١٥١
یزد جرد الاثیم بن شاپور بن شاپور - ١٣٦ - ١٥٢
یزد جرد بن شهریار بن کسریٰ پرویز - ٢٣٧ - ٢٥٠ - ٢٧٠
یزد جشنس بن العلبان - ١٩١ - ٢٠١ - ٢١٣
یزد جشنس فازوسفان الزوابی - ١٥٢
یزد فنا - ١٦٩
یزدک (کاتب) - ١٨٦ - ١٩١
یزدک بن مردان شاه (مرزبان بابل) - ٢٢٣
یزید الاصبحی - ٣٣٧
یزید بن ابجر العبسی - ٢٩٣
یزید بن (ابی) اسد العجلی - ٢٩٣ - ٣٠٢ - ٣٢٣
یزید بن انس الاسدی - ٣٩٥ - ٥٠٠
یزید بن حارث - ٣١١
یزید بن حجیة النکری - ٣٦١
یزید بن الحُصین الطائی - ٣٧٠ - ٣٧٣ - ٣٧٣ - ٣٧٦ - ٣٨٢
یزید بن حُصین - ٥٠١
یزید بن عبدالله الاسلمی - ٣٦١
یزید بن عبدالله بن ربیعة بن الاسود - ٣٥٨
یزید بن عبدالملک - ٥٣٥ - ٥٥٣ - ٥٥٧ - ٥٥٨
یزید بن عمر بن هبیره (ابو خالد) - ٣٢٣ - ٥٧٩ - ٥٨٠ - ٥٩٣ - ٦٠٠ - ٦٠١ - ٦٠٣
یزید بن قیس الارحبی - ٢٩١

Marfat.com

يزيد بن مزيد - ٦٣٣
يزيد (بنی المصطلق) - ٣٩٦
يزيد بن معاويه بن ابی سفيان - ١٦٦ - ٣٠٥ - ٣٠٦ - ٣٠٧ - ٣٠٩ - ٣١٣ - ٣٢٨ - ٣٢٩ - ٣٣٢ - ٣٥٠ - ٣٥١ - ٣٥٢ - ٣٥٣ - ٣٥٤ - ٣٥٥ - ٣٨٣
يزيد بن معاويه البجلی - ٥٠٠
يزيد بن المهلب - ٣٨٢
يزيد بن نجبة فزاری - ٥٠٠
يزيد بن هانیٔ - ٣٥٢
يزيد بن عمر بن هبيره - ٦٠٨ - ٦١٢
يزيد بن وليد بن عبدالملک - ٥٧٧ - ٥٧٩
يعرب بن قحطان - ٨٨
اليفر بن سام - ٨٣
يقطين الانبزاری بن موسیٰ - ٥٩١ - ٦١٩
يكسوم بن ابرهه - ١٦١
يلتكين - ١٨٣
يمنی - (قبائل) ٥٦٥ - ٥٦٦ - ٥٧٧ - ٥٧٩ - ٥٨٠ - ٥٨٢ - ٦٠٣ - ٦٢٩
يهود - ١٣٣
يهودا - ١٠٣ - ١٠٣
يوبيانوس - ١٣٣ - ١٣٥
يوباره - ٦٥١ - ٦٥٢
يوسف بن عقيل طائی - ٦٠٧
يوسف بن عمر الثقفی - ٥٦١ - ٥٦٣ - ٥٦٩ - ٥٧٠ - ٥٧٣ - ٥٧٥ - ٥٧٨
يوسف بن يعقوب - ٩٣
يوشع بن نون - ٩٥

Marfat.com

اماکن

ابر شهر - ۱۴۲ - ۲۷۱
ابرقباد - ۱۶۶ - ۲۳۵
ابطح - ۶۲۸
ابلّه - ۱۶۲ - ۲۳۴
ابو قیس - ۴۶۱ - ۵۳۱
ابیورد - ۵۹۴
اتراک = ترک - ۱۲۵ - ۱۸۴
آذربیجان - ۱۵۳ - ۱۵۷ - ۱۶۷ -
۱۸۱ - ۱۸۲ - ۱۸۷ - ۱۹۷ -
۱۹۹ - ۲۹۶ - ۵۰۰ - ۵۰۹
ارّجان - ۲۵۹
اردبیل - ۱۵۷
اردشیر - ۲۵۹
اردشیر خرّه - ۱۳۹
اردن - ۹۰ - ۳۲۳
ارم ذات العماد - ۶۲۶
ارمشیر - ۱۶۴
آرمینیه - ۸۴ - ۱۶۷ - ۱۸۱ -
۱۸۲ - ۱۹۹ - ۶۳۴ - ۶۵۳
آستاذ اردشیر - ۱۳۹
استان زوابی - ۲۹۱
استان علی - ۲۹۱
استانات - ۲۳۲
اسد آباد - ۶۰۵
اسفیذهان - ۲۶۳
آسک - ۴۶۳
اسکندریه - ۱۲۴ - ۱۳۱ - ۲۱۸
اصطخر - ۱۱۶ - ۱۳۵ - ۱۴۵ -
۱۶۴ - ۲۵۹ - ۲۷۰ - ۳۹۶
اصفهان - ۱۳۱ - ۱۶۷ - ۲۴۰ -
۲۹۱ - ۵۰۰ - ۵۶۱ - ۶۰۰
افریقه - ۹۷ - ۱۰۸ - ۱۲۵ -
۲۷۰ - ۶۰۲ -
آمد - ۱۶۵
آمل (آمویه) - ۱۲۹
انبار - ۱۴۳ - ۲۲۷ - ۲۳۳ -
۲۴۴ - ۲۷۴ - ۲۸۵ - ۳۱۵ -
۳۹۲ - ۳۹۳ - ۶۱۹ - ۶۳۳
اندلس - ۹۸ - ۱۰۹ - ۱۲۵
انطاکیه - ۱۶۱ - ۱۶۸
اهواز - ۱۳۵ - ۱۶۴ - ۱۶۷ -
۱۷۰ - ۲۳۲ - ۴۶۹ - ۴۷۴ -
۵۳۵ - ۵۳۹ - ۶۴۶
ایران - ۸۲
ایران شهر - ۱۸۳
ایلذ - ۵۲۳
ایلیا - ۱۰۸ - ۱۱۱ - ۱۱۵

(ب)

بابل - ۸۲ - ۸۳ - ۸۵ - ۸۶ -

Marfat.com

٩٠ - ٩٢ - ١٢٤ - ١٦٣ -
٢٢٤ - ٢٣٣ - ٣١٤
بادوريا - ١٦٦
باد فیروز - ١٥٧
بازبدی - ٨٢
بانقیا - ٥٠٨
البر - ٢١٤
بحراخضر - ١٢٧
بحرين - ٨٣ - ٩٧ - ١٠٢ -
١٣٢ - ١٣٦ - ١٤٢ - ١٦٧ -
٢٣٤ - ٤٩٣ - ٥٤٢
بخارا - ١٢٩ - ١٦٧ - ٥٤٧ -
٥٦٠
بدر - ١٠٤ - ٤٦٠
بذندون - ٦٤٨
بذ - ٦٤٩
بیرزند - ٦٥١
بسیلتی - ٤٦٩
بصره - ٢٨٠ - ٢٨٢ - ٢٨٨ -
٣١٣ - ٣٧٢ - ٣٧٥ - ٣٧٧ -
٣٩٦ - ٣٩٧ - ٤٠٢ - ٤١٤ -
٤٦٥ - ٤٧١ - ٤٨٣ - ٥١٠ -
٥١٦ - ٥٤٢ - ٦٢٦ - ٦٣٠ -
٦٤٦
بطن حريث - ٤١٣
بغداد - ٣٧٥ - ٦٢٠ - ٦٢٥ -
٦٣٤ - ٦٣٦ - ٦٤٣ - ٦٤٦ -
٦٤٨
بقردی - ٨٢
بقیع - ٣٩٩
بلخ - ٨٤ - ١٠٧ - ١٥٦ - ١٨٥ -
٥٩٤
بلقاء - ٥٥٨ - ٥٩٠
بليخ - ٣١٥
بندنیجین - ٣٨٣
بهر سیر - ١٧٤
به قباد زیرین - ١٦٦
به قباد وسطی - ١٦٦
بهقباذات - ٢٩١
بوشنگ - ٥٦٠
بیت الحرام (حرم) - ٩١ - ١٠٨ -
١٣٢ - ١٤٠ - ٤٥٣ - ٤٦١ -
٥٣١ - ٥٣٢
بیت المقدس - ١٠٨ - ١١٠ -
١١١ - ١٣٠ - ١٣١
بیئر الملک - ١٣٤
بئر میمون - ٦٢٨
بینون - ١٠٩
بیضه - ٥١٦

(پ)

پل جازر = ١٤٤
پل گودرز = ١٩٢

Marfat.com

(ت)

تاریس - ۸۳
تبت - ۱۱۷
تبوک - ۲۷۳
تخارستان - ۱۵۶ - ۱۶۷ - ۵۵۰
تدمر - ۱۰۷
ترک - ۸۳ - ۱۰۷ - ۱۲۷ - ۱۵۴ - ۲۰۷ - ۲۰۸
ترمذ - ۱۵۶
تستر - ۱۵۴
تنعیم - ۴۳۲
تهامه - ۹۲ - ۱۰۸ - ۱۲۵ - ۱۳۴ - ۱۴۷ - ۱۶۰ - ۵۳۰
تّوج - ۲۵۹
تیمره - ۱۶۴

(ث)

ثعلبیه - ۲۲۹ - ۲۳۰
ثمود - ۸۳ - ۸۹ - ۳۸۱

(ج)

جازر - ۱۷۴
جبانۀ حشاشین - ۵۱۰ - ۵۱۱
جبانۀ مراد - ۵۱۰
جبل - ۱۶۷ - ۲۹۱ - ۵۰۶ - ۵۰۹ - ۶۰۷ - ۶۳۵
جبل ذوچشم = ذوجشم - ۴۳۶
جبل طیّء - ۸۳
جده - ۱۲۵
جدیس - ۱۳۴
جرجان - ۱۵۴ - ۲۰۲ - ۲۰۷ - ۲۱۱ - ۲۶۰ - ۵۹۸ - ۶۰۰ - ۶۲۸
جردین - ۱۳۱
الجزیره - ۸۲ - ۱۶۶ - ۱۶۸ - ۲۹۲ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۶ - ۶۴۸
جزیرةالعرب - ۱۲۵
جلولا - ۱۸۷ - ۲۵۱ - ۲۵۵
جند شاپور - ۱۴۰ - ۱۴۱ - ۱۶۹
جوفی - ۸۲
جتّی - ۱۳۱ - ۱۶۶
جیحان - ۱۲۵
جیحون - ۹۷
جیرفت - ۴۷۷
جیلان - ۲۱۴

(چ)

چین - ۸۳ - ۱۰۷ - ۱۱۱ - ۱۱۷ - ۱۲۵ - ۱۲۷ - ۲۳۴
چهوتّا دجله = ۲۵۶

(ح)

حبشه - ۱۲۵

Marfat.com

حجاز - ۹۰ - ۹۲ - ۱۳۴ - ۲۸۰ -
۲۸۲ - ۴۱۰ - ۴۳۸ - ۵۲۰
حجر اسود - ۱۳۲ - ۴۹۳
حدیبیه - ۳۵۹
حدیشته الفجّار - ۵۱۹
حیّران - ۲۹۲ - ۵۰۶ - ۶۰۰
حرم - ۸۱ - ۸۳ - ۹۰
حلب - ۱۶۸ - ۲۱۱
حلوان - ۱۳۰ - ۱۳۳ - ۲۱۴ -
۲۵۰ - ۳۸۴ - ۵۰۰ - ۶۰۰ -
۶۴۳ - ۶۴۶
حمص - ۱۶۹ - ۳۲۳ - ۵۷۹ -
۵۹۰ ،
حمیمه - ۵۵۴ - ۵۶۲ - ۵۹۰
حیره - ۱۴۶ - ۱۵۱ - ۲۲۸ -
۲۳۰ - ۲۳۳

(خ)

خازر - ۵۰۳ - ۵۰۵
خانقین - ۲۵۱
ختلاّن - ۵۶۰ - ۵۹۴
خراسان - ۸۳ - ۱۰۷ - ۱۱۳ -
۱۱۶ - ۱۳۱ - ۱۳۵ - ۱۵۳ -
۱۶۷ - ۱۸۴ - ۲۰۷ - ۲۹۱ -
۳۸۲ - ۳۲۱ - ۵۲۱ - ۵۴۱ -
۵۴۷ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۶۳ -
۵۶۴ - ۵۶۸ - ۵۸۰ - ۵۸۱ -
۵۹۷ - ۵۹۹ - ۶۱۵ - ۶۲۵ -
۶۲۹ - ۶۳۳ - ۶۳۵ - ۶۴۰
خرّزادارد شیر - ۱۳۹
خریبه - ۲۳۴ - ۲۸۰
خزازی - ۱۴۹ - ۱۵۰
خزر - ۸۳
خسروْ ماه - ۱۷۴
خطرنیه - ۱۶۴ - ۲۲۴
خوارجان - ۲۶۶
خوارزم - ۹۷ - ۲۰۲ - ۲۱۱
خُوب - ۸۵
خورنق - ۱۵۱ - ۱۵۲

(د)

دارا - ۶۹ - ۱۸۱ - ۲۹۲
داربجرد - ۱۱۶
دایه مرج = مرغ دایه
دجله - ۸۲ - ۱۲۵ - ۳۷۶ -
۶۱۱ - ۶۲۰ - ۶۲۵
دجیل = چھوٹا دجلہ
دروذ - ۶۵۱
دروازۂ مانی - ۱۴۱
دزِ یزید - ۲۶۴
دریائے بلخ - ۱۲۵
دریائے تستر - ۴۶۸
دست میان - ۲۳۵ - ۵۱۳
دستبی - ۲۱۴ - ۴۴۲ - ۵۰۰

Marfat.com

دمشق - ۳۰۲ - ۳۲۳ - ۳۶۳ -
۳۶۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۸۹ -
۵۶۴ - ۵۷۰ - ۵۸۰ - ۵۹۰ -
۶۰۲
دمّا - ۶۰۵ - ۶۲۵
دماوند - ۸۷
دولاب - ۴۶۴
دومۃالجندل - ۳۶۳ - ۳۶۴
دیرالاعور - ۲۳۸
دیرالجاثلیق - ۵۲۹
دیرالعاقول - ۳۷۴
دیر کعب - ۲۴۳ - ۳۱۵
دیر ہند - ۲۳۰
دیلم - ۲۱۱ - ۴۴۲
دینور - ۶۵۰

(ذ)

ذی عرق - ۶۱۸
ذروہ (بنو اسد کا چشمہ) - ۵۱۵
ذمار - ۱۶۰
ذوجشم - ۴۳۶
ذی طوی - ۵۳۴
ذوقار - ۲۷۷ - ۲۷۹

(ر)

رام اردشیر - ۱۳۹
رام فیروز - ۱۵۷
ربذہ - ۴۴۹ - ۶۲۷
رحبہ - ۳۸۷
رس - ۶۵۳
رقہ - ۱۴۲ - ۲۹۲ - ۳۱۵ -
۶۲۵ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵
رمہ (وادی) - ۴۳۳ - ۴۳۵
رہا - ۶۹
روم - ۸۶ - ۱۱۵ - ۱۱۶ -
۱۲۵ - ۲۲۱ - ۶۳۴
رومیہ - ۱۶۸
رَیّ - ۱۳۰ - ۱۳۵ - ۱۸۶ -
۲۶۰ - ۳۱۲ - ۴۴۲ - ۴۸۲ -
۵۰۰ - ۵۰۹ - ۶۰۰ - ۶۳۴ -
۶۴۳ - ۶۴۴

(ز)

زابیّن - ۶۰۰
زابلستان - ۱۶۷
زابی (زیریں) - ۹۳
زابی (بالا) - ۹۳
زابی (وسطی) - ۹۳
زبر خسرو - ۱۶۸
زرود - ۴۳۴
زنج - ۸۳
زندورد - ۱۷۴
زوابی - ۹۳

(س)

ساباط - ۳۱۵ - ۳۹۲

Marfat.com

سادانیال - ۱۴۳
سادماه - ۵۱۳
سالحین - ۶۳۴
ساوه - ۵۹۹
سجستان - ۱۱۳ - ۱۱۵ - ۱۳۵ - ۱۶۷ - ۲۷۱ - ۲۹۱ - ۵۶۰
سدوم - ۹۰
سرمن رأی (سامرّه) - ۶۴۸
سراف - ۵۱۶
سرائے شہار - ۱۷۲
سغد - ۵۴۸
سفوان - ۸۳
سقبه - ۴۴۰
سلحین - ۱۰۸
سمرقند - ۱۱۱ - ۱۱۷ - ۱۲۹ - ۱۶۷ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۶۰ - ۵۹۹ - ۶۳۵
سمره - ۱۲۶
سمیسیاط - ۵۰۶
سمینه - ۲۵۷
سنجار - ۲۹۲
سند - ۸۳ - ۱۲۵ - ۶۱۷
سواد - ۱۴۲ - ۲۳۰ - ۵۰۹
سودان - ۹۵ - ۱۲۴ - ۱۲۵ - ۱۶۲
سور روم - ۳۱۵
سورا - ۲۳۱ - ۵۰۸
سوریه - ۱۲۷
سوس - ۱۱۱ - ۱۴۷ - ۲۵۸
سیب - ۳۷۴
سیحان - ۱۲۵

(ش)

شاپور (شهر) - ۲۵۹ - ۲۷۰ - ۳۷۵
شاش - ۱۶۷
شام - ۸۳ - ۹۱ - ۹۲ - ۱۰۸ - ۱۱۱ - ۲۱۸ - ۳۹۵ - ۴۹۳ - ۴۹۹ - ۵۲۰ - ۵۳۳ - ۵۴۲ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۱۹ - ۶۲۵ - ۶۳۳ - ۶۴۸
شراه - ۲۱۵ - ۴۳۶
شعب علی - ۴۱۰
شعثان - ۹۲
شهر زور - ۶۰۰

(ص)

صحار - ۸۳
صحرائے هرمزدجان - ۱۳۵
صراه - ۲۳۲
صریفین - ۳۷۶
صغانیان - ۱۵۴ - ۱۶۵ - ۱۶۷ - ۵۴۷ - ۵۶۰ - ۵۹۴
صفین - ۲۸۰ - ۳۱۶ - ۳۹۵ - ۴۴۱
صفّاح - ۴۳۳

صقالیه - ٨٣ - ١٢٥ - ١٢٤
صنعا - ١٠٦ - ١٠٨ - ١٢٣ - ١٣٢ - ١٦٠ - ١٦٣ - ٢٣٨
صیدودا - ١٣١
صمیره - ٢١٣ - ٢٥٨

(ط)

طالقان - ٥١٠ - ٥٩٣
طائف - ٨٣ - ٣٦٣ - ٥٣١
طبرستان - ١٥٣ - ٢٠٤ - ٢١١ - ٢٦٠ - ٦٢٤
طبریه - ٣٥٨
طبسین - ٥٩٩
طخارستان - ٥٩٣ - ٥٩٩
طرطوس - ٦٣٨
طسم - ١٣٣
طف - ٥٢٤
طنجه - ٩٨
طُوس - ١٣٠ - ٥٩٣ - ٥٩٩ - ٦٠٠ - ٦٣٥
طیسفون - ٩٣ - ١٣٠ - ١٣٨ - ١٤٣ - ١٥٢ - ١٦٥ - ١٤٣
طیسفونج - ١٤٣
طیلسان - ٢١٣

(ع)

عاد - ٨٦ - ٨٩ - ١٠٣
عانات - ١٦٦
عجم - ٨٥ - ٨٩ - ٩٦ - ٢٢٨ - ٢٢٩ - ٢٣٠ - ٢٣١ - ٢٣٥ - ٢٤٣ - ٢٤٣
عدن - ١٢٣ - ١٦٠
عزیب - ٣٣٨
عزیب حامات - ٣٣٨
عراق - ٨١ - ٩٤ - ١٠١ - ١٠٤ - ١٣٠ - ١٣٥ - ١٣٦ - ١٤٣ - ١٦٤ - ٢٢٩ - ٣٣٢ - ٣٩٩ - ٥٣٩ - ٥٤٨ - ٥٤٩ - ٥٩٨ - ٦٢٩
عمان - ٨٣ - ٩٨ - ٢٣٣ - ٣٩٢ - ٥٣١
عراقان - ٥٦٣ - ٥٩٣
عرب - ٢٣٣ - ٢٣٤ - ٢٤٣
عقبه - ٣١٣
عقر - ٣٣٠
عقیق (وادی) - ٣٣٦
عموریه - ٦٣٩
عیساباد - ٦٢٩
عین تمر - ٢٢٤ - ٣٩٢

(غ)

غاضریه - ٣٣٠
غمدان - ١٠٩
غمرذی کنده - ٩٢

Marfat.com

(ف)

فارس (اهل) - ٢٢٩ - ٢٣٤
فارس (ایران) - ٩٦ - ٩٤ - ١٠٦ - ١١٦ - ١٢٣ - ١٣٥ - ١٦٤ - ٢٢٨ - ٢٣٢ - ٢٣٣ - ٣٩٥ - ٣٤٣ - ٦١٤
فرات - ٣٤٣ - ٣٣١ - ١٢٥ - ٦٢٠
فرات البصره - ٢٣٥
فرغانه - ١٢٩ - ١٦٤
فرنجه - ١٠٩ - ١٢٥
فرمنيه - ١٣١
فلاليج - ٢٣٢
فلسطين - ٩٥ - ١١١ - ٢٩٨ - ٣٢٣
فوران ارد شیر - ١٣٩
فیروز شاپور - ١٣٣

(ق)

قادسيه - ٢٣٤ - ٢٣٩ - ٢٣١ - ٣٢٩ - ٣٣٣ - ٣٣٦
قاشان - ٢٥٣
قافونيه - ١٢٤
قالوقيه - ١٣٠
قباء - ٣٦٠
قباب حميد - ١٤٣
قبدوقيه - ١٣٠
قبرص - ٢٤٠
قديس - ٢٣٥ - ٢٣٦
قديسجان - ٢٦٣
قرقيسيا - ٥٠٦
قرينه - ١٣١
قزوين - ٢١٤ - ٣١٢
قس الناطف - ٢٢٨
قسطنطنيه - ١٠٣ - ٢١٨
قصر ابن هبيره - ٩٤٥
قصر ابيض (بصره) - ٣٨٩
قصر ابيض (مدائن) - ٣٩٣
قصر بني مقاتل - ٣٣٨ - ٣٣٩
قصر عبدالله بن طاهر - ٦٥٠
قصر لصوص - ٦٣٣
قطقطانه - ٣٢٩
قلعۀ ماسفرى - ١٨٢
قلعه طبرستان - ٦٣٩
قلوص - ٢١٥
قلوصه - ٦٣٣
قم - ١٦٤ - ٢٥٣ - ٥٠٠
قندهار - ١٠٤
قنسرين - ١٦٨ - ٣٢٣
قومس - ٢٠٢ - ٢٠٣ - ٢٠٤ - ٢١٣ - ٢٦٠ - ٣٤٩
قيروان - ١١٠ - ١٢٦
قيسون - ١٢٥

Marfat.com

(ک)

کابل - ۲۹۱
کابلستان - ۱۵۵ - ۱۵٦ - ۱٦٧
کاظمه - ۹۲ - ۱۳۲
کبکب - ۴۷۱
کربلاء - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۹
کرخ بغداد - ۳۷۵ - ٦۲۰
کرخ میسان - ۱۳۹
کرمان - ۱۳۵ - ۱۳٦ - ۱٦٧ - ۲۷۱ - ۴۷۳ - ۴۷۷ - ۵۱۷ - ۵۱۸
کسکر - ۱۰۷ - ۱۷۳ - ۲۳۲ - ۲٦۲ - ۲۹۱ - ۵۱۹ - ٦۱۵
کش - ۱٦۷ - ۵۴۹ - ۵٦۰ - ۵۹۳
کشمیهن - ۱۵۳
کعبه - ٦۲۹
کفر توثا - ۵۰٦
کلواذی - ۱۷۳
کاری - ۸۳
کنعان - ۱۲۵
کهن دژ - ۵۸۰
کوفه - ۲۷۸ - ۲۸۸ - ۲۸۹ - ۲۹٦ - ۳۱۲ - ۳۱۳ - ۳٦۳ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۹۲ - ۳۹٦ - ۳۹۷ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۵ - ۴۱۰ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۳۳ - ۴۴۴ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰٦ - ۵۰۷ - ۵۴۲ - ۵۷۰ - ۵۷۸ - ۵۸۰ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ٦۰۸ - ٦۲۹

(گ)

گازرون - ۴۷٦
گرگان - ۴۷۴

(م)

ماجوج - ۱۲۸
ماسبذان - ۱۳۳ - ۲۱۴ - ۲٦۰ - ۵۰۰ - ٦۲۹
ماه بصره - ۵٦۱
ماه دینار - ۲٦۵
ماهان - ۱۳۳ - ۱۸۰ - ۲٦۰ - ۵۰۰ - ۵۰۷ - ۵۰۸
مدائن - ۱۳۵ - ۱۷۴ - ۱۸۴ - ۱۸٦ - ۱۸۷ - ۱۸۹ - ۲۲۵ - ۲۳۱ - ۲۴۳ - ۳۱۵ - ۳۷۲ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۵۰۸ - ٦۲۰ - ٦۲۷
مدین - ۹۱ - ۹۴
مدینه - ۱۷۵ - ۲۸۸ - ۲۹۸ - ۳۹۹ - ۴۱۰ - ۵۴۲ - ٦۲۵ - ٦۲۹ - ٦۳۴
مدینه ابی العباس - ٦۱۸ - ٦۱۹
مدینه السلام = (بغداد)

Marfat.com

مذار - ٢٣٥ - ٥١١ - ٥١٨
مرج راهط - ٥٠٣
مرخانوس - ١٣٠
مرغ دايه - ١٥٥
مرو - ١٠٤ - ١٢٩ - ١٣١ - ١٥٣ - ٢٤٠ - ٥٣٤ - ٥٦٠ - ٥٩٣ - ٥٩٩ - ٦٣٦ - ٦٣٠
مرو روز - ٥٦٠ - ٥٩٣
مسجد حرام - ٣٦١ - ٥٣٢
مسجد رسول صلى الله عليه وسلم - ٥٣٤ - ٥٣٩
مسفرا = ماسفرا - ١٨٢
مسكن - ١٦٦
مصر - ٩٠ - ١٢٦ - ٢١٨ - ٣٩١ - ٣٠٠ - ٣٩٣ - ٣٩٩ - ٦٠٢
معصوف - ٦٣٣
مغرب - ٩٥ - ٩٤ - ٩٨ - ١٢٥
مقبرة دهرز - ١٦٣
مقبرة مهاجرين - ٥٣٣
مكران - ٥٣١
مكه - ١٢٣ - ١٣٢ - ١٦١ - ١٤٣ - ٣١٠ - ٣١٢ - ٣١٣ - ٣٣٢ - ٣٥٣ - ٥٣٢ - ٦١٦ - ٦١٨ - ٦٢٨ - ٦٢٩
منبج - ١٦٨
منسك - ٨٣
منى - ٥٣١ - ٥٣٢
مهر جانقذق - ١٣٣ - ٢٥٨
موصل - ٨٢ - ١٣٦ - ٢١٩ - ٢٩٢ - ٣١٥ - ٥٠٠ - ٦٢٥ - ٦٣٣
ميافارقين - ١٦٦ - ١٨١ - ٢٩٢ - ٥٠٦
ميسان - ١٤٣ - ٢٣٦
ميلانوس - ١٣٠

(ن)

نجد - ٩٢
نجران - ٩٨ - ١٣١ - ١٥٩
نجرانيه - ٥١٩
نخيله - ٢٣١ - ٢٣٢ - ٣١٣ - ٣٨٣
نسا - ١٥٣ - ٥٦٣ - ٥٩٣
نسف - ١٦٢ - ٥٣٩ - ٥٦٠ - ٥٩٣
نصيبين - ١٣٥ - ١٨١ - ٢٩٢ - ٣١٥ - ٥٠٠ - ٥٠٦
نهاوند - ١٣٣ - ١٣٥ - ٢٦٠ - ٦٠٠ - ٦٢٤
نهر بصريين - ٥٢٠
نهر بوق - ١٤٣
نهر تستر - ١٣٠
نهر ملك - ١٤٣

Marfat.com

نهروان = نهر - ١٩١ - ٣٤٥ - ٣٤٦
نيشاپور - ٢٩١ - ٥٩٣
نيل - ١٢٥ - ٦٠٢
نيلاب - ١٣٠
نيلاط - ١٣٠
نينوا - ٣٣٠
هرات - ١٨١ - ٥٩٣
هرشی - ٣٦٠
هر قله - ٢١٩
هرمزدان اردشير - ١٣٩
هرمزد خرّه - ١٤٣
همدان - ١٢٢ - ١٢٣ - ١٨٤ - ١٩٠ - ٢١٥ - ٢٦٠ - ٥٠٠
هند - ١٢٣ - ١٢٥ - ٥٣١
هياطله - ٨٣ - ١٥٦
هيست و عانات - ١٦٦ - ٢٩٢

(و)

وادی رمل - ١١٠
وادی القری - ٢٣٨
واسط - ٥٣٩ - ٥٦٢ - ٥٦٣ - ٥٤٥ - ٥٤٨ - ٦٠٠ - ٦٠٤ - ٦٠٨ - ٦١٥
وبار - ٨٣
ويره - ٣٥٦

(ی)

ياجوج - ١٢٨
يثرب = (المدنيه) - ١٣٣ - ٣٤١
يرموك - ٢٣٨ - ٢٣٩
يمامه - ٨٣ - ٩٨ - ١٠٠ - ١٠١ - ١٠٢ - ١٠٣ - ١٠٣ - ١٣٢
يمن - ٨٣ - ٨٨ - ٩٠ - ٩٢ - ٩٥ - ٩٦ - ٩٤ - ٩٨ - ١٠١ - ١٠٦ - ١٠٤ - ١١٣ - ١١٥ - ١١٤ - ١٢٣ - ٣٣٢ - ٣٩٣ - ٦٢٦

Marfat.com

ذخیره محمد باقر الفت

Marfat.com

غلط نامہ

صفحہ	غلط	صحیح
۹۵	ساحلِ سمندر	ساحلِ بحر
۱۱۵	ابراخت	ایراخت
۱۱۷	تبع الاتراں	تبّع الاقران
۱۲۷	قاقونیہ	قافونیہ
۱۲۹	تادیل	تاویل
۱۳۳	قاهان	ماهان
۱۳۳	مہر جانقزق	مہر جانقذق
۱۳۴	طیقون	قیطون
۱۳۸	طیفسون	طیسفون
۱۴۲	خیزن	ضیزن
۱۴۳	خیزن	ضیزن
۱۴۴	خیزن	ضیزن
۱۴۸	عبید بن نعمان	لبید بن نعمان
۱۵۱	قیصر	قَصِیْر
۱۶۴	مذدکی مذهب	مزدکی مذهب
۱۶۶	ایر قباد	ابر قباد
۲۴۶	بسیره	بسیرا
۲۵۵	مسلمه بن رجاء	سلمه بن رجاء
۲۷۳	حضرت عافقی	حضرتِ غافقی
۳۱۰	اور دنیا کی طلب میں	اور دنیادار دنیا کی طلب میں
۳۱۹	عبداللہ بن عمر	عُبَیداللہ بن عمر
۳۲۳	قائم بن حنظلہ	قاسم بن حنظلہ
۳۶۲	عبّاد بن احوص	عمّار بن احوص

Marfat.com

٣٦٣	سلمان بن صرد	سلیمان بن صرد
٣٦٩	سعد بن قیس همدانی	سعید بن قیس همدانی
٣٩٩	جعد بن هُبیره	جعده بن هُبیره
٣٠٣	الی هلک یسیر	الیٰ هُلکٍ یصیر
٣١١	هل کوفه	اهلِ کوفه
٣٣٦	وادیٔ عتیق	وادیٔ عقیق
٣٦٢	عبدالله بن رباض	عبدالله بن اباض
٣٧٨	قُوس	قُومس
٣٧٩	قوس	قُومس
٣٨٢	قطری بن فجاة	قطری بن فجاءة
٣٨٣	عبدالله بن زیاد	عبیدالله بن زیاد
٣٩٣	دعوتِ تبلیغ	دعوت و تبلیغ
٥٠٠	ماسبزان	ماسبذان
٥٣٣	سعید بن مالک	سعد بن مالک
٥٣٧	صفاهان	صغانیان
٥٧٩	غزدان	غزوان
٥٩٩	ساده	ساوه
٦٠٦	محمد بن سلیمان ازدی	علی بن سلیمان ازدی
٦١٢	حاجب نے……	سلام حاجب نے……
٦٢٢	ثبث بن روح	شبث بن روح
٦٣٨	طرطوس	طرسوس
٦٣٨	طرطوس	طرسوس
٦٣٨	طرطوس	طرسوس

Marfat.com

دینوری کی تالیف جواہر العلم

اس بارے میں کراچکوفسکی کو شبہ صرف اس بنا پر ہے کہ اس کا ذکر "کشف الظنون" کے سوا کسی اور ماخذ میں نہیں۔ مجھے خیال پڑتا ہے کہ اس کا ایک مخطوطہ استانبول میں اور ایک اور اٹلی میں ہے۔ کئی سال قبل میں نے اس کی ورق گردانی کی تھی۔ سرورق پر دینوری کا نام تو ہے لیکن پورا نام نہیں۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی تو اندر بعض ایسے مولفوں کے بھی اقتباس ہیں جو ابو حنیفہ کے بعد کے ہیں۔ بہر حال یہ ابن قتیبہ کی کتاب المعارف، یا اس کے استاد ابن حبیب کی کتاب المحبّر سے مشابہ چیز ہے۔ اس سے واضح ہوگا کہ "کشف الظنون" میں چاہے غلط فہمی ہو، غلط بیانی نہیں ہے۔ میں ان دنوں استانبول سے دور پیرس میں ہوں اس لیے زیادہ یقینی معلومات پیش نہ کر سکنے کی معافی چاہتا ہوں۔

کیا ابن قتیبہ نے دینوری سے اقتباسات کیے ہیں؟

یہ ناممکن نہیں ہے۔ ابن قتیبہ کی کتاب الأنواء چھپ گئی ہے۔ دینوری کی کتاب الأنواء کا بہت بڑا حصہ میں نے متاخر مولفوں کے ہاں کے اقتباسات کی مدد سے اعادہ کر لیا ہے۔ ان دونوں میں بڑی مشابہت ہے۔ لیکن محض مشابہت سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ دینوری نے ابن قتیبہ سے معلومات اخذ کیے ہوں۔ لیکن جیسا کہ ابن قتیبہ کی کتاب الأنواء کے مقدمے میں وضاحت کی گئی ہے، دینوری کے بیانات مفصل تر ہیں، ابن قتیبہ کے مختصر تر۔ مختصر کرنا آسان ہے، پھیلانے کے لیے مزید مواد کی ضرورت ہے جو گھڑا نہیں جا سکتا۔ کم سے کم دو صورتوں میں دینوری کی غلطیوں کو ابن قتیبہ نے محسوس کیے بغیر نقل کر لیا ہے۔

ابن قتیبہ قاضی تھا، ادیب تھا، مورخ تھا لیکن اس کا پتا نہیں چلتا کہ وہ دینوری کی طرح مشاہدات فلکی کرتا اور صحرا نوردی کر کے بدویوں کی زبانی قطرہ قطرہ کر کے معلومات جمع کرتا پھرتا رہا ہو۔

Marfat.com